UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188737

UNIVERSAL
LIBRARY

page missing

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۲۵۹۷۱ Accession No. ۰۶۸۲

Author محمد ج - م

Title سیرۃ الرسول

This book should be returned on or before the date last marked below.

سیرۃ الرسول

جلد چہارم

یعنی

حضور انور رسول خدا امی نبی ہاشمی و مطلبی شافع روز محشر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

کی سوانح عمری

مصنفہ میرزا حیرت دہلوی

مترجم قرآن مجید و صحیح بخاری شریف و مصنف مقدمہ تفسیر الفرقان، حیات حمید

خلافت شیخین وغیرہ وغیرہ

مصنف کے اہتمام سے کرزن سٹیم پریس دہلی میں طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونھم باذنہ ج حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اراکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ ج ثم صرفکم عنھم لیبتلیکم ج ولقد عفا عنکم ط واللہ ذو فضل علی المومنین۔ اذ تصعدون ولا تلوون علی احد والرسول یدعوکم فی اخراکم فاثابکم غما بغم لکیلا تحزنوا علی ما فاتکم ولا ما اصابکم واللہ خبیر بما تعملون۔

ترجمہ:۔ اور بیشک اللہ نے اپنا (فتح کا) وعدہ (تو) تمکو سچا کر دکھایا جب کہ تم اللہ کے حکم سے (اول حملہ میں) تمکو (خوب) قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ (تمہین اسکے بعد وہ چیز دکھادی جسکو تم پسند کرتے تھے (یعنی فتح اور مال غنیمت) اور تم نے (مال غنیمت دیکھکر) بزدلاپن کیا اور (کفار کو بھاگتا ہوا دیکھ کے) معاملہ مین جھگڑا کیا (کہ مورچہ پر کھڑے رہین یا نہین) اور (رسول کے حکم کی) نافرمانی کی کچھ تو تم مین سے (جنہون نے مورچہ چھوڑ دیا تھا) دنیا کے طالب تھے اور کچھ تم مین سے (جو مورچہ پر ڈٹے رہے تھے) آخرت کے طالب تھے۔ پھر تمہارے آزمانیکی غرض سے تمکو انکی طرف پھیر دیا اور بیشک تم کو درگزر کی اور اللہ ایمان والون پر اپنا فضل (وکرم) رکھتا ہی جب تم (کافرون پر چڑھے چلے جاتے تھے اور رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری پشت (والی جماعت) مین (کھڑے ہوئے) تمکو بلا رہے تھے اور تم کسی کی طرف مڑکے (بھی) نہ دیکھتے تھے تو اللہ نے تمکو غم پر غم پہونچایا (یہ ایک نصیحت ہی) تاکہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی ہو (اسپر تم غم نہ کھایا کرو اور نہ اسپر جو مصیبت) تمکو پہنچے (تاسف کیا کرو) اور جو کچھ اور بھی) تم کرتے ہو اللہ کو (سب کی) خبر ہے۔

تم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا یغشیٰ طآئفۃ منکم ۙ وطآئفۃ قد اہمتہم انفسہم یظنون بالله غیر الحق ظن الجاہلیۃ ؕ یقولون ہل لنا من الامر من شیء ؕ قل ان الامر کلہ لله یخفون فی انفسہم مالا یبدون لک ؕ یقولون لو کان لنا من الامر شیء ما قتلنا ہہنا ؕ قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیہم القتل الی مضاجعہم ۚ ولیبتلی الله ما فی صدورکم ولیمحص ما فی قلوبکم ؕ والله علیم بذات الصدور۔ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن انما استزلہم الشیطن ببعض ما کسبوا ۚ ولقد عفا الله عنہم ان الله غفور حلیم۔ یآیہا الذین آمنوا لا تکونوا کالذین کفروا وقالوا لاخوانہم اذا ضربوا فی الارض او کانوا غزی لو کانوا عندنا ما ماتوا وما قتلوا ۚ لیجعل الله ذلک حسرۃ فی قلوبہم ؕ۔

ترجمہ۔ پھر (اللہ نے شکست کے) غم کے بعد تم پر اطمینان کی حالت طاری کردی (اور وہ) ایک نعاس تھی جو تم میں سے ایک گروہ کو گھیر رہی تھی اور ایک گروہ (منافقون کا) تھا جنکو اپنی ہی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے (اور) اللہ کیطرف (زمانہ) جاہلیت کا سا) ناحق گمان کرتے تھے (یعنی) کہتے تھے آیا ہمارے لئے بھی اس امر (یعنی غلبہ اور مال غنیمت) میں) کچھ (حصہ) ہے (اے محمد ان سے) کہدو کہ (یہ) امر (یعنی غلبہ اور غنیمت) سب اللہ ہی کے لئے ہے (زبانی شکایتوں کے علاوہ) اپنے دلوں میں (اور باتیں بھی) جو تم پر ظاہر نہیں کرتے پوشیدہ رکھتے ہیں (آپس میں) ذکر کرتے ہیں کہ ہمارے لئے اس امر سے (یعنی غلبہ اور غنیمت سے) کچھ (حصہ) ہوتا تو ہم یہاں مارے نہ جاتے (اے محمد ان سے) کہدو اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے البتہ جنکی تقدیر میں (جس مقام پر) مارا جانا لکھ دیا گیا ہے وہ (آپ ہی اپنے گھروں سے نکل نکل کے) اپنے مقتل میں آموجود ہوتے اور (یہ کیا گیا اس میں چند مصلحتیں ہیں) تاکہ جو تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسکو آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں (شبہہ پیدا ہو گیا) ہے اسکو بالکل صاف کردے اور دلوں کی بات سے اللہ (خوب) واقف ہے بیشک جس دن دو جماعتیں (مسلمانوں اور کافروں کی) باہم مقابل ہوگئی تھیں اُسدن جو لوگ تم میں سے (شکست کھا کے) پیچھے ہٹ گئے تھے انمیں کے بعض اعمال (کی شامت سے) شیطان نے اُنکو لغزش دی تھی اور بیشک اللہ نے (انکی) عذر و معذرت سے) ان سے درگذر کی تحقیق اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔ اے ایمان والو! تم اُن جیسے نہ بنو جو (حقیقت میں) منکر (اسلام) ہیں اور اپنے (منافق) بھائیوں کے حق میں جب (وہ) ملک میں سفر کریں یا جہاد میں ہوں (تو) یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس (مقیم) رہتے اور سفر و جنگ میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے (اور یہ اس سے کہتے تھے) تاکہ اللہ اس (خیال) کو ان کے دلوں میں (باعث حسرت بنا دے۔

واللہ یحی ویمیت واللہ بما تعملون بصیر۔ ولئن قتلتم فی سبیل اللہ او متم لمغفرۃ من اللہ
ورحمۃ خیر مما یجمعون۔ ولئن متم او قتلتم لالی اللہ تحشرون۔ فبما رحمۃ من اللہ
لنت لہم ج ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک ج فاعف عنہم واستغفر لہم
وشاورہم فی الامر ج فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ط ان اللہ یحب المتوکلین۔ ان ینصرکم اللہ
فلا غالب لکم ج وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ ط وعلی اللہ فلیتوکل
المؤمنون۔

ترجمہ۔ اور (یہ تو) اللہ جلاتا اور مارتا ہے۔ اور جو کچھ بھی تم کر رہے ہو خدا اسکو دیکھ رہا ہے۔ اور قسم ہے (کہ) اگر تم اللہ کی راہ مین مارے جاؤ یا اپنی موت سے مر جاؤ بیشک اللہ کی طرف سے مغفرت اور رحمت اس چیز (یعنی مال و دولت) سے بہتر ہے جو (اپنی زندگی مین) جمع کرتے ہین۔ اور اگر (کسی اور طریقہ سے) مر جاؤ یا مارے جاؤ البتہ (مرنیکے بعد) اللہ ہی کیطرف اٹھائے جاؤ گے (اے محمد ان کی تو یہ حالت ہی) تو (اسپر) خدا کے فضل ہی جو تم انکو نرم دل ملے اور اگر تم (خدانخواستہ کہین) بدخلق (اور) سخت ہوتے تو تمھارے پاس سے (یہ لوگ کبھی کے) منتشر ہو جاتے۔ پس (جھون نے تمہاری نافرمانی کی ہے) اونکو معاف کردو اور (خدا سے) اُنکے لئے مغفرت چاہو اور (اُن سے لڑائی کے) کام مین مشورہ کر لیا کرو پھر (مشورہ کے بعد) جب پختہ ارادہ کرو تو اللہ پر (اسمین) بھروسہ کرو بیشک خدا اپنے اوپر بھروسہ کرنیوالونکو دوست رکھتا ہے۔ اگر خدا تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہین آسکتا۔ اور اگر تم کو (ایسے ہی) چھوڑ دے (یعنی مدد نکرے) تو اسکے (چھوڑ دینے کے) بعد کون تمہاری مدد کر سکتا ہے اور مسلمانونکو چاہئے کہ (ہر کام مین) اللہ ہی پر بھروسہ

قرآن مجید کے مفسرون نے اس نیند سے فائدہ اُٹھا کے بہت کچھ طولانی بحثین کی ہین مگر قرآن مجید مین ان طولانی بحثون کا سایہ بھی نہین ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ حسب عادت ہر فعل کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے لہذا اسی طرح اس نے یہان بھی یہی فرمایا ہے انھین آرام سے سُلا دیا اسپر زیادہ بحث کرنی اور اسے ایک معجزہ قرار دینا کچھ زیادہ مناسب نہین معلوم ہوتا شیعی علماء نے اس موقعہ جنگ کے متعلق عجیب عجیب بے سر و پا روایتین لکھی ہین۔ جن کا سر ہے نہ پیر۔ خود پوری تحقیق ان روایتون پر مضحکہ اُڑاتے ہین اُنھون نے لکھا ہے کہ اسوقت حضرت علی کے ساتھ صرف دو شخص تھے ایک کا نام ابو جانہ یا سماک بن خرشہ تھا اور ایک

حضرت علی اور یہ دونون کافرون کو قتل کر رہے تھے اور ایک عورت آپ کے ساتھ تھی جس کا نام نسیبہ تھا یہ کعب مازنیہ کی بیٹی تھی حالانکہ کسی صحیح روایت سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ جب تک قریش شکست کھا کے اُحد سے چلے نہ گئے اُسوقت تک مدینہ سے ایک مسلمان عورت بھی نہ نکلی تھی جیسا کہ ہم اپنے گزشتہ صفحون مین بیان کر چکے ہین۔ کُل عورتین اور بچّے کوٹھون کی چھتون پر چڑھا دیئے گئے تھے جسوقت ابن قمیہ نے حضور انور پر تلوار سے حملہ کیا ہے تو عبید اللہ کے بیٹے طلحہ نے اپنا برہنہ ہاتھ اُس تلوار کے آگے کر دیا تھا اور جس سے اُن کی اُنگلیان اُڑگئی تھین اس وقت وہان نہ حضرت علی کا پتہ تھا اور نہ نسیبہ کے بیٹے کا اس غلط بیانی سے سمجھ مین نہین آتا کہ شیعی علما کیونکر فائدہ اُٹھا سکتے ہین جبکہ تمام صحیح روایتین اور وہ بھی متفق الیہ ان کی بیان کردہ کہانیون کی بالکل مخالف ہین حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کا وہان موجود ہونا صحیح روایتون سے پایا جاتا ہے۔

حیات القلوب والے نے اپنی کتاب جلد ۲ صفحہ ۳۴۴ مین ایک نہایت لغو اور بیہودہ کہانی لکھی ہے اور وہ کہانی صرف شیخین پر تبرّے بازی کرنے کے لئے گھڑی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ نسیبہ حضور انور کی طرف سے صدہا کافرون سے لڑ رہی تھی حضور انور نے یہ فرمایا کہ عمر اور ابو بکر سے تو نسیبہ ہی اچھی ہے حالانکہ آپنے اور کسی مہاجر اور انصار کی نسبت یہ نہین فرمایا جبکہ مسلمانون کی جماعت برابر دبتی چلی آتی تھی اور قریش ان کا تعاقب کر رہے تھے جنگ کے موقعہ پر موجودہ زمانہ مین بھی ہزارون شائستہ فوجین اور بڑے بڑے سپہ سالار بعض حالت مین پیچھے ہٹ آتے ہین اس کے معنی بزدلی اور نامردی پن نہین ہوا کرتا یہ تو جنگ کا اُتار چڑھاؤ ہے کبھی ایک فوج غلبہ پالیتی ہے اور کبھی مغلوب ہو جاتی ہے مگر مغلوب فوج پر کوئی طعنہ زنی نہین کیا کرتا عثمان پاشا نے شکست کھا کے وہ نام پیدا کیا کہ دُنیا کے بڑے بڑے سپہ سالارون کے سرتاج بن گئے اور وہ عزت انھین حاصل ہوئی جو ایک ہمدست سپہ سالار کو کم حاصل ہو سکتی ہے مگر یہ غضب کہین نہین دیکھا گیا کہ ان پر لعن وطعن کی جائے اور اُن کی

ذات کو ہمیشہ کے لئے مورد طعن و تشنیع بنالیا جائے اس کے علاوہ قرآن مجید مین خداوند تعالے نے رسول اکرم کو حکم دیا ہے کہ تم اس دستہ فوج کا جس نے تمہاری حکم کے خلاف اپنی جگہ کو چھوڑ دیا تھا قصور معاف کر دو جسکے معنے یہ ہین کہ شکست یاب فوجون پر کبھی کوئی سختی یا طعن نہ کیا جائے۔

اسکے علاوہ کسی روایت مین یہ نہین پایا جاتا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بھاگے اور حضرت علی ایک جگہ جمے کھڑے رہے ہون بلکہ ایسی روایتین صحیح موجود ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر ایک لمحہ کے لئے بھی حضور انور سے جدا نہین ہوئے اور حیات القلوب والے کا یہ لکھنا کہ حضرت علی کی تعریف کرنے کیلئے جبرئیل آسمان سے نازل ہوئے ایک لغو اور بیہودہ بات ہے۔ کیونکہ جس وقت مسلمانون کے قدم اکھڑے ہین اور قریشون نے دبایا ہے تو اسلامی فوج کے کل دستے پسپا ہوگئے تھے اور انمین وہ دستہ بھی تھا جسکی کمان حضرت علی کر رہے تھے۔ کوئی خاص شجاعت حضرت علی کی اس جنگ مین ظاہر نہین ہوئی مثل اور مسلمانون کے وہ نہایت بے جگری اور دلیری سے لڑے مگر کوئی بات ایسی ظاہر نہین ہوئی جسے انھین فوقیت دیجائے۔

بخاری[1] مین ان کل واقعات کو بہت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

---

[1] بخاری مین جنگ اُحد کا بیان مستقل طور پر آیا ہے۔ ہم چاہتے ہین کہ پورا نقل کر دین اس سے اس جنگ کے متعلق بہت سے باریک اور نتیجہ خیز واقعات معلوم ہو جائین گے۔

غزوۂ احد کا بیان (اور یہ چار قول اللہ عزوجل کے غزوۂ احد کے بیان مین نازل ہوئے ہین) واذ غدوت من اہلک تبوئ المؤمنین مقاعد للقتال واللہ سمیع علیم وقولہ جل ذکرہ ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ان یمسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ وتلک الایام ندا ولہا بین الناس ولیعلم اللہ الذین آمنوا ویتخذ منکم شہدا واللہ لا یحب الظالمین۔ ولیمحص اللہ الذین آمنوا ویحق الکافرین ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم ویعلم الصابرین ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رایتموہ وانتم تنظرون

قریشون کے سردار میدان جنگ مین حضور انور کی لاش کو تلاش کرنے لگے مگر جب انھین نہین ملی تو انھین آپ کے شہید ہونے مین شبہہ ہوا کئی وحشیانہ افعال بھی قریشی عورتون نے کئے یعنی ہندنے امیر حمزہ کے پیٹ کو چاک کرکے اُن کی انتڑیان اپنے گلے مین ڈال لین اور اور شہدا کے ساتھ بھی قریب قریب یہی سلوک کیا گیا اسی اثنا مین ابوسفیان اس پہاڑی کے دامن مین آکے کھڑا ہوا جسپر حضور انور معہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم اور چند آدمیون کے تشریف رکھتے تھے اور اس نے باواز بلند یہ پکار کے کہا کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ ہین حضور انور نے ارشاد کیا کہ اسے جواب نہ دو پھر اُس نے کہا کیا قوم مین ابی قحافہ کا بیٹا موجود ہے۔ (یعنی حضرت صدیق اکبر) پھر حضور نے یہی ارشاد کیا کہ اسے جواب نہ دو پھر اس نے بارہ کہا کیا قوم مین ابن الخطاب ہین آپنے پھر یہی ارشاد فرمایا کہ جواب نہ دو۔ ابوسفیان نے اس پر کہا کہ

وقولہ ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونہم (تستاصلونہم) قتلا باذنہ حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اراکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ ثم صرفکم عنہم لیبتلیکم ولقد عفا عنکم واللہ ذو فضل علی المومنین۔

وقولہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآیۃ۔ (ترجمہ)

اے محمد یاد کرجب تو صبح کیوقت اپنے گھر سے نکلکر مسلمانون کو لڑائی کے ٹھکانون پر بٹھانے لگا اور اللہ سنوا والا جاننے والا ہے۔ دسست ہوتم اور نہ تم غمگین ہوتم ہی غالب رہوگے بشرطیکہ تم مومن ہو اگر تم زخمی ہوئے (تو کیا ہے) وہ لوگ بھی ایسے زخم (بہت) پاچکے ہین اور انھین دنون کو ہم لوگون مین بدلتے رہتے ہین۔ تاکہ اللہ مومنون کو متمیز کرے اور بعض کو تم مین سے شہید کرے اور اللہ ظالمون کو دوست نہین رکھتا اور تاکہ اللہ مومنون کو پرکھے اور کافرون کو مٹاوے کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم جنت مین چلے جاؤگے حالانکہ ابھی خدا نے معلوم نہین کیا جو تم مین سے لڑنیوالے اور جو صبر کرنیوالے ہین۔ اور تم تو موت کی آرزو کرتے تھے سو اب تم نے اُسے آنکھون کے سامنے دیکھ لیا۔ اور اللہ نے تمھین اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جبکہ تم انھین اللہ کے حکم سے مار رہے تھے۔ جبکہ تم نے نامردی کی اور کام مین جھگڑا ڈالا۔ اور اپنی خوشی کی چیز دیکھنے کے بعد

یہ سب مارے گئے کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے اسپر حضرت عمر سے نہ رہا گیا آپنے بڑے جوش سے فرمایا اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے بخدا اللہ نے تیرے ذلیل کرنیوالوں کو بچالیا ہے ابوسفیان نے جواب دیا اعل ہبل یعنی اے ہبل (جو ایک بت کا نام ہے) تو بلند ہو اور اپنے دین کی مدد کر رسول اللہ نے فرمایا تم بھی اسے جواب دو لوگوں نے عرض کیا کہ ہم کیا جواب دیں آپنے فرمایا "اللہ اعلی واجل" یعنی خدا بلند و بزرگ تر ہے۔ ابوسفیان نے کہا "لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم" یعنی ہمارا مددگار عزیٰ ہے اور تمہارا مددگار عزیٰ نہیں ہے حضور نے ارشاد فرمایا تم بھی اسے جواب دو لوگوں نے عرض کیا کہ ہم کیا جواب دیں آپنے فرمایا کہو "اللہ مولینا ولا مولا لکم" یعنی ہمارا مددگار اللہ ہے اور تمہارا مددگار اللہ نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا یہ دن بدر کے دن کے بدلہ ہے اور لڑائی مثل ڈول کے ہے کبھی ایک کی فتح اور کبھی دوسرے کی ہوتی ہے اور کہا تم میدان میں اپنے مقتولین کا ناک کان کٹا ہوا پاؤ گے مگر یہ بھی ہم لوگ نہ میں نے اس فعل قبیح کا حکم دیا اور نہ میں اس سے راضی ہوں۔

تم نے نافرمانی کی بعض تم میں سے دنیا کو اور بعض آخرت کو چاہتے ہیں پھر تمہیں اُن سے ہٹا دیا تاکہ تمہیں آزماوے اور وہ تمکو معاف کر چکا کیونکہ اللہ ایمانداروں پر مہربان ہے اللہ کی راہ میں جو مارے جاویں اُنھیں تم مردہ نہ جانو۔ آخر آیت تک۔

حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدا احد پر آٹھ برس بعد نماز جنازہ پڑھی یا اُنکے واسطے دعا کی جیسے کوئی زندوں اور مردوں کو رخصت کرتا ہے۔ پھر آپنے ممبر پر چڑھکر ارشاد کیا میں تم میں پیشدست ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں میرے تمہارے ملنے کی جگہ حوض کوثر ہے اور مجھے تم پر اپنے مرنیکے بعد یہ خوف نہیں ہے کہ تم کافر ہو جاؤ گے لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں تم دنیا پر ریجھ نہ جاؤ اور حرص سے نہ کرنے لگو۔ عقبہ بن عامر کہتے ہیں یہ میرا آخر دیکھنا تھا جو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ براء بن عازب کہتے ہیں ہم نے احد کے دن مشرکوں سے مقابلہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر تیراندازوں کا (حفاظت کے واسطے) بٹھا دیا اور اُن پر عبداللہ بن جبیر کو امیر مقرر فرمایا یہاں سے نہ ٹلنا اگر تم دیکھو ہم کافروں پر غالب آگئے تو بھی نہ ہلنا اور جو دیکھو کافر ہم پر غالب آگئے تو بھی ہماری مدد نہ کرنا۔

غرض جب قریش میدان جنگ کو چھوڑ کے مکّہ کی طرف چلے گئے تو حضور اور آپ کے صحابہ میدان مین اُترے اور دیکھا کہ شہدا اُحد کی چوبیس لاشین میدان مین پڑی ہوئی ہین۔ اُن مین چار مہاجرین ہین اور باقی سب انصار ہین۔ مہاجرین مین حضرت امیر حمزہ۔ عبداللہ ابن جحش۔ مصعب اور ابن عثمان تھے۔ آخر الذکر مین ابھی تک سانس باقی تھا مسلمانون نے اُنھین فوراً اُٹھالیا۔ اور مدینہ پر لے گئے جہان آپکی وفات ہوگئی مگر حضور انور کے حکم سے آپ کا جنازہ اُحد مین لاکے دفن کیا گیا۔ (واقدی صفحہ ۲۹۲)

ابھی تک ان چار مہاجرین کی قبرین موجود ہین جن کی برابر مرمّت ہوتی رہتی ہے حضرت عمرؓ کی خلافت مین جب قحط پڑا تھا تو بہت سے اجنبی عرب اُحد مین آکے مرگئے تھے اُن کی قبرون کی نسبت واقدی نے پوری تحقیق کرکے شہدا اُحد کے مزارون کا

پھر جب ہم کافرون سے لڑے تو وہ بھاگ گئے یہان تک مین نے اُن کی عورتون کو دیکھا اپنے دامن پنڈلیون سے اُٹھائے ہوئے پہاڑ کی طرف بھاگ رہی تھین اور اُن کی پازیبین دکھائی دیتی تھین (عبداللہ ابن جبیر کے ہمراہی) کہنے لگے ارے میان مال غنیمت کو لوٹو عبداللہ نے کہا مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرار لے لیا ہے کہ یہان سے ہرگز نہ ٹلنا اُنھون نے (عبداللہ کا کہنا) نہ مانا۔ جب وہ باز نہ آئے اللہ نے اُن کے منہ پھیر دیئے (انھین نہ معلوم ہوتا تھا کہ ہر جا رہے ہین) مسلمانون کو یہ مصیبت پہونچی کہ ستر آدمی شہید ہوئے۔ ابوسفیان نے اُونچے پر چڑھ کر کہا کیا قوم مین محمد (زندہ) ہین آپنے فرمایا اسے جواب نہ دو۔ پھر اُس نے فرمایا کیا قوم مین ابی قحافہ کا بیٹا (یعنی ابوبکر) ہین آپنے ارشاد فرمایا خاموش ہو رہو۔ پھر اُس نے کہا کیا قوم مین (عمر) ابن الخطاب ہین آپنے کہا جواب نہ دو۔ ابوسفیان بولا، یہ سب مارے گئے (ورنہ) اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے اسپر حضرت عمرؓ نہ رہ سکے اور بولے دشمن خدا تو جھوٹا ہے بخدا اللہ نے تیرے ذلیل کرنے والون کو بچا لیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا اُعل ہُبل یعنی اے ہبل (جو ایک بُت کا نام ہے) تو بلند ہو (اور اپنے دین کی مدد کر)

پورا نشان بتا دیا ہے۔ برٹن سیاح نے شہدار اُحد کی قبروں کا پورا پتہ اپنے سفرنامہ صفحہ ۳۶۵ مین لکھا ہے جس سے امتیاز بالکل ہو گیا ہے علاوہ مہاجرین کے مزارون کے اس وقت تک انصار کی قبرین بھی باقی ہین۔ برٹن سیاح نے اپنے سفرنامہ صفحہ ۲۳۷ مین ان کا پورا ذکر کیا ہے جس سے غیر شہداء کی قبرون سے پورا امتیاز ہوتا ہے اتنا بھاری نقصان مسلمانون کی فوج کا صرف اس غلطی سے ہوا جو حضور انور کے حکم کے خلاف پہاڑی فوجی دستہ سے سرزد ہوئی یعنی دشمنون کے بھاگنے پر اُسنے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی جس کا ذکر مفصل اوپر ہو چکا ہے۔ قریشون مین صرف بیس آدمی مقتول ہوئے تھے۔ حضور انور کے شہید ہونے کی خبر مدینہ پہونچ چکی تھین جس سے مسلمانون مین سخت انتشار پیدا ہو گیا تھا سامنے کے کل راستے عورتون بچون اور مردون سے بھر گئے تھے جو اس خطرناک نظارے کے دیکھنے کے لئے مدینہ سے پریشان نکل پڑے تھے ان عورتون اور بچون کے ساتھ خاتون محشر حضرت

رسول اللہ نے فرمایا تم بھی اُسے جواب دو لوگون نے پوچھا ہم اُسے کیا جواب دین آپ نے فرمایا کہو اللہ اعلیٰ و اجل یعنی خدا بزرگ و برتر ہے۔ ابوسفیان نے کہا "لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم" ہمارا مددگار عزیٰ (بُت) ہے اور تمہارا (مددگار) عزیٰ نہین ہے۔ آپ نے فرمایا تم بھی اُسے جواب دو لوگون نے کہا ہم اُسے کیا جواب دین فرمایا کہو "اللہ مولانا ولا مولا لکم" یعنی ہمارا مددگار اللہ ہے اور تمہارا مددگار نہین ہے۔ ابوسفیان نے کہا یہ دن بدر کے دن کے بدلے ہے اور لڑائی مثل ڈول کے (کبھی ایک کی فتح اور کبھی دوسرے کی) اور کہا تم میدان مین مقتولین کو ناک کان کٹے ہوئے پاؤ گے۔ مین نے اس کا حکم دیا اور نہ مجھے یہ معلوم ہوا۔

سعد بن ابراہیم (بن عبدالرحمٰن بن غوث) اپنے باپ ابراہیم سے روایت کرتے ہین کہ عبدالرحمٰن بن غوث کے پاس کھانا لایا گیا اور روزہ دار تھے عبدالرحمٰن کہنے لگے مصعب بن عمیر مجھ سے بہتر تھے شہید ہوئے اور وہ ایک ایسی چادر مین کفنائے گئے اگر اُن کا اُس سے سر ڈھانکا جاتا تھا تو پاؤن کھل جاتے تھے اور اگر پاؤن ڈھانکے جاتے تھے تو سر کھلجاتا تھا (ابراہیم کہتے ہین)

بی بی فاطمہؓ بھی تھین جنہون نے آتے ہی اپنے والد حضور انور کے زخمون مین حصیر جلا کے بھرا۔ مگر طبری نے اپنی کتاب صفحہ ۳۷۸ مین چٹائی کے ٹکڑے کا ذکر کیا ہے کہ وہ جلا کے بھرا گیا تھا بعض نے اُن کا ذکر کیا ہے مگر کاتب الواقدی صفحہ ۱۰۷ اور واقدی صفحہ ۲۴۶ مین یہ لکھا ہے کہ حضرت بی بی فاطمہؓ نے ہڈیان جلا کے آنحضرت کے زخم پر بھری تھین حضرت بی بی فاطمہؓ نے آتے ہی سب سے پہلے حضور انور کو پوچھا۔ حضرت علی نے بڑی احتیاط اور پوشیدگی سے حضرت بی بی فاطمہؓ کو آنحضرتؐ کا پتہ بتایا کیونکہ قریشون کا خوف ابتک غالب تھا اگرچہ وہ بہت دُور پہنچ چکے تھے مگر پھر بھی حضرت علی کو ان کا خیال لگا ہوا تھا اس کا ذکر واقدی نے اپنی کتاب صفحہ ۲۸۲ مین کیا ہے حضور انور کا زخم اسقدر گہرا تھا کہ مہینہ بھر تک نہین بھرا حضرت بی بی فاطمہؓ کے بعد بی بی صفیہ حضور انور کی پھوپھی اور حضرت امیر حمزہ کی سگی بہن تشریف لائین وہ اپنے بھائی حمزہ کی لاش کے پاس نہایت مضطربانہ حالت مین جانا چاہتی تھین کہ حضور انور نے

مین گمان کرتا ہون کہ عبدالرحمن نے کہا اور حمزہ بھی شہید ہوئے جو مجھ سے بہتر تھے۔ پھر ہمپر دنیا فراخ کی گئی جس قدر کہ فراخ ہے یا یہ کہا کہ ہمین دنیا دی گئی جتنی کہ دی گئی ہے اور ہمین یہ ڈر ہے کہین ہماری نیکیون کا بدلہ (دنیا ہی مین) ندیا گیا ہو پھر رونے لگے یہان تک کہ کھانا ہٹا دیا۔

جابر بن عبداللہ کہتے ہین ایک شخص نے احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ مجھے بتائیے اگر مین (راہ خدا مین) مارا جاؤن تو کہان (جاؤن گا) آپنے فرمایا (تو) جنت مین جاوگے) اُس نے اپنے ہاتھ کی کھجورین (تک) پھینکدین اور اتنا لڑا کہ شہید ہوگیا۔

جناب کہتے ہین ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خالصاً لوجہ اللہ ہجرت کی اللہ اب ہم کو ضرور ثواب دے گا۔ بعض ہم مین سے ایسے تھے کہ (دنیا سے) گزر گئے یا چلے گئے اور اپنے اجر سے کچھ نہین کھایا اُنھین مین سے مصعب بن عمیر تھے جو جنگ احد کے دن شہید ہوئے اور سوائے ایک چادر کے کچھ نہ چھوڑا جب ہم اُس سے اُن کے سر کو ڈھانکتے تھے تو اُن کے

اُن کے بھتیجے زبیر کو حکم دیا کہ جب تک اسیر جنہوں دفن نہ کر دیئے جائیں تم اپنی ماں کو علیحدہ رکھو مگر اس بی بی نے اصرار کیا اور حضور انور نے کہا کہ میرا بھائی کہاں ہے حضور نے ارشاد کیا کہ انھیں میں تمھارا بھائی ہوگا۔ بی بی صفیہ نے کہا میں جب تک اپنے بھائی کو نہ دیکھ لوں گی ہرگز واپس نہیں جاؤں گی۔ جب حضور انور نے انکا یہ جوش اور آمادگی دیکھی تو آپنے حکم دیا کہ انھیں چھوڑ دو اور حمزہ کے پاس جانے دو یہ بی بی گئیں اور اپنے بھائی کی لاش پر بیٹھ گئیں اور سسکیاں بھر بھر کے رونے لگیں حضور انور کی مبارک آنکھوں سے بھی برابر آنسو رواں تھے۔ حضرت بی بی فاطمہ بھی پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں اسپر بھی آپ برابر صفیہ کو تسکین دے رہے تھے آپنے فرمایا کہ تم صبر کرو اور اس بات سے خوش ہو تمھارے بھائی جنت فردوس میں پہنچے اور شیر خدا اور شیر پیغمبر کو بہت بڑا مرتبہ ملا۔ اسی طرح آپنے مدینہ کی اور عورتوں پر نہایت

پیر کھلجاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر باہر رہ جاتا تھا۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا اس مصعب کا سر ڈھانکدو اور اس کے پیروں پر اذخر (جو مکہ کی گھاس ہے) کر دو یا ڈالدو (جناب کہتے ہیں) اور بعض ہم میں سے ایسے ہیں کہ میوے اُن کے لئے پک گئے اور وہ اُنھیں چنتے ہیں۔

حمید انس سے روایت کرتے ہیں کہ انس کے چچا جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے (بعد واقعہ جنگ بدر) اُنھوں نے کہا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے جہاد سے غائب رہ گیا (اب) اگر اللہ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (لڑائی میں) حاضر کیا تو میری جانبازی کو دیکھ لے گا۔ بعد ازاں جنگ احد درپیش آئی اور لوگ بھاگ گئے انس کے چچا (انس بن النضر) نے کہا بارخدایا مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے عذر کرتا ہوں اور مشرکوں کے افعال سے بیزار ہوں پھر اپنی تلوار لیکے آگے بڑھے تو سعد بن معاذ سے ملے اُن سے کہا اے سعد کہاں (جاتے ہو) میں تو اُحد سے ادھر بہشت کی بو سونگھ رہا ہوں پھر آگے چلے اور شہید ہو گئے اور کوئی انھیں (کثرت زخم اور خون آلودہ ہونے سے) نہ پہچان سکا

مہربانی فرمائی اور انھیں تسلی دی جو اپنے مردوں کے پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں۔
اسی اثناء میں شہدا کے لئے قبریں کھودی جا رہی تھیں جب قبریں تیار ہو چکیں تو
آپنے کل شہدا پر نماز جنازہ پڑھی اور پھر سب کو دفن کر دیا پھر گھوڑے پر سوار ہوئے
اور تمام مسلمان آپ کے ہمرکاب واپس چلے آئے۔
مکی فوج اگرچہ میدان جنگ سے چلی گئی تھی مگر حضور انور کو اس کا خیال برابر لگا ہوا
تھا کہ مبادا وہ مدینہ کو خالی پا کے دوسرے راستہ سے اُسپر حملہ نہ کرے یہ خیال آپ کا
بہت صحیح تھا اور فی الحقیقت اگر قریشوں میں اختلاف رائے نہ ہوتا تو ضرور اس کا
ظہور ہو جاتا حضور انور نے پہاڑی سے نیچے اُترتے ہی سعد ابو وقاص کے بیٹے کو
قریشوں کی نقل و حرکت دیکھنے کے لئے روانہ کیا۔ سعد نے فوراً تعمیل حکم کی اور
قریشوں کو جا لیا دیکھا کہ ایک مقام پر قریش باہم مشورہ کر رہے ہیں بعض تو اسبات
پر زور دے رہے ہیں کہ مدینہ پر فوراً حملہ کر دیا جائے کیونکہ اسوقت پر مدینہ بے پناہ ہے

مگر اُن کی بہن نے تل کی وجہ سے یا اُن کی اُنگلی کی پور سے انھیں شناخت کر لیا اور اُنکے کچھ اوپر اسی
نیزہ کے زخم تھے اور ایک تلوار کا اور ایک تیر کا زخم تھا۔
سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں میں نے احد کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپکے
ہمراہ دو مرد سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور آپ کی طرف سے بڑی مستعدی سے لڑ رہے تھے۔
انھیں اُس سے پہلے اور اُسکے بعد کبھی نہیں دیکھا۔
سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن مجھے اپنے ترکش سے
تیر نکال نکال کر دیئے اور فرمایا اے سعد تیر چلائے جا تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔
سعد (بطور فخر) کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن اپنے ماں باپ دونوں کو جمع
کر کے (بلفظ فداک ابی واحی) میرے ہی واسطے کیا ہے۔
سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن میرے واسطے اپنے دونوں
ماں باپ کو جمع کیا۔ مراد سعد کی یہ تھی آپنے میرے واسطے (فداک ابی واحی) کہا جبکہ میں لڑ رہا تھا

بہت آسانی سے فتح ہو سکتا ہے مگر اکثر کی یہ رائے ہوئی کہ مدینہ کی شاہراہیں بہت تنگ اور محفوظ ہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پیس دیئے جائیں ہمیں صرف اسی فتح پر قناعت کرنی چاہیئے لہذا یہ فیصلہ کرکے وہ مکہ کیطرف روانہ ہو گئے۔

سعد نے واپس آکے حضور انور کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ وہ سب لوگ مکہ کیطرف چلے گئے۔ واقدی اپنی تاریخ صفحہ ۲۹۰ میں لکھتے ہیں کہ حضور انور نے سعد کو دشمن کی روانگی یا حملہ کے متعلق یہ علامتیں بتا دی تھیں کہ جب تم دیکھو کہ قریش گھوڑوں پر سوار ہوئے ہیں اور انھوں نے اپنے اونٹوں کو کوتل بنالیا ہے تو سمجھ لینا کہ انکا رخ مدینہ کیطرف ہے اور جب وہ اونٹوں پر سوار ہیں اور گھوڑوں کو کوتل بنالیں تو سمجھ لیا جائے کہ انکا رخ مکہ کیطرف ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ منجملہ اور باتوں کے یہ علامت بھی سعد نے دیکھ لی تھی جس سے انھیں یقین ہو گیا تھا کہ قریش مکہ کیطرف چلے گئے اور مدینہ پر اب ہرگز حملہ آور نہ ہونگے۔

اسکے بعد حضور انور نے پشتہ پر سے نیچے اتر کے نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو

حضرت علی فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بجز سعد بن مالک کے دوسروں کے واسطے اپنے ماں باپ دونوں کو جمع کرکے (لفظ فداک ابی وامی) کہتے ہوئے نہیں سنا تھا۔

حضرت علی روایت کرتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بجز سعد کے دوسروں کے واسطے اپنے ماں باپ کو جمع کرتے ہوئے نہیں سنا آپ احد کے دن فرما رہے تھے اے سعد تیر مارے جا تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔

معمر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اس نے کہا ابو عثمان کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بعض ایام (جنگ احد) میں جس میں آپ کافروں سے لڑ رہے تھے۔ (بڑے صحابیوں میں سے) طلحہ اور سعد بن ابی وقاص کے سوا کوئی نہ رہا تھا ابو عثمان نے یہ قصہ سعد اور طلحہ کے حالات سے اخذ کیا۔

سائب بن یزید کہتے ہیں میں عبد الرحمن بن عوف اور طلحہ بن عبید اللہ اور مقداد اور سعد رضی اللہ عنہم کی صحبت میں رہا ہوں میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث

مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ مدینہ کی عورتون نے رونا شروع کیا اور بہت کچھ غل و شور مچایا۔ آپ سبکو دلاسا دیتے ہوئے مسجد مین آئے جہان آپ آفتاب غروب ہونیکے بعد پہونچے (واقدی صفحہ ۳۰۸)

مدینہ کی یہ شب بہت ہی غمناک تھی اگرچہ قریشون کے حملہ سے ہر قسم کا اطمینان ہوگیا تھا پھر بھی احتیاط کے طور پر پوری نگرانی کی گئی۔ اور حضور انور کے حجرۂ مبارک پر ننگی تلوار لیکا پہرہ مقرر کیا گیا۔ میدان جنگ کے بعض مجروح مسلمان مسجد کے قریب رکھے گئے۔ اُنکے پاس آگ روشن کی گئی اور ہر طرح اُن کی نگرانی ہوئی۔ حضور انور بہت گہری نیند مین سوئے کیونکہ جب حضرت بلال عشا کی نماز کے لئے آپ کو جگانے گئے ہین تو آپ ایک دو آواز سے نہ جاگے۔ مگر چند لمحہ کے بعد پھر آپ بیدار ہوگئے اور مسجد مین آکے آپنے فرمایا کہ یہ شور و غوغا کا ہیکا ہے عرض کیا گیا کہ مدینہ کی عورتین حضرت امیر حمزہ کا پرسا لینے کیواسطے حاضر ہوئی ہین حضور انور نے ان عورتونکو برکت دی اور انھین حکم دیا کہ تم اپنے اپنے گھر چلی جاؤ

بیان کرتا ہو صرف طلحہ سے مین نے سنا وہ واقعہ احد کی حدیث بیان کرتے تھے۔

قیس کہتے ہین مین نے طلحہ کا ہاتھ شل ہوا دیکھا کہ اُس سے جنگ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے واسطے سپر بنا) یا تھا۔

انس کہتے ہین جنگ احد کے دن لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے (صرف) طلحہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی چمڑے کی ڈھال لگائے ہوئے کھڑے تھے ابو طلحہ مرد تیر انداز سخت کمان کھینچنے والے تھے اُسدن دو تین کمانین توڑ ڈالین۔

اگر کوئی شخص آتا اور اُسکے ترکش مین تیر ہوتے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے فرماتے انھین ابو طلحہ کے واسطے ڈال جا۔ انس کہتے ہین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن اُبھار کے قوم کفار کی طرف دیکھا ابو طلحہ بولے آپ پر میرے ماں باپ فدا ہون آپ اونچے ہوکر نہ دیکھئے کہین آپکے کافرون کا کوئی تیر نہ لگ جائے (خدا کرے) میرے گلے پر لگے آپ کے نہ لگے۔

انس کہتے ہین مین نے عائشہ بنت ابی بکر اور ام سلیم (اپنی والدہ) کو اس حال مین دیکھا کہ

چنانچہ وہ سب چلی گئیں۔ مدینہ کی عورتوں کا اس کے بعد یہ دستور رہا کہ جب وہ اپنے مرے ہوؤں پر روئیں تو پہلے امیر حمزہ پر روئیں۔ (واقدی صفحات ۲۴۵ و ۳۰۸ کاتب الواقدی صفحات ۱۰۶ و ۱۸۱۔ ہشامی صفحہ ۲۶۸۔ طبری صفحہ ۲۹۳)

غزوۂ حمراء الاسد

دوسرے دن صبح کو حضور انور نے بلال کو حکم دیا کہ سارے شہر میں یہ منادی کردے کہ حضور انور قریش کے تعاقب میں روانہ ہونے کو ہیں۔ مگر آپکے ہمراہ صرف وہی صحابہ ہوں گے جو جنگ اُحد میں شریک ہو چکے ہیں۔ یہ سنتے ہی جنگجو مسجد نبوی میں جمع ہونے شروع ہوئے سب سے پہلے طلحہ آئے حضور انور نے دریافت کیا کہ قریش کہاں تک پہونچے ہونگے طلحہ نے عرض کیا کہ ابھی ایک منزل وہ پہونچے ہونگے۔ حضور انور نے فرمایا یہی میرا خیال ہے۔ اور پھر ارشاد فرمایا طلحہ جو چشم زخم ہم نے کل قریشوں کے ہاتھ سے اُٹھائی ہے انشاء اللہ پھر ایسا نہ ہوگا

وہ دونوں اپنے دامن اُٹھائے ہوئے تھیں میں اُن کی پنڈلیوں پر پازیب کو دیکھتا تھا اور وہ دونوں اپنی پیٹھ پر مشکیں اُٹھا اُٹھا کر لوگوں کے مُونہ میں ڈالتی تھیں پھر جا کے اُنھیں بھر کے لاتی تھیں اور قوم کے مُونہ میں ٹپکاتی تھیں۔ ابوطلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین بار تلوار گر پڑی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جبکہ احد کے دن کافروں کو شکست ہوئی شیطان لعین نے یہ غُل مچایا اے اللہ کے بندو اپنے پیچھے والوں سے (یعنی) آگے والے (یہ سنکر) پیچھے مُڑے اور پیچھے والوں سے لڑنے لگے۔ حذیفہ کیا دیکھتے ہیں اُن کے باپ یمان کو لوگ مار رہے ہیں۔ اُنھوں نے کہا اے اللہ کے بندو (یہ) میرا باپ ہے۔ عروہ کہتے ہیں حضرت عائشہ فرماتی تھیں بخدا وہ نہ مانے یہانتک کہ یمان کو مار ڈالا حذیفہ نے کہا خدا تمہاری حفاظت کرے اور) تمہیں بخشے۔ عروہ کہتے ہیں بخدا حذیفہ ہمیشہ مرتے دم تک اُن کے واسطے دعائے مغفرت کرتے رہے۔

براء بن عازب کہتے ہیں احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جبیر کو پیادہ دستہ پر افسر مقرر کر دیا تھا

اور ایک دن مکہ پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا۔ اسکے بعد حضور انور نے ایک جھنڈا جو ابھی تک کھڑا تھا حضرت صدیق اکبر کو دیا حالانکہ صدیق اکبر سخت مجروح ہو رہے تھے مگر اُس پر بھی اپنے نجات دہندہ کی تعمیل حکم بڑے شوق سے کر کے مکہ کی طرف فوج کے ساتھ روانہ ہوئے۔

دو مسلمان جو محض خبر لینے کے لئے آگے گئے تھے دشمن نے انھیں پکڑ کے حمراء الاسد پر قتل کر ڈالا۔ اسلامی دستہ فوج حمراء الاسد میں اُس روز پہونچا کہ جب اُسے قریش خالی کر چکے تھے۔ اور وہاں ان دو مسلمانوں کی لاشیں ملیں۔ مذکورہ بالا مقام پر حضور انور تین دن تک قیام پذیر رہے۔ کھانے کے لئے تازہ کھجوریں مل گئی تھیں جن سے مسلمان تازہ دم ہو گئے تھے۔ حضور انور نے حکم دیا کہ چالیس کی چوٹیوں پر اس سرے سے اُس سرے تک آگ روشن کر دو تاکہ قریشیوں کو معلوم ہو جائے کہ اسلامی فوج ہمارا تعاقب کر رہی ہے اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ اس شکست سے مسلمانوں کی کمر کو توڑ دیا ہے۔ غرض آپ پانچ

وہ سب پیادے شکست کھا کر (مدینہ) واپس آ رہے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو پکار رہے تھے۔ اسی کیطرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ "والرسول یدعوکم فی اخرکم"۔ ابو طلحہ کہتے ہیں میں بھی ان ہی میں تھا جنگ احد کے دن اُونگھ بھیجدی گئی۔ کتنی مرتبہ میری تلوار میرے ہاتھ سے گر پڑی۔ تلوار گرتی تھی میں اُسے اُٹھا لیتا تھا (پھر) وہ گرتی میں اُسے اُٹھا لیتا۔ لیس لک من الامر شئ او یتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظالمون (کا شان نزول کیا ہے) حمید اور ثابت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک احد کے دن زخمی ہو گیا۔ آپنے (ترحماً) وہ قوم جنہوں نے اپنے نبی کا سر زخمی کیا ہو (عذاب سے) کیونکہ بچ سکتی ہے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی "لیس لک من الامر شئ الخ"۔

ثعلبہ بن ابی مالک کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے مدینہ کی عورتوں کو چادریں تقسیم کیں انمیں سے ایک عمدہ چادر بچ رہی تھی حضرت عمر سے کسی نے جو آپ کے پاس بیٹھا تھا کہا اے امیر المومنین یہ چادر بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آپ کے نکاح میں ہیں دیجئے رسول خدا صلی اللہ

چھ دن کے بعد مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

کاتب الواقدی کا بیان ہے کہ آپ پانچ روز کے بعد چھٹے دن جمعہ کو مدینہ میں داخل ہوئے مگر ہشامی اپنی کتاب صفحہ ۲۷۰ اور طبری صفحہ ۳۹۵ میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ صرف پیر منگل۔ بدھ کو باہر رہے اور جمعرات کو مدینہ میں داخل ہوئے۔

حمرار الاسد آٹھ یا دس عربی میل مدینہ سے ہے۔ سیاح برکھرڈ اور برٹن کا یہ اندازہ ہے کہ مدینہ سے ساٹھ میل ۳۰ دن کی مسافت پر ہے۔ یہ مقام سرخ ریتلی زمین پر واقع ہے اسی لئے اسکا نام حمرار (سُرخ) رکھا گیا۔ اس مقام کو واسط بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ ینبوع اور مدینہ کے وسط میں واقع ہے۔ اسکے قریب پہاڑوں کا بلند سلسلہ چلا گیا ہے اور چوٹی پر گنبد بنے ہوئے ہیں۔

حضور انور نے ان گنبدوں پر جو آگ جلوائی تھی اُسکی روشنی اور لپٹیں بہت دور سے معلوم ہوتی تھیں۔

علیہ وسلم کی بیٹی سے) مراد اُمّ کلثوم دختر علیؓ تھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ام سلیط اس سے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ ام سلیط اُن انصاری عورتوں میں سے ہے جنھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ام سلیط احد کے دن ہمارے واسطے مشکیں اُٹھا (اُٹھا) کر لاتی تھی۔

جعفر بن عمرو بن امیۃ الضمری کہتے ہیں میں عبداللہ بن الخیار کے ساتھ نکلا جب ہم (شہر) حمص میں پہونچے عبید اللہ نے مجھسے کہا کیا تجھے وحشی سے ملنے کی آرزو ہے تاکہ ہم اُس سے قتل حمزہ کا حال دریافت کریں میں نے کہا ہاں وحشی حمص ہی میں رہتا تھا ہم نے وحشی کو دریافت کیا کسی نے ہمیں (اشارہ سے) بتایا وحشی وہ اپنے مکان کے سایہ میں بیٹھا ہے گویا کہ وہ (بھری ہوئی) مشک ہے جعفر کہتے ہیں ہم اسکے پاس آکے ٹھہرے اور ہم نے سلام کیا اسنے سلام کا جواب دیا جعفر کہتے ہیں عبید اللہ اپنی پگڑی اس طرح لپیٹے ہوئے تھا کہ وحشی اُس کی آنکھوں اور پیروں کے سوا کچھ نہ دیکھ رہا تھا عبید اللہ نے کہا اے وحشی کیا تو مجھے جانتا ہے۔ جعفر

ابو عزہ کا قتل

سر ولیم میور متوفی کا یہ خاصہ ہے کہ آپ کی ہمدردی ہمیشہ سرکشون، سفاکون اور عہد شکنون سے ہوتی ہے آپنے اپنی ساری کتاب مین جب موقع ہوا ہے بنی نوع انسان کے دشمنون سے ہمدردی کرنے مین کوئی دقیقہ نہین چھوڑا آپنے اسی طرح ابو عزہ کے قتل پر بہت ہی افسوس ظاہر فرمایا ہے اگرچہ کھلے الفاظ مین ان الفاظ کا اظہار نہین کیا مگر طرز تحریر اس بات کی صاف گواہی دیتی ہے کہ آپکو ابو عزہ کا قتل سخت بے رحمانہ معلوم ہوا۔

ابو عزہ کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ یہ ایک شاعر تھا اور ہمیشہ مسلمانون کے خلاف نظم کہکے قریشون کو مشتعل کیا کرتا تھا یہ شخص جنگ بدر مین گرفتار ہوکے حضور انور کی خدمت مین پیش کیا گیا تھا اور اس نے عہد کیا تھا کہ اگر حضور مجھے چھوڑ دین گے تو مین کبھی

کہتے ہین وحشی نے عبید اللہ کی طرف دیکھکر کہا نہین۔ صرف اتنا جانتا ہون عدی بن الخیار نے ایک عورت سے جسنے اُم قتال دختر ابی العیص کہتے ہین نکاح کیا تھا وہ عورت مکہ مین عدی کا ایک بچہ جنی تھی مین اُسکے واسطے دودھ پلانے والی تلاش کرتا تھا (اتفاقاً) مین اُس بچہ کو اُسکی ماں کے پاس لیگیا اور وہ بچہ اُسے دیدیا ویسی تیرے قدمون کو دیکھ رہا ہون (شاید تو وہی ہے) جعفر کہتے ہین عبید اللہ نے اپنے مونہ سے پردہ ہٹادیا پھر کہا کیا تو ہم کو قتل حمزہ کی خبر نہین بتائیگا اسنے کہا ہان (کیون نہ بتاؤن گا قتل حمزہ کا یون قصہ ہے) کہ حمزہ نے بدر کے دن طعیمہ بن عدی بن الخیار کو مارڈالا تھا جبیر سے میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا کہ اگر تو میرے چچا کے عوض حمزہ کو مار ڈالے تو تو آزاد ہے وحشی نے کہا جب لوگ (کوہ) عینین کی لڑائی کے برس نکلے اور عینین احد کے پہاڑون مین سے ایک پہاڑ ہے۔ اُحد کے اور اُس کے درمیان ایک نالہ ہے۔ اسوقت مین بھی لڑنیوالون کے ساتھ نکلا جب لڑائی کی صفین لوگ باندھ چکے سباع (بن عبد العزی) نے (صف سے) نکلکر کہا کیا کوئی لڑنے والا ہے۔ وحشی کہتے ہین حمزہ بن عبد المطلب نے اُسکے مقابل نکلکر کہا اے سباع

مخالفانہ اشعار نہ کہون گا اور نہ مخالفون کے ساتھ حضور سے جنگ کرنے آؤنگا حضور نے بغیر کسی فدیہ کے ابوعزہ کو چھوڑ دیا۔ اس بدنصیب نے اپنے معاہدہ پر قایم نہ رہ کر پھر قریشون کے ساتھ اُحد مین چلا آیا اور مسلمانون سے خوب لڑا غزوہ حمراء الاسد مین جبکہ یہ قریشون سے پیچھے رہ گیا تھا گرفتار ہوکے دوبارہ حضور انور کی خدمت مین پیش کیا گیا اور اُس نے انھین الفاظ مین معافی مانگی جنھین وہ بدر مین استعمال کرچکا تھا حضور نے ارشاد کیا نہین نہ تجھ پر رحم کیا جائے گا اور نہ تجھے معافی دیجائیگی ایک مسلمان بار بار دھوکا نہین کھاسکتا تو اب کبھی مکہ واپس نہین جائے گا کہ اپنی ڈاڑھی ہلا ہلا کے کہے کہ مین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکا دیکے آیا ہون یہ کہکے آپنے اشارہ کیا اشارہ ہوتے ہی ایک صحابی نے ایک ہی حربے مین اُسکی گردن اُڑادی۔

(کاتب الواقدی صفحہ ۱۰۶۔ واقدی ۲۹۹۔ ہشامی صفحہ ۲۷۲)

اے ام انمار کے بیٹے جو عورتون کا ختنہ کرتی تھی۔ کیا تو احد اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے۔ وحشی نے کہا پھر حمزہ نے سباع پر حملہ کیا اور سباع کل گزشتہ کی طرح (معدوم) ہوگیا وحشی نے کہا پھر مین قتل حمزہ کے واسطے ایک پتھر کی آڑ مین گھات لگاکر بیٹھ گیا جب حمزہ میرے قریب آئے مین نے اُنپر اپنا ہتیار پھینک مارا اور اُن کی زیر ناف بھالا ایسا رکھا اُن کے دونون سُرین کے پار ہوگیا۔ وحشی نے کہا یہی اُن کا آخری وقت تھا جب سب قریش مکہ مین واپس آئے مین بھی اُن کے ساتھ واپس آکر مکہ مین مقیم ہوگیا جب (بعد فتح مکہ) مکہ مین بھی اسلام شائع ہوگیا تو مین طائف چلا گیا (جب) طائف والون نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قاصد بھیجے اور مجھسے کہا آنحضرت قاصدون کو نہین ستاتے تو مین بھی اُن کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا جب مجھے دیکھا فرمایا کیا وحشی تو ہی ہے مین نے عرض کیا ہان آپنے فرمایا حمزہ کو تو نے ہی شہید کیا تھا۔ مین نے کہا ہان۔ جو کچھ آپ سے لوگون نے بیان کیا وہی (ماجرا) ہے (یعنے مین نے اپنے آقا کے حکم سے مارا تھا

معاویہ بن مغیرہ کا دوسرا قتل

یہ شخص بھی قریشیون کی طرف سے مسلمانون سے لڑنے آیا تھا مگر راستہ بھول کر ادھر اُدھر رہ گیا علی الصباح حضرت عثمانؓ بن عفان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد کے پاس آیا اور کہا تم مجھے پناہ دو حضرت عثمانؓ کو سخت پریشانی ہوئی کہ بغیر رسول خدا صلعم کے مین کیونکر پناہ دے سکتا ہون آپ بھاگے ہوئے رسول خدا کی خدمت مین حاضر

آپنے فرمایا کیا تو مجھ سے اپنا منہ چھپا سکتا ہے۔ وحشی کہتے تھے مین (آپ کے پاس سے اٹھکر) باہر آگیا بعد وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مسیلمہ کذاب نے خروج (یعنی دعوی نبوت) کیا مین نے سوچا مین بھی مسلمانون کے پاس چلون شاید مسیلمہ کو مار کر حمزہ کا بدلا اتار دون وحشی کہا مین (اُن) لوگون کے ساتھ (جو ابوبکر نے بھیجے تھے) نکلا اور مسیلمہ کا حال جو تھا سو تھا (یعنی اُس کے ساتھ جمعیت کثیر تھی) وحشی کہتے ہین ایک دفعہ ہی مین نے دیکھا ایک مرد دیوار کی چھیل مین کھڑا ہے گویا خاکستری رنگ کا اونٹ اور پریشان سر ہے۔ مین نے اُسکے اپنا بھالا مارا اور اُسکی دونون چھاتیون کے بیچ مین رکھکر اُس کے دونون مونڈھون کے وار پار کر دیا۔ پھر مسیلمہ کی طرف ایک انصاری نے دوڑکر اُسکی کھوپری پر تلوار ماردی (بخاری کہتے ہین) عبداللہ بن فضیل نے کہا مجھے سلیمان بن یسار نے خبر دی اُس نے عبداللہ بن عمر سے سنا وہ کہتے تھے۔ (جب مسیلمہ مارا گیا) ایک لڑکی نے مکان کی چھت پر (چڑھکر بطور مرثیہ) کہا وا امیر المومنین قتلہ العبد الاسود یعنی ہائے امیر المومنین کو ایک حبشی غلام نے مار دیا۔

اُحد کے دن جو زخم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لگے اُن کا بیان۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چار دن دانتون کیطرف اشارہ کرکے فرمایا اللہ کا بڑا غصہ اُس قوم پر ہے جنھون نے اپنے نبی کے ساتھ (یہ معاملہ) کیا ہو اور نیز اُس قوم پر ہے جنھین رسول اللہ نے (بغیر حدود قصاص کے) راہ خدا مین مارا ہو۔

ابن عباسؓ فرماتے ہین اللہ کا سخت غصہ اُس قوم پر ہوگا جنھین نبی نے راہ خدا مین مارا ہو اور

ہوئے اور عرض کیا کہ مین معاویہ بن مغیرہ کے لئے اجازت چاہتا ہون کہ وہ بحفاظت میرے مکان پر رہے آپنے فرمایا کہ صرف تین دن کی مہلت دیجا سکتی ہے تین دن تک وہ تمہارے ہان رہ سکتا ہے اور تین دن کے بعد اسے مدینہ سے نکل جانا چاہئے تمہاری سفارش سے اسکی جان بخشی کی گئی مگر یہ اُسسے جتا دو کہ اگر تین دن سے چوتھا دن گذرا تو وہ قتل کر ڈالا جائے گا چنانچہ حضرت عثمانؓ چلے آئے اور اُسے بشارت دی کہ تیرا

نیز اُس قوم پر جنہون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خون آلودہ کیا۔

ابی عازم روایت کرتے ہین اُنہون نے سہل بن سعد سے ایسے حال مین سُنا کہ کوئی سعد سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا حال پوچھ رہا تھا سہل بن سعد نے کہا خبردار ہو۔ بخدا مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم دہونیوالے اور اسپر پانی ڈالنے والے کو اور جس چیز سے علاج کیا گیا جانتا ہون حضرت فاطمہؓ دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو زخم دہو رہی تھین اور حضرت علیؓ سپہر سے پانی ڈال رہے تھے جب فاطمہؓ نے دیکھا پانی سے خون کم نہین ہوتا۔ ایک بوریہ کا ٹکڑہ جلا کے آپنے زخم پر چپکا دیا تب خون بند ہو گیا اور ایک دانت آگے کا آپکا شہید ہو گیا اور چہرہ مبارک آپکا زخمی ہوا اور خود سر مبارک پر ٹوٹ گیا۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے آیت الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابہم القرح الذین احسنوا منہم واتقوا اجر عظیم (جنگ احد والون کی شان مین اُتری ہے) حضرت عائشہؓ نے عروہ سے کہا اے میرے بھانجے تیرا باپ زبیر اور ابوبکر بھی انہی (حکم قبول کرنے والون) مین سے تھے جب جنگ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچا جو کچھ پہونچا تھا اور مشرک واپس چلے گئے آپنے اُن کے دوبارہ آجانے کے ڈر سے فرمایا کون ہے جو ان کفار کے پیچھے جاوے اُن مین سے ستر آدمیون نے قبول کیا عروہ کہتے ہین اُن ہی مین سے ابوبکر اور زبیر تھے۔

شہداء احد کا بیان اور اُنھین مین حمزہ اور یمان اور انس بن النضر تھے اور مصعب بن عمیر تھے قتادہ کہتے ہین ہم عرب کے قبیلون مین کسی قبیلہ کو جو زیادہ شہید ہون انصار سے زیادہ عزت والا نہین جانتے قتادہ کہتے ہین ہم سے انس بن مالک نے حدیث بیان کی کہ انصار کے ستر آدمی جنگ

خون معاف ہوگیا ہے مگر تو تین دن سے زیادہ یہاں نہ ٹھیر پو حضرت عثمانؓ نے ایک اونٹ اور بہت سا کھانیکا سامان اُسکے حوالے کیا وہ بدنصیب تین دن گزرنے پر بھی حضرت عثمانؓ کے گھر سے نہین نکلا اور چوتھا دن جب ختم ہوگیا جب وہ بمشکل حضرت عثمان کے گھر سے نکلا مگر راستہ بھول گیا حضورؐ اور نے عمار بن یاسر اور زید بن حارث کو

احد کے دن اور ستر بیر معونہ کے دن اور ستر جنگ یمامہ کے دن شہید ہوئے اور بیر معونہ کی لڑائی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ہوئی تھی اور یمامہ کی لڑائی زمانہ ابوبکر مین مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی۔

عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک روایت کرتے ہین جابر بن عبداللہ نے اُنھین خبر دی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد کے دو دو آدمیون کو ایک کپڑے مین یکجا کرتے تھے پھر پوچھتے ان مین قرآن کون زیادہ جانتا ہے جسے لوگ بتاتے آپ اسی کو لحد مین آگے کر دیتے۔ اور فرماتے مین ان لوگون پر قیامت کے دن گواہ ہون گا اور اُنھین خون سمیت دفن کرنے کا فرمایا۔ نہ اُنپر نماز پڑہی گئی اور نہ وہ نہلائے گئے اور ابوعبداللہ بخاری کہتے ہین ابوالولید نے شعبہ سے اُس نے ابن المنکدر سے روایت کی وہ کہتے ہین مین نے جابر بن عبداللہ سے سُنا وہ کہتے تھے جب میرا باپ شہید ہوا مین نے رونا شروع کیا اور اُنکے مونہ سے کپڑے کو (بار بار) اُٹھاتا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مجھے منع کرنے لگے (مگر) آپنے مجھے منع نہ کیا پھر فرمایا۔ اے (جابر) عبداللہ پر مت رو تو اُسے کیون روتا ہے اُسپر فرشتہ اس کے اُٹھنے تک اپنے پرون کا سایہ کرتے رہین گے۔

ابی موسےٰ سے روایت ہے (بخاری کہتے ہین) مین گمان کرتا ہون وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرتؐ نے فرمایا مین نے خواب مین تیغ دیکھا ہے کہ مین نے تلوار ہلائی تو اس کا سینہ چرگیا تعبیر اُسکی وہ مصیبت ہے جو بروز اُحد مسلمانون کو پہنچی پھر (خواب مین) مین نے اُسے دوبارہ ہلایا تو وہ پہلے سے بہتر ہوگئی اوسکی تعبیر فتح مکہ اور اجتماع مؤمنین ہے جو پیچھے نصیب ہوا۔ اور فرمایا اسی خواب مین مین نے گائے کو

بھیجا کہ معاویہ بن مغیرہ کو پکڑ کر قتل کر ڈالیں۔
بعض مورخوں کا یہ خیال ہے کہ وہ راستہ نہیں بھولا تھا بلکہ وہ جان بوجھ کے چھپ گیا تھا چنانچہ دونوں مذکور صحابہ نے اسکو اس مقام سے نکال کے قتل کر ڈالا۔

(ذبح ہوتے دیکھا اور یہ بھی دیکھا) کہ اللہ بہتر ہے اُسکی تعبیر وہ مومن ہیں جو اُحد کے دن شہید ہوئے تھے۔
جناب کہتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے حال میں ہجرت کی کہ ہم اللہ کی محض مرضی کے خواستگار تھے اسواسطے اللہ پر (از راہ فضل و کرم) ہمارا اجر لازم ہو گیا بعض ہم میں سے گزر گئے یا چلے گئے۔ (شک راوی سے) اور اپنے اجر سے کچھ نہ کھایا انہی میں سے مصعب بن عمیر ہیں جو اُحد کے دن شہید ہوئے اور سوائے ایک چادر کے کچھ نچھوڑا جب ہم اُس سے اُنکے سر کو ڈھانکتے تھے تو اُن کے پیر کھل جاتے تھے اور اگر پیر ڈھانکتے تھے تو سر باہر نکلا رہ جاتا تھا رسول اللہ نے فرمایا اس چادر سے سر مصعب کا ڈھانکدو اور اس کے پیروں پر اذخر گھاس کر دو یا ڈالدو اور بعض ہم میں سے وہ ہیں اُن کے پھل تیار ہو گئے اور وہ انھیں چنتے ہیں (یعنی فائدہ اُٹھاتے ہیں)
کوہ احد ہم سے محبت کرتا ہے اس کو عباس بن سہل نے ابی حمید سے اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔
قتادہ کہتے ہیں میں نے انس سے سُنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے یہ احد ایک پہاڑ ہے وہ ہمیں دوست رکھتا ہے اور ہم اُسے دوست رکھتے ہیں۔
انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو (غزوہ تبوک سے لوٹتے ہوئے) کوہ احد دکھائی دیا آپنے فرمایا یہ احد ایک پہاڑ ہے ہمیں دوست رکھتا ہے اور ہم اسے دوست رکھتے ہیں یا اللہ مکہ کو ابراہیم نے حرام بنایا ہے میں مدینہ کو جو دو سنگستانوں کے درمیان ہے حرام بناتا ہوں۔
عقبہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے اور شہداء احد پر مثل نماز

اسکے متعلق واقدی نے مختلف الفاظ مین ذرا تفصیل سے بحث کی ہے جسکا خلاصہ ہم یہان درج کر دیتے ہین وہ لکھتا ہے کہ جب معاویہ بن المغیرہ بن ابی العاص جو اس روز شکست کھا کے بھاگا تھا سیدہا منہ اُٹھائے ہوئے آگے کیطرف نکلا چلا گیا اور مدینہ کے قریب رابت کو سورہا جب صبح ہوئی تو مدینہ مین داخل ہوکے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مکان پر آیا اسوقت حضرت عثمانؓ مکان پر نہ تھے آپ کی بیوی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اُمّ کلثوم نے فرمایا کہ عثمان یہان نہین ہین وہ حضور انور کی خدمت مین گئے ہوئے ہین معاویہ نے کہا کہ کسی آدمی کو بھیجکر انھین یہان بلا لو کیونکہ میرے پاس اُنکی امانت ایک اونٹ کی قیمت موجود ہے۔ اسی روپے کے دینے کے لئے مین ٹھیر گیا ہون ورنہ مین چلا جاتا۔ اُمّ کلثوم نے اُسیوقت آدمی بھیجدیا عثمان فوراً چلے آئے آپنے اسکی صورت دیکھتے ہی یہ فرمایا افسوس ہے تجھپر کہ تونے مجھکو بھی ہلاک کیا اور اپنی جان کو بھی ہلاکت مین ڈالا۔

جنازہ کی نماز پڑھی پھر ممبر کی طرف آئے اور فرمایا تمہارے واسطے درستی کرنے کیلئے آگے چلنے والا مین ہون اور مین بیگواہ ہون مین اسوقت اپنے حوض کیطرف دیکھ رہا ہون مجھے زمین کے خزانون کی یا زمین کی کنجیان دیدی گئی ہین اور مین بخدا اپنے بعد تمہارے شرک ہونے کا خوف نہین کرتا۔ لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہین تم دنیا کی محبت مین نہ پڑ جاؤ۔

جنگ مقام رجیع کا بیان

(جو صفر ۴ھ مین ہوئی تھی) اور جنگ قوم رعل و ذکوان کا بیان جو مقام بیر معونہ پر (آخر ۴ھ مین) ہوئی ہے اور قوم عضل اور قارہ اور عاصم بن ثابت اور خبیب اور اونکے ساتھیون کا قصہ ابن اسحاق نے بروایت عاصم بن عمر بیان کیا کہ یہ واقعہ بعد جنگ احد کے ہوا۔

ابوہریرہؓ کہتے ہین رسول اللہ صلعم نے ایک جماعت جاسوسونکی (بنی قریش کی خبر لانیکے واسطے) روانہ کی اور

کمبخت تو یہان کیون چلا آیا اسنے کہا اے فرزند عم تم سے زیادہ کوئی میرا قریب نہین ہے تم میرے بھائی ہو مین تمہارے سوا اور کس کے پاس جاتا اب تو مین چلا آیا میری لاج آپ کو ہے یہ سُنکے حضرت عثمانؓ نے اُسے گھر کے ایک کونے مین بٹھا دیا اور آپ واپس حضور انور کی خدمت مین امان مانگنے کے لئے حاضر ہوئے اس سے پہلے حضور انور یہ فرما چکے تھے کہ معاویہ مدینہ چلا گیا ہے اسے تلاش کر کے گرفتار کر لو لوگ اسے ہر جگہ تلاش کر چکے تھے مگر کہین پتہ نہ لگا تھا آخر بعض آدمی تلاش کرتے کرتے حضرت عثمان کے گھر پر پہنچے اور ام کلثوم سے دریافت کیا اُنہون نے کہدیا کہ ہان معاویہ ہمارے ہان موجود ہے ان لوگون نے اسے حصیر سے باہر نکال کے گرفتار کر لیا اور پھر حضور انور کی خدمت مین لا کے حاضر کیا جب حضرت عثمان نے دیکھا کہ معاویہ گرفتار ہو کے آگیا ہے تو آپ نے یہ فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس نے حضور کو بحق مبعوث کیا ہے مین اسوقت صرف اسلئے حاضر ہوا تھا کہ آپ سے اس بات کا سوال کرون کہ اگر آپ اسکو امان دین تو اسے

ابن عاصم بن ثابت کو امیر بنا دیا عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا ہین وہ سب چلے جبکہ عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچ گئے ہذیل کے ایک قبیلہ مین جنہین بنی لحیان کہتے تھے اُنکا ذکر کیا گیا اُنہون نے اُنکے پیچھے تقریباً سو تیر انداز روانہ کئے وہ اُنکا نشان ڈھونڈتے ہوئے وہان تک پہنچے جہان یہ لوگ ٹھیرے تھے اور دانہ پھوارون کی گٹھلیان پڑی پائین جو مسلمان مدینہ سے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ کافر بولے یہ کھجورین مدینہ کی ہین اُنکے قدمون کے نشان پر چلے اور اُنھین جالیا جب عاصم اور اسکے ساتھی نہ بڑھ سکے تو ایک اونچی جگہ چڑھ گئے اور کافرون نے آکر اُنھین گھیر لیا اور کہنے لگے تمہارے واسطے عہد و پیمان ہے اگر تم ہمارے پاس آجاؤ گے تو ہم تم مین سے کسیکو نہ مارینگے۔ عاصم نے کہا مین کافر کے ذمہ و عہد پر ہرگز نہ اُترون گا یا اللہ اپنے پیغمبر کو ہمارے حال سے آگاہ کر دے۔ کافر اُنسے لڑے اور تیر مارے بالآخر عاصم مع چھ آدمیون کے شہید ہو گئے۔ خبیب اور زید اور ایک اور شخص بچ رہے کفار نے ان تینون سے قول و قرار کیا۔ وہ تینون بعد عہد و پیمان اُن کے پاس چلے آئے جب کافر اُنپر قادر ہو گئے تو اُنکی کمان کے چلہ کھولکر اُنکی مشکین باندھ لین تیسرا شخص جو اُن کے ہمراہ تھا بولا یہ اُنکی پہلی عہد شکنی ہے اُسنے ان کے ساتھ جانے سے انکار کیا اُنھون نے

میرے لئے ہبہ کیجئے اور بخش دیجئے حضور انور نے معاویہ کو حضرت عثمان کے لئے ہبہ کر دیا اور اسے امان دی اور اسے تین دن کی مہلت دی اور فرمایا کہ اس مدت میں وہ کہیں باہر چلا جائے اور اگر تین دن کے بعد وہ یہیں رہا تو قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عثمان یہ سُنکے بہت خوش ہوئے آپ اُسی وقت وہاں سے اُٹھے اور معاویہ کے لئے ایک اونٹ خریدا اور کل سامان مہیا کر دیا اور معاویہ سے کہا کہ تو اونٹ پر بیٹھ کر کہیں چلا جا چنانچہ وہ اونٹ پر بیٹھ کے کسی طرف چلا گیا اور اسکے بعد حضور انور حمراء الاسد کیطرف روانہ ہو گئے اور آپ کے ہمرکاب حضرت عثمان بھی تھے معاویہ پر خبر نہیں کیا بنی کہ وہ صدمۂ عقیق سے آگے نہیں بڑھا چوتھے روز حضور انور نے فرمایا کہ معاویہ ابھی حدود مدینہ ہی کے اندر ہے اسے گرفتار کر کے قتل کر دو یہ سنتے ہی زید بن حارثہ اور عمار بن یاسر اس کی تلاش میں چلے چنانچہ ان دونوں نے اسے مقام حمار میں پکڑ لیا اور اسی وقت اسے قتل کر ڈالا اور حضور انور کو آکے خبر دی۔ بعض کا

اُسے کھینچا اور اُن (دونوں) کے ہمراہ لیجانیکی بہت کوشش کی وہ نہ مانا (آخر) کافروں نے اُسے مار ڈالا خبیب اور زید کو لیجا کر مکہ میں بیچ ڈالا خبیب کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید لیا خبیب نے حارث کو بدر کے دن قتل کیا تھا (کچھ دنوں) خبیب اُن کے پاس قید رہا جبکہ اُنہوں نے اُسکے مارنے پر اتفاق کیا (اسوقت) خبیب نے حارث کی بیٹی سے زیر ناف بال صاف کرنیکو اُسترا مانگا اس نے دیدیا وہ کہتی ہے میرا ایک ننھا سا بچہ میری غفلت سے خبیب کے پاس چلا گیا خبیب نے اُسے اپنے زانو پر بٹھا لیا جب میں نے اُسے دیکھا تو میں اس سے ایسی گھبرائی کہ خبیب بھی اُسے تاڑ گیا اور خبیب کے ہاتھ میں اُسترا تھا اُسنے (مجھ سے) کہا کیا تجھے یہ ڈر ہے میں اُسے مار ڈالونگا انشاء اللہ میں ہرگز ایسا نہ کرونگا وہ عورت کہتی ہے میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا (کیونکہ) میں نے اُسے انگور کے خوشے کھاتے ہوئے دیکھا حالانکہ اُسوقت مکہ میں میوہ (بالکل) نہ تھا اور وہ لوہے سے جکڑا ہوا تھا اور اللہ کی دی ہوئی روزی تھی جو خبیب کو (بطور خرق عادت) دیگئی تھی جب اُسے حرم سے نکالکر مارنے کیواسطے لے گئے اُسنے کہا مجھے چھوڑ دو تاکہ میں دو رکعت نماز ادا کر لوں پھر (مانا) پڑھکر اُن کی طرف پھر کہنے لگا بخدا اگر تم میرے اس فعل کو موت سے ڈرنے کا حیلہ اور بہانہ نہ جانتے تو

بیان ہو کہ وہ شنبہ السرید مین پکڑا گیا تھا یہ مقام مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اور وہان وہ زخمی ہو کے گرفتار ہوا تھا قتل نہین کیا گیا تھا مگر بعد ازان اپنے زخمون کی وجہ سے مر گیا۔

اس کے بعد حارث کا واقعہ ہے جسے بنی خزرج کے ایک سردار کے قتل پر سزائے موت دیگئی تھی اس قتل پر اگرچہ پہلے لڑائی بھی ہو چکی تھی مگر قاتل بچا ہوا تھا اور کوئی قانون اس سے انتقام قتل نہین لے سکتا تھا اس قتل کے متعلق پہلے بڑی تحقیق کی گئی آخر حارث پر قتل کا الزام ثابت ہوا حضور انور حمراء الاسد سے واپس بلندیٔ مدینہ کیطرف تشریف لے گئے آپ مسجد مین داخل ہوئے اور نماز پڑھنے کے بعد آپنے پہلے اس مقام کے سردارون کا سلام لیا اور پھر آپنے بنی اوس کے سردار کو بلا کے یہ فرمایا کہ حارث کو مسجد کے دروازے کے پاس لیجا کے سزائے موت دی جائے اس شخص نے رحم کی درخواست کی مگر چونکہ قتل کا جرم اس پر عائد ہو چکا تھا اس لئے اس کی درخواست نامنظور ہوئی چنانچہ وہ فوراً قتل کر ڈالا گیا۔ غنیمت ہو کہ سر ولیم میور نے صرف اس قتل کو بہت ہی انصافانہ لکھا ہے اور وہ لکھتا ہو کہ واقعات تاریخ اور روایتین

مین اور زیادہ پڑھنا جسنے وقت قتل نماز کا طریقہ جاری کیا وہ حبیب ہو پھر حبیبنے بددعا کی یا اللہ انھین گن لے (ان مین سے ایک کو نہ چھوڑیو) پھر یہ کہا "ما ان ابالی حین اقتل مسلما علی ای شق کان اللہ عزی وذالک فی ذات الالہ وان یشاء یبارک علی اوصال سو ممزع۔ یعنی جبکہ مین مسلمان شہید کیا جاتا ہون مجھے کچھ پروا نہین جس کروٹ پر اللہ کی راہ مین پچھاڑا جاؤن (اور کیون نہو) یہ تو قتل خدا کی راہ مین ہے وہ اگر چاہے ہر عضو کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے اور بند بند پر ثواب دے سکتا ہے۔

پھر عقبہ بن حارث نے اُسے شہید کر دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور قریش نے عاصم کیطرف کسیکو بھیجا تاکہ وہ عاصم کے بدن کی کوئی چیز (کاٹ) لائے جس سے لوگ پہچان لین (کہ عاصم مارا گیا) عاصم نے بدر کے دن کفار کے ایک بڑے سردار کو مارا تھا اللہ عزوجل نے بھڑون کو سائبان کے طور پر عاصم (کی حفاظت) کیواسطے بھیجدیا اور بھڑون نے عاصم کی کفار سے نگہبانی کی اسواسطے کافرون سے کسی عضو (کے کاٹنے) پر قادر نہ ہو سکے۔

اس بات کی شہادت دے رہی ہین کہ حارث کا قتل کرنا محض انصاف پر مبنی ہو اگر سر ولیم میور نہ صرف حارث کے بلکہ ہر شخص کے قتل پر نظر کرتے اور تعصب سے کام نہ لیتے تو انھین کھلجاتا کہ کوئی قتل ظالمانہ طور پر نہین کیا گیا۔ جو نازک حالت حضور انور کی تھی اور جو سازشین آپ کے خلاف کی جاتی تھین اگر تھوڑی دیر کے لئے معترض خیال ہی خیال مین اپنی وہی نازک حالت قرار دیکے اس بات کو سوچے کہ اگر اس مقام پر وہ اُس حالت مین مین ہون تو اپنے مخالفون کے ساتھ کیا کرون اسوقت اسے جو کچھ سوجھے گی انصاف کی سوجھے گی اس کے علاوہ موجودہ سلطنتون کا طرز عمل دیکھ کے بھی انسان سبق حاصل کرسکتا ہے کہ خفیف سے جرم مین شہر کے شہر تو پخانیکے نذر کردیئے جاتے ہین اور آناً فاناً مین سینکڑون کو پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے۔

"ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا"

اُحد کے شہدا

سر ولیم میور متوفی نے جہان مسلمانون کے خیالات۔ عقائد اور اقوال پر نکتہ چینیان کی ہین وہان شہدا اُحد کی نسبت بھی وہ چوٹ کرنے سے باز نہین رہے وہ لکھتے ہین کہ حضور انور سال مین ایک دفعہ شہدائے اُحد کی قبرون کی زیارت کیلئے تشریف لیجاتے تھے اور انپر رحمت بھیجتے تھے اور یہان تک مسلمانون کے خیال مین یہ بات پیدا ہوگئی تھی کہ مُردے بھی سلام کا جواب دیتے ہین۔ میور صاحب لکھتے ہین کہ نصف صدی کے گزرنے کے بعد عجیب وغریب روایتین شہدائے اُحد کی نسبت زبان زد خلائق ہوگئین۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ ایک دفعہ پانی کا بہت سخت طوفان آیا یہانتک کہ شہدا کی قبرین پانی مین بہ گئین لوگون نے دیکھا کہ سب شہدا اس طرح پر پڑے سو رہے ہین جیسے کوئی زندہ آدمی آرام کی نیند سوتا ہے اور دیکھنے والون نے یہ بھی دیکھا کہ تازہ خون شہیدون کے زخمون سے بہ رہا ہے۔ دوسری روایت میور صاحب نے یہ بیان کی ہے کہ جب امیر معاویہ نے اُحد مین ایک نہر کاٹنی چاہی تو

لوگون نے اُن سے کہا کہ یہ شہر شہدار کی قبرون مین سے ہوکر گزریگی امیر معاویہ نے اسپر حکم دیا کہ قبرین کھود کر کل شہید نکال لئے جائین اور وہ دوسرے مقام پر دفن کر دیئے جائین چنانچہ قبرین کھودین اور ایک ایک شخص نے ایک ایک شہید کو اپنے کندھے پر اُٹھالیا ان شہیدون کے جسم بالکل تازہ تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ میٹھی نیند سو رہے ہین - قبرین کھودنے مین ایک شخص کی کُدال امیر حمزہ کی پنڈلی مین لگ گئی تھی جسوقت اُنھین باہر نکالا ہے تو پنڈلی سے خون جاری تھا یہ حکایتین لکھکر سر ولیم میور نے یہ نتیجہ نکالنا چاہا ہے کہ مسلمانون نے کہانیان اس لئے تراشی تھین کہ سپاہیون یا عام مسلمانون کو کافرون سے لڑنے کا جوش ہو اور وہ شہادت کو ایک اعلےٰ درجہ کا مرتبہ خیال کرین -

میور صاحب کا یہ خیال کئی پہلوؤن سے غلط ہے اول تو یہ کہ وہ اس قسم کی کوئی کہانی پچاس برس پہلے کی بیان نہین کرتے اور پچاس برس کے عرصہ مین مسلمانون کی فتوحات نے شام رکل ایران اور افریقہ کے بڑے حصہ کو زیر نگین کر لیا تھا جب مسلمانون کی فتوحات اسقدر بڑھ گئی تھین اور شائستہ دنیا کا بڑا حصہ وہ فتح کر چکے تھے پھر ان سپاہیون کو جوش دینے کے لئے ایسی کہانیون کی کیا ضرورت تھی دوسرے یہ کہ وہ صحیح روایتین جن کی اسناد موجود ہین میور صاحب کے خیال مین ہمیشہ غلط ثابت ہوتی ہین اور وہ مسلمانون کی صحیح سے صحیح روایت پر جو اُن کے مطلب کے خلاف ہو بغیر قدح کئے نہین رہتے یہانتک کہ اُنھون نے صحیح بخاری کی کل حدیثون کو اپنے زعم مین غلط ثابت کر دیا ہے پھر سمجھ مین نہین آتا کہ اُنھون نے ان دو حکایتون کو کیونکر صحیح تسلیم کر کے اُن سے اپنا مطلب نکالنا چاہا ہے اور اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ بھی تسلیم کر لین کہ ان کی یہ روایتین صحیح بھی ہین تو کوئی بات اس مین عقل کے خلاف نہین معلوم ہوتی اگر وہ طبقات الارض کے علم سے باہر ہوتے تو کبھی اس قسم کا لچر پوچ اعتراض نہ کرتے ہر زمین کی تاثیر علیحدہ ہوتی ہے بعض ملکون کی زمینون مین تو یہ تاثیر ہوتی ہے کہ مردہ قبر مین رکھنے کے تین چار دنکے بعد سڑ جاتا ہے جیسے ہندوستان کی زمین ہے کہ یہان بڑے حصہ کی یہی کیفیت ہے

مگر بغداد وغیرہ کیطرف اس قسم کی زمینیں موجود ہیں جن میں قوت جاذبہ ایسی ہے کہ مُردے کے جسم کی ساری رطوبت وہ اپنے میں جذب کرلیتی ہے اور ان زمینوں کے مُردے اگر سالہا سال کے بعد قبروں میں سے اُکھیڑے جائیں تو بظاہر انکی جسمانی حالت میں کسی قسم کا فرق نہیں معلوم ہوتا اب رہا یہ واقعہ کہ امیر حمزہ کے پیر میں کلہاڑی لگی اور اس سے خون بہتا ہوا معلوم ہوا خلاف قیاس نہیں ہے جسکا بیّن ثبوت مہدی کی لاش سے ہوتا ہے جسے افریقہ میں لارڈ کچنر نے کھود کے نکالا اور اُسکا سر قلم کیا مہدی کا جسم بالکل اصلی حالت میں پایا گیا گویا کہ ابھی دفن ہوا ہو اور جسوقت سر کاٹا گیا تو برابر خون بہا جس کی شہادت خود لارڈ کچنر نے دی حالانکہ مہدی کو مرے ہوئے اور دفن ہوئے کئی سال گزر گئے تھے۔ مذہبی خیال سے اگر اس واقعہ کو دیکھا جائے تو اس سے یہ نتیجہ آسانی کے ساتھ اخذ ہو سکتا ہے کہ نیک بندوں کے اجسام خراب نہیں ہوتے اور وہ اپنی اصلی حالت پر رہتے ہیں زمین کی گرمی اور ہوا کا بند ہونا انھیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر جو لوگ مذہبی نہیں ہیں وہ علوم جدیدہ کے اصول سے اسکے اسباب کچھ نہ کچھ علیحدہ پیدا کرلیں گے وہی اسباب ہم امیر حمزہ کے متعلق پیش کر سکتے ہیں پھر بھی کوئی تعجب کی بات نہ ہوئی ان سب وجوہات پر غور کرکے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سر ولیم میور کی نکتہ چینیاں موتہ کے بل گر پڑیں۔

اسکے بعد میور صاحب نے اُحد کی شکست کے متعلق کچھ باتیں بتائی ہیں مگر چونکہ اسکا مفصل ذکر گزشتہ صفحوں میں ہو چکا ہے اس لئے یہاں اسکا اعادہ کرنا ہم غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

حضور انورؐ کی دعوت

اُحد کی جنگ کے بعد حضور انور کی دعوت سعد ابن ربیع کی بیوہ نے کی سعد اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور سعد کا باپ بنی خزرج کے قبیلہ کا ایک شیخ تھا اسوقت سعد کی ایک بیوہ تھیں اور دو لڑکیاں تھیں مگر سعد کے بھائی نے ملکی قانون کے بموجب سعد کی کل جائداد منقولہ

اور غیر منقولہ پر قبضہ کر لیا تھا بیچاری بیوہ بہت ہی غمگین تھیں اور چاہتی تھیں کہ اپنے شوہر کی جائداد میں سے اسے بھی حصہ ملے اسنے حضور انور کی بیس صحاب کیساتھ دعوت کی آپنے اسکی دعوت قبول فرمائی اور آپ وقت مقررہ پر اسکے مکان پر جہاں کھجور دن کے درخت بہت سے لگے ہوئے تھے اور چشمے بہتے تھے۔ میزبان نے چادر وغیرہ فرش کیا تھا جہاں آپ معہ اپنے صحابیوں کے تشریف فرما ہوئے آپنے بیوہ سے نہایت مہربانی کیساتھ باتیں کیں اور اُسکے بہادر شوہر کا ذکر کیا۔ بیوہ اور اُسکے ساتھ کی عورتیں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں حضور انور کی مبارک آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوگئے۔ آخر کھانا چنا گیا اور حضور انور نے معہ صحابہ کے کھانا تناول فرمایا جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو بیوہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے یہ بیان کیا کہ سعد جیسا کہ آپ لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں اُحد میں شریک ہو چکا ہے اسکے بھائی نے اُسکی کل میراث دبالی ہے۔ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں سوا یہ ہیں اپنی کیونکر پرورش کرونگی اور ان دو لڑکیوں کی کسطرح شادی کرونگی اسپر حضور انور نے یہ ارشاد کیا کہ خداوند تعالیٰ میراث کے متعلق فیصلہ کر دیگا ابھی تک مجھے کوئی حکم میراث کی بابت نہیں ملا ہے جب میں اپنے گھر چلا جاؤں تو تم میرے پاس پھر کسی وقت آنا آپ جسوقت دولت کدہ پر پہونچے تھوڑی دیر کے بعد جب آپ اپنے صحابہ کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک وحی نازل ہونیکی علامتیں آپکی صورت سے معلوم ہونے لگیں اور آپکی مبارک پیشانی سے پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ٹپکنے لگے جب یہ حالت طاری ہو چکی تو آپنے فوراً حکم دیا کہ سعد کی بیوہ اور سعد کے دونوں بھائیوں کو بلایا جائے وہ فوراً حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے آپنے سعد کے بھائیوں کی صورت دیکھتے ہی یہ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ تمہارا بھائی چھوڑ گیا ہے اسمیں سے دو تہائی تو ان لڑکیوں کو دو اور اسمیں سے ایک آٹھوان حصہ اس بیوہ کا ہے اور باقی تم لیلو یہ سنتے ہی بیچاری بیوہ مارے خوشی کے پھول گئی اور اس نے بڑے جوش سے پکار کے کہا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔

گویا اس حصہ کو میراث کے قانون کا شانِ نزول سمجھنا چاہیئے اس تسلیم کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کا نزول اوقاتِ مختلفہ میں ہوا ہے جیسی ضرورت پڑتی گئی قرآن مجید

نازل ہوتا گیا اسکی آیتون یا احکام کے شان نزول کے متعلق علما مین بہت بڑا اختلاف ہے کوئی کسی آیت کا شان نزول کچھ بتاتا ہے اور کوئی کچھ مگر مسلمانون کا ایک یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو قرآن مجید اسوقت ان کے ہاتھ مین ہے یہ لوح محفوظ مین جون کا تون موجود تھا جب پہلے سے ایک شے مرتب ہو چکی تھی اور پھر وہ پارہ پارہ ہو کے دنیا مین ظاہر ہوئی تو اُس کے لئے کسی شان نزول کا مقرر کرنا کچھ زیادہ ضروری نہین معلوم ہوتا اب جیسے میراث ہی کے متعلق اوپر بیان ہوا ہے کہ ایک شخص خیال کر سکتا ہے کہ اس قسم کے جھگڑے میراث کے توکل شہدا کے گھر مین اُٹھے ہونگے اسلئے کہ جب ملک کا قانون یہ تھا کہ لڑکیان اور بیویان اپنے باپ اور شوہر کی میراث سے محروم کر دی جاتی تھین تو سب سے زیادہ یہ مصیبت سعد کی بیوہ ہی کو کیون محسوس ہوئی اور لوگون کو بھی محسوس ہونی چاہئے تھی لہذا یہ نہین کہا جا سکتا کہ ایک شخص کو کوئی ضرورت محسوس ہوئی اور اُسکے لئے آسمان سے ایک قانون نازل ہوا اور اس قانون نے اپنے دائرے مین ان لاکھون آدمیونکو محاط بنا لیا جنھین وہ ضرورت کبھی محسوس نہین ہوئی تھی اور اس قانون کی بنیادین ایسی مضبوط کی گئین کہ قیامت تک خدا کی مخلوق کا ایک بڑا حصہ اپر قایم رہنے کے لئے مجبور کر دیا گیا یہ بات کسی طرح بھی سمجھ مین نہین آتی ہم قرآن کے قوانین کو ہنگامی نہین مانتے کہ ہم ان کے لئے شان نزول تجویز کرتے پھرین بلکہ ہمارا یقین اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ یکے بعد دیگرے قرآن مجید کے مستقل قوانین کی اشاعت لوگون مین دیگئی اور اسسے انسان کی زندگی کا ایک غیر فانی دستور العمل بنا دیا ایسی روایتین ہمین بہت سی ملتی ہین جنمین یہ لکھا ہوا ہی کہ فلان مقام پر آنحضرت تشریف لے گئے وہان کے لوگون نے آپسے کچھ سوال کیا اُسوقت آپ خاموش ہو رہے لیکن پھر آسمان سے اسکا جواب آگیا یہ روایتین ممکن ہے کہ صحیح ہون مگر قرآن کے مستقل قوانین کے مقابلہ مین انکی صحت و غیر صحت کچھ فائدہ نہین دیتی میراث کی آیت کا شان نزول جو ہم نے اوپر لکھا ہی یہ میور صاحب کی لائف اوف محمد جلد ۳ صفحہ ۱۹۶- اور ۱۹۷ سے نقل کیا ہے وہ لکھتے ہین کہ

مین نے یہ روایت واقدی صفحہ ۳۲۰ - اور کاتب الواقدی ۲۰۲ سے نقل کی ہے مگر ہم یہ دیکھتے ہین کہ صحیح بخاری مین جب اسکا مفصل حال موجود ہے پھر واقدی جیسی ضعیف کتاب سے اُنھون نے یہ روایت کیون نقل کی غالبًا اس روایت کے نقل کرنے سے میور صاحب کا بہت بڑا منشاء یہ ہوگا تاکہ ناظر کتاب اسبات کو سمجھ لے کہ سعد کی بیوہ نے آنحضرتؐ کی دعوت کرکے آپسے اپنی تائید مین فیصلہ کرالیا بس سوائے اسکے میور صاحب کا اور کوئی مطلب معلوم نہین ہوتا ہم صحیح بخاری کی وہ روایت نقل کر دیتے ہین جنھین آیت میراث کا شان نزول قرار دیا گیا ہے اور جس روایت مین سعد کی بیوہ والی روایت کا اشارہ بھی نہین ہے - وہ روایت صحیح بخاری کی حسب ذیل ہے -

جابر بن عبداللہ کہتے ہین کہ مین بیمار تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے (جسوقت آپ آئے) تو مین بیہوش تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور وضو کا بچا ہوا پانی میرے اوپر چھڑکا جس سے مین ہوش مین آگیا اور مین نے عرض کیا کہ حضور مین اپنے مال کو کیا کرون اور کیونکر تقسیم کرون حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا یہان تک کہ آیت میراث (یوصیکم اللہ الخ) نازل ہوئی -

نوان باب ۹

جنگ اُحد کے بعد کے واقعات بنی نضیر تک

۴ھ ہجری مطابق ۶۲۵ء

مکہ کے قریش اس معمولی کامیابی سے جو اُنھیں احد میں ہوئی تھی بالکل مطمئن ہو گئے تھے۔ ابو سفیان جس وقت مکہ میں داخل ہوئے تھے گھر جانے سے پہلے کعبہ میں آیا جہاں اُس نے اپنا سر منڈوایا اور بُت کا شکریہ ادا کیا اور جو لوگ اس کے ساتھ عہد کر کے گئے تھے اُنھوں نے بھی یہی کیا۔ ادھر اطمینان کی یہ کیفیت تھی کہ مدینہ ایک عرصہ تک قریشیوں کے حملہ سے بیخوف ہو گیا تھا۔

دو اخیر کے مہینے ذالحجہ کے نہایت ہی اطمینان اور امن سے گذر گئے تھے مگر چوتھی سال ہجری کے آغاز میں حضور انور کے گوش مبارک میں یہ خبر پہنچیں کہ مختلف حصہ ملک میں عربی قبائل آپ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں قبیلہ بنی اسد جو قریشیوں سے گھٹا ہوا تھا نجد میں کنین پہاڑی کے پاس بود و باش رکھتا تھا حضور انور نے یہ سنا کہ اس قبیلہ کا بڑے سردار طلحہ نے اونٹ سواروں کا ایک رسالہ جمع کیا ہے اور وہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ (حضور انور نے) یہ سنتے ہی ابو سلمہ کی ماتحتی میں ڈیڑھ سو آدمیوں کا ایک دستہ جن میں انصار اور مہاجر دونوں شریک تھے روانہ کیا اور یہ حکم دیدیا کہ دوسرے راستہ سے سفر کرنا شب کو چلنا اور رات کو کسی مقام پر محفوظ بیٹھے رہنا اور اس ترکیب سے بنی اسد پر حملہ آور ہونا کہ اُنھیں تمہارے حملہ کی خبر نہ ہو اتفاق سے یہ چھوٹی سی مہم اونٹوں کے ایک بڑے گلہ سے مقابل ہوئی اس گلہ پر فوراً حملہ کیا گیا اور کل اونٹوں کو گرفتار کر لیا گیا تین اونٹ والے بھی گرفتار ہوئے حملہ آوروں نے قاعدے کے مطابق حضور انور کا حصہ علیحدہ کر کے مال غنیمت کو تو آپس میں تقسیم کر لیا اگرچہ بنی اسد کو یہ ساری کیفیت معلوم ہو گئی تھی مگر اسوقت یہ کام اُن کے قابو سے نکل چکا تھا وہ خاموش ہو گئے اور کسی آیندہ بہتر موقع کا انتظار

کرنے لگے بنی اسد کا یہ سردار جسکا اوپر ذکر ہوا وہ شخص ہے جس نے بعد ازان حضور انور کے مقابلہ مین پیغمبری کا دعوے کیا۔

سُفیان بن خالد کا قتل

مکہ کے گرد و نواح مین ایک اور قبیلہ آباد تھا جسکا سردار سفیان بن خالد تھا اس نے چاہا کہ اُحد کی فتح کو کمال پر پہنچانے کیلئے مدینہ پر حملہ کیا جائے حضور انور نے جب یہ سنا کہ یہ شخص مکہ کے قریشون کو بھی اپنے ساتھ ورغلان رہا ہے کہ وہ مدینہ پر حملہ کرکے اپنی فتح کی تکمیل کرلین حضور انور نے فوراً عبداللہ ابن انیس کو چند ہدایتین فرما کے اسکے قتل کے لئے روانہ کیا محض اس خیال سے کہ ایک شریرالنفس شخص کا قتل ہزارون بیگناہون کی جان بچادے گا عبداللہ نے یہ عرض کیا کہ مین سفیان بن خالد کو نہین پہچانتا نہ مین نے اُسے کہین دیکھا آپ اُسکی شکل و شباہت بتا دیجئے تو مین اُسے پہچان لون حضور انور نے اُسکا پورا نقشہ بتا دیا اور عبداللہ کو رخصت کر دیا عبداللہ تنہا روانہ ہوئے اور بطور والنٹر کے اس کے ساتھ شریک ہوگئے اور اپنا موقع تاکتے رہے ایک دن وہ اپنے خیمہ مین بیٹھا ہوا تھا اور رات ہو گئی تھی سفیان کے کل دوست اِدہر اُدہر پڑے سو رہے تھے چنانچہ انیس کے بیٹے نے سفیان کا سر کاٹ لیا اور بغل مین مار کے آپ روانہ ہو گئے وہان اس کی کسیکو خبر نہ ہوئی تھی بڑی دیر کے بعد جب لوگ اُٹھے اور انھین معلوم ہوا تو وہ عبداللہ کے پیچھے دوڑے مگر عبداللہ اُن کی زد سے نکل چکے تھے جس وقت عبداللہ مدینہ مین آئے ہین تو حضور انور مسجد مین تھے حضور انور نے عبداللہ کو مبارکباد دی اور پوچھا کیا ہوا عبداللہ نے اُسیوقت سر نکال کے حضور انور کے قدمون پر رکھدیا یہ دیکھکر حضور انور بہت خوش ہوئے اور آپنے اُسی وقت اپنا عصا بطور تحفہ کے عبداللہ کو دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن جبکہ تمام مخلوق کے پاس سہارے کی کوئی چیز روانہ نہین ہوگی یہ عصا تجھے سہارا دیگا عبداللہ اس عطیہ سے اسقدر خوش ہوئے کہ وہ کسی وقت اُسے اپنے پاس سے جدا ہی

یہ کرتے تھے اور مرنے سے پہلے اُنھوں نے یہ وصیت کر دی تھی کہ اس عصار کو میرے ساتھ قبر مین دفن کر دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ عصار اُن کے ساتھ قبر مین دفن کر دیا گیا۔

سفیان کے قتل ہونے سے وہ مجمع جو مکہ کے قریب ہو رہا تھا منتشر ہو گیا۔ ہماری ولیم میور صاحب نے اپنی حسب عادت اپنی کتاب لائف اوف محمد جلد ۳ صفحہ ۲۰۱ مین سفیان کے قتل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آنحضرت کی شان سے ایسے فریب اور دغا بازی سے قتل کرانا بعید تھا اور وہ یہ بھی لکھتے ہین کہ حضور انور رسول خدا کو اس بات کی شکایت کا حق حاصل نہین ہے کہ ان کے متعدد اصحاب اسکے بعد نہایت بے رحمی سے مکہ مین قتل کر ڈالے گئے یہان میور صاحب متوفی نے اپنی ایک آنکھ بند کر کے صرف ایک ہی آنکھ سے دیکھا ہے مکہ مین مسلمانون کا بے رحمانہ قتل سفیان کے قتل سے کچھ بھی نسبت نہین رکھتا سفیان وہ شخص تھا جو سینکڑون آدمیون کی جانین ہلاک کرنے کے لئے قبائل کو ورغلا رہا تھا ایسے شخص کا اخلاقاً قانوناً ہر طرح سے قتل واجب ہو جس کے قتل سے ہزارون جانین بچتی ہین۔ مگر یہ پانچ چھ صحابہ جو رسول خدا نے مکہ کی طرف بھیجے تھے شورش پھیلانے اور کسی قبیلہ کو ورغلانے کے لئے نہین روانہ کئے تھے بلکہ اُن کا منشا یہ تھا کہ وہ چھوٹے چھوٹے قبائل جن کا رجحان اسلام کی طرف معلوم ہوتا تھا اگر ممکن ہو تو مسلمان کر لئے جائین مگر ظالم قریشون نے جس کا بیان آگے آئے گا نہایت بے رحمی سے اُنھین قتل کر ڈالا کاش میور صاحب انصاف کی نظر کے ساتھ دونون آنکھون سے دیکھتے تو انھین سفیان اور صحابائے رسول کے قتل مین بہت بڑا فرق معلوم ہوتا۔

اس قتل کا مفصل حال یہ ہے کہ چند شریر قبائل نے آپس مین گٹھوت کر کے حضور انور کے پاس نہایت فریب سے یہ پیغام بھیجا کہ ہمارے قبیلہ کے کل آدمی مسلمان ہو گئے ہین اب صرف اسکی ضرورت ہے کہ آپ چند صحابہ انکے پاس بھیجین تاکہ وہ احکام اسلام اور قرآن مجید کی تعلیم ہماری قوم کو کر دیں۔

یہ لوگ عاصم کے باپ کے گھر مین آ کے اُترے اور بہت ہی محبت کا برتاؤ کر رکھا تھا اور کہتے تھے کہ اگر تم ہمارے ہان آؤ تو تمہاری بہت خاطر مدارات کی جائے اور تم سے بہت کچھ ہمین شرف حاصل ہو۔ آخر حضور انور نے ان کے کہنے سے دس آدمی انکے ساتھ بھیجنے کیلئے انتخاب کئے ان مین سات شخص وہان جانے کے لئے تیار ہوئے جنکے نام یہ ہین۔ عاصم بن ثابت۔ مرثد بن ابی مرثد۔ خبیب بن عدی۔ عبد العزیز بن طارق خالد بن الکبیر۔ معقب بن عبیدہ۔ زید بن وشنہ۔ غرض حضور انور کے حکم سے یہ لوگ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ سارشی لوگ ان کے ساتھ ہوئے۔ جب یہ سارا گروہ ہذیل پر پہونچا تو شریرون مین سے ایک شخص چپکے سے نکلکے اپنے قبیلہ کی طرف چلدیا اور سفیان بن خالد کو خبر دی کہ شکار ہم لے آئے ہین اور وہ قریب آگیا ہے۔ چنانچہ سفیان بن خالد بائیس مسلح آدمی ساتھ لیکے انپر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ مخبر جس نے اُسے آکے خبر دی تھی۔ اس ہتیار بند دستہ کے ساتھ ساتھ ہوا۔ یہان تک کہ دونون گروہون کا مقابلہ ہوگیا۔ اب مسلمانون کی آنکھین کھلین اور وہ سمجھ گئے کہ ہمین دہوکہ دیا گیا ہے اور ہم نرغہ مین پھنس گئے ہین چنانچہ خالد بن الکبیر نے عاصم سے کہا تیرے مہمانون نے ہمین فریب دیا ہے۔ عاصم نے کہا تم سچ کہتے ہو مگر ضرور لڑنا چاہئے اور بے بسانہ اپنے کو اُن کے حوالہ نہین کرنا چاہئے۔ یہ سُنکے سانون مسلمان تیار ہو گئے۔ مخالفون نے دیکھا کہ ہمارا افسون کھل گیا اُنہون نے دوسری چال چلنا شروع کی اور کہنے لگے ناحق تم اپنی جانون کو ہلاکت مین ڈالتے ہو اپنے ہتیار ہمارے حوالہ کر دو ہم تمھین عہد و پیمان لیکے چھوڑ دینگے۔ عاصم نے کہا کہ یہ بھی انکا فریب ہے مین زندہ گرفتار نہین ہونیکا۔ مین اپنی جان اللہ کے نام پر قربان کرتا ہون اور جب تک زندہ ہون نہ کسی کافر کی امان منظور ہے اور نہ کسی کافر کے ہاتھ مین ہاتھ دینا منظور۔ یہ کہکے عاصم نے تیر مارنے شروع کئے یہانتک ترکش خالی ہوگئی پھر نیزہ سے جنگ کی نیزہ بھی ٹوٹ گیا پھر عاصم نے قاضی الحاجات کے حضور مین دعا کی بار خدایا مین تیرے دین کی حمایت مین اپنی جان قربان کرتا ہون

تو میرے جسم کی قتل کے بعد بے حرمتی نہ ہونے دیجیو یہ دعا اس لئے مانگی گئی تھی کہ سلافہ بی طلحہ کی جو رونے یہ ڈہنڈورا پٹوادیا تھا کہ جو شخص عاصم کا سر لے آئیگا اُسے اتنے اونٹ دیئے جائینگے اور یہ قسم کھائی تھی کہ مین اسکے کاسۂ سر مین شراب پیا کرون گی۔ جب عاصم نے شہادت پائی تو مشرکون نے اس کا سر اُتارنا چاہا کہ وہ اس سر کو سلافہ کے پاس لیجائین اور اس سے اونٹون کا اور موعود مال و دولت کا انعام لین جب وہ سر کاٹنے لگے تو یکایک بہت سی بھڑین نمودار ہوئین اور جن لوگون نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تھا اُنکو لپٹنے لگین مشرکون نے آپس مین یہ مشورہ کیا کہ اسوقت خاموش ہوجانا چاہیئے رات کو جب یہ سب بھڑین غائب ہوجائینگی تو ہم سر کاٹ لینگے چنانچہ رات کو اتفاق سے ایسا طوفان آیا کہ عاصم کی لاش پانی مین بہ کے کہین چلی گئی (ہشامی صفحہ ۲۷۵۔ کاتب الواقدی صفحہ ۱۰۹۔ واقدی صفحہ ۳۴۷)

میور صاحب نے حسب عادت اپنی اس روایت کا مضحکہ اُڑایا ہے حالانکہ یہ بات ناممکن الوقوع اور خلاف فطرت نہین ہے قرین قیاس ہو کہ اسکے قریب پہاڑ کی کسی کھوہ مین بھڑونکا کوئی چھتہ ہو اور کسی صدمہ سے وہ ٹوٹ گیا ہو اور بھڑین اُڑنے لگی ہون بھڑونکا قاعدہ ہے کہ جب انکے چھتے کو چھیڑا جاتا ہے تو وہ پاس کے آدمیون کو لپٹ جاتی ہین۔ اسی طرح شب کو مینہ کا طوفان آنا بھی ممکن اور قرین قیاس ہے چونکہ پہاڑ کے دامن مین یہ واقعہ ہوا تھا اس لئے یہ دونون باتین ممکن الوقوع ہین مذہبی خیال کے لوگ ہمیشہ ایسے ناگہانی امور پر خداوند تعالےٰ کے جلال اور اُسکی قدرت کا انحصار رکھ کے اسکے عجائب و غرائب مظاہر کا تماشہ دیکھتے ہین جبکہ خود انجیل مین حضرت مسیح کے صلیب پانیکے وقت مافوق الفطرت باتون کا ظہور لکھا ہے پھر سمجھ مین نہین آتا کہ ان دو باتون کے متعلق کیون تعجب کیا گیا ہے۔

دس صحابہ مین سے سات تو شہید ہوگئے اور تین پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے تھے جن کا نام یہ ہے خبیب بن عدی۔ عبداللہ بن الطارق۔ اور زید قریشون نے ان تینون صحابہ سے یہ کہا کہ ہم تمہین قتل نہین کرینگے تم نیچے چلے آؤ۔ چنانچہ قریشون نے نہایت ہی بے ایمانی سے اپنے باطل معبودون کی قسمین کھائین اور انھین اچھی طرح یقین دلادیا غرض اس عہد و پیمان کے

بعد یہ تینوں اصحاب رسول پہاڑ سے نیچے آگئے اور معاہدہ کے مطابق اپنے ہتیار مخالفوں کے حوالے کر دیئے جب قریشوں کے ہاتھ مین مسلمانوں کے ہتیار آگئے انہوں نے فوراً اپنے عہد کو توڑ ڈالا اور اُن کی مشکین باندہنے لگے طارق نے جب دیکھا کہ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ عہد شکنی کی تو انھوں نے نہایت جوش اور چالاکی سے ایک مشرک کی تلوار چھین لی اور اسپر حملہ کیا مگر اسی اثنار مین قریشوں نے اس زور سے کئی پتھر طارق کے سر پر مارے کہ فوراً وہ شہید ہو گئے۔ پھر خبیب اور زید کو جکڑ بند کر کے مشرک مکہ مین لے آئے اور انھین بیچ ڈالا۔ مول لینے والے نے ان دونوں مظلومون کو قید کر دیا اور جب ماہ حرام گزر گیا تو قریش ان دونوں کو موضع تنعیم مین لے گئے جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر جانب شمال و مغرب واقع ہے وہان جب ان بیگناہون کو قریش سولی دینے لگے تو خبیب نے مشرکون سے یہ کہا کہ تم مجھے صرف دو رکعت نماز پڑہنے کی فرصت دیدو مشرکون نے اجازت دیدی خبیب نے نہایت اطمینان سے نماز پڑہی اور اس کے بعد اپنی نفرین کی اور افسوس کیا کہ تم نے نہایت بزدلانہ طور پر ہمارے ساتھ عہد شکنی کی خداوند تعالےٰ کی طرف سے تمھین اس کا عوض ملے گا۔ مشرکون پر ان باتون کا کچھ اثر نہ ہوا انہون نے خبیب کو دار پر کھینچ دیا اور اس صورت سے دار پر کھینچا کہ انکی پیٹھ قبیلہ کیطرف ہو گئی اس پر خبیب نے یہ کہا کہ کعبہ کیطرف میرے مونہ ہونے سے مجھے کوئی پریشانی نہین ہے کیونکہ خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے "انما تولوا فثم وجہ اللہ" یعنی ہر طرف اللہ کا سونہ ہے۔ اسپر مشرکون نے یہ کہا کہ اگر تم اسلام سے پھر جاؤ اور اپنے آبائی دین مین آجاؤ تو ہم ابھی تمھین سولی سے اُتار لیتے ہین۔ خبیب نے اس سے انکار کیا کافرون نے جلکے کہا لات و عزّی کی قسم ہم تمھین ضرور قتل کرین گے اُسوقت خبیب نے ایک آہ سرد بھر کے جناب باریمین یہ التجا کی کہ سوائے دشمنون کے اسوقت کوئی شخص ایسا نظر نہین آتا کہ مین اپنا سلام تیرے حبیب کے پاس بھیجون کہتے ہین کہ اسوقت حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ آپ کی خدمت مین حاضر تھے کہ یکایک آپکے بشرہ مبارک سے وحی کی علامت ظاہر ہوئی حضور انور نے فوراً یہ فرمایا کہ قریشون نے خبیب کو قتل کر ڈالا۔

مشرکون نے جب دیکھا کہ خبیب اپنی ضد سے باز نہین آتا اور اسلام نہین چھوڑتا تو اُنھون نے نہ صرف صلیب دینے پر قناعت کی بلکہ انمین سے ایک شخص نے اس زور سے خبیب کے سینہ مین نیزہ مارا کہ وہ پشت سے پار ہو کے نکل گیا اور اُسی وقت خبیب کی جان نکل گئی۔ مگر یہ بات دیکھنے کی ہے کہ اگر ہم حضرت مسیح سے خبیب کا مقابلہ کرتے ہین تو سخت تعجب معلوم ہوتا ہے کہ اُنھون نے صلیب کی صورت دیکھتے ہی یہ غل مچا دیا تھا "ایلی ایلی لما سبقتانی" یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیون چھوڑ دیا۔ حالانکہ یہ اُنکی غلطی تھی خداوند تعالےٰ نے اُنھین نہین چھوڑا تھا۔ خبیب نے ایسا ایک لفظ بھی زبان سے نہین نکالا اور رضائے الٰہی پر اپنی جان دیدی۔ اسلام مین سب سے پہلے رسول اللہ کی جس صحابی نے قتل ہونے کے وقت نماز کی دو رکعت پڑھین وہ خبیب تھے۔ ان کے قتل ہونیکے بعد قریش زید کو سولی پر چڑھانے لے چلے اور جو کچھ اُنھون نے خبیب سے کہا تھا وہی زید سے بھی کہا کہ تم اسلام چھوڑ دو تو ہم تمھین چھوڑ دیتے ہین زید نے بھی مثل خبیب کے سختی کے ساتھ انکار کیا اور نہایت خوشی سے جان دینی قبول کی اور اپنے ساتھی خبیب کی طرح دو رکعت نماز کی پڑھین۔ زید کے قتل کرنیکے لئے صفوان بن امیہ کا غلام جس کا نام قیطاس تھا آگے بڑھا اور اُس نے فوراً زید کا کام تمام کر دیا۔ سر ولیم میور صاحب اپنی کتاب لائف اوف محمد جلد ۳ صفحہ ۲۰۳ مین فرماتے ہین کہ جو کچھ زید اور خبیب کی استقامت اور فدائے اسلام ہونیکے متعلق عربی مورخون نے لکھا ہے گو ایک حد تک صحیح ہو لیکن بعض مبالغہ آمیز اور مافوق الفطرت باتین جو ان دونون کے واقعات کے ساتھ مسلمان راویون نے ملا دی ہین ان سے ایک گونا شک سا پیدا ہو گیا ہے۔ مثلاً اُنھون نے لکھا ہے کہ قید خانہ مین اُن کے لئے آسمان سے خوان اُترتا تھا جسمین بے فصل کے میوے مثلاً انگور کا خوشہ اُن کے کھانے کے لئے آسمان سے اُتر آیا تھا سر ولیم میور کے لئے تو یہ بات کچھ زیادہ تعجب کی نہ ہونی چاہئے تھی جبکہ حضرت عیسےٰ نے چند روٹیونمین ایک کثیر جماعت کا پیٹ بھر دیا تھا اور پھر روٹیان جو کی تون باقی بچ گئی تھین۔ اسکے علاوہ اس روایت کی

صحت مین بھی شک ہے اور میور صاحب نے بھی کسی کتاب کا پتہ نہین دیا ہے جہان سے انھون نے یہ روایت نقل کی ہے۔ صحیح بخاری مین صرف ایک عورت کی روایت موجود ہے جسمین صرف اتنا لکھا ہے وہ عورت بیان کرتی ہے کہ مین نے بے فصل کے انگور خبیب کے پاس قید خانہ مین دیکھے تھے بے فصل سے مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ مین مکہ مین انگور نہین ملتے تھے یہ بات کچھ زیادہ تعجب کی نہین معلوم ہوتی تعجب ہوتا کہ کوئی شخص یہ ثابت کرتا کہ اسوقت تمام دنیا مین انگورون کا نام ونشان نہ تھا۔

پھر میور صاحب یہ لکھتے ہین کہ خبیب اور زید کا قتل ہونا قریشون پر زیادہ الزام کا باعث نہین ہوسکتا کیونکہ یہ دونون کیا تو خبر تھے یا اسیران جنگ تھے اور ایسی حالتمین انکا مارا جانا کچھ زیادہ افسوسناک نہین ہے مگر یہ دونون باتین میور صاحب کی بیہودہ زیادتی پر دلالت کرتی ہین۔ یہ ممکن ہے کہ وہ کسی زمانہ مین مخبر بنکے ادھر اُدھر بھیجے گئے ہون گے مگر اسوقت تو وہ محض دھوکے سے بلائے گئے تھے تاکہ اسلام کی تلقین کرین اور اسپر سب کا اتفاق ہے ایسی صریح بات کا مکرنا میور جیسے ایک فاضل مورخ کے لئے سخت شرم کی بات ہے خبیب نے قتل ہونے کے وقت نہایت دردناک لہجے مین قریشون کو یہ بددعا دی تھی کہ جس طرح تم دعا دیکے ہمین مدینہ سے لے آئے ہو اور تم نے تنہا ہمپر یہ ظلم کئے ہین اسی طرح تم بھی ایک ایک بعد ایک تنہائی کی حالت مین برباد کردیئے جاؤ قریشون نے یہ سنتے ہی اپنے بچون کو زمین پر پٹھا دیا اور ان مشرکون کے بچون کے ہاتھ مین جو بدر مین مارے گئے تھے نیزے دیدیئے اور پھر بچون سے نیزے لیکر خبیب کے پیٹ اور سینہ مین بھوک دئے یہ گویا انھون نے اپنے خیال مین بدر کی شکست کا انتقام لیا میور صاحب خواہ کتنے ہی بے انصاف کیون نہ ہون لیکن اس مظلومانہ قتل پر انھون نے بھی آخر یہ لکھدیا کہ سخت دھوکے اور ظالمانہ طور پر قریشون نے مسلمانون کا یہ قتل کیا فقط۔

غزوہ بیر معونہ

اوپر کا مظلومانہ قتل ناظرین ملاحظہ کر چکے ہین اب دوسرا اور بیرحمانہ جور اور خونریزی جو مسلمانون کی کی گئی ملاحظہ ہو اسی مہینے مین یہ خطرناک واقعہ پیش آیا جسکی کیفیت یہ ہے کہ عامر بن مالک جو اپنی قوم مین بہت بڑا عالیشان سردار تھا اور جس کا قبیلہ نجد مین ایک طاقتور قبیلہ تھا حضور انور کی خدمت مین حاضر ہوا اور اُس نے دو گھوڑے اور دو سواری کے اونٹ نذر گزرانے حضور انور نے فرمایا کہ مین مشرک کا ہدیہ قبول نہین کرتا ہان اگر تو مسلمان ہو جاتو مین تیرا یہ ہدیہ لے لون گا اس سردار نے اسلام قبول کرنے کا نہ اقرار کیا نہ صاف انکار اس نے نہایت ہوشیاری اور دانائی سے یہ عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مین آپکی نبوت کی عزت کرتا ہون مگر مجھے اپنی قوم کا کھٹکا ہے اگر میری قوم مسلمان ہو گئی تو پھر مجھے یہ کھٹکا جاتا رہے گا آپ اپنے اصحاب سے چند صحابی میرے ساتھ کیجے مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ آپ پر ایمان لے آئین گے حضور انور نے ارشاد کیا مجھے اہل نجد سے اندیشہ معلوم ہوتا ہے عامر نے عرض کیا آپ اس کا خیال نہ فرمایئے اہل نجد مین سے کوئی شخص آپ کے اصحاب کی طرف آنکھ بھر کے نہین دیکھ سکتا مین ہر طرح انھین مدد دینے کے لئے تیار ہون اس کے بعد اس نے قسم کھائی حضور انور اس بات پر راضی ہو گئے اور آپنے چالیس یا ستر انصار قبیلہ بنی عامر کو خط دیکے اسکے ساتھ روانہ کر دیئے جن لوگون کو آپنے روانہ کیا یہ قرار قرآن کہلاتے تھے شام کو وہ حوالئے مدینہ مین جاکے قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اور حضور انور اور آپ کی ازواج پاک کیلئے میٹھا پانی اور جنگل کی خشک لکڑیان لایا کرتے تھے چار دن کے سفر کے بعد وہ بیر معونہ کے چشمہ پر پہنچے جو بنی عامر اور بنی سلیم کے بیچ مین واقع ہے یہان انہون نے قیام کیا اور قاصد جس کا نام حرام بن ملحان تھا حضور انور کا خط دیکے روانہ کیا تاکہ قبیلہ کے شیخ عامر بن طفیل کو دیدے جون ہی قاصد قبیلہ مین پہنچا عامر بن طفیل نے اسکی گردن اُڑا دی اور اپنی قوم کو مسلمانون پر حملہ کرنے کے لئے جمع کرنے لگا

قبیلہ بنی عامر نے اس کے ساتھ شریک ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ ہمارا دوسرا شیخ ابو براء محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عہد و پیمان کر آیا ہے ہم کبھی عہد شکنی نہیں کرینگے طفیل کے بیٹے نے پریشان ہو کے آخر بنی سلیم سے مدد مانگی بنی سلیم کے چند آدمی چونکہ جنگ بدر میں مارے گئے تھے اس نے انھیں مسلمانوں کی طرف سے جوش تھا وہ طفیل کے بیٹے کے ساتھ ہو گئے ہزاروں تک اُن کی نوبت پہنچ گئی مسلمان قاصد کے جواب کا انتظار کر رہے تھے کہ یکایک یہ اُنپر جا پڑے اور کل مسلمان یک لخت پارہ پارہ کر دیئے گئے گو مسلمان بالکل بے خبر تھے تو بھی جہاں تک ان سے ہو سکا وہ لڑے صرف تین صحابی بچے ایک عمرو ابن امیہ اور ایک منذر اور ایک حارث ۔ ۔ ۔ میں شہید کر ڈالے گئے عمرو بن امیہ اور حارث دونوں قید کر لئے گئے تھے پھر منذر کے بعد حارث کو بھی شہید کر دیا اب رہ گئے عمرو بن امیہ ان سے طفیل کے بیٹے نے کہا میری ماں نے چونکہ ایک قیدی کے رہا کرنے کی منت مانی ہے اس لئے میں تجھے چھوڑ دیتا ہوں یہ کہکر عمرو کی پیشانی کے بال کُھٹیر لئے گئے پھر عامر بن طفیل نے ان سے پوچھا کہ تم اپنے اصحاب کو پہچانتے ہو اُنھوں نے کہا ہاں کیوں نہیں پہچانتا ہوں پھر طفیل کا بیٹا انھیں لیکے شہداء کی لاشوں میں پھرنے لگا اور ہر ایک کا حسب و نسب دریافت کرتا رہا پھر ابن طفیل نے پوچھا کہ کوئی شخص جاتا بھی رہا ہے یا سب موجود ہیں عمرو نے کہا ہاں عامر بن فہیرہ حضرت ابوبکر کا آزاد کردہ غلام یہاں نہیں ہے ابن طفیل نے کہا وہ کیسا شخص تھا عمرو نے کہا وہ ہم سب میں افضل ہے اور بڑے پایہ کا صحابی ہے ابن طفیل نے کہا کہ وہ تو فلاں شخص نے بھالے سے مار ڈالا مگر میں نے دیکھا کہ اس کی لاش کو کوئی شخص اُٹھا کے لے گیا اور میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

اس خوفناک اور بے رحمانہ قتل کی خبر حضور انور کو پہونچی حضور انور کو بے انتہا صدمہ ہوا اور صدمہ ہونیکی بات تھی کہ آپ کے فدائی اور سچے عاشق اور آپ کے عزیز اور لاڈلے بچے کس بے رحمی سے قتل کر ڈالے گئے آپنے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی

اور بیساختہ آپ کی زبان مبارک سے یہ جوشیلے جملے نکلے۔

اللھم اشدد وطاتک علی مضر اللھم علیک ببنی لحیان ورعب ورعل وذکوان وعصیۃ فان ھم عصوا اللہ ورسولہ اللھم علیک ببنی لحیان وعضل والقارۃ اللھم انج الولید بن الولید وسلمۃ بن ہشام وعیاش بن ابی ربیعۃ والمستضعفین من المومنین وغفار غفر اللہ لھا واسلم سالمھا اللہ۔ یعنی اے پروردگار قبیلہ بنی مضر پر سخت پامالی اور ہلاکی ڈال اے خداوند تعالےٰ بنی لحیان۔ بنی رعب۔ بنی رعل۔ بنی ذکوان اور بنی عصیہ سے انتقام لے کر ان سب قبیلوں نے تیری اور تیرے رسول کی نافرمانی کی ہے۔ اے خداوند تعالےٰ ولید بن الولید۔ سلمہ بن ہشام۔ عیاش بن ابی ربیعہ کو اور ناتوان مسلمانوں کو نجات دے اور قبیلہ غفار کی مدد کر اور قبیلہ اسلم کو سلامتی عطا کر۔ پھر حضور انور نے سجدہ کیا اور پندرہ روز تک آپ یہی دعا مانگتے رہے۔ دوسری روایت کے بموجب ایک مہینہ یا چالیس دن تک بھی بیان ہوئے ہیں۔ صحیح بخاری میں بیر معونہ کے ہیر حانہ قتل کے متعلق کئی

۱؎ انس رضؓ بن مالک کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمیوں کو جنھیں قراء کہا جاتا تھا کسی کام کے واسطے بھیجا تھا بنی سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان ایک کنوئیں کے پاس جسے بیر معونہ کہتے تھے اُن (ستر) آدمیوں کے ساتھ (لڑائی سے) پیش آئے اُن لوگوں نے کہا خدا کی ہم تم سے لڑنے نہیں آئے ہم صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو جا رہے ہیں (کفار نے ایک سنی) اور انھیں مار ڈالا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر ایک ماہ تک نماز صبح میں بددعا کی اور یہی قنوت کی ابتدا ہوئی اس سے پہلے ہم قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ عبدالعزیز (شاگرد انس) کہتے ہیں کسی نے انس سے پوچھا قنوت رکوع کے بعد ہے یا قرارت سے فارغ ہونے کے بعد انس بولے (رکوع کے بعد) نہیں بلکہ قرارت سے فارغ ہونے کے بعد ہی۔ انس رضؓ کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھی۔ آپ (عرب کے) (چند) قبیلوں پر بددعا کرتے تھے۔

انس رضؓ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ (قوم رعل اور ذکوان اور عصیہ بنی لحیان نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

روایتین موجود ہین عمرو بن امیہ جب وہ مدینہ واپس آرہے تھے راستہ مین دو شخصون سے ملے جو قبیلہ بنی عامر کی ایک شاخ سے متعلق رکھتے تھے اور انھین بیر معونہ کا انتقام لے قتل کر ڈالا اور یہ نہ معلوم تھا کہ یہ دونون شخص حضور انور سے عہد کر کے مدینہ سے واپس آرہے تھے جب عمرو بن امیہ مدینہ پہنچے اور انہون نے حضور انور کی خدمت مین عرض کیا کہ مین نے اس طرح دو شخصونکو مار ڈالا تو آپ بہت ہی رنجیدہ ہوے اور آپنے فرمایا کہ انھین مارنا نہ چاہیئے تھا اُن سے تو ہمارا عہد ہو چکا تھا اس کی شکایت عامر بن طفیل نے حضور انور کی خدمت مین کی حضور انور نے انسیوں ان دونون کا

اپنے دشمنو پر بد دعا مانگی آپنے ستر انصار سے جنھین ہم اُسوقت قرار کہتے تھے اُنھین مدد دی وہ قاریون مین لکڑیان چنتے تھے اور رات کو عبادت کرتے تھے جب وہ بیر معونہ کے پاس پہنچے تو کافرون نے اُن کے ساتھ غدر کیا (یعنی انھین مار ڈالا) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی آپنے ایک ماہ تک قنوت پڑھی (یعنی) نماز صبح مین عرب کے چند قبیلون پر بد دعا کی۔ انس فرماتے ہین کہ ہم اُن شہیدونکی شان مین آیت قرآن پڑھتے تھے پھر وہ منسوخ ہوگئی (اور وہ آیت یہ ہے) بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا۔ قتادہ روایت کرتے ہین کہ انس بن مالک نے اُن سے حدیث بیان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک نماز صبح مین قنوت پڑھی (اسمین) عرب کے چند قبیلون (یعنی) رعل اور ذکوان اور عصیہ اور نبی لحیان پر بد دعا کرتے تھے خلیفہ بن خیاط (شیخ بخاری) نے زیادہ کیا کہ ہم مین سے یزید بن زریع نے حدیث بیان کی اُسنے کہا ہم سے سعید نے اُسنے قتادہ سے حدیث کی قتادہ نے کہا کہ ہم سے انس بن مالک نے بیان کیا کہ جو لوگ بیر معونہ پر شہید ہوئے وہ ستر انصاری تھے قرار پاکر سے مراد جو لفظ حدیث مین ہی کتابا ہے۔ پہلی حدیث کی مثل (بیان کیا)

انس رضی اللہ عنہ بن مالک بیان کرتے ہین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے مامونکو جو اُم سلیم کے بھائی تھے ستر سوارون کے ساتھ بھیجا تھا اور مشرکین کا سردار عامر بن طفیل تھا اُسنے آیکو تین باتون مین (سے ایک کا) اختیار دیا تھا (یعنی) کہا تھا آپکے مطیع جنگل والے ہون اور میرے شہر والے یا مین آپ کا جانشین مقرر ہون ورنہ مین آپ پر دو ہزار خطفانی لشکر سے چڑھائی کرون گا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطور بد دعا) فرمایا اے اللہ مجھے عامر کے شر سے بچا چنانچہ اُسے اُم فلان کے گھر مین طاعون ہوگیا اُم فلان کے گھر سے مراد

خون بہا اور کچھ سامان تھا سب ابن طفیل کے پاس بھیج دیا حالانکہ قاتل اس معاہدہ سے بالکل بے خبر تھا تو بھی حضور انور نے خون بہا دینے میں کچھ پس و پیش نہ کیا یہ بات دیکھنے کی ہے کہ ایک طرف سے جبکہ پے در پے عہد شکنی ہو رہی تھی حضور انور کس طرح اپنے عہد پر قایم تھے سر ولیم میور متوفی نے یہاں سخت بے انصافی سے کام لیا ہے وہ لکھتا ہے کہ عربوں کے بین الاقوامی قانون کے مطابق حضور انور سے یہ سخت ناجائز حرکت سرزد ہوئی حالانکہ حضور انور کو اسکی خبر بھی نہیں تھی اور نہ صرف حضور انور کو بلکہ خود قاتل کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ لوگ معاہدہ کر کے آئے ہیں۔

اس عورت کا گھر ہے جو آل بنی فلان سے تھی عامر نے کہا یہ اوس کے غدود کیطرح غدود ہے۔ میرا گھوڑا لاؤ عامر اپنے گھوڑے کی پشت ہی پر مر گیا۔ حرام سلیم کا بھائی اور یہ۔ لنگڑا مرد اور ایک اور مرد آل بنی فلان سے روانہ ہوئے حرام بولا تم دونوں میرے قریب رہنا جب تک کہ میں تمہارے پاس آؤں اگر کافروں نے مجھے امن دیدیا تو تم میرے رہنا اور جو مجھے مار ڈالا تو تم اپنے یاروں کے پاس چلے جانا پھر حرام نے جا کر کافروں سے کہا کیا تم مجھے امن دیتے ہو تا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بیان کروں (یہ کہکر) حرام حدیث بیان کرنے لگے ان لوگوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا اُس نے پیچھے سے آکر حرام کے نیزہ مار دیا۔ ہمام (راوی حدیث شاگرد اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ) کہتے ہیں میں اسحٰق بن عبداللہ کو گمان کرتا ہوں اُس سے کہا یہاں تک کہ نیزہ اسکے پار کر دیا حرام نے کہا اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم میں تو مراد کو پہنچ گیا۔ اور وہ (یعنی قاتل حرام یا ہمراہی حرام) اپنی جماعت سے آکر ملگیا۔ کفار نے تمام مسلمانوں کو سوائے ایک لنگڑے کے جو چوٹی پہاڑ پر تھا مار ڈالا اللہ نے ہمپر یہ آیت اتاری جو پیچھے منسوخ التلاوت ہوگئی "انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا" پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم رعل وذکوان اور بنی لحیان وعصیہ پر جنہوں نے اللہ اور رسول اللہ کی نافرمانی کی تھی پس ۳۰ دن تک صبح کو بددعا کرتے تھے۔

انس رضؓ بن مالک کہتے ہیں جب حرام بن ملحان جو میرے ماموں تھے بیر معونہ کے دن نیزہ سے مارے گئے تو انھوں نے اپنا خون لیکر اپنے منہ اور سر پر مل لیا اور کہا رب کعبہ کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہونچ گیا۔

عامر بن فہیرہ بیر معونہ کے دن شہید کیا گیا۔ ابی اُسامہ روایت کرتے ہشام بن عروہ نے کہا میرے باپ نے

غزوہ بنی النضیر

ماہ ربیع الاول ۴ھ ہجری مطابق جون ۶۲۵ء عیسوی

دو مقتولین کی جن کا ذکر اوپر آیا ہے خون بہا دینے سے پہلے حضور انور بنی النضیر کے پاس گئے تاکہ معاہدہ کے مطابق وہ خون بہا میں کچھ مدد کریں آپکے ساتھ اسوقت حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ سعاد بن معاذ سعید بن حضیر اور سعد بن عبادہ تھے

مجھے خبر دی جبکہ بیر معونہ والے مارے گئے اور عمرو بن امیہ الضمری قید کئے گئے عامر بن طفیل نے ایک مُردے کیطرف اشارہ کرکے عمرو بن امیہ الضمری سے پوچھا یہ کون ہے اس نے جواب دیا یہ عامر بن فہیرہ ہے عامر بن طفیل نے کہا میں نے اُسے دیکھا وہ مارے جانیکے بعد آسمان کیطرف اُٹھا لیا گیا۔ اور میں عامر بن فہیرہ کو آسمان و زمین کے درمیان دیکھتا تھا پھر وہ زمین پر رکھدیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُن کی خبر آئی آپنے (یاروں سے) اُنکے شہید ہونیکی خبر بیان کردی۔ اور فرمایا تمہارے یار مصیبت میں ڈالے گئے پھر اُنہوں نے اپنے رب سے بطور سوال کہا۔ اے ہمارے رب ہمارے بھائیوں کو ہماری اور اپنی باہم رضامندی کی خبر پہنچادے۔ اللہ تعالےٰ نے اُنکا حال یاروں کو بتادیا۔ اسی دن عروہ بن اسماء بن الصلت شہید ہوئے اسی واسطے عروہ بن زبیر (زبیر کے بیٹے کا) نام رکھا گیا اور نیز منذر بن عمرو شہید ہوئے اسی وجہ سے منذر (زبیر کے بیٹے کا) نام رکھا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکماہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھی آپ رعل اور ذکوان اور عصیہ پر جنہوں نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی بددعا کرتے تھے۔ انس بن مالک کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں پر جنہوں نے آپ کے اصحاب کو بیر معونہ پر شہید کیا تھا تیس دن تک صبح کو بددعا کی (یعنی) رعل و ذکوان و بنی لحیان و عصیہ پر جنھوں نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی بددعا فرماتے تھے ابی مجلز (شاگرد انس) نے کہا انس کہتے تھے کہ مقتولین بیر معونہ کے شان میں اللہ نے اپنے رسول پر آیت قرآن بھیجی جسے ہم پڑھتے تھے۔ پھر وہ منسوخ التلاوت ہوگئی (اور وہ یہ ہے) بلغوا عنا قومنا فقد لقینا ربنا فرضی عنا ورضینا عنہ۔

ہفتہ کے دن آپ مدینہ سے باہر تشریف لائے اور پہلے مسجد قبا مین نماز پڑہی پھر آپ بنی النضیر کے پاس تشریف لائے دیکھا کہ وہ سب ایکجگہ جمع ہین آپ آکے اُسی کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا کہ تم دیت کا ایک حصّہ دو بنو النضیر نے کہا اے ابو القاسم ہم آپکو دیت کا ایک حصہ دینے کے لئے تیار ہین ہم آپ پر فدا ہون کہ آپ ہم سے ملنے کے لئے تشریف لائے حضور انور بہت خوش ہوئے یہودیون نے اپنے مہمانون کا جو شیلا خیر مقدم کیا آپ انکے گھر مین اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھ گئے چند منٹ کے بعد یہودیون مین سرگوشی ہونے لگی اور اُنکی نگاہین کچھ پھری ہوئی معلوم ہوئین خطب کے بیٹے نے سب سے پہلے حضور انور کیطرف اشارے کرنے شروع کئے جنکا مطلب یہ تھا کہ اگر اسوقت آنحضرتؐ پر چھت گرادی جائے تو بہت آسانی سے فیصلہ ہوسکتا ہے باہم اشارون ہی اشارون مین سب باتونکا فیصلہ ہوگیا۔ اس کام کے لئے عمرو بن مجاش مقرر ہوا کہ وہ چند آدمیون کو لیکر چھت پر جائے اور اسکو گرادے۔ ان لوگون مین سلام بن مشکم ایک نہایت ہی سنجیدہ شخص تھا اس نے الگ لیجاکے ان سب آدمیون کو سمجھایا کہ جو دغابازی اسوقت تم کرنا چاہتے ہو یہ مناسب نہین ہے اگر تم اپنے ارادے مین کامیاب نہ ہوئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ہمیشہ کیلئے برباد کردیئے جاؤگے۔ اور تمہین لوگ عہد شکن کہین گے اُنھون نے نہ مانا اور چھت کو پتھر گرانے کا پورا انتظام کرلیا۔ حضور انور نے یہ ساری باتین تاڑلین اور آپ سمجھ گئے کہ کوئی حادثہ پیش آنیوالا ہے آپ فوراً وہان سے اُٹھ بیٹھے اور بغیر کچھ کہے سنے باہر تشریف لے آئے اور سیدہ مدینہ کیطرف روانہ ہوگئے اسپر سر ولیم میور متوفی نے یہ بیان کیا ہے کہ حضور انور کا صرف ایک بہانہ تھا کہ یکایک آپ اُٹھ بیٹھے اور آپ کا یہ بیان کرنا کہ مجھے جبرئیل کے ذریعہ سے معلوم ہوا محض بنی النضیر کے برباد کرنے کے لئے تھا میور صاحب کا یہ صرف قیاس ہی قیاس ہے جبکہ اس واقعہ کے بیان مین بیسیون روایتین موجود ہین تو محض اپنے قیاس سے ان روایتون کو قلم انداز کردینا یہ ایک مورخ کی شان سے بعید ہے۔ تاریخی واقعات کے جانچنے مین قیاس کو بالکل دخل نہین ہے۔ اور جو لوگ بیوقوفی سے قیاس اور رائے کو دخل دیتے ہین۔ تاریخ

ہین ان کا پایہ گر جاتا ہے۔

غرض حضور انور زیادہ عرصہ تک تشریف نہ لائے تو صحابہ بھی اُٹھکر مدینہ کی طرف چلے آئے حضرت ابوبکر کی رائے سے صحابہ یعنی حضرت علی وغیرہ حضور انور کے بعد بغیر کھانا کھائے واپس چلے آئے جب یہ سب صحابہ چلنے لگے تو حُیی بن اخطب نے صدیق اکبر سے کہا کہ ابوالقاسم نے بہت جلدی کی ہم ان کے لئے کھانا تیار کر رہے تھے اور وہ اتنے جلدی چلے گئے اس کا جواب صحابہ نے کچھ نہین دیا ان کے چلا آنے کے بعد کنانہ بن صوریٰ نے یہودیون سے کہا کہ تم نے بہت ہی بُرا کیا تمہارا فریب آنحضرت پر کھُل گیا اور تمہین ایک مہمان کے ساتھ ایسی بدسلوکی نہین کرنی چاہیے تھی۔ بخاری نے اسکے متعلق جہان تک دیکھا گیا ہے کوئی روایت نہین لکھی۔ مسلمان مورخون نے جس طرز سے اس واقعہ کا بیان لکھا ہے وہ اس قسم کا نامعقول طرز ہے جس نے نفس واقعہ کو بہت کمزور کر دیا ہے اور ایسی طرز عبارت اور طرز تحریر سے مخالفون کو اعتراض کرنیکا موقع ملا ہے۔ مورخون نے بڑے بڑے طولانی قصے لکھے ہین کہ یہودیون مین یہ گفتگو ہوئی فلان یہودی نے توریت کی قسم کھاکے کہا کہ فی الحقیقت محمد خاتم النبیین ہین اور انھین خدا کیطرف سے تمہاری سازش کی اطلاع ہوگئی ایسی باتون کا یہودیون مین ذکر آجانا قرین قیاس تو ہے مگر اسکا کوئی تبین ثبوت تاریخ مین نہین ملتا پھر بعض مورخون نے یہودیون کے خواب بیان کئے ہین اسکے بعد توریت کی پیشین گوئیون کا تذکرہ ہے حالانکہ نفس واقعہ سے ایسی باتون کا کچھ تعلق نہین ہے اسکے بعد یہ لکھا گیا ہے کہ کنانہ نے یہودیون کو یہ سمجھایا کہ اس طرح محمد تمہین ایک پیغام بھیجین گے کہ تم یہان سے نکلجاؤ بغیر جدال و قتال کے تم اس پیغام کو قبول کر لینا اور یہ کرنا اور وہ نہ کرنا۔ یہ ساری باتین گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہین۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ بنی النضیر سے کئی بار مسلمانون کو صدمہ پہنچ چکا تھا اور اب اخیر دور مین جب اُن کی یہ سازش عیان ہوگئی تو ایسے لوگون کا مدینہ کے قرب وجوار مین رہنا کسی طرح بھی مصلحت نہین تھا۔

صحابہ جب یہودیون کے مکان سے گھبرا کے اُٹھے اور مدینہ کیطرف آئے تو راستہ مین انھون نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ادھر جاتے ہوئے

دیکھا ہے خیر یہ سب صحابہ حضور انور کی خدمت مین پہنچ گئے۔ صورت دیکھتے ہی حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا یارسول اللہ آپ بنو النضیر کے ہان ہمین چھوڑ کے کیون اتنے جلدی چلے آئے حضور انور نے ساری کیفیت بیان کردی حضور انور نے محمد بن مسلمہ کو طلب کیا جب وہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ تم ابھی بنو النضیر کے پاس جاؤ اور اون کو میرا یہ پیغام دو کہ تم میرے شہر سے نکل جاؤ۔ سر ولیم میور متوفی تحریر فرماتے ہین کہ یہ کیسا بیرحمانہ حکم تھا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنو النضیر کو دیا جس حکم کے سنتے ہی یہودیون نے غل مچاکے قاصد سے یہ کہا ہمین یہ خیال نہین تھا کہ تو یا نبی اوسکے قبیلہ کا کوئی شخص ہمارے پاس ایسا حکم لائے گا اس کا جواب محمد بن مسلمہ نے یہ دیا کہ لوگون کے دل اب متغیر ہوگئے ہین پھر آگے چل کے میور صاحب یہ تحریر فرماتے ہین کہ یہودیون کے لئے تو یہ ایک غمناک منظر تھا کہ وہ اپنے وطن زرخیز زمینون اور اپنے لدے پھندے کھجورون کے درختون سے ہمیشہ کے لئے جدا کئے جاتے ہین حقیقت مین ہر تو بہت غمناک مگر حضور انور اور مسلمانون کے مقابلہ مین میور صاحب اسوقت زندہ تھے جب گورنمنٹ روسیہ نے لاکھون یہودیون کو اپنے ملک سے نکالدیا تھا اور انکا بڑا حصہ برفستانی پہاڑون مین ٹھٹھر کے رہ گیا تھا تو ایک مضمون بھی یا کم سے کم ایک فقرہ بھی میور صاحب نے یہودیون کی تائید مین اپنی رحمدلی سے نہین فرمایا اور اسکے علاوہ مثل اپنی نصرانی قوم کے یہودیون کے دشمن ہین مگر مسلمانون کے مقابلہ مین یہی اول درجہ کے دوست اور شفیق ہین اگر کوئی شخص اسکے مقابلہ مین یہ کہے کہ یسوع مسیح کی زیادتی اور گالی گلوچ اسقدر بڑھ گئی تھی کہ یہودی انھین سولی دینے پر مجبور ہوے حالانکہ اس مین یہودیون کا بالکل قصور نہین تھا تو میور صاحب اور انکے ہمخیال نصرانیون کے تن بدن مین مرچین لگ جائین اور وہ بیچارے یہودیون کے سر سارے الزامات تھوپ دین اور کبھی یسوع مسیح کو قصوروار نہ گردانین مذہبی تعصب کا بُرا ہو کہ اس نے بڑے بڑے محققون کی تحقیق پر پانی پھیر دیا ہے اور اچھے اچھے روشن دماغ مورخون کو نیچا دکھایا ہے اگر سر ولیم عقل اور انصاف سے کام لیتے تو انھین بنی النضیر کے جلاوطن ہونے پر کبھی خیال نہ آتا۔

جب حضور انور کا یہ حکم یہودیون کے پاس پہنچ گیا تو وہ شہر بدر ہونے کی تیاری کرنے لگے مگر عبداللہ بن اُبی اور اُس کے گروہ کو حضور انور کا یہ حکم سخت ناگوار گزرا پہلے عبداللہ بن اُبی نے چاہا کہ مین حضور انور اور بنو النضیر مین تصفیہ کرادون مگر اس مین اسے کامیابی نہین ہوئی۔ کیونکہ یہ شخص ایک بہت بڑا منافق تھا اور حضور انور کے ساتھ اس سے پہلے چالبازیان اور فریب کرچکا تھا اس لئے اسکی کوئی بات پذیرا نہین ہوئی۔ جب یہان سے اسے کامیابی ہوگئی تو اس نے بنو النضیر سے کہا کہ تم ہرگز یہان سے نہ نکلو مین تمہین معہ اپنے کل قبیلہ کے مدد دون گا اور ہمارے دوست عرب قبائل بھی تمہارے ساتھ ہوجائین گے بنو النضیر یہ سُنکے خوش ہوگئے اور وہ مسلمانون سے مقابلہ کی تیاری کرنے لگے جب ان کی ساری جنگی تیاریان کامل ہوگئین تو اُنہون نے حضور انور کی خدمت مین یہ کہلا کے بھیجا "ہم کبھی اپنے مقام سے بے دخل نہین ہونگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ تمہارا جی چاہے کرو"

جب حضور انور نے یہ پیغام سُنا تو آپنے بلند آواز سے یہ فرمایا یہودیون کی نیت ہم سے جنگ کرنے کی ہے۔ پھر آپنے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور آپ کے ساتھ کل صحابہ نے تکبیر کہی کہ تمام مسجد النبی کی صداؤن سے گونج اٹھی یک بخت کل مسلمان جنگ کے لئے تیار ہوگئے۔

اس چھوٹی سی مہم کے حضرت علیؓ جھنڈا بردار بنائے گئے اور آپنے نہایت شان سے مسلمانون کو ساتھ لیکے بنو النضیر کی گڑھی کا محاصرہ کرلیا۔ محاصرہ کرانے والے پتھر یا ایک تیر کی دوری پر مقیم تھے یہودی راستہ دیکھ رہے تھے کہ مدینہ یا کسی اور سمت سے انکو مدد آئے مگر ان کی اس امید پر پانی پھر گیا۔ اُنھین نجد کے قبائل سے پوری مدد ملنے کی اُمید تھی۔ اخیران یہودیون نے بنی قریظہ کو لکھ کے بھیجا کہ تم ہماری مدد کرو بنی قریظہ سے کچھ تو ان کی قدیمی کشش چلی آتی تھی اور کچھ وہ حضور انور سے عہد و پیمان کرچکے تھے اس بنا پر اُنہون نے صاف انکار کردیا کہ ہم تمہین مدد نہین دے سکتے تم جانو تمہارا کام جانے۔

اسپر بنی النضیر نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور جہان تک ان سے ممکن ہوا اپنے دشمن کو زک دینے کے لئے کوئی تدبیر اُٹھا نہین رکھی کئی بار بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی ہر مورچہ پر وہ قدم جما جما کے لڑتے تھے اور جب کوئی مورچہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہتا تھا تو اس ترکیب سے وہ پیچھے ہٹتے تھے کہ تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ اُس مورچہ پر قبضہ کر لیتے تھے آخر مسلمانون نے یہ ترکیب کی کہ جہان کوئی مورچہ فتح کیا اسی وقت اُسکو ڈھا دیا پندرہ روز تک لڑائی رہی مسلمان آگے بڑھتے تھے مگر پھر اُنھین پیچھے ہٹنا پڑتا تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ بنی النضیر نہایت ہی محفوظ مقام مین تھے جہان اُنھون نے باہر نکل کے حملہ کیا اور مسلمان مقابل مین آئے انکو دبانے لگے تو وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے اپنی گڑھی مین چلے جاتے تھے مسلمان یہ چاہتے تھے کہ یہ باہر نکل کے اچھی طرح جنگ کرین اور وہ باہر نہین نکلتے تھے آخر ایک اسلامی دستہ نے اُن کے چند خرمہ کے درخت کاٹ ڈالے کہ یہ غصہ مین باہر نکل آئین اسپر اُنھون نے اعتراض کیا اور آنحضرت کی خدمت مین کہلا کے بھیجا کہ تمنے قانون جنگ کے خلاف عملدرآمد کیا حالانکہ اسوقت کوئی قانون جنگ منضبط نہین ہوا تھا اسپر سر ولیم میور صاحب متوفی نے بہت ہی زور باندھا ہے وہ لکھتے ہین کہ اس سے زیادہ بیرحمانہ کام اور کوئی نہین ہو سکتا تھا کہ یہودیون کے خرموں کے درخت کاٹ ڈالے یہ درحقیقت ایک عجیب منطق ہے دو مخالف گروہون مین لڑائی ہو رہی ہے اور ہر گروہ اپنے دشمن کو زک دینا چاہتا ہے ایسی حالتمین چند خرمون کے درختون کا کٹ جانا کس طرح ایک بیرحمی کا فعل ہوا جبکہ آدمیون کی گردنین کٹ رہی تھین۔ اور کسی صورت سے بھی دنیا مین کوئی شخص یہ نہین کہنے کا کہ خرمہ کا درخت انسان کی جان سے زیادہ قیمتی تھا اس تہذیب اور متمدن زمانہ مین جسوقت ایک سلطنت کسی دوسری سلطنت پر حملہ کرتی ہے تو اس سے ہزار درجہ بیرحمی کے افعال طرفین سے سرزد ہو جاتے ہین مکانات اور شہرون کو بیخ و بنیاد سے اُکھیڑ کے پھینک دیا جاتا ہے قلعے منہدم کر دیئے جاتے ہین اثاث البیت برباد کر دیا جاتا ہے اور انسانی خون ایسا مباح ہوتا ہے کہ گنہگار اور بیگناہ سب قتل کر دیئے جاتے ہین۔ میور صاحب کے وہ یہودی جنھون نے ان کے خلاف مسیح کو سولی پر چڑھا دیا تھا

ایسے پیارے تھے کہ ان کے چند کھجوروں کے درخت کٹنے پر انھیں ایسا غصہ آیا کہ وہ دنیا کے ایک نہائی حصہ مخلوق کے پیشوا کو سخت توہین آمیز جملوں سے یاد کرنے لگا اور ایسے درشت اور ناپاک الفاظ اُنھوں نے اپنی کتاب لائف آف محمد جلد ۳ صفحہ ۲۱۳ میں لکھے ہیں کہ ان کی عیسائیت پر سخت تعجب آتا ہے اگر وہ اپنے خداوند مسیح کے پورے کرتوت پیش نظر رکھتے تو انھیں ایسے بدتہذیب کلمے مونہ سے نکالنے کی جرأت نہ ہوتی۔

اخیر بیس روز کی جنگ کے بعد یہودیوں کیطرف سے پیغام صلح آیا حالانکہ وہ بالکل مغلوب ہو چکے تھے لیکن اسپر بھی حضور انور نے صلح منظور کر لی مگر شرط یہ قرار پائی کہ تین آدمیوں کے پیچھے ایک اُونٹ وہ لے لیں اور جتنا سامان ان سے ان اُونٹوں پر لادا جائے وہ لادیں باقی جو کچھ بچے وہ مسلمانوں کا حق ہے اس سے زیادہ رحم ایک دشمن کے ساتھ اور کیا ہو سکتا ہے کہ غلبہ پاکے اسکو کچھ نہ کہا اور حفاظت سے سب سامان کے نکل جانے دیا اس صلحنامہ ہونیکے بعد حضور انور مدینہ تشریف لے آئے اور یہودیوں نے اپنا کل سامان اونٹوں پر بار کر لیا یہانتک کہ گھر کے کواڑ اور پانی پینے کے برتن بھی اُنھوں نے نہیں چھوڑے اور وہ سیدھے شام کی سڑک کیطرف ہولئے مگر انمیں سے بعض یہودی جیسے بن اخطب۔ سلام اور کنعانہ اپنے تینوں سرداروں کے ساتھ خیبر کیطرف چلے گئے اور باقی ماندہ جنوبی شام کیطرف مگر صرف دو یہودیوں نے اسلام قبول کیا مسلمان ہوتے ہی اُنھیں اُنکی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ پر قبضہ دیدیا گیا ان دو یہودیوں کا نام یامین اور ابوسعید تھا (ہشامی صفحہ ۲۰۲) یامین عمرو بن جحش کا چچازاد بھائی تھا اور یہ وہ شخص تھا جو حضور انور پر چھت سے پتھر پھینکنے پر مقرر ہوا تھا حضور انور نے اُسے علیحدہ بلا کے کہا کہ سن یامین کیا تو نہیں دیکھتا کہ میں نے تیرے چچازاد بھائی عمرو کے ہاتھ سے کیسی پریشانی اُٹھائی ہے اور اُس نے مجھ کو قتل کرنیکی کیسی بڑی سازش کی تھی (ہشامی صفحہ ۲۰۲) اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ بیشک سازش ہوئی تھی اور حضور انور کی سچائی ایسی اُسکے دل پر غالب ہوئی کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

بنی النضیر کی کل زمینیں حضور انور کیطرف منتقل ہو گئیں اگرچہ قانون عرب کے مطابق ایسا مال دون بغیر جنگ یا بغیر پورا قبضہ حاصل کئے ہاتھ لگے وہ خالص حضور انور کا ہوتا تھا مگر پھر بھی حضور انور نے

یہودیوں کی ساری ملکوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ مال لینے والوں میں وہ وہ انصار تھے جنہوں نے محلہ میں بڑی شجاعت دکھائی تھی باقی مہاجرین تھے مثلاً ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت زبیرؓ اور رسول خدا کے دوسرے صحابہ جنھیں یہودیوں کے مال کی تقسیم کی گئی اس مال کا ایک عجیب قصہ ہے جو قطعہ زمین حضور انور کے حصہ میں آیا تھا اس کا متولی حضرت فاروق اعظم نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت علی اور حضرت عباس کو کر دیا تھا اور حکم دیدیا تھا کہ جو عمل رسالتمآب حضورؐ کی زندگی میں قائم تھا قائم رکھنا مگر حضرت علی نے اپنے حق سے زیادہ اس میں سے حصہ لے لیا حضرت عباس کے حق کو غصب کر لیا اسپر حضرت عباس اور حضرت علی کی خوب لڑائی ہوئی اور دونوں لڑتے ہوئے حضرت فاروق اعظم کے پاس آئے یہانتک کہ اس معاملہ میں دونوں کی گالی گلوچ ہو گئی۔ بخاری نے اپنی کتاب مغازی میں ایک طولانی حصہ میں اس سارے قصہ کو نقل کیا ہے جس کا ترجمہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ اسی حدیث میں لفظ تسابا حضرت علی اور حضرت عباس کی گفتگو کے متعلق بیان کیا ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ وہ آپس میں گالی گلوچ کر رہے تھے اخیر حضرت عمر نے ان دونوں کو قائل کر کے ان کا فیصلہ کیا اگر حضرت عمر فیصلہ نہ کرتے تو چچا بھتیجوں کی تلوار مار کٹائی ہو جاتی کیونکہ گالی گلوچ تک تو نوبت پہنچ ہی چکی تھی۔ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔ حضرت زہری کہتے ہیں مجھے مالک بن اوس بن حدثان النصری نے خبر دی اُسے عمر بن الخطاب نے بلایا تھا اسی اثنا میں اُن کے پاس دربان یرفا آکر کہا کیا آپ کو عثمان اور عبدالرحمان بن عوف اور زبیر اور سعد (رضی اللہ عنہم) کی ضرورت ہے وہ آنا چاہتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا انھیں میرے پاس آنے دے پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر آیا اور کہنے لگا کیا آپ کو علی اور عباس کے آنیکی ضرورت ہے وہ آنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا ہاں۔ جب وہ دونوں اندر آگئے عباس بولے یا امیر المومنین میرا اور اسکا فیصلہ کیجئے۔ وہ دونوں اس مال میں جھگڑتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بنی النضیر کے مال غنیمت میں سے دیا تھا۔ (اور حضرت عمر نے اسکا اہتمام ان دونوں کے سپرد کر دیا تھا) حضرت علی اور حضرت عباس کے درمیان گالی گلوچ ہوئی جماعت (حاضرین) نے کہا اے امیر المومنین ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے تو ایک کو

دوسرے سے آرام دیجے۔ حضرت عمر نے فرمایا ذرا ٹھہرو میں تمہین اُس خدا کی قسم دلاتا ہون جس کے حکم سے آسمان اور زمین قایم ہے کیا تم نہین جانتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے جو کچھ ہم چھوڑین وہ صدقہ ہو کسیکا ترکہ نہین۔ اُس سے خاص اپنی ذات مراد لی ہے۔ سبنے کہا بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا پھر حضرت عمر نے حضرت علی اور عباس کیطرف متوجہ کرکے کہا مین تمہین بھی خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کیا تم بھی جانتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ اُنھون کہا ہان فرمایا تھا ..... حضرت عمر بولے مین تم لوگون سے اس امر کی حقیقت بیان کرتا ہون۔ اللہ عزوجل نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت مین خاص کیا تھا یعنی اَیکو سوا اور کسی بنی کو نہین دیا چنانچہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب الی قولہ قدیر۔ (یعنی جو مال اللہ نے اپنے رسول کے واسطے بنی النضیر کا فی (یعنی غنیمت) مین دیا تھا اُس پر تم نے اپنے گھوڑے اور سوار یا ان نہین دوڑائی تھین (یعنی بے مشقت اللہ نے دیدیا لفظ قدیر تک۔ پس یہ آنحضرت کی خصوصیت تھی پھر بنی اوٹہ تمہارے لیے جمع نہین ہے (بلکہ عامہ مسلمین کا حق ہے) اور نہ تم کو اُسپر مختار بنایا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے درمیان تقسیم کر دیا تھا یہ تھوڑا مال جو باقی رہا اُسمین سے اپنی بیویونکا سال بھر کا خرچ کرکے جو کچھ بچتا تھا اُسے اللہ کی راہ مین خرچ کرتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی مین بھی عملدرآمد کرتے رہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضرت ابوبکر نے کہا مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہون اسپر قبضہ کر لیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیطرح عملدرآمد کرتے رہے اور تم اے حضرت علی اور عباس کیطرف متوجہ کرکے کہا اسوقت حضرت ابوبکر شکوے کرتے تھے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ ابوبکر اسمین سچے نیکوکار نیکبخت متبع امر حق تھے۔ جب حضرت ابوبکر نے وفات پائی تب مین نے کہا مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کا ولی ہون مین نے اپنے زمانہ خلافت مین دو سال تک وہی عمل کیا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر نے کیا تھا اور اللہ جانتا ہے مین اسمین سچا نیکوکار نیکبخت متبع امر حق تھا پھر تم دونون آئے اور تم مین اچھا اتفاق تھا ایک بات ایک کام پر تھے۔

اے عباس کیا تم میرے پاس نہیں آئے اور میں نے یہ نہیں کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہمارا مال میراث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ پھر میرے دل میں آیا کہ اُس مال کا اہتمام تم دونوں کے سپرد کر دوں۔ تب میں نے (بطور شرط) تم سے یہ کہا اگر تم چاہو تو میں تم دونوں کو وہ مال اُس اقرار پر دیدوں کہ تم اللہ کا عہد و ذمہ ہی یہ کہ تم دونوں اُسپر عمل کرو جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر نے کیا اور جیسا کہ میں نے اپنی ابتدائے خلافت سے کیا۔ ورنہ تم مجھ سے کلام نہ کرنا۔ تم دونوں نے کہا اسی شرط پر ہمیں وہ مال دیدو۔ تب میں نے وہ مال تمہیں دیدیا قسم ہو میں قیامت تک اس معاملہ پر دوسرا حکم نہ دوں گا۔ اب اگر تم دونوں اس سے عاجز ہو گئے تو دو مجھے دیدو میں ہی اسمیں تمہارا کام کرونگا۔ قرآن مجید کی سورۃ الحشر میں بنی النضیر کے معاملہ کا مفصل ذکر آیا ہے جسے ہم یہاں درج کر دیتے ہیں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وہو العزیز الحکیم۔ ہو الذی اخرج الذین کفروا من اہل الکتٰب من دیارہم لاول الحشر ما ظننتم ان یخرجوا وظنوا انہم مانعتہم حصونہم من اللہ فاتٰہم اللہ من حیث لم یحتسبوا وقذف فی قلوبہم الرعب یخربون بیوتہم بایدیہم وایدی المؤمنین فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ولولا ان کتب اللہ علیہم الجلاء لعذبہم فی الدنیا ولہم فی الاٰخرۃ عذاب النار۔

ترجمہ

اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے اُن اہل کتاب کو جو کافر ہو گئے تھے اُنکے گھروں سے پہلی ہی لشکر کشی میں نکال دیا تم یہ خیال (بھی دلمیں) نہ لاتے تھے کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ انکے قلعے خدا (کے عذاب) سے اُنکے محافظ ہیں۔ پس اللہ (کا عذاب) اُنپر اس طرح آیا کہ اُنکو معلوم نہ ہوا۔ اور اللہ نے اُنکے دلوں میں رعب ڈالدیا کہ وہ اپنے ہی ہاتھوں سے اور (نیز) مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو ویران کرنے لگے پس (اے آنکھوں والو) عبرت حاصل کرو۔ اور اگر اللہ نے اُنکو اور پر جلاوطنی کا مقدمہ نہ کر دیا ہوتا تو یقیناً دنیا (ہی) میں انھیں عذاب کرتا اور آخرت میں (تو) ان کے لئے آگ کا عذاب (تیار ہی) ہے۔

ذلک بانھم شاقوا اللہ ورسولہ ومن یشاقق اللہ فان اللہ شدید العقاب
ما قطعتم من لینۃ او ترکتموھا قائمۃ علی اصولھا فباذن اللہ ولیخزی
الفسقین۔ وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل
ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شیء قدیر۔
ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول ولذی القربی
والیتمی والمسکین وابن السبیل لا یکون دولۃ بین الاغنیاء
منکم وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ
ان اللہ شدید العقاب۔ للفقراء المھجرین الذین اخرجوا من دیارھم
واموالھم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ
اولٰئک ھم الصٰدقون۔

ترجمہ

یہ اس سبب سے کہ انہوں نے اللہ کی اور اسکے رسول کی مخالفت کی اور جو کوئی اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو بیشک (اسپر عذاب ہوتا ہے کیونکہ) اللہ سخت عذاب والا ہے (اے مسلمانو) تمنے جو (کافروں کے) پیڑ کے درخت کاٹ ڈالے یا انکو انکی جڑ پر باقی رکھا تو (یہ سب) اللہ کے حکم سے (تمنے کیا) اور اس لئے کہ اللہ کافروں کو رسوا کرے اور جو مال کہ نبی (نضیر کے) کافروں سے اللہ نے اپنے رسول پر فائض کیا ہے نہ تو اسپر تم نے (اپنے) گھوڑے اٹھائے نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جسپر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جو کچھ اللہ نے بستیوں والوں (کے مال) سے اپنے رسول پر قابض کیا ہے تو وہ اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے اور (رسول کے) قرابت والوں کے لئے اور یتیموں کے لئے اور مسافروں کے لئے (یہ حکم اللہ نے دیا) تاکہ (وہ مال) تمہارے مالداروں کے درمیان دست گردان نہ ہو اور جو تم کو رسول دیدیں تو تم لے لو اور جس سے تم کو منع کر دیں تو اس سے باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (وہ مال) ان مہاجر فقیروں کے لئے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (اللہ کے لئے) نکال لئے گئے۔ وہ اللہ کا فضل اور اسکی رضامندی کے طلبگار ہیں اور اللہ (کے دین) کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں۔

والذین تبوء الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم
حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن
یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون ۔ والذین جاءو من بعدھم یقولون
ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین
آمنوا ربنا انک رؤف الرحیم ۔ الم تر الی الذین نافقوا یقولون لاخوانھم
الذین کفروا من اھل الکتب لئن اخرجتم لنخرجن معکم ولا نطیع فیکم احدا
ابدا وان قوتلتم لننصرنکم ط واللہ یشھد انھم لکذبون لئن اخرجوا لا یخرجون معھم ج
ولئن قوتلوا لا ینصرونھم ج ولئن نصروھم لیولن الادبار ثم لا ینصرون ۔
لانتم اشد رھبۃ فی صدورھم من اللہ ط ذلک بانھم
قوم لا یفقھون ۔

ترجمہ

اور (نیز وہ مال) ان لوگوں کیلئے ہے جو (مہاجرین سے) پہلے دارالاسلام میں اور ایمان میں مہاجرین کے آنے سے پہلے اپنا گھر بنا لیا ہے جو کوئی انکی طرف ہجرت کر (کے) آتا ہے اسکو دوست رکھتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ مال غنیمت کبھی اسے زیادہ دیا جاتا ہے تو اسکی طرف اپنے دلوں میں کچھ حسد نہیں پاتے اور مہاجرین (کیمدت) کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں گو انہیں خود (کتنی ہی) احتیاج (کیوں نہ) ہو اور جو کوئی اپنے دل کے لالچ سے بچایا تو وہی لوگ کامیاب ہونیوالے ہیں اور (نیز وہ مال) ان لوگوں کے لئے ہے جو بعد مہاجرین و انصار کے (دائرہ اسلام میں) آئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں بخشدے اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کا حسد نہ ڈال ۔ اے ہمارے پروردگار بیشک تو شفقت کرنیوالا مہربان ہے (اے نبی) کیا تم نے ان لوگوں کیطرف نظر نہیں کی جو منافق ہوگئے وہ اپنے ان بھائیوں سے جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں کہتے ہیں کہ بیشک اگر تم (مدینے سے) نکالدیئے جاؤ گے تو یقیناً بلاشبہ ہم (بھی) تمہارے ہمراہ نکل چلینگے اور تمہارے بارے میں کبھی کسیکا کہا نہ مانینگے اور اگر تم سے جنگ کیجائیگی تو بیشک یقیناً ہم تمہاری مدد کرینگے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یقیناً یہ لوگ جھوٹے ہیں بیشک اگر وہ (کافر) نکالدیئے جائیں گے تو یہ انکے ہمراہ نہ نکلینگے اور اگر ان سے جنگ کیجائیگی تو یہ انکی مدد نہ کرینگے اور اگر یہ انکی مدد بھی کریں تو بیشک یقیناً یہ (بھی) انکی طرح پیٹھ پھیر (کر بھاگ) جائینگے پھر انہیں مدد نہ دیجائیگی بیشک (اے مسلمانو) تمہارا خوف ان (منافقوں) کے دلوں میں اللہ سے (بھی) زیادہ ہے اس سبب سے کہ یہ ایسے لوگ ہیں

لا یقاتلونکم جمیعا الا فی قری محصنۃ او من وراء جدر باسھم بینھم شدید تحسبھم جمیعا و قلوبھم شتی ذالک بانھم قوم لا یعقلون۔ کمثل الذین من قبلھم قریبا ذاقوا وبال امرھم ولھم عذاب الیم۔ کمثل الشیطن اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک انی اخاف اللہ رب العالمین۔ فکان عاقبتھما انھما فی النار خالدین فیھا ط وذلک جزاؤ الظالمین۔ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد ج واتقوا اللہ ط ان اللہ خبیر بما تعملون۔ ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسھم انفسھم اولئک ھم الفسقون لا یستوی اصحب النار واصحب الجنۃ ط اصحب الجنۃ ھم الفائزون لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ ط وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون۔

ترجمہ

یہ (یہودی) تم سے سب ملکر (بھی) نہیں لڑسکتے مگر محفوظ مقامات میں (بیٹھکر) یا کسی دیوار کے پیچھے (چھپکر) لڑسکتے ہیں) انکی لڑائی (خواہ) آپس میں (بھی) بہت سخت ہے تم انھیں (بظاہر) دیکھتے ہو حالانکہ اُنکے دل جدا ہیں یہ اس سبب سے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔ ان لوگوں کی حالت مثل (اُن لوگوں) کے ہے جو ان سے پہلے تھے انہوں نے اپنے عمل (بد) کا وبال (دنیا میں بھی) چکھ لیا اور انکے لئے (آخرت میں بھی) (دردینے والا) عذاب ہے (منافقوں کا معاملہ کافروں کے ساتھ) شیطان کی حالت کے مثل ہے جبکہ اُس نے انسان سے کہا کہ کافر ہوجا پھر جب وہ کافر ہوگیا تو شیطان نے کہا کہ بیشک میں تجھسے بیزار ہوں بیشک میں اللہ رب العالمین سے خوف کرتا ہوں پس انجام اُن دونوں کا (یعنی شیطان اور اس انسان کا) یہ ہے کہ وہ دونوں دوزخ میں جائینگے ہمیں ہمیشہ رہینگے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔ اے مسلمانو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو چاہیئے غور کرے کہ اسنے کل کے لئے کیا کرکے بھیجا ہے اور تم سب لوگ اللہ سے ڈرو بیشک جو تم کرتے ہو اللہ اُس سے خبردار ہے اور تم اُن لوگوں کی مثل نہ جاؤ جنہوں نے اللہ کو فراموش کردیا پس اللہ نے انھیں (جو) اُن کی جانوں سے غافل کردیا یہی لوگ فاسق ہیں۔ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں جنت والے ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو بیشک تم اُسے اللہ کے خوف سے عاجزی کرتا ہوا پاش پاش دیکھتے اور یہ مثالیں ہم تو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔

ہو اللہ الذی لا الٰہ الا ہو عٰلم الغیب والشہادۃ ج ہو الرحمٰن الرحیم ہو اللہ الذی لا الٰہ الا ہو ج الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون۔ ہو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ یسبح لہ ما فی السمٰوٰت والارض ج وہو العزیز الحکیم۔

ترجمہ

وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہاں و آشکارا جاننے والا۔ وہی بخشنے والا مہربان ہے وہی اللہ ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے نہایت پاک (سب عیبوں سے) صاف امن دینے والا نگہبان غالب خود مختار بڑائی والا۔ پاک ہے اور ان چیزوں سے جنکو یہ اُسکا شریک بتاتے ہیں وہی اللہ ہے پیدا کرنیوالا نیا بنانے والا صورت بنانے والا اس کے (بہت اچھے) اچھے نام ہیں اُسکی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں میں اور زمین ہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

جو کچھ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے وہ بہت ہی کامل اور ٹھیک ہے مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

معتمدی کا عہدہ

اسوقت تک کوئی مسلمان عبرانی یا شامی زبان نہیں جانتا تھا جتنی دستاویزیں یا معاہدہ یا فرمان عبرانی یا شامی زبان میں لکھے گئے تھے وہ سب یہودیوں کے ہاتھ کے تھے جو حضور انور کو اپنی قوم کا دشمن سمجھتے تھے اور جو بجائے خود رسول اور خدا کے یقینی دشمن تھے اپنے اعتبار نہ ہو سکتا تھا اپنے مطلب کے مطابق معاہدوں میں تغیر و تبدل کر دینا ممکن تھا حضور انور نے اس سخت ضرورت کو محسوس کیا اور آپنے زید جیسے ذہین لڑکے کو جو ثابت کا بیٹا اور مدینہ کا رہنے والا تھا یہ حکم دیا کہ وہ عبرانی اور شامی زبانیں سیکھے چنانچہ اس ذہین لڑکے نے بہت جلد عبرانی اور شامی زبانیں سیکھ لیں اور عربی اس بچہ کو پہلے ہی سے سکھا دی گئی تھی۔ اب حضور انور نے اس بچہ کو اپنا معتمد بنا لیا تمام فرامین تمام خطوط کے جواب تمام معاہدے سب زید کے ہاتھ لکھے جاتے تھے اور زید کو حضور انور کا پرائیویٹ سکرٹری یا معتمد خاص سمجھنا چاہیئے۔ ان ہی زید نے حضرت

صدیقؓ اکبر کے زمانہ مین قرآن مجید جمع کیا تھا اور منجملہ اور کاتبون کے یہ بھی ایک کاتب قرآن ہین۔

حضور انور نے مدینہ مین نزول اجلال فرمایا ہے تو زید کی عمر گیارہ برس کی تھی اور اب جبکہ وہ معتمد خاص بنائے گئے تو ان کی عمر پندرہ یا سولہ برس کی تھی کہتے ہین انھون نے عبرانی پندرہ دن مین سیکھلی اور وہ اپنے کان مین قلم رکھ لیا کرتے تھے محض اس لئے کہ بھولی ہوئی چیز جلدی سے یاد آجائے۔

(کاتب الواقدی صفحہ ۱۷۲۔ طبری صفحہ ۴۳۱)

دسوان باب

سنہ ۴ھ ہجری ۔ مطابق سنہ ۶۲۵-۶۲۶ع

بنی النضیر کے اخراج کے بعد ڈیڑھ سال تک مدینہ مین کسی قسم کی پریشانی اور کسی قسم کی امن مین خلل اندازی نہین ہوئی نہایت سکون اور آرام سے اہل مدینہ نے یہ ڈیڑھ برس گزارا اور سنہ ۴ھ ہجری کا موسم گرما اور موسم خزان نہایت امن سے بسر ہوا مگر اس کے بعد پھر وہ موقعہ سامنے آیا جس مین مدینہ اور مکہ کی فوجین بدر مین مقابل ہوئین اور ابوسفیان چونکہ وعدہ کرچکا تھا کہ مین دوسرے سال مدینہ پر حملہ کرکے اُحد کی فتح کی تکمیل کرونگا اس لئے اُسنے یہ موقعہ غنیمت جانکر مدینہ پر فوج کشی کی مکہ مین بہت سخت قحط پڑرہا تھا اور اسکی یہ خواہش تھی کہ ایک تو اپنا وعدہ پورا کرون دوسرے ایسے شہر پر تخت و تاراج کرون جو اُسوقت بہت ہی بارآور ہے۔

مورخون نے اس کا نام غزوہ بدر موعد یا بدر صغرے رکھا ہے اسکی مفصل کیفیت یہ ہی کہ جب نعیم بن مسعود اشجعی مکہ مین عمرہ گزارنے کے لئے آیا تو ابوسفیان نے اس سے کہا کہ اُحد کے دن ہمنے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ہم نے دوبارہ حملہ کرنیکا عہد کرلیا ہی اب تو ایک کام کرکہ سیدہا مدینہ مین چلا جا اور وہان جاکے یہ خبر اُڑادے کہ اہل مکہ نے بہت بڑی تیاری مدینہ پر کرنیکی کی ہے تاکہ ان کے دلون مین دہشت بیٹھ جائے اور وہ مدینہ سے باہر لڑنے کے لئے نہ نکلین ہم اس صورت سے اطراف مدینہ کو خوب لوٹ لین اور جو نقصانات قحط کیوجہ سے ہوئے ہین انکا بدلہ کرلین۔ نعیم کو کئی اُونٹ اس کے صلہ مین دینے قرار پائے اور اسکی ضمانت سہل بن عمرو نے دی چنانچہ نعیم سیدہا مدینہ مین آیا اور اس نے بہت کچھ مبالغہ آمیز روایتین اہل مکہ کی تیاری کی بیان کین یہ خبر سنکے مدینہ مین سنسناہٹ سی پیدا ہوگئی اور ایک سخت پریشانی چھاگئی جب حضور انور نے یہ کیفیت دیکھی تو آپنے سخت غصہ ہوکے اور قسم کھاکے یہ فرمایا کہ مین ضرور بدر پر جاکے مشرکون کا مقابلہ کرونگا یہان تک کہ مین تنہا جاتے اور مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہون

حضور انور کے اس جوش نے ایک نئی روح اہل مدینہ کے جسمون مین پھونک دی اور وہ لڑنے کے لئے آمادہ ہوگئے چنانچہ ۱۵۰۰ جانبار جو اتنی تعداد کے آج تک حضور انور کی سرکردگی مین میدان جنگ مین نہین آئے تھے شمشیر بکف ہوکے میدان مین جانے کے لئے راضی ہوگئے اور بہت سے آدمی اپنے ساتھ لاکھون روپیہ کی تجارت کی چیزین بھی سالانہ میلہ مین فروخت کرنے کے لئے لیگئے اس فوج نے بدر مین جاکے اپنا کیمپ نصب کیا اور آٹھ روز تک قریشون کے انتظار مین شمشیر بکف رہے اور اس اثنار مین اپنا تجارتی مال نہایت کامیابی اور نفع سے فروخت کیا۔ ابوسفیان کی چونکہ گیدڑ بھبکی تھی اور اس مین لڑنے کا دم ورد نہین تھا وہ قوم کو دکھانے کے لئے دو ہزار پیدل اور پچاس سوار لیکے مکہ سے چلا تھا مگر جب اس نے مسلمانون کا یہ جوش و خروش دیکھا اور انھین جنگ کے لئے آمادہ پایا وہ دُم دبا کے اُلٹا مکہ کیطرف بھاگ گیا اور مسلمانون کو خداوند تعالے نے یہ نمایان کامیابی اور فتح عنایت فرمائی۔

غزوہ ذات الرقاع

قریشون کو اس وقت بہت سخت زک ملی کہ سوائے دھوم دھام اور ظاہری نمایش کے اور کچھ بھی نہ ثابت ہوا اسلئے قریشون نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے دوسرے سال بہت بڑا حملہ کرنے کی تیاری کا ارادہ کیا۔

۵ سنہ ہجری کے آغاز مین اور ماہ محرم مطابق مئی سنہ ۶۲۶ع مین جب حضور انور کو یہ خبر لگی کہ بنی غطفان کے چند قبیلے یعنی بنی انمار و ثعلبہ فلان مقام پر جمع ہوکے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہین تو حضور انور چھوٹی سی فوج کو ساتھ لیکے جسمین چار سو مسلمان تھے ذات الرقاع کی طرف روانہ ہوئے جب بدوین نے یہ دیکھا کہ حضور انور اس تیاری سے تشریف لا رہے ہین مقابلہ کرنا مشکل ہے تو وہ پہاڑون کی طرف بھاگ گئے اور اپنی عورتون اور بچون کو اپنے مکانون مین چھوڑ گئے جب حضور انور مع اپنی فوج کے یہان پہونچے تو آپنے دیکھا کہ مردون مین سے ایک بھی نہین ہے۔ کل عورتین اور بچے بطور اسیران جنگ کے مدینہ آگئے پندرہ روز تک حضور انور

مدینہ سے باہر رہے۔

نماز خوف

اسی غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف سب سے پہلے پڑھی گئی وجہ صرف یہ تھی کہ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ مرد سب چلے گئے ہیں تو انھیں اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ چھپ نہ گئے ہوں اور بے خبری میں ہم پر نہ آپڑیں اس لئے یہاں نماز خوف پڑھی گئی مسلمانوں کی فوج کا ایک دستہ شمشیر بند خاص مقام پر نصب کر دیا گیا کہ اگر وہ شب خون کرنا چاہیں تو مسلمانوں کو پناہ ملے۔

نماز خوف کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے جیسا کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔

اور (اے مسلمانو) جب تم زمین میں سفر کیا کرو تو (اس میں) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز سے کچھ کم کر دیا کرو اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے یہ کافر تمہارے صریح دشمن ہیں اور (اے نبی) جب تم اُن میں موجود ہو (اور لڑائی کی آگ بھڑک رہی ہو) اور تم ان کے لئے نماز قائم (کرنے کا ارادہ) کرو تو (یہ) چاہیئے کہ (مسلمانوں کے دو گروہ کر دو ایک گروہ کو دشمن کے مقابلہ پر بھیجدو اور) اُن میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ رہے اور (اُنھیں) چاہیئے کہ (نماز کی حالت میں) اپنے ہتیار لئے رہیں پھر جب (یہ لوگ) سجدہ کر چکیں تو (انھیں) چاہیئے کہ وہ تمہارے پیچھے (یعنی دشمن کے مقابلہ پر) ہو جائیں اور چاہیئے کہ (وہ) دوسرا گروہ (جو دشمن کے مقابلہ میں تھا اور (ابھی) جس نے نماز نہیں پڑھی پس وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں اور انھیں (بھی) چاہیئے کہ اپنی حفاظت کی چیزیں اور اپنے ہتیار (نماز کی حالت میں) لئے رہیں کافر یہ

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ان الکفرین کانوا لکم عدوا مبینا واذا کنت فیہم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منہم ولیاخذوا اسلحتہم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفۃ اخرٰی لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرھم واسلحتہم ود الذین کفروا۔

چاہتے ہیں کہ کاش (کسی طرح) تم اپنے ہتیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو یکبارگی تم پر جھک پڑیں (لہٰذا تم ہوشیار رہو) اور اگر تمھیں بارش (کے سبب) سے کچھ تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو تم پر (اس میں) کچھ گناہ نہیں کہ اپنے ہتیار (اُتار کر) رکھدو اور اپنی حفاظت کی چیزیں لئے رہو (اور خوب یاد رکھو کہ) بے شک اللہ نے کافروں کے لئے (سخت) ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر جب تم نماز ختم کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرو۔ پھر جب (جنگ موقوف ہو جائے اور) تم مطمئن ہو جاؤ تو (اپنے معمول کے موافق نماز پڑھو بے شک نماز ایمان والوں پر (ایسا) فرض ہے (جس کا) وقت (اللہ کی طرف سے) مقرر کیا ہوا ہے اور (اے مسلمانو) کافروں کے تعاقب میں سستی نہ کرو اگر تم تھک گئے ہو تو بیشک جیسے تم تھکے ہو وہ (بھی) تھک چکے ہیں اور (تم کو اتنی قوت بھی ہے کہ) تم اللہ سے اس چیز کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں ہیں اور اللہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔

لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ ولا جناح علیکم ان کان بکم اذی من مطر او کنتم مرضی ان تضعوا اسلحتکم وخذوا حذرکم ان اللہ اعد للکفرین عذابا مہینا فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم فاذا اطمانتم فاقیموا الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتبا موقوتا۔ ولا تہنوا فی ابتغاء القوم ان تکونوا تالمون فانہم یالمون کما تالمون وترجون من اللہ ما لا یرجون وکان اللہ علیما حکیما۔

غزوہ دومۃ الجندل

غرّہ ربیع الاول ۵ھ ہجری مطابق جولائی ۶۲۶ء

دوسری مہم دومۃ الجندل کی طرف روانہ کی گئی یہ مقام حدود شام میں واقع ہے اور بحر احمر اور خلیج فارس کے بیچ میں پڑتا ہے یہاں رہزنوں کا ایک بہت بڑا گروہ پیدا ہو گیا تھا

اور شب و روز مسافروں کو لوٹا کرتا تھا روز بروز اس کی قوت بڑھتی جاتی تھی اور اس بات کا پورا خوف ہو گیا تھا کہ یہ قطاع الطریق کہیں مدینہ پر حملہ نہ کر بیٹھیں اس خوف کو محسوس کرنے کے بعد حضور انور نے امن اور جان و مال کی حفاظت کے لئے ان پر چڑھائی کی تکلیف گوارہ فرمائی اور آپ ایک ہزار جانباز مسلمانوں کو ساتھ لیکے حملہ کی غرض سے اس موضع کی طرف روانہ ہوئے راہ میں آپ کو یہ خبر لگی کہ ان لوگوں کے مویشی فلاں مقام پر موجود ہیں آپ نے فوراً چند مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان کے مویشی گرفتار کر لئے جائیں چنانچہ ایک بہت بڑی تعداد مویشیوں کی گرفتار کر لی گئی۔

مسلمانو! مورخوں نے اس غزوہ کا بہت ہی مختصر سا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ تین چار سطروں میں اس کا بیان ختم کر دیا موضع مذکور پر پہنچنے کے متعلق مختلف روایتیں ہیں بعض میں تو یہ ذکر ہے کہ آپ اس مقام پر پہنچ گئے تھے۔ بعض میں یہ بیان ہے کہ آپ قلعہ کو کر فتار کر کے راستہ میں ہی سے واپس چلے آئے تھے مگر روایتوں کی کثرت اسطرف ہے کہ آپ کی آمد آمد کی خبریں سنکر کل رہزن بھاگ گئے اور آپ نے موضع میں پہنچ کے انکے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور محمد بن سلمہ نے ان میں سے ایک شخص کو گرفتار کر کے حضور انور کی خدمت میں بھی پیش کیا وہ شخص حضور انور کے ہمرکاب مدینہ میں چلا آیا اور مسلمان ہو گیا مہینہ بھر تک حضور انور سے مدینہ خالی رہا آپ ربیع الاول کے اختتام سے پہلے یعنی ۲۵ تاریخ کو مدینہ سے روانہ ہوئے اور ربیع الثانی کی ۲۰ تاریخ کو مدینہ میں تشریف لے آئے بیان کیا جاتا ہے کہ دومہ مدینہ سے پندرہ منزل ہے اگر یہ فاصلہ تسلیم کر لیا جائے تو ۲۵ دن حضور انور کے سفر کو لگتے ہیں۔ سر ولیم میور یہ لکھتے ہیں کہ یہ مہم تمام حدود شام میں ایک بڑا تہلکہ ڈالنے والی تھی۔ حضور انور اور آپ کے صحابہ کا رعب تمام شام میں پیدا ہو گیا تھا اور بہت سے قوی قبیلے حضور سے عہد و پیمان کرنے کے لئے دوڑے چلے آتے تھے چنانچہ ایک بہت بڑے قبیلہ سے عہد و پیمان ہوا اور حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مشرقی مدینہ کی چراگاہوں میں انھیں گلے چرانے کی اجازت دیدی۔

زینب بنتِ خزیمہ سے نکاح

اسی سنہ ہجری میں حضور انور نے زینب بنتِ خزیمہ بن حرث سے نکاح کیا یہ گویا حضور انور کا چوتھا نکاح تھا یہ بی بی اس قدر مخیّر طبیعت کی تھی کہ زمانہ جاہلیت میں ان کا لقب ام المساکین ہو گیا تھا آپ قبیلہ بنو ہلال میں سے تھیں آپ بیوہ تھیں آپ کے پہلے شوہر کا نام عبد اللہ بن جحش تھا ان کے انتقال کے بعد ۳ھ ہجری کے نویں مہینہ میں حضور انور سے نکاح کر لیا نکاح کے وقت آپ کی عمر ۲۹ سال کی تھی اور حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۵۶ سال کی۔ صرف آٹھ مہینے آپ حضور انور کے گھر میں رہیں یہ دوسری بی بی ہیں جن کی وفات خود حضور انور کے سامنے ہوئی۔

امِّ سلمہ سے نکاح

(پانچویں بی بی)

بماہ شوال ۴ھ ہجری۔ مطابق جنوری ۶۲۶ء عیسوی

آپ کی ولادت ۲۳ سنہ قبل ہجری میں ہوئی تھی۔ آپ کا اصلی نام ہند تھا اور آپکی والدہ کا نام عاتکہ تھا آپ قبیلہ بنو کنانہ میں سے تھیں یہ وہ عاتکہ نہیں ہیں جو عبد المطلب کی بیٹی اور آنحضرتؐ کی پھوپھی تھیں آپ کے والد کا نام ابو اُمیہ تھا اور انھیں خدیقہ بھی کہا کرتے تھے آپ عرب کے مشہور سواروں میں مشہور تھے۔

حضرت اُمِّ سلمہ کے پہلے شوہر کا نام ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی تھا آپ اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہو کے حبشہ ہجرت کر گئی تھیں وہاں آپ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی اور اس کا نام زینب رکھا اسکے بعد ایک اور لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام دُرّہ رکھا۔ ان کے علاوہ دو لڑکے سلمہ اور عمر بھی پیدا ہوئے۔ ابو سلمہ نے جب ۴ھ ہجری میں وفات پائی تو حضرت اُمِّ سلمہ کا نکاح حضرت رسول خدا سے ہو گیا۔ آپکی عمر ۲۶ سال کی اور آنحضرت کی عمر ۵۷ سال کی تھی آپ نے ۸۴ سال کی عمر میں ۶۳ سنہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ پر بہت نکتہ چینیاں کی گئی ہیں وہ اگرچہ سب بیہودہ اور ہیچ کارہ ہیں پھر بھی ہم اُن میں سے ایک بڑی نکتہ چینی نقل کرتے ہیں جس پر معترض بہت ہی اُچھلتے کودتے ہیں اور وہ نکتہ

چینی یہ ہے کہ جب حضرت ام سلمہ کے خاوند کا انتقال ہو گیا تو آپ رسول خدا کی خدمت میں گئیں اور عرض کیا مجھے کوئی چیز ایسی بتائیے کہ میں شب و روز پڑھا کروں آپ نے انھیں یہ دعا بتائی اللھم اغفر لی ولہ واعطینی صنہ عقبا حسنۃ یعنی اے رب مجھے اور میرے شوہر کو بخشدے اور اس کے بعد مجھے اچھا خاوند ملا۔ جب عدت کے دن پورے ہو گئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے باری باری سے درخواست کی مگر ام سلمہ نے منظور نہ کی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست کی تو آپ نے کہا واہ رسول خدا آپنے خوب درخواست کی میں بڑی عمر کی ہوں اور میرے یتیم بچے ہیں اور مجھے نکاح کرنے سے بھی شرم آتی ہے اس کے سوا تیرے پاس تو بہت سی عورتیں موجود ہیں نہ میرے رشتہ داروں میں سے کوئی موجود ہے جو میرا نکاح تیرے ساتھ کرے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میری عمر تجھ سے زیادہ ہے تو یتیموں کا کیوں فکر کرتی ہے خدا اور رسول ان کی پرورش کریں گے اور شرم کی بات جو تو نے کہی سو میں دعا کروں گا اور خدا تیری شرم کو کھو دیگا اور جو اپنے کسی رشتہ دار ہونے کی بابت کہتی ہے تو یہ سمجھ لے کہ اگر کوئی تیرا رشتہ دار بھی ہوگا جب بھی میرے ساتھ نکاح ہونے پر ناراض نہ ہوگا" یہ ہے روایت جسے عیسائیوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس سے آنحضرت کی نفس پرستی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ہی سرتا پا غلط ہے حضرت بی ام سلمہ کا قول خود اس کے غلط ہونے کی شہادت دے رہا ہے پہلے جملوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپکو نکاح کی درخواست سخت ناگوار معلوم ہوئی پھر آپنے نامنظوری ظاہر کی اور بعد ازاں راضی ہو گئیں۔ عجب متضاد بیان ہے جو مطلب سمجھ میں نہیں آتا دوسری یہ روایت کہ وہ رسول مقبول کے پاس گئیں کہ مجھے کچھ پڑھنے کی تعلیم کریں تو آپنے قرآن مجید کی کوئی آیت نہیں بتائی حالانکہ آپ کا شیوہ یہی تھا کہ آپ ہر شخص کو قرآن مجید کی تعلیم کیا کرتے تھے کبھی آپنے غیر قرآن مجید کسی وظیفہ کے پڑھنے کے لئے نہیں فرمایا وہاں جھاڑ پھونک کی نہ تھی بلکہ توحید کی تعلیم تھی اور بس اور اگر فرض کر لیں کہ حضرت بی بی ام سلمہ عدت ختم ہونے سے پہلے ہی دریافت کرنے چلی گئیں اور آنحضرت نے یہ دعا بتا دی بھی ہو تو خبر نہیں کیا قباحت لازم

آتی ہے لڑکیوں اور جوان عورتوں کو ہمیشہ نیک خاوند ملنے کی دعا مانگنی چاہیئے عورت کے لئے اس سے بہتر دنیا میں کوئی بات نہیں ہوسکتی کہ خاوند نیک ہو۔ خاوند اگر نیک ہے تو اُسے جنت ہی نہیں بلکہ سلطنت ہے اور اگر بد ہے تو اُس کے لئے دنیا ہی میں دوزخ ہے فی الحقیقت جس چیز پر عورت کی زندگی کا دارومدار ہو اُس کے نیک ہونے کی ضرور دعا مانگے۔ رہا اپنی شرم اور رشتہ دار کی غیر موجودگی کی بات کہنا تقاضائے فطرت اور تمدن ہے ہر جگہ دستور ہے کہ جب تک دولہ دولہن کے رشتہ دار یا والدین نہیں بیٹھتے نکاح نہیں ہوتا اسی بنا پر بی بی ام سلمہ نے اپنے رشتہ داروں کا ذکر کیا تھا۔ غرض اسی قسم کے لچر اور پوچ اعتراض جن کچھ وقعت نہیں رکھتے اسلئے ہم ان پر زیادہ بحث بھی کرنا نہیں چاہتے

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

آپ کی ولادت مکہ قبل از ہجری میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام جحش تھا اور آپکی والدہ کا نام امیمہ تھا اور امیمہ عبدالمطلب کی بیٹی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی تھیں پہلی دفعہ ان کا نکاح ۳ھ ہجری کے شروع میں زید بن حارث سے ہوا ۵ھ ہجری میں زید نے اُنھیں طلاق دیدی اور پھر عدت کے ختم ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے ان سے نکاح کرلیا اس وقت بی بی زینب کی عمر ۳۵ سال کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۵۸ سال کی تھی چھ سال یعنی وصال کے وقت تک آپ پیغمبر خدا کی زوجیت میں رہیں اور حضور انور کے وصال کے بعد انتقال کیا۔

بی بی زینب کے خسر کا نام شراحیل اور ساس کا نام سعدیٰ بنت تعلبہ تھا جو قبیلہ بنی طے میں سے تھیں ایام جاہلیت میں جب سعدیٰ اپنے بیٹے زید کو لیکے جسکی عمر ۸ سال کی تھی کہیں سفر کررہی تھیں تو رستہ میں بنو قین نے ان پر حملہ کیا اور زید کو پکڑ کے عکاظ کے بازار میں بیچنے کو گیا حکیم بن حزام نے چار سو درہم کو خرید کے اپنی پھوپی خدیجہ بنت خویلد کو دیدیا حضرت بی بی خدیجہ نے زید کو حضور انور کی خدمت میں پیش کیا آپنے فوراً لیکے آزاد کردیا اتفاقاً زید کے چچا اور باپ مکہ میں آئے اور زید کو پہچان لیا اور چاہا کہ فدیہ دیکے زید کو اپنے ساتھ لیچلیں مگر زید نے جانے سے انکار کردیا۔ اور حضور انور ہی کی خدمت میں رہنا پسند کیا اس وقت

رسول خدا نے عرب کی رسم کے مطابق زید کو متبنّٰے بنالیا۔

حضور انور نے پہلے زید کا نکاح ام ایمن سے کر دیا جس سے زید کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اُس کا نام اسامہ رکھا گیا پھر ام ایمن کا انتقال ہو گیا تو آنحضرت نے بڑے اصرار سے زید کا نکاح زینب بنت جحش سے کر دیا۔ زینب ایک عالی خاندان بی بی تھیں اور آپ اپنی قدیم رسم و رواج اور خاندانی تکبر و نخوت کی بنا پر ہرگز ایک غلام سے خواہ وہ حضور انور کا متبنّٰے ہی کیوں نہ ہو نکاح کرنا نہیں چاہتی تھیں مگر آنحضرت کو اس پر اصرار تھا اور اصرار کی یہ حکمت تھی کہ عرب میں سے وہ مغائرت اُٹھ جائے جو آزاد اور غلام میں پائی جاتی ہے کیونکہ غلام ہونا درحقیقت کوئی قدرتی عیب نہیں ہے بڑے بڑے آزاد شاہ اور ایک وسیع سلطنت کے مطلق العنان حکمراں چرخ نیلوفری کی ایک ہی گردش سے غلام بنالئے گئے ہیں اور سوائے اس کے انھیں چارہ نہیں ہوا ہے۔ کسی شخص کو جو حسب اور نسب میں نجیب ہے زبردستی پکڑ کے دوسری جگہ فروخت کر دینے کا نام غلامی ہے۔ عرب ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ رومۃ الکبریٰ اور سلطنت مشرقی میں بھی غلاموں کی بہت بڑی کیفیت تھی ہندوستان میں اُس سے زیادہ خوفناک مظالم غلاموں کی بے گناہ جان پر توڑے جاتے تھے اُن سے شادی بیاہ کرنا تو کجا مثل جانوروں کے برتاؤ کرتے تھے اُن کی جانیں ایک جانور کی جان سے زیادہ قیمتی نہ تھیں۔ غرض انسان کی اس شرمناک حالت کو کھونے کے لئے آپ نے پہلے تو اسے اپنا متبنّٰی بنایا اور پھر ایک اعلیٰ درجہ کی شریف زادی سے اسکا نکاح کر دیا اگرچہ زینب اپنی عالی خاندانی کیوجہ سے اور قدیمی نخوت کی حیثیت سے جو اس کے خاندان میں ملی ہوئی تھی زید سے نکاح نکرنا چاہتی تھیں مگر جبکہ قرآن مجید نے فیصلہ کر دیا تھا کہ رسول کے فیصلہ سے جو دل تنگ ہو وہ مسلمان نہیں ہے اور بی بی زینب چونکہ بطیب خاطر مسلمان ہو گئی تھیں اس لئے مجبوراً اُنہوں نے رضامندی ظاہر کی اور زید سے ان کا نکاح ہو گیا تعمیل حکم کے بعد پھر اُسی قدیمی خون کے اثر نے اپنا رنگ دکھا دیا اور آپ اپنے خاوند کو بُری نظروں سے دیکھنے لگیں خاوند بی بی کی نااتفاقی طرفین کے لئے دنیا ہی میں دوزخ بنجاتی ہے زید اپنی مغرور بی بی کی اکھیڑ پچھاڑ سے تنگ ہو ہو کے حضور انور سے شکایتیں کیا

اگر تا تھا کہ میری جان ضیق میں ہے میں تنگ آگیا ہوں اور دم ناک میں ہے آپ یہی ارشاد کرتے تھے کہ تو آشتی اختیار کرلے اور کبھی طلاق دینے کا نام نہ لیجو ساتھ ہی آپ زینب کو بھی ملکے رہنے کو فرماتے اور دونوں کو صلح کی طرف مائل کرتے۔ مگر ممکن نہ تھا کہ آپ زینب کے اس اثر کو کھو سکتے جو بطور ورثہ پشت ہا پشت سے اُسے پہنچا تھا اور ایسا اثر بغیر کئی پشتیں گزر جانے کے کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا تھا۔ جب پانی سر سے گزر گیا اور زید کی زندگی محال ہو گئی تو ناچار زید نے طلاق دیدی اور عدت کے دن ختم ہونیکے بعد رسول کریم نے اُس سے نکاح کرلیا۔ سچی کیفیت تو زینب کے نکاح کی یہ ہے جو ہم نے بیان کی۔ قرآن شریف سے اس کا ثبوت ہے حدیثیں اس کی شاہد ہیں اور تاریخ اس کا اعتراف کرتی ہے مگر بعض مفسروں کی غلط فہمی سے حضور انور کی اطہر و اقدس ذات پر جو کچھ نکتہ چینیاں ہوئیں وہ واقعات ہی سے خلاف نہیں ہیں بلکہ سخت شرمناک ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ معترض کیوں ایسا اندھا ہو کے اعتراض کرتا ہے اور نکتہ چینی کرتے وقت کیوں تہذیب اور شائستگی کو ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے ہم اس نکاح کی فطرت پر ایک بسیط بحث کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ نکاح جو محض قانون قدرت اور اعلیٰ درجہ کے تمدن کی بنیاد پر ہوا کسی طرح بھی نکتہ چینی کرنے کے قابل نہیں ہے۔

پہلا اعتراض بہت بڑا یہ ہے کہ حضور انور نے اپنی بہو یعنی اپنی متبنّے بیٹے کی بی بی سے نکاح کیا اور ایسا فعل ایک نبی کی شان سے کس قدر بعید ہے۔ معمولی توجہ کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ بہو کی حالت یا بیٹے کی بی بی ہونے کی حالت اُسی وقت تک قایم رہ سکتی ہے جب تک بیٹے کا تعلق ہو اور جب تعلق منقطع ہو چکا ہو اور طلاق کی قینچی نے مناکحت کے رشتہ کو کاٹ دیا ہو تو پھر اس عورت پر بہو کا اطلاق کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا۔ اب وہ بالکل آزاد عورت ہے اور ہر شخص سے باستثنائے بعض رشتہ داروں کے نکاح کر سکتی ہے اور یہ نکاح اسکا ہر طرح جائز ہوگا۔ عرب میں اگرچہ یہ دستور تھا کہ مونہ بولے بیٹے اور مونہ بولی بہن صلبی بیٹوں اور سگی بہنوں کے برابر خیال کیجاتی تھیں مگر یہ ان کی سخت حماقت اور غلطی تھی کوئی غیر عورت کبھی زبانی بہن بننے سے کسی قانون میں بھی اس وقت تک بہن نہیں ہو سکتی یا کوئی متبنّی بنایا میت تک صلبی بیٹے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے متبنّی بیٹے کو زیادہ وقعت نہیں دی ہے اور کچھ

اسلام ہی موقوف نہیں ہے بلکہ اور قوموں میں بھی صلبی بیٹوں کے مقابلہ میں متبنّٰی کوئی حقیقت نہیں رکھتا ہندو کے قانون میں اگر کسی شخص کے ہاں متبنّٰے کرنے کے بعد بیٹا پیدا ہو تو وہ بھی ضرور باپ کی جائداد کا حصہ دار بنے گا مگر اسلام نے ان رکھتوں کو زیادہ وقعت ہی کبھی نہیں دیکھا۔ سمجھ میں آسکتا ہے جب زینب سے زید کا تعلق قطع ہو چکا ہو پھر وہ حضور انور کی بہو کیونکر رہی۔ یہ ایک عجیب بے معنی اعتراض ہے جو کسی طرح بھی پذیرا نہیں ہو سکتا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ رسول خدا کی خواہش یہ تھی کہ زید کسیطرح طلاق دیدے تو میں اُس سے نکاح کرلوں اسکا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ اور بعض مفسروں نے اسکو موجب زنگامیزی کرکے اور فرضی روایتوں کی بنا پر اپنی تفسیروں میں درج کیا ہے اور اسی وجہ سے ایسا یوں کو نبی معصوم کی ذات پر حملہ کرنیکا موقع ملا ہے حالانکہ جو فرضی روایتیں کہ بعض مفسروں نے تراشی ہیں اُن کو کلام مجید کے سیاق کلام سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے آنحضرت کا آسمان پر جبرئیل فرشتے کی گواہی پر نکاح ہونا اور آپ کا زینب کو برہنہ دیکھ لینا اور اُس پر عاشق ہو جانا یہ سب چرب چڑ یا کی کہانیاں ہیں جنمیں واقعات سے کچھ بھی سروکار نہیں ہے کوئی نادان سے نادان شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ عورت خواہ کیسی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو کبھی برہنگی کی حالت میں وہ خوشنما ہو سکتی ہے؟ عورت کی خوبصورتی لباس پر منحصر ہے اور لباس ہی اس میں صدہا خوبیاں پیدا کرکے اسکے اصلی عیبوں کو بھی ایک حد تک چھپا دیتا ہے پھر نہیں خیال ہو سکتا کہ زینب میں برہنگی کی حالت پر کیونکر اتنا حُسن پیدا ہو گیا اور نبی معصوم جنہوں نے اُسے پرورش کیا تھا اور آپ ہی کی آنکھوں کے سامنے وہ سن بلوغت کو پہنچی تھی فریفتہ ہو گئے ناممکن نہیں تو محال عقل ضرور ہے۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر آیا ہے اور قرآن مجید کی بعض آیت کے الفاظ سے مفسروں نے عجیب عجیب معنی تراشے ہیں جو کسیطرح بھی موزوں نہیں ہیں۔ قرآن مجید کی پوری آیت یہ ہے "واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشہ فلما قضیٰ زید منہا وطرا زوجنٰکہا لکی لا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائہم اذا قضوا منہن وطرا وکان امر اللہ

مفعولا ما کان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللہ قدرا مقدورا" یعنی اے پیغمبر تم اس بات کو یاد کرو کہ تم اُس شخص کو (یعنی زید بن حارثہ کو) جسپر اللہ نے اپنا احسان کیا کہ اسکو اسلام کی توفیق دی اور تم بھی اُسپر احسان کرتے رہے یہ کہتے تھے کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر (اور اسکو چھوڑنے کا نام نہ لے) اور تم اس بات کو اپنے دل میں چھپاتے تھے جسکو اخیر اللہ ظاہر کرنیوالا تھا اور تم اس معاملہ میں لوگوں سے ڈرتے تھے اور خدا اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو پھر جب زید اُس عورت سے تعلق قطع کر چکا (یعنی طلاق دیدی) اور عدت کی مدت پوری ہوگئی ہم نے تمہارے ساتھ اُس عورت کا نکاح کر دیا کہ اب مسلمانوں کے جب لے پالک اپنی بی بیوں سے بے تعلق ہو جائیں تو اُن عورتوں سے نکاح کر لینے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم تو ہو ہی کر رہتا ہے اللہ نے پیغمبر کے لئے جو بات ٹھہرا دی ہو اس کے کرنے کے لئے کچھ مضائقہ نہیں ہے جو پیغمبر پہلے ہو چکے ہیں اُن میں بھی یہی عادت الٰہی رہی ہے کہ اُنپر خدا نے نکاح کے بارے میں تنگی نہیں کی اور خدا کے جتنے کام ہیں ایک امر تقدیری ہیں جلد و نازل سے ٹھیرے ہوئے ہیں۔

یہ آیت ہے قرآن مجید کی جس سے برسبنہ دیکھنے اور عاشق ہونے کا واقعہ ثابت ہوتا ہے اور نہ عشق زینب کو دل میں چھپانے کا ذکر ہے۔ قرآن مجید کے ایسے سادے بیان سے فرضی روایات کی بنا پر محض دور از کار نتائج پیدا کرنا صریح نادانی اور جہالت ہے ایک مفسر نہیں اگر لاکھ مفسر کچھ ہی کیوں نہ لکھیں وہ اُن کی ذاتی رائے ہے۔ اور اُن کی اس ذاتی رائے سے رسول مقبول کی ذات اقدس علی پر کوئی نکتہ چینی نہیں ہو سکتی نہ کوئی الزام آسکتا ہے۔ اس آیت میں صرف دو جملے ہیں جنپر بعض مفسرین کو بہت کچھ فرضی باتوں کے بنانے کا موقع ملا ہے اول تو "تخفی فی نفسک مااللہ مبدیہ" یعنی جس بات کو دل میں چھپاتا تھا خدا اُس کو ظاہر کرنے والا تھا اور پھر فرمایا تھا کہ "تخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ" یعنی تو لوگوں سے ڈرتا تھا حالانکہ خدا ہی سے ڈرنا چاہئے دوسرا جملہ یہ ہے "فلما قضی زید منہا وطرا زوجنا کہا کان امر اللہ مفعولا" یعنی جب زید نے اُس سے

اپنی حاجت پوری کرلی یا جب زید اُسے طلاق دے چکا اور عدت کے دن پورے ہوگئے تو ہم نے اسکو تیری زوجیت مین دیا یا تیرے ساتھ اس عورت کا نکاح کردیا تاکہ مسلمانون کو اپنے لے پالک بیٹون کی جورودن کے ساتھ نکاح کرنے مین تردد نہ ہو جبکہ وہ بی بی اپنی عدت کے دن پورے کرلیں خدا کا حکم تو شدنی ہے دل میں کیا بات چھپی ہوئی تھی وہ ظاہر ہوگئی یعنی متبنّےٰ بیٹے کی بی بی سے آنحضرت نے نکاح کرلیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ آپکو بحیثیت انسان اور معلم ہونیکے ضرور اس بات کا اندیشہ تھا کہ عرب میں جبکہ مضبوطی سے یہ رسم جاری ہے کہ لے پالک کی بی بی کو بمنزلہ لڑکی کے سمجھا جاتا ہو تو ضرور لوگ اعتراض کرینگے اور کہیں گے کہ یہ کیسا نبی ہے جو یہ فعل کرتا ہے جسے وہ اپنی دانست میں سخت معیوب خیال کرتے تھے ایسی بدگمانیوں کا آپنے ہمیشہ خیال رکھا ہے اور آپنے اپنا پہلو اس قسم کی بے بُنیاد باتوں سے ہمیشہ بچایا ہے مثلاً صحیح حدیث ہے کہ کعبہ کی عمارت کو دوسری صورت میں کرنا چاہتے تھے اور آپنے حضرت بی بی عائشہؓ سے فرمایا تھا کہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ کعبہ اس صورت سے تعمیر ہو مگر مجھے مسلمانوں کا خیال ہے مبادا وہ خیال کرنے لگیں کہ نبی ہو کے کعبہ کو ڈھاتا ہے اس وجہ سے میں مناسب نہیں سمجھتا کہ کعبہ کی تعمیر شروع کروں۔ اسی طرح سے زینب کے معاملہ میں آپکو خیال تھا کہ لوگ کیا کہیں گے اور اُنھیں اپنی صدہا سال کی رسم کے خلاف یہ بات کیسی کھٹکے گی۔ آپ دل میں یہ خیال کرتے تھے اور خوف کھاتے تھے جسکو ایک معلم مخلوق میں کوئی نئی بات ظاہر کرنے سے خوف زدہ ہوا کرتا ہے مگر خداوند تعالیٰ نے صاف الفاظ میں نبوت۔ اولوالعزمی اور سچے معلم ہونیکی شان بتادی کہ لوگون سے خوف کھانا ہیچ ہے۔ خدا ہی سے ڈرنا چاہیئے۔ جس چیز کا بعد ازاں ظہور ہونیوالا تھا وہ ہوگیا یعنی آپ کا نکاح ہوگیا۔

اب یہاں سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو کیوں خوف محسوس ہوا اسکی کیا وجہ تھی ظاہر ہے کہ آپنے نکاح کرنے کا ارادہ پہلے ہی سے کرلیا تھا جب ہی تو خوف بھی محسوس ہوا کہ لوگ کیا کہیں گے حالانکہ یہ بات نہیں ہے آپ اصل میں اس زبون ترین رسم کو توڑنا چاہتے جو عرب میں کسیطرح ملی ہوئی تھی اور جب تک کوئی عملی کارروائی کرکے نہ دکھاتے

ہرگز اس کا اثر نہ پڑتا۔ اور لوگ ایسی قدیم رسم کو جسکو وہ انتہا درجہ اغلے درجہ کی تہذیب سمجھے ہوئے تھے کبھی نہ چھوڑتے خیال تو آپکے دل میں یہ تھا کہ اگر کوئی موقع ہو تو ضرور کرنا چاہیئے یہ خیال روز بروز پختہ ہوتا جاتا تھا آخر وہ موقع خوش قسمتی سے آگیا اب آپ کو ایسا کرنے میں تردد ہوا اور آپنے اس ارادہ کو اپنے دل میں صرف اسی بنا پر چھپا لیا کہ مبادا لوگ چونکیں اور بجائے اصلاح کے اُن میں پریشانی پیدا ہو جائے بس اس بات کو چھپا رہے تھے کہ خداوند تعالیٰ نے روح القدس کے ذریعہ سے جتا دیا کہ کچھ خوف اور اندیشہ کی بات نہیں تجھے لوگوں سے نہیں بلکہ خدا سے ڈرنا چاہیئے تھا پھر فرمایا کہ ہم نے تیرے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ ہم ہی کو منظور ہے کہ لے پالک بیٹوں کی بی بیوں سے نکاح جائز ہو ہم مسئلہ تقدیر میں بوضاحت ثابت کر آئے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ہر شے کے ہونے یا نہونیکی نسبت اپنے ساتھ کیا کرتا ہے اور اُسے یہ شایاں بھی ہے۔ اس نسبت سے یہ پایا جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ ہر فعل کا حقیقی فاعل ہے بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اُسکا تصرف ہر جگہ ہے اب یہاں یہ فرمانا کہ ہمنے اس عورت کو تمہارے نکاح میں دیدیا اسکے یہ معنی ہیں کہ تم نے بالکل ہماری مرضی کے مطابق کیا تو اس لئے لوگوں سے خوف کھانیکی کوئی وجہ نہیں ہے جس کام میں ہماری مرضی شامل نہیں ہے اس میں ہرشخص سے خوف کھانا چاہیئے اور جب ہماری مرضی شامل ہو گئی پھر خوف کھانیکی کیا بات ہے۔

اس آیت کے یہ معنی ہیں جسپر بعض مفسروں اور مخالفوں نے ایک طوفان بے تمیزی مچا رکھا ہے اور وہ حاشئے چڑھائے گئے کہ العظمۃ للہ بعض مفسروں نے تو یہانتک لکھدیا کہ خداوند تعالیٰ خود بیٹھا جبرئیل اور میکائیل گواہ بنے اور خداوند تعالیٰ نے اپنی زبان مبارک سے دولہا بن سے ایجاب و قبول کی رسم ادا کرائی۔ یہ ساری باتیں مفتعلہ خیر ہیں نہ قرآن سے نہ حدیث سے ثابت نہ عقل اسکی شاہد۔ اسی زینب کے معاملہ کو جسکی حقیقت کچھ بھی نہیں اس قدر طول دیا گیا ہے اور مخالفین اسلام نے وہ وہ کتابیں شائع کی ہیں کہ خدا یاد آتا ہے۔ معاملہ کچھ بھی نہیں ہے صرف منشائے باری یہ تھا کہ یہ شنیع رسم عرب ہی سے نہیں بلکہ دنیا سے اکھیڑ کے پھینک دی جائے اس کام کے لئے اس نے اپنے معصوم نبی کو چن لیا اور عملی صورت میں کرکے دکھا دیا تاکہ پھر چون وچرا کی

گنجایش ہی نہ ہے بشیر اسوچا مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ زینب کے نکاح پر جس کا اس قدر شور و غوغا مچا ہوا ہے کیا اعتراض پیدا ہوتا ہے مخالفین اسلام نے غیر معتبر کتابوں کے حوالے سے بڑی ہی بازاری اور خلاف تہذیب اعتراض اس پہلو سے کئے ہیں اور اپنے خیالات میں گویا انھوں نے کامیابی حاصل کی ہے کوئی معترض کسی تفسیر کا حوالہ دیتا ہے اور کوئی کسی غیر معتبر فارسی کی کتاب کا مثلاً ایک عیسائی نے روضۃ الاحباب میں سے یہ عبارت نقل کی ہے "چوں از خدائے تعالےٰ معلوم کردہ بود کہ زینب داخل ازواج وے خواہد بود خاطر مبارکش میخواست کہ زید وے را طلاق دہد ولیکن شرم میداشت کہ او را امر کند بطلاق زینب و نیز از ال می اندیشید کہ مردم گویند کہ زن پسر خواندۂ خود را میخواہد وحال آنکہ در جاہلیت زن کسے منسوب بہ پسرے میکردند حرام می دانستند بچوں زن پسرے صلبی خود" اسی قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں جو نری بکواس ہیں اور جنھیں صدق سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ روضۃ الاحباب ہو یا روضۃ الصفا۔ ابو الفدا ہو یا ابن خلدون۔ طبری ہو یا واقدی۔ ابن ہشام ہو یا ابن اسحٰق غرض کسی مورخ کی رائے یا اُسکی روایت کسی پر حجت نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ نبی کریم پر اس سے کوئی الزام قائم ہو سکے۔

بعض معترضوں نے نئی نئی باتیں گھڑی ہیں۔ اور وہ اور بھی مضحکہ خیز ہیں چنانچہ لکھا جاتا ہے کہ بچپن ہی سے زینب حضور انور پر عاشق تھی مگر آگے اس کا ثبوت نہیں دیا کہ یہ روایت کیونکر معلوم ہوئی اور اگر کسی کتاب میں ایسی روایت موجود بھی ہے تو یہ تاریخ کیوں نہ معلوم ہوئی کہ زینب سے یہ افعال سرزد ہوئے تھے اس لئے اسے عشق تھا۔ رہا عشق کی یہ وجہ بتانا کہ زینب زید کے ساتھ نکاح کرنے میں راضی نہ تھی ایک زبردستی کا استدلال ہے اور اگر یہ فرض کر لیں کہ زینب عاشق تھی تو پھر عشق کا الزام رسول اللہ پر غلط ہوتا ہے یہ دونوں ایسی متضاد باتیں ہیں جن کا سر نہ پیر پھر ایک عیسائی نے یہ لکھا ہے کہ طرفین سے محبت کی سلسلہ جنبانی تھی اور وہ اخیر میں یوں پوری ہوئی یہ ساری باتیں اس قسم کی کل خیالات لایعنی ہیں نکتہ چینی کرنے کے لئے نئے الزام بنا کے رسول کریم پر قائم کرنے

انسانیت اور شرافت سے بعید ہیں ہم ایکبار اور زینب کے نکاح پر دقیق نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے اور کیا سمجھا ہے مسلمانوں نے خاص زینب کے معاملہ میں مخالفین اسلام کو خوب دندان شکن جواب دیئے ہیں مگر خدا کے فضل و کرم سے چونکہ میں بھی مسلمان ہونیکا فخر رکھتا ہوں اس لئے مجھے بھی جواب دینا لازمی ہے خواہ وہ جواب اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کیسے ہی پایہ کا کیوں نہ ہو۔

جب حضور انور نے ملاحظہ کیا کہ ماں بہن یا بیٹے بیٹی کے خالی الفاظ کا بہت ہی خیال کیا جاتا ہے۔ اور اس سی تمدن اسلامی میں اگر یہ بات قایم رہی تو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے آپنے اس قبیح رسم کو نیست و نابود کرنیکے لئے یہ کارروائی کی اگر یہ نہوتا تو سخت تباہی آتی اور شدید آفت نازل ہوتی۔ رسم یہ تھی کہ اگر کسی شخص نے بھولے یا غصہ یا مذاق میں اپنی بی بی کو یہ کہدیا کہ تو تو میری ماں یا بیٹی کے برابر ہے تو فوراً بی بی نکاح کے باہر ہو جاتی اور پھر کبھی مناکحت نہ ہو سکتی تھی۔ انصاف سے خود ہی دل میں فیصلہ کرلو کہ جس خاندان یا قوم میں یہ کیفیت ہو وہ سلامت ہی کب رہ سکتی ہے اسمیں شب و روز فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو اور بلاشبہہ اسکی زندگی میں خطرہ ہی خطرہ ہو حضور انور نے اس پر خطر حالت کو بخوبی محسوس کرلیا تھا اور جو باہمی نااتفاقیاں پڑ رہی تھیں ملاحظہ فرمالیں تو آپ اپنی ناواقف قوم پر رحم فرماکے اس امر کے درپے ہوئے کہ کسیطرح اس رسم کو دنیا سے مٹا دیا جائے یہ کام فی الحقیقت آسان نہ تھا اور یہ اسی قدر مشکل تھا جتنا کعبہ میں سے بتوں کا نکالنا بظاہر یہ رسم بہت ہی خوشنما اور مہذب معلوم ہوتی تھی کہ ایک شخص کو جب زبان سے بیٹا کہدیا تو وہ بیٹا ہو گیا یا بیٹی کہا تو بیٹی ہو گئی مگر جو خرابیاں اس میں چھپی ہوئی تھیں انکو سوائے اس آنکھ کے جسمیں روح القدس کی روشنی ہو اور انوار الٰہی کی چمک ہو اور کون دیکھ سکتا ہے آپنے اس خرابی کو غرض پورے طور سے محسوس کرلیا اور اب اسکی بیخ کنی کے درپے ہوئے۔ آپ اس امر کی تلاش میں تھے کہ کوئی موقع عملی کارروائی کرنیکا ملے کیونکہ عملی کارروائی کے بغیر ممکن نہ تھا کہ دوسروں پر اسکا اثر پڑتا۔ چونکہ روح القدس روز پیدائش سے آپکی ہمقرین رہتی چلی آئی تھی وہ بار بار آپ کو امید دلاتی تھی کہ یہ موقع ہوگا۔ اتفاق سے زید نے

زینب کو طلاق دی اور اس وقت آپ کو اپنے قدیم خیال میں کامیاب ہونیکا موقع ملا اور آپنے فوراً نکاح کرکے بتا دیا کہ منہ بولے بیٹے کی بی بی جب اُسے طلاق ملجائے نکاح میں آسکتی ہے اب یہ اعتراض کہ نکاح کے وقت کوئی وکیل نہ تھا محض لچر اور پوچ ہی بلکہ اس وکیل نہ ہونیمیں بھی بڑی حکمت بالغہ مضمر ہے۔ آپنے اپنی اُمت کو تعلیم فرمائی ہے اگر کہیں ایسا اتفاق ہو کہ گواہ وکیل میسر نہ آسکتے ہوں تو ایجاب وقبول کافی ہے اور خداوند تعالےٰ کی گواہی بس ہے اسلام کو دنیا کے اور ادیان پر اسی لئے شرف حاصل ہے کہ اسمیں ہر متنفس آزاد کیا گیا ہے کسی مائی یا شادی کی تقریب ادا کرنے کے لئے نہ کسی پیشوا کیضرورت ہے نہ قاضی کی محض رسم کے طور پر کسی قاضی کو نکاح کیلئے بلالینا دوسری بات ہے مگر مذہباً کوئی مسلمان اسکا پابند نہیں کیا گیا ہے کہ قاضی ہو تو نکاح ہو ورنہ ہو ہی نہ سکے اگر بدقسمتی سے یہ حکمتیں کوئی نہ دیکھ سکے تو اسکی بینائی کا قصور ہے ورنہ حکمت میں سرمو تفاوت نہیں ہے۔

نکاح کے بعد آپنے بہت بڑا ولیمہ کیا اور مسلمانوں کی دعوت کو اس دعوت پر عجیب عجیب الزام رسول کریم کی اقدس واطہر ذات پر قائم کئے گئے ہیں جن کا سر نہ پیر اور یہ الزام ایسے بے بنیاد اور ہوائی ہیں کہ اولےٰ توجہ کے بعد انکا بے معنی ہونا سمجھ میں آسکتا ہے بعض نامہذب اور اخلاق انسانی سے بے بہرہ کرشٹانوں نے یہ لکھا ہے کہ ولیمہ کے دن مسلمان کھانا کھا کے جم گئے اور اُنھوں نے باتیں کرنی شروع کردیں رسول اللہ بیتاب ہوئے جاتے تھے کہ کیسطرح سے اُٹھ کے جائیں مگر وہ جنبش نہیں کھاتے۔ رسول اللہ بار بار اپنی ازواج کے پاس جاتے ہیں اور انکا آکے سلام کہتے ہیں مگر وہ ایک نہیں سنتے اور جمے بیٹھے ہیں اخیر خدا خدا کرکے اُٹھے اور رسول اللہ زینب کے حجرہ میں داخل ہوئے اور جلدی سے کواڑ بند کرلئے پیچھے سے ابوہریرہ اور طلحہ دوڑے ہوئے آئے اور اُنھوں نے رسول اللہ کو مشغول پاکے افسوس کیا اور آپس میں باتیں کرتے ہوئے واپس پھر کے چلدیئے اُس پر فوراً بعد انکی آیت نازل ہوئی جسکا مطلب یہ ہے "اے مسلمانو نبی کے گھر میں نہ آیا کرو جبتک تمھیں حکم نہ ملا کرے کھانا پکنے کی انتظاری میں نہ بیٹھے رہا کرو جبتک تمھیں نہ بلایا جائے

نہ آیا کرو اور جب کھانا کھا چکو تو ادھر اُدھر چلے جایا کرو باتوں میں دل لگا کے نہ بیٹھا کرو ان باتوں سے نبی کو ایذا ہوتی ہے اور اُسے شرم آتی ہے مگر خدا سچ بات سے شرم نہیں کرتا اور جب نبی کی بی بیوں سے کوئی بات کرنی ہو یا کچھ چیز مانگنی ہو تو پردہ کے باہر کھڑے ہو کے مانگ لیا کرو۔" اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ولیمہ کی تقریب ہرگز اسکی شان نزول نہیں ہو سکتی۔ اس آیت میں اول ہی یہ فرمایا گیا ہے کہ بغیر اجازت نبی کے گھر نہ آیا کرو حالانکہ ولیمہ کے سب کو دعوت کے لئے مدعو کیا گیا تھا نہ بلانا سمجھ میں نہیں آیا۔ پھر فرمایا گیا کہ کھانا پکنے کی انتظاری میں نہ بیٹھا کرو حالانکہ خاص مسلمانوں کی دعوت کے لئے کھانا پکایا گیا تھا پھر اُس کی انتظاری میں بیٹھنا کیسا یہ ساری باتیں محض تعصب اور حسد سے بنائی گئی ہیں ورنہ اعتراض کی ان میں کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

آپکا گھر چونکہ بے گھروں کے لئے کھلا ہوا تھا اور اکثر بے گھر سے اور بھوکے آپکے ہاں مہمان ہوتے تھے۔ اور چونکہ وہ لوگ جنگلی اور وحشی ہوتے تھے انھیں نبی کریم کے گھر میں بیٹھ جانا اور کھانا کھانے کے بعد باتیں کرنا کوئی نازیبا بات نہ معلوم ہوتی تھی اسلئے ازراہ نصیحت اُنھیں تہذیب سکھانے کے لئے یہ باتیں کی گئی ہیں تاکہ نبی اور امہات المومنین کا ادب اور آداب ملحوظ رکھیں اور دنیا میں ایک شائستہ قوم بنجائیں اور اُنھیں معلوم ہو جائے کہ اپنے سچے پیشوا کی کیونکر تحریم اور عزت کیا کرتے ہیں آپ کی تعلیم اور قوم کی حالت کا پورا نقشہ قرآن مجید میں کھینچ دیا گیا ہے۔ جہاں فرمایا ہے کہ ہم نے بے پڑھے لکھوں یا جاہلوں میں ایک رسول بھیجا جو اُن کا تزکیہ کرتا ہے جو اُنھیں شائستگی اور تہذیب کے قواعد سکھاتا ہے جب وہ لوگ محض امّی تھے جن کے امّی ہونے کی شہادت خداوند تعالیٰ بھی دیتا ہے تو اُن سے خلاف تہذیب امور سرزد ہونا کوئی تعجب انگیز بات نہ تھی بغیر اجازت کسیکے گھر میں چلے آنا اور کھانے کی انتظاری میں بیٹھے رہنا اور جانیکا نام نہ لینا ایسے افعال ہیں جو دنیا کی کسی قوم میں بھی مستحسن نہیں گنے جاتے اگر رسول خدا نے ان قبیح امور کے ترک کرنیکی تنبیہ فرمائی تو اسمیں اعتراض کرنیکے قابل کونسی بات ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ زینب نے نکاح کرنے میں جو شکایتیں تھیں وہ حسب ذیل ہیں۔ (اول) یہ ثابت کر دینا کہ اسلام غلام کو ہرگز حقارت سے نہیں دیکھتا (دوم) لے پالک بیٹے کی بی بی سے طلاق اور عدت ختم ہونیکے بعد مثل معمولی عورتوں کے نکاح ہو سکتا ہے (سوم) صرف زبان سے کسیکو بیٹا کہہ لینا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ (چہارم) بغیر قاضی اور گواہ ہونے کے بھی نکاح ہو سکتا ہے (پنجم) اعلےٰ درجہ کی بات کرنے میں اگر قوم بھی مخالف ہو جب بھی جوانمردی سے اُسپر عمل پیرا ہونا چاہیئے (ششم) حق بات کہنے میں کسی سے خوف نہ کرنا چاہیئے (ہفتم) نکاح کرنے میں کوئی امتیاز قومی نہیں ہے۔ غرض اسی طرح سے صدہا حکمت کی باتیں مضمر ہیں اور سمجھنے والا خوب سمجھ سکتا ہے۔

خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ سخت سے سخت ناملائم الفاظ ہرگز حق پر پردہ نہیں ڈال سکتے کسی زبان پر قفل نہیں لگا ہوا ہے نہ مُہر ہو رہی ہے۔ ہر شخص بہت آزادی سے چاہے جو کچھ لکھ سکتا ہے مگر دیکھنا صرف یہ ہے کہ اپنی اس خداداد آزادی کہاں تک کام لیسکتا ہے اور اُسے کس حد تک تہذیب کے دائرہ میں پابند رہنا چاہیئے اور اس کا قول کس حد تک قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ فرض کرو کہ اوسفارد جہ کے تیلی تنبولی نے ایک شہنشاہ اسلام کی شان میں جس کا کلمہ کروڑوں مخلوق خدا پڑھتی ہے ناملائم الفاظ کہدیئے کیا اس سے اس کی اقدس و اطہر ذات پر کچھ الزام آسکتا ہے؟ استغفر اللہ ہرگز نہیں بلکہ ایسی گندی باتوں سے لکھنے والے اور کہنے والے کی تہذیب اور شائستگی کا نمونہ معلوم ہو جاتا ہے اور کھُلجاتا ہے کہ قابل انسانی اوئی رذالت کا ایک اعلےٰ ترین نمونہ ہے بلکہ عین انسانیت کے دامن پر ایسا داغ ہے کہ کبھی نہیں مٹ سکتا اور جسکی سیاہی روز بروز عیاں ہوتی جائیگی۔ زینب کے نکاح میں کوئی بھی معمولی بات نہیں ہے جسے عیسائیوں نے محض اپنی کور باطنی سے ہوا بنا رکھا ہے صرف اعتراض بہت بڑا یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے لے پالک بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا مگر یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ جب طلاق مل چکی ہو اور عدت کے دن گزر چکے ہوں پھر وہ لے پالک کی بی بی رہی کہاں وہ بالکل آزاد عورت ہے اور سوائے باپ بھائی چچا وغیرہ اسی سے ہر شخص نکاح کر سکتا ہے

زینب کا قصہ بس اسی قدر لکھنا تھا جو ہم لکھ چکے۔ ہمارے خیال میں خصم کے لئے یہی کافی ہوگا زیادہ طول دینا غیر ضروری سمجھکر ہم اسے یہیں ختم کرتے ہیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

آپ حارث کی بیٹی تھیں آپکے پہلے خاوند کا نام ذوالشفرین تھا۔ یہ شخص غزوہ بنی المصطلق میں مسلمانوں کے مقابلہ میں مارا گیا تھا۔ آپنے آنحضرت کے دست مبارک پر بیعت کی اور مسلمان ہوگئیں آپ بڑی عبادت گزار اور خاموش بی بی تھیں ہمیشہ روزے رکھتیں اور نماز و قرآن پڑھتی تھیں آپکا نکاح بہت بڑی سیاسی بنا پر مبنی تھا اور اس نکاح سے عجیب و غریب نتیجہ برآمد ہوا تھا۔ بنی المصطلق کے سردار حارث ابن ضرار نے جب بلاوجہ مسلمانوں سے جنگ کی تیاری کی اور تاخت و تاراج شروع کی تو ناچار رسول کریم نے بھی آمادگی ظاہر فرمائی خوب لڑائی ہوئی اخیر میں بنی المصطلق مغلوب ہوئے اور قانون جنگ کے موافق عورت و مرد سب گرفتار کرلئے گئے اور اُن کی باہم مسلمانوں میں تقسیم ہوگئی۔ اور بہت سے سرکش ایسے بھی تھے جنھیں سزائے موت دیجاتی۔ آپ چاہتے تھے جسطرح ہو باہمی اتحاد قایم ہو اور خیر قوموں میں شیر و شکر ہو جائیں آپ اسی فکر میں تھے کہ حضرت جویریہ بنت حارث آئیں اور اپنی شکستہ حالی عرض کی اور بیان کیا کہ میرا خاوند اس جنگ میں مارا گیا میں حارث قبیلہ کے سردار کی بیٹی ہوں میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں حضور سے فریاد کرتی ہوں کہ مجھے ثابت کے پاس سے علیحدہ کرکے اپنی سرپرستی میں لیا جائے اور میری رہائی کے عوض ثابت کو میرے ضرعے کے چند درخت جو مدینہ میں ہیں دیدیئے جائیں آپنے اُسکی غریبی پر رحم کھاکے اُس کے معروضہ پر توجہ فرمائی اور ثابت کو بلاکے کہا کہ یہ عورت اپنی آزادی مجھ سے اُن درختوں کے بدلے خریدتی ہے کیا تو قبول کرتا ہے اس نے بخوشی منظور کرلیا اور جویریہ کو آزاد کردیا حضور انور نے رحم فرماکے اُس سے نکاح کرلیا اس نکاح کرنیکا قوم پر یہ اثر ہوا کہ جتنے قیدی بنی مصطلق تھے سب رہاکردیئے گئے اور کل مال غنیمت واپس دیدیا گیا اور دونوں قومیں انتہا درجہ

اتحاد پیدا ہو گیا۔ اس نکاح میں یہ بہت بڑی حکمت تھی خیال ہو سکتا ہے کہ وہ نکاح کیسا مبارک نکاح ہے جسکے باعث دو قوموں میں بھائی چارہ قایم ہوا اور صدہا آدمیوں کی جان بچ جائے۔ آپ کے نکاح کی نسبت بھی بہت سی فضول اور لایعنی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اور بہت سی اُلٹی سیدھی روایتیں مشہور ہیں لیکن وہ سب بیہودہ اور غلط ہیں منجملہ اُن کے ایک روایت مشہور ہے کہ بنی مصطلق پر فتح پانے کے بعد آنحضرت بی بی عائشہ کیساتھ ایک چشمہ آب پر بیٹھے تھے کہ سامنے سے جویریہ آئیں چونکہ یہ ایک خوبصورت بی بی تھیں حضرت عائشہ نے دیکھتے ہی کہا کہ حضرت ضرور اسے اپنے نکاح میں لائینگے چنانچہ آنحضرت نے فوراً نکاح کی غرض ظاہر کر دی۔ یہ بھی عجیب تاریخ ہے کہ جس کا سر نہ پیر۔ کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا غزوہ بنی مصطلق میں رسول کریم کے ہمراہ گئی ہوں۔ کوئی شخص اسے ثابت نہیں کر سکتا کہ فتح مکہ کے بعد آپ رسول کریم کے ساتھ ایک چشمہ پر بیٹھی ہوں اور جویریہ کی صورت دیکھتے ہی آپ کو یہ خیال آیا ہو کہ رسول کریم اس سے ضرور نکاح کر لینگے یہ بہت بڑا بہتان ہے جو بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر اُٹھایا گیا ہے اس قسم کا خیال کبھی کسی بی بی کے دل میں نہیں گزرتا تھا۔ ہر بی بی نکاح کو بخوبی سمجھتی تھی اور جانتی تھی ہر نکاح میں کتنی بڑی حکمت مضمر ہے۔ صحیح حدیث ہے جب کسی شخص نے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو آپنے فرمایا کیا تو قرآن مجید نہیں پڑھتا یعنی قرآن مجید میں آخر الزماں نبی کے اخلاق موجود ہیں کسی سے دریافت کرنیکی کیا ضرورت ہے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے جب یہ پاکیزہ خیالات تھے اور یہ صاف باتیں تھیں پھر اُنکی نسبت رکیک باتوں کا خیال کرنا اور زبردستی کے الزام ان کے سر چسپکانا خلاف انسانیت ہے اور ایک حملہ بی بی جویریہ کے معاملہ میں رسول مقبول پر کیا گیا ہے اور وہ نامہذب اور بازاری ہے کہ دیکھکر شرم آتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن آنحضرت بی بی جویریہ کے پاس آئے اور اُن سے مقاربت کرنی چاہی آپ روزہ سے تھیں آپ نے

روزہ توڑ دیا یہ عجیب نالائق حملہ ہے جس کا سر نہ پیر نہ کسی روایت میں موجود نہ کسی صحیح اور معتبر تاریخ میں اس کا پتہ۔ ساری باتیں جو مخالفوں نے ایجاد کی ہیں اُن کا کہیں بھی پتہ نہیں لگتا سوائے اس کے کہ اُن باتوں کو معترضین کے خیالات کا ایک پرتو کہیں اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

آپ بھی بیوہ تھیں جب حضور انور سے نکاح ہوا ہے آپ کے خاوند کا نام عبداللہ بن جحش تھا آپ کے پہلے شوہر سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ آغاز اسلام میں ام حبیبہ مع اپنے شوہر کے مسلمان ہوگئی تھیں جب مکیوں کے جور و ظلم سے مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کی ہے تو یہی اُن مہاجرین میں تھیں اور اسلام کے سچے نقوش اُن کے دل پر ہو گئے تھے ایک تو آفت رسیدہ ہو کے حبشہ گئی تھیں دوسری آفت اُنپر یہ آئی کہ پردیس میں پہنچکر اُن کا شوہر عبداللہ بن جحش تزلزل ہوگیا اور اس نے مذہب اسلام سے نفرت ظاہر کی اگرچہ بی بی ام حبیبہ کو اپنے خاوند سے بہت ہی محبت تھی اور سوائے شوہر کے پردیس میں اُن کا کوئی سرپرست بھی نہ تھا پھر بھی انھوں نے بڑی دلیری سے روکا اور کہا کیا غضب کرتا ہے نصرانی نہ ہو اور ایسے حق دین سے پہلو تہی نہ کر مگر وقت یہ تھی کہ اسلام شراب خواری وغیرہ کو ناجائز قرار دیتا تھا اور حرام حلال میں امتیاز پیدا کر دیا تھا اور ایسی پاک زندگی میں رہنا خاص ایسے شخص کے لئے محال تھا جس کے خون میں بدکاری اور افعال قبیحہ کا زہر ملا ہوا ہو وہ مسلمان رہ کے کبھی ایسے افعال نہیں کر سکتا تھا۔ بی بی ام حبیبہ کے کہنے کی اُسنے مطلق پروانہ کی اور اپنی سابق نصرانیت کیطرف بالآخر رجوع کی۔ پھر اُس نے ام حبیبہ کو سمجھایا کہ اس پردیس میں اور کوئی تیرا سرپرست نہیں ہے تو بھی نصرانی ہو جا۔ یہ صحیح تھا کہ بی بی ام حبیبہ مصیبت کا پہاڑ آپڑا تھا اور جہان آپ کی آنکھوں میں تاریک ہوگیا تھا اور اب آپ ایک اجنبی سرزمین میں بالکل بے یار و مددگار تھیں پھر بھی آپ نے

بڑی دلیری سے اپنی ان تمام مصیبتوں کا مقابلہ کیا اور صاف کہدیا کہ اگر تو نہیں مانتا اور نصرانی ہوتا ہے تو میں تیری زوجیت میں نہیں رہ سکتی۔ عبداللہ بن جحش نے نہ مانا اور اخیر نصرانی ہوگیا۔ نصرانی ہوتے ہی تمام معائب جن سے وہ تائب ہوگیا تھا پھر اُسمیں عود کر آئے اور وہ خرابات میں پڑ گیا۔ اسکی موت سخت ذلت سے ہوئی شراب میں سرمست ہوکے اخیر سخت رسوائی کے ساتھ اُسکی جان نکل گئی۔

خیال ہوسکتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ کی اُس وقت کیا کیفیت ہوگی۔ مکہ معظمہ میں اُن پر کم مظالم نہیں ہوئے تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اُنھیں جلاوطن ہونا پڑا تھا پھر حبشہ میں وہ اپنے بدکار شوہر کی شومی طالع سے بے پناہ رہ گئیں پھر بھی یہ اسلام کی دلدادہ بی بی بہت مضبوطی سے اسلام پر قایم رہیں اور ان کے ایمان و یقین میں کسی قسم کا بھی زلزلہ نہیں آیا۔ مٹ جانا اور برباد ہوکے مرنا بہتر سمجھا۔ لیکن دین خدا سے منہ نہ پھیرا آپنے اپنے بدنصیب شوہر سے علیحدہ ہونے کے بعد کچھ روز سخت مصیبت میں گزارے پھر آپ قافلہ کے ساتھ مدینہ منورہ آئیں اور اپنی تمام دردناک کہانی رسول مقبول کی خدمت میں عرض کی اور کہا کہ میں بالکل بے پناہ ہوں اور صرف دین اسلام کے لئے مجھپر یہ آفتیں ٹوٹی ہیں آپ میری ڈھارس بندھوایئے اور میری سرپرستی کیجیے۔ یہ حال سُن کے آپ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فوراً ام حبیبہ کو اپنی زوجیت میں قبول کیا۔ اُسوقت بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی تینتیس برس کی عمر تھی۔ آپ کی وفات ۴۴ھ ہجری میں ہوئی ۶۰ یا ۶۵ حدیثیں بھی آپ کی روایت سے منقول ہیں۔

غزوہ بنی مصطلق

شعبان المکرم ۵ھ ہجری۔ مطابق ۶۲۶ء عیسوی

دومۃ الجندل سے واپس ہونیکے تین مہینے کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

آپ بیوہ تھیں آپکے پہلے شوہر کا نام سلام بن مشکم تھا مگر اس نے طلاق دیدی تھی پھر کنانہ

یہ خبر لگی ہے کہ مکہ کے اطراف میں مسلمانوں کے خلاف ایک گروہ کثیر جمع ہو رہا ہے۔ بنی مصطلق جو پہلے معاہدہ کی رو سے حضور انور کے دوست تھے اب انھوں نے عہد شکنی کر کے مکہ کے قریشوں کے ساتھ شرکت کر لی اور اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ قریشوں کے ہمراہ ہو کے مدینہ پر حملہ کریں اب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کا

بن ربیع سے نکاح ہوا یہ شخص غزوہ خیبر میں مارا گیا۔ جب قانون جنگ کے مطابق سب لوگ گرفتار ہوئے تو آپ نے صفیہ کو دیکھکر فرمایا تو آزاد کی گئی خواہ یہاں رہ خواہ اپنے رشتہ داروں میں چلی جا انھوں نے جواب دیا یا رسول اللہ میں مسلمان ہو گئی پھر یہودیوں میں جا کر کیا کروں گی وہاں میری گزر کیونکر ہو سکتی ہے خواہ میرے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب اختلاف مذہب ہو تو مجھے اُنسے سخت نفرت ہے۔ میں تو حضور کی خدمت میں رہنا چاہتی ہوں۔ آپنے اُسے زوجیت میں قبول کر لیا اور مدینہ لے آئے۔ ابن بی بی کی نسبت بھی بہت سی جھوٹی روایتیں بنائی گئی ہیں جن کا سر نہ پیر۔ وہ روایتیں ہرگز قابل توجہ نہیں ہیں اور اُن میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہو سکتی یہ الزام ہے کہ نکاح کے بعد کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ تجھے محمد پسند آئے تو اُس نے کہا کہ میں نے انھیں بہت خوب پایا۔ پھر پہلی منزل میں بی بی صفیہ کا انکار پھر دوسری منزل میں ام سلیم والدہ حضرت انس کو بھیجنا کہ جا کے صفیہ کو سنگھار کر اور پھر اسکا صفیہ کو سمجھانا کہ دیکھیو تو انکار نہ کیجیو پھر وقت مقاربت ابو ایوب انصاری کا پیرہ پر برہنہ شمشیر لئے کھڑا ہونا۔ پھر بعد فراغت آنحضرتؐ کا دریافت کرنا کہ تو یہاں کیوں کھڑا تھا اُن کا جواب دینا کہ یہ عورت یہود ن تھی اور اس کے باپ بھائی جنگ میں مقتول ہوئے تھے مبادا یہ دست درازی کر بیٹھے تو میں فوراً مرد کو پہونچوں پھر آنحضرت کا اُسے دعا دینا کہ جس طرح تو نے نبی کی حفاظت کی ہے اسیطرح خدا بھی تیری حفاظت کرے گا پھر صفیہ کا مدینہ آنا اور تمام مدینہ میں غل مچنا اور حضرت بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ کا بھیس بدل بدل کر صفیہ کو دیکھنے آنا اور آنحضرت کا گھونگٹ میں حضرت بی بی عائشہ کو پہچان لینا پھر بی بی صفیہ کا شکایت کرنا کہ مجھے عائشہ اور حفصہ

محفوظ رکھنا فرض ہوا۔ آپ نے نہایت دلیری اور بے جگری سے اُن کو دفع کرنے کے لئے تیاری کرنی شروع کی۔ مدینہ کے تمام جنگجو مرد حضور انور کی خدمت میں آکے جمع ہوگئے اور عبداللہ بن اُبی بھی اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ساتھ لیکے اسلام کے جھنڈے کے نیچے آکھڑا ہوا تاکہ وہ بھی مسلمانوں کیطرف سے جنگ کرے

ستاتی ہیں اور یہ طعنہ دیتی ہیں کہ تو یہودن ہے تیری حقیقت ہی کیا ہے پھر آنحضرتؐ کا بی بی صفیہ کو یہ جواب بتانا کہ جسوقت وہ تجھے یہودن کہا کریں تو یہ کہدیا کر کہ ہارون میرا باپ موسیٰ میرا چچا اور محمد میرا خاوند ہے۔ پھر آنحضرت کا بی بی عائشہ کو سمجھانا کہ تم اُسے تکلیف نہ دیا کرو وغیرہ وغیرہ بے بنیاد روایتیں اور نالائق الزام ہیں جو حضور انور اور آپ کی ازواج پر لگائے گئے ہیں اگر ہم فرض کرلیں کہ کسی اسلامی تواریخ میں بھی ایسا لکھا ہے پھر بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی مورخ کا لکھنا یا کسی مفسر کا اپنی تفسیر میں درج کرنا یا کسی راوی کا روایت کرنا ایک خفیف سا الزام بھی رسول مقبول اور ازواج پاک پر نہیں قایم کرسکتا۔ یہ سب چڑے چڑیا کی کہانیاں ہیں اور صدق سے انھیں کچھ بھی سروکار نہیں ہے اور اگر خود ان روایتوں کو ٹٹولا جائے گا تو ان میں شمہ برابر بھی صدق کا پتہ نہ لگیگا۔ خیال نہیں ہوسکتا کہ جب پہلی منزل میں رسول کریم بی بی صفیہ کے پاس گئے تو انہوں نے اس بنا پر انکار کردیا کہ یہودیوں کا خوف تھا کہیں آنہ پڑیں اور رسول اللہ کو صدمہ پہنچائیں یہ بھید دوسری منزل میں کھولا گیا یہودیوں کا تو اُسوقت حملہ آور ہونا تھا کہ جب بی بی صفیہ اونٹ پر بیٹھ کے آنحضرت کے ساتھ خیبر سے چلی آئی تھیں جب ساتھ آنے پر کسی نے نہیں روکا تو دوسری منزل پر مقاربت کرنے میں کون مانع آسکتا تھا۔ پھر یہ روایت کہ دوسری منزل میں حضرت انس کی والدہ کو صفیہ کے بناؤ سنگھار کا حکم ہوا تھا کیسی بیہودہ بات ہے بناؤ سنگھار کی اگر ضرورت تھی تو پہلی دفعہ ہونی چاہیئے تھی نہ کہ دوسری بار آنحضرت کو اسکا خیال آیا پھر ابوایوب انصاری کا پہرہ دینا عجیب مہمل حکایت ہے جسکا سر نہ پیر رسول خدا ایسے کمزور بچہ تھے کہ ایک نہتی عورت آپ کو کوئی نقصان پہنچا سکتی اور اسی لئے ابوایوب کو

حضور انور کی فوج میں سواروں کی تعداد صرف ۳۰ تھی۔ آٹھ دن کے سفر کے بعد آپنے چند کوس پر اپنے خیمے نصب کئے جو کنارہ بحر کے قریب تھے اور مکہ سے اکاہ بہت قریب فاصلہ تھا یہاں آپنے خاص ایک خیمہ نصب کیا جسمیں آپ حضرت بی بی عائشہ اور ام سلمہ تھیں جسوقت بنی مصطلق کے لوگوں نے سُنا کہ حضوری فوج تو قریب ہی

خوف ہوا تھا پھر ازواج پاک کا دیکھنے کو بھیس بدل کے آنا کیسا لغو استدلال ہے جبکہ وہ آزادی سے بھی آسکتی تھیں اور دیکھنے آنا کیا معنی وہ سب ایک مختصر جگہ علحدہ علحدہ حجروں میں ملکے رہتی تھیں کوئی بڑا محل تو تھا نہیں کہ انھیں ایک دوسرے کے پاس وقت سے آنا پڑے۔

شرم نہیں آتی کہ ایسی بے معنی باتیں بیان کی جاتیں ہیں جنکا سقوط ہونا بدیہی ہے ہم ایسے مفسروں یا مورخوں یا راویوں کو کیا لیکے جائیں جو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ آیا رسول مقبول کے زمانہ میں ایسے واقعات ہو بھی سکتے ہیں اور اگر فرض کرو ہوئے تو تین صدی کے بعد ایک ایک منٹ کا حال اور بلفظ گفتگو کی کیفیت انھیں کون کہنے آیا الہام اور وحی کا کوئی دعوے نہیں کرتا پھر نہیں خیال ہو سکتا کہ تنہائی و شوہر کے رازدارانہ تعلقات اور باہم گفت و شنید کا انھیں پوری تین صدی کے بعد پتہ لگ گیا ہو سمجھ میں نہیں آتا کہ نکتہ چینیوں نے ان روایتوں کو اگرچہ وہ اسلامی کتب ہی میں سہی کس دلیل اور حجت سے صحیح تسلیم کرکے اسلام اور بانئے اسلام پر اپنے جلے پھپھولے پھوڑے ہمنے اس قسم کی باتیں چھٹ بھیئے عیسائیوں کی کتابوں میں دیکھی ہیں مگر جو یورپی کہ اعلےٰ درجہ کے محقق ہیں وہ کبھی ان چڑے چڑیا کی کہانیوں پر خیال ہی نہیں کرتے اور نہ ایسی باتیں اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

آپ حرات کی صاحبزادی تھیں آپکا نکاح پہلے ابن عمر سے ہوا تھا مگر اُنہوں نے طلاق دیدی پھر آپ کی شادی بورہم سے ہوئی اسکے بعد ۷ھ ہجری میں آنحضرت سے نکاح ہوا پھر معترض کا یہ اعتراض کہ نکاح نہیں ہوا تھا بلکہ مقام سرف پر بی بی میمونہ نے اپنا نفس آنحضرت کو

خیمہ زن ہے تو اُن کے حواس درست نہ رہے اور اُن میں پریشانی پیدا ہو گئی اور جگہ سے قدم اُکھڑ گئے۔ مسلمان فوج آگے بڑھی اور اُنھیں تیروں پر رکھ لیا اور اخیر اتنے قریب دشمنوں کے پہونچ گئے کہ اُنھیں مجبوراً اطاعت کرنی پڑی۔ مسلمانوں نے اُنھیں قید کر لیا۔ اُن کے بال بچے اُن کے مویشی اور کل جانور پکڑے گئے۔

ہبہ کر دیا تھا۔ ہبہ کرنا یا نکاح کرنے میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف یہ ہے کہ نکاح میں گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہبہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی حالانکہ نکاح میں بھی عورت اپنا نفس دو گواہوں کے آگے ایک شخص کو ہبہ کرتی ہے۔ یہ کوئی بڑے اعتراض کی بات نہیں ہے جس پر دریدہ دہنوں نے بہت کچھ ہرزہ گوئی سے کام لیا ہے اور پھر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ بی بی میمونہ اُونٹ پر جا رہی تھیں رسول اللہ نے دیکھکر فرمایا کہ اُونٹ اور جو اُونٹ پر ہے وہ میرا ہے۔ یہ روایت محض لغو اور مہمل ہے اور اس کا کسی معتبر کتاب میں کہیں پتہ نہیں لگتا۔ یہ صحیح ہے کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر نکاح کے کسی عورت کو اپنے قبضہ میں لائے یعنی بغیر گواہوں کی موجودگی کے کسی عورت سے وائی تعلق پیدا کرے کیونکہ گواہ ہر مقام پر بکثرت مل سکتے ہیں مگر نبی کے لئے یہ کوئی قید نہیں ہے اگر عام طور پر ہبہ کی رسم مسلمانوں میں بھی جاری ہو جاتی تو انتظام عالم اور تمدن اسلام میں سخت تزلزل واقع ہوتا اس لیے منع کر دیا گیا ہے کہ خاص رسول کریم کے ساتھ یہ خصوصیت ہے اور کوئی مسلمان ایسا کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ رہا مجبوری کی حالت میں اور ایسی حالت میں کہ وہاں گواہ ملنا ناممکن ہو تو فقہا نے اس کے لئے بہت کچھ احکام بیان فرمائے ہیں جن کو ہم تفسیر میں بالتفصیل بتائیں گے۔

اس کے بعد میمونہ کے غسل کا تذکرہ ہے اور ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ میمونہ کے بچے ہوئے پانی سے نہائے یہ سب واہی تباہی باتیں جنھیں نفس مطلب سے کوئی بھی سروکار نہیں ہے۔ نہاتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے یہ باتیں کی تھیں تین صدی کے بعد قیامت تک نہیں معلوم ہو سکتیں۔ یہ ساری گپ ہے جسے واقعات سے ذرا بھی تعلق نہیں ہے۔

ان کی تعداد یہ ہے۔ دو سو خاندان۔ دو ہزار اُونٹ۔ پانچ ہزار بھیڑیں اور بکرے اور بہت سا اثاث البیت بطور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اور حسب دستور باہم تقسیم کر لیا گیا۔

اس غزوہ کے دو مشہور واقعے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ایک انصاری نے

آنحضرتؐ کی لونڈیاں یا حرمیں

بعض ضعیف روایتوں میں آنحضرت کی حرموں کا بھی بیان ہے مگر سب غلط اور مہمل ایک روایت بھی کوئی صحیح نہیں ثابت کر سکتا۔ نام گنانے کو تو ہزار کے نام گنا دیئے جائیں مگر صدق سے اُنکا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعض مستند کتب احادیث میں بھی دو ایک حرموں کا تذکرہ ہے۔ مگر اتفاق نہیں ہے اور اس قسم کی کوئی روایت متفق علیہ آجتک نہیں ثابت ہوئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت کی ران پر برص کا داغ تھا آپنے اُس سے صحبت کی اگرچہ اصول طب اور تمدن سے اس روایت کو مغائرت تو نہیں ہے مگر ایسی باتیں رسول کریم کے زمانہ میں مشہور نہیں ہو سکتی تھیں۔ یہ دو صدیوں کے بعد تراشی گئی ہیں۔ اور چونکہ ہر روایت عربی جامہ میں ہے اس لئے اُس کے پڑھنے والے کو دھوکا ہوتا ہے۔ ہمارے پاس کوئی معیار ایسی نہیں ہے جس سے جھوٹی سچی روایت پرکھی جائے اور معیار اسماء الرجال پیش کی جاتی ہے وہ بہت ہی نامکمل ہے بہرحال ہم درایت سے جانچتے ہیں اور جب تک کوئی روایت درایت کی معیار پر کھری نہ اُترے گی ہمیں تو اس کے ماننے میں تامل ہوگا۔ مثلاً بیان کیا گیا ہے کہ فاطمہ بنت ضحاک آپ کی حرم تھیں اُنھیں خرچ کی تنگی ہوئی تو اُنھوں نے طلاق مانگی آپ نے طلاق دیدی اور پھر بجاری فاطمہ فاقہ کشی کر کے مر گئی۔

پھر اسماء بنت صلت کا بیان ہوا ہے کہ جب آنحضرت نے اُس سے ہم بستر ہونے کی درخواست کی تو وہ شادی مرگ ہو گئی۔ پھر قبیلہ بنی سلیم کی ایک عورت کا بیان ہوا ہے کہ اس کے باپ نے آنحضرت کے آگے اپنی بیٹی کے حسن و جمال کی تعریف کی آپ نکاح کرنے پر راضی ہو گئے مگر جب اس نے بجملہ اور صفتوں کے ایک یہ بھی صفت بیان کی کہ وہ کبھی مریض نہیں ہوئی تو آپ

ہشام کو جو لیث بن بکر کی اولاد سے تھا اور مسلمان ہو گیا تھا کافر جانکر بھولے سے قتل کر ڈالا جب اسکے بھائی مقیس نے جو مکہ میں رہتا تھا اپنے بھائی کے قتل کی خبر سُنی تو وہ فوراً انتقام کی غرض سے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں مسلمان ہوں اور اپنے بھائی کا خونبہا لینے آیا ہوں حضور انور نے

متنفر ہو گئے اور فرمایا ایسی عورت بہت ہی منحوس ہوتی ہے۔ پھر ملیکہ بنت کعب ہے جسکی رانؤں پر حرص کا دنبہ بیان کیا گیا اور جو دیکھتے ہی رسول کریم اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر اسماء بنت نعمان ہے جس کا ساڑھے بارہ اوقیہ کا مہر چاندی کا تجویز کیا گیا تھا۔ جب آنحضرت نے ابو سعید ساعدی سے اس عورت کو بلوایا تو حضرت بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ نے اُسے یہ سکھا دیا کہ جس وقت رسول اللہ تیرے پاس سونے لگیں تو اُس وقت یہ پڑھ دیجیو اعوذ باللہ منک یعنی تجھسے خدا کی پناہ۔ جب ایسا موقع ہوا اُس نے یہ کہدیا آپ یہ سنتے ہی فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا تو نے بڑی ذات کی پناہ ڈھونڈی ہے۔ پھر آپ کو معلوم ہوا کہ بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ کی یہ چالاکی تھی پھر دوبارہ اُسے بلایا اور اپنے پاس رکھا۔ پھر لیلیٰ بنت عظیم کا بیان ہے کہ کہ اس نے آپ کی پیٹھ پر دو ہتڑ مارا اور اسوقت آپ دھوپ کی طرف سے بیٹھ کئے بیٹھے تھے یہ دو ہتڑ گویا محض دل لگی کے طور پر تھا پھر اُس نے کہا کہ میں اپنا نفس آپ کو سونپتی ہوں آپ راضی ہو گئے وہ یہ قول و قرار کر کے جب گھر واپس آئی اور اپنے رشتہ داروں سے بیان کیا۔ اُنھوں نے کہا اُس کے پاس بہت سی عورتیں ہیں تو اُس سے ہرگز نکاح نہ کیجیو تجھے اور عورتیں دیکھکر رشک ہو گا وہ تیرے حق میں بددعا کرے گا تو برباد ہو جائے گی جا اور اپنا عہد توڑ ڈال چنانچہ وہ دوبارہ حاضر ہوئی اور اپنا عہد توڑ کے چلتی بنی اور کسی دوسرے شخص سے شادی کر لی۔ پھر ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب ہے جو ہبیرہ بن مکے رسول کریم کے گھر میں آئی پھر خولہ بنت حکیم ہے اُس سے نکاح نہیں ہوا مگر اُس کے گھر میں سوئے ضرور۔ پھر ضمرہ ہے جسے اس کے باپ سے طلب کیا تھا مگر اُسنے دینے سے انکار کر دیا اور مرض کا بہانہ کر کے۔ اپنے انکار میں کامیاب ہوا۔ پھر ام رافع۔ رضوی۔ رقیہ۔ ام ضمیر۔ ماریہ۔ شیریں۔ ام ایمن ہیں جن میں

اسے خون کی قیمت دلوادی مگر اس چالاک شخص نے روپیہ لیکر اس پر قناعت نہ کی اور وہ تاک میں لگا رہا۔ آخر ایک دن انصاری کو قتل کرکے وہ مکہ کیطرف بھاگ گیا صرف اسی شخص کا خون مکہ کے فتح کے دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح کر دیا تھا۔

بعض سے مقاربت بھی کی اور بعض سے نہیں۔

روایتوں کا یہ طوفان بے تمیزی ہے جنہوں نے اتنے نام عورتوں کے ایجاد کر لئے ان ہی روایتوں میں بہت سی باتیں وہ بیان کی گئی ہیں کہ ایک ناسمجھ بھی تسلیم کرنے سے سر ہلا دے گا بھلا صرف اس خوشی میں کہ رسول خدا اُس سے مقاربت کرنا چاہتے ہیں۔ اسکی جان نکل گئی کتنی لغو اور مہمل بات ہے یا ایک عورت کا پیٹھ پر دوہتڑ مارنا اور دل لگی کرنا اور نکاح کا وعدہ کرکے پھر اپنا وعدہ واپس پھیر لینا کتنا مہمل ایجاد ہے۔ ایسی روایتیں اگر غلطی سے کسی مسلمان مورخ نے درج کر دیں تو یکسیطرح بھی لازم نہیں ہے کہ ہم اسپر تکیہ کرکے بیٹھیں بلکہ ہر روایت رسول کریم کے رعب جلال۔ اخلاق اور ادب کے مقابلہ میں کہنی چاہئے اور پھر دیکھنا چاہئے کہ مذکورۂ بالا صفات سے اس یا اس جیسی روایات کا تطابق ہوتا ہے یا نہیں۔ جس آخر الزماں نبی کے حضور میں کوئی ہُوں تک نہ کر سکتا ہو۔ جس سے ۲۳ برس میں سوا سے تیرہ مسائل کے اور سوال نہ کیا گیا ہو اُس کے سامنے کس کا مقدور تھا کہ وہ باتیں دریافت کرتا جو گھر اور بی بیوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ وضو۔ نماز اور حج کے مسائل تو کسی نے پوچھے نہیں جیسا کرتے دیکھتے تھے ویسا ہی کرنے لگتے تھے۔ کیا مجال تھی جو کوئی ایک لفظ بھی زبان پر لاتا۔

بی بی کے ساتھ بچے ہوئے پانی میں نہانا اور پھر اُس کا ذکر باہر صحابہ میں کر دینا اور پھر اُنہیں سے بعض صحابہ کا بطور وصیت کے خاص انہی باتوں کو اپنی اولاد سے وصیت کر جانا اس طرح جب نسلاً بعد نسل چلی آئیں پھر تو کہیں تیسری صدی کے آغاز میں اُن کا آغاز ہوا اگر یہ بات نہ ہوتی تو کاہے کو وہ کتابوں میں درج ہوتیں اور لوگوں کے کانوں میں پڑتیں۔

بڑے تماشہ کی بات ہے کہ صحابۂ راشدین میں سے ایک نے بھی یہ روایتیں بیان نہیں کیں

دوسرا مشہور واقعہ اسی جنگ کا یہ ہے کہ سنان الجہنی ایک انصاری جہجاہ غفاری نامی حضرت عمر فاروق کے خادم نے ایک گھونسا مارا اہل مدینہ اپنے ہم وطن کا انتقام لینے کے لئے اسپر دوڑ پڑے جہجاہ نے پکار کے کہا اے مہاجرین میری مدد کو دوڑو اس طرح جُہنی نے انصار یعنی اہل مدینہ کو اپنی طرف بلایا جب دونوں جماعتیں جمع ہو گئیں تو نہایت

فرض کرو اگر اس قسم کے زن و شوئی کے تعلقات کا بیان کرنا کچھ ضروری ہوتا تو سب سے پہلے صحابہ راشدین ان روایتوں کو بیان فرماتے حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تو اس طرف اشارہ بھی نہیں کیا۔ مگر وہ رے تیسری صدی ہجری تجھ میں ایسے ایسے راوی پیدا ہو گئے کہ کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی اور وہ وہ باتیں نئے نئے رنگ میں بیان کیں گویا کوئی لمحہ رسول کریم سے علیحدہ ہی نہیں ہوئے۔ تجھ حدیثوں کی مستند کتابوں اور معتبر تواریخوں سے اس کا پتہ لگتا ہے کہ چار خلفا کے وقت میں تو ایسی روایتوں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ کسی کے کان میں ایسی بھنک نہ پڑی تھی۔ پہلی صدی میں ازواج پاک کے اندرونی تعلقات کا ذکر نہیں آیا دوسری صدی بھی خاموش گزر گئی مگر تیسری صدی اپنے ساتھ حدیثوں کا انبار لائی اور اُس نے آتے ہی حدیثوں کے صد ہا دفتر مرتب کر دیئے۔

سُنّی شیعہ دونوں کی روایتوں اور حدیثوں کا اسی صدی میں زور ہوا۔ اور اس قسم کے قصے کہانیوں نے اسی زمانہ میں آ کے جنم لیا۔ حضرت فاروق اعظم نہایت دور اندیش خلیفہ تھے جنہوں نے اپنی خلافت میں سختی کے ساتھ حدیثوں کی روایت کرنے کی ممانعت کر دی تھی فی الحقیقت یہ بہت بڑی حکمت بالغہ تھی اگر مسلمانوں میں باہمی فساد اور خونریزی نہ ہوتی تو ہرگز حدیثوں کی اشاعت اس کثرت سے کبھی نہ ہوتی خواہ تمدن کا دائرہ کیسا ہی وسیع ہوتا اور فتوحات کتنی ہی ترقی پذیر ہوتیں۔ چاروں خلفا کی بھی یہی کیفیت تھی، حضرت عثمان غنی نے تو اعلان جاری کر دیا تھا کہ جو حدیثیں ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروق نے روایت کی ہیں اگر اُن کے سوا ایک حدیث بھی کسی نے روایت کی تو سخت سزا دی جائے گی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے لشکر گاہ میں سے ایک شخص کو ٹیوا کے نکلوا دیا تھا صرف اس جرم میں کہ وہ اپنی طرف سے بنا بنا کے

درشت اور تلخ تر لفظ طرفین سے استعمال ہونے لگے یہاں تک کہ تلواریں کھنچ گئیں سخت خونریزی ہونے میں کوئی شبہہ نہ رہا تھا کہ اتنے میں سنان نے جہجاہ کو معافی دیدی اور صاف کھدیا مجھے اس سے انتقام لینے کی ضرورت نہیں ہے مگر عبداللہ ابن سلول جو بڑا زبردست منافق تھا ایسے موقع کی تاک میں لگا ہوا تھا اسنے اہل مدینہ کو

حدیث بیان کیا کرتا تھا۔ کاش یہی انتظام رہتا تو آج کو اس قدر اختلاف نہ ہوتا۔ اور مسلمان یوں برباد نہ ہوتے۔

صحابہ راشدین کی روایت سے جتنی روایتیں ہیں اُن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا ہے مگر تیسری صدی کے مسلمانوں کی روایت سے حدیثوں کی تعداد ہزاروں تک پہونچ گئی ہے اور یہ امر بڑا ہی عجیب ترین ہے سب سے زیادہ بعض متاخرین مورخوں نے ستم توڑ دیا ہے وہ ناپاک باتیں بیان کر گئے ہیں جن کے بیان کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی مثلاً کسی بی بی نے رسول اللہ کا پیشاب بھولے سے پی لیا اور اُس کی بیماری فوراً جاتی رہی یا کسی نے فضلہ کھالیا اور اُس کا جسم تمام امراض سے پاک ہو گیا۔ آپ کا فضلہ زمین کھا جاتی تھی۔ ان حضرات سے دریافت کیا جائے کہ ایسی رکیک اور غیر ضروری باتوں کے بیان کرنے کا منشا کیا ہے۔ اور کونسی دینی بات اس سے پیدا ہوتی ہے اور شریعت کے کون سے اصول کی تعلیم ہوتی ہے خواہ مدارج النبوۃ میں لکھا ہو یا روضۃ الاحباب میں خواہ الواقدی میں لکھا ہو یا ابوالفدا میں کسی کتاب میں کیوں نہ لکھا ہو۔ کہلائے گا غیر ضروری۔ جن حدیثوں میں اس قسم کی لغویات نہیں ہیں وہی حدیثیں صحیح ہیں یا جو حدیثیں بشرطیکہ یہ ثابت بھی ہو سکے کہ یہ صحابہ راشدین کی ہیں تو سب سے زیادہ وہی معتبر ہیں اور ان کے علاوہ جتنی حدیثیں اور روایتیں ہیں اُن میں برابر شک کو گنجایش ہو سکتی ہے۔

ہمیں خاص ازواج پاک کی نسبت جو کچھ لکھنا تھا لکھ چکے شاید ہماری یہ تحریر پسند آئے اور ایک حد تک کافی ہو۔ ہم اس سے بھی کہیں زیادہ بحث کر سکتے تھے مگر ہم نے عمداً طول نہیں دیا ہمارے خیال میں بس اسی قدر کافی ہے اگرچہ اسمیں بہت کچھ لکھنے کی گنجایش باقی ہے لیکن ہماری بساط کے قابل اسی قدر بس ہے۔

در غلاناً شروع کیا کہ تم نے اس ہمدردی کا نتیجہ دیکھا جو مہاجرین کے ساتھ تم نے کی کہ انھیں اپنے گھر میں اُتارا اپنے مال میں انھیں شریک کر لیا اور ان سے خوب ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو گئے اگر تم انھیں منہ نہ لگاتے تو آج یہ موقع ہی کب ہوتا کہ تمھارا ہم وطن اس طرح ذلیل کیا جاتا۔ اسوقت زید ابن ارقم موجود تھے عبداللہ کی یہ گفتگو سُن کے حضورِ انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ گزرا تھا سب عرض کر دیا۔ حضرت عمر فاروق بھی دربارِ نبوی میں حاضر تھے آپ کو سخت جوش آیا آپ نے حضور میں عرض کیا کہ عبداللہ بن بشیر کو حکم کیا جائے کہ وہ عبداللہ ابن سلول منافق کی گردن اُڑا دے حضور نے یہ منظور نہیں کیا اور آپنے فوراً کوچ کا حکم دیدیا۔ بنی مصطلق کے قیدی کل مدینہ لائے گئے۔ اور اُن کے ساتھ کل مال غنیمت بھی آیا حضور انور نے کمال رحم فرما کے بنی مصطلق کے خاندان کی ایک خاتون سے نکاح کر لیا جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ بنی مصطلق اور مسلمانوں میں دوستی ہو گئی اور کل قیدی رہا کر دیئے گئے اور ان سے کچھ زرِ فدیہ نہ لیا گیا۔

حضرت عائشہ پر اتہام

اس غزوہ کا ایک مشہور واقعہ حضرت عائشہؓ پر اتہام ہے اور یہ سب سے زیادہ ایک سنگین امر ہے جسپر ہم بالتفصیل بحث کرنا چاہتے ہیں۔ مخالف نہایت ذلیل پن سے جس کی کوئی انتہا نہیں ارسکا ذکر کرتے ہیں۔ صرف حضرت عائشہؓ کا پیچھے رہ جانا اور چند آدمیوں کا غلطی سے آپ پر بہتان اُٹھانا یہ ایسی باتیں ہیں کہ روزمرہ دنیا میں گزرتی رہتی ہیں مگر آپ کے ساتھ ایک خصوصیت تھی اور یہ خداوند تعالےٰ کا ایک خاص راز تھا جو معمولی دماغ کے آدمیوں کے سمجھ میں نہیں آتا تھا خدا کی مرضی یہ تھی کہ صدیق کی بیٹی تمام دنیا کی خواتین سے افضل قرار دیجائے اور محشر کی ملکہ بنے۔ اس راز کے ظاہر کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ صدیقہ کا بیان جو آپنے اس واقعہ کی نسبت اپنی زبان مبارک سے خود فرمایا ہے اور جو بخاری نے قلمبند کیا ہے یہاں نقل کریں۔

(بخاری پارہ سوم یہاں کتاب المغازی صفحہ ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ مطبوعہ کرزن اسٹیم پریس دہلی)

بخاری نے ایک باب لکھ کے اسکی یہ سرخی قائم کی ہے اور پھر اسکے آگے حدیث کا سلسلہ شروع ہوتا ہے

باب تہمت حضرت عائشہ کا ذکر۔

ابن شہاب کہتے ہیں ہم سے عروہ بن زبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے حدیث بیان کی یہ چاروں حضرت عائشہؓ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قصہ بہتان کی حدیث روایت کرتے ہیں ہر ایک نے انہیں سے مجھ سے حدیث عائشہ کا ٹکڑہ ٹکڑہ بیان کیا اور بعض کو ان میں سے عائشہ کی حدیث بعض سے زیادہ یاد تھی اور وہ اس کے بیان کرنے میں بہت درست تھے میں نے ہر ایک کی حدیث جو انھوں نے مجھسے حضرت عائشہ سے روایت کی یاد رکھی۔ ان چاروں نے کہا حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تھے اپنی بی بیوں میں قرعہ ڈالتے تھے جس کا نام (قرعہ میں) نکلتا اُسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لیجاتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ایک لڑائی میں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قرعہ ڈالا اُس میں میرا نام نکل آیا۔ میں آپ کے ساتھ نکلی اور یہ موقع آیت پردہ اُترنے کے بعد کا ہے مجھے ہودج میں بٹھا کر اُتارتے چڑہاتے تھے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی سے فارغ ہوئے اور واپس آئے اور ہم مدینہ کے قریب تھے رات کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چلنے کا حکم دیا جب چلنے کی خبر ہوئی میں پاخانہ میں پیشاب کے واسطے روانہ ہوئی اور لشکر سے دور نکل گئی جب میں فارغ ہوگئی تو اپنی سواری کے پاس آئی میں نے اپنے سینہ پر ہاتھ پھیرا تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرا ہار جو خزف یمنی کا تھا ٹوٹ گیا (اور گر پڑا) میں اُلٹی گئی اور اپنا ہار ڈھونڈھنے لگی اُس کے ڈھونڈھنے میں مجھے دیر ہوگئی۔ جو لوگ مجھے سوار کرتے تھے اُنہوں نے ہودج اُٹھا کر اُونٹ پر رکھدیا اور اُنکا یہ خیال تھا کہ میں ہودج میں بیٹھی ہوں۔ اُسوقت کی عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں اور اُنپر گوشت بہت کم ہوتا تھا کیونکہ کھانا بہت کم کھاتی تھیں اسی واسطے اُنہوں نے ہودج اُٹھاتے وقت ہلکا نہ جانا۔ اور اُسے اُونٹ پر رکھدیا اُسوقت میں کمسن تھی۔ وہ سب اُونٹ کو لیکر چلدیئے میں نے اپنا ہار لشکر روانہ ہوجانے کے بعد پایا میں لشکر کی جگہہ پر آئی تو وہاں کوئی جواب دسوال کرنے والا نہ تھا میں اپنی جگہہ پر اس خیال سے بیٹھ گئی جب انکو سیر گم ہوجانا

معلوم ہوگا تو مجھے ضرور ڈھونڈنے آویں گے۔ اسی طرح میں اپنی جگہ پر بیٹھی تھی مجھے نیند آنے لگی اور میں سو گئی صفوان بن معطل سلمی جو بعد کو ذکوانی مشہور ہو گیا تھا لشکر کے پیچھے رہتا تھا (تاکہ گری پڑی چیز کو اٹھا لائے) وہ صبح کو میرے قریب پہونچا اور سوتے آدمی کا سایہ دیکھا مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ اُس نے پردہ سے پہلے مجھے دیکھا تھا (اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا) میں اُس کے انا للہ وانا الیہ راجعون کے کہنے سے بیدار ہو گئی اور اپنی چادر سے میں نے منہ چھپا لیا بخدا ہم نے کوئی بات نہ کی اور نہ میں نے اُس سے بجز استرجاع کے کوئی اور بات سُنی۔ صفوان نے اُتر کر اپنی سواری کو بٹھا کر اُسکے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے میں اُٹھ کر اُس پر سوار ہو گئی۔ صفوان اُونٹ کو کھینچتا چلا اور ہم شدت گرمی میں بوقت دوپہر لشکر میں پہونچے وہ سب ٹھیرے ہوئے تھے اُنہیں سے جسے ہلاک ہونا تھا (تہمت لگا کر) ہلاک ہوا اور جو شخص بڑا مرتکب اس بہتان کا ہے وہ عبداللہ بن ابی بن سلول ہے۔

عروہ کہتے ہیں مجھے خبر دی گئی عبداللہ بن ابی بن سلول کے پاس قصۂ افک کا ذکر ہوتا تھا۔ وہ اُس کا اقرار کرتا تھا اور اُسے سنتا اور بیان کرتا تھا۔ عروہ کہتے ہیں بہتان والوں میں سے کسی کا نام حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے علاوہ نہیں ذکر کیا گیا اوروں کا مجھے علم نہیں۔ بیشک وہ بموجب قول خدا کے ایک جماعت ہے۔ اور بڑا ان کا عبداللہ بن ابی بن سلول ہے۔ عروہ کہتے ہیں عائشہ حسان کے بُرا کہنے والے کو بُرا جانتی تھیں اور فرماتی تھیں حسان نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ شعر کہا ہے۔

فان ابی ووالدہ وعرضی ✣ لعرض محمد منکم وقار

یعنی میرا باپ دادا اور میری عزت محمد کی عزت کے واسطے (اے کفار) تم سے بچاؤ ہے۔

حضرت عائشہ نے فرمایا پھر ہم مدینہ میں آئے اور میں ایک ماہ تک بیمار رہی لوگ تہمت والوں کے قول میں غور و فکر کرتے تھے اور مجھے یہ بات شک میں ڈالتی تھی کہ میں اپنی بیماری میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مہربانی نہ دیکھتی تھی جو میں (اس سے پہلے) اپنی بیماری میں دیکھا کرتی تھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آکر صرف یہ کہتے تھے کہ کیسی ہے پھر چلے جاتے تھے اس سے مجھے شک ہوتا تھا اور بُرے بھلے کا کچھ مجھے شعور نہ تھا۔ جب مجھے بیماری سے

اتفاقہ ہوا تو میں (پاخانہ پھرنے کے واسطے) نکلی اور ام مسطح بھی میرے ساتھ ہمارے پاخانہ کی طرف نکلی۔ ہم ایک رات سے دوسری رات تک پاخانہ نہ جاتے تھے اور یہ ہمارے گھروں کے پاس پاخانے بننے سے پہلے کا ذکر ہے۔ اور ہمارا طرز جنگل میں پاخانہ پھرنے جانے کی رسم عربوں کی طرح تھی اور ہمیں اپنے گھروں کے پاس پاخانہ بنانے سے تکلیف ہوتی تھی حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں اور مسطح کی ماں نکلی جو ابی رہم بن عبد المطلب بن عبد مناف کی بیٹی ہے اور ام مسطح کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی ہے جو ابو بکر کی خالہ تھی اس کا بیٹا مسطح اثاثہ بن عباد بن عبد المطلب کا بیٹا ہے۔ جب ہم پاخانہ پھر چکے تو میں اور ام مسطح اپنے گھر کی طرف واپس آئے مسطح کی ماں کا پاؤں اپنی چادر سے پھسل گیا وہ کہنے لگی مسطح ہلاک ہو۔ میں نے اُسے جواب دیا تو بُرا کہتی ہے کیونکہ تو بدری کو بُرا کہہ رہی ہے۔ اُسنے جواب دیا اری دیوانی کیا تو نے نہیں سنا جو کچھ مسطح نے کہا ہے۔ میں نے پوچھا اُسنے کیا کہا ہے۔ اُم مسطح نے مجھ سے اہل افک کا قول بیان کیا حضرت عائشہ فرماتی ہیں میری بیماری اور بڑھنی شروع ہوئی جب میں گھر آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر سلام کیا پھر پوچھا یہ کیسی ہے۔ میں نے آپ سے اپنے ماں باپ کے ہاں جانے کی اجازت مانگی تاکہ میں اپنے ماں باپ سے یہ خبر اچھی طرح معلوم کروں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دی۔ میں نے اپنی ماں سے پوچھا اے ماں لوگ کیا کہتے ہیں میری ماں بولی اے بیٹی گھبرا نہیں ایسی عورتیں بہت کم ہیں جو خوبصورت ہوں اور کسی محبت کرنے والے شوہر کے پاس ہوں اور اُسکی سوکنیں ہوں اور اُسپر تہمت نہ لگائی جائے۔ عائشہ کہتی ہیں میں نے کہا سبحان اللہ لوگ اسطرح کہتے ہیں میں اُس رات صبح تک روتی رہی نہ میں سوئی اور نہ میرا آنسو تھما۔ روتے روتے میں نے صبح کر دی حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب وحی آنے میں دیر لگی آپنے علی بن ابی طالب اور اُسامہ بن زید کو بُلایا اور اپنی بی بی کی جُدائی میں اُن دونوں سے مشورہ لیا اُسامہ نے تو یہی کہا جو آپکی بی بی کا بُرا ہونا جانتا تھا اور جو کچھ ازواج کے حال سے واقف تھا (یعنی کہا یا رسول اللہ وہ آپکی بی بی ہے اُسے اپنے پاس روکئے۔ ہم بجز بھلائی کے کچھ نہیں جانتے۔ لیکن علی نے کہا یا رسول اللہ آپ پر اللہ نے تنگی نہیں کی عورتیں اُسکے علاوہ بہتیری ہیں آپ خادمہ سے پوچھیں وہ

سچ سچ بتا دے گی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلا کر پوچھا کیا تو نے عائشہ کی کوئی بیجا حرکت ایسی دیکھی ہے جس نے تجھے شک و شبہ میں ڈالا ہو۔ بریرہ نے کہا اُس کی قسم جس نے آپکو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے میں نے کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جس سے میں عائشہ کو تہمت لگا سکوں۔ ہاں اتنا ہو کہ وہ کم سن لڑکی ہیں خمیر سے غافل سو جاتی ہیں پلی ہوئی بکری آکر اُسے کھا جاتی ہے۔ اُسی دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور عبد اللہ بن ابی بن سلول کی بات کا لوگوں سے (اسطرح) عذر چاہا اے جماعت مسلمان مجھے کون مدد دے گا اس شخص پر جس سے میری اہل میں مجھے ایذا پہنچی۔ بخدا میں اپنی بی بی پر نیز بھلائی کے کچھ نہیں جانتا اور اُن لوگوں نے ایسے مرد کا نام لیا ہے جسپر میں سوائے بھلائی کے گمان نہیں کر سکتا۔ وہ میرے گھر میں میرے پیچھے کبھی نہیں آتا تھا۔ عائشہ نے کہا کہ سعد بن معاذ بنی عبد اشہل کے بھائی کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ میں آپ کی مدد کروں گا۔ اگر وہ شخص قوم اَوس سے ہو گا میں اُسکی گردن مار دونگا اور اگر ہمارے بھائیوں خزرج سے ہو گا تو آپ ہمیں جو حکم دیجئے گا ہم اُسکی تعمیل کریں گے۔ عائشہ فرماتی ہیں ایک شخص قوم خزرج سے کھڑا ہوا جس کا نام سعد بن عبادہ تھا۔ اور حسان کی ماں اس کی قوی چچا کی بیٹی تھی اور قوم خزرج کا سردار تھا اور اس قصہ سے پہلے مرد نیک بخت تھا لیکن اُسے قوم کی حمیت اور غرور نے اُبھار دیا۔ سعد سے کہنے لگا تو جھوٹا ہے بخدا تو خزرجی کو نہ مار سکیگا۔ اور نہ اُس کے مارنے پر قادر ہو سکتا ہے۔ اور اگر وہ تیری قوم کا ہو گا تو تو اُسکا مارنا اچھا نہ جانے گا پھر سعید بن حضیر نے جو سعد کے چچا کے بیٹے تھے کھڑے ہو کر سعد بن عبادہ سے کہا تو جھوٹا ہے بخدا ہم اُسے مار دینگے اور تو منافق ہے جو منافقوں کی طرف سے جھگڑتا ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا اَوس خزرج دونوں قبیلے اتنے بھڑکے کہ لڑنے پر آمادہ ہو گئے باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تھے فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انھیں چپکا کرتے رہے (جب تک وہ چپ نہ ہوئے) آخر وہ چپ ہو گئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں اُس دن میں تمام دن روتی رہی نہ میرا آنسو تھمتا تھا اور نہ مجھے نیند آتی تھی۔ میرے ماں باپ میرے پاس آئے کہ دو رات ایک دن روتی رہی

نہ میں سوتی تھی اور نہ میرا آنسو بند ہوتا تھا۔ اور میں خیال کرتی تھی کہ وہ رونا میرے جگر کو پھاڑ دے گا میری ماں میرے پاس بیٹھی تھی اور میں رو رہی تھی کہ مجھ سے ایک انصاری عورت نے آنے کی اجازت مانگی میں نے اجازت دیدی وہ آکر بیٹھی اور میرے ساتھ رونے لگی ہم اسی حال میں تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور سلام کرکے بیٹھ گئے عائشہ فرماتی ہیں اس سے پہلے میرے پاس آپ نہیں بیٹھتے تھے جب سے اس فکر کا چرچا تھا۔ آپ ایک ماہ تک انتظار کرتے رہے کیونکہ میرے بارے میں آپ کے پاس کوئی وحی نہ آئی تھی عائشہ کہتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھتے وقت کلمہ شہادت پڑھا پھر کہا بعد حمد و تشہد کے اے عائشہ مجھے تیری ایسی اور ایسی خبریں پہنچی ہیں اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ تیرا بری ہونا بیان کردیگا۔ اور اگر تجھ سے گناہ ہوا تو اللہ سے اپنی بخشش کی دعا کر اور اسکی طرف رجوع کر کیونکہ بندہ جب (گناہ کا) اقرار کرکے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس پر رجوع کرتا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بات کہہ چکے میرے آنسو بالکل خشک ہوگئے اور ایک قطرہ نہ معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے اُن کی بات کا جواب دو میرے باپ نے کہا بخدا میں نہیں جانتا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو میں کیا جواب دوں پھر میں نے اپنی ماں سے کہا تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دو وہ بولی بخدا مجھے معلوم نہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں۔ باوجودیکہ میں نوعمر لڑکی تھی اور میں نے قرآن بہت نہ پڑھا تھا خود جواب دیا بخدا میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ بات سنی ہے اور تمہارے دلوں میں جم گئی ہے اور تم نے اُسے مان لیا اب اگر میں تم سے کہوں کہ میں بری ہوں تو تم مجھے سچا نہ جانوگے اور اگر میں تم سے اس امر کا اقرار کرلوں جسے خدا جانتا ہے کہ میں اُس سے بری ہوں تو تم مجھے سچا جانوگے بخدا میں اپنی اور تمہاری مثال یوسف کے باپ کی پاتی ہوں جبکہ اُس نے فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون کہا پھر میں نے پھیر کر اپنے بچھونے پر لیٹ رہی اور خدا جانتا ہے کہ میں بری تھی (اور مجھے بھی یقین تھا)

کہ جب میں بری ہوں تو خدا میری بریت ضرور بیان کرے گا۔ لیکن بخدا میں یہ نہ جانتی تھی کہ اللہ میری شان میں ایسی وحی اُتارے گا جو (ہمیشہ) پڑھی جاوے گی۔ میں یہ اُمید کرتی تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سوتے میں کوئی خواب دیکھ لیں گے۔ جس سے اللہ مجھے بری کر دے گا۔ خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہ اُٹھنے پائے اور نہ اور کوئی گھر سے باہر جانے پایا کہ اللہ نے اِن پر وحی اُتاری اور جو شدت آپ پر بوقت نزول وحی ہوتی تھی وہ شروع ہوئی اور وحی کے بوجھ سے پسینہ آپ کے اوپر سے موتیوں کی طرح ٹپک رہا تھا۔ حالانکہ وہ سردی کا دن تھا۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ سختی دور ہوئی۔ آپ ہنستے ہوئے اُٹھے اور چھوٹتے ہی یہ فرمایا اے عائشہ اللہ بزرگ و برتر نے تجھے بری کر دیا ہے۔ عائشہ کہتی ہیں مجھ سے میری ماں نے کہا تو رسول اللہ کی طرف اُٹھ (اور اونکا شکر کر) میں نے جواب دیا خدا کی قسم میں اونکی طرف نہ اُٹھوں گی اور نہ اللہ کے سوا کسی کا شکر کروں گی (اُسی نے مجھے بری کیا ہے) حضرت عائشہ کہتی ہیں اللہ نے یہ دس آیتیں الذین جاءوا بالافک عصبۃ منکم۔ (میری بریت میں) اُتاری ہیں ابو بکر صدیقؓ نے مسطح بن اثاثہ کا خرچ اسکی مفلسی اور رشتہ داری کیوجہ سے اپنے ذمہ لے رکھا تھا جب اُس نے بھی عائشہ کی تہمت میں بھراہی کی ابو بکر نے کہا بخدا میں مسطح کو ہرگز کچھ نہ دوں گا۔ اسوقت اللہ نے یہ آیت ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ الی قولہ غفور الرحیم نازل کی۔ ابو بکر صدیقؓ نے کہا بخدا مجھے اپنی بخشش بہت پسند ہے جو کچھ مسطح کو دیتے تھے پھر مقرر کر دیا۔ اور کہا بخدا میں اب یہ نفقہ بند نہ کروں گا۔ عائشہ کہتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش سے (جو میری سوکن تھی) میرا حال دریافت کیا اور زینب سے پوچھا تو کیا دیکھتی ہے یا تو نے کیا دیکھا ہے (راوی کا شک ہے) وہ بولی یا رسول اللہ میں اپنی آنکھ اور کانوں کو (غلط گوئی سے) بچاتی ہوں۔ اور بخدا میں بجز بھلائی کے کچھ نہیں جانتی۔ عائشہ فرماتی ہیں زینب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن بیویوں میں تھیں جو میری برابری کی مدعی تھی۔ (لیکن) پرہیزگاری کی وجہ سے اللہ نے اُسے شر سے بچا لیا۔ عائشہ کہتی ہیں کہ زینب کی بہن حمنہ زینب سے لڑنے لگی اور ہلاک ہونے والوں

جماعت میں حسنہ بھی ہلاک ہوئی۔ ابن شہاب زہری (راوی حدیث) کہتے ہیں یہ حدیث ہے جو مجھے ان (چار۔ دں) سے پہونچی ہے۔

عروہ نے کہا کہ عائشہ کہتی تھیں بخدا وہ شخص جس کے حق میں جو کچھ (بطریق حیات) کہا گیا وہ کہتا تھا سبحان اللہ اُس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے میں کبھی عورت کے پاس ہی نہیں گیا (یعنی وہ شخص نامرد تھا) حضرت عائشہ کہتی ہیں وہ اس قصہ کے بعد خدا کی راہ میں شہید ہوا۔

زہری کہتے ہیں مجھسے ولید بن عبد الملک نے پوچھا کیا تجھے بھی خبر ہے کہ علی بھی عائشہ کی تہمت لگانے والی جماعت میں شریک تھے میں نے کہا مجھے نہیں معلوم ہاں تیری قوم کے دو شخصوں نے جن کا نام ابو سلمہ بن عبد الرحمن (بن عوف) اور ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث ہے مجھے خبر دی ہے کہ عائشہ سے ان دونوں نے کہا علی میری شان میں خاموش تھے۔

مسروق بن الاجدع کہتے ہیں مجھسے ام رومان جو عائشہ کی ماں ہیں حدیث بیان کی وہ کہتی تھیں میں اور عائشہ بیٹھے تھے ایک انصاری عورت آئی اور کہنے لگی خدا فلاں کے ساتھ بُرائی کرے۔ ام رومان نے کہا یہ بات کیا تو نے کہی وہ بولی میرا بیٹا بھی تہمت لگانے والوں میں سے ہے۔ ام رومان نے پوچھا تہمت کا کیا قصہ ہے اُس نے تمام قصہ بیان کیا عائشہ نے پوچھا کیا رسول اللہ نے بھی یہ بات سُنی ہے وہ بولی ہاں۔ پھر عائشہ نے کہا اور ابو بکر نے بھی سُنی ہے وہ بولی ہاں۔ (ام رومان کہتی ہیں) عائشہ بیہوش ہو کر گر پڑیں اور ہوشیار ہونے کیجگہ انھیں کپکپی کا بخار چڑھ آیا۔ میں نے عائشہ پر کپڑے ڈالدیئے اور اُسے ڈھانک دیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر پوچھا اسکا کیا حال ہے میں نے کہا یا رسول اللہ عائشہ کو سخت لرزہ کا بخار چڑھا ہوا ہے۔ آپنے فرمایا شاید عائشہ کو اس ذکر کے سننے سے جو لوگ کہتے ہیں بخار آگیا میں نے کہا ہاں۔ عائشہ اُٹھ بیٹھی اور بولی بخدا اگر میں قسمیہ بھی کہوں تو تم میری تصدیق نہ کروگے اور اگر میں اپنا عذر بیان کرتی ہوں تو میرا عذر نہ سنوگے میری اور تمھاری مثال یعقوب اور اُس کے بیٹوں کی سی ہے۔ جبکہ یعقوب نے "واللہ المستعان علی ما تصفون" کہا یعنی اللہ ہی سے تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر مدد طلب کی گئی ہے۔ ام رومان کہتی ہیں رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر اللہ نے عائشہ کا عذر اُتارا۔ تو عائشہ نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہا میں خدا ہی کا شکر کروں گی نہ آپ کا اور کسی اور کا مجھے (اس بریت کا) شکر لازم ہے۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ وہ اذ تلقونہ بالسنتکم تلقونہ (لام کے زیر سے) پڑھتی تھیں اور ولق کے معنی جھوٹ بتاتی تھیں۔ ابن ابی ملیکہ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ عائشہ اس لفظ کو خوب جانتی تھیں کیونکہ یہ آیت اُن ہی کی شان میں اُتری ہے۔

عروہ کہتے ہیں میں عائشہ کے پاس جا کر حسان کو بُرا کہنے لگا وہ بولیں حسان کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ کفار سے رسول اللہ کی طرف سے جھگڑتا تھا (ایک مرتبہ) حسان نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کافروں کی ہجو کرنے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا تو میرے نسب کو کیونکر ہجو سے بچاوے گا حسان نے کہا میں آپ کو مشرکین میں سے اسطرح جدا کر دونگا جیسے خمیر میں سے بال صاف نکل آتا ہے۔ محمد بن عقبہ کہتے ہیں ہم سے عثمان بن فرقد نے حدیث بیان کی اُسنے کہا میں نے ہشام سے سُنا وہ اپنے باپ عروہ سے روایت کرتا تھا عروہ نے کہا میں نے حسان کو بُرا کہا جو عائشہ پر تہمت لگانے والوں میں سے تھا (عائشہ نے مجھے منع کیا)

مسروق کہتے ہیں ہم عائشہ کے ہاں گئے جبکہ حسان اُن کے پاس بیٹھے شعر سُنا رہے تھے اپنے اشعار تشبیب کے پڑھ رہے تھے اور یہ کہتے تھے۔ **شعر**

حسان رزان ماتزن بریبۃ ✣ وتصبح غرثی من لحوم الغوافل

عائشہ نے حسان سے کہا (سچ ہے) لیکن تو ایسا نہیں ہے۔ مسروق کہتے ہیں میں نے عائشہ سے کہا پھر تم اُسے کیوں آنے دیتی ہو اور حالانکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے والذی تولی کبرہ منہم لہ عذاب عظیم۔ عائشہ بولیں اندھے ہو جانے سے زیادہ اور کونسا عذاب ہوگا پھر کہا حسان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافروں سے جھگڑتا تھا یا اُنکی ہجو کرتا تھا۔

غرض جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت صدیقہ پر ظالموں نے مفت کا طوفان اُٹھایا تھا تو انھیں سزا دینے کے لئے آسمان سے یہ حکم نازل ہوا جس میں ان لوگوں کو جنہوں نے غلط

روایت اپنی زبان سے نقل کی تھی بہت سخت تنبیہ کی اور شک کرنے والوں کو سخت للکارا ہے (چنانچہ ملاحظہ ہو حاشیہ شریف مترجمہ میر زاحیرت پارہ ۱۰ صفحہ ۴۵۹ سورۃ النور مطبوعہ کرزن پریس)

(۴) ایک صورت ہو جسے ہم نے نازل کیا ہے اور اس (کے احکام) کو فرض کر دیا ہے اور اس میں ہم نے واضح آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ زناکرنیوالی عورت اور زناکرنے والے مرد (جو بے بیاہے ہوں) تو ان میں سے ہر ایک کو سو درّے مارو اور اگر تم اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو چاہئے کہ اللہ کے (اس) حکم (کے جاری کرنے) میں تمھیں ان دونو پر شفقت نہ دامنگیر ہو اور چاہئے کہ ان دونوں کے عذاب کو مسلمانوں کا ایک گروہ دیکھے زانی مرد نکاح نہیں کرتا مگر زناکرنیوالی عورت سے یا شرک سے اور زناکرنے والی عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر زناکرنے والا مرد یا مشرک۔ اور یہ نکاح مسلمانوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کریں تو انھیں اسّی درّے مارو اور اُنکی گواہی کبھی نہ قبول کرو۔ اور (یاد رکھو کہ) یہی لوگ فاسق ہیں۔ مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کر لیں اور نیک کام کریں تو بیشک (اُنکا گناہ بخشدیا جائیگا) اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو لوگ اپنی بی بیوں کو تہمت لگائیں اور انکے (پاس) سوا انکی ذات کے (اس معاملہ میں اور) گواہ نہ ہوں تو ان لوگوں میں سے ایک ہی کی گواہی چار مرتبہ ہو (اس طور پر) کہ اللہ کی قسم بیشک یقیناً میں سچ بولنے والوں میں سے ہوں۔

سورۃ انزلنٰھا وفرضنٰھا وانزلنا فیھا ایت بینت لعلکم تذکرون۔ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین۔ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک۔ وحرم ذالک علی المؤمنین والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھدآء فاجلدوھم ثمنین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولئک ھم الفسقون۔ الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم۔ والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھدآء الا انفسھم فشھادۃ احدھم اربع شھدٰت باللہ انہ لمن الصدقین۔ والخامسۃ ان لعنۃ اللہ

اور پانچویں مرتبہ یہ (کہے) کہ اللہ کی لعنت اسپر ہو جو جھوٹ بولنے والوں میں سے ہو اور اس عورت سے سزا کو ٹال دے گا اسکا چار مرتبہ اللہ کی قسم کھاکر یہ گواہی دینا کہ بیشک یقیناً وہ (اس کا شوہر) جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ یہ (کہے) کہ اللہ کا غضب مجھپر ہو اگر وہ (یعنی میرا شوہر) سچ بولنے والوں میں سے ہو اور اگر اللہ کا فضل اور اُسکی رحمت تمپر نہ ہوتی اور یہ کہ بیشک اللہ توبہ قبول کرنیوالا (اور) حکمت والا ہے (تو تم دیکھتے کہ جھوٹ تہمت لگانیوالوں کا کیا حال ہوجاتا) بیشک جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ تم ہی میں کی ایک جماعت (کے لوگ) ہیں تم اپنے حق میں اس (تہمت) کو برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے ان میں سے ہر شخص کے لئے وہ گناہ ہے جو اُس نے حاصل کیا اور انمیں سے جس شخص نے اُس (تہمت) کے بڑے کام کو سرانجام دیا اسکے لئے ایک بڑا (سخت) عذاب ہوگا جب تم نے اس (تہمت) کو سُنا تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے لوگوں پر بھلائی کا گمان نہ کیا اور کیوں نہ کہدیا کہ یہ صریح بہتان ہے (جن لوگوں نے یہ بہتان لگایا) وہ اسپر چار گواہ کیوں نہ لائے پس جب وہ (جسکی) گواہ نہ لاسکے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور (یاد رکھو) اگر اللہ کا فضل اور اُسکی رحمت تمپر دنیا و آخرت میں نہ ہوتی تو یقیناً اس امر کی گفتگو کرنے میں تمہیں ایک بڑا (سخت) عذاب پہنچ جاتا جب تم اُسے اپنی زبان پر لاتے اور اپنے منہ سے وہ بات نکالتے تھے جسکا تمہیں علم نہ تھا

علیہ ان کان من الکاذبین ۝ ویدرؤ عنہا العذاب ان تشہد اربع شہادات باللہ انہ لمن الکاذبین ۝ والخامسۃ ان غضب اللہ علیہا ان کان من الصادقین ۝ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ وان اللہ توّاب حکیم ۝ ان الذین جاؤا بالافک عصبۃ منکم لا تحسبوہ شرا لکم بل ہو خیر لکم لکل امرئ منہم ما اکتسب من الاثم والذی تولی کبرہ منہم لہ عذاب عظیم ۝ لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمؤمنات بانفسہم خیرا وقالوا ہذا افک مبین ۝ لولا جاؤا علیہ باربعۃ شہداء فاذ لم یاتوا بالشہداء فاولائک عند اللہ ہم الکاذبون ۝ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ فی الدنیا والاخرۃ لمسکم فی ما افضتم فیہ عذاب عظیم ۝ اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواہکم مالیس لکم بہ علم وتحسبونہ ہینا وہو عند اللہ عظیم ۝ ولولا اذ سمعتموہ

اور تم اُسے آسان سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی (سخت گناہ کی) بات تھی۔ اور جب تم نے اُسے سُنا تو کیوں نہ کہا کہ ہمکو سزاوار نہیں ہے کہ ہم اُسے زبان پر لائیں (اے اللہ) تو پاک ہے یہ تو بڑا بُہتان ہے۔ اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ اب دوبارہ ایسا (کام) نہ کرنا اگر تم مسلمان ہو اور اللہ تمھارے لئے (اپنی) آیتیں بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ دانا حکمت والا ہے۔ بیشک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بیحیائی (کی تہمت) پھیل جائے ان کے لئے دنیا و آخرت میں ایک (سخت) درد دینے والا عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اُسکی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ (نہوتا) کہ اللہ نرمی کرنیوالا مہربان ہے (تو تم دیکھتے کہ اسوقت کیا ہوتا) اے ایمان والو شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو اور جو کوئی شیطان کے قدموں کی پیروی کریگا تو (وہ) بیحیائی اور برے کاموں میں مبتلا ہو جائیگا کیونکہ) بیشک شیطان بیحیائی اور بُرے کاموں کا حکم دیتا ہے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُسکی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص کبھی پاک نہ ہوتا لیکن اللہ پاک کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ سننے والا دانا ہے اور تم میں سے بزرگی اور وسعت والے لوگ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنیوالوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہیئے کہ (انکی خطا کو) معاف کردیں اور درگزریں (اے بزرگی والو) کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمھیں بخشدے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ بیشک جو لوگ پاک دامن بے خبر ایماندار عورتوں کو

قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحٰنک ھذا بھتان عظیم ○ یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین ○ ویبین اللہ لکم الآیٰت واللہ علیم حکیم ○ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون ○ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ وان اللہ رؤف رحیم ○ یاایھا الذین اٰمنوا لا تتبعوا خطوات الشیطٰن ومن یتبع خطوات الشیطٰن فانہ یامر بالفحشاء والمنکر ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم من احد ابدا ولکن اللہ یزکی من یشاء واللہ سمیع علیم ○ ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربٰی والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم ○ ان الذین یرمون المحصنٰت الغفلٰت

(زنا کی) تہمت لگاتے ہیں اُنھیں دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی اور اُن کے لئے بڑا سخت عذاب ہے۔ جس دن کہ ان پر ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر اس کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔ اُس دن اللہ اُنھیں اُنکی واجبی سزا پوری دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بیشک اللہ ہی ثابت (اور ظاہر) ہے۔ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں۔ یہ (پاک) لوگ بری ہیں اُس سے جو (اُنکی نسبت لوگ) کہتے ہیں اون کے لئے بخشش ہے اور اچھا رزق۔

المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولہم عذاب عظیم ۝ یوم تشہد علیہم السنتہم وایدیہم وارجلہم بما کانوا یعملون ۝ یومئذ یوفیہم اللہ دینہم الحق ویعلمون ان اللہ ہو الحق المبین ۝ الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولائک مبرؤن مما یقولون لہم مغفرۃ ورزق کریم ۝

غرض جب اللہ کی طرف سے یہ شہادت مل گئی کہ حضرت عائشہ پاک وصاف اور عصمت کی خاتون ہیں تو حضور انور نے چار اشخاص کو ملزم گردانا اور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے طوفان بندی کی تھی اور ان ہی سے زیادہ تر اس بے بنیاد واقعہ کی شہرت بھی ہوئی تھی۔ ان چار ملزموں کے یہ نام ہیں۔ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق۔ حسان بن ثابت۔ مسطح بن اثاثہ۔ حمنہ زینب بنت جحش کی بہن۔ اُنھیں دِرّے لگوائے گئے۔ دِرّوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔

سر ولیم میور صاحب اسے قبول کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ حقیقت میں بالکل بیگناہ تھیں آپ یہ فرماتے ہیں کہ خود محمدؐ کے پاس شبہ کرنے کی وجوہات موجود تھیں، ہاں بعد ازاں آسمانی حکم سے وہ شبہ رفع ہو گیا۔ میور کا یہ لکھنا کچھ وزن نہیں رکھتا یہ تو ظاہر ہے کہ بغیر وجوہات کے شبہ کیونکر ہو سکتا تھا مگر وہ وجوہات محض انسانی خیالات پر مبنی تھیں۔ اور انسان فطرتاً ایسے خیالات کر سکتا ہے۔ مگر جب غلط فہمی رفع

ہوگئی تو دل بالکل صاف ہو گئے اور کسی قسم کی کوئی خلش نہ رہی مگر بی بی مریم پر جو بہتان اُٹھایا گیا تھا اور خود بچہ کا پیدا ہونا اُس بہتان کو قوی کر رہا تھا اُس کی تکذیب یا بی بی مریم کی بریت انجیل سے کہیں ثابت نہیں ہوتی۔ تعجب تو یہ ہے کہ شوہر موجود نہ ہو اور ایک جوان عورت کو حمل رہ جائے اور پھر بچہ بھی پیدا ہو اور اُس پر کوئی آسمانی بریت حضرت مریم کی نہ کی جائے یہ ساری باتیں عیسائیوں کی توجہ کی محتاج ہیں قاضی ابو بکر کی ایک حکایت بہت دلچسپ بیان ہوئی ہے کہ جب خلیفہ بغداد کی طرف سے قسطنطنیہ سفیر بنا کے بھیجے گئے تو دربار میں اُن سے بطور تمسخر دریافت کیا گیا کہ قصۂ افک زوجہ پیغمبر اسلام تو بیان کرو۔ قاضی نے کہا بیشک دنیا میں دو عورتیں ہیں جن پر بہتان اٹھایا گیا ایک عائشہ ایک مریم۔ عائشہ کا تو شوہر بھی تھا اور وہ کہ بچہ بھی نہیں جنی۔ لیکن مریم شوہر بھی نہ رکھتی تھی اور پھر بھی اُس نے بچہ جن دیا۔ دونوں خاتونوں کی عصمت یا الزاموں اور بہتانوں کے وزن کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔

یہ جواب سنتے ہی شاہ روم کے دربار کو سناٹا آگیا اور کل نصرانی ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اس واقعہ سے صدیقہ کی شان اس قدر بلند ہوئی کہ آج کوئی خاتون عزت میں ان کی برابری نہیں کر سکتی جل جلالہ وعم نوالہ۔

جو لوگ سلسلہ وحی کے قائل ہیں اور جنھیں یہ یقین ہے کہ قرآن مجید خدا کا کلام ہے وہ یہ دیکھ کے ششدر و حیران رہ جاتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے کس شدومد سے خود صدیقہ کی عصمت کی شہادت دی اور چند شریروں نے جو آپ پر باتیں بنائی تھیں انکی نسبت یہ فرمایا "ہذا بہتان عظیم" یہ کسے نصیب ہو سکتا ہے بڑے قدوسی اس شرف سے محروم ہیں

گیارہواں باب

مدینہ کا محاصرہ اور بنی قریظہ کا قتل

جب مسلمانوں نے بنی النضیر کو مدینہ سے بھگا دیا تو وہ مکہ کے حوالی میں چلے گئے انمیں سے چند آدمی مثل حیی بن اخطب اور سلام بن ابوالحقیق وکنانہ بن ربعی شب و روز اس فکر میں رہنے لگے کہ مسلمانوں سے کیونکر بدلا لیں آخر اُن میں سے بیس آدمی ابوعامر راہب کے ساتھ مکہ چلے گئے اور قریشوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دینے لگے ابوسفیان نے ان سے دریافت کیا کہ تمہاری اصل غرض یہاں آنے سے کیا ہے اُن یہودیوں نے کہا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ آپ کے ساتھ دایمی اتحاد کا عہد و پیمان کرلیں اور ساتھ ہی مسلمانوں کا قلع و قمع کرنیکے لئے تمہارے ساتھ ایک مضبوط عہدنامہ کریں۔ ابوسفیان یہ سُنکے بہت خوش ہوا اسکے بعد ابوسفیان نے پچاس قریشیوں کو ان کے ساتھ کعبہ میں بھیجا تاکہ اُسکی دیوار کو پکڑکر عہد کریں۔ اس زمانہ میں باہمی عہد اسی طرح ہوا کرتے تھے۔ پھر ابوسفیان نے یہودیوں سے کہا کہ ہم اس کعبہ کی عمارت کی نگہبانی کرتے ہیں اور مہمانوں کی خاطر اُونٹوں کی نکسلیں کھینچتے ہیں اور انھیں کھانا کھلاتے ہیں اور صلہ رحم کی بجا آوری کرتے ہیں اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کا طریقہ ہے یہاں کھڑے ہوتے ہیں مگر اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک نیا دین بنا کے کھڑا کر دیا ہے تم لوگ بھی تو آخر اہل کتاب میں سے ہو تم یہ بتاؤ کہ ہمارا طریقہ حق ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا۔ یہودیوں نے ابوسفیان کے مذہب کی بہت تعریف کی اور خدا پرستی پر بُت پرستی کو ترجیح دی۔ اس کے بعد یہودی وہاں سے چلے گئے اور قریشوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی ادھر ان یہودیوں نے اور قبائل کو ورغلانا شروع کیا اور مختلف قبائل مثلاً غطفان وغیرہ کو جنگ میں شریک کرنے کے لئے اپنے ساتھ ملا لیا ابوسفیان کے پاس اسوقت قریب چار ہزار کے فوج تھی جس میں پندرہ سو اونٹ تھے اور تین سو گھوڑے اور دارالندوہ میں جھنڈا بنایا گیا اور وہ جھنڈا نعمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کو دیا گیا اور اسی طرح عتبہ بن حصیم و طلحہ بن خویلد فوج کے افسر مقرر کئے گئے

اس حملہ اور تیاری کی خبر حضور انور کو بھی پہونچی آپنے اپنے صحابہ سے مشورہ لیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اتفاق رائے اسپر ہوا کہ باہر نکل کے جنگ نہ کی جائے سلمان فارسی نے جو اس بات سے آگاہ تھا کہ لشکر گاہوں اور شہروں کی دشمن کے مقابلہ میں کیونکر حفاظت کی جاتی ہے اس بات کی رائے دی کہ شہر کے ان مقامات کے گرد جو محفوظ نہیں ہیں خندق کھودی جائے کہتے ہیں اس سے پہلے خندق کھودنے کا طریقہ عربوں میں رائج نہیں تھا۔ حضور انور نے سلمان فارسی کا یہ مشورہ بہت ہی پسند فرمایا اور آپنے اپنے صحابہ کو خندق کھودنے کا حکم دیدیا مگر آپنے شہر کے اندر مقید ہونا پسند نہ فرمایا لہذا ابن اکتوم کو مدینہ کا گورنر مقرر فرماکے آپ مسلمانوں کی فوج کے ساتھ مدینہ کے باہر نکلے اور آپنے شہر کے قریب دامن کوہ میں اپنا لشکر گاہ بنایا اسوقت آپکے پاس تین ہزار فوج کے قریب تھی مہاجرین کا جھنڈا زید بن حارثہ کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں۔ مدینہ کی اکثر عمارتیں پتھر کی بنی ہوئی تھیں اور ان کا سلسلہ باہم اسقدر پیوست تھا کہ وہ بطور خود دشمن کے مقابلہ میں ایک حصار بن گئی تھیں لہذا اُنکے گرد خندقوں کے کھُدوانے کی ضرورت نہیں تھی۔ خندق کھودنے وغیرہ کی مفصل کیفیت بخاری[۱] نے کتاب المغازی میں تحریر کی ہے۔

---

[۱] جنگ خندق کا بیان اسی کا نام جنگ احزاب ہے موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں یہ لڑائی شوال ۴ھ ہجری میں ہوئی تھی۔

ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ میں اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا جبکہ میں چودہ برس کا تھا آپ نے مجھے شرکت لڑائی کی اجازت نہیں دی پھر آپنے بروز جنگ خندق جبکہ میں پندرہ برس کا تھا مجھے ملاحظہ فرماکے شرکت لڑائی کی اجازت دیدی۔

سہل بن سعد کہتے ہیں ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کاروبار تیاری خندق میں (مصروف) تھے اور لوگ خندق کو کھودتے تھے اور ہم اپنے مونڈھوں پر مٹی اُٹھا رہے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ سوائے عیش آخرت کے کوئی عیش (بہتر) نہیں۔ تو مہاجرین اور

چھ روز کے بعد یہ خندق کھُد کھُدا کر کامل ہو گئی۔ شہر کے باہر جتنے مکانات تھے وہ خالی کر دیئے گئے اور عورتیں اور بچے محض حفاظت کی غرض سے دو منزلہ مکانوں کے بالائی حصّہ میں جو خندق کے اسطرف تھے پہنچا دیئے گئے۔ یہ انتظامات اور یہ کُل کام بھی پورے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ یہ خبر گرم ہوئی کہ دشمن اُحد کی طرف سے بڑھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی مدینہ کا

انصار کو بخشدے۔

انس بن مالک کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خندق کیطرف نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مہاجر اور انصار صبح کے وقت سردی میں خندق کھود رہے ہیں اور اُن کے پاس غلام نہ تھے جو اُن کی بجائے یہ کام غلام کرتے۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی بھوک اور تکلیف کو دیکھا تو (اُن کے خوش کرنے کے واسطے) فرمایا ؎

اللھم ان العیش عیش الاخرۃ ✤ فاغفر الانصار والمہاجرۃ

یا اللہ عیش تو آخرت ہی کی عیش ہے تو انصار اور مہاجرین کو بخشدے۔

لوگوں نے بجواب آپ کے کہا۔ نحن الذی بایعوا محمداً علی الجہاد ما بقینا ابداً۔ ہم نے محمد سے اپنی زندگی بھر جہاد کرنے پر بیعت کی ہے۔

انس بن مالک کہتے ہیں مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی پیٹھوں پر مٹی ڈھوتے تھے اور یہ کہتے تھے ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے محمدؐ سے اسلام پر عمر بھر کی بیعت کی ہے۔ انس کہتے ہیں پیغمبر خدا جواب اُن کے فرماتے تھے اے اللہ کوئی نیکی آخرت کی نیکی کے سوا نہیں ہے تو انصار اور مہاجرین میں برکت دے۔ لوگ ایک ایک ٹہنی جو لاتے تھے اور وہ ایک بدبودار روغن میں پکا کر قوم کے منے شدت بھوک میں رکھے جاتے تھے وہ اُن کے حلق میں ناگوار اور بدبودار معلوم ہوتے تھے۔

ایمن (حبشی غلام ابن عمر المخزومی قرشی مکی کا) کہتا ہے میں جابر کے پاس گیا تھا انھوں نے کہا کہ ہم خندق کے دن زمین کھود رہے تھے اتفاقاً ایک زمین سخت نکل آئی سب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر عرض کیا یا رسول اللہ زمین سخت خندق میں پیش آگئی ہے آپ نے فرمایا میں خود آکر اُسے دور کرا دیتا ہوں پھر آپ چلے اور آپ کے پیٹ سے پتھر بندھے ہوئے تھے تین روز تک ہم بھوکے پیاسے ہی رہے آپ نے (آکر) زمین پر

لشکر فوراً آگے بڑھا اور اس سڑک کے پار جا کے جاحد کو جاتی تھی اپنا قیام گاہ بنایا سامنے خندق کھُدی ہوئی تھی اور عقب میں مدینہ کا شمال مشرقی حصّہ تھا اور مغربی حصہ دیواروں اور خرمے کے درختوں سے چھپا ہوا تھا صرف ایک شمالی حصّہ رہ گیا تھا جدہر سے دشمن بڑھ سکتا تھا۔

کدال ماری (کدال مارتے ہی) وہ زمین نرم ہوگئی جابر کہتے ہیں میں نے کہا یارسول اللہ مجھے گھر جانیکی اجازت دیجئے (آپنے کہا جاؤ پھر میں نے آکر) اپنی بی بی سے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے حال میں دیکھا ہے کہ صبر نہیں ہو سکتا۔ تیرے پاس کچھ ہے وہ بولی میرے پاس جَو اور بکری کا بچہ ہے۔ میں نے اُس بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور اُسنے اُن جَو کا آٹا پیسا میں گوشت ہنڈیا میں رکھکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آٹا پسا ہوا خمیر کے واسطے اور ہنڈیا چولہ پر پکنے کے واسطے رکھی تھی میں نے کہا یارسول اللہ میرے پاس کچھ کھانا ہے آپ ایک دو مردوں کے ساتھ تشریف لیچلئے آپنے پوچھا وہ کتنا ہے میں نے آپکو بتا دیا۔ آپنے فرمایا یہ تو بہت ہے۔ تو اپنی بی بی سے کہدے کہ میرے پہنچنے سے پہلے ہانڈی نہ اُتارے اور نہ تنور سے روٹی نکالے (پھر سب اصحاب سے کہا) تم سب چلو۔ مہاجر اور سارے انصار کھڑے ہوگئے جب جابر اپنی بی بی کے پاس آئے تو کہا وائے تجھپر رسول اللہ مہاجرین اور انصار کو جس قدر آپکے ہمراہ تھے سب کو لیکر آگئے وہ بولی کیا تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا میں نے کہا ہاں۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اندر چلے آؤ اور ایک دوسرے سے مزاحمت نہ کرو آپ روٹی توڑ توڑ کر اسپر سالن رکھنے لگے جب آپ دیگ (سے سالن) اور تنور سے (روٹی) نکال لیتے تھے اُسے (فوراً) ڈھک دیتے تھے اور (روٹی سالن اپنے یاروں کے پاس رکھ دیتے تھے پھر (اُن کے فارغ ہونے کے بعد) اُٹھا لیتے تھے) سیر (روٹی اور سالن دیتے رہے اور وہ سب شکم پُر ہو گئے اور کچھ کھانا (پھر بھی) بچ رہا۔ آپنے فرمایا (اے جابر کی بی بی) تو کھا اور اپنے ہمسایوں کو تحفہ بھیج کیونکہ وہ لوگ بھوکے ہیں

جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں جبکہ خندق کھودی گئی میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر شدّت بھوک معلوم کی میں نے آکر اپنی بی بی سے پوچھا کیا تیرے پاس کچھ ہے کیونکہ میں نے رسول خدا

قریشوں نے مثل سابق کے اُحد کیطرف اپنا لشکر گاہ بنایا اور بغیر کسی مزاحمت کے وہ سیدھے مدینہ پر بڑھے چلے آئے دشمن نے مسلمانوں کے لشکر کے مقابلہ میں اپنے کئی کیمپ نصب کئے اُن میں سے ایک کیمپ خندق کے قریب تھا خندق کی کیفیت دیکھ کے قریشوں کو بڑا ہی تعجب ہوا اور وہ سوائے ایک تیر کے فاصلہ کے آگے نہ بڑھ سکے۔

اسی اثنار میں ابوسفیان نے بنی قریظہ کے توڑنے کے لئے ایک بڑی بھاری ترکیب کی کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ بنی قریظہ کا مسلمانوں کے ساتھ عہد و پیماں ہو گیا ہے اور وہ اس عہد نامہ کی بموجب مسلمانوں کی طرف سے ہو کے ہمسے لڑینگے چنانچہ اسنے حیی بن اخطب

صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کی شدت دیکھی ہے تو وہ میرے پاس جو اب نکال لائی اُس میں ایک صاع جَو تھے اور ہمارے ہاں ایک بکری کا بچہ گھر کا پلا ہوا تھا اُسے میں نے ذبح کیا اور میری بی بی نے ایک صاع جَو پیسے ہیں آپ اپنے ہمراہ چند آدمی لیکر چلئے آپنے ایک آواز دی اے خندق والو جلد چلو جابر نے کہا نا پکایا ہے اور (مجھ سے) کہا میرے آنے تک اپنی ہنڈیا نہ اُتارنا اور نہ اپنے خمیر کی روٹیاں پکانا میں چلا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہوئے میں اپنی بی بی کے پاس آیا اور کہنے لگی خدا تجھے شرمندہ کرے (یہ تو نے کیا کیا) میں نے کہا تیری بات میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دی تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹا عورت سے لیکر اُس میں اپنا لعاب دہن ملا دیا اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر ہماری دیگچی لیکر اُس میں لعاب دہن ڈالدیا اور دعائے برکت کی۔ پھر فرمایا جابر روٹی پکانے والی عورت کو بلا وہ میرے سامنے روٹی پکا دے اور ہنڈیا سے سالن نکالے۔ اور اُسے چولھے سے نہ اُتارے۔ (سبھوں نے اچھی طرح کھالیا) اور وہ سب ایکہزار آدمی تھے بخدا سبنے کھالیا اور کھانا بچ رہا اور ہنڈیا اسی طرح بھری ہوئی تھی۔ اور ہمارے آٹے کی روٹیاں اسیطرح پکی جاتی ہیں

ایک یہودی سردار سے کہا کہ تو جا اور ان کو مسلمانوں کے خلاف اُبھار اور خود اس سے عہد و پیمان کر لیا چنانچہ حیی سیدنا بنی قریظہ کے سردار کعب کے حصار میں گیا اور دربان سے اطلاع کرائی کہ حیی آیا ہے کعب نے سنتے ہی کہا کہ میں حیی سے مل کے کیا کروں وہ ایک مکار شخص ہے میرے پاس محض اس لئے آیا ہے کہ میں مسلمانوں کیساتھ عہد شکنی کروں اور مسلمانوں کے ساتھ ہماؤں ایسا کبھی نہیں کرنے کا حیی نے نہی کعب کا یہ بیان سنا تو اُس نے دروازہ کے پاس کھڑے ہو کے آواز دی کہ اے کعب حیی آیا ہے اپنے حصار کا دروازہ کھولدے کعب نے اندر سے جواب دیا کہ اے حیی

حضرت عائشہ آیت اذ جاؤکم من فوقکم و من اسفل منکم و اذ زاغت الابصار کی تفسیر میں فرماتی ہیں یہ (حال) خندق کے دن تھا۔

براء کہتے ہیں آنحضرت خندق کے دن مٹی اُٹھا رہے تھے اور خاک نے آپکے شکم مبارک کو چھپا لیا تھا یا آپ کا شکم مبارک خون آلودہ ہو گیا تھا (راوی کا شک ہے) اور آپ یہ فرماتے تھے واللہ لولا اللہ ما اہتدینا + ولا تصدقنا ولا صلینا + فانزلن سکینۃ علینا + وثبت الاقدام ان لاقینا + الاولی قد بغوا علینا + اذا ارادوا فتنۃ ابینا + اور ابینا کو پکار کے پڑھتے تھے۔ ابن عباس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپنے فرمایا میں پورا ہوا کے ساتھ مدد دیا گیا ہوں اور قوم عاد پچھوا ہوا کے ساتھ ہلاک کی گئی ہے۔

ابی اسحٰق کہتے ہیں میں نے براء بن عازب سے سُنا وہ بیان کرتے تھے جب جنگ احزاب کا دن ہوا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھودنے میں مصروف تھے مٹی خندق کی اُٹھا رہے تھے اور خاک نے آپکے شکم مبارک کو چھپا رکھا تھا آپ کے سینہ پر بال بہت تھے۔ میں نے سُنا کہ آپ ابن رواحہ (شاعر) کے کلمات پڑھ رہے تھے (جن کا ترجمہ یہ ہے) اے اللہ اگر تیرا فضل نہ ہوتا۔ تو ہم ہدایت پر نہ آتے نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔ تو ہم پر تسکین اُتار اور اگر ہم دشمنوں سے بھڑیں تو ہمارے قدم جما دے۔ کہ اُنہوں نے ہم پر زیادتی کی ہے اگر یہ فتنہ کا ارادہ کرینگے تو ہم نہ مانیں گے۔ براء کہتے ہیں آخر کلمہ ابینا کو کھینچ کے پڑھتے تھے۔

تو ایک نامبارک شخص ہے اور تیری شامتِ اعمال سے بنی النضیر پریشان ہو چکے ہیں اب تو اس لئے آیا ہے کہ ہمارا بھی قلع قمع کر دے تو یہاں سے چلا جا کیونکہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ عہد کر چکے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس راستبازی۔ محبت اور صفائی سے عہد ہونے کے بعد ہم سے برتاؤ کیا ہم اُسکی تعریف نہیں کر سکتے۔ حیی نے

ابن عمر کہتے ہیں اول روز جنگ جس میں میں حاضر ہوا وہ خندق کا دن تھا۔

سلیمان بن صُرد کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے دن فرمایا اب ہم ہی کافروں پر چڑھائی کرینگے اور وہ ہم پر چڑھائی نہ کر سکیں گے۔

سلیمان بن صُرد کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جبکہ جماعت کفار متفرق ہو گئی کہ اب ہم کفار پر چڑھائی کرینگے اور وہ ہم پر چڑھائی نہ کر سکیں گے اور ہم ہی اُنکی طرف چلیں گے۔

حضرت علی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے خندق کے دن فرمایا اے اللہ کفار کے گھر اور قبریں آگ سے بھر دے جیسے کہ انہوں نے ہمیں بیچ کی (یعنی عصر کی) نماز سے روک دیا اور سورج چھپ گیا۔

جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب سورج چھپنے کے بعد کفار کو بُرا کہتے ہوئے تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ میں نماز پڑھنے نہ پایا تھا کہ سورج چھپ گیا آپ نے فرمایا بخدا میں نے بھی نماز نہیں پڑھی پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وادی بطحان میں (جو مدینہ کے قریب ہے) اُترے آپ نے نماز کے واسطے وضو کیا اور ہم نے بھی وضو کیا اور بعد غروب ہونے سورج کے نماز عصر پڑھی پھر اُس کے بعد نماز مغرب پڑھی۔

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بروز جنگ احزاب فرمایا کون ہے جو قوم قریش کی خبر لاوے زبیر بولے میں ہوں پھر آپنے فرمایا کون ہے جو ہمیں قوم کی خبر لاوے زبیر نے کہا میں ہوں پھر آپنے ارشاد کیا کون ہے جو ہمیں قوم کی خبر لاوے زبیر نے کہا میں ہوں آپنے فرمایا ہر نبی کے مددگار ہوتے ہیں اور میرا مددگار زبیر ہے۔

جواب دیا تم دروازہ تو کھولو تاکہ موسہ دموسہ تم سے آکے کچھ باتیں کرون غالباً تم دروازہ اسلئے نہیں کھولتے کہ تمھیں کھانا کھلانا پڑیگا تو اس کا تم کچھ خوف نہ کرو یہ سنتے ہی کعب پریشان ہوگیا کیونکہ اس سے بڑا وہ اور کوئی جرم نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اُن کے گھر پر مہمان طریق آئے اور اُسے کھانا نہ کھلائیں۔ چنانچہ اُسنے فوراً حصار کا دروازہ کھلوادیا حیی نے کعب کی صورت دیکھتے ہی کہا۔ کہ میں تمھارے لئے اقبال نامہ لیکر آیا ہوں عرب کے رئیس اور قریش کے سردار ایک کثیر جماعت کے ساتھ یہاں آئے ہوئے ہیں اور اُنکے ساتھ غطفان اور بہت سے قبائل نے اُحد کے قریب عہد کیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب کی بیخکنی کردیں کعب نے بیساختہ یہ جواب دیا خدا کی قسم اے حیی تو ایک ایسا ابر لایا ہے جس میں کڑک اور گرج تو بہت ہے مگر اُس سے پانی نہیں برسنے کا مجھے تو معاف کر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ عہد و پیمان میں رہنے دے حیی نے چکنی چپڑی باتیں بنا کے غرض ایک عرصہ کے بعد کعب کے دل پر قابو پالیا جب کعب راضی ہوگیا تو اخیر اُس نے دور اندیشی کی ایک بات حیی سے کہی کہ مجھے اس بات کا خوف معلوم ہوتا ہے کہ قریش تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑلڑا کے مکہ چلے جائیں اور تو اپنے وطن واپس پھر جائے اور ہم تنہا اپنی عہد شکنی کی سزا بھگتنے کے لئے یہاں موجود رہیں حیی نے اس کا یہ جواب دیا کہ میں تو لات کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تو ایسا خیال کبھی نہ کر کہ اگر خدانخواستہ قریش اور غطفان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قلع قمع کئے بغیر یہاں سے واپس چلے تو میں تیرے ساتھ حصار میں موجود ہوں جو کچھ پڑیگی وہ مجھ پر پڑیگی ان حجتوں کے بعد حیی کا افسوں کعب پر چل گیا اس بدنصیب عہد شکن نے فوراً اس عہد نامہ کو جسپر حضور انور کے دستخط تھے چاک کر ڈالا اور اپنے سارے قبیلے میں اس بات کی منادی کردی کہ ہمارا عہد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ٹوٹ گیا ہے سب کو چاہئے کہ قریشوں کے ساتھ ملکے مسلمانوں کو قتل کریں۔

اس عہد شکنی کی خبر آگ کی طرح سب میں پھیل گئی حضور انور نے اس خبر کو سنکے بنی قریظہ کی حال پر سخت افسوس فرمایا اور آپنے اسکی تصدیق کرنے اور حجت پوری کرنے کے لئے زبیر بن العوام کو بھیجا کہ جاکے بنی قریظہ کا طور انداز اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے زبیر نے آکے عرض کیا

یارسول اللہ وہ لوگ تو جنگ کی بڑی تیاری کر رہے ہیں اور انہوں نے حصار کو خوب مضبوط کر رہے ہیں۔ اسکے بعد حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق پوری کرنے کے لئے سعد بن معاذ سعد بن عبادہ اور عبد اللہ بن رواحہ کو خاص سفارت کی صورت میں بنی قریظہ کی طرف روانہ کیا اور حضور نے حکم دیدیا کہ اگر ان کی عہد شکنی کی خبر صحیح ہو تو نہایت نرم زبانی اور اخلاق سے نصیحت کرنا اور اگر وہ نہ مانیں تو مجبوری ہے تم کسی قسم کی سخت کلامی نہ کرنا۔ چنانچہ حضور کی یہ سفارت بنی قریظہ کے پاس پہونچی اور اس قبیلہ کے سردار کعب بن اسد سے ملاقات ہوئی۔ سفیروں نے جو باتیں ممکن ہیں اور جن سے محبت پیدا ہو سکتی ہے کہیں مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ بنی قریظہ کے آدمیوں نے نہایت تلخ اور ترش لہجہ میں اسلامی سفارت کو خطاب کر کے یہ کہا محمدؐ کون ہے؟ خدا کا پیغمبر کسے کہتے ہیں؟ یہ باتیں ہمیں سمجھا دو کہ ہم اسکی اطاعت کریں تم کون سے عہد نامہ کو پیٹ رہے ہو؟ ہم نہیں جانتے کہ عہد نامہ کسے کہتے ہیں؟ ہم میں اور تم میں کوئی عہد نامہ نہیں ہوا۔

سر ولیم میور صاحب نے بنی قریظہ کے معاملہ کے متعلق ایک جدید قسم کی گوہر افشانی کی وہ کہتے ہیں کہ یہ بات پوری پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچتی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی عہد نامہ بنی قریظہ کا ہوا تھا۔ حالانکہ ان کا یہ خیال ہے کہ انہوں نے جن حدیثوں سے اپنے دعوے کا استدلال کیا ہے اُن کا دعوے اس سے مطلق ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر بنی قریظہ سے کسی کا عہد نامہ نہیں ہوا تو انہوں نے مسلمانوں کی ابتدائی تیاری میں کیوں مدد کی تھی۔ جس کا بیان سب تاریخوں میں موجود ہے اور پھر دوسرا بین ثبوت یہ ہے کہ جب ابوسفیان کا قاصد بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا تو کیوں اسے یہ جواب دیا تھا کہ میں عہد شکنی نہیں کرتا جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے میرا عہد ہو گیا ہے اور انہوں نے عہد نامہ کے بعد سوائے مراعات اور محبت کے برتاؤ کے ہمارے ساتھ کوئی بیجا بات نہیں کی تو ہم کیوں عہد شکنی کر دیں مسلمانوں کی کوئی تاریخ اس بیان سے خالی نہیں جسکا مفصل ذکر اوپر ہو چکا ہے تو میور صاحب کا یہ خیال کہ کوئی عہد نامہ نہیں ہوا تھا اُن کا ذاتی خیال ہے۔

غرض جب سفارت مایوس ہو کر حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوری کیفیت حضور کی

خدمت میں عرض کر دی تو حضور نے یہ فرمایا: "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" سب مسلمانوں میں بنی قریظہ کی عہد شکنی کی خبر عام طور پر منتشر ہو گئی تو وہ بہت پریشان ہوئے اور انکے پریشان ہونے کی ایک یہ بھی وجہ تھی کہ مالک بن عوف، عقبہ بن حصین، بنی اسد غطفان اور بنی قرارہ کے ساتھ بالائے وادی سے مدینہ کی شرقی جانب جوق جوق مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے دوڑے۔ اور وادی کے آخری حصہ پر بنی کنانہ اور قریش پڑے ہوئے تھے۔

مغیط بن قمرہ جو منافقوں کا سردار تھا محاصرہ کے زمانہ میں اہل مدینہ کو یہ کہکے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ قیصر اور کسریٰ کے خزانے تمھیں نصیب ہوں گے۔ مگر اب یہ کیفیت ہے کہ مدینہ کے باہر بھی نکلنا نصیب نہیں ہوتا۔ ہمیں فریب دیا گیا ہے اور محمد کا یہ فریب اسوقت کھل گیا ان منافقوں نے مسلمانوں کو اُبھارا کہ تم جنگ میں جاکر کیوں اپنی جانیں کھوتے ہو۔ ان منافقوں کا مسلمانوں پر جادو چلگیا ان میں سے چند مسلمان حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم آپسے اپنوں گھروں میں رہنے کی اجازت لینے آئے ہیں اور ہمارا نشار گھروں میں رہنے سے یہ ہے کہ کہیں مخالف آکے ہمارے بال بچوں کو برباد نہ کر دے قرآن مجید میں بھی اسکا ذکر آیا ہے اب یہ بات انصاف سے دیکھنے کی ہے کہ حضور انور نے ایسی نازک حالت میں کہاں تک استقلال اپنے قابو میں رکھا۔

مدینہ کے باہر کی تو یہ کیفیت کہ مخالف کی فوجوں کے دل بادل چھا رہے ہیں اور اندر کی یہ حالت کہ انصار کا ایک گروہ بیدل ہوا چلا جاتا ہے۔ اور منافقوں نے ایک غضب برپا کر رکھا ہے مدینہ کا جنوب مشرقی حصہ جو بالکل عربی قبائل کی زد پر تھا پورا محفوظ نہیں معلوم ہوتا تھا حضور انور نے یہ رنگ دیکھکر اور مدینہ کی اندرونی حالت کو ایسا نازک پاکر تین سو جنگجو مسلمانوں کو اپنی فوج میں سے نکال کے مدینہ کے اندر بھیجدیا تاکہ ڈیڑھ ڈیڑھ سو سپاہیوں کی ایک ایک جماعت شہر کے دو بڑے بڑے حصوں کی نگرانی کرے اور شب و روز وہاں کا پہرہ دے کہ یہ مفسد جو اس وقت فساد برپا کر رہے ہیں کہیں مسلمانوں کے بال بچوں پر نہ آپڑیں۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ شہر یا قلعہ کے گرد کھائی کھودنے کا طریقہ پہلے پہل عربوں نے دیکھا تھا ابوسفیان اور اُسکے سب مددگار پہلے تو کچھ عرصہ تک اس کا مشورہ کرتے رہے کہ حملہ کیونکر کرنا

چاہئے آخر انہوں نے یہ بات طے کی کہ عام حملہ ہونا چاہئے جس سے مسلمانوں کے پیر اکھڑ جائیں چنانچہ عکرمہ بن ابوجہل کی ماتحتی میں قریشوں کے سواروں کا ایک رسالہ جسکے پیچھے کچھ پیادہ فوج بھی تھی کھائی کیطرف جھپٹا اور نہایت بہادری سے کھائی کو صاف کرکے وہ بالکل مسلمانوں کے مقابلہ میں آکھڑا ہوا یہ دیکھتے ہی حضرت علی ایک کمپنی کے اس کے مقابلہ میں آئے اور نہایت ہی ہوشیاری اور جوانمردی سے آپ اپنی مٹھی بھر فوج کو لیکے بالکل عکرمہ کے عقب میں آگئے اور ایک تنگ گوشہ پر قبضہ کرکے عکرمہ کی واپسی کے راستہ کو کاٹ دیا۔ جب یہ کیفیت ہوئی تو عمرو بن عبدود جو ایک بوڑھا سردار تھا اور جسکی عمر قریب نوے برس کی تھی اور جو عکرمہ کے رسالہ میں کام کر رہا تھا فوراً آگے بڑھا اور اس نے آواز دیکے کہا کہ میں دست بدست جنگ کرنا چاہتا ہوں کوئی ہے؟ کہ میرے مقابلہ میں آئے یہ سنتے ہی حضرت علی اپنی کمپنی سے نکل کر فوراً اسکے مقابلہ میں آگئے اور اب یہ دو جنگجو نوے برس کا بوڑھا اور ایک جوان میدان میں چھوڑ دیئے گئے۔ علی کی صورت دیکھتے ہی عمرو گھوڑے سے اتر آیا اور اسے چھوڑ دیا۔ جس کے معنی یہ تھے کہ بلا مرے یا فتح پائے میدان جنگ سے منہ نہ پھیرے گا۔ غرض دونوں کے ہاتھ مل گئے اور کچھ عرصہ کے لئے یہ دونوں جوانمرد گرد و غبار کے بادل میں چھپ گئے۔ ان کے داؤ پیچ مطلق نہیں معلوم ہوتے تھے۔ یکایک کچھ عرصہ کے بعد اللہ اکبر کی صدا اس گرد و غبار کے بادل کو چیرتی ہوئی باہر نکلی جس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی فتحیاب ہو گئے اور عبدود کا بیٹا مارا گیا۔ اس دست بدست جنگ سے مخالف کے رسالہ نے فائدہ اٹھا کے اپنی جان بچائی۔ یعنی وہ کھائی کی دوسری طرف چلا گیا۔ اگر حضرت علی عبدود کے بیٹے سے نہ لڑتے اور فنون جنگ کو ہاتھ سے نہ دیتے اور جیسے کہ آپ نے مخالف کے واپس ہونیکا راستہ کاٹ دیا تھا۔ اسیطرح اسکو گھیر کے اسپر حملہ کرتے تو عکرمہ کا ایک سوار بھی نہ بچ سکتا۔ صرف نوفل اپنے سواروں کے ساتھ کھائی کے پار نہ ہو سکا۔ اور اسے زبیر نے گرفتار کر لیا۔

اس روز سوائے اس کے کچھ نہیں ہوا لیکن شب کو خوب تیاری ہوتی رہی علی الصباح حضور نے ملاحظہ فرمایا کہ علاوہ قریشوں کے یہودیوں کے کل قبائل آپ کے مقابلہ میں صف بستہ ہیں اور انھوں نے اپنی فوجوں کو بہت اچھے مقامات پر نصب کیا ہے اور انہوں نے اتنی قوت بہم

پہنچائی ہے کہ اگر یلغار کریں اور مجتمع ہو کے حملہ کریں تو یقیناً کھائی کے پار آجائیں گے اس نظر سے حضور انور نے موقع موقع سے چھوٹے دستے خندق کی حفاظت کے لئے متعین فرمادیئے تھے جنہوں نے اس آمادگی سے اپنے مقام کی حفاظت کی کہ دشمن خندق سے پار نہ ہو سکا سردی اس شدت کی پڑ رہی تھی کہ ہاتھ پیر ٹھہرے جاتے تھے۔ اسلامی فوج کے لئے دو خوف تھے ایک تو یہ خوف تھا کہ دشمن آگے سے حملہ کر کے کھائی کے پار نہ ہو جائے دوسرا خوف اپنے عقب کا تھا کہ مدینہ کے یہودی پیچھے سے نہ پڑیں آپنے اس غزوہ میں جو کچھ تکلیف اٹھائی وہ بیان سے باہر ہے آخر آپنے مناسب یہ سمجھا کہ قبیلہ غطفان سے معاملہ کر کے اسے توڑ لیا جائے چنانچہ آپنے ایک سفارت قبیلہ غطفان کے سردار کے پاس بھیجی کہ اگر تم اسوقت میدان جنگ سے واپس چلے جاؤ تو ہم تمہیں مدینہ کی کھجوروں کے پیداوار میں سے ایک تہائی حصہ دینے کے لئے تیار ہیں غطفان کے سردار نے کہا کہ ہمیں اس سے انکار تو نہیں ہے مگر ہم نصف پیداوار چاہتے ہیں، عتبہ بن حصین۔ حارث بن عوف غطفان کے قبیلہ کے سردار عہد نامہ کی تکمیل کے لئے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور انور نے فوراً حضرت عثمان کو حکم دیا کہ وثیقہ کا مسودہ تیار کریں وہ مسودہ تیار کرنے میں لگے اور حضور نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سے صلح کے متعلق مشورہ کیا سعد بن عبادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر صلح کے متعلق خداوند تعالیٰ کی وحی آپ پر نازل ہوئی ہے تو "سمعنا واطعنا" اور اگر حضور یہ صلح کسی اور وجہ سے کرتے ہیں تو ہمیں اُسکی بابت اطلاع دینی چاہیے حضور نے ارشاد کیا کہ اس کے متعلق وحی تو کوئی نہیں نازل ہوئی جب میں نے دیکھا کہ قبائل عرب ایک ہی کمان سے تم پر تیر برسانے کے لئے تیار ہیں تو میں نے غطفان سے صلح کرنے کی تدبیر نکالی تاکہ مخالفوں میں پریشانی پیدا ہو سعد بن نے عرض کیا یا رسول اللہ اس زمانہ میں جبکہ ہم اور وہ مشرک تھے تو قبیلہ غطفان کے لوگ ہمارے نخلستان میں سے صرف ایک کھجور کی آرزو کرتے تھے وہ بھی مہمان بنکر اور جب ہم انھیں وہ کھجور دیدیتے تھے تو وہ بہت ہی خوش ہوتے تھے۔ اب جبکہ ہم مسلمان ہو گئے اور حضور انور کے صدقہ میں ہمیں عزت اور برتری حاصل ہو گئی تو ہم انہیں اپنی سخت ذلت سمجھتے ہیں کہ ہم انھیں ایک صاع یا ایک خرمہ اپنے نخلستان میں سے دیں

ہم اس بات کے لئے تیار ہیں کہ سوائے تلوار کے انھیں کچھ نہ دیں۔
یہ سن کے حضور انور نے وثیقہ کا مسودہ جو حضرت علیؓ نے تیار کر لیا تھا سعد بن معاذ سے پھاڑ ڈالا یہ لے کے قبیلہ غطفان کے سردار حیران و مایوس ہو کے مجلس ہمایوں سے اٹھ کے چلے گئے۔

دونوں فوجیں جنگ پر برابر تلی ہوئی تھیں۔ شب کو خالد نے سواروں کے کئی رسالے لیکے کھائی پر حملہ کیا۔ مگر مسلمانوں نے نہایت جوانمردی سے اس قدر تیروں کی بوچھاڑ کی کہ وہ پریشان ہو کے بھاگے کئی کئی دفعہ حملہ کیا گیا مگر ہر دفعہ پس پا ہوا اس جنگ میں صرف پانچ آدمی مسلمانوں کی طرف سے مقتول ہوئے۔ سعد بن معاذ سخت مجروح ہوئے اس دن صبح کو اسی طرح خوفناک جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی فرصت ملی جب شام ہو گئی اور مخالفوں کی فوجوں کا ایک بڑا حصہ اپنی لشکرگاہ کو چلا گیا تو مسلمانوں نے جمع ہو کے نماز پڑھی دن بھر نماز کے نہ ہونے کا صدمہ حضور انور کو بہت ہی تھا۔ آپ نے نہایت درد بھرے دل سے پُرجوش لہجہ میں یہ فرمایا کہ انہوں نے دن بھر ہمیں نماز نہ پڑھنے دی خدا ان کے پیٹ اور قبریں آگ سے بھر دے گا۔ اسی اثنار میں ایک نئی بات پیدا ہوئی یعنی نعیم بن مسعود غطفانی جس نے موقعہ بدر پر مکہ کے قریشوں کی تیاری جنگ کی مبالغہ آمیز خبریں اڑا کے حضور انور کو بدر پر پڑنے سے روک دیا تھا یہ شخص قریشوں میں اور غطفانیوں میں بڑی اعتبار کی نظر سے دیکھا جاتا تھا وہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں دل سے مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ مشرکوں کی جمعیت اور قبیلہ قریظہ کو منتشر کر دوں اور یہ بھی عرض کیا یا رسول اللہ میری قوم میرے مسلمان ہونے سے بالکل بے خبر ہے جو کچھ اُن سے کہوں گا وہ مان لیں گے۔ اب حضور جو کچھ کہیں میں کرنے کے لئے تیار ہوں حضور نے ارشاد کیا کہ کیا تو یہ کر سکتا ہے کہ مخالفوں کے لشکر میں تفرقہ پڑ جائے۔ نعیم نے عرض کیا کہ ہاں کر سکتا ہوں اب حضور ارشاد کریں تو میں جاؤں اور اپنا کام کروں حضور نے اُسے جانے کی اجازت دی اور کہا الحرب خدعۃ نعیم دربار ہمایوں سے اٹھ کر سیدھا بنی قریظہ کے پاس آیا اور اُن سے کہا کہ تم اس بات کو

اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھے تم سے کیسی محبت ہے انہوں نے کہا ہاں بیشک تو سچ کہتا ہے پھر نعیم نے کہا کہ قریش اور غطفان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں اور تم انھیں مدد دینے کے لئے تیار ہو مگر یہ تم جانتے ہو کہ تمھیں ان گروہوں سے کوئی بھی نسبت نہیں ہے کیونکہ وہ دور و دراز کے رہنے والے ہیں اگر ان کی فتح ہوگئی تو اُن کی مراد پوری ہو جائے گی اور اگر فتح نہ ہوئی تو وہ اپنے وطن واپس چلے جائیں گے مگر تم یہاں بہت قریب ہو تمھیں اپنے سامان اور بال بچوں کا خیال کرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ اہل مکہ اور عرب کے قبائل پریشان ہو کے یہاں سے بھاگ جائیں اور پھر تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُنکے اصحاب سے جنگ کرنی پڑے جسکا نتیجہ یہ ہو کہ تم بالکل برباد کر دیئے جاؤ۔ نعیم کے اس کہنے کا اثر یہود پر بہت ہوا اُنہوں نے کہا بیشک تم نے محبت کی شرط ادا کر دی اور جو کہا محض خیر خواہی کی بنا پر کہا اب بتاؤ اسکی کیا تدبیر ہے اور ہم کیا کریں نعیم نے کہا اسکی تدبیر یہ ہے کہ تم قریشوں سے کہلا بھیجو کہ ہم اس شرط سے تمھاری مدد کرنے کے لئے تیار ہیں کہ تم اپنے اشراف قوم ہمارے پاس بطور رہن کے رکھدو تاکہ ہمیں اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ تم ہر حالت میں ہماری مدد کرو گے شکست پر بھی اور فتح پر بھی۔ نعیم نے اُنھیں سمجھایا کہ جب غطفان اور قریش کے اشراف تمہارے پاس گرو ہو جائیں گے اور اُن لوگوں کو ناکامی ہوگی اور پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انتقام لینے کے لئے تمپر حملہ کیا تو یہ لوگ محض اپنے اشراف کی خاطر تمہاری مدد کو چلے آئیں گے یہ سُنکر یہودی خوش ہو گئے اور انھوں نے کہا بیشک تم نے بہت ٹھیک رائے دی ہم ایسا ہی کریں گے۔

اپنا یہ کام کر کے نعیم سیدھا قریش میں گیا اور اُن سے کہا تم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ تمھارے ساتھ میرا کیا تعلق ہے اور مجھے تم سے کس قدر یگانگت اور محبت ہے اور جو دشمنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب کے ساتھ ہے وہ بھی تم جانتے ہو۔

قریشوں نے اس کا اعتراف کیا اور کہا کیا خبر لائے ہو نعیم نے کہا مجھے یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ بنی قریظہ اپنی عہد شکنی سے جو اُنھوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کی بہت پشیمان ہیں اور اُنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہلا بھیجا ہے کہ آپ ہمارا قصور معاف کریں

ہم سے اب ایسی حرکت کبھی نہیں ہوگی اور ہم محض یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ہم قریشوں سے پھر گئے ہیں چند اشراف قریش اور خطفان بطور رہن کے لیکے آپ کی خدمت میں روانہ کر دیتے ہیں آپ انھیں قتل کر ڈالئے گا۔ اور پھر ہم آپ کے ساتھ ملکے قریشوں پر حملہ کرینگے اور ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑینگے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انکی یہ مصالحت قبول کر لی ہے یہ سنکر ابو سفیان کانپنے لگا۔ اور کچھ اتفاق ایسا آکے پڑا کہ یہ جمعہ کا روز تھا جب نعیم نے اس سے باتیں کیں مگر اسکی تصدیق کے لئے ابو سفیان نے ایک شخص کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ طولانی محاصرہ سے ہم تنگ آگئے ہیں ہمارے جانور ضائع ہوئے چلے جاتے ہیں ہم نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ کل شب جنگ کی خوب تیاری کر کے صبح کو دھاوا بولدیں جس وقت ابو سفیان کا قاصد بنی قریظہ میں پہنچا انھوں نے پیغام سنتے ہی یہ کہا ہم کل تمہارے ساتھ ملکے جنگ نہیں کر سکتے کیونکہ کل ہفتہ ہے اور ہفتہ کو ہم کوئی کام نہیں کیا کرتے ہاں ایک قوم ہفتہ کو کام کر کے برباد ہو چکی ہے اسکے علاوہ ہم اسوقت تمہارے ساتھ ملکے جنگ کر سکتے ہیں کہ تم چند سردار بطور رہن کے ہمارے پاس بھیجدو تاکہ ہمیں اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ تم ہمیں چھوڑ کے نہیں بھاگنے کے۔

غرض اس صورت سے نعیم کا افسوں کارگر ہو گیا۔ ابو سفیان کے لشکر میں سخت تزلزل پیدا ہو گیا اور اب انھوں نے بھاگنے کی ٹھہرائی اور وہ بدل بھاگنے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ یکایک زور زور سے آندھیوں کے جھکڑ چلنے لگے جس سے مخالفوں کے خیمہ اکھڑ گئے اونٹ گھوڑے کھل گئے ان کے کھانے کے برتن الٹ گئے اور وہ سراسیمہ ہو کے بھاگ کھڑے ہوئے ابو سفیان نے سراسیمہ ہو کے پہلے اپنے کل سرداروں کو بلایا اور کہا جنھوں کو اکھڑے ہوئے اور بھاگ کھڑے ہونے کے وہ بے اوسانی میں اونٹ پر چڑھا جا رہے تھے پر صرف اسکے ہاتھ ٹانگیں بچھے لٹک رہی تھیں اور اسی طرح وہ بھاگا چلا جاتا تھا خالد بن سردار کے ساتھ عقب کی حفاظت میں تھا کہ مسلمان تعاقب نہ کریں قریش اپنے راستہ سے مکہ کیطرف بھاگے اور بنی غطفان اپنے مقامات کی طرف چلے گئے۔

ان کے بھاگنے کی خبر فوراً حضور کو پہونچی آپنے حذیفہ کو بھیجا تاکہ اسکی پوری کیفیت

معلوم کرے خندق گئے اور پھر ساری کیفیت حضور انور کی خدمت میں آکے عرض کر دی
صبح کو قریشوں میں سے ایک شخص کا نام بھی میدان جنگ میں نہ تھا پندرہ روز تک مسلمان
محصور رہے تھے سردی اور فاقہ کشی سے ان کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی جب حضور کو یہ معلوم
ہو گیا کہ دشمن بھاگ گیا تو آپنے مسلمانوں کو حکم دیا کہ سب مدینہ میں چلے جائیں چنانچہ کل
مسلمان شاداں اور فرحاں مدینہ میں پہونچے اب اس بات کی ضرورت تھی کہ بنی قریظہ کی کامل
تادیب کیجائی جو عہد شکنی کر کے مسلمانوں سے آمادہ جنگ ہو گئے تھے اور حضور انور کی سفارت
کی انہی سخت توہین کی تھی اور خود شافع روز محشر کی نسبت ایسے ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے
تھے جو کسی صورت سے قابل برداشت نہیں ہو سکتے تھے بنی قریظہ کا معاملہ بہت ہی غور طلب ہے
اور یہ وہ واقعہ ہے جس پر عیسائیوں کا رحم اُمڈا پڑتا ہے اور انھوں نے مسلمانوں کے مظالم
ظاہر کرنے کے لئے جلدوں کی جلدیں سیاہ کر دی ہیں۔ سر ولیم میور نے اپنی عادت کے
مطابق مضحکہ اڑانے کی غرض سے صحیح بخاری کی ایک حدیث اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔
اور وہ یہ ہے کہ جب حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق سے واپس آکے
ہتیار رکھے اور غسل فرمایا تو حضرت جبرئیل آپکے پاس آئے اسوقت حضور انور اپنے بالوں سے
گرد جھاڑ رہے تھے حضرت جبرئیل نے کہا آپنے تو ہتیار رکھدیئے مگر میں نے ابھی نہیں رکھے
اب آپ اس طرف چلئے حضور انور نے ارشاد کیا کس طرف تو حضرت جبرئیل نے بنی قریظہ کیطرف
اشارہ کیا۔ یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب المغازی میں ہے اور حضرت بی بی عائشہ (رضی اللہ عنہا)
اسکی راوی ہیں اگر کوئی اور حضرت جبرئیل کے آنے اور اس گفتگو پر اعتراض کرتا تو کچھ مضائقہ
نہ تھا مگر تعجب تو یہ ہے کہ ان معاملات پر وہ شخص معترض ہوا ہے جس کا حضرت مسیح پر یہ عقیدہ
ہے کہ وہ بے باپ کے پیدا ہوئے مر کے زندہ ہوئے اور مجسم آسمان پر چلے گئے۔ جب ایسی
فوق الفطرت باتوں پر اعتقاد کر لیا جائے تو یہ بات اس کے مقابلہ میں کوئی وزن نہیں
رکھتی چنانچہ جب حضور انور کو آسمان سے یہ اطلاع ملی کہ بنی قریظہ پر حملہ کرنا چاہئے تو آپنے
فوراً روانگی کا حکم دیدیا۔ بنی قریظہ کی گھاٹی دو یا تین میل جانب جنوب مشرق واقع تھی وہ
جھنڈا جو ابھی تک مسجد نبوی میں اڑ رہا تھا اور لپیٹا نہیں گیا تھا حضرت علی کو دیا گیا۔ حضور انور

اپنے مرکب پر سوار ہوئے اور تین ہزار پیدل معہ ۳۶ سواروں کے آپکے ہمرکاب ہوئے فوراً بنی قریظہ کی گڑھی کا محاصرہ کر لیا گیا ایک مسلمان جو گڑھی کی دیوار کے نیچے جا پہونچا تھا اسپر ایک یہودی نے چکی کا پاٹ پھینکا یا اور وہ وہیں شہید ہو گیا مگر یہودی اتنے قوی نہیں تھے کہ لمبے جنگ مدافعت کرتے وہ بہت جلد مطیع ہونے کے لئے تیار ہو گئے اور اُنہوں نے نباش بن قیس کو حضور انور کی خدمت میں پیغام دے کے بھیجا کہ ہمیں مثل بنی النضیر کے جلا وطن کر دیا جائے ہمیں قتل نہ کیا جائے ہم اپنا سامان اور بال بچے لیکے چلے جاتے ہیں حضور انور نے منظور نہ فرمایا پھر اُنہوں نے یہ کہلا کے بھیجا کہ اچھا ہم اپنا مال و متاع چھوڑتے ہیں صرف اپنے بال بچوں کو یہاں سے لیکے چلے جائیں گے ان کی یہ درخواست بھی منظور نہ ہوئی یہودی اس نامنظوری پر بہت پریشان ہوئے اسکے بعد کعب بن اُسید نے جو اس جماعت کا پیشوا تھا سرداران بنی قریظہ کو جمع کیا اور حیی بن اخطب اپنے عہد کے مطابق جو اس نے کعب سے کیا تھا حصار میں آیا اسوقت کعب نے کہا اے یہود یو خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے نبی ہیں ہم صرف حسد کی وجہ سے انپر ایمان نہیں لائے اور اُن کی متابعت نہیں کی اسوقت تین باتیں میری سمجھ میں آئی ہیں ان میں سے ایک تم قبول کر لو سب دریافت کرنے لگے کہ وہ تین باتیں کونسی ہیں اُس نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ آؤ تم توریت کی رو سے اُنپر ایمان لاؤ تاکہ تمہارا مال و متاع اور تم سب محفوظ ہو جاؤ یہودیوں نے جواب دیا کہ نہیں یہ تو نہیں ہونے کا ہم اپنا مذہب نہیں چھوڑتے اور دوسری کتاب توریت کے مقابلہ میں نہیں اختیار کرتے کعب نے کہا کہ اگر یہ بات تم نہیں مانتے تو دوسری بات یہ ہے کہ ہم اپنے بال بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیں اور تلواریں لیکے قلعہ کے باہر نکل پڑیں اگر ہمیں شکست ہوئی تو ہماری عورتوں کی بے حرمتی نہیں ہوگی اور اگر فتح ہوئی تو ہمارے لئے عورتوں بچوں کی کمی نہیں ہے بنی قریظہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ ان معصوم بچوں اور بیگناہ عورتوں کو قتل کس بنا پر کیا جائے اور کونسا دل اسکے کرنے کے لئے تیار ہوگا اور پھر ان کے بعد ہماری زندگی کس کام آئیگی اور بغیر انکے ہم اپنی زندگی سے کیا فائدہ اُٹھا سکیں گے۔ کعب نے کہا کہ اچھا اگر یہ تم نہیں مانتے تو تیسری بات اور ہے کہ یہ رات ہفتہ کی رات ہے غالباً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور آپ کے اصحاب بہت خاطر جمعی سے آرام کر رہے ہیں آؤ ہم اپر شب خون مار دیں شاید اس سے کچھ نتیجہ نکلے بنی قریظہ نے کہا کہ ہم ہفتہ کی کبھی بے حرمتی نہیں کر سکتے ہمیں پہلے بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے ہفتہ کی بے حرمتی کی تھی خداوند تعالےٰ نے اُن کی صورتیں مسخ کر دیں۔

غرض ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات بنی قریظہ کی سمجھ میں نہ آئی انہوں نے صبح کو "ابو لبابہ بن منذر اوسی" کو جو اُن کا ہم قسم اور دوست تھا حضور انور کے لشکر گاہ سے بلایا اور یہ کہلا بھیجا کہ ہم اپنی مہم میں اُس سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ ابو لبابہ بنی قریظہ کے پاس حصار میں آیا تمام بچے اور عورتیں اسکو گھیر کے ہو بیٹھے اور انہوں نے رونا پیٹنا شروع کیا ابو لبابہ کو انکے رونے پر رحم آگیا اسوقت بنی قریظہ کے سرداروں نے اس سے دریافت کیا کہ تیری کیا رائے ہے کیا ہم حصار کے باہر نکل آئیں۔ ابو لبابہ نے کہا نکل آؤ مگر اپنے حلق پر ہاتھ رکھ کے اُس نے یہ بات کہی جس کے معنی یہ تھے کہ تمہاری گردن ماری جائے گی۔ ابو لبابہ کے منہ سے یہ بات تو نکل گئی مگر وہ ایک لحظہ کے بعد بہت سخت پشیمان ہوئے اور توبہ کرنے لگے کب کہا یہ بات ہے۔ ابو لبابہ نے کہا اصل میں تھیں یہ بات کھٹکے میں نے خدا اور رسول کی خیانت کی پھر ابو لبابہ حصار کے باہر آئے اور حضور انور کی خدمت میں آکر اپنی لغزش کو بیان کر دیا حضور نے اس لغزش کو معاف کیا۔

آخر بنی قریظہ پریشان ہو کے حصار کے باہر نکل آئے اور اطاعت قبول کر لی حضور انور نے محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ مردوں کو عورتوں سے علیحدہ کر کے گرفتار کر لیا جائے اور عورتوں اور بچوں کی نگرانی کے لئے عبداللہ بن سلام کو مقرر کیا اس کے بعد حصار میں مسلمانوں کی فوج داخل ہوئی اور قانون جنگ کے مطابق یہودیوں کے کل مال و متاع پر قبضہ کر لیا چار ہزار یکمریاں اور کئی ہزار مویشی پانچ سو تلواریں پانچ سو زرہ اور تین سو سپاہی سر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں جب یہ کیفیت ہوئی تو بنی اوس کے سردار حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ مظہر لطف و احسان ہیں جس طرح آپنے بنی قینقاع پر رحم فرمایا اور اُن کے ساتھ سوائے میوں کا قصور معاف کر دیا اس وقت بنی قریظہ پر بھی رحم کیا جائے کیونکہ وہ ہمارے حلیف ہیں اور ہمیشہ سخت پشیمان ہیں آپ انپر رحم فرمایئے اور ان کے جرائم کو معاف کر دیجئے حضور انور نے یہ فرمایا

اچھا تم اس بات کو منظور کرتے ہو کہ تم ہی میں کا ایک شخص فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کر دیا جائے اور جو کچھ وہ فیصلہ کرے وہ بالکل سمجھا جائے اس کے سرداروں نے یہ بات منظور کر لی تو حضور انور نے فرمایا کہ میں سعد بن معاذ کو فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کرتا ہوں تم منظور کرتے ہو یا نہیں انھوں نے کہا کہ ہم خوشی سے منظور کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور انور نے فوراً ایک شخص کو مدینہ بھیجا کہ سعد بن معاذ کو بلا لائے۔ چنانچہ لوگ بلانے گئے تو سعد سے زخم کے مارے ہلا بھی نہیں جاتا تھا۔ آخر لوگوں نے سعد کو بمشکل مرکب پر سوار کر کے کیمپ کیطرف روانہ کیا۔

راستہ میں بنی اوس کے چند آدمیوں نے سعد سے کہا یا اباعمرو رسول خدا نے بنی قریظہ کا فیصلہ تمہارے سپرد کر دیا ہے۔ وہ لوگ تمہارے حلفاء ہیں اور انھوں نے بارہا تمھیں مدد دی ہے تم ضرور ان کا خیال رکھنا۔ اس کا جواب سعد نے کچھ نہیں دیا کیونکہ زخموں کی تکلیف اس بلا کی تھی کہ وہ بمشکل بات چیت کر سکتے تھے۔

غرض آپ جب مجلس ہمایوں کے قریب پہونچے تو حضور انور نے دیکھتے ہی اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ تمھارا سید آیا اسے اٹھ کے مرکب پر سے اتروالو۔ چنانچہ صحابہ اٹھے اور سعد کو آہستگی میں اتار لیا۔

جوں ہی وہ آکے بیٹھے چند آدمیوں نے جو بنی اوس سے تعلق رکھتے تھے بنی قریظہ کی سفارش کی اس پر سعد نے کہا اچھا یہ تو تم بتاؤ کہ جو کچھ میں کہوں گا اسے تم تسلیم کرو گے یا نہیں۔ انھوں نے کہا کہ آپکے حکم پر ہم راضی ہیں اور اس سے ہرگز انحراف نہیں کرنے کے اس کے بعد سعد نے حضور انور کی طرف خطاب کر کے کہا کہ یہ لوگ اس بات پر راضی ہیں کہ میں ان کے لئے حکم کروں اور یہ ذرا بھی اسکی تعمیل سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ حضور نے ارشاد کیا تمھیں اختیار ہے چاہے جو کچھ کرو۔ سعد نے کہا میں مردوں کے قتل کا حکم دیتا ہوں۔ اسی وقت بنی قریظہ کے مرد کی مشکیں کس لی گئیں اور حکم دیا گیا کہ انھیں مدینہ لیجاؤ اور اسامہ بن زید کی سرائے میں قید کر دو اور انکی عورتوں اور بچوں کو رملہ بنت حارث کی سرائے میں نظر بند رکھو۔ دوسرے دن پھر حضور علیہ اور زبیر نے ان سب کی گردنیں مار دیں۔

مجھے اس قصہ کے یقین کرنے میں تامل ہے۔ کیونکہ کوئی صحیح روایت جس سے اس قتل عام پر

روشنی پڑے میرے دیکھنے میں نہیں آئی۔ اگرچہ مورخوں نے نہایت اندھے پن سے مثل بیوقوف بھیڑوں کے ایک دوسرے کی تقلید کی ہے مگر اصلی واقعہ کا اظہار کسی جگہ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اصل تعداد میں بہت بڑا اختلاف ہے کہیں چار سو لکھے ہیں کہیں پانسو کہیں آٹھ سو اور کہیں نو سو۔ اس اختلاف سے پایا جاتا ہے کہ بنی قریظہ کے کل مرد قتل نہیں ہوئے تھے۔ صحیح بخاری نے اس عظیم واقعہ کی نسبت بہت ہی اختصار سے کام لیا ہے چنانچہ جنگ خندق کی کل کیفیت مفصلۂ ذیل احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔

(دیکھو صحیح بخاری اردو مترجمہ میرزا حیرت کتاب المغازی صفحہ ۲۱۳)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگ احزاب سے واپس آنا اور بنی قریظہ کو محاصرہ کرنا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق سے واپس آکر ہتیار رکھدیئے اور غسل فرمایا تو جبرئیل آئے اور کہا یا رسول اللہ آپنے تو ہتیار رکھدیئے اور ہم نے ابھی نہیں رکھے اور ہر کو چلئے حضرت نے پوچھا کہ کدہر (چلوں) جبرئیل نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کرکے کہا ادہر۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُسطرف روانہ ہوئے۔

ابن عمر کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے دن فرمایا کوئی نماز عصر نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں عصر کا وقت راستہ میں آگیا بعض نے کہا ہم جب تک بنی قریظہ میں نہ پہونچ لیں نماز عصر نہ پڑھیں گے اور بعض نے کہا ہم تو یہیں پڑھیں گے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ نہیں ہے۔ (بلکہ جلد پہونچنا مقصود ہے) پھر آپسے یہ ذکر کیا گیا آپنے کسیکو نہ دہکایا۔

حضرت انس کہتے ہیں لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کے درخت ہدیۃً دیتے تھے جب آپنے بنی قریظہ پر فتح پائی اور اُن کے باغات دستیاب ہوئے تو آپ لوگوں کے عطیہ واپس دینے لگے میرے گھر والوں نے مجھے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی دی ہوئی چیزوں کو مانگنے بھیجا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ام ایمن کو (جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ پلانیوالی تھیں) دیدیا تھا۔ ام ایمن یہ خبر سنتے ہی آئی اور میری گردن میں کپڑا ڈالکر کہنے لگی اُس ذات کی قسم جسکے سوا کوئی معبود نہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز تمھیں وہ عطیے واپس نہ دینگے کیونکہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھے دیدیئے ہیں یا اُس نے

اور کچھ کہا (شک راوی کا ہے) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا تجھے میں (اُس کے عوض اپنے پاس سے) اس قدر دیتا ہوں اور وہ کہتی تھی بخدا میں ہرگز نہ دونگی۔ اخیر آپ نے ام امین کو دس گنا یا زیادہ دیا۔ (راوی کو شک ہے)

ابو سعید خدری کہتے تھے بنی قریظہ سعد بن معاذ کے حکم پر اُترآئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسیکو سعد کے پاس بھیجا سعد گدھے پر بیٹھے ہوئے تشریف لائے جب مسجد کے قریب پہنچے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا اپنے سردار یا اپنے بزرگ کی طرف کھڑے ہو (اور اُسے اتارو) پھر آپنے (سعد سے) کہا یہ لوگ تیرے حکم پر اُترے ہیں۔ (تو کیا حکم دیتا ہے) سعد نے جواب دیا جو کافر مسلمانوں سے لڑے اُنھیں مار دیا جائے اور اُنکی اولاد قید کیجائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو نے بموجب حکم خدا کے حکم دیا۔ یا مالک حکم کے موافق۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں سعد جنگ خندق کے دن ایک مرد قریشی کے تیر مارنے سے زخمی ہوگئے تھے اس مرد کا نام حبان بن العرقہ تھا اور تیر سعد کے ہمت اندام رگ میں لگا تھا آنحضرت نے سعد کے واسطے مسجد میں خیمہ بنا دیا تھا تاکہ پاس کے پاس اُن کی عیادت کرتے رہیں جب رسول اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق سے واپس آکر ہتیار رکھے اور غسل کیا جبریل آپکے پاس آئے اور آنحضرت اپنے سر مبارک سے گرد و غبار جھاڑ رہے تھے جبریل نے کہا آپنے ہتیار رکھدیئے اور میں نے (بخدا) ابھی ہتیار نہیں رکھے اب آپ ادہر چلئے آنحضرت نے پوچھا کدہر (چلوں) جبریل علیہ السلام نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ رسول اللہ بنی قریظہ کی طرف آئے (اور انھیں گھیر لیا) وہ سب آپکے حکم پر اُتر آئے آپنے حکم سعد بن معاذ کیطرف پھیر دیا سعد نے (آکر) کہا میں یہ حکم دیتا ہوں کہ اُن کے لڑنے والے مارے جاویں اور عورتیں اور بچے قید کئے جاویں اور مال اُن کے مسلمانوں پر تقسیم کر دیئے جاویں۔ ہشام کہتے ہیں میرے باپ نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں سعد نے دعا کی اے اللہ تو خوب جانتا ہے میں تیری راہ میں کسی قوم سے لڑنے کو اُس قوم کے لڑنے سے جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا کہا اور مکہ سے نکال دیا اچھا نہیں جانتا اور اے اللہ میں جانتا ہوں تو نے ہمارے اور قریش کے درمیان لڑائی رکھدی ہے۔ اب اگر قریش کی لڑائیوں سے کچھ باقی ہو

تو مجھے اُن سے لڑنے کے واسطے زندہ رکھ تاکہ میں تیری راہ میں اُن سے لڑوں اور اگر تو نے لڑائی اُٹھا دی ہو تو اس (زخم) کو جاری کر اور اسی میں مجھے موت دیدے (تاکہ میں شہید مروں) پس اُن کے سینہ سے خون جاری ہوا مسجد والے اُن کے خون سے گھبرا گئے مسجد میں خیمہ بنی غفار کا تھا لوگوں نے کہا اے خیمہ والو یہ کیا چیز ہے جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس آتی ہے۔ پھر انہوں نے جانا کہ یہ سعد کے زخم کا خون ہے اسی حال میں سعد کا انتقال ہوا ان مختلف روایتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری نے بھی قتل کا اشارہ ایک جگہ کیا ہے مگر اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ عملدرآمد کیونکر ہوا اور کتنی تعداد کے مارے گئے۔

ہشامی نے بھی مختلف روایتیں اس واقعہ کی نسبت لکھی ہیں مگر اسناد سب روایتوں کی مشکوک اور غیر معتبر ہیں۔ یہ ضروری بات ہے کہ مارے ضرور گئے مگر اُن کی تعداد کتنی تھی اسکی کچھ خبر نہیں۔ عیسائی مورخوں نے حسب عادت بہت کچھ حوالہ دیکے اس قصہ کو بیان کیا ہے اور میور صاحب نے تو رنگ آمیزی میں کمال ہی کر دیا ہے اور اس تمام عبارت آرائی اور جدوجہد سے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیرحمی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بنی قریظہ سب کے سب قتل کر ڈالے گئے تھے تو اس میں حضور کا کچھ بھی واسطہ نہیں ہے آپنے نہایت انصاف پسندی سے بنی قریظہ سے کہدیا تھا کہ تم اپنے طور پر ایک شخص کو منتخب کر لو تاکہ وہ تمہارے حق میں جو فیصلہ کرے وہ تم بخوشی منظور کر لو۔ اُنھوں نے نہایت خوشی سے سعد کو انتخاب کیا ان ہی کا رشتہ دار اور دوست تھا۔ سعد چونکہ اسی غزوہ میں مجروح ہو چکا تھا اور جو زخم اُسے لگا تھا وہ ایسا گہرا تھا کہ اخیر مہلک ثابت ہوا تو اُس کا اس غصہ میں کل بنی قریظہ کو قتل کا حکم دیدینا تعجب نہیں رکھتا۔ تاریخ عالم میں ایسی مثالیں ہزاروں موجود ہیں کہ کسی قوم اور کسی مذہب یا دنیاوی قانون نے عہد شکنوں اور باغیوں کے ساتھ مطلق رعایت نہیں کی کسکی عورتیں اور کیسے بچے اور کسکی آہ وزاری غدر ۱۸۵۷ء میں ہزاروں آدمی پھانسی پر چڑھا دیئے گئے اُن کے بچے بھی تھے عورتیں بھی تھیں کس نے اُنپر رحم کھایا اور کیا اُن کے قتل کرنے سے انگریزوں پر کوئی الزام قایم ہو سکتا ہے؟ اسی طرح عیسائی گورنمنٹوں کے بہت سے کارنامے موجود ہیں

اُنکی جس تلوار نے مرد کو قتل کیا اُسی نے عورتوں اور بچّوں کا بھی صفایا بولدیا۔
بنی قریظہ کا معاملہ تو کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا اگر ان واقعات کو دوہرایا جائے جو خداوند مسیح کے ماننے والوں اور معصوم پوپوں نے مقدس زمین پر کئے ہیں تو پھر بھی پانی ہو کے بہ جائے۔ جن مہیب واقعات کا ذکر خود بڑے بڑے نصرانی مورخوں نے بھی کیا ہے۔ بیت المقدس میں مسلمانوں کا قتل عام تاریخ کے صفحوں پر لکھا ہوا ہے اور پھر اُسکے مقابلہ میں مسلمانوں کی رحم دلی بھی موجود ہے۔ کوئی قوم مسلمانوں پر کیا عیب لگا سکتی ہے جبکہ وہ اُن سے بدرجہا زیادہ عیب دار ہے۔ اسکے علاوہ خاص بنی قریظہ کا قتل کہ کتنے مارے گئے اور کتنے بچالئے گئے کسی تاریخی واقعہ یا روایت میں صحیح طور پر نہیں ملتا۔
یہ بے کم و کاست تسلیم کرنا پڑے گا کہ بنی قریظہ نے عہد شکنی کی۔ اور اسی پر قناعت نہ کی بلکہ حملہ آور دشمن کے ساتھ ہو کے آمادۂ پیکار ہو گئے اور یہ ارادہ کر لیا کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا جائے جو چال اُنپر چلی گئی اگر وہ اسمیں نہ آتے تو اُن سے زیادہ مسلمانوں کا قاتل اور خونخوار دشمن ایک بھی نظر نہ آتا۔ جس دُرشت کلامی سے اُنھوں نے حضور انور کے تاصدُنکو دھتکارا ہے وہ الفاظ سعد کے کانوں میں گونج رہے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہے۔ خدا کا نبی کسے کہتے ہیں۔ ہمارا اُس کا کوئی عہد نہیں ہوا تھا۔ ہم پیغمبر سے برباد کئے تلوار کو میان میں نہیں دینے کے۔ یہ باتیں تھیں جنھوں نے سعد کو آمادہ کیا کہ وہ اُنھیں قتل کر ڈالے خواہ خاص ان ہی دو چار بنی قریظہ کو جو سرگروہ تھے یا دس پانچ لڑنے والوں کو اور بھی۔
اگر کوئی شخص یہ دعوے کر بیٹھے کہ سوائے دو ایک شریروں کے کوئی قتل نہیں کیا گیا تو دنیا میں کوئی شخص صحیح روایت بنی قریظہ کے قتل عام کے متعلق نہیں پیش کر سکتا۔ ایک تاریخ میں چار سو ایک میں پانسو ایک میں آٹھ سو اور ایک میں اُن کے مقتولین کی تعداد نو سو لکھی ہے یہ امر مسلم ہے کہ جب ایک واقعہ میں اس قدر اختلاف ہو گا تو یقیناً وہ واقعہ ہی سرے سے غلط ہے۔
ہماری تائید خود قرآن مجید میں صاف اور صریح الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ جہاں لکھا ہوا ہے کہ کچھ قید ہوئے اور کچھ قتل ہوئے جنھیں بغاوت کے جرم میں سزا دی گئی

قرآن مجید سے بہتر فیصلہ اور کسی کتاب کا نہیں ہو سکتا مسلمانوں میں یہی سب سے بڑا امتیاز ہے۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ سورۂ احزاب میں فرماتا ہے۔ اور اللہ نے[1] کافروں کو اُن کے غصہ میں واپس کر دیا اُنھوں نے (مسلمانوں پر چڑھائی کر کے) کچھ فائدہ نہ پایا اور مسلمانوں کیطرف سے لڑنیکو اللہ بس ہے اور اللہ زبردست غالب ہے اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان (مشرکوں) کی مدد کی تھی اُنھیں اللہ نے اُنکے قلعوں سے (بیدخل کر کے) اُتار دیا اور اُنکے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ کچھ لوگوں کو تم قتل کرنے لگے اور کچھ لوگوں کو قید کرنے لگے"

اس سے اُس یاوہ گوئی اور تراش خراش اور اتہامات کا بھانڈا پھوٹ گیا جو بنی قریظہ کے قتل عام کے اُٹھائے گئے تھے اور جن سے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس و اطہر پر بیرحمی کا الزام قایم کیا گیا تھا۔ آیت کے ایک ایک لفظ پر غور کرو تمھیں ساری کیفیت صاف صاف معلوم ہو جائے گی۔

جب ابوسفیان مکہ میں پہونچا تو اُسکی ہمت ٹوٹ چکی تھی اور مدینہ پر حملہ کرنیکا خیال اُسے اب مطلق نہ رہا تھا۔ مگر اب وہ اس فکر میں لگا کہ کسیطرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کروا ڈالے چنانچہ اس خطرناک ارادہ کی تکمیل کے لئے اس نے ایک خونخوار نوجوان بدو عرب کو انتخاب کیا اور اُس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو مدینہ جا اور موقع کی تاک میں لگا رہ۔ جب موقع ملے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈال قتل کرنے کا بہتر موقع کیا تو تجھے بازار میں ملیگا۔ یا مسجد میں جب وہ تبلیغ اسلام کرتے ہوئے ہونگے۔ کیونکہ اُسوقت اُنکی اور سامعین کی مصروفیت اسقدر ہوتی ہے کہ انھیں اپنے آگے پیچھے کی مطلق خبر نہیں رہتی۔

اعرابی نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قتل کر دینا تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ مگر اس عظیم کام کا صلہ کیا دیا جائے گا ابوسفیان نے بہت کچھ اُسے سبز باغ دکھائے اور اس خلق اور نرم زبانی سے گفتگو کی کہ وہ گرویدہ ہو گیا اور اپنے آبدار خنجر درست کر کے سیدھا مدینہ کیطرف روانہ ہوا۔

---

[1] ورد اللہ الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیرا وکفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا وانزل الذین ظاھروھم من اھل الکتٰب من صیاصیھم وقذف فی قلوبھم الرعب فریقا تقتلون وتاسرون فریقا

مدینہ میں پہونچے پردہ مسجد نبوی کے دروازہ پر اپنے اُونٹ سے اُترا اور اُونٹ کو باہر کسی چیز سے باندھ کر آپ اندر آیا۔ خنجر کمر میں چھپا ہوا تھا اور وہ برابر غور سے دیکھ رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں۔ جب وہ نہ پہچان سکا تو اُس نے باواز بلند حاضرین سے دریافت کیا ابن المطلب تم میں کون شخص ہے۔ حضور انور نے آواز سنتے ہی جواب دیا کہ "انا ابن المطلب" یہ کہکے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو اشارہ کیا کہ اسے گرفتار کرلو۔ چنانچہ فوراً وہ پکڑ لیا گیا تلاشی لینے پر خنجر اور کٹار اُسکی کپڑوں میں چھپی ہوئی نکلی۔ اس اعرابی کے گرفتاری پر اور سان دست نہ رہے وہ غل مچانے لگا کہ مجھ پر رحم کیا جائے اور مجھے چھوڑ دیا جائے۔ حضور انور نے ارشاد کیا کہ تو سچ سچ بتادے کہ کہاں سے آیا ہے اور کیوں آیا ہے اعرابی نے پوری کیفیت بیان کردی حضور انور نے ارشاد کیا کہ میں تجھے امان دینے اور آزاد کردینے کے لئے تیار ہوں اس شرط سے کہ تو خداوند تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کا اقرار کرلے چنانچہ اس نے بطیب خاطر کلمہ طیبہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پڑھا حضور انور نے اسپر مہربانی فرمائی اور اُسے چھوڑ دیا۔ یہ تھا مراحم خسروانہ اور یہ تھی شان نبوت کہ جو شخص قتل کے عزم سے آئے اسکی جاں بخشی بھی کردیجائے۔

بیش از ہمہ شاہان غیور آمدہ ہر چند کہ آخر بہ ظہور آمدہ
اے ختم رسل قرب تو معلوم شد دیر آمدہ زراہ دور آمدہ

بارہواں باب

ہجرت کا چھٹا سال

سنہ ۶۲۷ء سے سنہ ۶۲۸ء تک

ہجرت کا چھٹا سال کسی بڑی مہم سے بالکل خالی ہے کوئی مشہور جنگ اس سنہ میں نہیں لڑی گئی اور نہ کوئی بڑی مہم کہیں بھیجی گئی۔ ہاں ڈاکوؤں۔ عہد شکنوں۔ اور رہزنوں کی سرکوبی کے لئے چھوٹی چھوٹی مہمیں روانہ ہوئیں چنانچہ ۱۷ یا ۱۸ مہمیں اس سال مختلف اطراف میں بھیجی گئیں ہر مہم میں کامیابی ہوئی اور رہزنوں وغیرہ سے اس قدر سوشی ہاتھ لگے کہ مسلمان مالا مال ہو گئے۔ ان مہموں میں سے دو مہموں کے تو خود حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سرکردہ بنکے مدینہ کے باہر نکلے ان میں سے ایک مہم بنی لحیان کے خلاف روانہ ہوئی اسلئے کہ ان لوگوں نے دو برس ہوئے تھے کہ مسلمانوں کے چھوٹے سے گروہ کو دھوکا دیکے قتل کر ڈالا تھا اُنکے دو سو شتر سوار اور بیس اسپ سوار ساتھ لیکے حضور انور شام کے راستہ کی طرف روانہ ہوئے تین منزلیں تو آپ نے طے کیں اور چوتھی منزل میں آپ فوراً جنوب کی طرف پھر گئے اور ساحل آب کے کنارہ کنارہ دہبت تیز کے ساتھ مکہ کی سڑک پر روانہ ہوئے۔ بنی لحیان اس حملے سے واقف ہو گئے تھے وہ اپنے مویشی اور کل سامان لیکے بلندی پر چڑھ گئے۔ اور وہاں حملہ سے بالکل محفوظ ہو گئے جس مقام پر مسلمان بیدردی سے قتل کر ڈالے گئے تھے وہاں حضور انور نے قیام فرمایا اپنے رحمت بھیجی اور اُنکی بخشش کی دعا مانگی یہاں آپنے قیام فرما کے چند آدمیوں کو بنی لحیان کی تلاش میں بھیجا مگر قرب وجوار میں کہیں انکا پتہ نہ لگا یہاں سے مکہ صرف دو پڑاؤ رہ گیا تھا آپنے حضرت ابوبکر صدیق کو دس اسپ سواروں کے ساتھ مکہ کے قرب وجوار میں فوج ہراول کیصورت میں روانہ کیا تاکہ قریشیوں پر رعب بیٹھے اور اُنھیں معلوم ہو کہ دروازہ کھٹکھٹایا جا رہا ہے ایک دن اُنھیں کھولنا پڑیگا کیونکہ جو کھٹکھٹاتا ہے اُس کے لئے کھولا جاتا ہے آپ کچھ عرصہ عسفان میں مقیم رہے اور پھر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ واپس آئے ہوئے بہت دن نہیں گذرے تھے کہ ایک صبح کو ایک دن مدینہ غل وشور کی آوازوں سے چونک پڑا

اور وہ یہ بات تھی کہ عیینہ بن حصین بنی فزارہ کے سردار نے قریب کی بلندیوں سے چالیس فزاریوں کو ساتھ لیکے اغابا کے چراگاہ پر حملہ کیا اور حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنی کو معہ کل قلہ کے پکڑ لیا محافظ کو قتل کر ڈالا اور اسکی بیوی کو قید کر کے لے گئے ایک شخص اسوقت چراگاہ کے قریب جا رہا تھا اس نے ان حملہ آوروں کو دیکھ کے غل مچایا حضور انور نے فوراً مسلمانوں کو طلب کیا چنانچہ حکم ہوتے ہی بہت سے جنگجو مسجد کے دروازہ پر حاضر ہوئے وہ فوراً دشمن کے تعاقب پر روانہ کر دیئے گئے۔ ان کے روانہ ہونے کے تھوڑی دیر بعد خود حضور انور پانسو یا چھ سو مسلمانوں کو ساتھ لیکے پیچھے روانہ ہوئے اور سعد ابن عبیدہ تین سو سپاہیوں کے ساتھ مدینہ کی حفاظت کے لئے وہیں مقیم رہا۔ پہلا گروہ جو دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوا تھا۔ اس نے نہایت پھرتی سے بھاگتے ہوئے دشمن کے عقب کو کاٹ دیا اور بہت سا لوٹ کا مال چھین لیا اور کئی حملہ آوروں کو قتل کر ڈالا مسلمانوں میں صرف ایک شخص مقتول ہوا حضور انور ذیقرد تک برابر بڑھتے چلے گئے۔ جو خیبر کے راستہ پر واقع تھا لیکن یہ ڈاکو بنی غطفان کے صحرا میں امن سے پہنچ گئے حضور انور کی اونٹنی جو پکڑی گئی تھی وہ دشمن کے ہاتھ سے بچ گئی پھر آپ مدینہ واپس چلے آئے۔ پانچ دن تک یہ فوج مدینہ سے غیر حاضر رہی

ربیع الثانی ۶ھ ہجری مطابق ۶۲۷ء کو ایک ہولناک حادثہ بعض عہد شکن یہودیوں کی وجہ سے پیش آیا۔ اسکی اصلی کیفیت یہ ہے کہ مدینہ کے قرب وجوار میں بارش ہونے کی وجہ سے خوب سبزہ زار ہو گیا تھا اور اس اثنار میں مسلمانوں کے پاس مویشی بھی بکثرت ہو گئے تھے۔ بنی غطفان کے یہودی قبیلہ کو لالچ ہوا کہ مسلمانوں کے یہ جانور جو چراگاہوں میں چھوڑے گئے ہیں پکڑ لے اور نگہبان مسلمانوں پر شب خون مارے۔ حالانکہ اس بدبخت قبیلہ سے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد نامہ ہو چکا تھا۔ اس نے عہد نامہ کی بھی کچھ پروانہ کی اور ساتھ ہی یہ غضب کیا کہ قرب وجوار کے قبائل کو مویشیوں پر تاخت وتاراج کرنے کے لئے جمع کر لیا اخیر کل قبائل جمع ہو کے محمد ابن مسلمہ پر ٹوٹ پڑے۔ ان کے ساتھ صرف دس آدمی تھے مگر پھر بھی نہایت شجاعت سے انہوں نے صدہا مسلح یہودیوں کا قدم جما کے مقابلہ کیا۔ لڑائی ہوئی اور اس میں دس کے دس مسلمان شہید ہو گئے۔ خود محمد ابن مسلمہ سخت مجروح ہوئے۔ اور میدان میں گر پڑے

یہودی یہ سمجھ کے کہ یہ بھی مقتول ہو گئے ہیں۔ انھیں میدان میں چھوڑ کے چلے گئے۔ ایک مسلمان کا اتفاق سے اس طرف گزر ہوا اس نے محمد بن مسلمہ کو کندھے پر ڈال کے مدینہ پہنچا دیا۔ یہ کیفیت دیکھ کے حضور انور نے فوراً چالیس جری سواروں کا ایک دستہ یہودیوں کے تعاقب میں روانہ کیا مگر یہ عہد شکن کبھی کے بھاگ کے پہاڑوں پر جا چڑھے تھے۔ صرف اتنا تو ہوا کہ مال غنیمت ان سے چھین لیا گیا۔ اور اسکے علاوہ کچھ مویشی بھی اُن کے ہاتھ لگے باقی اور کوئی نتیجہ نہ ہوا۔

پھر جمادی الاوّل کے مہینہ میں ایک سو ستر مسلمان جنگجو ساحل آب کی طرف روانہ کئے گئے کہ جو قافلہ شام سے صفوان آتا ہے اُسے سنبھال لیا جائے۔ چنانچہ قافلہ سے مڈھ بھیڑ ہوئی معمولی لڑائی کے بعد مسلمانوں کو کامل کامیابی ہوئی اور قافلہ کا مال چھین لیا گیا۔ اس قافلہ کے ساتھ چاندی کا بڑا ذخیرہ تھا اور وہ خاص صفوان کا تھا اسے بھی قبضہ ہو گیا۔ اور باقی محافظین قافلہ گرفتار کر لئے گئے۔

قافلہ پر حملہ کرنے کا الزام بعض مورخ مسلمانوں پر لگاتے ہیں حالانکہ یہ اُن کی بڑی غلطی اور بے جا تعصب ہے۔ جو سلوک پے در پے قریشوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا اس قسم کے لئے اسکے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتے دوسرے جب ایک قوم سے جنگ جاری ہو اس کے خلاف ہر قسم کی کارروائی کرنی ہر ملک کے قانون میں اس متمدن زمانہ میں بھی نازیبا نہیں ہے لہذا اس قسم کا ذلیل اعتراض کوئی وزن نہیں رکھتا۔

ان قیدیوں میں جو اس معرکہ میں قید ہو کے آئے ابو العاص حضور انور کا داماد بھی تھا جسے آپکی صاحبزادی زینب بیاہی ہوئی تھی اور یہ ابو العاص خدیجہ الکبریٰ کا بہت ہی قریب کا رشتہ دار تھا۔ یہ شخص مکہ کا بہت بڑا تاجر تھا۔ جب حضور انور کو نبوت ملی تو آپنے اسلام کو اپنے داماد کے آگے پیش کیا اس نے صاف انکار کر دیا کہ میں مسلمان نہیں ہوتا۔ اس کے بعد حضور انور کی دشمنی پر قریشوں نے ابو العاص سے کہا کہ تو زینب کو چھوڑ دے۔ اس نے جواب دیا یہ کبھی نہیں ہو سکتا میں اپنی بیوی کو کسی طرح نہیں چھوڑ سکتا۔ نہ مجھے کسی دوسری عورت کی ضرورت ہے۔ حضور انور یہ سنکے بہت خوش ہوئے۔

جب حضور انور اور آپ کے خاندان کے باقی ماندہ لوگ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آ گئے تو

اس وقت زینب مکہ ہی میں رہی تھیں۔ جنگ بدر میں ابوالعاص گرفتار ہو کے حضور کی خدمت میں پیش ہوا۔ اسی اثنا میں قریشیوں نے قیدیوں کا فدیہ حضور انور کی خدمت میں روانہ کیا اسکے ساتھ زینب نے اپنا کل گہنا پاتا فروخت کر کے، اور سامان کے بطور فدیہ حضور انور کی خدمت میں ارسال کیا۔ اس سامان میں ایک گلو بند بھی تھا جو بی بی خدیجۃ الکبریٰ پہنا کرتی تھیں اور انہوں نے اپنی بھتیجی بی بی زینب حضور انور کی صاحبزادی کو جہیز دیا تھا۔ اس گلو بند کو دیکھ کے حضور انور کا دل بھر آیا۔

آپ نے مسلمانوں سے یہ ارشاد کیا "اگر یہ بات تمھیں گوارا ہو کہ میرا داماد چھوڑ دیا جائے اور یہ کل چیزیں اُسے واپس دیجائیں تو بہت اچھا ہو" یہ سنتے ہی سب نے تسلیم خم کیا اور کہا ہمیں دل سے منظور ہے چنانچہ ابوالعاص چھوڑ دیا گیا لیکن شرط یہ ہوئی کہ مکہ پہونچ کے زینب کو مدینہ روانہ کردے۔ اس نے منظور کر لیا۔ چنانچہ اُس نے مکہ پہونچتے ہی زینب کو مدینہ روانہ کرنے کا انتظام کیا اور ایک اُونٹ پر بٹھا کے اپنے بھائی کنانہ کو ساتھ کر کے مدینہ روانہ کر دیا جب قریشیوں نے یہ سُنا کہ زینب مدینہ جاتی ہے تو اُن لوگوں نے تعاقب کر کے زینب کے اُونٹ کو گھیر لیا اور ایک شخص نے آگے بڑھ کے اُونٹ پر بھالہ مارا۔ کنانہ کو سخت غصہ آیا۔ اُس نے فوراً اُونٹ بٹھا دیا۔ اور تیر و کمان سنبھال کے حملہ آوروں پر حملہ کیا۔ اسی اثنا میں ابو سفیان بھاگتا ہوا موقع پر پہونچا اور بیچ بچاؤ کر کے یہ بولا "تمھیں اس طرح علی الاعلان جانا نہیں چاہیئے۔ تم کیا واقف نہیں ہو کہ محمد سے ہمیں کتنا نقصان پہونچ چکا ہے۔ اُن کی کی کا اس طرح علانیہ مکہ سے مدینہ چلا جانا ہماری انتہا درجہ کمزوری عاجزی کا ثبوت ہوگا۔ گو یہ ہمارا مقصد نہیں ہے کہ لڑکی کو اس کے باپ سے باز رکھیں اور نہ یہ منشا ہے کہ باپ کا بدلہ بیٹی سے لیں۔ تم ابھی مکہ واپس چلے چلو۔ جب یہ جوش و خروش جاتا رہے تو تم خاموشی سے چُپ چُپاتے مکہ سے نکل جانا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کنانہ نے ابو سفیان کی نصیحت کو مان لیا اور اپنی بھاوج زینب کو واپس لے آیا پھر چند روز کے بعد زینب زید ابن حارثہ کے ساتھ جو اسی غرض سے مکہ بھیجا گیا تھا اپنے والد ماجد حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحفاظت مکہ پہونچ گئیں۔

ابو العاص کا مشرف باسلام ہونا

اس معاملہ کے تین یا چار برس کے بعد پھر ابو العاص گرفتار ہوا اور جب قیدیوں کا گروہ مدینہ پہونچا تو ابو العاص چالاکی سے قید سے بچ کے سیدھا اپنی بیوی زینب کے پاس پہونچا کہا کہیں پناہ چاہتا ہوں وفادار بیوی نے اپنے شوہر کو اطمینان دیا کہ میں تمھیں پناہ دونگی اسکے بعد وہ آکے پھر قیدیوں میں مل گیا۔ علی الصباح لوگ مسجد میں نماز کے لئے جمع ہونے لگے تو زینب نے پکار کے کہا کہ میں ابو العاص کی حفاظت کی ذمہ داری کر چکی ہوں جب نماز ہو چکی تو حضور انور نے صحابہ سے یہ ارشاد کیا کہ الفاظ میری بیٹی کے زبان سے تم نے سنے وہی میں نے سنے میں اُس خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس لمحہ تک اپنی بیٹی کی ذمہ داری سے واقف نہیں ہوں۔ اسکے بعد حضور انور اپنی صاحبزادی کے پاس گئے اور فرمایا کہ تم ابو العاص سے بحیثیت ایک معزز مہمان کے برتاؤ کرو مگر اسے اپنا شوہر فی الحال نہ سمجھو۔ اسکے بعد آپنے قیدیوں کے نگہبانوں کو طلب کیا اور فرمایا تم اس بات کو سمجھ لو کہ ابو العاص سے میرا بہت ہی قریب کا رشتہ ہے اگر تم اسکے ساتھ اچھا برتاؤ کروگے اور اسکا مال اسے واپس دیدوگے تو میں بہت خوش ہوں گا اور اگر نہیں تو بیشک وہ مال غنیمت کا حقدار ہے اور تمھیں اسکے رکھ لینے کا حق حاصل ہے مگر سب مسلمان اس قیدی کو چھوڑنے اور اسکا مال واپس دینے پر رضامند ہو گئے ابو العاص پر اس غیر معمولی شریفانہ برتاؤ اور خاطرداری کا بہت بڑا اثر پڑا وہ فوراً مشرف باسلام ہو گیا اور اپنی بیوی کے ساتھ بخوشی و خرمی رہنے لگا۔ مگر بدقسمتی سے اسی سال زینب کا انتقال ہو گیا۔ بیماری کچھ نہیں تھی صرف وہ ضرب تھی جو اونٹ سے گرنے پر زینب کو پہنچی تھی۔

سفارت شام

حضور انور نے اپنا ایک سفیر شہنشاہ قسطنطنیہ یا اسکے شام کے گورنر کے پاس روانہ کیا سفارت کا منشا بظاہر دعوت اسلام معلوم ہوتا ہے لیکن کسی مورخ نے صاف طور پر نہیں لکھا چنانچہ آپ کا سفیر شام پہونچا گورنر نے اسکی بہت بڑی عزت کی اور بہت سے ہدیے حضور انور کی خدمت میں روانہ کئے اور ایک خلعت خود سفیر کو دی۔ سفیر یہ کل سامان لیکے مدینہ واپس آیا تھا

کہ راستہ میں بنی جذام نے اسے لوٹ لیا۔ وہ فوراً ایک قریب کے قبیلہ کے پاس بھاگا ہوا گیا اور اس سے مدد چاہی قبیلہ والے اسلامی سفیر کی مدد کو دوڑ پڑے چوروں پر حملہ کیا اور کل مال چھین لیا اسی اثنار میں حضور انور کو یہ خبر پہونچی کہ سفیر پر حملہ ہوا ہے آپنے خبر پاتے ہی فوراً زید ابن حارث کو پانسو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا کہ حملہ آوروں کو سزا دے چنانچہ زید راتوں رات روانہ ہوا دن کو چھپا رہتا تھا اور شب کو سفر کرتا تھا اخیر وہ یکایک بنی جذام پر جا پڑا۔ اس قبیلہ کے بہت سے آدمی مع اُسکے سردار کے قتل کر ڈالے گئے۔ پھر مسلمانوں نے علاوہ بکثرت مویشیوں کے اس قبیلہ کے سو عورتیں اور بچے گرفتار کرلئے اس قبیلہ کا دوسرا سردار جو پہلے حضور انور کی اطاعت قبول کرچکا تھا بھاگا ہوا مدینہ میں آیا اور اس نے حضور انور کے آگے وہ معاہدہ پیش کیا جو حضور انور اور اُسکے قبیلہ میں ہوا تھا حالانکہ اس قبیلہ کی طرف سے عہد شکنی ہوئی تھی اور اس نے آپکے سفیر پر حملہ کیا تھا مگر تو بھی حضور انور نے معاہدہ کو دیکھ کے یہ فرمایا کہ مقتولین کے متعلق کیا فیصلہ ہوا اس قبیلہ کے سردار نے کہا کہ جو زندہ ہیں انھیں ہمارے سپرد کردو اور جو مرگئے ہیں وہ ہمارے قدموں کے نیچے ہیں حضور انور نے فوراً حضرت علی کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور اس معاملہ کا تصفیہ کرو حضرت علی روانہ ہوئے زید راستہ میں ملا جو اپنی ہم سے واپس آرہا تھا آپنے حضور انور کا حکم زید کو سُنایا اُس نے فوراً سارا مال غنیمت اور کل قیدی قبیلہ کے سردار کے حوالہ کردیئے۔

شعبان المکرم ۶ھ ہجری مطابق نومبر ۶۲۷ء

اسکے کچھ عرصہ کے بعد عبدالرحمٰن سات سو جوانوں کو ساتھ لیکے دومۃ الجندل کی دوسری مہم پر روانہ ہوا حضور انور نے اسوقت سیاہ عمامہ زیب سر فرمایا جو سپہ سالاری کی علامت تھی پھر آپنے یہ ارشاد کیا دیکھو کوئی بچہ اور کوئی عورت ہمارے ہاتھ سے قتل نہ ہو۔ جب آپ دومۃ الجندل پہونچے تو آپنے قبائل کو اسلام کی دعوت دی۔ اور اسپر فکر کرنے کے لئے تین دن کی مہلت عنایت فرمائی اس اثنار میں الاسبلغ نامی بنی کلب کا ایک نصرانی سردار مسلمان ہوگیا پھر بہت سے کرسٹان مشرف باسلام ہوئے دوسرے قبائل نے خراج دینا قبول کیا اور اجازت مانگی کہ ہم اپنے نصرانی مذہب پر قایم رہیں یہ ساری باتیں عبدالرحمٰن نے

قاصد کے ذریعہ سے حضور انور کی خدمت میں عرض کرادیں حضور انور نے منظور فرمالیا پھر ساری معاملات بخیر و خوبی طے ہو گئے۔

ان چھوٹی چھوٹی مہموں کے بعد زید ابن حارثہ ایک تجارتی مہم لیکے شام روانہ ہوا۔ اسکے ساتھ کثرت سے سامان تھا جو مدینہ کے باشندوں نے اپنا اپنا کر دیا تھا جب یہ وادی القریٰ کے قریب پہنچا جو مدینہ سے سات پڑاؤ ہے تو بنی فزارہ نے شب کو اس پر تاخت کی اور لوٹ لیا۔ ڈاکوؤں کے اس حملہ سے زید بھی سخت مجروح ہوا۔

مدینہ میں اس خبر سے سنسنا ہٹ سی پیدا ہو گئی اور مسلمانوں کو سخت جوش آیا۔ چنانچہ زید کے اچھا ہو لینے کے بعد ایک زبردست فوج کے ساتھ وہ روانہ کیا گیا وہ پانی کی رو کی طرح سے بڑھتا ہوا چلا گیا اس نے اس غدار قبیلہ پر حملہ کیا ایک سخت لڑائی کے بعد اُن کے قلعہ کو فتح کر لیا۔ اکثر نوجوان ڈاکوؤں کی بازگشت بنی ہوئی تھی اور اسی کے ہاں یہ ڈاکو پناہ لیتے تھے گرفتار کر لی گئی۔ یہ سب ڈاکو اور ڈاکوؤں کی اماں جان علیحدہ علیحدہ باندھ لیگئی مگر راستہ میں اس بڑھیا کا دم نکلگیا اور اسی خاندان کے دو نوجوان بھائی بھی قتل کر ڈالے گئے۔ زید اس کامیابی کے بعد مدینہ پہونچ کے سیدھا حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کی خبر سنکے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکل آئے اسے گلے سے لگایا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

ابو رافع عبداللہ بن ابی الحقیق ایک یہودی سردار کا قتل

ان پے در پے کی کامیابیوں پر بھی یہودیوں کی استقامت اور دشمنی میں ذرا فرق نہیں آیا تھا۔ وہ اسی طرح حضور انور کو تکلیف دینے میں سرگرم تھے اور دنیا بھر کی تدبیریں آپ کو صدمہ دینے کی کرتے تھے۔ چنانچہ ابی الحقیق اپنے قبیلہ بنی نضیر کے ساتھ جب وہ مدینہ سے نکالا گیا ہے تو اپنے حلیف یہودیوں کے پاس خیبر میں آباد ہو گیا تھا۔ ابی الحقیق کا نام ابی رافع بھی تھا اس نے اُن لوگوں کا بہت ساتھ دیا تھا جنھوں نے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا اور اب وہ بدوؤں کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اُبھار رہا تھا۔

اسی تناسب میں ایک مہم سات آدمیوں کی حضرت علی کی سرکردگی میں روانہ کی گئی تاکہ سعد بن

ابی بکر قبیلہ کو سزا دے جنھوں نے حضور انور کے خلاف خیبر والوں سے گٹھ جوڑ کر لی تھی حضرت علی کے ہاتھ کچھ نہ آیا اور مویشی تو بہت سے لگ گئے مگر اور کوئی نتیجہ نہ نکلا جب حضرت علی اس طرح ناکام رہے تو حضور نے خود ارادہ کیا کہ ابی الحقیق کی پوری تادیب کیجائے۔ چنانچہ حضور نے نبی خزرج اور بنی اوس میں سے پانچ آدمی منتخب کئے اور حکم دیا کہ ابی الحقیق کی گردن ماردیں کیونکہ یہ شخص سالہا سال سے برابر خونریزی پر تلا ہوا ہے اور اس نے اپنی شرارت سے صدہا بیگناہوں کو قتل کرا دیا ہے۔ یہ پانچوں جوانمرد سیدھے خیبر پہونچے اور ایک پوشیدہ مقام پر دن بھر چھپے رہے جب رات ہوئی تو یہ پانچوں ابی الحقیق کے مکان کیطرف چلے۔ ان پانچ آدمیوں میں عبداللہ بن عتیک تھے جو بنی النضیر سے خوب واقف تھے اور اُن کی زبان بھی بہت شستگی سے بولتے تھے۔ چنانچہ وہی آگے بڑھے ابی الحقیق کے دروازہ پر دستک دی۔ آواز سنتے ہی ابی الحقیق کی جورو باہر نکلی۔ اُنھوں نے اُس سے کہا کہ میں تمہارے شوہر کے لئے کچھ ہدیہ لایا ہوں تم مجھے اندر آنیکی اجازت دو۔ دوسری روایت کے بموجب عتیک نے یہ بیان کیا کہ میں غلہ کا معاملہ کرنے آیا ہوں مجھے اندر آنے دو۔ عورت ان غیر مرد ہتیار بندوں کی صورت دیکھ کے ڈر گئی اور غل مچانا چاہتی تھی کہ اُنھوں نے اُسکی طرف ہتیار اُٹھا کے کہا کہ اگر ہوں بھی کی تو قتل کر ڈالی جائیگی۔ چنانچہ وہ خاموش ہوگئی اور یہ پانچوں شخص اندر گھس گئے اور ایک کمرہ میں جہاں ابی الحقیق لیٹا ہوا تھا اُسے جا لیا۔ اور اس کا کام فوراً تمام کر دیا اور جلدی سے نکل کے باہر آگئے اور ایک غار میں چھپ گئے۔ عورت نے غل مچایا لوگ اُن کے تعاقب میں دوڑے لیکن پتہ نہ لگا اور یہ پانچوں مسلمان مدینہ آگئے اور حضور انور کی خدمت میں ساری باتیں اور کل واقعہ عرض کر دیا۔ مگر بخاری نے اس واقعہ کو حسب ذیل اسطرح لکھا ہے۔

ابی رافع عبداللہ بن ابی الحقیق کے قتل کا بیان۔ بعض نے کہا اسکا نام سلام بن ابی الحقیق ہے اور وہ خیبر میں رہتا تھا۔ اور بعض نے کہا وہ اپنے قلعہ میں رہتا تھا جو ملک حجاز میں تھا زہری کہتے ہیں قتل ابی رافع کعب بن اشرف کے بعد ہوا ہے۔

براء بن عازب کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ابو رافع کے پاس روانہ کیا۔ عبداللہ بن عتیک (فرستادۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) وقت شب اس کے

مکان میں گئے اور وہ سو رہا تھا عبداللہ نے اُسے مار ڈالا۔

براء بن عازب کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصار کو ابی رافع یہودی کے پاس بھیجا اور اُن پر عبداللہ بن عتیک کو امیر بنایا۔ ابو رافع رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا دیتا تھا اور آپ کے نقصان پر مدد کرتا تھا۔ اور وہ اپنے اُس قلعہ میں رہتا تھا جو زمین حجاز میں تھا۔ جب یہ لوگ اُسکے قریب پہونچے اسوقت سورج چُھپ چکا تھا اور لوگ اپنے مویشیوں کو شام کے وقت واپس لا چکے تھے۔ عبداللہ بن عتیک نے اپنے یاروں سے کہا تم اپنی جگہ پر بیٹھو میں جاتا ہوں دربان سے (کوئی) لطیف حیلہ کروں گا شاید میں اندر چلا جاؤں۔ پھر قلعہ کی طرف راہی ہوا۔ یہاں تک کہ دروازہ کے قریب پہونچ گیا۔ پھر اپنے کپڑے میں آپ کو اسطرح چھپایا جیسا کوئی پاخانہ پھرتا ہے۔ قلعہ والے اندر جا چکے تھے دربان نے عبداللہ کو (بخیال اسکے کہ قلعہ کا آدمی ہے) آواز دی اے بندے اللہ کے اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آ کیونکہ دروازہ بند کرتا ہوں میں اندر چلا گیا جب سب آ چکے دربان نے دروازہ بند کر کے کنجیاں کھونٹی پر لٹکا دیں۔ عبداللہ کہتے ہیں میں نے کنجیاں لینے کا ارادہ کیا اور اُنھیں لیکر میں نے دروازہ کھولا۔ ابو رافع کے پاس کہانیاں ہوا کرتی تھیں وہ اپنے بالاخانہ پر رہتا تھا۔ جب اسکے پاس سے کہانی والے چلے گئے میں اسکی طرف چڑھا۔ میں جب کوئی دروازہ کھولتا اندر کی جانب سے بند کر لیتا اور (اپنے دل میں کہتا تھا) اگر مجھ سے لوگ واقف بھی ہو جائیں گے تو مجھ تک ابو رافع کے مارنے سے پہلے نہ آ سکیں گے۔ جب میں اُسکے پاس پہونچا تو کیا دیکھتا ہوں وہ ایک اندھیرے مکان میں اپنے بچوں میں (سوتا) ہے مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کس جگہ گھر میں ہے۔ میں نے ابو رافع کہکر آواز دی۔ اُس نے جواب دیا کون ہے میں آواز کی طرف چلا۔ میں نے اسپر وار کرنے تلوار کا وار کیا مگر وہ خالی گیا۔ اور وہ چلانے لگا۔ میں مکان سے نکلکر تھوڑی دیر بعد پھر اندر گیا اور میں نے کہا اے ابو رافع یہ کیسی آواز تھی اس نے کہا تیری ماں پر مصیبت پڑے کسی نے میرے ابھی تلوار ماری تھی۔ عبداللہ کہتے ہیں میں نے پھر ایک بڑا وار کیا اور وہ بھی خالی گیا۔ پھر میں نے تلوار کی دھار اسکے پیٹ پر رکھی وہ اسکی پیٹھ میں نکل گئی تب میں نے جانا کہ میں نے اُسے مار لیا پھر میں ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا زینہ تک پہنچ گیا اور یہ خیال کر کے کہ میں زمین پر

آگیا پاؤں رکھا۔ چاندنی رات میں (دھوکہ سے) میں نیچے گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں اُسے اپنے عمامہ سے پٹی باندھ کے نکلا اور دروازہ پر یہ کہکر بیٹھ گیا میں آج رات کو نہ نکلوں گا جب تک میں نہ جان لوں کہ میں نے اُسے مار دیا جسوقت مرغ بولا۔ خبر موت سنانے والا دیوار پر کھڑا ہو کر کہنے لگا میں ابو رافع اہل حجاز کے سوداگر کے مرنے کی خبر سناتا ہوں۔ پھر میں نے اپنے یاروں سے آکر کہا جلد چلو اللہ نے ابو رافع کو قتل کر دیا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکے یہ قصہ بیان کیا آپنے فرمایا اپنا پاؤں پھیلا۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلا آپنے اسپر ہاتھ پھیرا اور وہ ایسا ہو گیا جیسے مجھے کبھی اس کی شکایت ہی نہ تھی۔

براء بن عازب کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی رافع کے پاس عبد اللہ بن عتیک اور عبد اللہ بن عتبہ کو چند آدمیوں کے ہمراہ بھیجا اور وہ چلکر قریب قلعہ کے پہونچے عبد اللہ نے اُنسے کہا کہ تم ٹھیرو میں جاکر دیکھتا ہوں (کیا کرنا چاہیئے) عبد اللہ کہتے ہیں میں نے حیلہ لطیف کیا تا کہ قلعہ میں چلا جاؤں اتفاقاً قلعہ والوں کا گدھا گم ہو گیا تھا وہ لوگ مشعل لیکر اُسکے ڈھونڈھنے کو نکلے تھے مجھے یہ اندیشہ ہوا کہیں وہ مجھے پہچان نہ لیں (کہ یہ غیر آدمی ہے) میں نے اپنے سر اور پاؤں کو ایک کپڑے میں چھپا لیا۔ اور میں (اس طرح) بیٹھ گیا جیسے کوئی پاخانہ پھرتا ہے۔ پھر دربان نے آواز دی جو اندر آنا چاہتا ہو وہ میرے دروازہ بند کرنے سے پہلے آجاوے۔ میں اندر جاکر گدھوں کے بندھنے کی جگہ میں جو قلعہ کے دروازہ کے قریب تھی چھپ گیا۔ اُن سبنے (جو ابی رافع کے پاس تھے) ابی رافع کے پاس شب کا کھانا کھایا اور باتیں کرنے لگے۔ جب ایک گھڑی رات گزر گئی وہ سب اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس چلے گئے۔ جب سُنسان ہو گیا اور میں کوئی حرکت نہ سنتا تھا تب میں نکلا۔ عبد اللہ کہتے ہیں میں نے دربان کو دیکھ لیا تھا جہاں اُسنے قلعہ کی کنجی رکھی تھی (اس نے) ایک سوراخ میں (رکھدی تھی) میں نے اُٹھا کر اُس سے قلعہ کا دروازہ کھولا۔

عبد اللہ کہتے ہیں میں نے (اپنے دل میں) کہا اگر لوگ مجھے دیکھیں گے تو میں آسانی سے نکل جاؤنگا اول تو میں نے یہ تدبیر کی کہ لوگوں کے گھروں کی طرف کے دروازے بند کر دیئے۔ پھر سیڑھی کے ذریعہ سے ابو رافع کیطرف چڑھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک اندھیری کوٹھڑی میں ہے۔ جسکا چراغ بھی گل ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے مجھے اُسکی جگہ معلوم نہ ہوئی۔ تب میں نے آواز دی اے ابو رافع

وہ بولا تو کون ہے۔ عبداللہ کہتے ہیں میں آواز کی طرف چلا اور اسپر وار کیا۔ اس نے چیخ ماری مگر وار خالی گیا پھر میں اس کے پاس آواز بدل کر بایں ہمہ وہ آیا اور میں نے کہا اے ابو رافع تجھے کیا ہوا۔ وہ بولا میں تجھے میرے اس پوچھنے کا تعجب نہ ہو تیری ماں پر مصیبت پڑے کسی نے میرے پاس آکر میرے تلوار ماری عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں میں نے پھر دوبارہ اسپر وار کیا مگر یہ وار بھی خالی گیا۔ ابو رافع چلایا اور اُسکی بی بی جاگ اُٹھی۔ عبداللہ کہتے ہیں میں پھر آواز بدل کر بصورت مددگار آیا تو کیا دیکھتا ہوں ابو رافع سیدھا بیٹھ کے بل پڑا ہے۔ میں اُسکے پیٹ پر تلوار رکھکر جھک پڑا۔ یہاں تک کہ اُسکی ہڈی کی آواز میں نے سنی پھر میں ڈرتا ہوا نکلا کہ سیڑھی تک اُترنیکے ارادے سے آیا اور ناگاہ زمین پر گر پڑا میرا پاؤں اُتر گیا میں نے اُسے پٹی باندھ کر اپنے یاروں کے پاس آہستہ آہستہ آکر کہا تم جلد جاکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سناؤ میں جب تک اُسکی خبر موت محقق نہ سن لوں ہرگز نہ ٹلوں گا جب صبح ہوئی خبر موت سنانے والا چڑھ کر کہنے لگا میں ابو رافع کی خبر موت سناتا ہوں۔ عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں میں چلنے کے واسطے کھڑا ہوا تو مجھے (خوشی کے باعث) کچھ تکلیف نہ معلوم ہوئی اور میں نے اپنے یاروں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے سے پہلے جا پکڑا اور میں نے (خود) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنائی۔

(صحیح بخاری اردو ترجمہ میرزا حیرت جلد دوم۔ پارہ سولہواں صفحے ۲۰۰ و ۲۰۱)

اسکے بعد تیس یہودی اور اُن کا سردار مدینہ کے راستہ میں قتل کر ڈالے گئے۔ اس واقعے کی مفصل یہ کیفیت ہے کہ یہ یہودی حضور انور سے بظاہر عہد دپیمان کرنے آئے تھے مگر ان کا منشا یہ تھا کہ موقع پاکے حضور انور کو قتل کر ڈالیں مگر حضوری میں اُن کا داؤں نہ چلا واپسی کے وقت مسلمان مدینہ کی حدود تک اُنھیں پہنچانے آئے۔ یہودی سردار نے موقع دیکھ کے تلوار پر ہاتھ ڈالا مسلمانوں نے اسکی اس حرکت کو دیکھ لیا اور پھر باہم لڑائی ہونے لگی۔ کل یہودی قتل کر ڈالے گئے۔ صرف ایک شخص بچا جس نے خیبر میں آکے خبر دی۔

اسپر سر ولیم میور متوفی نے بہت ہی زہر اُگلا ہے اور وہ یہودیوں کی ہمدردی میں جنھوں نے اسکے خداوند مسیح کو صلیب دیدی تھی یہودی سردار کی تلوار اُٹھانے کو لکھتا ہے کہ اس نے تو فقط

پہلو بدلا تھا اُسکا ارادہ تلوار آزمائی کا تھوڑے ہی تھا۔ بہرحال خداوند مصلوب کے دشمنوں کیطرف سے اسکی یہ وکالت نہ اُسے زندگی میں مفید ہوئی اور نہ مرنے کے بعد۔ خداوند مسیح نے اپنے دائیں پہلو میں بٹھا کے ہرگز اُسے انگور کا شربت نہ پلایا ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنے خداوند کے دشمنوں کا سدا مدّاح رہا اور خاتم النبیین کے مقابلہ میں جس کے صدقہ میں مسیح روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہلائے اُس نے یہودیوں کو معصوم بتا دیا اور اپنی ساری کتاب میں ایک جگہ بھی یہ نہیں لکھا کہ یہودی قصوروار تھے۔

"ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا"

یہ تحقیق ہے کہ مغربی تعلیم ہے۔ یہ انصاف ہے۔ یہ نصرانیت ہے۔ لاحول ولاقوۃ۔

تیرھواں باب

واقعہ حدیبیہ

چھ سال کامل گزر گئے تھے کہ مسلمانوں نے نہ اپنے وطن کو دیکھا تھا اور نہ کعبہ کا حج کیا تھا۔ وہ سخت بے چین تھے اور بالخصوص مہاجرین کا تو یہ دل چاہتا تھا کہ ہم اس شہر میں جائیں جہاں پیدا ہوئے اور جہاں سے ہمارے دشمنوں نے ہمیں نکال دیا۔ بخاری نے واقعہ حدیبیہ بیعت وغیرہ کی نسبت متعدد روایتیں لکھی ہیں۔ ان روایتوں سے بہت سے مسائل اور بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن بالترتیب واقعات کا سلسلہ اسطرح پر ہے کہ حضور انور نے ایک خواب دیکھا کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور آپنے کعبہ کا طواف کیا۔ قربانی کی اور حج کی کل رسمیں ادا کیں۔ آپنے یہ خواب اپنے اصحاب سے بیان کیا۔ سب نے یہی تعبیر دی کہ ہم حضور انور کے ہمرکاب صلح و امن کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں گے۔

---

[1] جنگ حدیبیہ کا بیان۔ اللہ تعالے کا یہ قول (لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ) (حاضرین حدیبیہ کی فضیلت پر سند ہے)

زید ابن خالد کہتے ہیں ہم حدیبیہ کے سال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تھے ایک رات ہمیں بارش نے گھیر لیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھا کر ہماری طرف پھرے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے ہم نے جواب دیا اللہ اور اُس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپنے ارشاد کیا اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے میرے بندے صبح کرتے ہیں اکثر مجھ پر ایمان دار اور بہت میرے منکر ہوتے ہیں یعنی جو کہتا ہے ہم پر اللہ کے فضل و احسان سے مینھ برسا وہ مجھ پر ایماندار و ستاروں کا منکر ہے اور جو کہتا ہے ہم پر فلاں ستارے کی تاثیر سے بارش ہوئی وہ ستاروں پر ایماندار و میرا منکر ہے۔ قتادہ روایت کرتے ہیں انھیں انس نے خبر دی انس کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے کل ذیقعدہ میں ہوئے بجز اس عمرہ کے جو آپنے حج کے ساتھ کیا تھا ایک عمرہ حدیبیہ کا ذیقعدہ میں ہوا دوسرا عمرہ سال آئندہ اور تیسرا عمرہ جعرانہ سے ذیقعدہ میں کیا جس میں آپنے حنین کی

اور حج کرینگے۔

چنانچہ ذی الحجہ بالکل قریب آگیا تھا جس میں آزادی سے بامن حج ہو سکتا تھا اور اسیوجہ سے کہ یہ مہینہ حج کا ہے جدال وقتال کا بھی اندیشہ نہ تھا۔ کیونکہ اس مہینہ میں جنگ عرب کے قوانین کے مطابق ناجائز اور ممنوع تھی۔ اور یہ یقین ہو گیا تھا کہ اگر حضور انور اور آپ کے صحابہ حاجیوں کا لباس پہن کے مکہ میں داخل ہون گے تو قریش اپنے قومی قانون کی وجہ سے تعرض نہیں کرینگے۔ اسکے بعد یہ بھی خیال تھا کہ اگر قریشیوں نے اپنے دینی اور قومی قانون کی پروا نہ کی اور مقابلہ کیا تو اُسوقت کیا نتیجہ ہوگا۔ پہلے ہی سے ایسا انتظام ہونا چاہیئے کہ اگر مقابلہ ہو تو مسلمانوں ہی کی کامل فتح ہو۔ یہ ساری باتیں انسانی احتیاط اور دور اندیشی پر مبنی تھیں۔

ان ساری باتوں کا خیال کرکے مدینہ میں منادی دلوادی گئی کہ عمرہ کے لئے لوگ جمع ہوں چند بدو جو مسلمان ہو گئے تھے اُنھوں نے حاضر ہونے میں تامل کیا اور حضور سے آکے یہ عرض

غنیمت تقسیم کی تھی اور جو تھا عمرہ حج کے ساتھ (ذوالحجہ میں) کیا۔

ابی قتادہ کہتے ہیں ہم سال حدیبیہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے سب نے احرام باندھ لیا اور میں نے احرام نہ باندھا تھا۔

براء کہتے ہیں تم فتح مکہ کو جانتے ہو اور ہم فتح بیعت رضوان کو جو حدیبیہ کے دن ہوئی جانتے ہیں۔ (جسکا قصہ یوں ہے) ہم چودہ سو آدمی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ حدیبیہ ایک کنواں ہے اُسکا پانی ہم نے (بسعد) کھینچا کہ اسمیں ایک قطرہ نہ چھوڑا جب یہ خبر آپکو معلوم ہوئی آپ وہاں آئے اور اس کے کنارے پر بیٹھ کر ایک برتن میں پانی منگایا پھر وضو کیا اور اُس میں کلی کی اور دعا فرمائی اور وہ پانی اس کنوئیں میں ڈالدیا ہم تھوڑی دیر تک ٹھیرے (کہ اسمیں پانی اس قدر ہو گیا جس سے) ہمیں اور ہماری سواریوں کو سیراب کر دیا۔

ابو اسحاق کہتے ہیں ہمیں براء بن عازب نے خبر دی کہ ہم سب حدیبیہ کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک ہزار چار سو یا کچھ زیادہ تھے وہ سب ایک کنوئیں پر ٹھیرے اور اُسکا پانی (خرچ کے واسطے)

کر دیا کہ ہمارے بال بچے اور گھر باہر جانے سے روکتا ہے ہم مجبور ہیں کہ تنہا مکان چھوڑ کے آپ کے ہمرکاب نہیں چل سکتے۔

ذیقعدہ کے مہینہ کے شروع ہوتے ہی (۶ھ ہجری) مسلمانوں میں عمرہ کے لئے تیاری ہونے لگی حضور انور نے حاجیوں کا لباس مرتب فرمایا۔

اس کے بعد آپکی سواری کے لئے قصوی نامی اونٹنی لائی گئی۔ آپ اسپر سوار ہوئے اور آپنے فرمایا کہ نفس محمد خدا کے ہاتھ میں ہے مجھے امید ہے کہ قریش کوئی امر ایسا نہیں کرنے کے کہ حرم کی تعظیم میں کوئی نقص پیدا ہو آپکے ہمرکاب پندرہ سو آدمی تھے آپ مکہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں آپنے ذی الحلیفہ میں قیام فرمایا اور یہاں آپنے حج کے ارکان ادا کئے پندرہ سو مسلمانوں کی لبیک لبیک کی آوازوں سے تمام صحرا اور پہاڑ گونج اٹھے ستر اونٹوں کی قربانی کی گئی جسمیں ایک اونٹ ابوجہل کا تھا جو میدان بدر میں گرفتار ہوا تھا۔ حضور انور نے بیس سواروں کا ایک دستہ بطور ہراول کے آگے بھیجدیا تاکہ وہ ادھر اُدھر کی خبر رکھے مسلمانوں کے پاس سوائے تلوار کے

کھینچا (وہ کنواں سوکھ گیا) ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ذکر کیا آپ تشریف لاکر کنوئیں کی من پر بیٹھ گئے پھر فرمایا میرے پاس ڈول لاؤ آپنے اُسمیں تھوکا اور کہا اُسے ایک گھڑی چھوڑ دو پھر ہم اپنے تئیں اور اپنی سواریوں کو سیراب کیا اور روانہ ہوگئے۔

جابر فرماتے ہیں لوگوں پر حدیبیہ کے دن پیاس کا غلبہ ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پانی کا برتن تھا آپنے اُس سے وضو کیا لوگ آپ کے پاس آئے آپنے پوچھا تمہارا کیا حال ہے اُنھوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے پاس بجز اس پانی کے جو آپ کے برتن میں ہے وضو کرنے اور پینے کے واسطے پانی بالکل نہیں ہے۔ جابر کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس برتن پر رکھدیا آپکی انگلیوں میں سے پانی چشمہ کی طرح جوش مارنے لگا۔ جابر کہتے ہیں ہم نے وضو کر لیا اور بخوبی پی لیا۔ (سالم شاگرد جابر کہتے ہیں) میں نے جابر سے پوچھا اُسدن تم کتنے آدمی تھے اُس نے جواب دیا اگر ہم لاکھ آدمی بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا ہم صرف پندرہ سو آدمی تھے۔

قتادہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے کہا مجھے یہ حدیث پہونچی ہے جابر بن عبداللہ کہتے تھے وہ

جو مسافر اپنی حفاظت کے لئے رکھ سکتے تھے اور کوئی ہتھیار نہ تھا مگر بعض روایتوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ تیر اور کمانیں بھی تھیں اسوقت آپ کی زوجہ مطہرات میں سے صرف اُم سلمہؓ آپکے ہمراہ تھیں حضور انور کے یہاں پہونچنے کی خبر مشہور ہوئی (جس کی وجہ یہ کہ عرب کے قانون کے مطابق یہ مہینہ جنگ جدال کا نہ تھا) تو بھی قریش گھبرا گئے اور جنگ کرنے کے لئے بالکل تیار ہو گئے اور انھوں نے آس پاس کے قبائل کو جمع کر کے اس راستہ پر قبضہ کر لیا جو مدینہ کی طرف جاتا تھا۔ اور کل قوانین اور عربی قواعد کو بالائے طاق رکھ کے وہ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے اور سو سواروں کا ایک رسالہ خالد اور عکرمہ کی ماتحتی میں آگے بھیجا گیا حضور انور کو قریشوں کے اس ارادے کی خبر لگی کہ وہ آپکو راستہ نہیں دینے کے اور لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں حضور انور کو جنگ منظور نہیں تھی نہ آپ اس ارادے سے روانہ ہوئے تھے اخیر آپنے یہ مصلحت سوچی کہ دشوار گزار پہاڑیوں اور دروں میں ہو کے حدیبیہ روانہ ہوں چنانچہ آپ جہاں پہونچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی لوگوں نے کہا یہ تھک گئی ہے آپنے فرمایا نہیں تھکی نہیں ہے۔ قصویٰ کو اُسی ذات نے بٹھایا ہے جس نے ہاتھی کو واپس کر دیا تھا

لوگ چودہ سو تھے۔ سعید بن مسیب نے جواب دیا مجھ سے جابر نے بیان کیا کہ وہ لوگ پندرہ سو تھے جنھوں نے حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ ابوداؤد نے صلت راوی حدیث شیخ بخاری کی متابعت کی اور کہا ہم سے قرہ نے حدیث بیان کی وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں۔ محمد بن بشار نے بھی اسکی متابعت کی ہے۔

جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں حدیبیہ کے دن ہم سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم زمین والوں میں (سب سے) بہتر ہو اور ہم ایک ہزار چار سو آدمی تھے۔ (اب) اگر مجھے دکھائی دیتا تو میں تمہیں درخت کی جگہ دکھا دیتا اعمش نے سفیان راوی حدیث کی متابعت کی ہے اعمش نے سالم سے سُنا اُس نے کہا ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی اُس نے عمرو بن مُرہ سے روایت کی وہ کہتا ہے مجھ سے عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے حدیث بیان کی کہ اصحاب درخت کے (جنھے بیعت کرنے والے) تیرہ سو تھے۔ قبیلہ اسلم مہاجرین کا آٹھواں حصہ تھا۔ عبیداللہ بن معاذ کی محمد بن بشار نے متابعت کی ہے۔ اور کہا ہم سے ابوداؤد نے حدیث بیان کی اُس نے کہا ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی ہے۔

آپنے یہ فرمایا والعداس، وزقریش کی کوئی درخواست جو وہ پاک مقام کی تحریم کے لئے کریں گے میرے طرف سے اسکا انکار نہیں کیا جائے گا چنانچہ یہ فرماکے آپ اُونٹنی سے اُترآئے حدیبیہ میں چند کنوئیں خشک پڑے ہوئے تھے اور اُن میں ریت اٹ گئی تھی مسلمانوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم پیاس کے مارے مرے جاتے ہیں اور کنوؤں میں ریت اٹی ہوئی ہے۔ آپنے یہ سُنکے ایک تیر اپنی کمان سے نکال کے کنوئیں میں مارا فوراً کنوئیں میں سے ایک چشمہ اُبل پڑا اور تمام مسلمان اس سے سیراب ہوگئے۔ قریشوں نے جب سُنا کہ آپ نشیبِ مکہ تک پہنچ گئے ہیں تو وہ پیچھے ہٹ کے مکہ میں چلے گئے اور چاروں طرف سے اسکو خوب مضبوط کر لیا سب سے پہلے بدیل بن ورقا خزاعی اپنے قبیلہ کا ایک گروہ ساتھ لیکے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُسنے عرض کیا کہ قریش بہت جوش میں بھرے ہوئے ہیں اور اُنھوں نے اس بات کا ارادہ کر لیا ہے کہ جبتک جان میں جان باقی ہے ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں نہیں آنے دینگے حضور نے ارشاد کیا کہ ہم جنگ کے

قیس سے روایت ہے اُنسے مَروَاس سلمی سے جو اصحابِ شجرہ سے تھے سُنا وہ کہتے تھے۔ مکہ کا لوگ آگے پیچھے اُٹھائے جائینگے اور سدی لوگ مثل ردی کھجور اور ردی جو کے بچ رہینگے۔ اور اللہ اُن کا کچھ اعتبار نہ کرے گا۔

عروہ مسروان اور مسور بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں ان دونوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال تقریباً تیرہ چودہ سو صحابیوں کے ساتھ نکلے جب ذی الحلیفہ میں پہونچے تو جانور قربانی کے قلادہ ڈالا اور اُسے اشعار کیا (یعنی سیدھی طرف کوہان سے زخمی کر دیا تاکہ علامت قربانی کے جانور کی ہوجائے اور وہیں سے احرام باندھ لیا۔ (علی بن عبداللہ شیخ بخاری کہتے ہیں) میں شمار نہیں کر سکتا کہ کتنی مرتبہ میں نے سفیان سے یہ حدیث سُنی ہے مگر یہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے زہری سے اشعار و قلادہ ڈالنے کی جگہ سُنی ہے ساری حدیث (مجھے یاد نہیں)

کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ اُسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حال میں دیکھا کہ اسکی سر کی جوئیں اس کے منہ پہ گر رہی تھیں آپنے فرمایا کیا تجھے تیری جوئیں ستاتی ہیں کعب نے عرض کیا ہاں۔ آپنے ارشاد کیا کہ سر منڈا ڈال حالانکہ کعب حدیبیہ میں تھا اور آپ یہ نہ جانتے تھے کہ سب یہیں حلال ہو جاویں گے۔ اور آپ مکہ جانے کی اُمید پہ تھے۔ اُسوقت اللہ نے فدیہ (کا حکم) بھیجا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

نے نہیں آیا ہوں میرا کوئی ارادہ نہیں ہے سوائے حج کرنے کے اور یہ میں کہہ دیتا ہوں کہ اگر مجھے حج سے روکا گیا تو میں قطعی لڑوں گا۔ بدیل نے کہا کہ آپ اطمینان رکھیں میں یہ باتیں آپ کی قریش سے جا کے کہہ دیتا ہوں چنانچہ وہ قریشوں میں گیا اور اس نے کہا کہ اگر تم اطمینان سے میری باتیں سنو جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے کہا ہے وہ میں تم سے کہہ دوں بہت سے قریش تو ایسے جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ انہوں نے کہا ہم تیری بات نہیں سننا چاہتے مگر جو عقلمند لوگ تھے انہوں نے کہا نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیغام ضرور سننا چاہئے۔ بدیل نے پیغام دیکے اپنا خیال یہ ظاہر کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف زیارت کرنے کے لئے مکہ میں آتے ہیں اور تم لوگ اُن سے قتال کرنے میں جلدی کرتے ہو اس کہنے سے قریش یہ سمجھے کہ بدیل نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کچھ معاملہ کر لیا ہے اور یہ ہمیں فریب دینا چاہتے ہیں۔

فرمایا تھا جو مسکینوں کو بارہ سیر کھانا دے یا ایک بری قربان کرے یا تین روزے رکھے۔

اسلم کہتے ہیں میں حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ بازار کیطرف نکلا راستہ میں حضرت عمر کو ایک جوان عورت ملی اور اُس نے کہا اے امیر المومنین میرا خاوند مر گیا اور ننھے ننھے بچے چھوڑ گیا ہے بخدا ان کے پاس اتنا نہیں ہے کہ وہ پائے پکا لیں اور نہ اُن کے پاس کھیتی ہے اور مرد وہ والے جانور ہیں اور مجھے ڈر ہے کہیں اُنھیں بھوکا نہ رکھا جائے۔ اور میں خفاف بن ایما غفاری کی بیٹی ہوں جو حدیبیہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا۔ حضرت عمر ٹھہر گئے اور آگے بڑھے پھر لوٹے کیا خوب تو تو قریش کی قرابت دار نکلی۔ پھر حضرت عمر نے ایک قوی اُونٹ کو جو گھر میں بندھا ہوا تھا دو بوجھ کھانے کے لاد دیئے اور اُن میں درہم اور کپڑے بھی رکھ دیئے اور اس اُونٹ کی نکیل اپنے ہاتھ میں دیکر کہا اسے لیجا یہ ہرگز کم نہ ہوگا پھر اللہ تمہیں اس سے بہتر اور دیگا کسی نے کہا اے امیر المومنین آپنے اس عورت کو بہت دیدیا آپنے جواب دیا تیری ماں تجھے روئے بخدا میں نے اسکے باپ اور بھائی کو دیکھا ہے وہ ایک قلعہ کو زمانہ دراز تک گھیرے رہے اور اُسے فتح کر ہی کے چھوڑا۔ پھر کوہ اُن دونوں کے حصہ اپنے درمیان تقسیم کیے (یعنی وہ قلعہ اُن دونوں نے فتح کیا تھا جسکی غنیمت کل مسلمانوں کو ملی تھی ہم نے اُن کے حصہ میں سے بتایا)۔

اسی اثنار میں عروہ بن مسعود ثقفی اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے قریشو کیا تم میرے باپ کے واسطے بمنزلہ فرزند کے نہیں ہوں۔ قریشوں نے کہا کیوں نہیں ہم تجھے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اسپر عروہ نے پھر یہ کہا کہ تم مجھپر تو خیانت اور فریب کا خیال نہیں کر سکتے۔ قریشوں نے انکار کیا کہ نہیں تجھے ہم خائن نہیں سمجھنے کے۔ عروہ نے یہ سُنکے پہلے اُن حقوق کا تذکرہ کیا جو قریشوں پر اسکے تھے پھر یہ کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو باتیں تمھارے آگے پیش کی ہیں وہ نہایت مستحسن ہیں اب اگر تمہاری مرضی ہو تو میں معاملہ کرنے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عندیہ دریافت کرنے جاؤں۔ قریشوں نے کہا ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ چنانچہ عروہ سیدھا حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خاتم النبیین نے جو باتیں کہ بذیل سوفرائی تھیں وہی عروہ سے لفظ بلفظ کہدیں۔ عروہ نے اسکا جواب یہ دیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ قریشوں کا قلع و قمع کر دیں گے تو آپ کو کیا ملیگا۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو پھر بھی وہ آپ کی قوم ہیں۔ اور اگر آپ ان سے مغلوب ہو گئے تو آپ کی حالت کیسی خطرناک ہو جائیگی اس وقت بیسیوں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے ساتھی سامان حرب سے آراستہ نہیں ہیں۔ اگر فرض کیجے کہ جنگ ہوئی تو یہ نہتے کیا کرینگے اور کیونکر لڑ سکیں گے سو اس کے کہ سب منتشر ہو جائیں اور آپ تنہا رہجائیں۔ یہ سُنکے حضرت صدیق اکبر کو بہت غصہ آیا۔ آپنے سختی سے عروہ کو للکارا کہ کیا بک رہا ہے۔ عروہ نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے۔ جواب دیا گیا ابوبکر صدیق۔ اس پر عروہ نے کہا کہ اگر تیرا حق میرے ذمہ نہوتا تو میں تیری اس سخت کلامی کا پورا جواب دیتا۔

عروہ حضور انور کے بہت ہی قریب بیٹھا ہوا تھا اور وہ ہاتھ لمبا کر کے حضور سے باتیں کر رہا تھا اور اثنار گفتگو میں بعض اوقات اُسکا ہاتھ آپکی ریش مبارک سے مس کر جایا کرتا تھا مغیرہ بن شعبہ آپکے پہلو میں ایستادہ تھے اُنھوں نے جب اس بدتہذیبی کی طرز گفتگو کو دیکھا تو للکار کے کہا عروہ ہوش میں آ۔ اور حضور انور کے ادب کا خیال رکھ ورنہ گردن اڑا دیجائے گی۔ عروہ نے بھوچکا ہو کے دریافت کیا کہ یہ شخص کون ہے۔ بتایا گیا کہ مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے کہا تو بھی عیب آدمی ہے۔ میں تو صلح و امن کی باتیں کر رہا ہوں اور تیری

طرف سے یہ سختی ہے۔

اس کے بعد عروہ قریشوں میں چلا آیا اس نے سب سے پہلی بات یہ کہی کہ میں شاہان زماں کی مجلسوں میں جا چکا ہوں۔ کسریٰ۔ قیصر اور نجاشی کے دربار میں نے دیکھے ہیں مگر جو آداب کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے میں نے دیکھے کسی شاہ کے دربار میں نہیں نظر پڑے۔ اتنا اکرام تو کسی بادشاہ کا ہوتا ہوا میں نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب اُن کے آگے باتیں کرتے ہیں تو اس طرح پست آواز سے کہ میں دیکھ کے حیران ہو گیا میں نے ایسی قوم دیکھی جنہیں زندگی کی نئی روح پھُکی ہوئی ہے۔ اس میں اپنے اعزا کے آگے جان کا خوف مطلق نہیں ہے غرض یہ ہے کہ جو پیغام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں دیا ہے میرے خیال میں تمہاری بہتری اسی میں ہے۔ تمہیں اس موقع پر دور اندیشی سے کام لینا چاہئے مبادا تمہیں جلد کاری کی وجہ سے تکلیف اُٹھانی پڑے۔ عام طور پر یہ مشہور ہو رہا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تعظیم کعبہ کے لئے آتے ہیں اور تم انہیں روکتے ہو یہ تمہاری سخت بدنامی کا باعث ہوگا۔

عروہ کی یہ گفتگو نہایت اضطراب۔ جوش اور حیرت سے قریشوں نے سُنی جب عروہ خاموش ہوا تو قریشوں نے غل مچا کے کہا نہیں نہیں ایسا کبھی نہیں ہونے کا ہم اس سال تو کبھی اُسے حج کی اجازت نہیں دینے کے ہاں آئندہ سال دیکھا جائیگا۔ اس گفت و شنید سے کچھ معاملہ طے نہیں ہوا۔ اسی عرصہ میں حلیس نامی شخص قریشوں سے اجازت لیکے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب اس نے حضور انور اور آپ کے اصحاب کی یہ حالت دیکھی تو بیساختہ اس کی زبان سے یہ نکلا یقیناً یہ لوگ قابل زیارت ہیں نہ کہ اہل قتال۔ بڑے غضب کی بات ہے کہ اگر ایسے صلح پسند گروہ کو طواف کعبہ سے کوئی روکے۔ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے ہی وہ مسلمانوں کے کیمپ کی سیر کر کے سیدھا قریشوں میں واپس آیا۔ اور کہا میں نے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اچھی طرح دیکھ لیا کہ وہ جنگ کیلئے ہرگز نہیں آئے ہیں صرف زیارت کعبہ چاہتے ہیں تعجب ہے کہ تم انہیں روکتے ہو۔ قریشوں نے کہا چُپ رہ تو ایک اعرابی ہے تو کیا جانے کہ امور سیاست کیا ہوتے ہیں اور مصلحت کس شے کی

مقتضے ہو۔ جلیس کو قریش کی اس بات سے سخت غصہ آیا اس نے کہا اگر تم زیارت کعبہ سے محمد اور اُن کے اصحاب کو روکا تو میں معہ اپنی تمام قوم جلیس کے تم سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔ قریشوں نے کہا ہمیں اسکی کچھ پروا نہیں ہے تو کل کا علیحدہ ہوتا آج ہو جا۔ چنانچہ جلیس آزردہ خاطر وہاں سے اُٹھ کے چلا آیا۔

حضور انور نے حجت پوری کرنے کے لئے خراش بن امیہ خزاعی کو ثعلب نامی اُونٹ پر سوار کر کے بطور پیغامبر قریشوں کے پاس بھیجا۔ جب خراش وہاں پہونچا تو قریشوں نے اُسے پکڑ لیا اور چاہتے تھے کہ قتل کر ڈالیں کہ جلیس معہ اپنے قبیلہ کے پہونچ گیا اور اس نے بڑی مشکل سے اُسے بچا کے حضور انور کے کیمپ میں پہنچا دیا۔

اب مشورہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان غنی کو بطور سفیر کے روانہ کیا جائے کیونکہ قریشوں میں ایک تو آپ کی عزت بہت ہے دوسرے آپکے رشتہ دار وہاں زیادہ ہیں۔ قریشوں کو آپ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں ہونے کی۔ خراش کے بھیجنے سے یہ تجربہ ہو گیا تھا کہ جو قاصد بھیجا جائیگا وہ یقیناً قتل کر ڈالا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی مکہ روانہ ہوئے اور مشرکوں کی منزل بلدح میں پہونچ کے پورا پیغام حضور انور کا مشرکوں اور اُن کے سرداروں کے آگے بیان کر دیا۔ قریشوں نے جواب دیا ہم مسلمانوں کا یہاں آنا اور انھیں زیارت کعبہ کی اجازت دینا منظور نہیں کرتے۔ پھر حضرت عثمان مکہ میں آئے اور دیگر قریشوں سے باصرار ساری باتیں بیان کیں کہ صرف زیارت کعبہ کے سوا ہمارا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ قریشوں نے کہا کہ یہ تو ہمیں منظور نہیں ہے ہاں اگر تمہارا جی چاہتا ہے تو تم طواف کعبہ کر لو۔ حضرت عثمان نے کہا طواف کعبہ تو میں حضور انور ہی کے ساتھ کروں گا بھلا تنہا کیا کروں۔ اسی اثنار میں حضرت عثمان کے بعد اور دس مہاجر اسلامی کیمپ سے مکہ روانہ ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں

جابر۔ عبد الرحمن بن اسہل۔ عیاش بن ربیعہ۔ ہشام بن عبد العاص۔ حاطب بن ابی بلتعہ۔ حاطب بن عمرو عمیہ بن وہب الجمحی۔ عبد اللہ بن ابی خزاعہ۔ عبد الرحمن بن امیہ۔ حضرت عثمان کو جب مکہ میں اُمید سے زیادہ دن لگے تو حضور انور کو یہ خیال ہوا کہ قریشوں نے اسلام کو مع دس مہاجرین کے قتل کر ڈالا۔ یہ خیال حدیبیہ میں عام طور پر پھیل گیا۔ وجوہات اور اسباب کچھ ایسے تھے

کہ یہ امر بعید نہ معلوم ہوتا تھا۔

غرض جب یہ یقین ہو گیا کہ عثمان رضی اور ساتھیوں کے قتل کر ڈالے گئے تو حضور انور ایک درخت کے تنے سے پشت مبارک لگا کے بیٹھ گئے تاکہ مسلمانوں سے اس امر کی بیعت لیں کہ عثمان کے خون کا انتقام لیا جائے۔ قرآن مجید میں بھی اس واقعہ اور درخت کا اشارہ آیا ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: "لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ"

چنانچہ کل مسلمانوں نے بخوشی خاطر بڑے جوش سے بیعت کی۔ اس درخت والی بیعت کو بیعت رضوان بھی کہتے ہیں۔ بخاری[1] نے بیعت رضوان کے متعلق متعدد روایتیں نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت فقط موت پر ہوئی تھی۔ جب قریشیوں نے یہ سنا کہ مسلمانوں کو عثمان کے متعلق غلط فہمی ہو گئی ہے اور انہوں نے رسول اللہ کے دست مبارک پر موت کے لئے بیعت کی ہے تو وہ سخت پریشان ہوئے اور انھوں نے فوراً عثمان اور اُن کے ساتھیوں کو اسلامی کیمپ میں روانہ کر دیا۔

---

[1] سعید بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اسنے کہا میں نے درخت کو (جسکے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی) دیکھا پھر میں وہاں دوبارہ آیا تو اُسے نہ پہچان سکا محمود (ابن غیلان شیخ بخاری) کہتے ہیں (مسیب نے یہ کہا) پھر میں وہ درخت بھلا دیا گیا۔

طارق بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں حج کے واسطے نکلا اور ایک قوم پر جو نماز پڑھ رہی تھی میرا گزر ہوا میں نے پوچھا یہ مسجد کیسی ہے۔ لوگوں نے جواب دیا یہ وہ درخت ہے جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی پھر میں سعید بن مسیب کے پاس آیا اور اس سے یہ خبر بیان کی سعید نے جواب دیا مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی کہ میں درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں تھا میرے باپ کہنے لگے جب ہم آئندہ سال گئے تو وہ درخت ہم بھلا دیئے گئے اور ہمیں معلوم ہوا۔ سعید (بطریق اعتراض) کہتے تھے اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو اُسے جانتے نہ تھے اور تم نے اُسے پہچان لیا تو (شاید) تم اُن سے زیادہ جاننے والے ہو۔

سعید بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے تھے

حضرت عثمان کے زندہ رہنے کی خبر جب رسول اللہ تک پہونچی تو آپ بہت خوش ہوئے اور آپنے فرمایا کہ بیعت رضوان کے شرف سے میں عثمان کو محروم نہیں کرنا چاہتا چنانچہ آپنے اپنا سیدہا ہاتھ اُٹھایا اور فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ اور پھر آپنے اپنا بایاں ہاتھ اُٹھایا اور فرمایا کہ یہ میرا ہاتھ ہے اور پھر بیعت کی صورت قایم کی۔

اس سے زیادہ فضیلت اور کیا ہوگی کہ رسول خدا نے حضرت عثمان کو اپنا دہنا ہاتھ تصور کیا اور جوش محبت سے بیعت رضوان کا شرف آپکو بخشا زہے نصیب اس شخص کے جسکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دو بیٹیاں نکاح میں دیں اسکے قتل کی خبر سے کئی ہزار صحابہ سے موت پر بیعت لیں اور جنگ کرنے کو تیار ہوجائیں اور جب زندگی کی خبر سنیں تو بیعت رضوان کا شرف بخشنے کے علاوہ اسے اپنا دہنا ہاتھ فرمائیں۔

اس جوش اتحاد و باہمی محبت و موانست کی خبر جب قریشوں کو پہونچی تو آپس مسلمانوں کے اتفاق کا ایک رعب چھاگیا۔ انھوں نے فوراً سہیل بن عمرو حویطب بن عبدالعزیٰ اور مکرز بن حفص کو بلا

(وہ کہتے تھے) ہم اسطرف سال آیندہ گئے تو وہ درخت ہمیں شتبہ ہوگیا۔

طارق روایت کرتے ہیں میں نے سعید بن مسیب سے درخت کا ذکر کیا انھوں نے سنکر کہا میرے باپ نے جو بیعت رضوان میں حاضر تھے مجھے (مثل پہلی حدیث کے) خبر دی ہے۔

عمرو بن مرہ کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے سنا جو اصحاب شجرہ سے تھے انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی جب آپ کے پاس کوئی قوم صدقہ لاتی تھی آپ (مطبوعہ) فرماتے تھے یا اللہ تو ان پر رحم کر میرا باپ بھی آپ کے پاس اپنا صدقہ لایا آپنے فرمایا اے اللہ ابی اوفیٰ کی اولاد پر رحم فرما۔

عباد بن زید فرماتے ہیں جب جنگ حرہ کا دن ہوا لوگ عبداللہ بن حنظلہ سے بیعت کر رہے تھے ابن زید نے پوچھا ابن حنظلہ لوگوں سے کس چیز پر بیعت لے رہا ہے کسی نے کہا موت پر (بیعت لے رہا ہے) ابن زید بولے اسپر تو میں آنحضرت کے بعد کسی سے بیعت نہ کروں گا۔ ابن زید رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں موجود تھا۔

ابان بن سلمہ بن اکوع کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی جو کہ اصحاب شجرہ سے تھے۔ اس نے

سفارت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ چنانچہ قریشی سفارت اسلامی کیمپ میں پہونچی۔ اطلاع ہونے پر باریابی کی اجازت ہوئی۔ سفارت کے ممبر دربار نبوی میں حاضر ہوئے۔ اور اجازت ہونے پر سہیل نے یہ عرض کیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قریش آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں اور شرط یہ کرتے ہیں کہ اس سال آپ یہاں سے واپس چلے جائیں اور آئندہ سال بقصد عمرہ اگر آپ آئیں تو یہاں قیام کرنے میں کچھ عذر نہیں ہے۔ حضور نے قریشیوں کی یہ درخواست منظور کر لی اور فرمایا کہ یہ عہد ہونا چاہئے کہ دس برس تک مسلمانوں اور قریش مشرکوں میں قتل و غارت بالکل بند رہے ہاں اگر باقاعدہ جنگ ہو تو محاربہ اور مقاتلہ کا مضایقہ نہیں۔ مسلمان اور مشرک قریش بآزادی ایک دوسرے کے شہروں میں آئیں جائیں۔ اور مال و جان دونوں کا محفوظ رہے اور ایک دوسرے سے متعرض نہو۔ اب چونکہ مسلمان واپس جاتے ہیں اگر سال آئندہ عمرہ گزارنے کے لئے مسلمان مکہ میں آئیں تو اُن کے ہتھیار غلاف میں رہیں گے وہ تین روز سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھیر سکیں گے۔ انھیں کسی قسم کی کوئی زیادہ دیجائے اور نہ وہ کسی کو ستائیں گے۔ اخیر شرط یہ تھی کہ اگر کوئی شخص مسلمانوں سے

کہا ہم رسولؐ اللہ کے ساتھ نماز پڑھکر جب واپس آتے تھے تو دیواروں کے سایہ میں ہم نہیں جا سکتے تھے۔ یزید بن ابی عبید کہتے ہیں میں نے سلمہ بن اکوع سے پوچھا تم نے حدیبیہ کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کس امر پر بیعت کی تھی اُسنے جواب دیا موت پر۔

علاؔ بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں میں نے براء بن عازب سے ملکر کہا تم کو مبارک ہو کہ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ اور آنحضرت سے درخت کے نیچے بیعت کی (ازراہ عجز و انکساری) اُنہوں نے جواب دیا اے بھتیجے تجھے نہیں معلوم ہمنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا کیا خرابیاں کی ہیں۔ ابی قلابہ سے روایت ہوا اُسے ثابت بن ضحاک نے خبر دی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ انا فتحنا لک فتحا مبینا (میں فتح سے مراد صلح) حدیبیہ ہے۔ آپکے صحابیوں نے کہا آپکے واسطے تو آسانی اور خوشی ہے ہمارے واسطے کیا ہے۔ اسوقت اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری۔ "لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات"۔ یعنی تاکہ اللہ مومن مرد اور عورتوں کو جنتوں میں داخل کرے۔ انتہی

انحراف کرے یعنی مرتد ہو جائے تو ہم اُسے قریشوں کو دیدینگے اور مشرکوں میں سے اگر کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو قریشوں کو اسکے رد کنے نہ رد کنے کا اختیار ہے۔ اصحاب کو اس آخری شرط پر تعجب ہوا اخیر حضرت فاروق اعظم نے عرض کیا رسول اللہ آپ اس شرط پر رضامند ہو گئے۔ آپنے ارشاد کیا ہاں کیوں نہیں اور پھر آپ مسکرائے اور فرمانے لگے کہ جو شخص اس جماعت سے ہمارے پاس آئے ہم اُسے واپس لوٹا دینگے خداوند تعالیٰ اسکی مخلصی کی سبیل نکال دیگا اور جو شخص ہم سے مرتد ہو کر کے اہل شرک کے پاس جائے گا ہمیں اس سے کیا غرض رہیگی وہ جائے اور اُسکا کام آبن عمارہ نے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس

شعبہ راوی کہتے ہیں جب میں کوفہ میں آیا اور میں نے یہ ساری حدیث قتادہ سے بیان کی پھر میں قتادہ کے پاس واپس آیا اور اُن سے یہ حدیث بیان کی انھوں نے کہا انا فتحنا کی تفسیر تو انس سے روایت ہے اور مبیناً مرئیاً عکرمہ سے مروی ہے۔

مجزرۃ بن زاہر اسلمی اپنے باپ سے جو بیعت شجرہ میں حاضر تھے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ میں ہانڈیوں کے نیچے جن میں گدھوں کے گوشت تھے آگ جلا رہا تھا۔ یکایک منادی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا کہ رسول خدا تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں اور مجزز ایک صحابی ہے جو اصحاب شجرہ سے تھا روایت کرتے ہیں اور اس کا نام اُہبان بن اوس تھا۔ اُسکے گھٹنے میں داد تھا جب سجدہ کرتا اپنے گھٹنے کے نیچے تکیہ رکھ لیتا تھا۔

سوید بن نعمان جو اصحاب شجرہ سے تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے یار ستو پیتے تھے (اور اسپر گزران کرتے تھے) ابن عدی کی (حشبہ سے روایت کرتے ہیں) معاذ نے متابعت کی ہے۔ ابی حجرہ کہتے ہیں میں نے عائذ بن عمرو سے جو اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب شجرہ سے تھے پوچھا کیا وتر دو بار پڑھے جا دیں کہا جب تو ول شب وتر پڑھ چکے تو اخیر شب نہ پڑھ۔

(بخاری کہتے ہیں) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی سفیان نے کہا میں نے زہری سے سنا جبکہ وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے دیگر زہری سے میں نے کچھ حدیث یاد کی اور معمر نے مجھے حدیث (پوری) یاد کرادی وہ عروہ بن زبیر سے روایت کرتا ہے اور

صلح کا نقشہ اس خوبی سے کھینچا ہے کہ حضور صدر کی جگہ مجلس صلح میں تشریف رکھتے تھے۔ عباد بن بشیر اور مسلمہ بن اسلم ہتیار بند حضور انور کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے اور سہیل بن عمرو حضور کے آگے دوزانو ادب سے بیٹھا ہوا تھا۔ باتیں کرنے میں کبھی تو اسکی آواز بلند ہو جاتی تھی اور کبھی پست۔ آواز کے بلند ہونے پر عباد اور مسلمہ نے اُسے دھتکارا کہ ادب کو نگاہ رکھو تو نہیں جانتا کہ کس کے حضور حاضر ہے اور ایسی غل مچا کے باتیں کر رہا ہے۔ یہ خلاف ادب ہے سامنے صف بستہ مسلمان کھڑے ہوئے تھے گردنیں نیچی تھیں اور ادب سے سر نہ اُٹھا سکتے تھے۔

وہ مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم (دونوں) سے روایت کرتا ہے ان کا ایک دوسرے سے زیادہ بیان کرتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ حدیبیہ کے سال آنحضرت کئی سو اور پر دس سو صحابیوں کے ساتھ جب ذی الحلیفہ میں پہونچے جانور قربانی کے گلے میں قلادہ ڈالا اور اُسے (نیزہ مار کر) نشاندار کر دیا اور عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ اور بنی خزاعہ کے ایک جاسوس کو روانہ کیا۔ اور آپ آگے بڑھتے رہے جبکہ آپ موضع غدیر الاشطاط میں پہونچے جاسوس نے آپکے پاس آکر کہا قریش آپ (سے لڑنے) کے واسطے جماعتیں کی جماعتیں اکٹھی کر رہے ہیں اور انہوں نے آپکے واسطے قوم احابیش کو جمع کیا ہے وہ سب آپسے لڑینگے اور آپکو بیت اللہ سے روکیں گے اور وہاں تک جانے نہیں گے آپنے پوچھا اے لوگوں مجھے مشورہ دو (کہ کیا کرنا چاہئے) کیا تمھاری یہ رائے ہے کہ میں کافروں کی اہل وعیال کو جا کر غارت کر دوں جو کہ ہمیں بیت اللہ سے روکنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اگر وہ ہمارا مقابلہ کرینگے تو اللہ بڑا بزرگ و غالب ہے جس نے جاسوس کو مشرکین کی شر سے بچایا۔ اور اگر وہ ہمارا مقابلہ نہ کرسکے تو ہم انھیں لوٹے ہوئے اور بھاگے ہوؤں کی طرح چھوڑ دینگے حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تو صرف بیت اللہ کا قصد کرکے آئے ہیں ہم کسی کا مارنا یا لوٹنا نہیں چاہتے آپ چلئے تو سہی اگر کوئی ہمیں روکیگا تو اُس سے لڑینگے۔ آپنے فرمایا اللہ کے نام پر چلو (تو سہی جو ہونا ہوگا سو ہو رہیگا)۔

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں میں نے مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ سے سنا وہ دونوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ حدیبیہ کی ایک خبر بیان کرتے تھے (راوی شاگرد عروہ کہتے ہیں) عروہ نے جو مجھ سے بیان کیا اسی میں یہ بات بھی تھی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو سے

معاہدہ کی ایک بڑی شرط
اور اسپر عملدرآمد

ابوجندل بن سہیل بن عمرو ایک عرصہ ہوا مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اس جرم میں اس کے باپ نے ابوجندل کو قید کر دیا۔ اور موٹی موٹی بیڑیاں اسکے پیروں میں ڈال کے اس پر سختیاں کرنی شروع کیں۔ وہ ایک عرصہ تک سختیاں سہتا رہا مگر جب اُسنے سُنا کہ حضور انور مکہ کے قریب تشریف لے آئے ہیں اسمیں جرأت پیدا ہو گئی اور وہ اپنی بیڑیاں توڑ کے بھاگو بھاگ سلامی

حدیبیہ کے دن معاہدہ صلح مدت معینہ کا تحریر کیا سہیل بن عمرو کی شرطوں میں سے یہی تھا کہ جو کوئی ہم میں سے تمہارے پاس آوے اگرچہ وہ تمہارے دین (اسلام) پر ہو اُسکو ہماری طرف لوٹا دینا۔ اور ہماری اور اُسکے درمیان آڑ نہ بنا سہیل صلح کرنے میں اس شرط پر اڑ گیا اور مسلمانوں نے اُسے نامنظور کیا۔ اور انھیں یہ شرط شاق گذری اور اُس میں باہم گفتگو کرنے لگے جب سہیل نے اس شرط کے بغیر صلح کرنے سے انکار کیا آپنے اُسے یہ شرط لکھدی۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل بن سہیل کو اُسی دن اُسکے باپ سہیل بن عمرو کو دیدیا اور اس عرصہ میں جو آدمی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپنے اُسے لوٹا دیا اگرچہ وہ مسلمان ہوتا۔

مسلمان عورتیں بھی ہجرت کر کے آنے لگیں۔ اُم کلثوم دختر عقبہ بن ابی معیط بھی ان ہی میں سے تھی جو عورتیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (ہجرت کر کے) آئی تھیں۔ وہ بالغہ تھیں۔ اُنکے متعلقین نے آکے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ آپ اُسے ہماری طرف واپس بھیر دیں اسوقت اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کے حق میں حکم بھیجا جو (اُسی کیطرف سے) اُتارا گیا ہے۔

ابن شہاب کہتے ہیں مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ عائشہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو عورتیں ہجرت کر کے آتی تھیں آپ بموجب اس آیت کے اُنکی آزمایش کر لیتے تھے (یاایھا النبی اذا جاءک المومنات) (ابن شہاب راوی حدیث) اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ہمیں یہ حدیث پہونچی ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو ارشاد کیا کہ مشرکوں نے

کیمپ میں چلا آیا۔ اسکے پیچھے سہیل بن عمرو لگا ہوا تھا وہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ معاہدہ کی پہلی شرط کے مطابق آپ ابو جندل کو میرے حوالہ کر دیجئے۔ حضور نے فرمایا کہ بیشک معاہدہ تو یہی ہوا ہے گو وہ ابھی تحریر میں نہیں آیا تو بھی میں ابھی سے اس پر کاربند ہونے کے لئے تیار ہوں۔ ہاں میں تم سے ایک کو مستثنیٰ کرنے کی درخواست کرتا ہوں یہاں تک جو کچھ تم مانگو اس کے معاوضہ میں دینے کو موجود ہوں۔ مگر سہیل اصرار کئے چلا گیا کہ نہیں یہ تو ہونا ہی نہیں آپکو ابو جندل حوالہ کرنا پڑیگا۔ آپنے ہر چند سہیل کو سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا اور اپنے اصرار پر قایم رہا۔ حضور نے ارشاد کیا اچھا اگر تو نہیں مانتا تو یہ وعدہ کر کہ آئندہ ابو جندل پر مظالم نہ توڑے جائینگے۔ اور کسی

جو کچھ اپنی اُن بی بیوں پر جو ہجرت کر کے چلی آئی ہیں خرچ کیا ہو وہ کفار کو پھیر دیا جائے اور ہمیں ابو بصیر کی خبر پہنچی ہے۔ (آگے) راوی حدیث نے اس حدیث کو پورا بیان کیا۔

نافع روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ عمرے کے ارادے سے فتنہ (کے وقت) میں نکلے اور کہا اگر میں بیت اللہ سے روک دیا گیا تو ہم وہی امر کرینگے جو ہم نے رسول اللہ کے ساتھ کیا تھا۔ چنانچہ احرام عمرہ کا باندھا کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سال حدیبیہ میں عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ انھوں نے (عمرہ کا) احرام باندھا اور کہا اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی آڑ بنا تو میں وہی کروں گا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا جبکہ کفار قریش آپکے درمیان آڑ بن گئے تھے۔ پھر یہ آیت پڑھی "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"۔

نافع سے روایت ہے اُسے عبید اللہ اور سالم بن عبد اللہ دونوں نے یہ خبر دی کہ ہم دونوں نے عبد اللہ سے گفتگو کی (پھر بخاری دوسری سند سے بیان کرتے ہیں) نافع سے روایت ہے عبد اللہ سے اُن کے کسی بیٹے نے کہا کاشکے تم امسال بیٹھے رہو۔ (اور حج کو نہ جاؤ) کیونکہ مجھے اس بات کا کھٹکا ہے کہ تم بیت اللہ تک نہ پہونچ سکو گے۔ عبد اللہ نے جواب دیا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تھے کفار قریش بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے آپنے اپنی قربانی کے جانور ذبح کر دیئے اور سر منڈا لیا اور آپکے یاروں نے بال کتروا دیئے میں تمہیں گواہ کرتا ہوں۔ میں نے عمرہ کی نیت کی ہے اگر بیت اللہ کے اور میرے درمیان کوئی غلط انداز ہوا تو طواف کروں گا اور اگر کوئی میرے اور بیت اللہ کے درمیان آڑ بنیگا تو میں

قسم کی تکلیف اُسے نہ دیجائے گی سہیل نے کہا ہاں یہ میں وعدہ کرتا ہوں۔ مکرز بن حفص نے اس بات کی ضمانت دی۔ جب ابو جندل کو یہ معلوم ہوا کہ مجھے پھر دشمنوں ہی کے سپرد کیا جائیگا تو وہ غل مچا کے کہنے لگا۔ اے مسلمانوں تم مجھے مشرکوں کے حوالہ کرتے ہو۔ جبکہ میں مسلمان ہو کے تمہاری پناہ میں آیا ہوں۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ مشرک کس قدر جور و ظلم مجھ پر کر چکے ہیں حضور نے یہ سُن کے جواب دیا کہ اے ابو جندل صبر کر اور دل خوش رکھ۔ خدائے عزّ و علا کی طرف سے ثواب کا طالب ہو اور تو اس بات کا بھروسہ رکھ کہ تو اور کل مسلمان جو اسوقت مکہ میں ہیں عنقریب شادمانی حاصل کرینگے۔ خدا کی رحمت کے دروازے انپر کھولے جائیں گے۔ اسوقت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی موافقت کرونگا۔ پھر تھوڑی دور چلکر کہا میں عمرہ اور حج دونوں کا حال یکساں دیکھتا ہوں۔ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ ہی حج کی نیت بھی کر لی پھر ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کی اور دونوں سے اکٹھے حلال ہو گئے۔

نافع کہتے ہیں کہ لوگ بیان کرتے ہیں ابن عمر حضرت عمر سے پہلے اسلام لائے حالانکہ اس طرح نہیں ہے ہاں حضرت عمر نے عبداللہ کو اپنا گھوڑا لانے کے واسطے جو ایک مرد انصاری کے پاس تھا بھیجا تاکہ اُسپر سوار ہو کے لڑیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے حضرت عمر کو یہ معلوم نہ تھا۔ عبداللہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی پھر گھوڑا لیکر حضرت عمر کے پاس آئے۔ حضرت عمر لڑنے کے واسطے ہتیار پہن رہے تھے عبداللہ نے اُن سے بیان کیا کہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں۔ نافع کہتے ہیں حضرت عمر نکلے اور عبداللہ بھی اُن کے ساتھ چلے۔ اور حضرت عمر نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی یہ قصہ ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ ابن عمر حضرت عمر سے پہلے اسلام لائے ہشام بن عمار کہتا ہے ہم سے ولید بن مسلم نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہم سے عمر بن محمد العمری نے حدیث بیان کی اُسنے کہا ہمیں نافع نے خبر دی کہ ابن عمر روایت کرتے ہیں جو لوگ حدیبیہ کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے درخت کے سایہ میں پھیل گئے کہا میں کیا دیکھتا ہوں لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنکھیں لگائے ہوئے ہیں حضرت عمر نے کہا اے عبداللہ دیکھ تو سہی لوگوں کا کیا حال ہے کہ رسول اللہ کی طرف

اس جماعت سے ہمارا یہی عہد ہو چکا ہے ہمارا طریقہ نہیں ہے کہ ہم اس کی مخالفت یعنی عہد شکنی کریں۔

اس کے بعد عہدنامہ کی ترتیب اور تحریر کا وقت آیا۔ حضور انور نے عہدنامہ لکھنے کے لئے اُوس بن خولی انصاری کو طلب کیا۔ پھر یہ مشورہ ہوا کہ اس عہدنامہ کو حضرت علی یا حضرت عثمان تحریر کریں۔ چنانچہ حضرت علی کو حکم دیا گیا کہ تم تحریر کرو۔ آپ نے تحریر کرنا شروع کیا حضور نے حکم دیا لکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس پر سہیل نے کہا خدا کی قسم ہم رحمٰن کو نہیں جانتے کہ یہ کون ذات ہے بلکہ جسے ہم پہچانتے ہیں اُس کا نام لکھا جائے اور اس طرح تحریر ہو باسمک اللھم اس پر مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ ہم بغیر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کوئی چیز تحریر نہیں کرتے مگر حضور انور نے جھگڑا ٹالنے کی غرض سے فرمایا کہ جو کچھ سہیل کہتا ہے علی وہی تم لکھدو چنانچہ اسکے کہنے کے مطابق عمل کیا گیا۔

اس کے بعد محمد رسول اللہ پر سہیل نے اعتراض کیا اور کہا کہ محمد بن عبداللہ کے سوا کچھ نہ لکھا جائے کیونکہ اگر ہم رسول اللہ سمجھتے تو آپ کے مقابلہ میں کیوں ہتیار اُٹھاتے یہ بات حقیقت میں مسلمانوں کے لئے بہت دلشکن تھی۔ اسپر پھر بحث کا دروازہ کھلا حضور کی صلح پسندی کی یہاں تک حد ہو چکی تھی۔ کہ آپ نے اس کو بھی گوارا کر لیا کہ عہدنامہ میں آپ کے نام مبارک کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ اُڑا دیا جائے۔ چنانچہ آپنے حضرت علی کو حکم دیا کہ "رسول اللہ" کاٹ دو۔ حضرت علی نے انکار کیا کہ میں اپنے ہاتھ سے نہیں کاٹوں گا۔ پھر آپنے ارشاد کیا اور پھر یہی جواب ملا اخیر آپ نے خود وہ لفظ اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا۔ اس اثنار میں سہیل نے بطور تمسخر حضرت علی سے کہا کہ رسول اللہ کیوں نہیں مٹا دیتے۔ یہ الفاظ حضرت علی کو سخت ناگوار گزرے آپنے غلاف سے تلوار نکال لی اور

لٹکی باندھے ہوئے ہیں (ابن عمر نے جاکر) انھیں دیکھا کہ بیعت کر رہے ہیں اُنہوں نے بھی بیعت کی پھر حضرت عمر کے پاس آئے (اور بیان کیا) حضرت عمر نے بھی جاکر بیعت کی۔

چاہتے تھے کہ اس ناپاک شخص کی پوری سزا سہیل کو دیں مگر حضور انور نے بیچ بچاؤ کرا دیا اور حضرت علی کو اس خونی ارادے سے باز رکھا۔

غرض اس نکتہ چینی اور جوابات کے بعد عہد نامہ تحریر ہوا۔ اخیر میں علاوہ حضور انور کی مُہر کے سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق۔ پھر حضرت عمر فاروق۔ عبد الرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص۔ عثمان بن عفان۔ ابو عبیدۃ الجراح۔ محمد بن مسلمہ اور ابو جندل بن سہیل نے اپنے اپنے دستخط کئے۔ ان کے مقابلہ میں مشرکین کی طرف سے حسب ذیل اشخاص نے دستخط کئے۔ حویطب بن عبد العزیٰ۔ مکرز بن حفص وغیرہ

اس معاہدہ کی ایک نقل سہیل کو دیدی گئی اور اصل حضور انور کے پاس رہا۔ سہیل عہد نامہ کی نقل لیکے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ روانہ ہو گیا۔

جونکہ عہد نامہ کی رو سے حضور انور اور آپ کے ساتھ کل مسلمان مکہ میں داخل نہیں ہوئے لہذا آپنے ارکان حج اسی مقام پر ادا کر دیئے۔ حضور انور نے اپنا سر منڈوا ڈالا۔ قربانی کی مسلمانوں نے آپ کی تقلید کی مگر بعض نے سر منڈوانے کے بجائے صرف بال کتروا ڈالے اسکی اطلاع حضور انور کو ہوئی آپنے اسپر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ بال کترانے والوں اور سر منڈوانے والوں غرض دونوں پر رحمت بھیجی۔

یہ معاہدہ مسلمانوں کے لئے بہت ہی خوش آیند تھا۔ دس سال معاہدہ کی رو سے وہ مشرکین کے حملوں سے طرف ہو گئے تھے۔ ساتھ ہی انھیں آیندہ سال سے مکہ میں داخل ہونے اور حج کرنے کی اجازت مل گئی تھی۔ اس عہد نامہ کی شہرت پورے طور پر مسلمانوں میں ہو گئی اور کوئی مسلمان ایسا نہ تھا کہ جسنے لفظ بلفظ عہد نامہ یاد نہ ہو اس عہد نامہ سے حقیقت میں مسلمانوں کو اپنی بڑی فتح حاصل ہوئی کہ اب تک نہ ہوئی تھی۔ اب مسلمان بالکل آزاد تھے۔ قریش جو آزاد ہونا چاہتے تھے بہت آزادی سے مسلمان ہو سکتے تھے کیونکہ مزاحمت کرنے والا نہ رہا تھا۔ خود حضرت صدیق اکبر کا قول ہے کہ کوئی فتح مثل صلح حدیبیہ کے اسلام میں نہیں ہوئی۔ حضرت صدیق فرماتے ہیں کہ گو بعض لوگوں نے بہ سبب تعجیل کے اس عہد نامہ کے سمجھنے میں غلطی کی اور اسپر اعتراض کئے مگر خداوند تعالیٰ کے راز کو نہ پہچان سکے

آپ فرماتے ہیں" والحجۃ الوداع کے دن میں نے اسی سہیل کو جو بسم اللہ الرحمن الرحیم اور رسول اللہ لکھنے کا اتنا بڑا مخالف تھا حضور انور کے موئے مبارک آنکھوں سے لگا رہا تھا تو میں نے یہ دیکھ کے کہا سہیل صلح حدیبیہ کا دن تجھے یاد ہے کہ تو رسول اللہ اور بسم اللہ سے راضی نہ ہوتا تھا اور آج اسی اقدس و اطہر ذات کے تراشیدہ موئے مبارک تو اپنی آنکھوں سے لگا رہا ہے۔

امکان حج ادا کرنے کے متعلق اور ارشاد ہو چکا ہے مگر اسکی تفصیل یہ ہے کہ جب اہل طاعت اور ارباب معصیت میں عہد نامہ کی تکمیل ہو گئی حضور نے اپنے اصحاب سے خطاب فرمایا کہ اٹھو اپنے اونٹوں کی قربانی کرو۔ اور اپنا سر منڈواؤ اس پر مسلمانوں کو ایک سکتہ سا ہو گیا کیونکہ انھیں اس بات کا یقین تھا کہ ابکے سال مکہ فتح ہوگا۔ اور ہم وہاں جا کے ارکان حج ادا کرینگے تین بار حضور انور نے ارشاد کیا مگر تینوں بار محض سخت مایوسی کی وجہ سے مسلمانوں نے جواب نہیں دیا۔ حضور انور اخیر حضرت ام سلمہ کے خیمہ میں تشریف لائے اور ساری کیفیت بیان کی ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ پریشانی کی اس میں کوئی بات نہیں ہے مسلمانوں کو بڑی اُمنگ تھی کہ اس سال مکہ فتح ہو جائے گا اور ہم وہاں جا کے ارکان حج ادا کریں گے جو عہد نامہ حضور نے مشرکین سے کیا ہے اُسے وہ بالکل نہیں سمجھے اور وہ اس عہد نامہ کو بجائے فتح کے اپنی ناکامی سمجھتے ہیں آپ اس وقت ان سے کچھ نہ فرمایئے خود تشریف لیجایئے اپنا سر منڈوایئے اور اونٹوں کی قربانی کیجئے وہ خود بخود حضور کو دیکھکر ایسا کرنے لگیں گے چنانچہ یہی ہوا اور سب مسلمانوں نے آپکی تقلید کی جسکا بیان اوپر ہو چکا ہے

خود حضرت عمر کا قول ہے کہ میں اس معاہدہ سے بہت پریشان خاطر تھا اور میں سمجھتا تھا کہ اس معاہدہ میں مسلمانوں نے مشرکوں سے نیچا دیکھا چنانچہ میں نے اسکے متعلق تین بار حضور انور کی خدمت میں عرض کیا آپ نے مجھے اس کا کچھ جواب نہیں دیا میں پھر خاموش ہو رہا اور دل میں ڈرتا رہا کہ میرا تین بار دریافت کرنا حضور اقدس کے طبع اقدس میں ناگوار گزرا ہو چنانچہ میں اس شش و پنج اور پریشانی میں تھا کہ راستہ میں جبکہ ہم مدینہ کیطرف آرہے تھے ایک شخص کی آواز آئی کہ عمر تمھیں رسول اللہ یاد فرماتے ہیں میں سنکر ڈر گیا

اور میں نے دل میں کہا کہ خدا خیر کرے مجھے اسوقت کیوں یاد کیا گیا ہے چنانچہ میں ترساں ولرزاں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور نے نہایت مہربانی سے ارشاد کیا کہ تم نے جو کچھ مجھ سے دریافت کیا تھا میں نے اس لئے اس کا جواب نہیں دیا کہ میں وحی میں مشغول تھا یہ سن کے حضرت عمر کی جان میں جان آئی اور آپنے نہایت ہی شاداں وفرحاں ادب سے استفسار کیا کہ میں وہ سورت سننی چاہتا ہوں جو بذریعہ وحی اس معرکہ کے متعلق حضور پر نازل ہوئی ہے چنانچہ حضور انور نے مسلمانوں کے عام مجمع میں اس سورت کو پڑھا۔ اور وہ سورت یہ ہے۔

بیشک (اے نبی) ہم نے تمہیں فتح ظاہر عنایت کی تاکہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخشدے اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے اور تمہیں راہ راست پر لے آئے۔ اور اللہ تمہیں ایک زبردست مدد دے۔ وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان نازل فرمایا تاکہ اُن کے ایمان پر ایمان بڑھ جائے اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین اور اللہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔ (اطمینان) اس لئے (نازل فرمایا) کہ اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے (درختوں کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ اُن سے اُن کے گناہوں کو دور کردے اور یہ اللہ کے نزدیک (اُن کی) بڑی کامیابی ہے اور (تاکہ) اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب کرے۔

انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک ویہدیک صراطا مستقیما۔ وینصرک اللہ نصرا عزیزا۔ ہو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم وللہ جنود السموات والارض وکان اللہ علیما حکیما۔ لیدخل المومنین والمومنات جنت تجری من تحتہا الانہار خلدین فیہا ویکفر عنہم سیاتہم وکان ذلک عند اللہ فوزا عظیما۔ ویعذب المنافقین والمنافقت والمشرکین والمشرکات الظانین باللہ ظن السوء علیہم دائرۃ السوء وغضب اللہ علیہم ولعنہم واعد لہم جہنم وساءت مصیرا۔ وللہ جنود السموات والارض وکان اللہ

جو اللہ کے ساتھ بدگمانی کرتے ہیں اُن ہی پر ہے پھیر برائی کا۔ اور اللہ اُن پر غضبناک ہے اور اُس نے اُنھیں لعنت کی ہے اور اُن کے لئے جہنم کو تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ بری جگہ ہے اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔ (اے نبی) بیشک ہم نے تمھیں (امر حق کا) ظاہر کرنے والا اور (ایمان داروں کے لئے) خوشخبری سنانے والا اور (بے ایمانوں کے لئے) ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے تاکہ (اے لوگو) تم اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ (کے دین) کی مدد کرو اور اُسکی تعظیم کرو۔ اور صبح اور شام اسکی پاکی بیان کرو بے شک (اے نبی) جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ سوا اس کے نہیں کہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں (تمھارا ہاتھ) اُن کے ہاتھ پر نہیں بلکہ (اللہ کا ہاتھ) اُن کے ہاتھوں پر ہے پھر جو کوئی (اس بیعت کو) توڑ دے تو وہ اپنی ہی جان پر (مصیبت کے پہاڑ) توڑتا ہے۔ اور جو کوئی پورا کرے اُس چیز کو جس کا اُسنے اللہ سے عہد کیا ہے تو عنقریب اللہ اُسے ایک بڑا (اچھا) بدلہ دیگا عنقریب (اے نبی) پیچھے رہے ہوئے اعراب تم سے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور ہماری اولاد نے (آپ کے ہمراہ جانے سے) روک لیا بس آپ ہمارے لئے (اللہ سے) مغفرت طلب کیجئے جو اللہ کے بندوں سے کہتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں ہے تم کہدینا کہ اللہ تمہیں نقصان ہے اور اگر وہ چاہے گا۔ یا تمھیں نفع پہنچانا چاہے گا تو اس سے کسی کی کچھ چل سکے گی۔ (ہرگز نہیں بری جگہ) یہ بات تم غلط کہتے ہو) بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ

حکمت والا۔

داروں سے انا ارسلناک شاہداً و مبشراً و نذیراً۔ لتؤمنوا باللہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ و تسبحوہ بکرۃ و بیعہ بھیجا ہے تاکہ الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ و من اوفی بما عاہد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجراً عظیماً۔ سیقول لک المخلفون من الاعراب شغلتنا اموالنا و اہلونا فاستغفر لنا یقولون بالسنتہم ما لیس فی قلوبہم۔ قل فمن یملک لکم من اللہ شیئاً ان اراد بکم ضراً او اراد بکم نفعاً۔ بل کان اللہ بما تعملون خبیراً۔ بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول و المؤمنون الیٰ اہلیہم ابداً و زین ذلک فی قلوبکم و ظننتم ظن السوء و کنتم قوماً بوراً۔

مدد کرو اور اسکی تعظیم کرو۔ اور صبح اور شام اسکی پاکی بیان کرو بے شک (اے نبی) جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ سوا اس کے نہیں کہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں (تمھارا ہاتھ) اُن کے ہاتھ پر نہیں بلکہ (اللہ کا ہاتھ) اُن کے ہاتھوں پر ہے پھر جو کوئی (اس بیعت کو) توڑ دے تو وہ اپنی ہی جان پر (مصیبت کے پہاڑ) توڑتا ہے۔ اور جو کوئی پورا کرے اُس چیز کو جس کا اُسنے اللہ سے عہد کیا ہے تو عنقریب اللہ اُسے ایک بڑا (اچھا) بدلہ دیگا عنقریب (اے نبی) پیچھے رہے ہوئے اعراب تم سے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور ہماری اولاد نے (آپ کے ہمراہ جانے سے) روک لیا بس آپ ہمارے لئے (اللہ سے) مغفرت طلب کیجئے جو اللہ کے بندوں سے کہتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں ہے تم کہدینا کہ اللہ تمہیں نقصان ہے اور اگر وہ چاہے گا۔ یا تمھیں نفع پہنچانا چاہے گا تو اس سے کسی کی کچھ چل سکے گی۔ (ہرگز نہیں بری جگہ) یہ بات تم غلط کہتے ہو) بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ

تم نے یہ خیال کیا تھا کہ رسول اور مسلمان اپنے گھروں کی طرف کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے۔ وہ یہیں مارے جائیں گے) اور یہ (خیال) تمہارے دلوں میں زینت دیدیا گیا تھا اور تم نے بُرا گمان کیا تھا اور تم ہلاک ہو جانے والے لوگ ہو اور جو کوئی اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان نہ لائے تو (وہ یاد رکھے کہ) بیشک ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی وہ جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب کرتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ عنقریب جب تم غنیمتوں کی طرف چلو گے تاکہ انہیں لو تو پیچھے رہے ہوئے لوگ کہیں گے کہ ہمیں (بھی) چھوڑ دو (یعنی اجازت دو) کہ ہم (بھی) تمہارے پیچھے چلیں۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں تم کہنا کہ ہرگز تم ہمارے پیچھے نہ آؤ ایسا ہی فرما دیا ہے اللہ نے پہلے سے۔ پس عنقریب وہ کہیں گے (کہ اللہ نے نہیں فرمایا) بلکہ تم حسد کرتے ہو بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) یہ لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہیں (اے نبی) تم پیچھے رہے ہوئے اعراب سے کہدو کہ عنقریب تم ایک سخت جنگجو قوم کی (جنگ کی) طرف بلائے جاؤ گے تم اُن سے لڑو گے یا وہ اسلام لے آئینگے پس اگر تم (دعوت) اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں ایک (بڑا) اچھا بدلہ دیگا۔ اور اگر تم اعراض کرو گے جیسا تم نے اعراض کیا تو اللہ تمہیں ایک دردناک دینے والا عذاب دیگا۔ اندھے پر (جہاد نہ کرنے میں) کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے پر کچھ حرج ہے اور نہ بیمار پر کچھ گناہ ہے اور جو کوئی اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کرے تو اُسے اللہ ایسے باغوں میں

ومن لم یومن باللہ ورسولہ فانا اعتدنا للکٰفرین سعیرا۔ وللہ ملک السمٰوٰت والارض یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء وکان اللہ غفورا رحیما۔ سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوھا ذرونا نتبعکم یریدون ان یبدلوا کلام اللہ قل لن تتبعونا کذٰلکم قال اللہ من قبل فسیقولون بل تحسدوننا بل کانوا لا یفقھون الا قلیلا قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونھم او یسلمون فان تطیعوا یؤتکم اللہ اجرا حسنا ج۔

وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما۔ لیس علی الاعمیٰ حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی

داخل کرے گا جسکے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اور جو کوئی (اللہ و رسول کی اطاعت سے) مونہ پھیر یگا تو اللہ اُسے درد دینے والا عذاب دے گا۔ بیشک یقیناً اللہ مسلمانوں سے خوش ہوا جب وہ (اے نبی) تم سے درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے پس اس نے اس (سچی وفادار اور مخلص) کو جو اُن کے دلوں میں تھا معلوم کر لیا لہٰذا اُس نے اُن (کے دلوں) پر اطمینان نازل فرمایا اور ان کو ایک قریب (مقام خیبر کی) فتح عنایت فرمائی اور بہت سی غنیمتیں جنھیں وہ (خیبر سے) لے لیتے تھے (انکو رحمت کیں) اور اللہ غالب حکمت والا ہے (اے مسلمانو) اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ کہ انھیں تم حاصل کرو گے پس یہ (خیبر کی غنیمت تو) تمکو جلدی دیدی اور (حدیبیہ میں کافر) لوگوں کے ہاتھ تم (پر دراز ہونے) سے روک دیئے (اور صلح کرادی) اور (یہ اس واسطے کیا) کہ مسلمانوں کے لئے (یہ واقعہ) نشانی ہو جائے۔ اور اللہ تمہیں راہ راست کی ہدایت کرے۔ اور (اس کے علاوہ) دوسری (غنیمتیں) ہیں جنپر تمنے (ابتک) قابو نہیں پایا بیشک اللہ کو اُنکا علم ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر (حدیبیہ میں) کافر تم سے لڑتے تو بیشک وہ پیٹھوں کو پھیر (کر بھاگ) جاتے پھر نہ (اپنا) کوئی کارساز پاتے اور نہ مددگار۔ جیسے اللہ کا طریقہ جو پہلے سے چلا آ رہا ہے اور تم اللہ کے طریقے میں ہرگز تبدیل نہ پاؤ گے اور (خوب یقین کر لو کہ) وہی ہے جس نے خاص مکہ میں کافروں کے ہاتھ تم (پر دراز ہونے) سے اور تمھارے ہاتھ ان (پر دراز ہونے) سے روک دیئے بعد اسکے کہ اللہ نے تمہیں اُنپر فتحیاب کر دیا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے

المرض حرج ط ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتہا الانہار ج ومن یتول یعذبہ عذابا الیما لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبہم فانزل السکینۃ علیہم واثابہم فتحا قریبا ۝ ومغانم کثیرۃ یاخذونہا وکان اللہ عزیزا حکیما ۝ وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجل لکم ہذہ وکف ایدی الناس عنکم ولتکون آیۃ للمومنین ویہدیکم صراطا مستقیما ۝ واخری لم تقدروا علیہا قد احاط اللہ بہا وکان اللہ علی کل شیء قدیرا ۝ ولو قاتلکم الذین کفروا لولوا الادبار ثم لا یجدون ولیا ولا نصیرا سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ج ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ۝ وہو الذی

دیکھ رہا ہے یہ (کفار قریش) وہی ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام (میں پہنچنے) سے باز رکھا اور ہدی کو اسکے حلال ہونے کی جگہ میں پہونچنے سے روک دیا کہ وہ (جہاں تھی وہیں) رُک گئی اور اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں (مکہ میں) نہ ہوتیں جنھیں تم نہ جانتے تھے۔ (اور لڑائی ہوتی تو نادانستہ) تم انھیں پامال کر ڈالتے پھر تمہیں اُنکے (قتل ہو کے) سبب سے ناداستہ گناہ آجاتا (تو اُسی وقت تم کو لڑائی کی اجازت دی جاتی یہ) اس لئے کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہتا ہے داخل کرتا ہے۔ اگر مکہ کے مسلمان کافروں سے علیحدہ ہو گئے ہوتے تو بے شک ہم اُن میں سے کافروں کو دردناک دینے والا عذاب دیتے۔ جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں جوش (اور پھر) جاہلیت کا (سا) جوش (نبی اور مسلمانوں کی طرف سے) پیدا کیا تھا پس اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول (کے دل) پر اور مسلمانوں (کے دلوں) پر نازل فرمایا اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور وہ اُس (عنایت) کے زیادہ حقدار اور اس کے لایق (بھی) تھے۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ بے شک یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو سچائی کے ساتھ خواب دکھایا تھا۔ بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ضرور تم لوگ بے خوف و خطر مسجد حرام میں داخل ہو گے (اور وہاں) اپنے سروں کو منڈواؤ گے اور (بعض بال) کتروا ؤ گے۔ (کافروں کا بالکل) خوف نہ کرو گے پس (یقین کر لو کہ) اللہ کو وہ بات معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔ لہٰذا اس نے اس سے پہلے ایک قریب (مقام یعنی خیبر کی) فتح عنایت کی

کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم ببطن مکۃ من بعد ان اظفرکم علیھم وکان اللہ بما تعملون بصیرا ھم الذین کفروا وصدوکم عن المسجد الحرام والھدی معکوفا ان یبلغ محلہ ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنٰت لم تعلموھم ان تطئوھم فتصیبکم منھم معرۃ بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمتہ من یشاء لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذابا الیما ۵ اذ جعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیۃ حمیۃ الجاہلیۃ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین والزمھم کلمۃ التقوٰی وکانوا احق بھا واھلھا وکان اللہ بکل شئ علیما ۶ لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق ج لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ اٰمنین محلقین رؤسکم

وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے تمام دینوں پر غالب کردے۔ اور اللہ گواہ بس ہے۔ محمد اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ (ایمان لائے) ہیں کافروں پر سخت ہیں باہم (ایک دوسرے پر) مہربان ہیں انھیں (اے دیکھنے والے) تو دیکھے گا (کبھی) رکوع کر رہے ہیں (اور کبھی) سجدہ کر رہے ہیں اللہ کے فضل اور رضامندی کی خواہش رکھتے ہیں (قیامت میں) اُنکی شناخت (یہ ہوگی کہ) اُنکے چہروں میں سجدوں کے اثر سے (روشنی) ہوگی یہی اُنکی توراۃ میں لکھی ہے۔
اور انجیل میں اُن کی صفت (یہ ہے کہ اُن کی ترقی کی حالت) مثل اس کھیتی کے ہے جس نے (زمین سے) اپنا پٹھا نکالا پھر اُسے اُس نے موٹا کیا تو وہ موٹا ہوگیا اور اپنی نال پر سیدھا کھڑا ہوگیا (اور اپنی روزافزوں) ترقی سے) کسانوں کو خوش کرنے لگا (مسلمانوں کو اللہ نے ایسی ترقی) اس لئے (دی کہ کافروں کو اُن کے سبب سے غصہ میں لائے ان لوگوں میں جو ایمان لے آئے ہیں اور اُنھوں نے نیک کام کئے ہیں اُن سے اللہ نے بخشش اور ایک بڑے (اچھے) بدلہ کا وعدہ فرمایا ہے۔

(مقصد ین لاتخافون فعلم مالم تعلموا فجعل من دون ذلک فتحا قریبا ہو الذی ارسل رسولہ بالہدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شہیدا محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم ترٰہم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود ذلک مثلہم فی التورٰۃ ومثلہم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصلحت منہم مغفرۃ واجرا عظیما ہ

چوتھی جلد ختم ہوئی

اسٹلا پرنٹنگ پبلشنگ کمپنی لمیٹیڈ دہلی کی نمایاں ترقی

بجائے دستی پریسوں کے اب اسٹیم پریس پر کام ہوگا

یہ کمپنی بہت تھوڑے سرمایہ سے سنہ ۱۹۰۶ء میں قائم ہوئی ہے اور آج اس کا سرمایہ قریب دو لاکھ روپیہ تک پہنچ چکا ہے اس قلیل عرصہ میں جو کثیر منافع حصہ داروں کو پہنچ چکا ہے اس سے اس کی حیرت انگیز ترقی کا پتہ چلتا ہے جس حصہ دار نے اول ہی اول سو روپے دفتر کمپنی میں بھیجے تھے اس نے آج تک ایک سو تینتالیس روپے سات آنے منافع کے ذریعہ سے وصول پائے اور اس کی رقم پھر بدستور بنی رہی۔ اسکی تفصیل اس طرح پر ہے +

سنہ ۱۹۰۶ء میں پندرہ روپیہ فیصدی کمپنی نے تقسیم کیا	سنہ ۱۹۰۵ء میں سولہ روپے ۴ر فیصدی کمپنی نے تقسیم کیا
سنہ ۱۹۰۷ء میں پندرہ روپیہ "	سنہ ۱۹۰۶ء میں سولہ روپے ۴ر "
سنہ ۱۹۰۸ء میں پندرہ روپیہ بارہ آنے "	سنہ ۱۹۰۷ء میں سترہ روپے ۴ر "
سنہ ۱۹۰۹ء میں پندرہ روپے "	سنہ ۱۹۰۸ء میں اٹھارہ روپے ۴ر "
سنہ ۱۹۱۰ء میں پندرہ روپے "	

اس حساب سے اب تک کل منافع ایکسو تینتالیس روپے سات آنے فیصدی تقسیم ہوا اور انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ بھی اس سے زیادہ منافع تقسیم ہونیکی امید ہے کیونکہ اسٹیم پریس آگئے ہیں اور اب چھپائی میں کمپنی کی لاگت بہت کم صرف ہوگی اور آمدنی بہت زیادہ ہوگی ایسے موقع سے کل اہل ہند اور علی الخصوص مسلمانوں کو فائدہ اٹھانا چاہئے اس سے بڑھکر نفع کا کام ہو نہیں سکتا ایک حصہ صرف دس روپیہ کا ہے مگر ہر شخص کو اختیار ہے خواہ وہ کتنے ہی حصے خریدے۔ ایسی کثیر منافع تقسیم کرنے والی کمپنی اگر آپ ہندوستان میں نکالدیں تو ہمارا ذمہ۔ کمپنی لاکھ روپے کو ہیکار سونا اور اینٹ پتھر کی صورت میں رکھیگا۔ اس سے زیادہ فائدہ پہنچانے والی کمپنی آپ کو کہاں ملسکتی ہے۔ جہاں تک ہو بہت جلدی کیجئے۔ کیونکہ اگر سب حصے فروخت ہوگئے تو پھر سخت پچتانا پڑے گا +

NIA UNIVERSITY
LEGE LIBRARY.

محررہ ۱۹ر اگست سنہ ۱۹۰۹ء

سیرۃ الرسول

OSMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIBRARY.

جلد پنجم

یعنی

حضور انور رسول خدا امی نبی ہاشمی مطلبی شافع و مشفع محمد عربی

صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری

مصنفہ میرزا حیرت دہلوی

مترجم قرآن مجید و صحیح بخاری شریف و مصنف مقدمہ تفسیر الفرقان

حیات جمیدیہ۔ خلافت شیخین وغیرہ وغیرہ

مصنف کے اہتمام سے کرزن سٹیم پریس دہلی میں طبع ہوئی

سیرۃ الرسول

جلد پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر تمہید

باب اوّل

حضور انور کے واقعات زندگی نے ایک عجیب و غریب دلچسپی تمام ہندوستان میں عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً پیدا کر دی۔ اس میں کلام نہیں کہ یہ کام سب سے زیادہ مہتم بالشان اور عظیم ہے۔ اس مقدس نفس کے سوانح عمری پر قلم فرسائی کرنی جو اب بھی سالہا سال گزر جانے کے بعد بھی اپنے روضہ مبارک کے اندر سے کروڑہا بندگانِ خدا کو کلمۂ توحید پر قائم رکھے ہوئے ہے۔ جس کی تعلیم کو صدیاں گزر جانے کے بعد بھی روح موجود ہے۔ اور جسکا پاک نام اب بھی مومنین کے دلوں میں حرارت پیدا کر دیتا ہے۔ جس نے مبعوث ہو کے دنیا کے نقشہ اور تاریخ کی بالکل حیثیت بدل دی اور جس نے تمام عالم کی معاشرت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا نہایت کٹھن کام ہے۔ سب سے زیادہ عجیب تر یہ بات ہے کہ آپ کی عظمت اُن اقوام دنیا پر پھیلتی جاتی ہے جو مذہب کو کبھی کا خیرباد کہہ چکی ہیں اور جن میں علوم جدیدہ نے الحاد

کوٹ کوٹ کے بھر دیا ہے۔ چنانچہ دنیا کے سب سے بڑے الحادی مرکز یعنی پیرس پایۂ تخت فرانس سے ایک محقق حضور انور کی نسبت حسب ذیل لکھتا ہے۔

حضرت علی جناب رسالت مآب کے اوّل پیرو آپ کے حلیہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت کا قد مبارک میانہ تھا۔ سر مبارک بڑا اور ریش مبارک گھنی جسم کی کاٹھی سے قوت اور توانائی نمودار تھی۔ چہرۂ مبارک بھرا ہوا اور ارغوانی رنگ تھا۔ پیشانی اور ریش مبارک کے چند سفید بالوں سے بہ مشکل آپ کے سن مبارک کا اندازہ ہو سکتا تھا۔ آپ کی خصائص روحانی نے تو آپ کو تمام عالم پر فوقیت دی ہے۔ کثرت عبادت نے آپ کو فضول کلام سے متنفر کر دیا تھا اور آپ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ چہرۂ مبارک سے اعلیٰ درجہ کی نیکی نمودار تھی اور مزاج میں بے حد خلق اور انصاف تھا۔ اجنبی و دوست قوی و ضعیف ہر ایک پر آپ کی نظر برابر تھی۔ مساکین کے ساتھ آپ کو خاص محبت تھی اور جس طرح سے آپ غربا کو اُن کے افلاس کی وجہ سے ذلیل نہیں سمجھتے اُسی طرح امرا کی قدر اُن کے مال کی وجہ سے نہیں کرتے۔ آپ کو اپنے صحابہ اور ملاقاتیوں کی اس قدر خاطر منظور تھی کہ صحابہ کو آپ کبھی سخت جواب نہ دیتے اور جو کوئی ملاقات کو آتا اس کی بات بے انتہا صبر و تحمل کے ساتھ سنتے اور جب تک وہ نہ اُٹھتا خود کبھی اُٹھنے کا قصد نہ فرماتے۔ اسی طرح جب کوئی حضرت سے مصافحہ کرتا تو آپ کبھی اپنا ہاتھ پہلے نہ کھینچتے جب کوئی آپ سے کسی معاملہ میں گفتگو کرتا تب بھی آپ کی یہی عادت تھی کہ خود پہلے علیحدہ نہ ہوتے۔ آپ اکثر صحابہ کی ملاقات کو تشریف لے جاتے اور اُن کی احوال پُرسی فرماتے۔ آپ اپنی بکریوں کا دودھ خود دوہتے۔ زمین پر بیٹھتے اور اپنے کپڑے اور نعلین اپنے دست مبارک سے سیتے اور پھر پہن لیتے۔ آپ ہمیشہ مساکین کو اپنے پاس جمع کرتے اور یہ لوگ اہل صفہ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ وہ بیچارے بے نوا غربا تھے جن کا گھر ٹھکانا یہ راتوں کو مسجد نبوی میں سو رہتے اور دن کو بھی وہیں اُٹھتے بیٹھتے۔ چونکہ مسجد کا پتھر اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ انھیں اہل صفہ کہتے تھے۔ جس وقت حضرت کھانا کھاتے تو انھیں سے ایک دو کو اپنے ساتھ کھلاتے اور باقی کو اپنے صحابہ پر تقسیم فرما دیتے تاکہ انھیں

وہاں اذوقہ مل جائے۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضرت نے اس جہان فانی سے بالکل سیر ہو کر کبھی نہیں کھایا کہ آپ نے ایک مرتبہ بھی نان جو میں پیٹ بھر کر کھائی ہو اور اگر ایسا ہوا ہے کہ ان ازواج کے گھروں میں جہاں آپ باری باری تشریف رکھتے تھے دو مہینے تک چولہا نہیں سلگا یعنے آپ کی غذا محض خرما اور پانی رہی ہے۔ بعض اوقات تو آپ کو بھوک کی ایسی شدت سہنی پڑی ہے کہ آپ نے پیٹ پر پتھر رکھ کر اسے زور سے کمر کس لی ہے۔

اس بیان میں جو اوپر کیا گیا دوسرے مورخین عرب کی روایات سے اس قدر اور بڑھانا چاہئے کہ حضرت کو اپنے نفس پر بے انتہا حکومت تھی اور آپ نہایت غیور پسند کم سخن اور اپنے ارادوں میں نہایت مضبوط تھے۔ آپ کا سادہ پن تعجب انگیز تھا۔ اس کے ساتھ ہی آپ اپنے جسم مبارک کو نہایت پاک و صاف رکھتے تھے۔ تمام عمر اور اس وقت میں بھی جبکہ آپ صاحب مال و متاع ہوئے تھے۔ حضرت نے کبھی اپنا ذاتی کام کسی دوسرے سے نہیں لیا۔

حضرت میں محنت اور مشقت اٹھانے کی بے انتہا صلاحیت تھی اور جس درجہ آپ مستعد تھے اسی قدر صابر و شاکر بھی تھے۔ آپ کے ایک غلام کا جو اٹھارہ سال تک آپ کے پاس رہا تھا قول ہے کہ اس مدت دراز میں اس پر ایک مرتبہ بھی خفگی نہیں ہوئی۔ جنگ میں آپ نہایت جری تھے۔ آپ کبھی خطرے سے نہ بھاگے لیکن اس کے ساتھ ہی بے سبب اپنے کو خطرے میں نہ ڈالتے۔ آپ میں اس درجہ دور اندیشی تھی کہ وہ بے اندازہ تہور اور جسارت جو قوم عرب میں پائی جاتی ہے آپ میں نہ تھی۔

بعض مورخین کا یہ قول ہے کہ حضرت مرض صرع میں مبتلا تھے لیکن میں نے مورخین عرب کے بیان میں کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جس سے اس امر کی نسبت یقینی رائے قائم کی جا سکے رواۃ معاصرین کے قول سے جن میں خود حضرت کی زوجہ عائشہ صدیقہ شامل ہیں اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ نزول وحی کے وقت حضرت پر ایک خاص حالت طاری ہوتی تھی جس میں چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور جسم میں رعشہ پڑ جاتا اور بالآخر آپ غش کھا کر

گر پڑتے تھے باوجود اس جذبہ کے حضرت بے انتہا صائب الرائے تھے جیسا کہ اکثر مجذوب ہوا کرتے ہیں۔ فی الواقع اگر علمی نظر سے دیکھا جائے تو حضرت کا شمار بھی مثل اور موجدین مذاہب بدیہ کے مجذوبین اور فارستہ حال اشخاص میں ہونا چاہئے۔ لیکن دراصل اس نام میں کچھ عیب نہیں ہے۔ کیونکہ مذاہب اور ادیان کے موجد اور خلایق کے پیشوا اور رہنما فلسفی اور حکیم نہیں ہوا کرتے بلکہ وہی ہوا کرتے ہیں جن میں جذبۂ قلبی اور ولولہ جلی ہے۔ جب ہم دنیا کی تاریخ میں ایسے اشخاص کے افعال پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بہت بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ انھوں نے مذہب ایجاد کئے ہیں سلطنتوں کو خاک میں ملایا ہی ہزارہا خلایق کو اپنا تابع فرمانبردار بنایا ہے۔ ان ہی کے ہاتھوں نوع انسانی کی ترقی اس درجہ تک ہوئی ہے اگر دنیا میں فقط عقل و فہم ہی کارگر رہتی اور جذبہ و ولولہ سے کام نہ لیا جاتا تو اس وقت دنیا کی حالت ہی کچھ اور ہوتی۔ یہ کہنا کہ حضرت ایک دھوکے باز شخص تھے میرے نزدیک ایسا قول ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ وہی اوقات جذبہ و ولولہ تھے جن میں آپ کو وہ طاقتیں اور قوتیں آجاتی تھیں جس وجہ سے آپ اپنی ابتدائی مشکلات کا سامنا کر سکے۔ اصل یہ ہے کہ بلا اس کے کہ آپ کو خود اپنے اوپر بھروسہ ہو آپ کیونکر دوسروں کی دستگیری کر سکتے تھے۔ حضرت کو ہمیشہ اس کا یقین تھا کہ آپ کو جناب باری کی پوری مدد ہے اور اس اعتقاد کے سامنے کل مشکلات جو آپ کو پیش آتی تھیں بالکل ناچیز تھیں۔

جس وقت حضرت نے وفات فرمائی تو آپ کی کوششوں سے یہ بے بہا نتیجہ حاصل ہو چکا تھا کہ کل قوم عرب ایک قوم ہو گئی تھی۔ ایک مذہب پر قائم اور ایک ہی خلیفہ کے تابع فرمان تھی۔ اس امر کی تحقیق کرنا کہ آیا یہ نتیجہ وہی تھا جسے حضرت نے حاصل کرنیکی کوشش کی تھی یا نہیں بالکل فضول ہے۔ سچ یہ ہے کہ ہم اُن اسباب و علل سے جن سے واقعات تاریخ انسان کے سلسلہ وقوع میں آتے ہیں اس قدر کم واقف ہیں کہ عامۂ مورخین نے فرض کر لیا ہے کہ جو نتائج بڑے اشخاص کی کوششوں سے حاصل ہوتے ہیں وہی ہیں جو خود اُن کے مدنظر تھے۔ لیکن بآسانی ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ عام قاعدہ بالکل غلط ہے مگر اس بحث کا یہاں چھیڑنا ہمیں مطلب سے بہت دور لیجائے گا۔

خیر کچھ ہی کیوں نہو اس میں شک نہیں کہ حضرت رسالت مآب نے ملک عربستان میں وہ نتائج پیدا کر لئے جو کوئی مذہب قبل اسلام (جن میں مذہب یہود و نصاریٰ دونوں شامل ہیں) پیدا نہ کر سکتا تھا۔ حضرت نے عربوں کے ساتھ بے انتہا سلوک کیا اور حضرت عمر کے قاصد نے جو جواب شاہ ایران کو حضرت کے احسانات کے بارہ میں دیا اس سے اس سلوک کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

وہ کہتا ہے "اے بادشاہ ہم ایسی ذلیل حالت میں تھے۔ کہ ہم میں بعض اشخاص اپنا پیٹ کیڑے مکوڑے اور سانپ بچھو کھا کر بھر لیتے تھے۔ بعض اپنی بیٹیوں کو اس وجہ سے مار ڈالتے تھے کہ انھیں اپنے کھانے میں شریک کرنا نہ پڑے۔ جہالت اور بت پرستی کی تاریکی میں گرفتار بلا قانون اور بلا نظام ہمیشہ ایک دوسرے کے دشمن ہمارا شغل یہی تھا کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کو لوٹیں اور تباہ کریں۔ یہ تھی ہماری پہلی تصویر۔ لیکن اب ہم ایک نئی قوم ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ہم میں ایک شخص پیدا کیا ہے۔ جو خاندانی شرافت میں فہم و ادراک میں تمام عرب پر فائق ہے اور اللہ تعالےٰ نے اُسے اپنا نبی برحق اور رسول بنایا۔ اسی رسول کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے ہم سے کہا میں ہوں اللہ واحد صمد خالق کون و مکان میرے رحم نے تمہارے لئے ایک پیغمبر بھیجا ہے تمہیں راہ راست پر لانے کے لئے جس راہ کی وہ تمہیں ہدایت کرتا ہے وہ تمہیں اس عذاب سے بچائے گی جو میں نے آخرت میں کافروں اور گنہگاروں کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور تمہیں میرے عرش کے سامنے مقام آسائش تک پہنچا دیگی" اس تعلیم نے بتدریج ہمارے دلوں پر اثر کیا اور ہم نے اپنے پیغمبر کی ہدایت کو قبول کیا ہم نے مان لیا کہ ہمارے پیغمبر کا کلام اللہ کا کلام ہے اور اس کے احکام اللہ کے احکام ہیں۔ اور جس مذہب کی اس نے ہمیں تعلیم کی وہی ایک سچا مذہب ہے۔ اس نے ہمارے ادراک کو چمکا دیا۔ اس نے ہماری جماعت میں اخوت پیدا کی اور ہمارے لئے اپنی قوت خداداد سے قانون مقرر کئے۔

اگر اشخاص کی بزرگی اور وقعت کا اندازہ اُن کے کاموں سے کیا جا سکتا ہے تو

ہم کہیں گے کہ حضرت رسالت مآب رجال التاریخ میں ایک بہت بڑے شخص گزرے ہیں۔ قدیم مورخین نے تعصب مذہبی کی وجہ سے ان کاموں کی پوری وقعت نہیں کی لیکن فی زماننا خود مورخین نصاریٰ انصاف کرنے پر آمادہ ہوگئے ہیں۔ موسیو بارتھیلمی سینٹ ہیلیر جو اس زمانہ کے سربرآوردہ مورخین میں سے ہیں حضرت کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

حضرت رسالت مآب اپنے زمانہ کے عربوں میں سب سے زیادہ تیز فہم سب سے زیادہ باخدا اور سب سے زیادہ رحم دل شخص تھے۔ آپ نے جو کچھ حکومت حاصل کی وہ محض اپنی ذاتی فضیلت کی وجہ سے تھی جس مذہب کی آپ نے اشاعت کی وہ اُن اقوام کے لئے جنہوں نے اُسے قبول کیا ایک نعمت عظمیٰ بن گیا فقط۔

علاوہ ڈاکٹر موسیو لیبان کے نہ صرف نصرانیوں بلکہ سینکڑوں ملحدوں کی شہادتیں حضور انور کی صداقت ثابت قدمی اور اولوالعزمی کی نسبت موجود ہیں جن کا اعادہ یہاں غیر ضروری سمجھا جاتا ہے۔ کیفیت اس وقت کھلتی ہے کہ جب دنیا کے بڑے بڑے حکما، اور مصلحان قوم سے آپ کی زندگی کا مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور انور کے آگے ایک پشہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے یونانی حکیم جن کی مدح میں بڑے بڑے عقلا نے قصاید موزون کئے ہیں وہ اُس روحانی مدرسہ کے جس کی بنا حضور انور نے ڈالی تھی ابجد خواں تھے۔ سقراط جیسے عظیم الشان حکیم کی مجنونانہ حرکتیں اور محض ایک مسئلہ تناسخ کو ثابت کرنے کے لئے شاہراہوں میں جانوروں کے کانوں میں اس کا باتیں کرنا اس کی فلسفیانہ طبیعت یا دماغ پر پوری روشنی ڈالتا ہے اسی طرح ارسطو جیسے حکیم کا محض ایک خفیف سی ناکامی پر خودکشی کر لینا اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ استقامت اور اولوالعزمی کی انہیں ہوا تک بھی نہیں لگی تھی ان حکیموں کو چھوڑ کے اگر ان متبرک اشخاص کی زندگی پر خیال کیا جاتا ہے جنہیں آسمان سے تمغہ نبوت ملا ہوا تھا تو ایک عجیب و غریب استعجاب طبیعت پر چھا جاتا ہے اور پھر بالکل گومگو کا سا معاملہ ہو جاتا ہے۔ ایک بوڑھے اور متبرک بزرگ پیغمبر کا صرف اپنے ایک بچے کے گم ہونے پر رونا اور رو کے اندھا ہو جانا اور اس کے فراق میں بالکل از خود رفتہ ہو جانا حیرت انگیز نتائج مبصر کی نگاہ میں پیدا کرتا ہے۔ ان حالات کو پڑھ کے

ایک شخص کے دل میں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتے ہیں کہ آیا ایسی کمزور طبیعتیں دنیا کی دہلوں دھار مخالفت کے مقابلہ میں خدا کے دین کی تلقین کو کیوں کر قایم رکھ سکتی ہیں نفس تلقین دین الٰہی اور طبائع انسانی پر الگ الگ اثر یہ دو مختلف ٹمپرا فعال ہیں کہ ایک کو دوسرے سے کچھ نسبت نہیں ہے۔ کوئی پیغمبر یا مصلح یا کوئی رشی ایسا نہیں ہوا کہ جس میں یہ دونوں صفتیں پائی جاتی ہوں یعنی اس نے تلقین دین الٰہی میں دنیا کی مشتعل قوت کے مقابلہ میں ثابت قدمی بھی دکھائی اور پھر اس کی تعلیم کا اثر بھی تمام عالم کو مسخر کئے ہوئے ہو۔ ایک اولوالعزم پیغمبر کی تعلیم کے اثر کا نمونہ ایک الہامی کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب وہ اولوالعزم نبی خدا سے باتیں کرنے کسی پہاڑ پر گئے اور باتیں کرنے کے بعد واپس آئے تو انہوں نے اپنی قوم کو بجائے خدائے واحد کی پرستش کے گوسالہ کی پرستش میں مبتلا پایا اس ہنگامی اثر کا جب حضور انور کی تعلیم کے اس پائیدار۔ دائمی اور مضبوط اثر سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو طبیعت ششدر رہ جاتی ہے دل ہل جاتا ہے اور کلیجہ کانپنے لگتا ہے اور بیساختہ زبان سے یہ نکل جاتا ہے جل جلالہ وہ کون سا روز قضا تھا جو اس دو ہرے یتیم بچے کے مقدس بازوؤں میں چھپا ہوا تھا جس نے اپنے ان دونوں زبردست ہاتھوں سے تمام دنیا کی عداوت انگیز مخالفت کی پروا نہ کر کے کرۂ ارض کو اپنے ہاتھوں میں اوٹھالیا۔ اور علی الاعلان اس بات کا اظہار کر دیا کہ بے شک میں نہ صرف خاتم النبیین ہوں بلکہ عالم کے لئے رحمت بنا کے بھیجا گیا ہوں اور یہ کرۂ ارض جو میرے ہاتھ میں ہے یہ میرا ہے اور کسی شخص میں یارا نہیں ہے کہ اس سے انکار کر سکے۔ حضور انور نے اپنی یہ اعلیٰ درجہ کی فضیلت ظاہر کر کے انسان کی اس شرافت کا کھوج لگایا کہ جو روز ازل سے اسے مل چکی تھی اور وہ شرافت ابتدائے آفرینش عالم سے ابتک تاریکی میں پڑی ہوئی تھی۔ علوم جدیدہ جس شرافت کا ابتک پتہ لگا رہے ہیں وہ درحقیقت اس انسانی فضیلت کے مقابلہ میں جس کا پتہ حضور انور بتا چکے ہیں محض ایک طفل مکتب کا علم دکھا رہے ہیں حضور انور نے اس بات کو دکھا دیا کہ وہ قدوسی جو مقرب بارگاہ صمدی ہیں کس طرح مثل اطاعت گزار خادموں کے حاضر خدمت ہوتے ہیں اور کیا کیا خدمات ان سے عمل میں آتی ہیں

اس سے زیادہ انسان کی عظمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ علوم بدیدہ تو ابھی یہیں تک پہنچے ہیں کہ انسان کائنات کے سر پر کلغہ ہوا ہے مگر تیرہ سو برس ہوئے کہ غار حرا کے ایک گوشہ نشین نے اس بات کا ثبوت دیدیا کہ باعث تکمیل عالم یہی حضرت انسان ہیں جن پر یہ سچے معنی یہ خصہ صادق آتا ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

دنیا میں الہامی اور غیر الہامی کتابوں میں اگر کوئی کتاب ایسی ہے جس میں انسان کے حقیقی جلال کا اظہار ہوا ہو تو وہ کتاب فرقان حمید ہے بس انتہا یہ ہے کہ انسانی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے آسمان کے کل قدسیوں سے آدم کو سجدہ کرایا گیا ہے اب اس سے زیادہ کوئی شخص انسان کی عظمت کیا بیان کر سکے گا یہاں سے اس دوہرے بے پناہ اور بے یار و مددگار یتیم بچے کا عظیم انسان جلال اور حیرت انگیز جبروت کا پتہ لگتا ہے جو در حقیقت نبی نوع انسان میں ایک با عظمت اور متبرک نفس ہے اور جس کے واقعات زندگی پڑھنے کے بعد مخالف سے مخالف شخص یہ شہادت دیتا ہے کہ وہ بے شک انسانی مخلوق میں سید یعنی سردار کا مرتبہ رکھتا ہے آدم سے لے کے اب اس وقت تک کہ دنیا کو ہزارہا برس گزر گئے ہم تو کوئی شخص ایسا نہیں پاتے خواہ وہ اپنی زندگی میں خداوند تعالے کے عرش کا طواف کیوں نہ کر چکا ہو اپنی شہ زوری میں فرشتوں کے کلوں پر کیوں نہ گھونسے مار چکا ہو کہ تیرہ صدی کا سا زمانہ دراز گزرنے کے بعد اپنے روضہ مبارک کے اندر سے کروڑہا بندگان خدا کو کلمہ توحید پر ثابت قدم رکھتا ہو اور جس کے مبارک نام کا جلال اس قدر دلوں میں پر جذبہ کیفیت اور کپکپاہٹ پیدا کرتا ہے جو ایک فہار سا شان کی زندگی میں بھی اسے میسر نہ ہوا اس بزرگ۔ مقدس اور پاک نفس کی سوانح عمری کی یہ پانچویں جلد جواب شروع ہو گی میرے خیال میں کم سے کم آپ کے واقعات زندگی کی پوری بیس جلدیں ہوں گی۔ اگر خدا تعالے نے عمر دی اور ساتھ ہی اس کے اس کی توفیق شامل حال رہی تو یہ مبسوط جلدیں نہایت خوش اسلوبی سے اختتام کو پہنچیں گی انشاء اللہ۔

بے ساختہ دل چاہتا ہے۔ کہ واقعات شروع کرنے سے پہلے ایک نعتیہ قصیدہ حضور میں پیش کیا جائے جو بہت ہی زبردست ہے اور مولانا جامی کا موزوں کیا ہوا ہے۔

(قصیدہ)

حق آنانے کہ عمرے در ہوایت بودہ اند — دیں زماں در ساخت قرب خوش سودہ اند
حق آنانے۔ اہی را کہ خود پیمودہ اند — پائے از سر ساختہ ایشاں ہماں پیمودہ اند
حق آنانے کہ از راہ ضلالت خلق را — جز بسنت شارع شرع تورہ ننمودہ اند
گر گدائے بے نوا جامی عنایت گیر کش — عنان دل زکف نفس و ہوا بربودہ اند
از سحاب فیض لطف عام خود رشحی بریز — بر دل و جانش کہ از لوث گناہ آلودہ اند
کحل بینایش دہ زیں رہ کہ عمرے زیں ہوس — سرمہ مانِ چشم او خون جگر پالودہ اند
کن قبول اورا طفیل آنکساں کز جست وجوے — ہم تن و ہم جان براہت سوختہ آسودہ اند

باشد از یمن قبولت فارغ از خلد و جحیم
ہر صراط سنت و شرع تو مانند صراط

ایضاً

باتگ جیل از قافلہ برخاست نیندیش ساربان — زخمتہ بندہ بر رحلہ آہنگ حلت کن رواں
بندش زرزانو بر کشا ہر حلقہ بر کش نوا — سازاز نوائے جانفزا ہر سو سبک بارگراں
ناقہ زالحان عرب آسودہ از رنج و تعب — طے میکند با صد طرب یکروزہ رہ در یکزماں
ہر قبیلہ سلمی مگو تا رہ شود از ذکر او — کوتہ کہ آمد پیش رہ بیداے ناپیدا کراں
تیہی بغایت پرخطر خالی زراہ و راہبر — لے درد ہی از حق اثر لے دروے از انسی نشاں
چست از سراب تو تو بہرے شگرف و سو بسو — صد کشتی از ناقہ بدو جاری شدہ بے بادباں
بستہ ہر یک محملے بنشستہ در وی مہ طلعے — وز پئے ہر محمل بہ دے کن بیدلے خوش لہجہ و شیریں زباں
من ہم بقصد ناقہ خوش در خیل ایشاں ناقہ کش — ناقہ کش آمانا قہ وش باشد بدست دل عناں
لے پیچ باشتر مرا مے دل بکس مائل مرا — من ناقہ را و دل مرا سوئے حریم دل کشاں

یا نسیم ریۃ است ایں حرم کز خاکش ۔۔۔ یا ساحت بلغ ارم یا عرصہ روض الجناں	

بادش نسیم مشکسا آبش زلال جاں فزا — خاکش بود کحل جلا در دیدۂ اہل عیاں
چوں کعبہ آمد قبلہ گہ بر طائفاں بمشادہ رہ — ہر سنگ او سنگ سیہ ہر گنج نامش نادواں
جانہا قدم کردہ نذر بر طوافش رو سپر — فرش مطافش کردہ پر مرغان عرشی آشیاں
خرم ازاں باراں وہم کایند صحرائے قدم — روبانداز خاک وثم گلہائے حسن جاوداں
گلہائے حسن معنوی عشق ہمہ رانا نوی — گر شمہ زان بشنوی چوں بلبل آئی در فغاں
حسنیکہ بر مہ تافتہ مہ جیب خود بشگافتہ — در جنت از وے یافتہ سرمایۂ خیرات حساں
سر چشمہ آں حسن اگر خواہی کہ یابی زود تر — تا روضۂ خیر البشر مرکب نہ ہمت کن رواں
سلطان اقلیم وفا شاہ سریر اصطفا — سرد فتر صدق و صفا سرمایۂ امن و اماں
دریائے امکان وقدم بوذند در طغیاں بہم — اودر میاں شان از کرم شد بر نرخ الآبیاں
بحر ست جان افورش ساحل لب جاں پرورش — باشد طفیل گوہرش محصول کان کن فکاں
قرآں کہ با آی وسور وار وزاعجاز نشر اثر — از مثل آن عاجز شمر فکر ہمہ اہل بیاں
ہر حرف ازاں خوش زمزمہ شد بہر تلقین ہمہ — سیر ازاں تا ترجمہ رانا زاید تا ترجماں
از رشک آں بمسینہ بر خاک خذلاں ریختہ — نظمے کہ بود آویختہ در کعبہ بہر امتحاں
بیساخت روشن راہ را دعوت کناں بد خواہ را — بشکست قرص ماہ را بر گوشۂ ایں گردخواں
روزیکہ با خلق وغا شد لطف او بر ہاں نما — الزام حجت را حصا شد در کفش تسبیح خواں
حنانہ آمد در حنیں از فرقت آں نازنیں — آمد م کہ شد بر نشیں بر ساسعان گوہر فشاں
اشجار را بر کف آواز دا واز ہر طرف — پیشش زدند از دو صف شد در فضای صف نشاں
شد پیش اعدا از کرم زد پیش او از حال ہم — بز غالۂ مسموم دم کز وے نیالا یدد ہاں
شد بر در غار محن بہر عنا کب پردہ تن — تا از حسود پر فتن بر جان او نا ید زیاں
بر زعم بد خواہان دیں شد پیش تیر و تیغ کیں — چوں بیضہ مائے آہنیں بیش حوامش با سباں
با فرقہ از دیں بری در معنی پیغمبری — چوں زد دم از دعوی کرسی نوشت نصشا بدریں

عیشد بوفق رائے او در رہ کمیں مولائے او	در سجدہ پیش پائے او نہاد سر شہر ثریاں
کف بر بزی کش از کمر پستاں بنوفا رشیر تر	مالید و شد شیر تر پستانش از بیش جواں
زاندک طعامے در دمے اطعام کردہ عالمے	واں طعمہ بے بیش و کمی باقی بجا عیش ہمچناں
صدقش بے آب رو بود از کف آواب جو	از فرجہ انگشت او شد آب جو شاں چشمہ ساں
میغرت بارش تیرو شب دادش بکف چوں عنبب	شد چوب شمع بے لہب یا خود چراغ بے دخاں
سایہ نبودش ہمچو خور دیں طرفہ تر کاندر سفر	آفتاب خور بالائے سر بود از سحابش سایہ باں
در حرب خصم بد نہاد ایزد پئے دفع فساد	از مار میش تیر داد از قاب قوسش کماں
ہر گہ نہادہ پا بروں از تنگہائے چند و چوں	یک گام او بودہ فزوں از عرصہ کون و مکاں
آں شب کہ میزد از حرم بر مسجد اقصےٰ علم	میماند تا ملک قدم یکران ہمت زیر راں
عیشد قرین جان و تن تا بارگاہ ذوالمنن	نے جان رہین او بدن نے تن اسیر خاک داں
گفتش بگوش ہوش در اسرار غیبی سر بسر	دانائے بے فکر و نظر گویائے بے کام و زباں
بر امت گستاخ وے گر دو بساط لطف طے	گر تنہد آں فرخندہ پے پائے شفاعت در میاں
از زنگاری خنجہ خوش کے حشر گردد پر وہش	تا طلعت خورشید وش ننماید از برد یماں
ہر خرق عادت کاولیا بر خلق عالم در ملا	ظاہر کند آنرا جدا از معجزات او بداں
اوصاف پیش خرد بیروں بود از حد و عد	تا شاکہ در عمر ابد ظاہر شود ایں داستاں
نبود دریں دیر کہن از نعت او خوشتر سخن	زیں نکتہ جامی بس مکن تا طب دارد قواں

نقشش زبس فرخندگی جاں را دہد پا بندگی
ہست آں زلال زندگی می باش زاں طالب الا

پہلا باب

تکمیل عہد نامہ کے بعد

حدیبیہ کے عہد نامہ کا کچھ ایسا اچھا اثر پڑا کہ بہت سے قریش یکے بعد دیگرے مدینہ

میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ سب سے مشہور واقعہ ابو بصیر کا ہے جو مکہ سے بھاگ کے سات دن پیادہ پا منزل قطع کر کے مدینہ میں پہنچا۔ اس کے سر پر ستوں یا محافظوں یعنی اخنس بن شریق اور ازہر بن عبد عوف نے ایک خط حضور انور کی خدمت میں ارسال کیا قاصد کا نام کوثر تھا جو بنی عامر کے خاندان سے تھا اس خط کا مضمون یہ تھا کہ آپ (یعنے حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم) عہد نامہ حدیبیہ کے مطابق ابو بصیر کو مکہ واپس بھیجدیں۔ حضور انور نے ابو بصیر کو بلا کے کہا کہ تم مکہ چلے جاؤ ابو بصیر نے اس پر عرض کیا کہ آپ مجھے مشرکوں کی طرف بھیجتے ہیں جو مجھے مختلف بلاؤں میں پھنسا دیں گے۔ اور مجھے تکلیف دیں گے آپ نے اس پر یہ فرمایا قد علمت انا اعطینا القوم عہدا ولا یصلح فی الدین سی الغدری یعنے تو جانتا ہے۔ کہ ہم نے قریشیوں کے ساتھ عہد کیا ہے۔ اور ہم کبھی عہد شکنی نہیں کریں گے ابو بصیر تو اس بات کو سمجھ لے کہ وہ وقت قریب آنے والا ہے کہ خداوند تعالے تجھے اور ان لوگوں کو جو مسلمان ہو کر قریشیوں کی قید میں ہیں بہت جلد خلاصی دے گا۔ اس کے بعد صحابہ نے بھی ہر طرح سے ابو بصیر کی دلداری کی غرض دو شخص جو اس کو لینے کے لئے آئے تھے اسے پکڑ کے مکہ کے چلے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو کچھ دیر قیام کیا۔ ابو بصیر نے مسجد میں جا کے دو رکعت نماز کی پڑھیں اور پھر کھانا کھانے لگا اور ان دو مشرکوں سے جو اُسے گرفتار کئے ہوئے مکہ لئے جاتے تھے کھانے کی صلاح کی انھوں نے انکار کیا کہ ہم تیرے ساتھ کھانا نہیں کھاتے ابو بصیر نے کہا تم انکار کیوں کرتے ہو اگر تمہارے پاس کھانا ہوتا اور تم میری صلاح کرتے تو میں ضرور کھا لیتا آخر وہ دونو اپنا اپنا کھانا کھول کے ابو بصیر کے ساتھ کھانے ہو بیٹھے ابو بصیر نے کھاتے وقت عامری سے کہا کہ ذرا تم اپنی تلوار دکھانا دیکھوں یہ کیسی ہے عامری نے تلوار میان سے نکال کے کہا کہ یہ تلوار حقیقت میں لاثانی ہے اور میں کئی بار اس کا تجربہ کر چکا ہوں ابو بصیر نے کہا ذرا میرے ہاتھ میں تو دو میں بھی اچھی طرح سے دیکھوں۔ کوثر نے وہ تلوار اس کے ہاتھ میں دیدی اس نے فوراً کوثر کی گردن اڑا دی کوثر کا دوسرا ساتھی

وہاں سے پریشان آٹھ کے مدینہ کی طرف بھاگا ابو بصیر بھی خون آلود تلوار لیکے اُس کے پیچھے لپکا۔ مشرک سیدھا حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری کیفیت حضور انور کی خدمت میں عرض کی کہ اس طرح ابو بصیر نے کو شرکو مار ڈالا کہ اتنے میں ابو بصیر بھی حضور انور کی خدمت میں جا پہنچا اور اس سارے واقعہ کی تصدیق کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے عہد نامہ کو پورا کر لیا کہ مجھے مشرکوں کے حوالہ کر دیا۔ مگر خداوند تعالےٰ نے مجھے اُن سے رہائی دلوادی اب میری یہاں موجودگی عہد شکنی کا باعث نہیں ہو سکتی حضور انور نے اس کا کچھ جواب ابو بصیر کو نہیں دیا حضور انور نے صرف اس قدر فرمایا ابو بصیر بھی عجب جنگجو شخص ہے اس پر سر الیم میور متوفی اعتراض کرتا ہے کہ حضور انور نے ابو بصیر کو جرأت دی حالانکہ اُس کا اعتراض قابل التفات نہیں ہے۔ ایسی حالت میں قدرتی طور پر ہر شخص کے مونہ سے نکلجاتا ہے۔ اس کے معنی جرأت دلانے کے نہیں ہوا کرتے۔ اگر حضور انور کو ابو بصیر کا یہ فعل اچھا معلوم ہوتا تو آپ اُسے مدینہ میں ضرور ٹھیرا لیتے اور قریشوں کی مشتملہ قوت بھی اس کی مزاحمت نہیں کر سکتی تھی مگر آپ نے ایسا نہیں کیا اسی لئے ابو بصیر موقعہ پاکر وہاں سے بھاگ گیا۔ اور اُس کے مقام غیض میں جو کنارہ دریا پر واقع تھا آکے پناہ لی۔ وہ مسلمان جو مکہ میں مشرکوں کے ہاتھ سے تکلیف اُٹھا رہے تھے فرداً فرداً ابو بصیر کے پاس آکے جمع ہو گئے رفتہ رفتہ ان فراریوں کی تعداد بڑھ گئی اور وہ ستر اسّی کے قریب ہو گئے چونکہ وہ قریشوں سے بہت ستائے ہوئے تھے اُن سے انتقام لینے پر آمادہ ہو گئے اور قریشوں کے ہر قافلہ پر جو اُدھر سے گزرتا تھا اُنھوں نے حملہ کرنا شروع کیا جب قریش بہت تنگ ہو گئے تو اُنھوں نے ناچار ابو سفیان حرب کو حضور انور کی خدمت میں بھیجا کہ ایک نئے عہد نامہ کی ترتیب دے۔ ابو سفیان حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُسنے عرض کیا کہ میں قریشوں کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں قریش یہ کہتے ہیں کہ ہم عہد نامہ کی اس شرط سے باز آئے جس میں پناہ گزین کی واپسی کے متعلق لکھا ہوا ہے اب ہم حضور سے یہ عہد نامہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مدینہ میں بھاگ کے چلا آئے تو ہی

ہم واپس نہیں لینے کے حضور انور نے قریشیوں کے سفیر کا یہ معروضہ قبول کر لیا اور فوراً ابو بصیر کو ایک خط لکھا کہ تو اپنے ہمراہیوں کو لیکے مدینہ میں چلا آ۔ یہ خط ابو بصیر کو اس وقت پہنچا کہ جب وہ قریب مرگ تھا اُس نے اس سکرات اور جانکنی کی حالت میں حضور انور کا وہ خط لیکے اپنی آنکھوں سے ملا اور رونے لگا کہ مجھے اب حضور انور کی زیارت نہیں ہونے کی۔ چنانچہ وہ خط اپنی آنکھوں سے مل رہا تھا کہ اس کی روح پاک نے اُس کے جسم خاکی سے ہمیشہ کے لئے مفارقت کی۔ ابو جندل وغیرہ اُس کی تجہیز و تکفین کر کے مدینہ واپس چلے آئے۔ اُس کے بعد ایک عورت مکہ سے بھاگ کے مدینہ چلی آئی۔ اُس کے بھائی اُس عورت کے پیچھے پیچھے آئے اور حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ عورت ہمیں واپس ملنی چاہئے۔ حضور انور نے ارشاد کیا کہ اوّل تو جدید معاہدہ کی رو سے یہ عورت تمہیں نہیں مل سکتی اس کے علاوہ جب یہ عورت سچے دل سے مسلمان ہو گئی ہے تو کسی طرح بھی ایک مشرک شوہر سے اس کا تعلق نہیں رہ سکتا۔ اس کا فیصلہ خداوند تعالےٰ کر چکا ہے جیسا کہ پارہ ۲۸۔ سورۃ ۶۰ میں خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اے مسلمانوں جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم (اپنے اطمینان کے لئے) اُن (کے ایمان) کی آزمائش کر لو اللہ اُن کے ایمان سے خوب واقف ہے پس اگر تم اُنہیں مسلمان سمجھو تو اُنہیں (پھر) کافروں کی طرف واپس نہ کرو (کیونکہ اب) نہ وہ (عورتیں) اُن (کافروں) کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) اُن (عورتوں) کیلئے حلال ہیں اور جو کچھ اُنہوں نے (اُن پر) خرچ کیا ہو تو انہیں دیدو اور تم پر کچھ گناہ نہیں اس میں کہ تم اُن سے نکاح کر لو جبکہ اُن کے مہر دیدو اور کافر عورتوں کی عصمت کو نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو (اُن سے) مانگ لو۔

یا یہا الذین آمنوا اذا جاء کم المومنت مہاجرت فامتحنوہن اللہ اعلم بایمانہن فان علمتموہن مومنت فلا ترجعوہن الی الکفار لا ہن حل لہم ولا ہم یحلون لہن واٰتوہم ما انفقوا ولا جناح علیکم ان تنکحوہن اذا اٰتیتموہن اجورہن ولا تمسکوا بعصم الکوافر واسئلوا ما انفقتم۔

اور چاہیئے کہ مشرکوں نے جو کچھ (مسلمان عورتوں پر) خرچ کیا ہو وہ (تم سے) مانگ لیں یہی اللہ کا حکم ہے جو تمہارے درمیان میں فیصل کرتا ہے اور اللہ دانا حکمت والا ہے۔ اگر تمہاری کچھ بی بیاں (مرتد ہوکر) کافروں کے پاس چلی جائیں پھر (جب) تم (کافروں سے) عوض لے لو تو جن لوگوں کی بی بیاں گئی ہیں جو کچھ انھوں نے (اپنی بی بیوں پر) خرچ کیا تھا اُس کے برابر انھیں دیدو اور اُس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اے نبی جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں حاضر ہوں تاکہ تم سے اِس بات پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی ایسا بہتان ظاہر کریں گی جس کو وہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے بنائیں اور نہ کسی اچھے کام میں تمہاری نافرمانی کریں گی تم اُن سے بیعت لیلو اور اُن کے لئے استغفار کرو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ولیسئلوا ما انفقوا ذالکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم۔ وان فاتکم شئی من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم فاتوا الذین ذہبت ازواجہم مثل ما انفقوا واتقوا اللہ الذی انتم بہ مومنون یاایہا النبی اذا جاءک المومنٰت یبایعنک علی ان لایشرکن باللہ شیئاً ولایسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادہن ولایاتین ببہتان یفترینہ بین ایدیہن وارجلہن ولا یعصینک فی معروف فبایعہن واستغفر لہن اللہ ان اللہ غفور رحیم۔

حضور انور کی ہجرت کے چھٹے سال سب سے اخیر اور سب سے مشہور واقعہ حدیبیہ کا ہے مگر اِس سال کے ختم ہونے پر اور بھی زیادہ ایک مشہور اور زبردست بات یہ پیدا ہوئی کہ حضور انور کی طرف سے شاہان زمانہ کو مذہب اسلام کی دعوت کے خطوط بھیجے گئے اسلام کے اصول قدم بقدم مگر نہایت مضبوطی کے ساتھ ذہن میں پھیلتے جاتے تھے مگر غیر مذاہب کے ساتھ برابر رواداری برتی جاری تھی چنانچہ نصرانی اور یہود اپنی مذہبی فرایض کی انجام دہی میں بالکل آزاد تھے ہاں یہ بات ضرور تھی کہ انہیں اس حفاظت کا جو مسلمانوں کی کرتے تھے معاوضہ دینا پڑتا تھا۔ ہمسایہ بادشاہوں کی

حضورؐ کے دعوت اسلام کرنے کے خیال پر سر ولیم میور متوفی نے بہت ہی زہر اگلا ہے اس کا بیان ہے کہ وہ شخص جو بارہ مہینے پہلے مدینہ میں بمشکل اپنی حالت سنبھال سکتا ہو اور جو شخص بے نیل و مرام مکہ کے قرب و جوار سے بغیر حج کئے مجبوراً واپس چلا آیا ہو آج وہ روحانی یا سیاسی برتری کا مصر حبش۔ شام۔ سلطنت مشرقی اور سلطنت ایران پر خواب دیکھتا ہو میور صاحب کی محض خام خیالی اور تاریک تعصب ہے اگر وہ ان کے ہمخیال ذرا بھی اس حالت کی غیر معمولی تبدیلی پر خیال کریں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ جو پاک نفس یکلخت ایسی بے بسانہ حالت سے تمام دوہائے عظام پر اپنے کو برتر خیال کرنے لگے اور اسے اس بات کا یقین ہو جائے کہ بہت قریب زمانہ میں میری تعلیم ان تمام ممالک میں احاطہ کر لی گی اس پاک اور اولوالعزم انسان کے خدا کی طرف سے ہونے میں پھر مطلق شبہ نہیں رہتا۔ پھر میور لکھتا ہے کہ پیغمبر عرب نے نہایت دانائی اور ہوشیاری سے اپنے ہمسایہ سلطنتوں کی خراب حالت کو اچھی طرح سے دیکھ لیا تھا اور اس بات کو سمجھ لیا تھا کہ یہ متنزل سلطنتیں بہت جلد مٹ جائیں گی کیونکہ سلطنت مشرقی وحشیوں کے پے در پے حملوں سے بالکل شکستہ ہو گئی تھی اور اسی طرح سے طولانی لڑائیوں نے سلطنت ایران کا بھرکس نکال دیا تھا۔ اب رہا مسیحی چرچ اسکی بھی ناگفتہ بہ حالت تھی مختلف عقائد کے لوگ پیدا ہونے لگے تھے اور عیسائیوں میں دھڑے بندیاں ہونے لگی تھیں حضور انور نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس پاک اوصاف اور سیدھے سادے مذہب کا ایک حملہ ان سب کمزوریوں کو جڑ سے اکھیڑ کے پھینک دیگا صداقت کا زبردست دعوے قطعی فتح دیگا۔ میور کا بیان ہے کہ اس عاقلانہ خیال سے آنحضرت نے قیصر کسریٰ حبش۔ مصر شام اور یمامہ کو دعوت اسلام کرنے کا ارادہ کیا تھا اس ارادہ پر آپ کے ایک صحابی نے عرض کیا کہ شاہان زمانہ جب تک کسی کاغذ پر مہر نہ لگی ہوئی ہو اسے نہیں لیتے اسی بنا پر حضور انور نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوا لی اور ایک مہر بنوا کے اس میں نصب کروائی اور جیسا کہ مہر خطوط شاہان مذکور کو تک گئے اور مختلف قاصدوں کے ہاتھ وہ خطوط روانہ کئے گئے جسکا مفصل بیان آگے باب میں آتا ہے

دوسرا باب ۲

حضور انور کی دعوت اسلام مختلف سلاطین کو
۶ھ ہجری مطابق ۶۲۸ء

سر ولیم میور متوفی نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ حضور انور کی کامیابی کا بڑا سبب یہ ہے کہ کسریٰ اور قیصر کی سلطنتیں روزمرہ کے جنگ و جدال سے مضمحل ہو گئی تھیں اور اُن کا کچھ مزنکل گیا تھا چنانچہ وہ اپنی کتاب لائف آف محمدؐ جلد چار صفحہ ۴۹ سے لکھتا ہے "اس وقت سے جب سے کہ حضور انور کو پیغمبری کا مرتبہ ملا تھا کسریٰ اور قیصر کی سلطنتیں خیر منقطع جنگ و جدال میں مبتلا تھیں ۶۲۱ء میں ایرانیوں نے بڑی نمایاں فتح رومیوں پر حاصل کی تھی شام۔ مصر۔ ایشیاء کوچک تہ و بالا کر دیئے گئے تھے اخیر ہرقل اپنی اس سرخ کشانہ نیند سے جاگا جس وقت حضور انور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے ہیں اُس وقت سلطنت مشرقی کا شہنشاہ حملہ آوروں کو ایشیاء کوچک سے نکال رہا تھا اور دوسرے حملہ میں جو ۷ھ ہجری سے ۸ھ ہجری تک ہوتا رہا ایران کے جگر میں گھس گیا تھا تین سال کی لگاتار کوشش سے اُس نے اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کر لی یہ وہ وقت تھا کہ جب قریش حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا وجہ ستا رہے تھے مگر جولائی ۶۲۲ء میں پھر ایرانیوں نے ایک طرارہ بھرا اور قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب حضور انور غزوہ خندق میں موجود تھے یہ عجیب حُسن اتفاق تھا کہ جب ابوسفیان قریشوں کو ساتھ لیکے مدینہ کی نواح سے بھاگا ہے اسی وقت اور اُن ہی تاریخوں میں ایرانی محاصرہ کو توڑ کر اپنے ملک کی طرف آ گئے تھے تیسرے حملہ میں ہرقل کو پوری کامیابی حاصل ہوئی اور یکم دسمبر ۶۲۶ء میں اس نے نینوا پر ایک بڑی فتح ایرانیوں پر حاصل کی اس جنگ میں ایرانیوں کی فوجوں کا بڑا حصہ پارہ پارہ کر دیا گیا تھا اور بقیۃ السیف پریشان ہو کے اِدھر اُدھر تتر بتر ہو گیا تھا ۹ دسمبر کو کسریٰ اپنے پایۂ تخت سے بھاگ گیا

اور ۶۲۸ء میں فروری کے ختم ہونے پر اس کے بیٹے خسرو نے اسے قتل کر دیا اور خود تخت نشین ہو گیا اور ہرقل سے عہد نامہ کر لیا اس وقت حضور انور حدیبیہ میں تشریف رکھتے تھے اور سرداران مکہ سے عہد و پیمان کر رہے تھے۔

اسی سال کے موسم سرما میں ہرقل اس فتح کا شکر کرنے کے لئے پاپیادہ اڈیسہ سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے بطور نذرانہ کے اس صلیب کو بیت المقدس پر چڑھایا جو ایرانیوں سے اس نے واپس لی تھی۔ اس مذہبی رسم کے پورا کرنے کے بعد جب وہ اپنے پایۂ تخت کی طرف جا رہا تھا تو اثنار سفر میں ایک خط حضور انور کا اس کے آگے پیش کیا گیا یہ خط اس کا ایک گورنر لایا تھا جسے ایک عرب سردار نے دیا تھا اس خط میں حضور انور کی مہر لگی ہوئی تھی اس کا مضمون یہ تھا کہ محمد پیغمبر خدا کی طرف سے ہرقل والئے روم کو معلوم ہو کہ وہ عیسےٰ اور اس کی ماں اور بتوں کی پرستش سے توبہ کرے اور خدائے برتر و بزرگ کی پرستش کرنے لگے۔ اب معلوم نہیں کہ یہ خط واپس کر دیا گیا یا ہرقل نے اپنے پاس رکھ لیا اس کے متعلق کوئی تحقیق نہیں ہے اس کے ایک عرصہ کے بعد اسی مضمون کا ایک خط جس پر یہی مہر ثبت تھی ہرقل کے دربار میں پہنچا یہ اصل میں حارث ہفتم ابو شمیر کے بیٹے نبی غسان کے شاہزادہ کے نام تھا جس نے براہ راست اپنے شہنشاہ کو بھیجدیا تھا اور ایک عریضہ بھی اسکے ساتھ نتھی کیا ہوا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر آپ حکم دیں تو مدینہ کو تاخت و تاراج کر دوں اور اس شخص کو جس نے نبوت کا (معاذ اللہ) جھوٹا دعویٰ کیا ہے گرفتار کر کے پیش کر دوں ہرقل نے اپنے اس گورنر کی درخواست کو منظور نہیں کیا کیونکہ حضور انور کی کامیابی کی خبریں اسے پے در پے پہنچ چکی تھیں اور وہ جانتا تھا کہ ایسی حالت میں حضور انور سے ہاتھ ملانا اس کے لئے مصیبت ناک ہے اس نے اپنے گورنر کو لکھا کہ تو بیت المقدس میں حاضر ہو چنانچہ وہ بیت القصر میں گیا شہنشاہ نے اس سے کہا کہ عرب ایک تاریک خطہ ہے وہ جو شخص پیدا ہوا ہے وہ ایک بے حقیقت ہے وہ اسی خطہ میں خود ہی مٹ کر رہ جائے گا۔

ہمیں ضرورت نہیں ہے کہ ہم اسے چھیڑیں کیونکہ خداوند مسیح اور اس کی ماں مریم کے طفیل سے ہمیں یہ عظیم الشان فتح حاصل ہوئی ہے ہم ایک بے سود جنگ میں پھنسنا نہیں چاہتے۔ پھر ایک مراسلہ شاہ ایران کے دربار میں پہنچا جس وقت اس مراسلہ کو بعید شاہ ایران خسرو نے دیکھا پھاڑ کے پھینکدیا جب حضور انور کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے یہ دعا کی۔" اے مالک اسی طرح اس کے سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے خسرو پے در پے حضور انور کی کامیابیوں کی خبریں سنتا تھا اور اسے معلوم ہو رہا تھا کہ آپ کے پیرو سامی سرحدات پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ ان خبروں کی تصدیق کے لئے اس نے اپنے گورنر یمن کو حکم دیا کہ دو قابل شخص مدینہ بھیجے جائیں تاکہ کل باتوں کی تصدیق کر سکے آئین بازان نے اپنے شہنشاہ کے حکم کے بموجب ایک مراسلہ دو آدمیوں کے ہاتھ حضور انور کی خدمت میں بھیجا ان آدمیوں کے مدینہ پہنچنے سے پہلے حضور انور کو یہ خبر آچکی تھی کہ خسرو قتل کر ڈالا گیا اور تخت سے اتار دیا گیا جس وقت بازان کے دونوں معتمد حضور انور کی خدمت میں پیش ہوئے ہیں اور آپ کے آگے بازان گورنر یمن کے خط کا مضمون پڑھا گیا ہے تو آپ مسکرانے لگے اور فرمایا کہ میں تمہیں دعوت اسلام کرتا ہوں پھر آپ نے خسرو کے قتل کی خبر بھی انہیں بیان کی اور یہ بھی فرمایا کہ اس کا بیٹا تخت نشین ہو گیا ہے۔ حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ خط پانچ حکمرانوں کے نام مختلف اشخاص کے ذریعہ سے بھیجے ان کی مفصل کیفیت حسب ذیل ہے جو خط کہ شاہ حبش نجاشی کو بھیجا گیا تھا وہ عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ بھیجا گیا تھا۔ اور قیصر روم کے نام دحیہ کلبی کے ہاتھ بھیجا گیا تھا۔ اور خسرو پرویز کے نام عبداللہ بن حذافہ سہمی خط لے کے گئے تھے اور مقوقس والی اسکندریہ کے نام حاطب بن بلتعہ کے ہاتھ خط روانہ کیا گیا تھا اور گورنر شام حارث بن ابی شمر نامی کے نام شجاع بن وہب اسدی نامہ لے کے گئے تھے اور یمامہ کے حاکم ہوذہ حنفی نامی کو سلیط بن عمرو عامری کے ہاتھ خط بھیجا گیا تھا۔ بمفصل کیفیت پہلے خط کے نتیجہ کی لکھی جاتی ہے۔ جس وقت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک عمرو بن امیہ ضمری نے نجاشی کے آگے پیش کیا اس نے

نہایت ادب سے اُس نامہ کو لیا۔ تخت سے نیچے اُتر آیا اور جب نیچے بیٹھ گیا تو اپنے وزیر کو وہ نامہ دیا کہ اس کو پڑھو جب خط پڑھا گیا تو شاہ پر اس کا غیر معمولی اثر ہوا اُس خط میں اقرار خداوند تعالےٰ کی تعریف تھی پھر عیسےٰ بن مریم کی نسبت چند کلمات تھے اور اخیر میں نجاشی سے چاہا گیا تھا کہ وہ اسلام کو قبول کرے تاکہ دین اور دنیا کی فلاح اُسے حاصل ہو۔ مسلمان مورخوں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ نجاشی فوراً مسلمان ہو گیا تھا اور اسی وجہ سے جب حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے مرنے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے مدینہ منورہ میں اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جس سے نجاشی کا مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بعض مورخوں کا یہ بھی بیان ہے کہ بعض ان مسلمانوں نے جو نجاشی کے ایمان سے واقفیت نہ رکھتے تھے باہم یہ سرگوشی کی کہ غیر مسلم کی نماز جنازہ کیوں کر پڑھی گئی۔ مگر جب حضور انور نے اُنھیں آگاہ کر دیا تو اُنھیں اطمینان ہو گیا۔

اب سنئے دحیہ کلبی کی کیفیت وہ حضور انور کے حکم بموجب پہلے حاکم بصرہ کے پاس گئے اور اُس سے کہا کہ ایک آدمی ایسا ان کے ساتھ کر دے جو ہرقل تک انھیں پہنچا دے اس وقت بصرہ کا حاکم حمص میں تھا چنانچہ آپ نے حمص میں جا کر اس سے گفتگو کی۔ بصرے کے حاکم نے دحیہ کلبی کی درخواست کو منظور کر لیا اور اپنا ایک معتمد آپ کے ہمراہ کر دیا کہ وہ بیت المقدس میں ہرقل شاہ سلطنت مشرقی کے پاس لیجائے کیوں کہ جیسا اُوپر لکھا جا چکا ہے۔ اس وقت بیت المقدس میں ہرقل آیا ہوا تھا۔ بعض مورخوں کا یہ بیان ہے کہ حضور انور کا نامہ پہنچنے سے پہلے ہرقل نے ایک خواب دیکھا تھا کہ لوگ بیت المقدس پر چاروں طرف سے دھاوا کر رہے ہیں۔ سلطنت مشرقی کا بادشاہ اس خواب سے پریشان و ملول تھا۔ اس نے اپنے ارکین سلطنت سے اس خواب کو بیان کر کے اپنی دلگیری ظاہر کی اُنھوں نے کہا کہ سوائے یہودیوں کے اور کوئی قوم ہمارے خیال میں نہیں ہے اس کی آسان ترکیب یہ ہے تمام صوبوں کے گورنروں کے پاس حکم بھیجا جائے کہ جس قدر یہودی ان کے صوبوں میں آباد ہوں ان کی کامل

طور سے نگرانی رکھی جائے کہ اسی اثنا میں شاہ کو اطلاع ہوئی کہ آپ کے گورنر بصرہ کے پاس معتمد ایک عرب کو ساتھ لے کے آیا ہے اور وہ عرب اُس شخص کا قاصد ہے جس نے حجاز عرب میں نبوت کا دعوے کیا ہے۔ شاہ نے حکم دیا کہ عرب پیش کیا جائے نامہ دیکھنے سے پہلے دحیہ کلبی سے سوال کیا گیا کہ مفصل کیفیت بیان کرے دحیہ کلبی نے یہ کہا کہ ہم میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو نبوت کا دعوے کرتا ہے اس کے اس دعوے کی بکثرت لوگوں نے تصدیق کی ہے اُس کی اطاعت پر سبقت گردنیں خم کر دیں۔ جن لوگوں نے اس کا انکار کیا اور اُس پر حملہ کیا انھیں زک ملی اور وہ پے در پے ذلتیں اُٹھاتے رہے۔

ایک معتبر روایت سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جب دحیہ کلبی بارگاہ سلطانی میں پہنچے تو اُن سے درخواست کی گئی کہ شاہ کے آگے سجدہ کرے جیسا کہ وہاں کا دستور تھا مگر دحیہ کلبی نے بڑے زور سے یہ کہا کہ ہم لوگ غیر خدا کو سجدہ نہیں کیا کرتے اس قول سے عام حاضرین دربار پر ایک ہیبت سی طاری ہوگئی اور شاہ نے اس کے بعد سجدہ پر کچھ اصرار نہیں کیا نامہ ہاتھ سے لیلیا اور یہ دیکھ کے کہ یہ عربی میں لکھا ہوا ہے ایک جان کو طلب کیا اور اس سے پڑھوایا گیا۔ نامہ میں سوائے خداوند تعالےٰ کی حمد و ثناء اور دعوت اسلام کے کچھ نہیں تھا۔ قیصر نے نامہ کا مضمون سُنکے اپنے ارکین دولت سے یہ فرمایا کہ بیت المقدس میں حجاز عرب کے رہنے والے بھی تو بہت سے لوگ ہوں گے۔ اُن میں سے بعض کو طلب کیا جائے تاکہ میں اُس شخص کی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے مفصل کیفیت ان سے سُنوں حکم ہوتے ہی فوراً سپاہی دوڑ گئے معلوم ہوا کہ ابوسفیان بن حرب بہت سے قریشوں کے ساتھ بغرض تجارت آجکل اس نواح میں موجود ہے۔ چنانچہ وہ بلایا گیا اور اُس سے سوالات کیے گئے۔ اس سوال وجواب کی کیفیت بخاری نے اپنی کتاب کے آغاز میں لکھی ہے جو حسب ذیل ہے۔

ابوسفیان بن حرب نے ابن عباس سے بیان کیا کہ ہرقل (شاہ روم) نے اُن کے پاس ایک دی بھیجا (اور وہ) قریش کے سواروں میں (اس وقت بیٹھے ہوئے تھے) اور

وہ لوگ شام میں ہی ہجرت (نہ کر گئے) تھے (اور یہ واقعہ) اُس زمانہ میں (ہوا ہے) جبکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور (غیرو یگر) کفار قریش سے ایک محدود عہد کیا تھا۔ غرض سب قریش ہرقل کے پاس آئے اور یہ لوگ (اس وقت) ایلیا میں تھے تو ہرقل نے اُن کو اپنے دربار میں طلب کیا اور اس کے گرد سردارانِ روم (بیٹھے ہوئے) تھے پھر ان (سب قریشوں) کو اُس نے (اپنے قریب) بلایا اور اپنے ترجمان کو طلب کیا اور (قریشوں سے مخاطب ہوکر) کہا تم میں سب سے زیادہ اُس شخص کا قریب النسب کون ہے جو اپنے کو نبی کہتا ہے ابوسفیان کہتے ہیں میں نے کہا کہ میں اُن سب سے زیادہ (اُن کا) قریب النسب ہوں (یہ سُنکر) ہرقل نے کہا کہ ابوسفیان کو میرے قریب کردو اور اس کے ساتھیوں کو (بھی) قریب رکھو اور ان کو ابوسفیان کی پس پشت (کھڑا) کرو۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہو کہ میں ابوسفیان سے اُس مرد کا حال پوچھتا ہوں (جو اپنے کو نبی کہتا ہے) پس اگر یہ مجھسے جھوٹ بیان کرے تو تم (فوراً) اُس کی تکذیب کر دینا (ابوسفیان کہتے ہیں کہ) اللہ کی قسم اگر (مجھے) اس بات کی غیرت نہ ہوتی کہ اگر میرے اوپر جھوٹ بولنے کا الزام لگائیں گے تو یقیناً میں آپ کی نسبت غلط باتیں بیان کر دیتا غرض سب سے پہلے جو ہرقل نے مجھسے پوچھا یہ تھا کہ اُس نے کہا اُن کا نسبت تم لوگوں میں کیسا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ ہم میں (بڑے) نسب والے ہیں (پھر) ہرقل نے کہا کہ کیا تم میں سے کسی نے اُن سے پہلے بھی یہ بات (یعنے نبوت کا دعویٰ کیا ہے) میں نے کہا نہیں (پھر) ہرقل نے کہا کہ کیا اُن کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گزرا ہے میں نے کہا نہیں۔ پھر ہرقل نے کہا کہ امیر لوگوں نے اُن کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے میں نے کہا (امیروں نے نہیں بلکہ کمزور لوگوں نے (پھر) ہرقل بولا کہ آیا اُن کے پیرو (بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں میں نے کہا (کم نہیں ہوتے) بلکہ زیادہ ہوتے جاتے ہیں (پھر) ہرقل نے پوچھا کہ آیا کوئی اُن میں سے اُن کے دین سے ناخوش ہوکر پھر بھی جاتا ہے بعد اس کے کہ اُس میں داخل ہو جائے میں نے کہا کہ نہیں۔ پھر ہرقل نے کہا کہ کیا وہ (کبھی) وعدہ خلافی کرتے ہیں میں نے کہا نہیں اور

اب ہم اُن کی مہلت میں ہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ اس (مہلت کے زمانہ) میں کیا کرینگے (وعدہ خلافی یا وعدہ وفائی) ابوسفیان کہتے ہیں کہ سوا اس کلمہ کے اور مجھے قابو نہیں ملا کہ اس میں کوئی بات آپکے حالات میں داخل کر دیتا پھر ہرقل نے کہا کہ آیا تم نے (کبھی) اُنسے جنگ کی ہے میں نے کہا کہ ہاں تو بولا کہ تمہاری جنگ اُن سے کیسی رہی میں نے کہا کہ لڑائی ہمارے اور اُن کے درمیان ڈول (کے مثل) رہی کہ (کبھی) وہ ہم سے لے لیتے ہیں اور (کبھی) ہم اُن سے لے لیتے ہیں (یعنے کبھی) ہم فتح پاتے ہیں کبھی وہ (پھر) ہرقل نے پوچھا کہ وہ تم کو کیا حکم دیتے ہیں میں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کی (عبادت کے) ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور (شرک کی باتیں) جو تمہارے باپ دادا کیا کرتے تھے چھوڑ دو اور ہمیں نماز (پڑھنے) اور سچ بولنے اور پرہیزگاری اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں پھر اس کے ہرقل نے ترجمان سے کہا کہ ابوسفیان سے کہدے کہ میں نے تم سے ان کا نسب پوچھا تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہارے درمیان نسب والے ہیں اور تمام پیغمبر اپنی قوم کے نسب میں اسی طرح (عالی نسب) مبعوث ہوا کرتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا یہ بات (یعنے اپنی نبوت کی خبر) تم میں سے کسی اور نے بھی کہی تھی تو تم نے بیان کیا کہ نہیں میں نے (اپنے دل میں) یہ کہا تھا کہ اگر یہ بات اُن سے پہلے کوئی کہہ چکا ہو تو میں کہہ دوں گا کہ وہ شخص اس قول کی تقلید کرتے ہیں جو اُن سے پہلے کہا جا چکا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کہ اُن کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ تھا تو تم نے بیان کیا کہ نہیں پس میں نے (اپنے دل میں) کہا تھا کہ اگر اُن کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ ہوگا تو میں کہدوں گا کہ وہ ایک شخص ہیں جو اپنے باپ کا ملک (حاصل کرنا) چاہتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا اس سے پہلے کہ اُنھوں نے یہ بات جو کہی ہے کہیں تم اُنھیں جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے تو تم نے کہا کہ نہیں پس (اب) یقیناً میں جانتا ہوں کہ (کوئی شخص ایسا نہیں ہو سکتا کہ لوگوں پر جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اللہ پر جھوٹ بولے اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا بڑے لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے انکی پیروی کی ہے

اور (دوسرے اہل) تمام پیغمبروں کے پیرو بھی لوگ (ہوا کئے) ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے پیرو زیادہ ہوتے جاتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ وہ زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور (درحقیقت) ایمان کا یہی حال (ہوتا) ہے یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جائے اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص بعد اس کے کہ اُن کے دین میں داخل ہو جائے اُن کے دین سے ناخوش ہو کر (دین سے) پھر بھی جاتا ہے تو تم نے بیان کیا کہ نہیں اور ایمان (کا حال) ایسا ہی ہے جبکہ اس کی بشاشت دلوں میں مل جائے اور میں نے پوچھا کہ آیا وہ وعدہ خلافی کرتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ نہیں اور (بات یہ ہے کہ) تمام پیغمبر اسی طرح وعدہ خلافی نہیں کرتے اور میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور تمہیں بتوں کی پرستش سے منع کرتے ہیں اور تمہیں نماز (پڑھنے) اور سچ بولنے اور پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں پس اگر جو تم کہتے ہو سچ ہے تو عنقریب وہ میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کے مالک ہو جائیں گے اور بیشک میں (کتب سابقہ سے) جانتا تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں مگر میں نہ جانتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے پس اگر میں جانتا کہ اُن تک پہنچ سکوں گا تو میں اُن سے ملنے کا بڑا اہتمام کرتا اگر میں اُن کے پاس ہوتا تو یقیناً میں اُن کے پیروں کو دھوتا۔ پھر ہرقل نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا دمقدس خط جو آپ نے دحیہ کلبی کے ہمراہ امیر بصریٰ کے پاس بھیجا تھا اور امیر بصریٰ نے اس کو ہرقل کے پاس بھیجا یا تھا منگایا (اور اس کو پڑھوایا) تو اس میں (یہ مضمون) تھا اللہ نہایت مہربان رحم والے کے نام سے (یہ خط ہے) اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر محمد کی طرف سے۔ بادشاہ روم کی طرف۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ بعد اس کے (واضح ہو کہ) میں تم کو اسلام کی دعوت میں بلاتا ہوں اسلام لاؤ گے تو (قہر الٰہی سے) بچ جاؤ گے اور اللہ تمہیں دہرا ثواب دوگنا دے گا اور اگر تم (میری دعوت سے) منہ پھیر دو گے تو بلاشبہ تم پر (تمہاری) تمام رعیت (کے ایمان نہ لانے کا) گناہ ہوگا اور اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف

آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں مشترک ہے یعنی یہ کہ ہم سب خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو سوا خدا کے پروردگار بنائے (خدا فرماتا ہے کہ) پھر اگر اہل کتاب اس سے اعراض کریں تو تم کہدینا کہ اس بات کے گواہ رہو کہ ہم (خدا کی) اطاعت کرنے والے ہیں۔

ابو سفیان کہتے ہیں کہ جب ہرقل کو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اور (آپ کا) خط پڑھنے سے فارغ ہوا تو اس کے ہاں شور زیادہ ہوا آوازیں بلند ہوئیں، اور ہم لوگ (وہاں سے) نکال دیئے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا جبکہ ہم سب باہر کر دیئے گئے کہ (دیکھو تو) ابو کبشہ کے بیٹے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام ایسا بڑھ گیا کہ اس سے بنی اصفر (روم) کا بادشاہ خوف کھاتا ہے پس ہمیشہ میں اس کا یقین رکھتا رہا کہ وہ عنقریب غالب ہو جائیں گے یہاں تک کہ اللہ نے مجھے اسلام کی توفیق عطا کی اور ابن ناطور ایلیا کا حاکم تھا اور ہرقل شام کے نصرانیوں کا سردار تھا بیان کیا جاتا ہے کہ ہرقل جب ایلیا آیا تو ایک دن صبح کو بہت پریشان خاطر تھا تو اس کے بعض خواص نے کہا کہ ہم (اس وقت) آپ کی حالت خراب پاتے ہیں ابن ناطور کہتا ہے کہ ہرقل کاہن تھا نجوم میں مہارت رکھتا تھا تو اس نے اپنے خواص سے جبکہ انہوں نے پوچھا یہ کہا کہ میں نے رات کو جب نجوم میں نظر کی تو یہ دیکھا کہ ختنہ کرنے والا بادشاہ غالب ہو گیا تو (دیکھو کہ) اس زمانہ کے لوگوں میں ختنہ کون کرتا ہے لوگوں نے کہا سوا یہود کے کوئی ختنہ نہیں کرتا سو یہود کی طرف سے آپ اندیشہ نہ کریں اور اپنے ملک کے بڑے بڑے شہروں کو بھیجئے کہ جتنے یہود وہاں ہیں سب قتل کر دیئے جائیں پس وہ لوگ اپنی اسی تدبیر میں تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا جسے غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر بیان کرتا تھا سو جب ہرقل نے اس سے یہ خبر معلوم کی تو کہا کہ جاؤ اور دیکھو کہ وہ ختنہ کئے ہوئے ہے یا نہیں لوگوں نے اسکو دیکھا تو بیان کیا کہ وہ ختنہ کئے ہوئے ہے اور ہرقل نے اس سے عرب کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ ختنہ کرتے ہیں تب ہرقل نے کہا کہ یہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس زمانہ کے لوگوں کا بادشاہ ہے جو ظاہر ہو گیا پھر ہرقل نے اپنے ایک دوست کو رومیہ (یہ حال) لکھ بھیجا اور وہ علم و نجوم میں اسی کا ہم پایہ تھا

اور (یہ کہکر) ہرقل حمص کی طرف چلا گیا پھر حمص سے باہر نہیں جانے پایا کہ اسکے دوست کا خط (اس کے جواب میں) آگیا وہ بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بارہ میں ہرقل کی رائے کی موافقت کرتا تھا اور یہ (اُس نے لکھا تھا) کہ وہ نبی ہیں اس کے بعد ہرقل نے سرداران روم کو اپنے محل میں جو حمص میں تھا طلب کیا اور حکم دیا کہ محل کے دروازے بند کر لئے جائیں تو وہ بند کر دیئے گئے اور ہرقل (اپنے گھر سے) باہر آیا اور کہا کہ اے روم والو کیا ہدایت اور کامیابی میں (کچھ حصہ) تمہارا بھی ہے اور (تمہیں) یہ (منظور ہے) کہ تمہاری سلطنت قایم رہے (اگر ایسا چاہتے ہو) تو اس نبی کی بیعت کر لو تو (اس کے سنتے ہی) وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے کواڑوں کو بند پایا بالآخر جب ہرقل نے (اس درجہ) ان کی نفرت دیکھی اور (ان کے) ایمان لانے سے مایوس ہو گیا تو بولا کہ ان لوگوں کو میرے پاس واپس لاؤ اور (جب وہ آئے تو اُن سے) کہا کہ میں نے یہ بات ابھی جو کہی تو اس سے میں تمہارے دین کی مضبوطی کا امتحان لینا تھا اور وہ مجھے معلوم ہو گئی پس لوگوں نے اُسے سجدہ کیا اور اُس سے خوش ہو گئے اور ہرقل کی آخر تک یہی حالت رہی (ابو عبداللہ کہتا ہے کہ اس حدیث کو شعیب کے علاوہ صالح بن کیسان اور یونس اور معمر نے (بھی) زہری سے روایت کیا ہے۔

ہرقل کی کیفیت تو اوپر درج ہو چکی اب سنئے مقوقش کی کیفیت جب حاطب بن ابی بلتعہ حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک خط لیکر اسکندریہ پہنچا اور مقوقش کو دیا تو اس نے نہایت تعظیم سے قاصد سے برتاؤ کیا اور جو خط حضور انور کے جواب میں لکھا اس کا مضمون یہ ہے "میں واقف ہوں ایک پیغمبر پیدا ہونے والا ہے۔ لیکن میری رائے ہے کہ وہ شام میں پیدا ہوگا۔ میں نے ایلچی کی جو آپ نے بھیجا تھا بہت عزت کی۔ میں آپ کو چند چیزیں ایسی بھیجتا ہوں جو قبطیوں میں بہت ہی اعلےٰ درجہ کی شمار کی جاتی ہیں۔ چار کنیزیں۔ ایک خچر (جس کا نام دلدل ہے) ایک خواجہ سرا۔ بیس جامہ وار۔ اور دلکھا سونے کا سونا۔ امید ہے کہ آپ ان چیزوں کو قبول فرمائیں گے" اس کے علاوہ پانچ پارچے کا فقعت قاصد کو دیا مگر مقوقش حضور انور پر ایمان نہیں لایا۔ جب آپ کا قاصد مدینہ پہنچ گیا تو آپ نے

ان تحفوں کو قبول کر لیا مگر آپ نے یہ فرمایا کہ مقوقس کا ملک اس کے ہاتھ میں رہے گا۔
سر ولیم میور متوفی اپنی کتاب لائف آف محمدؐ جلد چہارم صفحہ ۵۰ میں بطور طعن کے یہ لکھتا ہے
"باوجودیکہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے مقوقس کی نسبت اچھے لفظ استعمال نہیں کئے
اور مصر کی اس کے ہاتھ سے نکل جانے کی پیشین گوئی کی مگر نہایت چاہت سے اس کے
تحفوں کو قبول کر لیا جو تحفے بہت ہی اپنے مذاق کے تھے یعنی دو خوبصورت قبطی میونیں
سے میری یا ماریہ کو اپنے حرم میں داخل کر لیا اور شیریں کو حسان شاعر کو دیدیا جس پر مہربانی
صرف اس وجہ سے ہوئی تھی کہ اس نے آپ کی پیاری بیوی عائشہ کی شان میں اشعار کہے
تھے خچر سفید تھا جو عرب میں نادر الوجود ہے۔ میور کی یہ طعن آمیز باتیں ہماری سمجھ میں نہیں
آتیں کسی کا اخلاق سے برتاؤ کرنا یا کسی کو تحفے دینا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ حق بات موقع پر
نہ کہے حضور انور نے مقوقس کے تحفوں کو بے شک خوشی سے قبول کر لیا اور یہ
آپ کا اعلیٰ درجہ کا اخلاق تھا کہ آپ نے ان تحفوں کا ایک حصہ خاص اپنی ذات
کے لئے مخصوص کیا اس سے زیادہ تحفے دینے والے کی خوشی نہیں ہو سکتی جس کو وہ
تحفے دے اس کو وہ اپنے صرف میں لے آئے۔ حضور انور اگر ان تحفوں کو اپنے صحابہ میں
تقسیم کر دیتے تو مقوقس کو ضرور رنج ہوتا۔ اب رہی یہ بات کہ آپ نے اس کے لئے
پیشین گوئی کی کہ مصر کی حکومت اس کے ہاتھ سے چھن جائے گی تو فی الواقع یہ نہایت
درجہ کی محبت اور آپ کا رحم تھا۔ اور انصاف سے دیکھئے تو آپ نے ان تمام قیمتی تحفوں کا
بدل کر دیا جو مقوقس نے آپ کو بھیجے تھے یعنی اسے آنے والے عظیم خطرے سے آگاہ
کر دیا اس سے زیادہ بھلائی ایک شخص کے ساتھ نہیں ہو سکتی کہ اسے ایک آنے والی
مصیبت سے اطلاع دیدی جائے مگر سر ولیم میور نے بحیثیت ایک ایمان دار نصرانی کے
اس بات کا ذمہ لیلیا تھا کہ نہایت تاریک پہلو سے وہ حضور انور کے ہر واقعہ کو جانچے گا۔
لہٰذا اسے آپ کی ہر بڑی سے بڑی بھی بڑائی ہو وہ بھی قابل نفرت بڑائی نظر آتی ہے۔
اب سنئے گورنر شام کی کیفیت کہ جب شجاع بن وہب اسدی شام کی سرحد میں داخل ہوئے
تو انہیں معلوم ہوا کہ گورنر دمشق حارث بن ابی شمر غسانی بمقام غوطہ گیا ہوا ہے اور ہرقل کے

آنے کی تیاری میں لگا ہوا ہے چنانچہ شجاع یہ سن کے غوطہ میں آئے اور چند روز کے بعد وہ دیر حاجب کی معرفت حضور انور کا خط حارث کے ہاتھ میں جا کے دیا شام کے گورنر نے اس خط کو پڑھ کے زمین پر پھینک دیا اور نہایت سبک اور ناملائم الفاظ حضور انور کی نسبت استعمال کئے اور جوش میں آ کے ایک خط ہرقل کے نام بھیجا کہ مجھے مدینہ پر حملہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ ہرقل نے اس اپنے غیر محتاط جوشیلے گورنر کو اجازت نہیں دی۔ رخصت کرتے وقت اس نے ایلچی کو بہت تو سونا دیا شجاع مدینہ میں واپس چلے آئے اور کل حال عرض کر دیا۔ حضور انور نے فرمایا افسوس اسکی حالت پر وہ خود بھی ہلاک ہوا اور اس نے اپنے ملک کو بھی کھو دیا۔ چنانچہ اسی سال فتح مکہ میں حارث مر گیا۔ اور اسکی جگہ جبلہ غسانی دمشق کا گورنر ہو گیا۔

ایک خط حضور انور نے ہوذہ بن حنفی کو بھیجا تھا اور یہ خط سلیط لیکر گئے تھے۔ ہوذہ نے قاصد کا بہت ہی اعزاز و احترام کیا قیام کے لئے ایک نفیس عمارت اسے دی۔ اور بہت دھوم دھام سے کئی دعوتیں کیں۔ خط کا جواب حضور انور کو دیا کہ "جو روشنی آپ نے اختیار کی ہے وہ اعلیٰ درجہ کی ہے اور اس سے خدا کی مخلوق کو ہدایت ہوتی ہے لیکن میں چونکہ اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں میں آپ کی ہر طرح سے مدد کرنیکو موجود ہوں۔ مگر اس وقت مسلمان نہیں ہو سکتا"

قاصد کو رخصت کرتے وقت اس نے قیمتی کپڑے دیئے قاصد نے مدینہ میں آ کے جو کچھ تھا عرض کر دیا۔ ہوذہ کا انتقال فتح مکہ کے بعد ہو گیا۔

تیسرا باب

فتح خیبر

۷ھ ہجری مطابق ۶۲۸ عیسوی

جب حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس مدینہ تشریف لائے تو چند روز کے بعد آپ نے یہ فرما دیا تھا کہ مسلمانوں کو خیبر پر حملہ کرنا پڑے گا ہمارے

گزشتہ صفحات کو پڑھنے والے اس بات کو اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ خیبر کے یہودیوں نے کئی بار حضور انور کو دھوکا دیا۔ عہد شکنی کی اور آپ کے مخالفوں سے مل گئے لہذا آپ نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اُن کے نفاق کی اُنھیں سزا دی جائے کہ آئندہ خدا کی مخلوق اُن کے شر سے امن ہو جائے۔ یہودیوں کی زیادتیاں مدینہ میں برابر ہو رہی تھیں جن مسلمانوں نے اُن سے قرض لیا تھا وہ اُنھیں بہت ستاتے تھے ابو شحم یہودی کے صرف پانچ درہم ایک مسلمان پر آتے تھے اُس نے اُس کا ناک میں دم کر رکھا تھا اور اس قدر ستاتا تھا کہ بیان سے باہر ہے ہر چند وہ مسلمان اس سے بہ سماجت پیش آتا تھا مگر وہ یہودی نہیں مانتا تھا آخر مسلمان نے اِس سے کہا کہ تو اتنا ظلم مجھ پر کیوں کرتا ہے۔ ایک دن خیبر ہمارے ہاتھ میں آنے والا ہے تیرے سارے مقالم کی کسر اس دن نکل جائے گی۔ یہودی نے اس پر حقارت سے ہنسکر کہا کہ اس سے تو مونہ دھو رکھئے تمہیں یہ بات کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ ہم وہاں بہت زبردست اور قوی ہیں خیبر کی گڑھیاں بھی بہت ہی مضبوط ہیں اس پر مسلمان قابو نہیں پا سکتے۔ یہ خبریں برابر حضور انور کو پہنچتی تھیں آخر آپ نے یہ ارادہ کر لیا کہ یہودیوں کی زیادتیوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔

خیبر کی چڑھائی سے پہلے غطفانی قوم کے چند آدمیوں نے حضور انور کی کئی دودھ والی اُونٹنیوں کو ڈاکہ مار کے پکڑ لیا تھا مگر سلمہ نے ان ڈاکہ زنوں پر تیر برسائے اور اونٹنیوں کو چھڑا لیا اور جس وقت یا صباحا کہہ کے غل مچایا تو مدینہ کے لوگ جمع ہو گئے مگر غطفان کے یہودی اُونٹنیاں اور اپنا کچھ سامان چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوئے خیبر کے یہودیوں اور بنی غطفانیوں میں بہت گٹھوٹ تھی اور وہ آپس میں ملے ہوئے تھے اور اُن کا آپس میں یہ معاہدہ تھا کہ اگر مسلمان ان پر حملہ کریں تو دونوں ملکر لڑیں گے مگر حضور انور نے حملہ کے وقت بنی غطفان کا راستہ کاٹ دیا اور وہ خیبر والوں کی مدد کو نہ آ سکے۔

خیبر کا فاصلہ مدینہ سے سو میل کے قریب ہے۔ تین دن میں حضور انور مدینہ سے خیبر پہنچے

اور خیبر کا محاصرہ کر لیا۔ خیبریوں کو امید نہ تھی کہ اس شتابی سے مسلمانوں کا لشکر یہاں پہنچ جائے گا۔ جس وقت حضور انور پہنچے ہیں شام کا وقت تھا آپ کبھی شب خون مارنا پسند نہ کرتے تھے آپ نے شب کو حملہ کا حکم نہیں دیا۔ صبح کو حملہ ہوا اور یہودیوں کی کئی چھوٹی چھوٹی گڑھیاں مسلمانوں نے فتح کر لیں۔

بخاری نے خیبر کی جنگ کے متعلق مختلف روایتیں جس میں کچھ واقعات کا تذکرہ ہے کچھ مسائل ہیں۔ تقسیم غنیمت کی بحث ہے۔ اپنی مقبول عام کتاب صحیح بخاری پارہ ۱۵ کتاب النبی میں درج کی ہیں جن سے بعض دلچسپ حالات کا پتہ چلتا ہے۔ جنگ خیبر کے تفصیل وار واقعات حسب ذیل ہیں۔

حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینہ میں خلیفہ بنا کے چودہ سو یا پندرہ سو مسلمانوں کے ساتھ مدینہ سے باہر آئے فوج ہراول پر عکاشہ اسدی کو مقرر کیا اور خود بہ نفس نفیس حضرت فاروق اعظم کو کمان سپرد کی اور پھر یہ اسدی

جنگ خیبر کا بیان

بشیر بن یسار روایت کرتے ہیں کہ سوید بن نعمان نے یہ خبر دی کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے برس نکلا جبکہ ہم مقام صہبا میں (جو خیبر کے قریب ہے) پہنچے آپ نے نماز عصر پڑھی پھر زاد سفر (جو جو کچھ کسی کے پاس تھا) منگوایا۔ کوئی شخص بجز ستو کے اور کچھ نہ لایا آپ نے فرمایا (انھیں گھول لو) ستو پانی میں بھگوائے گئے۔ پھر آپ نے اور ہم سب نے پیئے۔ بعد ازاں نماز مغرب کے واسطے کھڑے ہوئے آپ نے اور ہم سب نے کلی کر کے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

سلمہ بن اکوع کہتے ہیں ہم آنحضرت کے ہمراہ خیبر کی طرف نکلے۔ رات کو چلتے تھے کسی نے عامر سے کہا اے عامر تو ہمیں اپنے شعر کیوں نہیں سناتا۔ عامر بڑا شاعر تھا وہ اتر کر قوم کو شعر سنانے لگا اور یہ پڑھتا تھا ؎ اللھم لولا انت ما اھتدینا ؎ ولا تصدقنا ولا صلینا ؎ فاغفر فداءً لک ما ابقینا ؎ وثبت الاقدام ان لاقینا ؎ والقین سکینۃ علینا ؎ انا اذا صیح بنا ابینا ؎ وبالصیاح عولوا علینا ؎ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کونسا اونٹ ہانکنے والا ہے (جو شعر پڑھتا ہے)

لشکر عقابی جھنڈا اُڑاتا ہوا خیبر کی طرف بڑھا عبداللہ بن ابی سلول منافق نے خیبر کے یہودیوں کے پاس پوشیدہ طور پر یہ خبر بھیجی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری بیخ کنی کا ارادہ رکھتے ہیں تم اچھی طرح ہوشیار ہو جاؤ کیونکہ تم تعداد میں زیادہ ہو اس لئے میری یہ رائے ہے کہ تم اُن سے کھلے میدان میں آن کے لڑنا جب خیبریوں کو معلوم ہوا کہ اب ہم پر حملہ ہوگا۔ تو اُنھوں نے کنانہ بن ابی الحقیق کو قبیلہ غطفان کے پاس بھیجا کہ حسب وعدہ تمہیں ہماری مدد کرنی چاہیئے۔

چنانچہ غطفان چار ہزار تعداد کے مسلح ہو کے خیبریوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے مگر راستہ میں ان کی کچھ مت بدل گئی اور غالباً مسلمانوں کا خوف اُن پر ایسا چھایا کہ وہ اُلٹے پاؤں واپس چلے گئے اُنھیں یہ بھی خوف تھا کہ اگر ہم نے خیبر میں جا کے مسلمانوں سے جنگ کی تو کہیں ہمارے مقام پر حملہ نہ ہو جائے۔ غرض خیبر کے

لوگوں نے عرض کیا عامر بن اکوع ہے آپ نے فرمایا اللہ اُس پر رحم کرے۔ حضرت عمر نے کہا یا نبی اللہ (عامر کے واسطے جنت یا شہادت) واجب ہو گئی اس دعا سے آپ نے ہمیں بھی فائدہ کیوں نہ دیا (سلمہ بن اکوع کہتے ہیں) پھر ہمنے جا کر خیبر والوں کو گھیر لیا۔ اسی اثنا میں ہمیں سخت بھوک لگی پھر اللہ نے خیبر پر مسلمانوں کو فتح دی۔ بروز فتح مسلمانوں نے شام کو آگ سلگائی آپ نے پوچھا یہ کیسی آگ ہے اور کس چیز کے پکنے کو تم آگ جلا رہے ہو لوگوں نے جواب دیا گوشت کے پکنے کے آپ نے پوچھا کس کے گوشت کے پکنے۔ (جلا رہے ہو) اُنھوں نے جواب دیا گدھوں کے گوشت کے پکنے۔ آپ نے فرمایا اسے گرا دو اور ہانڈیوں کو توڑ دو کسی نے کہا ہم اُسے گرا دیں اور ہنڈیوں کو دھو لیں آپ نے فرمایا یہ (کر لو) پھر جب قوم صف بندی کر چکی تو دیکھا عامر کی تلوار چھوٹی تھی ایک یہودی کی پنڈلی پر ماری اس کا پیلا پلٹ کر عامر ہی کے گھٹنے کی آنکھ پر لگا جس سے عامر مر گئے (راوی شاگرد سلمہ) کہتا ہے سلمہ نے کہا جب سب واپس آئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے (مغموم دیکھا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں لوگ

یہودیوں نے اپنا انتظام کرنا شروع کیا۔ پہلے وہ اپنے سردار سلام بن سکن کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ عبداللہ بن ابی سلول ہمیں یہ رائے دیتا ہے کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کھلے میدان میں نکل کے لڑیں۔ آپ کی اس میں کیا رائے ہے سلام بن سکن نے سوچ سوچ کے جواب دیا کہ میں اسے پسند کرتا ہوں بے شک تمہیں کھلے میدان میں نکل کے لڑنا چاہیئے۔ مگر یہودیوں نے بدقسمتی سے اپنے سردار کی رائے کی پروانہ کی اور انھوں نے گڑھیوں میں محصور ہونا ہی مناسب سمجھا۔

جب مسلمانوں کا لشکر مقام صہبا میں پہنچا تو حضور انور نے عشا کی نماز پڑھی نماز پڑھنے کے بعد حضور انور نے اپنی فوج کی زبردست کمپنی اس تمام پر روانہ کی جو غطفانیوں کا راستہ تھا اور جس راستہ سے وہ نجد میں پہنچ سکتے تھے یہ فنون جنگ کے اعلیٰ درجہ کی مہارت کی دلیل ہے جسے آج کل ایک بڑی تعلیم کے بعد حاصل کیا جاتا ہے۔

پھر حضور انور نے عباد بن بشیر کو بیس سواروں کے ساتھ بطور فوج بدرقہ خیبر کی جانب

بیان کرتے ہیں عامر کے عمل چھن گئے (کیونکہ اس نے خودکشی کی ہے) آپ نے فرمایا جس نے یہ کہا وہ جھوٹا ہے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر فرمایا عامر کا دوہرا اجر ہے اور کہا عامر کوشش کرنے والا اور لڑنے والا تھا اس جیسے عربی مدینہ میں رہتے ہوں (بہت) کم ہیں۔

ہم سے قتیبہ نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہم سے حاتم نے کہا (کہ لفظ مشتبہا کی جگہ) شابہا رہے یعنی مدینہ میں پلا ہو۔

انس روایت کرتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں بوقت شب پہنچے آپکی عادت تھی جب کسی قوم پر رات کو پہنچتے اُس پر صبح تک حملہ نہیں کرتے تھے جب صبح ہوئی یہودی اپنے اپنے گلہاڑے اور ٹوکرے لئے ہوئے نکلے اور آنحضرت کو دیکھ کر کہنے لگے (یہ تو) محمد ہے بخدا محمد معہ لشکر کے (آگیا) ہے آپ نے (بطور فال) فرمایا خیبر ویران ہو گیا کیونکہ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اُتر پڑیں پس ڈرے ہوؤں کے لیے اُنکی صبح بُری ہوگی۔

روانہ کیا تاکہ وہ ادھر اُدھر کی خبریں لائیں عباد نے سب سے پہلے ایک شخص کو گرفتار کیا جو یہودیوں کی طرف سے بطور جاسوس بھیجا گیا تھا۔ عباد نے اُس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے۔ جاسوس نے کہا کہ میں تو ایک اونٹ والا ہوں اور اپنے اونٹوں کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہوں۔ عباد نے پھر سوال کیا کہ خیبر کے یہودیوں کی بھی تجھے کچھ خبر ہے اُس نے کہا ہاں خیبریوں نے مختلف قبائل کے ساتھ جن سے اُن کا عہد و پیمان ہو گیا تھا طلب مدد کے لئے اپنے قاصد بھیجے تھے چنانچہ غطفانیوں کیطرف سے عیینہ بن بدر۔ سپاہیوں کی کثیر جماعت کے ساتھ خیبر میں آگیا اور اب اس وقت دس ہزار جنگجو ان کے آگے جزم اور رزم ایک کئے ہے بیچینی سے انتظار کر رہے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے مقابلہ کریں۔

عباد نے کہا کہ میرے خیال میں تو مخالفوں کا جاسوس ہے میں تجھے ہدایت کرتا ہوں کہ جو کچھ ہو سچ سچ بتا دے ورنہ مارے کوڑوں کے کھال اُدھیڑ دوں گا اور پھر تجھے اپنی

انس بن مالک فرماتے ہیں خیبر میں ہم بوقت صبح سویرے پہنچ گئے وہاں کے رہنے والے اپنی کلہاڑی (وغیرہ) لیکر نکلے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی کہنے لگے (یہ تو) محمدؐ ہے بخدا یہ محمدؐ مع لشکر کے (آگیا) ہے آپنے فرمایا اللہ اکبر خیبر برباد ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اُتر پڑیں پس اُنکی صبح بُری ہو گی (یعنی سیاہ معلوم ہو گی) انس کہتے ہیں ہمارے پاس (کھانیکو صرف) گدھوں کا گوشت تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منادی نے آواز دی کہ اللہ اور اُسکا رسول تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں کیونکہ وہ ناپاک ہے۔

انس بن مالک روایت کرتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے آکر کہا یا رسول اللہ گدھے کھالئے گئے آپنے جواب دیا پھر اُس نے دوبارہ آکر کہا کہ گدھے کھالئے گئے آپ خاموش ہو رہے پھر اُسنے تیسری مرتبہ آکر کہا کہ گدھے ہو چکے آپنے منادی کو حکم دیا اُسنے لوگوں کو سنا دیا کہ اللہ اور اُس کا رسول دونوں تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں یہ سنکر ہانڈیاں اوندھا دی گئیں حالانکہ اُنمیں گوشت خوب پک رہا تھا۔

جان کے لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ اعرابی نے کہا آپ اگر مجھے امان دیں تو میں سچ سچ کہدوں چنانچہ اُسے امان دینے کا وعدہ کیا گیا اس پر وہ اعرابی بولا اہل خیبر پر تمہارا رعب بہت بیٹھا ہوا ہے۔ کیونکہ اُن کی آنکھوں کے سامنے تم بنی نضیر اور بنی قریظہ کو مغلوب کر چکے ہو۔ مدینہ کے منافقوں نے اہل خیبر کے پاس خبر بھیجدی ہے کہ تحقیق تمہارا قصد رکھتے ہیں تم کسی طرح خوف نکرنا اور نہ اُن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا تمہاری تعداد بہ نسبت اُن کے بہت ہے اسی طرح آلات حرب بھی تمہاری پاس اعلیٰ درجہ کے اور زیادہ ہیں مگر جب عبداللہ بن ابی سلول کا قاصد خیبریوں کے پاس آیا اور اس نے کل کیفیت بیان کی تو کنانہ بن ابی الحقیق نے مجھے تمہاری تحقیق کے لئے روانہ کیا۔ عباد نے یہ سنکے جاسوس کو حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا حضرت فاروق اعظم کی رائے ہوئی کہ اسے قتل کر دینا چاہیے کیونکہ اجل ہی عموماً جاسوس کو قتل کر دیتے ہیں مگر عباد نے یہ کہا کہ میں اسے پناہ دے چکا ہوں لہذا

حضرت انس کہتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح خیبر کے قریب نماز سے میں پڑھی پھر فرمایا اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں ڈرے ہوؤں کی صبح بری ہے۔ خیبر والے نکلکر گلی کوچوں میں دوڑنے لگے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ کرنے والوں کو مارا اور ان کی اولاد کو قید کیا ان قیدیوں میں حضرت صفیہ بھی تھیں (جو کہ بنی نضیر اور قریظہ کی سردار تھیں) (اول) حضرت صفیہ دحیہ کلبی کے حصہ میں ملی گئیں پھر آنحضرت کے حصہ میں آگئیں۔

آپ نے صفیہ کا مہر اُن کا آزاد کرنا مقرر فرمایا۔ عبدالعزیز بن صہیب نے ثابت (شاگرد انس) سے کہا اے ابو محمد کیا تم نے انس سے پوچھا تھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کا مہر کیا مقرر کیا ثابت نے اس روایت کی تصدیق پہ اپنا سر ہلایا۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو قید کیا پھر آزاد کر کے اُن سے اپنا نکاح کر لیا۔ ثابت نے انس سے پوچھا صفیہ کا مہر کیا دیا۔ انس بولے صفیہ کا مہر اس کا آزاد کرنا قرار پایا۔

حضور انور نے فوراً جاسوس کو عباد کے سپرد کر دیا۔ اسی وقت وہ جاسوس مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد حضور انور خیبر کی جانب روانہ ہوئے اور اپنے مقام سفر میں قیام فرمایا اور ایک جگہ نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کی کہتے ہیں کہ جب خیبریوں کو اس بات کی خبر ہوئی کہ حضور انور فلاں مقام پر پہنچ گئے ہیں تو انھوں نے شب و روز بڑے جزم اور احتیاط سے کام کرنا شروع کیا اکثر سواروں کو چاروں طرف دوڑا دیا کہ حضور کی خبر لائیں۔ اُن کا خیال تھا کہ اتنے عرصہ میں آپ خیبر تک پہنچیں گے مگر آپ اتنی جلدی خیبر کے قریب آ گئے کہ انھیں خبر بھی نہ ہوئی۔ دوسرے دن صبح کو انھیں معلوم ہوا کہ حضور انور نے خیبر کا محاصرہ کر لیا ہے تو سخت پریشان ہوئے۔ سلام بن مشکم بھاگا ہوا خیبر میں آیا اور کہا دیکھو میں تم سے پہلے ہی کہتا تھا تم قلعہ کے باہر نکل کے مورچہ بندی کر لو۔ اور میدان میں لڑنا مگر تم نے میری بات نہ سنی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم محصور ہو گئے

سہیل بن سعد الساعدی روایت کرتے ہیں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور مشرکین جمع ہوئے اور خوب لڑے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگ (خیبر والے) اپنے اپنے لشکروں کی طرف پھرے۔ اصحاب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں ایک شخص ایسا تھا کہ جس بہودی کو دیکھتا زندہ نہ چھوڑتا تھا لوگ بولے ہم میں سے کسی نے فلاں کے برابر لڑنے میں بہادری نہیں کی آپ نے فرمایا وہ تو جہنمی ہے ایک شخص نے قوم میں سے کہا میں اس کے ساتھ رہوں گا (تاکہ اس کی حقیقت معلوم کروں) راوی کہتا ہے یہ شخص اس کے ساتھ ساتھ چلا جہاں کہیں وہ ٹھہرتا یہ بھی ٹھہر جاتا اور جب وہ جلد جاتا یہ بھی جلد جاتا۔ یہ شخص کہتا ہے کہ اس کے ایک بڑا زخم لگا۔ اس نے جلدی مر جانے کے واسطے اپنی تلوار زمین پر ٹیکی اور اس کا پیلا اپنی چھاتی کے درمیان رکھکر تلوار پر اپنا بوجھ دیدیا اور اپنی جان ہلاک کر ڈالی اس ساتھی نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے (سچے) رسول ہیں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ تو نے کیا کہا وہ بولا جسے آپ نے ابھی جہنمی فرمایا تھا

اب اگر میری بات سنو تو میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ تم قلعہ کے باہر نکل کے لڑنا میدان جنگ میں قتل ہو جانا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے آگے قیدی بن کے جانے سے بہتر ہے۔ آخیر ہی قتال کے لئے آمادہ ہو گئے اپنے بال بچوں کو قطیہ نامی قلعہ میں محفوظ کر دیا اور تمام قسم کے کھانے پینے کی چیزیں اور سامان رسد وہاں رکھدیا تاکہ بال بچوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ جنگجو مرد نطارہ نامی قلعہ میں جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے سلام بن مشکم ضعف کی وجہ سے مر گیا خیر مسلمانوں نے حملہ کر دیا خوب لڑائی ہوئی۔ اسی اثنا میں محمود بن مسلمہ محمد ابن مسلمہ کا بھائی تھک تھکا کے ناعم نامی حصار کے نیچے دم لینے کے لئے جا کھڑا ہوا اور کھڑے کھڑے اسکی آنکھ لگ گئی کوئی تو کہتا ہے کہ کنانہ بن ابی الحقیق کوئی کہتا ہے نہیں مرحب نامی یہودی نے حصار سے ایک پتھر پھینکا وہ پتھر محمود کے سر پر گرا خود پتھر کے گرتے ہی محمود کی

اور لوگوں نے اسے امر دشوار جانا تھا میں نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا تھا میں خبر لانے کو اس کے ساتھ ساتھ جاتا ہوں۔ میں اس کی تلاش میں چلا۔ اس کے ایک بڑا زخم لگا۔ اور اس نے مرنے کی جلدی کی (یعنی) اپنی تلوار کو زمین پر ٹکایا اور اس کے پھلے کو اپنی چھاتی کے درمیان رکھ کر اس پر بوجھ دے دیا اور اپنی جان کو ہلاک کر لیا۔ آپ نے فرمایا انسان لوگوں کے روبرو جنتیوں کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے اور کوئی شخص لوگوں کی نظر میں جہنمیوں کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں ہم خیبر میں حاضر تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہمراہی کو جو (بظاہر) مسلمان تھا فرمایا یہ جہنمی ہے جب وہ میدان جنگ میں حاضر ہوا تو وہ اسقدر لڑا کہ اسکے بہت زخم لگے اور بعض لوگ (اسکے جہنمی ہونے میں) شک کرنے لگے۔ اسنے زخموں کا درد سخت پایا اپنے ترکش سے تیر نکال کر اپنے گلے میں بھونک لیا لوگ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف دوڑ کر آئے اور کہا یا رسول اللہ آپ نے آپ کی بات سچ کر دی

کردن میں گھس گیا، ور تمام بھیجا پاش پاش ہو گیا مسلمان اسی حالت میں محمود کو حضور انور کی خدمت میں لائے حضور کو دیکھ کے بہت افسوس ہوا آپ نے بڑی مشکل سے اس خود کو علیحدہ کیا سر کی جو کھال نیچے سمٹ کے آگئی تھی اسے اس کی جگہ پر لگا دیا مگر محمود کا زندہ بچنا محال تھا لہذا وہ شہید ہو گیا۔ اسی اثناء میں حباب بن المنذر نے حضور سے عرض کیا کہ اس وقت جہاں حضور کا لشکر پڑا ہوا ہے یہ مقام اچھا نہیں ہے اول تو نخلستان کے بیچ میں ہے جہاں بدبو کے مارے ہمارا دماغ پھٹا جاتا ہے۔ دوسرے اہل حصار کا تیر آسانی ہم پر لگتا ہے۔ تیسرے اس مقام پر مخالف بہت اچھی طرح ہم پر شبخون مار سکتے ہیں حضور انور نے ان باتوں کو غور سے سنا اور آپ بہت خوش ہوئے۔ اور قبول فرما لیا آپ نے فوراً محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور کوئی مناسب لشکر گاہ تجویز کرو چنانچہ محمد گئے اور پاروں طرف پھر کے ایک موضع کو پسند کیا جس کا نام

فلاں شخص نے اپنے کان میں تیر پھونک لیا آپ نے فرمایا اے فلانے کھڑے ہو کر آواز لگا دے کہ جنت میں سوائے ایماندار کے کوئی نہ جاوے گا۔ اور اللہ (کبھی) بدکار سے (بھی) دین کی تائید کرا لیتا ہے شعیب نے جو اس حدیث کو زہری سے روایت کرتے ہیں اُن کی متابعت معمر نے کی ہے شعیب نے یونس سے اسنے ابن شہاب سے روایت کی اسنے کہا مجھے ابن سیب اور عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب نے یہ خبر دی کہ ابوہریرہ کہتے ہیں ہم آنحضرت کیساتھ خیبر میں موجود تھے ابن مبارک کہتے ہیں یونس زہری سے اور وہ سعید سے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں صالح نے زہری سے روایت کرنے میں یونس کی متابعت کی زبیدی کہتے ہیں مجھے زہری نے خبر دی اُسے عبدالرحمن بن کعب نے خبر دی کہ عبداللہ بن کعب نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ہمراہیوں کا جو خیبر میں موجود تھے بیان کیا زہری کہتے ہیں عبداللہ بن عبداللہ اور سعید نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے۔

ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں جبکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر چڑھائی کی (یہ) کہا کہ جبکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے لوگ (ایک) نالے پر آئے اور پکار

رجسیع لائق تھا اور آکے حضور انور کی خدمت میں عرض کر دیا حضور نے فرمایا کہ اچھا رات کو ہم وہاں لشکر گاہ بنائیں گے۔ چنانچہ آفتاب کے غروب ہونے کے بعد بگیونت حضور نے فوج کا حکم دیا لشکر کی ترتیب۔ منتظم اور قیام عثمان بن عفان کے سپرد تھا آپ نے کمال یہ کیا تھا کہ فوج کا اتنا بڑا انتظام بھی کرتے جاتے تھے ساتھ ہی اس کے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد خیبر کے نیچے کھڑے ہو کے حمد بھی کرتے جاتے تھے۔ فوج کی ایک رات کی نگرانی حضرت فاروق اعظم کے سپرد تھی حضرت عمر نے اس رات ایک یہودی کو گرفتار کیا اور چاہا کہ اسے قتل کر دیں۔ یہودی نے کہا مجھے اپنے پیغمبر کے پاس لیچلو مجھے اُن سے کچھ بات کہنی ہے۔ حضرت عمر حضور کی خدمت میں اس یہودی کو لے آئے حضور انور نے یہودی سے فرمایا تو کیا کہنا چاہتا ہے۔ یہودی نے کہا کہ خیبر والوں کے دلوں پر آج کے قتل سے سخت ہراس چھا گیا ہے اور ان کا ارادہ ہے کہ شق نامی گڑھی میں آج وہ چلے جائیں انھوں نے اپنے اعلےٰ درجہ کے عقیار اور

پکار کر اللہ اکبر اللہ اکبر کہنے لگے آپ نے فرمایا اپنے نفسوں پر نرمی کرو (اور چیخو نہیں) کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو بلکہ سننے والے کو اور جو نزدیک ہے اُسے پکارتے ہو اور وہ (ہر جگہ) تمہارے پاس ہے (ابو موسیٰ کہتے ہیں) مجھ سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سواری کے پیچھے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا اے عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ کا نام ہے) میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ یعنی یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ (بتائیے) آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ نے فرمایا (وہ کلمہ) لاحول ولا قوۃ الا باللہ (ہے جو تو پڑھا کرتا ہے) یزید بن ابی عبید کہتے ہیں میں نے سلمہ کی پنڈلی میں تلوار کا نشان دیکھ کر پوچھا اے ابو مسلم یہ کیسی چوٹ ہے سلمہ بولے یہ وہ چوٹ ہے جو خیبر میں میرے لگی تھی اور لوگوں نے کہدیا تھا کہ سلمہ ہلاک ہو گیا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اس پر تین دفعہ دم کر دیا پھر مجھے اس گھڑی تک اس کی شکایت نہیں ہوئی۔

بہت سا چاندی سونے کا سامان ایک مقام میں چھپا دیا ہے جسے میں جانتا ہوں۔ اور جب آپ کو وہ گڑھی فتح ہو جاوے گی تو اس مقام کو بتا دوں گا۔ حضور فرمایا انشاء اللہ۔ یہودی نے عرض کیا کہ اس قلعہ میں میرے بال بچے ہیں انہیں بخش دیا جائے۔ حضور انور نے انکی بخشش منظور فرمائی۔ دو تین دن وہ قلعہ جس میں سے یہودی نکل گئے تھے۔ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور ساتھ ہی اس کے شق پر بھی مسلمانوں نے فتح پائی اور وہ یہودی اپنے بال بچوں کے مسلمان ہو گیا۔ جب مسلمان آگے بڑھے تو اُس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں فوج کی کمان تھی۔ جوں ہی گڑھی کے قریب پہنچے تو یہودیوں کا ایک سپاہی اپنی کمپنی میں سے نکل کے باہر آیا اور اس نے باواز بلند یہ کہا کہ "میں تنہا جنگ کرنا چاہتا ہوں میرا نام مرحب ہے اور مجھے تمام خیبر جانتا ہے میں وہ جنگجو ہوں کہ جب جنگ تیزی سے بھڑکتی ہے تو میرے مصفا ہتھیاروں سے آگ کے شعلے نکلنے لگتے ہیں۔ اس یہودی سپاہی کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک مسلمان

سہل کہتے ہیں بعض لڑائیوں میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور مشرکین (خیبر) بھڑے اور خوب لڑے پھر سب اپنے اپنے لشکروں کیطرف لوٹے مسلمانوں میں ایک ایسا شخص تھا جو کسی کافر کے مشرک کو نہ چھوڑتا تھا مگر اُسکے پیچھے جاکر اُسے اپنی تلوار سے مار دیتا تھا۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ فلان شخص کے برابر کوئی نہیں لڑا آپ نے فرمایا وہ تو جہنمی ہے۔ لوگوں نے کہا جب یہ بھی جہنمی ہے تو پھر ہم میں جنتی کون ہوگا۔ ایک مرد بولا میں اسکے پیچھے پیچھے جاتا ہوں۔ جب وہ جلد چلے گا یا آہستہ چلے گا میں اسکے ساتھ رہوں گا۔ (وہ شخص لڑتے لڑتے) سخت زخمی ہو گیا اور اس نے مرنے کی جلدی کی پھر اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور سیدھا تلوار کا اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھکر اُسپر اپنا بوجھ دیدیا اور وہیں مر گیا وہ دوسرا شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں گواہ ہوں کہ آپ اللہ کے (سچے) رسول ہیں آپ نے فرمایا بعض آدمی لوگوں کی نظر میں اہل جنت کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے اور کوئی لوگوں کی نگاہ میں دوزخیوں کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔ ابی عمران کہتے ہیں حضرت انس نے جمعہ کے دن لوگوں کو دیکھا طیلسان (چوغا ایک خاص قسم کی چادر ہے)

نکلا اور اس نے قدم آگے بڑھایا۔ اور اُس پر تلوار کا وار کیا وہ تلوار اس کے خود سے کچھ ایسی چھنچی کہ اُلٹی مسلمان کے لگ گئی اور ایسا کاری زخم لگا کہ فوراً اس کا دم نکل گیا مسلمانوں نے غل مچایا کہ عامر مارا گیا۔ اور چونکہ اس نے خود کشی کر لی ہے لہٰذا اچھی موت نہیں مرا جوں ہی یہ آواز حضور انور کے کان میں پہنچی آپ نے فرمایا نہیں نہیں ایسا نہ کہو اسے دوہری جزا ملے گی۔ خیبر کے راستہ میں جب اس نے یعنی عامر نے جوش دلانیوالے اشعار حضور انور کے آگے پڑھے تھے تو آپ نے فرمایا تھا خدا تجھ پر رحمت کرے اور آپ کا لفظ رحمت کہنا یہ معنی رکھتا ہے گویا آپ نے اُسے شہید ہونے کی دُعا دی کاتب الواقدی نے صفحہ ۱۲۲ میں ان اشعار کو بھی نقل کیا ہے اور یہ اشعار قریب قریب اُن ہی اشعار کے ہیں جو غزوہ خندق میں پڑھے گئے تھے۔ مرحب نے اس اتفاقی اور ناجائز کامیابی پر میدان جنگ میں ایک تہلکہ برپا کر دیا اس نے غل مچا کے کہا

اپنے کندھوں پر تولے ہیں اس نے فرمایا یہ لوگ اس وقت (ایسے ہیں) گویا خیبر کے یہود ہیں۔ سلمہ کہتے ہیں حضرت علی جنگ خیبر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے آنکھیں دُکھنے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اُنھوں نے اپنے دل میں (کہا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جاؤں (کیونکر) رہ جاؤں۔ پھر علی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے جا ملے جب وہ رات ہوئی جس کی صبح کو خیبر فتح ہوا آنحضرت نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا یہ کہا کہ کل وہ مرد جھنڈے کو لے گا۔ جسے اللہ اور اس کا رسول دوست رکھتا ہے۔ اور قلعہ اس پر فتح ہو جاوے گا۔ ہم (سب) جھنڈا ملنے کی اُمید کر رہے تھے (کہ علی حاضر ہوئے) اور کسی نے آپ سے کہا یہ علی (آ گئے) آپ نے ان ہی کو جھنڈا دیدیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔

باقی عازم کہتے ہیں مجھے سہل بن سعد نے خبر دی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دن ارشاد کیا کل میں جھنڈا اس مرد کو دونگا کہ اللہ اسکے ہاتھ پر فتح کر دے گا جسے اللہ اور اس کا رسول دوست رکھتا ہے اور وہ (بھی) اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہے۔ سہل بن سعد کہتے ہیں لوگ ان پر

کون ہے جو میرے سامنے آئے چنانچہ مسلمانوں کی فوجی قطاریں سے حضرت علی اس پر جھپٹے اور آپ نے حملہ کرنے سے پہلے یہ فرمایا۔ میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے شیر رکھا ہے میں گرجتا ہوا میدان جنگ میں نکلتا ہوں اور دشمن میرے مقابلہ میں مثل ایک پشہ کے ہے میں ایک جھپٹ میں بھاگوں سے بہادر جنگجو کا خاتمہ کر دیتا ہوں یہ کہتے ہی حضرت علی نے تلوار اُٹھائی اِدھر مرحب بھی گرزے کے آگے بڑھا حقیقت میں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہی کر کے دکھا دیا۔ ایک ہی وار میں مرحب کی دھڑ سے گردن اُڑا دی۔ ؎

بھر جا کہ شمشیر او کار کرد یکے را دو کرد در دوراں چار کرد

مرحب کے گرتے ہی اس کا بھائی بلی کتے کی طرح جھپٹ کے دوڑا اس کے مقابلہ میں زبیر نے قدم بڑھایا جوں ہی زبیر کو میدان جنگ میں آتا ہوا دیکھا ان کی

ذکر کرتے رہے دیکھئے جھنڈا کسے دیا جاتا ہے۔ صبح کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے ہر ایک کی خواہش تھی کہ جھنڈا مجھے دیا جاوے آپ نے پوچھا علی بن ابی طالب کہاں ہیں لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُن کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کسی کو اُن کے پاس بھیجو پھر حضرت علی رسول خدا کے پاس آئے آپ نے اُن کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر اُن کے واسطے دعا کی وہ اچھے (تندرست) ہو گئے گویا کہ اُن کے تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ نے علی کو جھنڈا دیدیا۔ حضرت علی نے پوچھا یا رسول اللہ (کیا) میں اُن سے لڑوں یا جاؤں جب تک ہماری طرح (مسلمان) نہ ہو جاویں آپ نے فرمایا تو سیدھا جا کر اُن کے میدان میں اُتر پھر انھیں اسلام کی طرف بلا اور انھیں بتا دے جو کچھ اُن پر حالت اسلام میں اللہ کے حقوق واجب ہو جاویں گے۔ بخدا اگر اللہ تیری وجہ سے ایک شخص کو ہدایت کر دے تو تیرے واسطے سُرخ (عمدہ) اُونٹوں سے بہتر ہے۔

نافع اور سالم ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے خیبر کے دن حسن اور

والدہ صفیہ حضور انور کی خدمت میں کانپتی ہوئی حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا بیٹا مار ڈالا جائے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں تو اطمینان رکھ کہ تیرا بیٹا اس یہودی سپاہی کو قتل کر دے گا۔ انشاء اللہ ادھر حضور انور کی زبان سے یہ لفظ نکلا اُدھر زبیر کی تلوار اس یہودی کی گردن پر پڑی چنانچہ اسکا سر بھی مثل مرحب کے ہنستا سا اُڑ گیا۔ مدینہ سے بہت سی مسلمان عورتیں مجروحین جنگ کی مرہم پٹی کرنے کے لیے فوج کے ساتھ ساتھ آئی تھیں جن میں صفیہ بھی تھی۔ اس جنگ میں جو کچھ حضرت علی نے کیا وہ اسی قدر ہے جس کا ہم اُوپر ذکر کر آئے ہیں مگر شیعی قصہ گویوں نے ان معمولی جنگ کی واقعات کو اس قدر مبالغہ کے ساتھ طول دیا ہے کہ جن اور پری اور دیوؤں کے افسانے بھلا دیئے چنانچہ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آپ کی ڈھال ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور میدان جنگ میں نایاب ہوگئی تو آپ نے خیبر کے

گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ لہسن کی ممانعت صرف نافع سے مروی ہے۔ گدھوں کے گوشت کی ممانعت سالم سے مروی ہے۔

علی بن ابی طالب روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے نکاح متعہ اور گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گدھے کے گوشت (کھانے) سے منع فرمایا ہے۔

ابن عمر سے روایت ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

شیبانی کہتے ہیں میں نے ابی ابن اوفی سے سنا وہ کہتے تھے۔ ہم پر خیبر کے دن بھوک نے غلبہ کیا اور ہنڈیوں میں جوش آرہا تھا اور کچھ پک گئی تھیں کہ ایک دفعہ ہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی منادی نے آکر کہا گدھے کا گوشت ذرا سا بھی نہ کھاؤ اور انھیں گرا دو۔ ابن ابی اوفی کہتے ہیں ہم آپس میں کہنے لگے آپ نے صرف اسواسطے

دروازہ کو اُٹھا لیا اور اپنی ڈھال بنا لی اور جب آپ اپنا کام کر چکے اور اس دروازہ کو ہاتھ سے پھینک دیا تو ساری اسلامی فوج مل کے بھی اسے جنبش نہ دے سکی۔
ایسی کہانیاں شیعوں کی مختلف کتابوں میں پائی جاتی ہیں مگر سب سے زیادہ کمی مبالغہ کے ساتھ ملا محمد باقر نے بہت سنبھال کے خیبر کی کہانی لکھی ہے تو بھی وہ ہاپاک مبالغہ اور غلیظ کذب سے نمالی نہیں ہے چنانچہ حیات القلوب والا اپنی کتاب جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ میں یہ لکھتا ہے جب حضرت علی نے میدان جنگ میں آ کے یہ کہا کہ میں علی ابن ابی طالب ہوں تو یہودیوں کے ایک راہب نے پکار کے یہ کہا اے یہودیو! تم مغلوب ہو گئے کیونکہ توریت میں صاف طور پر موسےٰ خبر دیگیا ہے کہ علی جب پیدا ہوں گے تو تمام یہود مٹ جائیں گے اس سے اُن کے دلوں میں رعب بیٹھ گیا۔ اور جب حضرت علی نے مرحب کو قتل کر دیا

منع فرمایا ہے کہ اس کا خمس نہیں نکالا گیا تھا اور بعض نے کہا گدھے سے مطلقاً منع فرمایا ہے کیونکہ وہ پلیدی کھاتا ہے۔
براء اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور (کھانے کو صرف) گدھے ملے اُنھوں نے گدھوں کو پکا لیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی منادی نے آواز دی کہ ہنڈیوں کو اوندھا دو۔
براء اور ابن ابی اوفیٰ دونوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ نے خیبر کے دن جبکہ ہنڈیاں چڑھ گئی تھیں فرمایا ہنڈیوں کو اوندھا دو۔
براء کہتے ہیں ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چڑھائی کی پھر پہلی حدیث کے مثل (بیان کیا) براء ابن عازب کہتے ہیں ہمیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں حکم دیا کہ گدھوں کا گوشت (خواہ) کچا (ہو) یا پکا ہو گرا دو پھر اسکے بعد ہمیں اب تک اُن کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔
ابن عباس کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے گوشت سے

تو کل یہودی قلعہ میں بھاگ گئے اور دروازہ بند کر لیا اور وہ دروازہ ایسا وزنی تھا کہ بیس نہیں بلکہ چالیس آدمی اس کو بھیر سکتے تھے حضرت علی نے اس دروازہ کو ایسی حرکت دی کہ تمام قلعہ کانپ گیا۔ دروازہ کو اُٹھایا اور اس دروازہ کو ہاتھ میں لئے ہوئے اندر گھس گئے اور فتح پائی اور پھر دروازہ کو زمین پر پھینک دیا۔ ابو رافع نے کہا کہ میں چھ آدمیوں کے ساتھ گیا۔ کہ سب کے ساتھ مل کے اس دروازہ کو حرکت دوں مگر کامیاب نہ ہوا اور مالک نے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے جابر انصاری نے کہا کہ حضرت علی نے اس دن خیبر کا دروازہ ہاتھ میں پکڑ کے ایک خندق پر رکھ دیا جس کا پل بند کیا گیا اور جس پل کے ذریعہ سے مسلمانوں کی ساری فوج گزر گئی اور قلعہ کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد حضرت علی نے دروازہ کو پھینک دیا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ چالیس آدمیوں دوسری روایت میں

اسواسطے منع کیا کہ وہ لوگوں کے بوجھ اُٹھانیوالے تھے آپ نے برا جانا کہ کہیں لوگوں کے باربردار تلف نہ ہو جائیں انھیں (ہمیشہ کے واسطے) خیبر کے دن حرام ہی کر دیا۔

ابن عمر کہتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن (مال غنیمت سے) گھوڑے والے کو دو حصے دیئے اور پیادے کو ایک حصہ (عبید اللہ بن عمر راوی حدیث) کہتے ہیں نافع نے اسکی تفسیر بیان کی اور کہا کہ اگر کسی مرد کے پاس گھوڑا ہوتا اُسے تین حصے ملتے تھے اگر اس کے پاس گھوڑا نہ ہوتا اُسے ایک ہی حصہ ملتا تھا۔

جبیر بن مطعم کہتے ہیں اور نعمان بن بشیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے پھر ہم نے کہا آپ نے بنی المطلب کو تو خمس خیبر سے حصہ دیا اور ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ ہم اور بنی المطلب آپ سے قرابت میں یکساں ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب ایک ہی ہیں۔ جبیر کہتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھ نہیں دیا۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں ہم نے خیبر فتح کیا ہمیں غنیمت میں نہ چاندی ملی اور نہ سونا ملا صرف اسباب اور

شہزادیوں نے کوشش کی کہ دروازے کو اٹھالیں لیکن نہ اٹھا سکے ابو عبداللہ صدبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین نے مجھ سے نقل کیا کہ میں نے اس دروازہ کو اٹھا کے معرکہ جنگ میں اپنی ڈھال بنالی تھی پھر میں نے فتح پانے کے بعد خندق کا پل اسے بنا دیا تھا کہ مسلمان گزر جائیں اور پھر میں نے اس پل کو اٹھا کے بہت دور پھینک دیا۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا اے امیر المومنین آپ نے اتنا بڑا بوجھ کیونکر اٹھا لیا تو میں نے یہ جواب دیا مجھے وہ بوجھ نہیں معلوم ہوا اس کا وزن مجھے صرف اسیقدر معلوم ہوا جتنا میری ڈھال کا وزن ہے۔ شیخ طوسی روایت کرتا ہے کہ خیبر کی جنگ میں ایک شخص بلند قامت قلعہ سے نکلا اس کا نام مرحب تھا اور یہودی اسے اپنا امیر سمجھتے تھے۔ شجاعت کی وجہ سے بھی اور دولت مندی کی وجہ سے بھی حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ہر ایک صحابی اس کے پاس گیا مگر جب اس نے یہ کہا کہ میں مرحب ہوں اور حملہ کیا تو ایک ایک صحابی

اور اونٹ اور اسباب اور بلغ سے۔ پھر ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موضع وادی القریٰ میں آئے اور آپ کے ساتھ ایک آپ کا غلام تھا جسے مدعم کہتے تھے آپ کو وہ بنی ضباب کے کسی بیٹے نے ہدیۃً دیا تھا۔ اس اثناء میں کہ وہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری جمع کر رہا تھا کہ ناگاہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب ایک تیر جس کا مارنے والا معلوم نہ تھا آیا اور اس غلام کے لگ گیا لوگوں نے کہا اسے شہادت مبارک ہو۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (نہیں) بلکہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ وہ چادر جو کہ اسے خیبر کے دن پائی تھی اور اس نے اسے غنیمت بانٹنے والے کے پاس نہیں پہنچایا تھا وہ اس پر آگ کا شعلہ بنکر لپٹے گی ایک شخص یہ سنکر ایک تسمہ یا دو تسمے (جوتیوں کے) لایا اور کہنے لگا یہ چیز مجھے پائی تھی آپ نے یہ فرمایا کہ ایک تسمہ یا دو تسمے آگ کے (بنکر تجھے چمٹے)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب خیبر فتح ہوا ہم نے کہا اب ہم کھجوریں پیٹ بھر کے کھائیں گے ابن عمر کہتے ہیں ہم نے فتح خیبر سے پہلے پیٹ بھر کے نہیں کھایا۔

بھاگ گیا ایک کاہن نے مرحب سے کہدیا تھا کہ محمدؐ کا کوئی صحابی تجھ سے لڑنے کے لئے آئے تو اس پر حملہ کر وہ تجھ سے مغلوب ہو جائے گا۔ مگر وہ شخص تیرے مقابلہ میں نکلے کہ جو اپنا نام حیدر بیان کرے تو تجھے بھاگ جانا چاہیئے کیونکہ تو اگر اس سے مقابلہ کرے گا تو قتل کر ڈالا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور انور کا کوئی صحابی اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ آخر حضرت علی گئے اور جب اس نے ان کے مقابلہ میں یہ فرمایا کہ میری ماں نے میرا نام مرحب رکھا ہے تو حضرت علی نے اس کے مقابلہ میں یہ فرمایا کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ جب مرحب نے یہ نام سنا تو کاہن کی نصیحت کو یاد کیا اور بھاگ گیا کہ اتنے میں شیطان یہودیوں کے ایک عالم کی صورت میں اس کے سامنے نمودار ہوا اور مرحب سے کہا کہ تو کہاں بھاگا جاتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ جوان کہتا ہے کہ میرا نام حیدر ہے۔ شیطان نے کہا پھر ہو نہ کرو

حضرت عمر بن الخطاب کہتے ہیں قسم اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے پیچھے آنے والے لوگ یکساں مفلس نہ جائیں گے تو جو قریہ فتح ہوتا اسے تقسیم کر دیا کرتا جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو بانٹ دیا تھا۔ لیکن اسے خزانہ کے طور پر ان کے واسطے چھوڑ دیتا ہوں تاکہ وہ اسے بانٹتے رہیں۔

حضرت عمر کہتے ہیں اگر پچھلے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا جو گاؤں فتح ہوتا اس میں بانٹ دیتا جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کر دیا تھا۔

سفیان کہتے ہیں میں نے زہری سے سنا جبکہ اسماعیل بن امیہ نے اس سے سوال کیا زہری نے کہا مجھے عتبہ بن سعید نے خبر دی کہ ابو ہریرہ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اگر سوال کیا (مجھے بھی غنیمت خیبر سے حصہ دیا جائے) سعید بن العاص کے کسی بیٹے نے آپ سے کہا یا رسول اللہ ابو ہریرہ کو نہ دیجئے گا۔ ابو ہریرہ نے طنزاً کہا (یا رسول اللہ) یہ ابن قوقل کا قاتل ہے اس نے جواب دیا سبحان اللہ کیا میں اس پلہ سے بھی گیا گزرا جو کوہ حمان سے ابھی اترا ہے اور زبیدی سے ذکر

اس نے کہا کہ میں نے اپنی دایہ سے سنا ہے کہ اس شخص سے تو جنگ نہ کیجو جاننا نام حیدر بتائے وہ تجھے قتل کر دے گا۔ شیطان نے کہا یہ بالکل غلط ہے تیری یاد میں فرق ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ تو اس عظمت و شوکت کے ساتھ ایک عورت کے کہنے سے اس جوان سے بھاگتا ہے۔ عورتوں کی باتیں اکثر غلط ثابت ہوتی ہیں۔ حیدر کے نام کے دنیا میں بہت سے لوگ ہیں تو واپس آ شاید تو اسے قتل کر دے اور اپنی قوم کا بزرگ بن جائے۔ میں تیرے پیچھے یہودیوں کو تیار دیتا ہوں وہ تیری مدد کریں گے چنانچہ یہ بیوقوف شیطان کے فریب میں آگیا اور واپس آ کے حضرت علی کے قریب پہنچا آپ نے ایک ہی ضرب سے اس کا بھیجا پاش پاش کر دیا۔ یہودی شکست کھا کے بھاگ گئے اور غل مچایا کہ مرحب مارا گیا۔ فقط حیات القلوب والے کا بیان ختم ہوگیا۔ رافضیوں کے مجتہدوں کی یہ تاریخ ہے اور

کیا گیا ہے اس نے زہری سے روایت کی زہری کہتے ہیں مجھے عتبہ بن سعید نے خبر دی کہ میں نے ابوہریرہ سے سنا وہ سعید بن عاص سے خبر بیان کرتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان کو مدینہ سے نجد کی طرف کسی لشکر کا سردار بنا کر روانہ کیا۔ ابوہریرہ کہتے ہیں ابان رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں بعد فتح خیبر کے آئے اور ان کے گھوڑوں کے تنگ چھال کے تھے (یعنی بہت بے سامان تھے) ابوہریرہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابان وغیرہ کو حصہ غنیمت نہ دیجئے گا۔ ابان نے جواب دیا اے بلہ کوہ حنان کے اترے ہوئے تو بھی بہ باب کہتا ہے آپ نے فرمایا اے ابان بیٹھ جا اور ابان وغیرہ کو حصہ نہیں دیا عمرو بن یحییٰ بن سعید کہتے ہیں مجھ سے میرے دادا نے خبر دی کہ ابان بن سعید نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر سلام علیک کی ابوہریرہ نے کہا یا رسول اللہ یہ ابن قوقل کا قاتل ہے۔ ابان نے ابوہریرہ کو جواب دیا ہائے افسوس جنگل کوہ حنان کا بلہ بھی ہم پر چڑھ کر آتا ہے کیا تو میرے اوپر اس شخص کے مارنے کا عیب لگاتا ہے جسے اللہ نے میرے

تھوک دوں مگر اس خیال سے کہ حضور انور میرے اس فعل کو مکروہ نہ جانیں میں نوالہ منہ میں لے رہا۔ اس پر بھی بشیر مسموم ہو گئے اور سال بھر کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ اُسی وقت انھوں نے جان دیدی اور وہ شہید ہو گئے حضور انور نے حکم دیا کہ زینب اور یہودیوں کے سرداروں کو بلاؤ حکم ہوتے ہی وہ سب حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم سچ سچ بتاؤ گے انھوں نے اقرار کیا کہ ہم سچ بتائیں گے۔ آپ نے ارشاد کیا تمہارے باپ اور جدّ اعلےٰ کا کیا نام ہے انھوں نے نام بتایا اس پر آپ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو ان کا نام تو یہ یہ تھا اس پر یہودی قائل ہو گئے اور کہا آپ سچ کہتے ہیں پھر آپ نے زینب سے دریافت کیا کہ اس بکری کے بچے کے گوشت میں زہر کس نے ملایا ہے زینب نے کہا میں نے ملایا تھا حضور انور نے ارشاد کیا کہ اس کی کیا وجہ زینب نے عرض کیا

کو خیبر پر امیر بنا کے روانہ کیا اور عبد المجید ابی صالح السمان سے اور وہ ابو ہریرہ اور ابو سعید سے مثل پہلی حدیث کے روایت کرتے ہیں۔

عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر یہود کو اس شرط پر دیدیا کہ وہ اس میں کھیتی کریں اور جو کام ہو وہ کریں اور جو اُسکی پیداوار ہو اس کا نصف لے لیں۔

اُس بکری کا بیان جو خیبر میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے زہر آلود کی گئی اسکو عروہ نے حضرت عائشہ سے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی نے زہر آلود بکری ہدیہ بھیجی۔

کہ اس جنگ میں میرا باپ میرا بھائی اور میرا شوہر اور میرا چچا قتل ہو گئے میں نے خیال کیا کہ اگر تم اپنے دعوے میں جھوٹے ہو گے تو اسے کھا کے مر جاؤ گے اور خلقت تمہاری آفت سے خلاصی پا جائے گی اور اگر آپ سچے پیغمبر ہوں گے تو خداوند تعالےٰ زہر کی کیفیت سے تمہیں اطلاع دیدے گا اور کوئی مضرت آپ کو نہیں پہنچے گی آپ نے اس پر رحم کھایا اور اسے چھوڑ دیا۔ اگرچہ بعض مورخوں نے غلطی سے یہ لکھا ہے کہ آپ نے اسے قتل کر دیا مگر یہ بات غلط ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ زینب کو قید کر دیا تھا اگرچہ ہشامی اور کاتب الواقدی نے اس کے قتل کی نسبت روایت نقل کی ہے۔ اس زہر کا اثر حضور انور کے خون میں دم وصال تک رہا اور یہی کیفیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رہی۔

قانون جنگ کے مطابق حضور انور نے اہل خیبر کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا وہ یہ سنکے رونے پیٹنے لگے اور حضور انور سے عرض کیا کہ ہماری کل زمینیں اور باغات مسلمانوں کو سونپ دیدیئے جائیں ہم وہاں کام کریں گے ہمیں ہمارے کام کی صرف مزدوری مل جایا کرے چنانچہ حضور انور نے ان پر رحم فرمایا اور اسے یہ معاہدہ کیا کہ یہ باغات اور زمین ہم تمہارے سپرد کر دیتے ہیں مسلمانوں کو ان پر قبضہ نہیں دیتے صرف اتنی بات ہونی چاہیئے کہ سالانہ آمدنی میں سے نصف بیت المال میں داخل کر دو اور نصف اپنی اجرت کا خود لیلو حضور انور فدک کیطرف بڑھے جو یہودیوں کا ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اور خیبر سے کچھ دور فاصلہ پر نہیں تھا آپنے محیصہ بن مسعود کو اہل فدک کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ ان کے آگے یہ شرطنامہ پیش کرو اگر ان شرائط پر وہ راضی ہو جائیں تو ان سے کچھ سروکار نہ رکھو اور اگر راضی نہ ہوں تو جنگ کا اعلان دیدو چنانچہ محیصہ نے ساری شرطیں اہل فدک کے آگے پیش کر دیں یہودیوں نے کہا کہ عامر۔ یاسر۔ حارث اور سعد یہ بڑے بڑے سردار بمقام نطاط موجود ہیں اور ان کے ساتھ دس ہزار خونخوار فوج ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ایسی جرأت ہو گئی کہ وہ ایسے خونخوار

کثیر التعداد لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کو تیار ہیں محیصہ نے جب یہ دیکھا کہ اہل فدک برسرِ صلح نہیں ہیں تو مجبوراً اس پر بھی انھوں نے وہاں دو دن قیام کیا اور انھیں اپنے خیال پر نظر ثانی کرنے کی مہلت دی مگر دو دن تک کوئی جواب یہودیوں کی طرف سے اس کے علاوہ نہیں ملا۔ آخر محیصہ واپس آنے لگے یہودیوں نے جب آپ کے جانے کی خبر سُنی تو کہا کہ آپ ذرا اور صبر کریں ہم اپنے سرداروں سے مشورہ کر لیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنے چند سرداروں کو آپ کے ساتھ کر دیں وہ خود محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے آگے جا کے صلح کی شرطیں طے کر لیں گے اسی اثناء میں اہل ناعم کے قتل کی خبریں فدک والوں کو پہنچیں۔ یہ سُنکے وہ بہت ہی ہراساں ہوئے اور محیصہ سے کہا کہ اہل خیبر اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے متعلق جو کچھ ہم نے کہا ہے اسے تم زمانہ میں رکھنا ہم تمہارے منشاء کے مطابق ساری باتیں کر دیں گے۔ چنانچہ وہ خاموش ہو رہے۔ یہودیوں نے اس کے بعد اپنے سردار یوشع بن یوشع کو ڈپوٹیشن سرکردہ بنا کر حضور انور کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ صلح نامہ لکھا جائے چنانچہ یہ ڈپوٹیشن ثون کی سرکردگی میں حضور انور کی خدمت میں پہنچا اور آخر باہم صلح نامہ ہو گیا۔ شرط وہی ہوئی جو مذکور ہوا۔ ہم ہو چکی تھی کہ یہودی خود کاشت کریں آمدنی نصف رسول اللہ کی خدمت میں پیش کر دیں بیت المال کیلئے اور نصف خود لے لیں۔ حضرت فاروق اعظم نے اپنے زمانہ خلافت میں نصف حصہ زمین کو جو یہودیوں کے پاس تھی پانچ ہزار درم میں خرید کے بنی فاطمہ کو دیدی تھی اس کم قیمت ٹکڑہ زمین کا جھگڑا اس قدر پھیلا کہ اس نے زمین آسمان سر پر اُٹھا لیا رسول اللہ کی زندگی میں فدک آپ کی ذات کے لئے مخصوص نہیں ہوا تھا اس لئے آپ نے اسے اپنے ساتھ مخصوص کرنا چاہا تھا۔ اس کی آمدنی کا نصف حصہ رسول اللہ کی خدمت میں پیش ہوتا تھا۔ اور آپ اسے بیت المال میں داخل کر دیتے تھے حضرت علی نے اس پر حضور کی وصال کے بعد براہ راست قبضہ کرنا چاہا اس پر حضرت عباس نے اعتراض کیا کہ علی کے علاوہ ہمارا بھی حق ہے چنانچہ حضرت ابوبکر نے اس کا انتظام حضرت عباس اور

حضرت علی کے سپرد کر دیا اور یہ حکم دیدیا کہ اس کی آمدنی آپس میں تقسیم کر لی جائے اس آمدنی کے تقسیم ہونے پر حضرت علی اور عباس میں کئی دفعہ جھگڑا اور جھگڑے کی عدالت تک پہنچی کہ سخت کلامی تک نوبت آگئی حضرت عباس کا منشا یہ تھا کہ گورنمنٹ مدینہ اس پر قبضہ رکھے خود اس کی آمدنی وصول کرے اور باقاعدہ طور پر ہم میں تقسیم کر دے مگر حضرت علی یہ نہیں چاہتے تھے۔ نہ حضرت عمر کا یہ منشا تھا کہ بنو ہاشم کے معاملہ میں دخل دیا جائے اس لئے فدک کو آپ نے حضرت علی کے سپرد کر دیا اور اخیر زمانہ تک یہ فدک حضرت علی کے قبضہ میں رہا اور آپ کے بعد آپ کی اولاد اس پر قابض رہی۔ اس فدک کا مفصل حال مولانا مہدی علی صاحب محسن الملک نے اپنی کتاب آیات بینات میں واضح طور پر لکھا ہے جس کا خلاصہ ہم یہاں ناظر کتاب کی دلچسپی کے لئے نقل کرتے ہیں۔ (وہو ہذا)

قاموس میں لکھا ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور مصباح اللغۃ میں لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینہ سے دو روز کی راہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل۔ اور لسان العرب میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں اور ازہری کہتے ہیں کہ وہ ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ حجاز کے ایک طرف میں واقع ہے اس میں چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور خدا نے اسے اپنے پیغمبر پر فئے کیا تھا۔ اور مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع مطبوعہ جرمنی کی جلد دوم صفحہ ۳۳۷ میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں راہ مدینہ سے دو یا تین دن کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور اسے خدا نے اپنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فئے کیا تھا اس لئے کہ صلحاً حاصل ہوا تھا اس میں چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور معجم البلدان یاقوت حموی میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں مدینے سے دو دن کی راہ پر اور بعض روایت میں تین دن کی راہ پر۔ اور یہ گاؤں ہجرت کے سات ویں سال صلحاً نصف پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آیا تھا۔ اور اس میں بہت سے چشمے پانی کے اور خرمے کے درخت تھے فتح الباری شرح صحیح بخاری

یہ تحقیق ہے انھوں نے ایک معمولی واقعہ کو اس رنگ آمیزی سے بیان کیا کہ وہ مثل قصے کے ہو گیا وہاں نہ کوئی قلعہ تھا نہ اس کا کوئی دروازہ تھا کچھ بھی نہ تھا ایک معمولی مٹی کی گڑھی تھی جسے مسلمانوں نے حملہ کر کے فتح کر لیا تھا جس کا یہ دندمچا ہوا ہے اور فتح خیبر کا رونا رویا جا رہا ہے۔ غرض فتح ہونے کے بعد سب سے اخیر قموص کے گڑھی والوں نے بھی اطاعت قبول کر لی اس شرط پر کہ اہل قلعہ جہاں چاہیں چلے جائیں اور اپنا کل مال و اسباب مسلمانوں کو دے جائیں یہودیوں کے ساتھ جب وہ قلعہ سے باہر نکلے تو کنانہ یہودیوں کا سردار بھی مع اپنے چچا کے باہر آیا۔ حضور انور نے اس سے دریافت کیا کہ مال و اسباب کہاں ہے کنانہ اور اس کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ وہ تو سب صرف ہو گیا اس سے لڑائی کا سامان خریدا اور کھایا پیا آن حضرت نے فرمایا کہ تم سے یہ معاہدہ ہو چکا ہے کہ تم بالکل

ہاتھوں سے بزرگی دی (یعنی اُسے شہید کیا) اور اُسے اللہ نے میرے ذلیل کرنے سے باز رکھا یعنی اگر وہ مجھے مار ڈالتا تو ہمیشہ کفر کے باعث دوزخ میں جلتا)

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا نے (کسی کو) ابو بکر صدیق کے پاس (اُن کے زمانہ خلافت میں) بھیجا اور کہا اپنا حصہ ۔ خدا صلے اللہ علیہ وسلم مال سے جو کہ اللہ نے آپ کو مدینہ اور فدک سے بطور فے دیا تھا۔ اور جو کچھ خمس سے باقی رہ گیا تھا لینا چاہتی ہیں۔ حضرت ابو بکر نے جواب دیا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ ہاں آل محمد اس مال میں سے بقدر ضرورت لے سکتی ہے اور میں بخدا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو جس طرح آپ کے زمانہ میں تھا اس صورت سے ہرگز نہ بدلوں گا۔ اور جس طرح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم عمل درآمد کرتے تھے اسی طرح میں بھی کروں گا۔ حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ کو وراثت کے طور پر حصے سے انکار کر دیا حضرت فاطمہ ابو بکر پر خفا ہوئیں اور پھر ابو بکر سے نہ ملیں اور نہ اُنھوں

آزاد ہو یہاں چاہو چلے جاؤ۔ مگر مال مسلمانوں کے حوالہ کر جاؤ۔ تم جو کچھ کہتے ہو اسپر نظر ثانی کرو اور سچ سچ بتا دو کہ مال ہے یا نہیں اس پر بھی کنانہ نے انکار کیا۔ حضور انور نے فرمایا کنانہ! اگر یہ بات غلط ہوئی تو تمہارا خون ہمارے لئے جائز ہو جائے گا اور پھر تمہیں امان نہیں دی جائے گی۔ کنانہ نے کہا بے شک اگر یہ بات غلط ہو تو آپ ہمیں قتل کر ڈالئے۔ حضور انور نے حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی کو اس بات کا گواہ بنا دیا اور اس معاملہ کی اس طرح تکمیل کی ایک یہودی نے بطور مشورہ اور نصیحت کے کنانہ سے کہا کہ اگر تمہیں معلوم ہے کہ مال کہاں گیا یا خود تمہارے پاس ہے تو کیوں نہیں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو بتا دیتے اگر مال ہوا اور انہیں اطلاع ہو گئی تو تم رسوا ہو گے۔ کنانہ نے یہودی کو بہت سخت سست کہا اور اس کی بات نہ مانی اتفاق سے ایک یہودی نے جس کا نام

بات کی پھر حضرت فاطمہ کا انتقال ہو گیا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہی تھیں جب حضرت فاطمہ کا انتقال ہو گیا تو ان کے شوہر حضرت علی نے بوقت شب دفن کر دیا اور کسی کو خبر نہ کی اور خود ہی اُن کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت فاطمہ کی زندگی میں حضرت علی کی بہت آبرو تھی جب حضرت فاطمہ فوت ہو گئیں حضرت علی نے لوگوں کو ناراض پایا تو حضرت ابوبکر سے صلح اور بیعت کرنے کی درخواست کی اور اُن چھ ماہ میں (بوجہ تیمارداری فاطمہ) بیعت نہیں کی تھی حضرت ابوبکر سے کہلا بھیجا کہ تم ہمارے پاس آؤ اور کوئی دوسرا تمہارے ساتھ نہ آئے (یہ اس واسطے کہا) کہ کہیں حضرت عمر نہ آجائیں حضرت عمر نے کہا ہرگز نہیں بخدا تم اکیلے اُن کے پاس نہ جانا حضرت ابوبکر نے کہلا بھیجا اُن سے یہ امید نہیں ہے کہ وہ میرے ساتھ کچھ برائی کریں گے بخدا میں تو اُن کے پاس (اکیلا) جاؤں گا حضرت ابوبکر اُن کے پاس گئے حضرت علی نے خدا کو شاہد جانکر کہا ہم تمہاری بزرگی کو جو کچھ اللہ نے تمہیں عنایت کی ہے (خوب) جانتے اور ہم آپ سے حسد نہیں کرتے جو کچھ بہتری اللہ نے تمہیں دیدی لیکن

ثعلبہ بن ابی الحقیق تھا حضور انور سے بیان کیا کہ میں اس مال کے متعلق اتنا جانتا ہوں کہ کنانہ فلاں ویرانہ کی طرف کئی کئی دفعہ گیا اور اس کے گرد پھرا ممکن ہے کہ اسی ویرانہ میں اس کا خزانہ مدفون ہو حضور انور نے ثعلبہ کے کہنے پر زبیر کو چند مسلمانوں کے ساتھ اس ویرانہ میں بھیجا چنانچہ مسلمانوں نے اس ویرانہ کو کھا کھودا اور مال نکل آیا لہٰذا معاہدہ کے مطابق کنانہ کا خون جائز ہو گیا حضور انور نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے سپرد کر دیا انھوں نے اپنے شہید یا مقتول بھائی کے انتقام میں کنانہ کو قتل کر ڈالا۔ سر ولیم میور متوفی نے اپنی لائف اوف محمدؐ جلد ۴ صفحہ ۲۰۶ میں لکھا ہے کہ آں حضرت نے کنانہ کو زندہ جلا دیا مگر اس نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا کہ یہ جلانے کی روایت کہاں سے آئی اس کے بعد کل عورتیں اور یہودی اور ان کا مال و متاع مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا صفیہ کنانہ کی بیوہ دحیہ کلبی کے حصہ

تمام خلافت میں خود مختار رہو گئے اور ہم قرابت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیوجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ مشورہ میں ہمیں بھی لیا جائے گا حضرت ابو بکر کے آنسو بہنے لگے حضرت ابو بکر نے جواب دیا بخدا (صلہ رحمی) قرابت رسول اللہ کی مجھے اپنی قرابت کی صلہ رحمی سے بہت زیادہ پسند ہے اور جو کچھ ہمارے اور تمہارے درمیان اس مال میں اختلاف ہوا میں اس میں ہرگز خیر امر سے کوتاہی نہ کروں گا۔ اور جس چیز کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عمل درآمد کرتے ہوئے دیکھا ہے اسے کئے بغیر نہ چھوڑوں گا حضرت علی نے ابو بکر سے کہا کہ بیعت کے واسطے آپ سے زوال کے بعد کا وعدہ (میں کرتا ہوں) جب حضرت ابو بکر نے نماز ظہر پڑھی منبر پر چڑھے اور کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت علی کا حال اور اُن کا بیعت سے تخلف اور انکار و عذر کرنا جو کچھ انھوں نے عذر کیا تھا سب بیان کیا پھر حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھا اور طلب مغفرت کی اور ابو بکر کی تعظیم کی اور کہا جو کچھ قصہ کہ آپ نے اس میں کچھ ہم ابو بکر سے حسد نہیں کرتے تھے اور نہ اُن کی فضیلت خداداد کا انکار کرتے تھے لیکن ہم یہ سمجھتے تھے

میں آئی حضور انور نے اس عورت پر رحم کھایا اور اس کے عوض کوئی رقم دیکے اس عورت کو آزاد کر دیا۔ صفیہ اس احسان سے بہت مشکور ہوئی اور اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ حضور انور اس سے نکاح کر لیں چنانچہ آپ نے منظور کر لیا۔ اسی شب زینب بنت حارث کی طرف سے جو مرحب کی بہن تھی۔ حضور انور کے پاس دعوت کا پیغام آیا آپ نے اس کی دعوت قبول کر لی وہ بدنصیب کھانے میں زہر ملا کے لائی آپ نے اپنے صحابہ کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھایا اور جب آپ نے پہلا ہی لقمہ مونہ میں ڈالا تو فوراً پہچان لیا کہ اس کھانے میں زہر ملا ہوا ہے اسیوقت آپ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لو۔ اس پر بشیر بن البراء نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ اس کھانے سے جب میں نے مونہ میں نوالہ ڈالا تو کراہت معلوم ہوئی میں چاہتا تھا کہ نوالہ کو

کہ مشورہ میں ہم بھی شریک کیے جائیں گے مگر حضرت ابو بکر ہم پر (بغیر ہمیں مشورہ میں شریک کئے) مستقل ہو گئے اس وجہ سے ہم اپنے دل میں رنجیدہ ہو گئے تھے۔ مسلمان اس سے بہت خوش ہوئے اور بولے تم نے درست کہا اور مسلمان حضرت علی کے ساتھی تھے جنہوں نے امر بالمعروف کی طرف رجوع کیا (یعنی جب حضرت ابو بکر سے بیعت کر لی سب مسلمان اُن کے دوست ہو گئے)

سعید بن المسیب ابی سعید خدری اور ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو خیبر پر عامل مقرر کیا تھا وہ آپ کے پاس عمدہ کھجوریں لایا آپ نے پوچھا کیا ساری خیبر کی کھجوریں ایسی ہیں وہ بولا نہیں یا رسول اللہ ہم اس کا ایک صاع دو صاع کے بدلے اور دو صاع اس کے تین صاع کے بدلے لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیت کر بلکہ بُری کھجوریں درہموں کے بدلے بیچ ڈال پھر درہموں کے بدلے عمدہ خریدے عبدالعزیز بن محمد کہتے ہیں عبدالمجید سے روایت ہے وہ سعید سے روایت کرتے ہیں کہ ابو سعید اور ابو ہریرہ نے اُن سے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی عدی کے بھائی انصاری

کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ میں لکھا ہے کہ فدک ایک قصبہ کا نام ہے اس میں اور مدینہ میں تین دن کا فاصلہ ہے قاضی نور اللہ تستری احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ صاحب ابطال الباطل کا یہ کہنا کہ فدک خیبر کے گاؤں میں سے ایک گاؤں تھا جھوٹ ہے اس وجہ سے کہ صاحب جامع اصول نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ عمر رضؓ نے جو چیزیں بیان کیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ کے لئے صفایا بنی نضیر اور خیبر اور فدک کا ثلث تھا۔ اور جناب مولانا سید دلدار علی صاحب عماد الاسلام کے دسویں باب کی فصل اول میں شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید معتزلی سے نقل کر کے فدک کی حقیقت وہی بیان فرماتے ہیں جو قاضی صاحب نے بیان کی ہے۔

فدک کے حدود جو کچھ حضرات شیعہ نے بیان کئے ہیں اور اس حدود بندی کا قصہ اُنھوں نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی آٹھویں جلد کتاب الفتن صفحہ ۱۰۱ میں فدک کی حد بندی کی نسبت بسند عبداللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادق سے یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاطمہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جبرئیل آئے اور کہا اے محمدؐ اُٹھو خدائے تبارک وتعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کے لئے اپنے پروں سے فدک کی حد بندی کر دوں۔ آپ جبرئیل کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر میں لوٹ آئے۔ اور حضرت سیدہ کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ جبرئیل نے میرے لئے اپنے پروں سے فدک کی حد بند کر دی ہے۔

ہم کو افسوس ہے کہ کوئی روایت حضرت امامیہ نے کسی امام کی طرف سے ایسی بیان نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوتا کہ جبرئیل امین نے اپنے پروں سے جو حدود فدک کے مقرر کئے تھے وہ اسی قریہ یا بلدہ کے تھے جو ایک گاؤں مدینہ سے دو دن یا تین دن کی راہ پر ہے۔ یا وہ حدود مقرر کئے تھے جن کا ذکر حضرت امام

موسےٰ کاظم کی روایت میں ہے جس کی ایک حد عدن اور دوسری سمرقند اور تیسری افریقہ اور چوتھی سمندر جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے۔ تھی۔ اور جس کی نسبت ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ تو سب دنیا ہے اور جو روایت ہے جسے اب ہم بیان کرتے ہیں۔

بحار الانوار میں مناقب ابن شہر آشوب سے ملا باقر مجلسی نے نقل کیا ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسےٰ کاظم سے کہا کہ آپ فدک لے لیجے حضرت نے انکار کیا۔ اور جب کبھی ہارون رشید ان سے فدک کے لئے کہتا تو انکار ہی کرتے۔ آخر جب اس نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اسے نہ لوں گا جب تک مع اپنے حدود کے نہ دیا جائے۔ ہارون رشید نے کہا اچھا اُس کے حدود بتلاؤ۔ امام نے فرمایا کہ اگر میں نے اُس کے حدود بتائے تو تم ہرگز نہ دوگے۔ ہارون رشید نے کہا قسم ہے تمہارے نانا کی ضرور دونگا تب امام نے کہا پہلی حد اس کی عدن ہے۔ یہ سُنکر ہارون رشید کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ پھر امام نے کہا کہ دوسری سمرقند ہے۔ یہ سُنکر ہارون رشید کا چہرہ اُمڈانے لگا۔ پھر امام نے کہا کہ تیسری حد اس کی افریقہ ہے یہ سُنکر ہارون رشید کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ پھر امام نے فرمایا کہ چوتھی حد اس کی سمندر کا کنارہ ہے جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے۔ تب ہارون رشید نے کہا کہ آپ نے ہمارے لئے تو کچھ بھی نہ چھوڑا امام نے کہا کہ میں نے تم سے پہلے ہی کہدیا تھا کہ اگر میں فدک کے حدود بتاؤں گا تو تم کبھی نہ دوگے۔ اسی پر ہارون رشید نے امام کے قتل کا ارادہ کرلیا اس روایت کو لکھکر پھر ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ ابن اسباط کی روایت میں پہلی حد اُس کی عریش مصر اور دوسری دومۃ الجندل اور تیسری حد اور چوتھی سمندر بیان کی تھی اس پر ہارون رشید نے کہا کہ یہ سب دنیا ہے۔ اس پر امام نے کہا کہ یہ سب یہودیوں کے قبضہ میں ابو بالہ کے مرنے کے بعد تھی۔ پس اُس کو خدا و رسول نے اپنے لئے بغیر جنگ و جدال کے کرلیا۔ اور خدا نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو حکم دیدیا کہ یہ حضرت فاطمہ کو دیدو۔
ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حد بندیاں جو بیان کی گئیں اس کے خلاف ہیں جو لغت نویسوں نے بیان کی ہیں اور پھر اس کا جواب ملا صاحب یہ دیتے ہیں کہ شاید مراد امام کی یہ ہے کہ یہ سب فدک کے حکم میں داخل ہیں اور گویا دعوے اُن سب پر تھا۔ اور فدک کا نام صرف مثالاً اور تلمیحاً تھا (صفحہ ۱۰۱ بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران) یہ روایت متعلق حدود فدک کے جو حضرات شیعہ بیان کرتے ہیں اسے ہم نے اس لئے یہاں بیان کیا کہ گویا وہ فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہیں یعنی جہاں تک مسلمانوں کے قبضہ میں تھا وہ فدک کے حکم میں داخل تھا۔ اور حضرت فاطمہ اسی کا مطالبہ فرماتی تھیں۔ مگر فدک جیسا کہ ہم اپنی روایتوں سے اُوپر بیان کر چکے ایک موضع ہے اور اس کے حدود جس طرح سب گاؤں کے معین اور معلوم ہوتے ہیں سب جانتے تھے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا انتظام انھیں لوگوں کے سپرد کر دیا تھا جن سے صلحاً لیا گیا تھا۔ اور یہ قرار پایا تھا کہ جو کچھ پیدا ہوا وس میں سے نصف وہ لوگ لے لیا کریں۔ اور نصف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیدیا کریں۔ چنانچہ مطابق اس کے ہر سال پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کر کے آنحضرت کا حصہ نصف لے آتے۔ اور جو غلہ وہاں سے آتا اُسے حضرت اپنے اہل و عیال کے لئے رکھ کر باقی مسلمانوں کو تقسیم کر دیتے۔
مگر حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ اس کی آمدنی ہر سال چوبیس ہزار دینار تھی جیسا کہ ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اہل فدک کے ساتھ تعہد کر لیا تھا کہ وہ ہر سال چوبیس ہزار دینار دیا کریں کہ اس زمانہ کے حساب سے تقریباً تین ہزار چھ سو تومان (سکہ ایرانی) ہوتے ہیں اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہیں کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اسکا ہوتا ہے

اور صاحب تسہیل المطاعن نے لکھا ہے کہ ابو داؤد اپنی سنن میں لکھتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ ہوئے تو اس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔

فدک کیونکر آنحضرت صلعم کے قبضہ میں آیا

فتح الباری کی جلد ششم صفحہ ۱۳۹ میں لکھا ہے کہ تمام اصحاب مغازی نے فدک کے آنحضرت صلعم کے قبضے میں آنے کا قصہ یہ بیان کیا ہے کہ فدک کے باشندے یہودی تھے جب خیبر فتح ہو گیا تو اُن لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمیں امن دیں ہم شہر کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اور ابو داؤد نے زہری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ خیبر کے کچھ باقی لوگ قلعہ بند ہو گئے تھے انھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمارا خون معاف کر دیجئے اور ہمیں چلے جانے کی اجازت دیدیجئے آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس کو اہل فدک نے سُنا اور انھوں نے بھی ایسا ہی معاملہ کیا۔ اور ابو داؤد نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقیہ اہل خیبر کا محاصرہ کر رہے تھے کہ اُسی اثنا میں فدک والوں سے اور چند معین گاؤں والوں سے صلح ہو گئی۔

تفسیر کبیر صفحہ ۲۷۱ مطبوعہ مصر میں آیہ ما افاء اللہ علے رسولہ منھم کے شان نزول میں لکھا ہے کہ یہ آیت فدک کے متعلق ہے اس لئے کہ فدک کے باشندے جلاوطن کر دیئے گئے تھے اور اُن کے سب گاؤں اور مال بغیر لڑائی کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آ گئے تھے۔ اور فدک ہی کے غلہ میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنا اور اپنے عیال کا خرچ نکال کر باقی کو ہتھیاروں وغیرہ میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔

امام ابو العباس احمد بن یحیٰے بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں کہ اسامہ بن زید

نے ابن شہاب سے اور انھوں نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ رسول اللہ کے تین صفایا تھے (صفایا اس مال اور چیز کو کہتے ہیں جو امام غنیمت میں سے اپنے لئے علحدہ کرلے) اول بنی نضیر کا مال دوسرے خیبر تیسرے فدک بنی نضیر کے مال آنحضرت صلعم نے اپنی ضرورتوں کے لئے روک لئے تھے اور فدک مسافروں کے لئے تھا اور خیبر کے تین حصے کرکے دو مسلمانوں کو تقسیم کر دیتے تھے اور ایک حصہ اپنے لئے اور اپنے اہل کے لئے روک لیا تھا۔ آنحضرت کے اہل کے خرچ سے جو بچ رہتا تھا وہ فقرائے مہاجرین کو دیدیا جاتا تھا (دیکھو صفحہ ۲۰ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی)

اسی کتاب میں یہ بھی روایت ہے کہ لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے خیبر سے مراجعت فرماتے ہوئے محیصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس دعوۃ اسلام کرنے کو بھیجا اُن کا رئیس ایک شخص یہودی بنام یوشع بن نون تھا یہودیوں نے نصف حصہ زمین پر رسول اللہ سے صلح کرلی مسلمانوں نے سوار و لشکر سے اس قسم کا حملہ نہیں کیا تھا اس لئے یہ حصہ خالص رسول اللہ کا تھا۔ جو مسافر آپ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے اُن کے صرف میں اس کی آمدنی آیا کرتی تھی اُس کے باشندے وہیں فدک میں رہا کئے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اور انھوں نے حجاز سے یہودیوں کو نکال دیا۔ ابو الہیثم مالک بن تیہان اور سہل بن ابی خیثمہ اور زید بن ثابت انصاریوں کو فدک میں بھیجا اُنھوں نے اس کی نصف زمین کی منصفانہ قیمت مقرر کرکے یہود کو دیدی اور ملک شام کی طرف اُن کو نکال باہر کیا (دیکھو صفحہ ۹۰ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی) قریب قریب اس کے تاریخ طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر میں بھی لکھا ہے۔

قاضی نور اللہ شستری صاحب احقاق الحق نے بحوالہ معجم البلدان مؤلف یاقوت حموی شافعی کے لکھا ہے کہ فدک کو اللہ تعالےٰ نے سنہ سات ہجری میں اپنے رسول پر صلح کے طور پر فے کیا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ خیبر میں جاکے

ترے اور اسکے قلعوں کو فتح کیا اور اس میں کوئی نہ رہا صرف ایک تہائی لوگ رہگئے اور اُن پر حصار کی سختی ہوئی تو اُنھوں نے رسول اللہ کے پاس آدمی بھیجکر پوچھا کہ اُن کے جلاوطن ہونے پر اُن کو اجازت دیدیں آپ نے اس کو منظور کر لیا۔ پھر یہ خبر اہل فدک کو پہنچی تو اُنھوں نے آپ کی خدمت میں قاصد بھیجکر دریافت کیا کہ ہم سے نصف اموال اور ثمار پر صلح کرلیں آپ نے اسکو بھی منظور کر لیا۔ تو یہ ہے وہ صورت جس پر گھوڑوں اور شتروں کی دوڑ نہیں ہوئی اس لئے یہ خاص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہوئی اور بحار الانوار میں بروایت امام جعفر صادق فدک آنحضرت کے قبضہ میں آنے کی کیفیت اس طرح پر لکھی ہے کہ ایک جہاد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے جب آپ اُس سے لوٹے اور راستہ میں کسی جگہ ٹھیرے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ آپ کے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ اے محمدؐ اُٹھو اور سوار ہو لو۔ آپ سوار ہوئے اور جبرئیل آپ کے ساتھ تھے اور آپ کے لئے زمین ایسی لپیٹ گئی جیسے کپڑا لپیٹ لیتے ہیں یہاں تک کہ فدک پر پہنچے۔ جب اہل فدک نے گھوڑوں کا آنا سُنا تو اُن کو یہ خیال ہوا کہ اُن کا کوئی دشمن چڑھ آیا انھوں نے شہر کے دروازے بند کر دیئے اور شہر سے باہر ایک گھر میں ایک بوڑھیا رہتی تھی اسکو کنجیاں دروازوں کی دے کر خود پہاڑوں پر جا چڑھے۔ جبرئیل بوڑھیا کے پاس آئے اور اس سے کنجیاں لیکر شہر کے دروازے کھولے پیغمبر نے اس کے گھر گھر میں دورہ کیا۔ جبرئیل نے کہا۔ اے محمدؐ یہ وہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے خاص آپ کو دیا ہے نہ اور لوگوں کو۔ یہی معنی ہیں اس قول خداوندی کے ما افاء اللہ علی رسولہ الخ۔ پھر جبرئیل نے دروازے بند کر دیئے اور کنجیاں آپ کو دیدیں۔ اور رسول اللہ صلعم نے ان کو اپنے سیف کے غلاف میں رکھ لیا اور وہ غلاف آپ کے کجاوے میں معلق تھا۔ پھر آپ سوار ہوئے اور زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی کہ آپ قافلہ میں پہنچ گئے۔ اور لوگ اس وقت تک اپنے مقام پر بیٹھے

ہوئے سے متفرق نہ ہوئے تھے اور نہ کمین گئے تھے کہ اتنے میں آپ نے فرمایا کہ ہم فدک گئے تھے اور اللہ تعالےٰ نے مجھی کو غنیمت میں اس کو دیا ہے۔ منافقین نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کنجیاں ہیں فدک کی اور اُن کو اپنے غلاف سیف میں سے نکالکر دکھلائیں۔ پھر لوگ سوار ہوئے اور جب مدینہ میں پہنچے تو آپ فاطمہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے بیٹی تیرے باپ کو اللہ تعالےٰ نے غنیمت میں فدک دیا ہے اور وہ تیرے باپ ہی کے لئے خاص ہے نہ اور مسلمانوں کے لئے میں اس میں جو چاہوں سو کروں الخ۔

ملا باقر مجلسی تفسیر فرات بن ابراہیم سے روایت مذکورۂ بالا سے بھی بڑھکر ایک عجیب و غریب روایت کرتے ہیں جو ان کے مذاق کے بالکل مطابق ہے۔ اور جس میں ان کو گویا اس بات کا دکھانا ہے کہ فدک بمدد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور بعد قتل بعض سرداران فدک کے قبضے میں پیغمبر کے آیا تھا اور اس سے ضمناً جناب امیر کا حق فدک پر ثابت کرنا منظور ہے وہ روایت یہ ہے کہ زید بن محمد بن جعفر علوی نے محمد بن مروان سے اور اُس نے عبید بن یحییٰ سے اور اس نے محمد بن علی بن الحسین سے یہ روایت کی ہے کہ جبرئیل پیغمبر خدا صلعم کے پاس آئے اور آنحضرت نے اپنے ہتیار لگائے اور اپنی سواری پر زین کسا اور علی نے بھی اپنے ہتیار لگائے اور زین کھینچا پھر دونوں آدھی رات کو اس طرف چلے جسے کوئی نہیں جانتا تھا اور جہاں خدا نے ان کو بھیجنے کا ارادہ کیا تھا یہاں تک کہ وہ فدک میں پہنچے اس وقت آپ نے علی سے کہا یا تم مجھے اُٹھا کر لیچلو یا میں تم کو اُٹھا کر لیچلوں حضرت علی نے عرض کیا کہ میں آپ کو اُٹھا کر لیچلوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں لیچلوں گا۔ پس آپ نے علی کو اپنے بازو پر اُٹھا لیا اور لے چلے یہاں تک کہ قلعہ فدک کی شہر پناہ پر پہنچ گئے اور وہاں سے علی قلعہ میں داخل ہوئے اور ان کے پاس آنحضرت صلعم کی تلوار تھی اور وہاں جاکر علی نے اذان دی اور تکبیر کہی کہ قلعہ والے اس آواز کو سُنکر گھبرائے ہوئے دروازے پر نکل آئے اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئے

پھر اُن کے سامنے آنحضرت آ گئے اور علی بھی ان کی طرف پہنچ گئے۔ پھر علی نے اٹھارہ آدمی ان کے سرداروں اور بزرگوں میں سے قتل کئے اور باقیوں نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ اور آنحضرت نے اُن کے بچوں کو اپنے آگے کر لیا اور جو اُن میں سے بچے اُن کے مال و اسباب ان کی گردنوں پر رکھکر مدینہ کو لے گئے۔ پس کسی اور کو سوائے آنحضرت صلعم کے فدک کے لینے میں تکلیف نہیں کرنی پڑی۔ اس لئے فدک آپ کے اور آپ کی ذریت کے لئے مخصوص ہوا اور مسلمانوں کا اس میں کوئی حصہ نہوا۔ (صفحہ ۹۰ بحار الانوار کتاب الفتن) غرض کہ یہ امر بین الفریقین مسلم ہے کہ فدک اُن اموال میں سے ہے جس کو فے کہتے ہیں اس لئے اب ہم فے کے معنے اور اس کا مصرف بیان کرتے ہیں۔

فے کے معنے اور اسکا مصرف

لسان العرب میں ہے کہ فے اس غنیمت اور خراج کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کو کفار کے اموال سے بے جنگ و جہاد کے حاصل ہوا ہو۔ اصل میں فے کے معنے رجوع کے ہیں گویا اصل میں مسلمانوں ہی کا تھا انھیں کی طرف لوٹ آیا اور اسی وجہ سے فے اس سایہ کو کہتے ہیں جو بعد زوال کے ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی غرب کی جانب سے شرق کی جانب لوٹ جاتا ہے۔

یہ لفظ فے کا قرآن مجید سے لیا گیا ہے اور یہ کہ وہ کس سے مخصوص ہے اور اُس کا مصرف کیا ہے۔ آیۃ مفصلہ ذیل میں جو سورۂ حشر میں واقع ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب وللہ یسلط رسلہ علی من یشاء ط واللہ علے کل شئی قدیر ۰ ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری فللہ و للرسول ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل الآیۃ تفسیر کبیر کی جلد ششم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۷۱ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مبرد کا قول ہے کہ فا یفئی جب بولا جاتا ہے کہ جب کوئی چیز لوٹے۔ اور جب خدا کسی چیز کو لوٹا دے تو افاء اللہ

بولتے ہیں۔ ازہری کا قول ہے کہ فئے اُن مالوں کو کہتے ہیں جو بغیر لڑائی کے خدا مخالفین سے مسلمانوں کو دلواتا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں مخالفین اپنے وطن فے کل جاویں اور اُن کو مسلمانوں کے لئے چھوڑ جاویں۔ یا جزیہ پر صلح کریں جس کو ہر شخص کی طرف سے ادا کیا کریں۔ یا علاوہ جزیہ کے اور کوئی چیز خون ریزی کے فدیہ میں مے جیسے کہ بنی نضیر نے آنحضرت صلعم کی صلح کیوقت کیا تھا کہ ہر تین آدمی ایک اونٹ کو علاوہ ہتیاروں کے اور جس چیز سے چاہیں بھر لیں اور باقی ماندہ چھوڑ جاویں پس یہ باقی ماندہ مال فے تھا۔ یہی وہ مال تھا جس کو خدا نے کفار سے مسلمانوں کی طرف پھیر دیا۔ اور منہم کی ضمیر یہود اور بنی نضیر کی طرف پھرتی ہے۔ اور فما اوجفتم وجف الفرس والبعیر یجف وجفا و وجیفا سے ہے۔ وجف کے معنے تیز روی کے ہیں جب کوئی شخص کسی کو تیز روی پر آمادہ کرے تب اوجف صاحبہ کہا کرتے ہیں۔ اور علیہ کی ضمیر ما افاء اللہ کی طرف راجع ہے اور من خیل ولا رکاب رکاب اونٹ کی سواری کو کہتے ہیں۔ عرب کے لوگ اونٹ کے سوار ہی کو راکب کہتے ہیں اور گھوڑے کے سوار کو فارس۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی تھی کہ جیسے آپ نے مال غنیمت کو لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے ایسے ہی مال فے کو بھی تقسیم کر دیجئے۔ اس پر خدا تعالےٰ نے اُن دونوں چیزوں میں فرق بیان کر دیا۔ کہ مال غنیمت وہ ہے جس کے حاصل کرنے میں تم نے محنت برداشت کی ہو اور گھوڑوں اور اونٹوں سے اس پر حملہ کیا ہو۔ اور فے اس کے خلاف ہے اس کے حاصل کرنے میں تم کو کچھ تکان نہیں ہوئی اس لئے رسول اللہ صلعم کی سپردگی میں رہے گا۔ وہ جہاں چاہیں اس کو صرف کریں۔

اسی آیت کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ اگر یہ آیت متعلق سوال بنی نضیر کے ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُن کے اموال لڑائی کے بعد ضبط کئے گئے تھے اس لئے چاہیئے کہ وہ مال غنیمت ہوں نہ منجملہ مال فے کے۔ اور اس کا وہ یہ جواب دیتے

ہیں کہ مفسرین نے دو وجہ بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ آیت بنی نضیر کی بستیوں کے متعلق نہیں ہے بلکہ فدک کے متعلق ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگرچہ بنی نضیر کے اموال کے متعلق ہے۔ مگر جب اُن سے لڑائی ہوئی تھی تب مسلمانوں کے پاس گھوڑوں اور اُونٹوں کا کچھ سامان نہ تھا اور نہ کچھ ایسی مسافت قطع کرنی پڑی وہ لوگ مدینہ سے صرف دو میل تھے مسلمان وہاں سے پیادہ پا وہاں چلے گئے صرف رسول اللہ صلعم اُونٹ پر سوار تھے۔ اور لڑائی بھی بہت خفیف سی ہوئی اور گھوڑے اور اونٹ تو بالکل موجود ہی نہ تھے اس لئے خدا تعالےٰ نے ان چیزوں کے حاصل ہونے کو ویسا ہی قرار دیا جیسے بغیر لڑائی کے حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہ مال آنحضرت صلعم کے لئے خاص کر دیا۔ اس کے بعد ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان مالوں کو مہاجرین میں تقسیم کر دیا تھا۔ انصار میں سے صرف تین آدمیوں کو دیا تھا۔ جو حاجت مند تھے۔ ابو دجانہ اور سہل بن حُنیف اور حارث بن صمہ۔ اُن اموال کے متعلق جو رسول خدا صلعم کے ہاتھ میں آئے اور بعد آپ کے خلفاء اور ائمہ اس پر متصرف ہوتے ضرور ہے کہ اُن کے اقسام اور حقیقت اور مصرف کا بیان ذرا تفصیل سے کیا جائے تاکہ معلوم ہو کہ فے جسے کہتے ہیں اس میں اور دیگر اقسام میں مثل غنیمت وغیرہ کے کیا فرق ہے اور اُن اموال پر رسول خدا صلعم یا خلفاء اور ائمہ کا تصرف مالکانہ تھا یا متولیانہ۔ چنانچہ اسے ہم بیان کرتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اکثر صدقہ اور صدقات کا لفظ قرآن مجید اور احادیث میں آیا ہے۔ اس کے دو معنے ہیں ایک عام اور ایک خاص۔ کبھی وہ اپنے عام معنی میں اُن اموال پر بولا جاتا ہے جو مسلمانوں کے مصالح اور انتظام لشکر اور دیگر کاموں میں صرف کرنے کے لئے تحصیل کئے جاتے ہیں۔ اور ان معنے میں صدقہ زکوٰۃ اور اموال لاوارث اور خمس غنیمت اور خراج اور فے وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اور کبھی مخصوص معنے اس کا استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد صرف

زکوٰۃ اور صدقہ اصطلاحی یعنے خیرات ہوتی ہے - اور وہ صدقہ جو اہلبیت رسول پر حرام ہے وہ صدقہ مخصوص ہے یعنے زکوٰۃ اور خیرات -

جو مال آنحضرت صلعم کے قبضے میں آتا اس کی تین قسمیں تھیں - زکوٰۃ - غنیمت فے - زکوٰۃ پر صدقہ کا اطلاق ہوتا ہے اور اس کا ذکر سورۂ توبہ میں ہے اور اسی میں زکوٰۃ کا مصرف بیان کیا گیا ہے - غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو لڑائی میں ہاتھ آئے اور اسی کو بعض انفال بھی کہتے ہیں - اور اس کا ذکر سورۂ انفال میں آیا ہے زکوٰۃ کے مصرف کی نسبت خداوند تعالےٰ فرماتا ہے - انما الصدقت للفقراء والمسکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم ۝ کہ صدقات کے مستحق صرف یہ لوگ ہیں فقیر یعنے وہ محتاج جو سوال نہ کرتے ہوں - اور مسکین یعنے وہ محتاج جو بھیک مانگتے ہوں اور وہ لوگ جو تحصیل زکوٰۃ کے لئے مقرر ہوں اور وہ لوگ جن سے جہاد میں مدد مل سکتی ہو اور ان کی تالیف قلوب منظور ہو - اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرضداروں کے قرض چکانے اور خدا کی راہ میں مثل جہاد وغیرہ کے صرف کیا جاوے اور مسافروں کو دیا جاوے - پیغمبر خدا صلعم پر صدقات کی تقسیم میں بعض منافقوں نے اعتراض کیا تھا کہ پیغمبر دولت مندوں سے مال لے لیتے ہیں اور اپنے اقارب اور اہل مؤدت کو اپنی مرضی کے موافق دیتے ہیں اور عدل کی رعایت نہیں کرتے اس لئے خدا نے اس آیت میں صدقات کا مصرف بیان کر دیا کہ رسول کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے نہ وہ اپنے لئے اس میں سے کوئی حصہ لیتے ہیں نہ اسمیں سے کوئی حصہ آپ کے اقارب اور عزیزوں کے لئے دیا جاتا ہے - پیغمبر صرف اس کے امین اور خازن ہیں اور بموجب حکم خدا کے اس کی تقسیم کرنے والے فکان علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول ما اعطیکم شیئاً ولا امنعکم انما انا خازن اضع حیث امرت کہ میں تمہیں نہ کچھ دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں میں صرف خزانچی ہوں جہاں حکم ہوتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں -

غنیمت کے متعلق سورۂ انفال کے شروع میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین (یعنے پوچھتے ہیں تجھ سے اے محمدؐ مال غنیمت کی نسبت کہدے ان سے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ سو ڈرو اللہ سے آپس میں جھگڑا نکرو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔ یہ آیت بدر کی لڑائی میں جو غنیمت ہاتھ آئی تھی اس کے متعلق نازل ہوئی۔ چونکہ یہ پہلی ہی لڑائی تھی اور پہلی ہی غنیمت جو مسلمانوں کو ہاتھ لگی تھی اس لئے اس کی نسبت کچھ جھگڑا پیدا ہوا۔ اور جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے جھگڑے کا سبب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں غنیمت کے مال کا یہ دستور تھا کہ تقسیم ہونے سے پہلے سردار لشکر جو چاہتا تھا اول اپنے لئے پسند کر لیتا اور اسی پسند کی ہوئی چیز کو صفی کہتے (جس کی نسبت صفایا کا لفظ مستعمل ہے اور جا بجا اس بحث میں آیا ہے) اور بروقت تقسیم کے چوتھا یعنے چہارم حصہ سردار لشکر کو دیا جاتا تھا باقی جو رہتا وہ لڑنے والوں اور فتح کرنے والوں میں تقسیم ہوتا۔ اور اگر کوئی چیز خاص کسی شخص کے ہاتھ آتی تو وہ اس کو اپنی ملکیت سمجھتا۔ اور اس طور پر زبردست اور تونگر لوگ غریبوں پر ظلم کرتے اور عمدہ اور اچھا مال خود لے لیتے۔ مال غنیمت کی نسبت بھی انھیں خیالات سے کچھ جھگڑا پیدا ہوا اور چونکہ اس وقت تک مسلمانوں کے لئے غنیمت کے مال کی نسبت کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ چوتھا اور صفی (یعنے جو مال پسند آوے) غنیمت میں سے لے لیں اور باقی چھوڑ دیں تاکہ ہم آپس میں تقسیم کر لیں اس پر خدا نے یہ حکم بھیجا کہ مال غنیمت کسی کی ملکیت نہیں ہے بلکہ خدا اور خدا کے رسول کی ملکیت ہے اس پر کچھ جھگڑا نکرو۔

واضح ہو کہ للہ والرسول سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ خدا کے لئے نصف حصہ ہوا اور نصف رسول کے لئے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ خدا کا مال ہے اور رسول اس کا امین اور تقسیم کرنے والا ہے۔ رسول کا نام لینے سے یہ مدعا نہیں ہے کہ رسول کی

ذاتی ملکیت اور خانگی مالیت ہے بلکہ اس طرح کے کلام سے صرف خدا ہی کی ملکیت مراد ہوتی ہے اور خدا کی ملکیت قرار دینے سے یہ مطلب ہے کہ کوئی خاص شخص اس پر دعوے نہیں کر سکتا بلکہ خدا جس طرح پر حکم دے۔ اس طرح پر کیا جائے گا پھر اسی صورت کی بیالیسویں آیت میں یہ حکم آیا۔ واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل ۔ کہ مال غنیمت میں سے خمس خدا اور خدا کے رسول کے لئے ہے جو قرابت مندوں اور غریبوں اور یتیموں اور مسافروں کی مدد پہنچانے اور اُن کی حاجت برلانے کے لئے رہے گا۔ اور چار خمس اُن لوگوں میں جو لڑتے تھے یا لڑائی کے متعلق کاموں میں مصروف تھے تقسیم کیا جائے گا۔

الفاظ "لذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل" سے صاف اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ خمس غنیمت مثل ایام جاہلیت کے بحیثیت لشکر کی سرداری کے آپ کی ذات خاص کے لئے خدا نے مقرر نہیں کیا بلکہ جاہلیت کی رسم کو مٹا کر خمس اس لئے مقرر کیا کہ وہ ذاتی ضرورت میں آپ کی اور آپ کے رشتہ داروں کے لئے خرچ ہو اور جو کچھ بچے وہ یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم کیا جائے۔ اور اس میں خدا کو اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا کہ اس نے اپنے رسول کو صرف حفاظت اسلام اور صیانت مسلمین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کفار سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ اس کا رسول ملک گیری اور حصول سلطنت اور اخذ مال متاع حب جاہ کے خیال سے بری اور پاک ہے۔ اور اسی لئے مثل ایام جاہلیت یا دنیا کے عام سرداران لشکر کے نہ غنیمت میں اپنی ذات خاص کے لئے وہ کوئی حصہ لیتا ہے اور نہ اس سے کوئی خانگی جائداد اور ذاتی ملکیت پیدا کرنی اُسے منظور ہے بلکہ جو حصہ غنیمت میں سے نکالا گیا ہے اس میں یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل اور ذوی القربیٰ سب شریک ہیں اور انھیں کی اعانت اور خبر گیری اور رفع ضروریات کے لئے وہ اس کے صرف میں بطور امین اور خازن کے رکھا گیا ہے۔ اور یہ وہ امر ہے کہ جس کو دیکھکر دشمن

دشمن اسلام بھی کسی قسم کی نفسانیت یا حب جاہ اور حصول طلبیت کا ذرا سا بھی الزام رسول پر نہیں لگا سکتا اور یقین کر سکتا ہے۔ کہ اسلام سچا مذہب خدا کا ہے اور اس کے احکام کسی کی ذاتی آسائش اور آرام کے لئے نہیں ہیں اگرچہ وہ خدا کا پیغمبر ہی کیوں نہو اور جو کچھ اس کے نام سے مقرر کیا گیا ہے وہ بھی اس لئے کہ اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی معمولی ضرورت پوری کرنے کے بعد وہ یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کی خبر گیری میں خرچ کرے اپنے واسطے کچھ نہ رکھے اور یہی وہ بات ہے جو آپ کی سیرت اور عادات اور عمل سے ظاہر ہے کہ جو کچھ خمس میں سے آتا بعد اپنے اور اپنے اہل وعیال کے معمولی مصارف کے سب کو آپ خدا کی راہ میں خرچ کر دیا کرتے اور کل کے لئے کچھ نہ رکھتے اور اگر کچھ رہ جاتا تو جب تک خدا کی راہ میں وہ خرچ نہو جاتا آپکو چین نہ آتا۔ واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ

تفسیر صافی میں ہے کہ "قل الانفال للہ وللرسول مختصہ بما یضعانہا حیث شاء کہ یہ مال غنیمت کا خدا اور خدا کے رسول سے مخصوص ہے کہ جہاں وہ چاہیں اسے صرف کریں تہذیب میں امام باقر اور امام جعفر صادق سے بیان کیا گیا ہے کہ فے اور انفال اس مال کو کہتے ہیں۔ جو بغیر خونریزی کے صلحاً حاصل ہوا ہو۔ اور فے اور انفال ایک چیز ہے۔ فئے کے متعلق جو آیتیں ہیں وہ سورۂ حشر میں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے۔ وما افاء اللہ علے رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علے من یشاء واللہ علے کل شئی قدیر۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا اپنے رسول پر فے کرتا ہے یعنے کفار کا مال اسے دلاتا ہے اس میں تقسیم نہیں ہو سکتی اس لئے کہ تم اونٹ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ کے لئے نہیں گئے اور تم کو لڑائی نہیں کرنی پڑی اس لئے اس میں مثل غنیمت کے مال کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد دوسری آیت میں فے کی تقسیم کا بیان ہے اور وہ یہ ہے۔ "ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل" کہ جو فے رسول خدا کو حاصل ہوا وہ خدا اور اس کے پیغمبر اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے کام میں لانے کے لئے ہے۔ فئے کی نسبت بحث طلب امر یہ ہے کہ آیا وہ

مال آنحضرت صلعم کی ملک تھا اور وہ آپ کا ذاتی اور خانگی مال تھا یا وہ آپ کے اختیار میں تھا کہ خدا کے حکم کے مطابق اس کو کام میں لاتے اور جیسی مصلحت ہوتی مسلمانوں کے فائدے اور دیگر ضروریات شرعی میں خرچ کرتے۔

جو بات آپ کی خصلت اور عادت سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ تصرف تو کر سکتے تھے لیکن بالامر۔ یعنے جہاں خدا کا حکم ہوتا تھا وہیں صرف فرماتے۔ مالک خود مختار نہ تھے کہ جس کو جی چاہتا دیدے تے اور جس کو نچاہتا ندیتے۔ بلکہ اس میں ایسا تصرف کرتے تھے جس طرح غلام مامور ہوتا ہے کہ جہاں اس کے مولی کا حکم ہو وہاں صرف کرے۔ اور اس کی تشریح خود آپ نے فرمادی ہے جیساکہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اپنی طرف سے نہ کسی کو دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں۔ میں تو ایک تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے حکم ہوتا ہے دیتا ہوں اور جہاں نہیں ہوتا نہیں دیتا۔ اور جس طرح آپ فئے کے مال کو صرف فرماتے اُس سے بھی یہی بات نکلتی ہے اس لئے کہ جو کچھ ان زمینوں سے آتا جو فئے تھیں اس میں سے آپ اپنی ذات خاص کے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے ایک سال کے خرچ کے لایق لے لیتے اور باقی سواریوں اور سامان لشکر کی تیاری میں صرف فرماتے غرضکہ فئے پر آپ کا تصرف متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور یہ فرمانا خدا کا کہ یہ رسول کے لئے ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں کسی دوسرے کا ساتھیوں میں سے حصہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ غنیمت کے مال کی طرح اس کی تقسیم ہو سکتی ہے وہ رسول کے قبضہ میں رہے گا کہ اس کو اسلام کی ضرورتوں اور لشکر کے کاموں اور اقارب اور یتامیٰ اور مساکین اور محتاجین کی حاجت براری میں صرف کرے۔ اور چونکہ آپ کو کفار سے لڑنے اور صلح کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی اور اس کے انتظام کے لئے مصارف کی بھی حاجت ہوتی۔ اور غنیمت کے مال میں سے چار خمس لشکریوں پر تقسیم ہو جاتے تھے اور ایک خمس جو باقی رہتا وہ دیگر حوائج ضروری کے لئے کافی نہ ہوتا اس لئے وہ مال جو بلا لڑائی دشمنوں سے ہاتھ آتا خاص آپ کے اختیار میں رکھا گیا کہ وہ ملکی

ضرورتوں میں کام آوے۔

تفسیر صافی میں حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ "انفال اور فئے میں وہ مال داخل ہیں جو بغیر لڑائی کے دارالحرب سے حاصل ہوں اور وہ زمین جس کے رہنے والے نکال دیئے گئے ہوں اور بغیر جنگ کے ہاتھ آئی ہو اور زمین اور جنگل اور بادشاہوں کی جاگیریں اور لاوارث کا مال یہ سب فئے میں داخل ہیں۔ اور وہ خدا اور اس کے رسول کا ہے اور بعد رسول کے اس کا جو اس کے قایم مقام ہو" اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فئے ذاتی اور خانگی ملکیت نہیں تھی بلکہ خاص اہتمام میں رسول کے مصالح ملکی کے مصرف کے لئے رکھی گئی تھی۔ اور اسیواسطے وہ بعد آنحضرت صلعم کے اس کے اختیار میں ہوا جو آپ کا قایم مقام ہو۔ ورنہ جو الفاظ "وہی للہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ" کے جو حضرت امام جعفر صادق نے فرمائے بے معنی ہوئے جاتے ہیں۔ اور اصل حدیث کے الفاظ جو صافی میں منقول ہیں یہ ہیں "وفی الجامع عن الصادق الانفال کل ما اخذ من دار الحرب بغیر قتال وکل ارض جلی اہلہا عنہا بغیر قتال وسماہا الفقہاء قبیلا والارضون الموات والاجام والبطون الاودیۃ وقطائع الملوک وسیراث من لا وارث لہ وہی للہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ"

اور پھر دوسری حدیث اسی میں کافی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ "الانفال مالم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب او قوم صولحوا او قوم اعطوا بایدیہم وکل ارض خربۃ وبطون الاودیۃ فہو لرسول اللہ وہو للامام من بعدہ یضعہ حیث یشاء" کہ انفال وہ مال ہے جو بغیر لڑائی کے حاصل ہوا ہو یا صلح سے یا لوگوں کے اپنے آپ دینے سے۔ زمین غیر آباد اور جنگل سے۔ وہ خدا کے رسول کا ہے اور بعد ان کے امام کا کہ جیسا مناسب جانے خرچ کرے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انفال اور فئے صرف متولیانہ پیغمبر کے اور اُن کے بعد امام کے اختیار میں ہوتا ہے ورنہ حضرت امام جعفر صادق جو بقول شیعوں کے پیغمبر خدا صلعم کے ترکے میں تقسیم میراث کے معتقد ہو رہے تھے یہ نہ فرماتے کہ انفال وفئے بعد رسول کے امام کا ہوتا ہے کیونکہ امام کا نفقہ

خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بحیثیت قائم مقامی رسول وہ مال امام تک پہنچتا ہے نہ بحیثیت ترکہ اور میراث کے اور یہ بات تمام دنیا میں جاری ہے کہ شہنشاہ سے لیکر ایک چھوٹے سے رئیس تک جو صاحب مُلک و سیاست ہو وہ دو حیثیتیں رکھتا ہے ایک ذاتی اور خانگی۔ دوسری سلطنتی اور ریاستی۔ پہلی حیثیت کے لحاظ سے جو جائیداد اُن کے قبضہ میں ہوتی ہے وہ اُن کا ذاتی مال ہوتا ہے اور دوسری حیثیت سے جو جائیداد اور خزانہ اور خراج اور دیگر قسم کی عام آمدنی ہوتی ہے وہ سلطنت اور ریاست کے متعلق سمجھی جاتی ہے اور اس کی آمدنی بیت المال میں داخل کیجاتی ہے جس کو اس زمانہ میں اسٹیٹ پراپرٹی اور پبلک ٹریژری کہتے ہیں۔ پہلے مال میں میراث باضابطہ جاری ہوتی ہے۔ اور دوسرے مال پر اس کے قایم مقام کا قبضہ ہوتا ہے اور وہ مطابق اصول معینہ اور قواعد مقررہ اور احکام جاریہ کے تصرف کرتا ہے۔

واعلموا انما غنمتم من شئ" میں جہاں خمس کے صرف کا بیان ہے وہاں صاحب تفسیر صافی یہ لکھتے ہیں" وفی الکافی عن الرضا انہ سئل عن ہذہ الآیۃ فقیل لہ فما کان للہ فلمن ہو فقال لرسول اللہ و ما کان لرسول اللہ فہو للامام" کہ حضرت امام موسےٰ رضا سے کسی نے پوچھا کہ آیہ" ان للہ خمسہ وللرسول" میں جو حصہ خدا کا ہے وہ کس کا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ رسول کے لئے ہے اور جو رسول کے لئے ہے وہ امام کے واسطے ہے اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ مال ذاتی اور خانگی رسول کا نہیں تھا اور نہ بحیثیت وراثت تقسیم ہو سکتا تھا بلکہ وہ امام کو پہنچتا ہے کیونکہ امام رسول کا قایم مقام ہوتا ہے۔ اور تفسیر قمی سے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ" سہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام" خدا اور رسول کے حصّہ کا وارث امام ہوتا ہے۔ اور امام کے لئے ہونے کا سبب یہ ہے کہ جو باتیں پیغمبر کو کرنی پڑتی تھیں یعنے مسلمانوں کی مدد اور قضاء دیوں اور فراہمی سامان لشکر و مصارف حج و جہاد وہ سب امام کو کرنی پڑتی ہیں" کما فی القمی والخمس یقسم علی ستۃ اسہم سہم للہ وسہم لرسول اللہ وسہم للامام فسہم اللہ

وسہم الرسول یہ تہ الامام فیکون للامام ثلاثۃ اسہم من ستۃ وثلثۃ اسہم لایتام الرسول و مساکینہم وابنا سبیلہم وانما صارت للامام وحدہ من الخمس ثلثۃ اسہم لان اللہ تعالے قد الزمہ الزم النبی من مؤنۃ المسلمین وقضاء دیونہم وحملہم فی الحج والجہاد۔

تفسیر منہج الصادقین میں ذیل آیہ "ما آفاء اللہ علے رسولہ" الخ کے لکھا ہے کہ فئے اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے مسلمانوں کے ہاتھ آوے بغیر لڑائی کے اور سوار اونٹ اُس پر حملہ نہ کیا ہو اور یہ مال پیغمبر کے لئے ہوتا ہے اُن کی زندگی میں اور بعد اُن کے اُس آدمی کے اختیار میں جو ائمہ دین سے اُن کا قایم مقام ہو اور اُن کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں دیں اور جس کام میں مناسب جانیں صرف کریں اور یہ قول امیر المومنین کا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں "سوم فئے است (یعنے اموالیکہ ائمہ وولاۃ دراں تصرف دارند) وآن مالی ہست کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدون قتال وایجاف خیل ورکاب وآن رسول را باشد وہند درحیات وی وبعد از وی کسے راکہ قایم مقامی وے باشد از ائمہ دین والیشان بہر کس کہ خواہند وہند وبہر چہ صلاح باشد صرف نمایند واین قول امیر المومنین ہست صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ"

اور یہ قول جو جناب امیر المومنین کا صاحب تفسیر منہج الصادقین نے نقل کیا ہے یہ بھی صاف صاف اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ فئے کے مال پر تصرف رسول کا متولیانہ حقانہ مالکانہ۔ اور آپ کے بعد اس کی تقسیم میراث کے طور پر نہیں ہو سکتی تھی بلکہ وہ آپ کے قائم مقام اور امام وقت کے اختیار میں رہتا تھا اور صاحب تفسیر منہج الصادقین نے اسی کے آگے یہ لکھا ہے کہ "ابن عباس وعمر وفقہائے مابر انند کہ مستحقان فئے وخمس نبوہاشم انداز فرزندان ابوطالب وعباس" اور اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء امامیہ فئے کو ذاتی مال رسول کا یا امام کا نہیں سمجھتے بلکہ وہ اس کا مستحق تمام بنی ہاشم کو سمجھتے ہیں جس سے مراد اولاد ابوطالب اور اولاد عباس ہے نہ صرف بنی فاطمہ۔ قطع نظر روایتوں اور اقوال اور حدیثوں کے خود قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ فئے کا مال کسی کی ذاتی ملکیت اور خانگی جایئداد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آیۃ "

ما افاء اللہ علے رسولہ من اہل القریٰ" میں جو یہ حکم دیا گیا ہے کہ فئے خدا اور رسول اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافرین کے صرف کے لئے ہے اُن میں یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کا شریک کرنا اس لئے ہے کہ یہ مال ذاتی ملکیت نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی خبر گیری کے واسطے ہے۔ اور یہ مثل اُس کے ہے کہ بادشاہ اپنے کسی صوبہ کے حاکم کو آمدنی پر اختیار دے دے اور اُس کے مصارف بتا دے بلاشبہ اُس حاکم کو اختیار ہوتا ہے۔ کہ جو کچھ اس کی ذات کے لئے مقرر ہے وہ اُس میں سے نکالکر باقی آمدنی کو اپنی رائے اور صوابدید کے مطابق اُن مصارف میں صرف کرے جو اُس کے بادشاہ نے بتا دیئے ہیں نہ یہ کہ اُس کے اختیار میں آمدنی ملک کی دینے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی جائیداد سمجھے اور بلا پابندی احکام بادشاہ کے جہاں چاہے خرچ کرے اور اُسے بطور میراث کے اپنے ورثا پر تقسیم ہونے کے لئے چھوڑ جائے اسی طرح فئے کو خدا نے پیغمبر کے اختیار میں دیا اور اس کے مصارف بتا دیئے کہ اپنی ذاتی ضرورتوں میں صرف کرنے کے بعد جو کچھ بچے وہ رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے کام میں خرچ کرے اگر یہ منظور نہ ہوتا اور مالکانہ قبضہ مراد ہوتا تو صرف لفظ للرسول کا اشتراد ہوتا اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل اس کے شریک نہ کئے جاتے۔ اور اسی امر کو آگے چلکر خدا نے زیادہ صراحت سے بیان کر دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے "کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم" یہ حکم ہم نے اس لئے دیا ہے کہ مال فئے اغنیا ہی کے ساتھ مخصوص نہ ہو جائے کہ دست بدست اُن میں پھرتا رہے اور ایسی صورت ہو سکتا ہے جبکہ فئے کا مال ذاتی ملکیت کسی کا ہو جائے اور اباعن جد ایک سے دوسرے کو پہنچتا رہے۔ چنانچہ تفسیر منہج الصادقین میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ "حق سبحانہ آنرا (یعنے فئے را) خاصۂ پیغمبر گردانید و قسمت آن را بر وجیکہ مذکور شد مقرر ساخت و فرمود کہ بریں طریق کہ حکم فئے نمودیم کیلا یکون تنبا شد آن فئے دولۃ آن چیز یکہ متبادل باشد دست بدست گرداں بین الاغنیاء منکم میاں تو انگراں

از شما کہ بآں مکاثرت کنید و بقوت و غلبہ زیادہ از حق خود بردارید و فقرا را اندک دہید یا محروم سازید چنانکہ در زمانہ جاہلیت بود" اس کے بعد مفسر موصوف لکھتے ہیں کہ خطاب باہل ایمان ہست غیر از پیغمبر و اہل بیت وے صلوات اللہ علیہم اجمعین لیکن اس قول کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ مال پیغمبر یا اہل بیت میں سے کسی کا ذاتی ہے کہ اس میں ترکہ و میراث جاری ہو سکے اور ہمارے قول کی تصدیق اس قول سے بھی ہوتی ہے جو علم الہدای کا تفسیر منہج الصادقین میں نقل کیا گیا ہے کہ ذی القربے سے بھی مراد امام ہے نہ قرابت دار اس لئے کہ پیغمبر کا قایم مقام ہوتا ہے اور فئے اس کے اختیار میں ہونا چاہئے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ از علم الہدی نقل ست کہ ذی القربے کہ بصورت مفرد واقع شدہ دلالت میکند بر آنکہ مراد ازاں امام ست کہ قائم مقام پیغمبر ست چہ اگر مراد جمع می بود ذوی القربے واقع مے شد۔

اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر میں ذیل آیہ "کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم" کے لکھتے ہیں کہ الدولۃ اسم للشئی الذی یتداولہ القوم بینہم یکون ہذا مرۃ و ہذا مرۃ اے یکون الفئ متداولا بین الرؤساء منکم یعمل فیہ کما کان یعمل فی الجاہلیۃ و ہذا خطاب للمومنین دون اہل بیتہ علیہم السلام و فی ہذا الایۃ اشارۃ الی ان تدبیر الامۃ مفوض الی النبی و الی الائمۃ القائمین مقامہ و ہذا قسم رسول اللہ اموال خیبر و من علیہم فی رقابہم و اجلی بنی النضیر و بنی قینقاع و اعطاہم شیئا من المال و قتل رجال بنی قریظۃ و سبی ذراریہم و نسائہم و قسم اموالہم علی المہاجرین و من اہل مکۃ یعنے اس آیت مین اشارہ ہے اس امر کا کہ تدبیر امت کی نبی اور ائمہ جو نبی کے قائم مقام ہوں سپرد ہے اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اموال خیبر کو تقسیم کیا اور ان کی جانوں کے باب میں اُن پر احسان کیا اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کو کچھ مال دے کر جلا وطن کر دیا۔ اور بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کیا اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کیا اور اُن کے اموال کو مہاجرین پر تقسیم کیا۔ اور اہل مکہ پر احسان فرمایا۔

ان اقوال مذکورۂ بالا سے یہ بات صاف ثابت ہوتی ہے کہ فئے کا مال غنیمت کے مال سے صرف اس بات میں فرق رکھتا ہے کہ اس میں کسی دوسرے کا حصہ غنیمت کے مال کی طرح نہیں ہوتا۔ اور وہ رسول خدا صلعم کے اختیار میں رکھا گیا تھا تاکہ اس پر آپ متولیانہ قابض رہیں۔ اور خدا کی مرضی اور حکم کے مطابق اسے کام میں لائیں بعد آپ کے خلیفۂ وقت اور امام زمان کے قبضے اور اختیار میں دیا گیا تاکہ وہ بھی انھیں مصارف میں اسے صرف کریں جس میں رسول خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فئے کے مال میں بسبب اس کے کہ وہ ذاتی ملکیت آپ کی نہ تھی میراث جاری نہیں ہوسکتی تھی اور چونکہ فدک اموال فئے میں سے تھا اس لئے اگر آنحضرت صلعم کے متروکہ میں بالفرض میراث بھی جاری ہوتی اور میراث کے حکم عام سے آپ کی ذات مبارک مستثنےٰ بھی نہ ہوتی تاہم فدک بوجہ نہ ہونے ذاتی ملکیت کے تقسیم اور اجرا احکام میراث سے مستثنےٰ رہتا۔

اسی سے بعض دور اندیش امامیہ نے فاطمہؑ کے دعوے فدک کو میراث پر محمول کرنا مناسب نہ جانکے اس کا ہبہ کیا جانا اور فاطمہ کا دعوے ہبہ کرنا پیش کیا حالانکہ آنحضرت کا فدک پر فقط متولیانہ قابض ہونا نہ مالکانہ خود ہبہ کو باطل کرتا ہے۔ کیونکہ ہبہ بغیر قبضۂ مالکانہ ممکن نہیں ہے۔ مگر ہم اس سے قطع نظر کرکے دیکھتے ہیں اور اسے ایک ایسی تاریخی سلسلے سے بیان کرنا مناسب جانتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ حضرات امامیہ کے متقدمین اور متاخرین علما نے اس کی نسبت کیونکر روایتوں سے کیا کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۷۹ سے ملاحظہ ہو)

بحث متعلق ہبہ فدک

اس کے متعلق جو کچھ شیعوں کے اُن بزرگوں نے لکھا ہو جن کا زمانہ ائمہ کرام کے قریب تھا وہ ہماری نظر سے نہیں گزرا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ مفصل نہ ہوگا - ہم کو جہاں تک علم ہے سب سے اوّل کتاب جس میں یہ بحث تفصیلاً بیان کی گئی ہے وہ شافی ہے - جس کو جناب سید مرتضےٰ ملقب بعلم الہدےٰ نے قاضی عبدالجبار کی کتاب مغنی کے جواب میں لکھا ہے - یہ کتاب غالباً چوتھی صدی کے اخیر یا پانچویں صدی کے شروع میں تالیف ہوئی ہے - اس لئے کہ اس کے مولف ۳۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۴۳۳ھ ہجری میں انتقال فرمایا ۱۳۰۱ھ ہجری میں یہ کتاب ایران میں چھاپی گئی اور اس کی نسبت یہ لکھا گیا "وہو کتاب لم یات بمثلہ احد من الانام فی سالف الشہور والاعوام ولا یاتون ابدًا ولو کان بعضہم لبعض ظہیرًا لان ایدہ الطاہرین کانوا لہ فی نصرۃ لہم ہادیا ومؤیدا ونصیرًا - کہ ایسی بے مثل کتاب ہے کہ جس کے مانند گزشتہ زمانہ میں کوئی نہ لکھ سکا اور نہ آیندہ لکھ سکے گا - اس لئے کہ اس کی تصنیف میں ائمہ کرام مصنف کے امداد کی تائید اور مدد تھی -

اسی کتاب شافی کے مضامین کو بہ ترتیب جدید شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی نے لکھا اور اُس کا نام تلخیص شافی رکھا یہ کتاب جیسا کہ خود مولف نے خاتمہ پر لکھا ہے ۴۳۲ھ ہجری میں لکھی گئی - اس کی تعریف میں بھی یہ لکھا گیا ہے "وہو کاصل یات مصنف ولا مؤلف بمثلہ علی رد العلماء العامۃ العمیاء" کہ یہ بھی مثل اپنی اصل کے بے مثل ہے کسی مصنف اور مؤلف نے ایسی کتاب کو رد چشم علماء اہل سنت کے رد میں نہیں لکھی -

حضور انور جب خیبر سے مدینہ کی طرف واپس تشریف لائے تو آپ نے راستہ میں وادی القریٰ کا محاصرہ کر لیا۔ ایک یا دو دن تک تو یہودی خفیف سا مقابلہ کرتے رہے۔ مگر اخیر میں انھوں نے اطاعت قبول کر لی اس طرح گویا یہودیوں پر کامل ان قبائل پر جو مدینہ کے شمال میں آباد تھے مسلمانوں نے فتح حاصل کر لی۔

بہ نسبت اور قلعوں کے خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھ غنیمت کا مال زیادہ لگا سینکڑوں من کھجوریں۔ تیل۔ شہد۔ جو۔ ہزاروں بھیڑیں اور اونٹ۔ ان کے علاوہ منقول جواہرات اور چاندی سونے کے سامان۔ مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ کل مال غنیمت کا پانچواں حصہ حسب قاعدہ حضور انور نے لیا تاکہ آپ غریب مسلمانوں کو اور اپنے کنبہ والوں کو اس میں سے تقسیم کریں۔ باقی چار حصہ میں سے بہت سا سامان

اس کے بعد کتاب کشف الحق و نہج الصدق لکھی گئی جو تصنیف ہے اساطین المتکلمین سلطان العلماء المتاخرین علامہ جلال الدین ابو المنصور حسن بن یوسف بن علی مطہر کی جن کی نسبت قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے مصنف نے سلطان غیاث الدین اولجا بتو خدابندہ کے سامنے علماء اہل سنت سے جو مختلف شہروں سے جمع کئے گئے ہیں مناظرہ کیا اور بدلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ ان کے مذہب کا بطلان اور مذہب امامیہ کی حقیت اس طور سے ثابت کی کہ علماء اہل سنت تمنا کرنے لگے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہو جاتے۔ اور اس کے بعد علامہ ممدوح نے کتاب کشف الحق و نہج الصدق والصواب تصنیف کی۔ اور سلطان مع امرا اور بہت بڑے گروہ علماء اور اکابر کے شیعہ ہو گیا اور باوجودیکہ اس زمانہ میں علماء اہل سنت میں سے بڑے نامی لوگ موجود تھے جیسے کہ قطب الدین شیرازی و عمر کاتبی قزوینی اور مولے نظام الدین مگر کسی نے اس کتاب کے جواب لکھنے کی

غیر ضروری سمجھا گیا نیلام کر دیا گیا۔ اس کے بعد نقد روپیہ مع کل سامان کے اٹھارہ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

گاؤں اور زمینیں دوسرے اصول پر یہودیوں کے حوالے کی گئیں اور اس میں سے ایک حصہ خاص حضور انور کی تحویل میں رہا اسی طرح قلعوں کی بھی تقسیم ہو گئی وہ زمینیں جو معاہدہ کی رو سے یہودیوں کے حوالے کر دی تھیں اس کے متعلق متوفی میور حسب عادت یہ جوٹ کرتا ہے "چونکہ یہودیوں سے بہتر کاشتکار اور ہمارے ملک میں نہیں مل سکتے تھے لہذا حضور انور نے اس مصلحت سے اُن کو ان زمینوں پر قابض رکھا اس قسم کی بے سروپا نکتہ چینیاں بغیر کسی شہادت اور دلیل کرنا بیچارے متوفی میور اور اس کے ہم خیال کرستانوں کا طریقہ ہے اس نیک نہاد نے بغیر کسی تاریخی ثبوت کے کس طرح یہ لکھ دیا کہ یہودیوں سے بہتر کاشتکار وہاں نہیں مل سکتے تھے۔

برائت نہ کی۔ یہ کتاب غالباً ساتویں صدی کے آخیر میں لکھی گئی ہے۔ اُس کے مصنف ۶۴۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۷۲۴ھ ہجری میں وفات پائی ساتویں صدی میں ایک مشہور کتاب لکھی گئی جس کا نام طرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف ہے۔ جس کے مصنف لقبۃ الاسلام علی بن طاؤس حلی ہیں۔ جناب ممدوح ۸۰۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۸۶۶ھ ہجری میں اُنھوں نے وفات پائی۔ علامہ موصوف نے اس کتاب کو لقبۃً ایک ذمے کیطرف سے لکھا ہے اور اس کا نام عبد المحمود قرار دیا ہے۔ آغاز میں کتاب کے ایک تمہید اُس ذمی کی طرف سے لکھی ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا مذہبوں کا اختلاف سنکر ارادہ کیا مذہبی عقائد کی حقیقت دریافت کروں۔ سب سے اول میں نے دین محمدی کی تحقیق شروع کی مگر ان میں اکثر کو مالکی۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی مذہب پر پاکر متعجب ہوا کہ یہ لوگ نہ نبی کے

حقیقت میں حسد انسان کو اندھا کر دیتا ہے اور اسی حسد کی وجہ سے میور نے اپنی تمام عمر اور تحقیق میں مسلمانوں اور ان کے معصوم پیغمبر میں سوائے عیبوں کے کوئی ہنر نہیں دیکھا۔

یہودیوں کا قبضہ ان زمینوں پر حضرت فاروق اعظم کی خلافت تک رہا۔ مگر جب انہ سے خلاف معاہدہ باتیں سرزد ہوئیں تو حضرت عمر نے انھیں خیبر سے نکال باہر کیا۔

میور یہ کہتا ہے چونکہ اس زمانہ میں مسلمان کاشتکار کثرت سے ہو گئے تھے لہذا یہودیوں کو نکال دیا گیا۔ اس کی اصل یہ ہے کہ زمینداروں یعنی مسلمانوں اور کاشتکاروں یعنے یہودیوں میں مالگزاری کی آمدنی کے متعلق ہمیشہ جھگڑا ہوتا رہتا تھا چنانچہ ایک دفعہ بہت سخت جھگڑا ہوا جسے ہشامی نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۳۴۳ میں لکھا ہے کہ یہودیوں نے پیداوار کی قیمت کم تجویز کی تھی اور

زمانہ میں تھے نہ ان کے اصحاب کے اور نہ عقائد میں باہم متفق۔ پھر کیونکر وہ اپنے عقائد مذہب کو سب سے اچھا سمجھتے ہیں۔ پھر شیعوں کا ذکر لکھا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اماموں اور پیغمبروں کی اولاد سے منسوب کرتے ہیں۔ پھر میں نے مذاہب اربعہ کے علماء سے مذہبی عقائد کی تحقیق کی اور ان سے سوالات کئے مگر معلوم ہوا کہ حق پر نہیں ہیں اور ان کے مذہب کی برائی انھیں کی کتابوں سے ثابت کی۔ گویا اس پیرائے میں علامہ ممدوح نے اپنے مذہبی عقائد کی سچائی ظاہر کی ہے۔ اور اس کتاب میں بحث فدک کو بہت تفصیل سے اور نہایت فصیح و بلیغ تقریر میں ادا کیا ہے۔ اس کی خوبی اور قدر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جناب مولانا ولدار علی صاحب نے اپنی مشہور کتاب عماد الاسلام میں بہت بڑا حصہ اُن کی تقریر کا بحث فدک میں نقل کیا ہے۔

اس کے بعد قاضی نور اللہ شستری نے نہایت مشہور کتابیں اس فن میں تالیف کیں

مسلمانوں نے زیادہ۔ اخیر مسلمانوں نے یہ کہا کہ جو قیمت تم تجویز کرتے ہو ہم سے کل کی کل لیلو اور پیداوار ہم کو دیدو۔ اگر تم پیداوار لینا چاہتے ہو تو کل کی کل قیمت ہمارے حوالے کردو۔ اس قسم کے جھگڑے وہاں روز مرہ رہتے تھے ایک دفعہ ایک صحابی خیبر کے گاؤں میں قتل کر ڈالا گیا۔ مگر تحقیق کے بعد قاتل کا پتہ نہ لگا۔ مگر اس بات کی موجہ وجہ یہ موجود تھی کہ اس صحابی کا قاتل سوائے یہودیوں کے اور کون ہو سکتا تھا۔ دوسرا حادثہ یہ ہوا کہ حضرت فاروق اعظم کا بیٹا عبداللہ خیبر کے ایک گاؤں میں سخت زخمی کر ڈالا گیا مگر پھر بھی زخمی کرنے والوں کا پتہ نہ لگا۔ ان سب باتوں کے علاوہ یہ بات دیکھنے کی ہے کہ خیبر کے یہودی مثل ٹھیکہ والوں کے تھے اور مسلمانوں کو اپنے مصالحہ ملکی کے لحاظ سے یہ حق حاصل تھا کہ جس وقت چاہیں یہودیوں کو نکال باہر کریں۔

ان میں سے احقاق الحق نہایت مبسوط اور مشہور کتاب ہے۔ جو جواب میں ابطال الباطل سے جسکو علامہ روزبہان نے کشف الحق کے جواب میں لکھا تھا۔ قاضی صاحب نے تصنیف فرمایا ہے۔

گیارھویں صدی میں جناب ملا باقر مجلسی نے جن کا خطاب محی ملۃ سید البشر فی راس مائۃ الحادی عشر ہے بہت کتابیں لکھیں جن میں سے ایک بحار الانوار ہے جو روایتوں اور واقعات کا گویا ایک دریا ہے۔ اس کی آٹھویں جلد کتاب الفتن میں ایک خاص باب فدک کی بحث میں ہے جس کا عنوان ہے "باب نزول الآیات فی امر فدک وقصصا وجوامع الاحتجاج فیہ" اور اسی کا خلاصہ بزبان فارسی حق الیقین اور حیات القلوب میں جناب ممدوح نے لکھا ہے۔

تیرہویں صدی میں ایک نیا دور شروع اور ہندوستان میں شیعہ و سنی کے باہم مناظرہ کا غلغلہ بلند ہوا۔ تحفہ اثنا عشریہ کے شائع ہونے کے بعد علماء شیعہ نے اس فن میں اپنی علمیت اور قابلیت کے خوب جوہر دکھائے اور دہلی اور لکھنؤ کے علماء و

یہ تو تیرہ سو برس کا واقعہ ہے جسے میور متوفی ظلم قرار دیتا ہے مگر موجودہ یورپی تمدن میں اور تہذیب و شائستگی کی روشنی میں حکومت روسیہ کا لاکھوں یہودیوں کو اپنی عملداری سے خارج کرنا اور بلا قصور اُن کی کل جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ پر قبضہ کر لینا متوفی میور کے ہم خیالوں کی نظروں میں ظلم نہیں قرار پایا۔

خیبر ہی کی فتح کے زمانہ میں گدھے کے گوشت کھانے کی ممانعت کی گئی کاتب الواقدی نے اپنی کتاب صفحہ ۱۲۲ میں لکھا ہے کہ مسلمان سپاہی گدھے کا گوشت اپنی پتیلیوں میں پکا رہے تھے جس وقت یہ حکم صادر ہوا ہے کہ گدھے کا کھانا منع ہے تو مسلمان سپاہیوں نے فوراً اپنی پتیلیاں زمین پر اُلٹ دیں اُس کے بجائے گھوڑے کا گوشت کھانے کا حکم دیدیا۔ اب بھی مسلمان دوسرے ممالک میں سوائے ہندوستان کے گھوڑے کا گوشت آزادی سے

مجتہدین شیعہ نے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سے اعماد الاسلام مولانا مولوی دلدار علی صاحب کی نہایت مبسوط و مشرح کتاب عربی زبان میں ہے۔ اور جس میں جناب ممدوح نے امام رازی کی نہایۃ العقول کا جواب دیا ہے اس میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اس کے بعد تحفہ اثنا عشریہ کے جوابات میں تشئید المطاعن مولوی سید محمد قلی صاحب کی اور طعن الرماح جناب مجتہد سید محمد صاحب کی۔ اُن کتابوں میں سے ہیں جن پر حضرات امامیہ کو بہت ناز ہے۔ اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اُس کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اسکا جواب ہی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ منشی سبحان علی خان صاحب اپنے بعض رسائل میں فرماتے ہیں کہ "از آنجا کہ مجتہد العصر والزماں سمی رسول اللہ الی کافۃ الانس والجان یعنی مولانا و مقتدانا السید محمد مدظلہ الصمد در کتاب معدوم النظیر موسوم بہ طعن الرماح این معضلۂ دل روز مخالفین را بچنان بیان کافی ووافی ایضاح فرمودہ اند کہ بالاتر از ان ملکہ مماثل آن از حد قدرت بشری بیرون ست این فاقد الادراک

کھاتے ہیں مگر ہندوستان کے مسلمانوں میں نسل کی کمزوری کی وجہ سے گھوڑے کا گوشت مثل ممنوع شے کے ہوگیا عالمگیر اورنگ زیب کے وقت میں اطالی سیاح برنیر کا بیان ہے کہ میں نے ہر مقام پر گھوڑے کا گوشت فروخت ہوتے ہوئے دیکھا کرے۔ یا دُنبے صرف مریضوں کے لئے ذبح کئے جاتے ہیں۔ یورپ میں اور بالخصوص فرانس میں آج کل بھی گھوڑے کا گوشت کثرت کھایا جاتا ہے۔

بخاری نے گدھے کے گوشت کی حرمت میں حسب ذیل حدیثیں اپنی کتاب صحیح میں روایت کی ہیں۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کونسا اُونٹ ہکانے والا ہے (جو شعر پڑھ رہا ہے) لوگوں نے عرض کیا عامر بن اکوع ہے آپ نے فرمایا اللہ اُس پر

استیعاب دلائل اثبات غصب حق بضعۃ رسول اللہ بر ہماں کتاب مستطاب حوالہ نمودہ بر تقریری آخر کہ خالی از تجدد ی نیست از ماجری فیہا ابطال خلافت اول و ثانی می سازد۔

سوائے اِن کے ایران میں بھی چند کتابیں بالفعل ایسی طبع ہوئی ہیں جنمیں فدک کی بحث تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ منجملہ اُن کے ایک کتاب بحر الجواہر ہے جس کے مصنف سید محمد باقر بن سید محمد موسوی ہیں جو فتح علی شاہ قاجار کے زمانہ میں تھے دوسری کتاب کفایۃ الموحدین فی عقائد الدین تصنیف سے اسمٰعیل بن احمد علوی طبرسی کی ہے جس کی دوسری جلد خاص امامت کی بحث میں ہے۔ تیسری کتاب لمعۃ البیضائی شرح خطبۃ الزہرا ہے جس کے ۴۷۰ صفحے مطبوعہ ہیں اور اس میں حضرت فاطمہ کے خطبے کا جو متعلق فدک کے ہے بیان ہے مع ان روایات اور مباحث کے جو اس مسئلہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ چوتھی کتاب جلد چہارم ناسخ التواریخ ہے جس میں مقرب الخاقان مرزا محمد تقی لسان الملک مصنف

رحم کرے حضرت عمرؓ نے کہا یا نبی اللہ (عامر کے واسطے جنت یا شہادت) واجب ہوگئی اس دعا سے آپ نے ہمیں بھی فائدہ کیوں نہ دیا۔ (سلمہ بن اکوع کہتے ہیں) پھر ہم نے جا کر خیبر والوں کو گھیر لیا۔ اسی اثناء میں ہمیں سخت بھوک لگی۔ پھر اللہ نے خیبر پر مسلمانوں کو فتح دی۔ بروز فتح مسلمانوں نے شام کو آگ سلگائی آپ نے پوچھا یہ کیسی آگ ہے اور کس چیز کے نیچے تم آگ جلا رہے ہو لوگوں نے جواب دیا گوشت کے نیچے آپ نے پوچھا کس کے گوشت کے نیچے جلا رہے ہو انھوں نے جواب دیا گدھوں کے گوشت کے نیچے ہے آپ نے فرمایا اسے گرا دو اور ہانڈیوں کو توڑ دو کسی نے کہا ہم اسے گرا دیں اور ہنڈیوں کو دھو لیں آپ نے فرمایا یہ (کر لو) پھر جب قوم صف بندی کر چکی باوجودیکہ عامر کی تلوار چھوٹی تھی ایک یہودی کی پنڈلی پر ماری اس کا پہلا پلٹ کے عامر ہی کے گھٹنے

تاسخ التواریخ نے خاص حضرت فاطمہ کا حال لکھا ہے جس میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اس کے سوائے عربی اور فارسی اور اردو میں رسالے لکھے گئے ہیں ان میں صرف خوشۂ چینی طعن الرماح کی کی گئی ہے اور اسی کے اقوال اور مضامین الٹ پھیر کے بیان کیے گئے ہیں۔

ان کتابوں میں جن کے نام ہم نے اوپر بیان کئے کتاب کشف الحق میں میراث کے دعویٰ کا اول ذکر کیا گیا ہے۔ اور ہبہ کا بعد اسکے اور اس سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس کے مصنف میراث کے دعوے کو ہبہ پر غالباً مقدم سمجھتے تھے اور فدک کی بحث میں پہلا امر قصفیہ طلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے اول میراث کا دعویٰ کیا تھا یا ہبہ کا عموماً علماء امامیہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدۃ النساء نے فدک کے متعلق دو دعوے کئے تھے۔ اوّل یہ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک انھیں ہبہ کر دیا تھا اور وہ اس پر متصرف اور قابض تھیں۔ جب ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تب انھوں نے حضرت فاطمہ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا اور اپنا قبضہ کر لیا۔

کی آنکھ پھوٹ گئی جس سے عامر مر گئے (راوی شاگرد سلمہ) کہتا ہے سلمہ نے کہا جب سب واپس آگئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے (مغموم) دیکھا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تیرا کیا حال ہے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں لوگ بیان کرتے ہیں کہ عامر کے عمل چھن گئے (کیونکہ اس نے خودکشی کی ہے) آپ نے فرمایا جس نے یہ کہا وہ جھوٹا ہے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر فرمایا عامر کا دوہرا اجر ہے اور کہا عامر کوشش کرنے والا اور لڑنے والا تھا اس جیسے عربی جو مدینہ میں رہتے ہوں (بہت) کم ہیں۔ انس بن مالک روایت کرتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے آکر کہا یا رسول اللہ گدھے کھا لئے گئے آپ نے جواب دیا پھر اس نے دوبارہ آکر کہا کہ گدھے کھا لئے گئے آپ خاموش ہو رہے پھر اس نے تیسری مرتبہ آکر کہا کہ گدھے ہو چکے آپ نے منادی کو حکم دیا اور اس نے لوگوں کو سنا دیا کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں چنانچہ ہانڈیاں اوندھا دی گئیں حالانکہ ان میں گوشت خوب پک رہا تھا۔

یہ سنکر وہ حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور یہ دعوے کیا کہ فدک مجھے ہبہ کیا گیا تھا اور اور میں اس پر قابض تھی تم نے کیوں میرا قبضہ اٹھا دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے شہادت طلب کی۔ حضرت فاطمہ نے حضرت علی اور حسنین اور ام ایمن کو شہادت میں پیش کیا۔ اور ان سب نے حضرت فاطمہ کے دعوے کی تائید میں گواہی دی مگر ابوبکر صدیق نے یہ کہکر کہ شہادت کا نصاب پورا نہیں ہوا ان کی گواہی کو رد کیا اور فدک انھیں واپس نکیا۔ انھوں نے بعد اس کے میراث کا دعوی کیا۔ اس لئے سب سے پہلے اس بحث میں یہ امر قابل تصفیہ ہے کہ کونسا دعوے مقدم تھا۔ چنانچہ فاوالاسلام کے دسویں باب کے چوتھے فائدے کے چھٹے مسئلہ میں جناب مولانا ولدار علی صاحب نے اسی کی نسبت خاص بحث فرمائی ہے "کما یقول المسئلۃ الرابعۃ ان فاطمۃ ہل ادعت المیراث اولا ثم ادعت النحلۃ او بالعکس ولیستفاد من کلام اکثر العامۃ ان دعوی النحلۃ ظہرت منہا بعد دعوی المیراث وقالت الامامیۃ بالعکس" یعنے چوتھا مسئلہ یہ ہے

نافع اور سالم ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن لہسن اور گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے لہسن کی ممانعت صرف نافع سے مروی ہے اور گدھوں کے گوشت کی ممانعت سالم سے مروی ہے۔

علی بن ابی طالب روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے نکاح متعہ اور گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گدھے کے گوشت (کھانے) سے منع فرمایا ہے۔

ابن عمر سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے کے گوشت کھانے سے منع کیا ہے جابر بن عبداللہ کہتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے اور گھوڑے کی اجازت دی ہے۔

کہ آیا فاطمہ نے پہلے میراث کا دعوے کیا پھر ہبہ کا یا بالعکس۔ اور اہل سنت کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ کا دعوے میراث کے بعد پیش کیا گیا۔ اور امامیہ اس کے برعکس کہتے ہیں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً مجتہد صاحب اس بات کو اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ ہبہ کا دعوے اہل سنت کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ مگر یہ دعوے میراث کے دعوے کے بعد حضرت فاطمہ نے کیا تھا۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعوے ثابت ہی نہیں اور اہل سنت اس بات کو مانتے ہی نہیں کہ حضرت فاطمہ نے ہبہ کا دعوے کیا تھا۔ اس لئے جو عمارت اس روایت کی بنیاد پر حضرات امامیہ نے کھڑی کی ہے کہ حضرت فاطمہ سے شہادت طلب کی گئی اور انھوں نے حضرت علی اور حسنین اور ام ایمن کو شہادت میں پیش کیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے اس کو نامانا اور یہ عذر کر کے کہ از روئے احکام شریعت کے شہادت کافی نہیں ہے فاطمہ کے دعوے کو رد کیا اور پھر اس پر بہت طرح

شیبانی کہتے ہیں میں نے ابن ابی اوفی سے سنا وہ کہتے تھے ہم خیبر کے دن بھوکے غلبہ کیا۔ اور ہنڈیوں میں جوش آرہا تھا اور کچھ پک گئی تھیں کہ ایک دفعہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منادی نے آکر کہا گدھے کا گوشت ذرا سا بھی نہ کھاؤ اور انھیں گرا دو۔ ابن ابی اوفی کہتے ہیں ہم آپس میں کہنے لگے آپ نے صرف اسواسطے منع فرمایا ہے کہ اسکا خمس نہیں نکالا گیا تھا اور بعض نے کہا گدھے سے مطلقاً منع فرمایا ہے کیونکہ وہ پلیدی کھاتا ہے۔

براء اور عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے اور (کھانے کو صرف) گدھے پائے انھوں نے گدھوں کو پکالیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آکر آواز دی کہ ہنڈیوں کو اوندھا دو۔

براء ابن عازب کہتے ہیں ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں حکم دیا کہ گدھوں کا گوشت (خواہ) کچا (ہو) یا پکا ہو گرا دو پھر ہمیں ابتک اُن کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔

سے حضرت ابوبکر صدیق پر ملامت کی اور اُن کا ظلم وستم ثابت کیا ہے۔ اور شیعوں کی نزدیک فاطمہ اور علی اور حسنین کو جھوٹا اور خود غرض اور اپنے جلب منفعت کیواسطے جھوٹا دعوے اور جھوٹی شہادت دینے والا قرار دیا ہے وہ سب منہدم ہو جاتی ہے جب نفس دعوے کی نسبت کوئی صحیح روایت ہی سینوں کے ہاں نہیں ہے تو جو کچھ زور قلم اس باب میں حضرات علما امامیہ نے دکھایا ہے "سپر انت الجدار ثم انقش" کی مثل صادق آتی ہے۔ اور تمام وہ فصیح وبلیغ تقریریں اور وہ پرجوش اور زبردست تحریریں جو اس باب میں کی ہیں ہباءً منثورا ہو جاتی ہیں۔ اسی واسطے جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے بعد جواب دینے دعوے میراث کے اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے "واللہ درہ وعلی اللہ اجرہ" و درینجا فائدہ عظیمہ باید دانست کہ شیعہ در اول در باب مطاعن ابوبکر منع میراث می نوشتند وچون از عمل ائمہ معصومین واز روئے روایات ایں حضرات عدم توریث پیغمبر ثابت شد اندین

ابن عباس کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے گوشت سے اس واسطے منع کیا کہ وہ لوگوں کے بوجھ اٹھانے والے تھے آپ نے برا جانا کہ کہیں لوگوں کے باربردار تلف نہ ہو جائیں یا نہیں (ہمیشہ کے واسطے) خیبر کے دن حرام ہی کر دیا

خیبر کی فتح میں دوسرا واقعہ صفیہ بنت حیی کا ہے جو حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی تھیں اور جس پر بعض ناسمجھ عیسائی اعتراض کرتے ہیں۔ ہم اس کی مفصل کیفیت اپنے مقدمہ تفسیر الفرقان میں لکھ چکے ہیں لہذا یہاں اعادہ کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد تقسیم مال غنیمت کا مسئلہ ہے کہ کیا کیا لوگوں کو ملا اور کس طرح تقسیم کیا گیا تقسیم ہونے سے پہلے آپ نے عام ممانعت کر دی تھی کہ جبتک

دعوے انتقال نمودہ و عوض دیگر تراشیدند طعن دیگر برآوردند کہ آن طعن سیزدہم ست کہ ابوبکر فدک را بفاطمہ نداد حالانکہ پیغمبر ہبہ نمودہ بود۔ و دعوے فاطمہ را مسموع نمود و از وے گواہ و شاہد طلبید پس قولہ جواب ازیں طعن آنکہ دعوے ہبہ از مفتریات زہرا و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن یا حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است و در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آن طلبیدن کمال سفاہت است ہم اس بحث کی نسبت زیادہ کہنا کچھ نہیں چاہتے بجز اس کے کہ خود علماء شیعہ نے تسلیم کیا ہے کہ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ ارث کا دعوے ہبہ پر متقدم تھا جیسا کہ لمعۃ البیضاء شرح خطبۃ الزہرا مطبوعہ ایران کے صفحہ ۱۴۱ میں لکھا ہے۔ وباقی بعض الروایات انہا ادعت الارث اولا ثم ادعت النحلۃ فذلک علی تقدیر اللمعۃ انما ہو بلحاظ انہا فی محل ارثہا لا محالۃ فلما القوا الشبہۃ بنقل الروایۃ ادعت ما ہو الواقع من حقیقۃ نحلتہا یعنی کہ بعض روایات میں جو یہ آیا ہے

سب مسلمانوں میں برابر کی حصہ رسد تقسیم ہو جائے کسی شخص کو ایک ٹکا یعنے کا بھی حق نہیں ہے۔ اس حکم کے بعد جن لوگوں نے پہلے لے لیا تھا۔ حتے کہ چوتیوں کے لقمہ تک وہ حضور انور کی خدمت میں لے کے حاضر ہو گئے سر ولیم میور مستونی نے بعض صحیح اور بعض موضوع روایتیں اس تقسیم کے متعلق اپنی کتاب میں درج کی ہیں مگر ہم صحیح بخاری شریف سے ان کل روایتوں میں سے بعض روایتیں جن سے تقسیم مال پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ نقل کر دیتے ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری (مترجمہ میرزا حیرت) پارہ تہتہ ہوان کتاب النبی صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹ جلد ۲ میں لکھا ہے۔

ابن عمر کہتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن (مال غنیمت سے)

کہ حضرت فاطمہؑ نے اول ارث کا دعوے کیا جو ہبہ کا پس بشرط صحیح ہونے اس کے وہ اس لحاظ سے ہے کہ بوجہ میراث کے وہ ہر طرح سے اس کی مستحق تھیں۔ جب اس میں ایک روایت نقل کر کے شبہہ ڈالدیا تو جو اصلی بات تھی اور حقیقی واقعہ تھا بعنے یہ اس کا دعوے کیا۔ مگر چونکہ علماء امامیہ نے ہبہ کے دعوے کو اکثر پہلے بیان کیا ہے اور ارث کے دعوے کو بعد اسکے اس لئے ہم بھی یہی ترتیب اختیار کرتے ہیں کیونکہ تقدیم و تاخیر سے نفس مطلب پر زیادہ اثر نہیں ہوتا خصوصاً اس وقت جبکہ ہبہ کا دعوے فی نفسہ ہمارے نزدیک پیش ہی نہ ہوا ہو۔

آیا فدک پیغمبر خدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو ہبہ کیا تھا یا نہیں

چونکہ حضرات امامیہ اس بات کے مدعی ہیں کہ فدک حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا گیا تھا اور اسی بنا پر حضرت فاطمہؑ نے جبکہ وہ غصب کر لیا گیا ابو بکر صدیق کے سامنے

گھوڑے کے سوار کو دو حصے دیئے اور پیادے کو ایک حصہ (عبید اللہ بن عمر راوی حدیث کہتے ہیں نافع نے اس کی تشریح بیان کی اور کہا اگر کسی مرد کے پاس گھوڑا ہوتا اُسے تین حصے ملتے تھے اگر اُس کے پاس گھوڑا نہ ہوتا تو اُسے ایک ہی حصہ ملتا تھا۔

جبیر بن مطعم کہتے ہیں میں اور عثمان بن عفان نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے پھر ہم نے کہا آپ نے بنی المطلب کو تو خمس خیبر سے حصہ دیا اور ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ ہم اور بنی المطلب آپ سے قرابت میں یکساں ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب ایک ہی ہیں۔ جبیر کہتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھ نہیں دیا۔

ابو موسیٰ کہتے ہیں ہم بعد فتح خیبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ نے

دعوے کیا اس نے بار ثبوت اُن کے ذمہ ہے کہ وہ اہل سنت کی معتبر روایتوں سے ان دونوں دعووں کو ثابت کریں۔ اگر وہ اُسے ثابت کر سکیں تو ہمارے ذمہ ہے کہ اس بنا پر جو کچھ اعتراضات و جسارت ابو بکر صدیق پر لگاتے ہیں۔ اور اُس کے متعلق جو باتیں پیش آئیں اُن سے حضرت صدیق اکبر کو الزام دیتے ہیں اُن کے جوابات دیں۔ لیکن اگر وہ اپنا دعویٰ ہی ثابت نہ کر سکیں تو ہمیں ضرور نہیں کہ بجائے فرض و تسلیم کے ان لغو و بیہودہ الزامات کا جواب دیں اور نہ ہی شہادت کے متعلق فضول بحث کریں اس لئے ہم ایک تفصیلی نظر اُن تمام کتابوں پر جن کے نام اُوپر بیان کئے گئے کرتے ہیں۔ اور اپنے ناظرین کو دکھاتے ہیں کہ کیا ثبوت اُن کی طرف سے ان دونوں دعووں کے متعلق پیش کیا گیا ہے اور کس قسم کی کتابوں سے چاہئے۔ اپنے دعوے کے اُنہوں نے بیان فرمائی ہیں شافی میں متعلق فدک کے ہبہ کئے جانے کی کوئی حدیث یا کوئی روایت سنیوں کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی بلکہ قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی میں

(غنیمت خیبر سے) ہمیں حصہ دیا اور ہمارے علاوہ کسی اور کو جو وقت فتح خاضر نہ تھا حصہ نہیں دیا۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں ہم نے خیبر کو فتح کر لیا ہمیں غنیمت میں سے نہ چاندی ملی اور نہ سونا ملا۔ صرف ہمیں بیل اور اونٹ اور اسباب اور باغ ملے۔ پھر ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ موضع وادی القریٰ میں آئے اور آپ کے ساتھ ایک آپ کا غلام تھا جسے مدعم کہتے تھے آپ کو وہ بنی جذام کے کسی بیٹے نے ہدیۃً دیا تھا۔ اس اثنا میں کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری جمع کر رہا تھا کہ ناگاہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب ایک تیر جسکا مارنے والا معلوم نہ تھا آیا اور اس غلام کے لگ گیا لوگوں نے کہا اسے شہادت مبارک ہو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ چادر جو کہ اسے

یہ لکھا ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ ابو سعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ جب آیہ ماکو آت ذا القربیٰ حقہ،، نازل ہوئی تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک عطا فرمایا اور عمر بن عبد العزیز نے اولاد فاطمہ پر اسے رد کیا۔ اسی روایت پر کفایت فرمائی ہے اور شیعوں کے اس قول کو نقل کر کے قاضی عبد الجبار نے لکھا تھا کہ اکثر جو شیعہ اس باب میں روایت کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے اسکی تردید میں ہے۔ فدک کے متعلق کوئی تائید بھی روایت پیش نہیں کی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علم الہدیٰ کے نزدیک سوائے اس روایت کے جو نام سے ابو سعید خدری سے شیعوں میں مشہور ہو رہی ہے کوئی صحیح روایت سنیوں کی معتبر کتابوں میں انہوں نے نہیں پائی ورنہ اسے پیش فرماتے۔

تلخیص شافی میں بھی کوئی دوسری روایت بہ فدک کی تائید میں پیش نہیں کی گئی۔

علامہ مطہر ابن علی کی کتاب کشف الحق و نہج الصدق میں بھی کوئی صحیح سند متعلق

خیبر کے دن پائی تھی اور اس نے اسے غنیمت بانٹنے والے کے پاس نہیں پہنچایا تھا وہ اس پر آگ کا شعلہ بنکر بیٹھے گی ایک شخص یہ سنکر ایک تسمہ یا دو تسمے (جوتیوں کے) لایا۔ اور کہنے لگا یہ چیز مجھے پائی تھی آپ نے فرمایا یہ ایک تسمہ یا دو تسمے آگ کے (بنکر تجھے چمٹیں گے)

حضرت عمر بن الخطاب کہتے ہیں کہ اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ پچھلے لوگ کسمپرسی و مفلسی میں رہ جاویں گے تو جو قریہ فتح ہوتا اسے تقسیم کر دیا کرتا جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو بانٹ دیا تھا۔ لیکن میں اسے خزانہ کے طور پر ان کے واسطے چھوڑ دیتا ہوں (تاکہ) وہ اسے بانٹتے رہیں اسی زمانہ میں آپکے چچازاد بھائی جعفرؓ اور مہاجرین کے حبشہ سے مدینہ پہنچے آپ ان سے بہت خوش ہوئے اور فرط انبساط میں فرمایا "میں نہیں کہہ سکتا

بہبہ کے منظر نہیں آئی۔

طرائف میں ایک روایت بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے لکھی ہے "روی غیر واحد منہم من بشر بن الولید والواقدی وبشر بن غیاث فی احادیث یرفعونہا الی محمد صلعم بینہم انہ لما فتح خیبر اصطفی لنفسہ قری من قری الیہود فنزل جبریل بہذا الایۃ وات ذا القربی حقہ فقال محمد صلعم من ذا القربی وما حقہ قال فاطمہ فدفع الیہا فدک ثم اعطایا العرائی بعد ذلک فاستغناہا حتے توفی ابوہا محمد صلعم" کہ ان لوگوں نے یہ حدیث اپنے پیغمبر سے بیان کی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے منجملہ یہود کے دیہات کے ایک گاؤں اپنے لئے علیحدہ کر لیا۔ پھر جبریل یہ آیت لائے کہ اپنے ذا القربی کو ان کا حق دیدو اس پر آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ "ذا القربی" کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے جبریل نے کہا کہ ذا القربے فاطمہ ہیں اس پر آپ نے فدک انھیں دیدیا اور بندوبست یعنے جنہ باغات اور عطا کئے کہ اس کا غلہ حضرت فاطمہ لیا کریں تا وفات اپنے باپ

کہ آیا جعفر کے آنے سے بیس روز پہلے یا بعد فتح خیبر سے تمام جنگجو مسلمانوں نے متفق ہو کے عرض کیا کہ نیا آنے والا یا فتح خیبر کے مال کا حصہ دار بنایا جائے۔ حضور انور کی خوشی کو دیکھ کر ہم نے ثبوت پیش کیا کہ جب اسماء بنت عمیس اور فاروق اعظم میں فضیلت ہجرت کے متعلق بحث چھڑ گئی تو آنحضرت نے اسماء بنت عمیس اور اس کے ساتھیوں کو جو حبشہ میں اس گروہ سے زیادہ فضیلت رکھتی تھی جو مکہ سے مدینہ آیا تھا جن میں علی وغیرہ شامل ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری موصوف صفحہ ۲۲۸ میں یہ روایت لکھی ہے۔ روہو ذکر

ابو موسیٰ کہتے ہیں جب رسول اللہ کے (کذا) آنے کی خبر پہنچی جبکہ ہم یمن میں تھے ہم بھی آپ کی طرف ہجرت کر کے روانہ ہوئے۔ میں تھا اور دو میرے بھائی تھے میں ان سے چھوٹا تھا ایک کا نام ابو بردہ اور دوسرا ابو رہم تھا۔ ابو موسیٰ نے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے (مطبوعہ صفحہ ۱۰ مطبوعہ بمبئی) اس کے علاوہ اسی کتاب میں ایک اور روایت سعید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت کی ہے جیسا کہ خود ہیں۔ ومن طریف ما سمعناہم وروہ فی کتبہم تصحیحہ عندہم برجالہم عن مشائخہم حتے استشہد وہ عن سعید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محمد بن لسنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبداللہ الہمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسیٰ بن سعید قال حدثنا ابو الحمید بن علی قال حدثنا ابن ابی ایوب قال حدثنا علی بن عباس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت آت ذا القربے حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاہ فدک۔ اگر سنیوں کے ایسے صحاح ستہ میں سے وہ روایت ہے۔ جس کو انہوں نے اپنی معتبر اور صحیح کتابوں میں اپنے مشائخ سے روایت کی ہے۔ اور اسے سعید الحفاظ ابن مردویہ نے مذکورہ بالا یوں لکھتے ہیں کہ ابو سعید سے منقول ہے کہ جب آیۃ وآت ذا القربے حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہ کو بلایا اور فدک انہیں دے دیا۔

کچھ اوپر پچاس کہا یا تریسٹھ ۶۳ یا بادن ۵۲ کہا (یعنی ہم باون یا تریسٹھ آدمیوں میں روانہ ہوئے) جو سب ہماری قوم کے تھے ہم سب کشتی میں سوار ہوئے ہیں کشتی نے ہمیں نجاشی کیطرف حبش میں پہنچا دیا وہاں ہمیں جعفر بن ابی طالب ملے ہم نے ان کے پاس قیام کیا پھر ہم سب اکٹھے روانہ ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم سب کے وقت فتح خیبر ملاقات کی اور دیگر لوگ ہم اہل سفینہ سے کہنے لگے کہ ہجرت میں ہم تم پر سبقت لے گئے اور نیز اسماء بنت عمیس جو ہمارے ساتھ آئی تھیں حفصہ زوجہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان گئیں اور اسماء نے نجاشی کیطرف جماعت مہاجرین کیساتھ ہجرت کی تھی حضرت عمر حفصہ کے پاس آئے جبکہ اسماء بنت عمیس اُنکے پاس موجود تھیں۔ حضرت عمر نے اسماء کو دیکھکر پوچھا یہ کون ہے حفصہ نے جواب دیا اسماء بنت عمیس ہے حضرت عمر نے کہا یہ اسماء حبشیہ دریا والی ہے (یعنی جس نے بحر کیطرف ہجرت کی تھی) ہمسر

بحار الانوار کی کتاب الفتن باب تزول الآیات فی امر فدک میں لباقر مجلسی آیہ "وآت ذا القربیٰ" کی شان نزول میں فرماتے ہیں "رواہ کثیر من المفسرین و وردت بہ الاخبار من طرق الخاصۃ والعامۃ" کہ اس آیت کے شان نزول میں بہت سے اور بہت سے مفسرین نے اہل سنت اور شیعہ کے بیان کیا ہیں۔ اور اس کے بعد لکھتے ہیں "قال الشیخ الطبرسی قیل ان المراد قرابۃ الرسول" کہ شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ اس آیت میں جو "ذا القربیٰ" کا لفظ ہے اس سے مراد قرابت رسول سے ہی پھر انھیں سے روایت نقل کرتے ہیں "اخبرنا السید المہدی بن نزار الحسنی باسنادہ ذکرہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذا القربیٰ حقہ ابن موسیٰ باسنادہ عن قصۃ فدک فکتب الیہ عبداللہ ہذا الحدیث رواہ عن الفضیل بن مرزوق عن عطیۃ فرد المامون فدک علی ولد فاطمہ انتہی" کہ ہم کو خبر دی ہے سید مہدی بن نزار حسنی نے اُس اسناد سے جسکو انھوں نے بیان کیا ہے ابو سعید خدری سے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب آیت "وآت ذا القربیٰ حقہ" نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم

اب دریا کے راستہ سے یہاں آئی ہے) اسماء بولیں ہاں (میں وہی ہوں) حضرت عمرؓ نے کہا ہم ہجرت میں پھر سبقت کر گئے (یا للہم تم سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زیادہ حق دار ہیں (اسماء کو غصہ آگیا اور کہا ہرگز نہیں تم تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے آپ تم میں سے بھوکے کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور تمہارے جاہل کو نصیحت کرتے تھے اور ہم جنبیوں اور دشمنوں کی ملک میں تھے جو حبش میں (واقع ہے۔ اور سب (ہماری تکلیفیں اللہ اور رسول کی راہ میں تھیں بخدا نہ کچھ کھانا پینا حرام ہے جب تک میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے تمہاری بات کا ذکر نہ کرلوں اور ہم کو ایذا دی جاتی تھی اور ہمیں (ہر وقت) خوف تھا عنقریب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کروں گی بخدا میں جھوٹ نہ بولوں گی نہ ہیں کجروی کروں گی اور نہ میں اس سے زیادہ کہوں گی جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اسماء نے کہا یا نبی اللہ عمر نے اس طرح کہا ہے

فاطمہ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ اور عبدالرحمن بن صالح کہتے ہیں کہ خلیفہ مامون نے عبیداللہ بن موسیٰ کو لکھا کہ فدک کا قصہ دریافت کیا عبیداللہ نے اسکے جواب میں اس حدیث کو لکھ بھیجا اور اسے روایت کیا ہے فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اسپر مامون نے فدک اولاد فاطمہ کو دیدیا۔ اس روایت میں زاباد مجلسی نے اسناد کو ترک کر دیا ہے مگر علامہ طبرسی نے آیہ "وآت ذا القربیٰ حقہ" کی تفسیر میں جو سورۂ بنی اسرائیل میں واقع ہے اس اسناد کا اسطرح پر ذکر کیا ہے "واخبرنا السید ابو حمید مہدی بن نزار الحسنی قراءۃ قال حدثنا الحاکم ابو القاسم بن عبداللہ الحسکانی قال حدثنا الحالم ابو الحسن محمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاہا قال اخبرنی عمر بن الحسین بن علی بن مالک قال حدثنا جعفر بن محمد الاقمصی قال حدثنا حسن بن حسین قال حدثنا ابو معمر بن سعید جہیم وابو علی القاسم الکندی ویحیی بن یعلی وعلی بن مسہر عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذا القربیٰ حقہ الخ" اور اسی روایت کو اسی آیت کی تفسیر میں تفسیر منہج الصادقین میں اسطرح بیان ہے

آپ نے پوچھا تو نے عمر کو کیا جواب دیا۔ اسماء بولی میں نے عمر کو اس اس طرح جواب دیا۔ آپ نے فرمایا عمر تم سے زیادہ میرا حقدار نہیں ہے کیونکہ عمر اور اس کے ساتھیوں کی ایک ہجرت ہے اور تمہاری اے کشتی والو! دو ہجرتیں ہوئیں۔

اسماء کہتی ہیں میں نے ابو موسیٰ اور کشتی والوں کو دیکھا کہ یہ سے پاس گروہ گروہ آکے اس حدیث کو پوچھتے تھے انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات دنیا کی کسی شے سے بہتر تھی کہ وہ اس سے خوش ہوں یا اُن کے دلوں میں وہ بڑی ہو۔ ابو بردہ کہتے ہیں اسماء کہتی تھی میں نے ابو موسیٰ کو دیکھا کہ وہ بار بار مجھ سے یہ حدیث پوچھتے تھے۔ ابو بردہ کہتے ہیں ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اشعریوں کی جماعت کی آواز قرآن پڑھنے کی پہچانتا ہوں جبکہ وہ رات کو (گھروں میں) آتے تھے اور میں ان کی قیام گاہ کو اُن کی قرآن پڑھنے کی آواز سے رات میں پہچانتا تھا اگرچہ میں اُن کی

و نیز سید ابو حمید مہدی بن نزار الحسنی از حاکم ابو القاسم عبد اللہ الحسکانی نقل میکند کہ در بغداد حاکم ابو محمد از عمر بن احمد بن عثمان بن حدیث کرد کہ عمر بن حسین بن مالک گفت کہ جعفر بن محمد لاحمصی بمن گفت کہ حسن بن حسین مرا حدیث کرد از ابو معمر بن سعید و علی بن سعید حذری کہ گفتند چوں آیہ وآت ذا القربے حقہ نازل شد حضرت رسالت باغ فدک را بفاطمہ عطا فرمودہ الخ۔

دوسری روایت ملا باقر مجلسی نے یہ لکھی ہے "محمد بن العباس عن العباس المقانعی عن ابی کریب عن معاویۃ عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت فات ذا القربے حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمہ واعطاہا فدک"

تیسری روایت سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کرتے ہیں "روی السید ابن طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مردان قال روی حدیث فدک فی تفسیر قولہ تعالی وآت ذا القربے حقہ عن عشرین طریقا منہا

جگہ اُترنے کی نہیں دیکھتا تھا جہاں وہ دن میں اُترتے تھے اُن ہی میں سے حکیم سے جبکہ وہ جماعت سے یا دشمن سے (شک راوی) پھرتا تھا اُن سے کہتا تھا کہ میرے یار تم سے کہتے ہیں ہمارا انتظار کرنا۔

اس حدیث میں جو حقدار کا لفظ آیا ہے اس سے مطلب وراثت مال سے نہیں ہے بلکہ ثواب سے ہے اصل بات یہ ہے کہ ایک پُرجذبہ خیال اور شوق ہے کہ ہر شخص اس بات کی فطرتاً آرزو کرتا تھا کہ میں قرب رسول کی فضیلت سب سے زیادہ حاصل کروں حضرت عمر چونکہ ایک پُرجوش صحابی تھے آپ کا یہ خیال اُسی قوت اور زور کے ساتھ آپ کے قلب مبارک میں جلوہ دے رہا تھا اور اسی شوق و ذوق کا تقاضا تھا کہ آپ نے بے ساختگی میں اس عورت سے یہ کہا۔ وہ خاتون بھی اسی رنگ میں رنگی ہوئی تھی اسے بھی جذبہ آگیا اور اس طرح

مارواہ عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی و ہثیم بن خلف الدوری و عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث و محمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن عابس و حدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ واعطاہا فدک۔ کہ سعید ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود میں تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث ہبہ فدک کی آیۃ وآت ذا القربیٰ حقہ کی تفسیر میں بیس طریقوں سے مروی ہے اُن میں سے ایک وہ حدیث ہے جو محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی نے اور ہثیم بن خلف دوری نے اور عبداللہ بن سلیمان بن اشعث نے اور محمد بن قاسم بن زکریا نے روایت کی ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمسے روایت کی ہے عباد بن یعقوب نے اور انھوں نے بھی بن عابس سے۔ اور نیز روایت کی ہے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے اُنھوں نے علی بن عابس سے اُنھوں نے

ان دونوں پر شوق ایمانداروں کا فیصلہ رسول اللہ نے کر دیا۔ عورت کا دل چونکہ نرم ہوتا ہے رسول خدا نے اس کا پاس زیادہ کیا۔ مگر تماشہ دیکھئے کہ رسول مقبول کے فیصلہ سے جس طرح خاتون مطمئن اور خوش ہوئی اسی طرح فاروق اعظم کو اطمینان ہو گیا رسول خدا کی اپنے صحابہ کے ساتھ بالکل وہی کیفیت تھی جو ایک محبت بھرے باپ کی اپنے بچوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ کبھی ایک بچہ فرط شوق میں اپنے باپ سے پوچھتا ہے ابا جان آپ ہمیں زیادہ چاہتے ہیں یا باپ مسکرا کے جواب دیتا ہے ہاں جان پدر۔ یہ سنکے دوسرا بچہ پُر شوق لہجہ میں کہتا ہے نہیں ابا جان ہمیں زیادہ چاہتے ہیں۔ باپ کہتا ہے ہاں تو بھی باپ بھی شاداں و فرحاں ہوتا ہے اور بچے بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے روحانی باپ ہیں۔ اور ہم سب آپ کے بچے ہیں وہم اسی شوق سے جو بچوں میں ہوتا ہے اپنے روحانی باپ کا قرب چاہتے ہیں۔ اور

فضیل بن مرزوق سے انھوں نے عطیہ عوفی سے اور انھوں نے ابی سعید خدری سے کہ جب آیۂ وآت ذا القربیٰ حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فاطمہ کو بلا کر فدک دیدیا۔ قاضی نور اللہ تستری نے اپنی کتاب احقاق الحق میں بھی اسی روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے اخرجہ ابو العدی وغیرہ من حفاظ الاخبار عندہم وذکروہ فی الاخبار الصحیحۃ عندہم ان النبی لما افتح خیبر اصطفے قری من قری الیہود الخ۔

عماد الاسلام میں ایک روایت تو متعلق ہبہ کے وہی نقل کی ہے جو طرائف میں مذکور ہے یعنی سید الحفاظ ابن مردویہ سے چنانچہ وہ فرماتے ہیں " فاقول بدل علی ثبوت وذلک (اعطاء النبی فدک فاطمۃ) ما رواہ سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا ابی الفتح محمد بن محمد بن عبد اللہ الہمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی بحال حدثنا موسے بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیہ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم

وہ ہمیں قریب دیتا ہے۔ جیسا کہ بخاری کے باب فضائل سے پایا جاتا ہے کہ حضور نے بعض اوقات ایک ہی قسم کے الفاظ مختلف صحابا کی نسبت فرط محبت سے فرمائے جیسا کہ ذیل کی تفصیل سے معلوم ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیق سے فضایل	حضرت عمر بن خطاب کے فضائل	حضرت عثمان بن عفان کے فضائل	حضرت علی بن ابی طالب کے فضائل
حضرت براء سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے (اُنکے والد) عازب سے ایک کجاوا تیرہ درہم میں مول لیا	حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں نے اپنے کو جنت میں داخل ہوتے ہوئے	حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ (ایکدن) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی باغ میں تشریف لیگئے اور مجھے دروازہ کی	حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "کل جھنڈا ایک ایسے شخص کو دونگا

فاطمۃ فاعطاہا فدک۔

دوسری روایت کنز العمال شیخ علی متقی سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں "و فی کنز العمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ و قال تفرد بہ ابراہیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس بن البخاری" یعنی کنز العمال میں شیخ علی متقی نے باب صلۃ الرحم میں ابو سعید سے روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فاطمہ سے کہا کہ اے فاطمہ فدک تمہارے لئے ہے اور اسے روایت کیا ہے حاکم نے اپنی تاریخ میں اور کہا ہے کہ اسکو صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس بن بخاری سے روایت کیا ہے اور تیسری روایت اسی کتاب میں تفسیر درمنثور سیوطی سے نقل کی ہے "کما یقول و فی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاہا فدک" اور اسی کتاب میں چوتھی روایت معارج النبوت سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں۔

ابو بکر نے عاذب سے کہا کہ براء کو حکم دو تو وہ (اس کجاوے کی) میرے ہاں اُٹھا لے چلیں عاذب نے کہا کہ نہیں (یہ نہ ہوگا) یہانتک کہ تم مجھ سے بیان کرو کہ تمہارا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہوا تھا جب تم

دیکھا اور میں نے وہاں ابو طلحہ کی بی بی رمیصا کو دیکھا اور میں نے ایک شخص کے چلنے کی آواز سُنی میں نے پوچھا کہ کون تو اس نے کہا کہ بلال اور میں نے ایک محل دیکھا اس کے سامنے ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی میں نے

حفاظت کا حکم دیا پھر ایک شخص (اندر جانیکی) اجازت مانگتا ہوا آیا تو آپنے فرمایا کہ اُسے اجازت دیدو اور اُسے جنت کی بشارت دو تو وہ ابو بکر تھے پھر ایک اور شخص اجازت مانگتا ہوا آیا تو آپنے فرمایا کہ اجازت دیدو اور اسے جنت کی

جس کے ہاتھ اللہ فتح دیگا پس رات کو لوگ سوچتے رہے کہ جھنڈا کسے ملیگا پھر جب صبح ہوئی تو سب لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے سب اس بات کے امیدوار تھے کہ جھنڈا اُنہیں دیا جائے

وفی معارج النبوۃ الشہیر بسیر مولینا الہروی فی وقائع السنۃ السابعۃ بعد واقع خیبر بہذہ العبارۃ ودر مقصد اقصی مذکورست کہ بعضے گویند کہ حضرت رسول اللہ صلعم بسوئے خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالح بر دست امیر واقع شد بران نہج کہ حضرت امیر قصد خون نکند و خوائط خواص انساں رسول باشد پس جبریل فرود آمد و گفت کہ حق تعالے مے فرماید کہ حق خویشاں بدہ رسول گفت کہ خویش من کیستند و حق ایشاں چیست جبریل گفت فاطمہ است خوائط فدک را باو دہ و بانچہ از خدا و رسول اوست در فدک ہم باو بدہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برائے وے حجتی نوشت و آں وثیقہ بوی دہ کہ بعد از وفات رسول پیش ابو بکر آورد و گفت این کتاب رسول خداست برائے من و حسن و حسین۔

ان چار روایتوں کو نقل کرکے آپ فرماتے ہیں: وقال السید المرتضے فی الشافعی قد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل

دونوں مکہ سے نکلے
تھے اور مشرک تمہاری
تلاش کرتے تھے تو
ابوبکر نے کہا کہ ہم نے
جب مکہ سے کوچ کیا
تو ایک شب و روز
تک چلتے رہے یہاں
تک کہ جب دوپہر ہوئی اور
ٹھیک وہ پہر ہوگئی تو
میں نے اپنی نظر دوڑائی

پوچھا کہ یہ کس کا ہے
تو ایک شخص نے کہا
کہ عمر بن خطاب کا
پھر میں نے ارادہ کیا
کہ اس محل میں داخل
ہوں اور اسے
دیکھوں مگر مجھے تمہاری
غیرت کا خیال کیا تو
عمر نے کہا کہ میرے ماں
باپ آپ پر فدا ہوں

بشارت دیدو تو وہ
عمر تھے پھر ایک شخص
اور اجازت مانگتا ہوا
آیا تو تھوڑی دیر چپ
رہے بعد اس کے
فرمایا کہ اسے اجازت
دیدو اور اسے جنت
کی بشارت دو اس
مصیبت پر جو اسے
پہنچے گی تو وہ عثمان

آپ نے فرمایا کہ علی بن
ابی طالب کہاں ہیں
لوگوں نے کہا یا رسول
اللہ وہ اپنی آنکھوں
کی شکایت رکھتے ہیں
آپ نے فرمایا تو انھیں
بلوا بھیجو اور انھیں
میرے پاس لے آؤ پس
جب وہ آئے تو آپ نے
انکی دونوں آنکھوں میں

قولہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ دعا النبی فاطمہ فاعطاہا فدک واذا کان فدک مروبا فلا معنی لدعوہ بغیر حجۃ انتہی کلام السید یعنی سید مرتضیٰ شافی میں کہتے ہیں کہ سوائے ابوسعید کے جس کا ذکر صاحب کتاب نے کیا ہے اور بھی کئی مختلف طریقوں سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فاطمہ کو بلایا اور فدک انھیں دیدیا۔ اور جبکہ یہ روایت مروی ہے پھر بغیر دلیل کے اس کے ثابت نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے فقط۔

لیکن نہ جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اپنی کتاب عماد الاسلام میں اور نہ جناب سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب شافی میں اُن روایتوں کو بیان کیا کہ وہ کون سے طرق مختلفہ غیر طریق ابی سعید کے ہیں جن میں یہ روایت مذکور ہے ایسے موقع پر فقط مجمل کہدینا کہ اور بہت سی روایتوں میں بھی یہ منقول ہے کافی اور شافی نہیں ہے خصوصاً جبکہ عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی میں اس روایت کو شیعوں کی طرف سے بایں الفاظ ذکر کیا تھا۔ قالوا قد روی عن ابی سعید الخدری

کہ کہیں کچھ سایہ دیکھوں	یا رسول اللہ کیا میں	بن عفان تھے۔ اور	لعاب دہن لگا دیا اور آپ نے
تو وہاں ٹھیروں پس	آپ پر غیرت کرونگا	عاصم نے اس روایت	اُنکے لیے دعا کی وہ اچھے
ایک پتھر کے پاس میں	حضرت ابوہریرہ کہتے	میں اتنا زیادہ کر دیا	ہو گئے گویا کہ انکو کوئی
پہنچا تو میں نے اس کا	ہیں اس حال میں کہ	ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ	بیماری تھی ہی نہیں پھر
کچھ سایہ دیکھا پس	ہم رسول خدا صلے اللہ	وسلم ایک ایسے مقام	آپ نے انہیں جھنڈا دیدیا
میں نے اس کو صاف	علیہ وسلم کے پاس تھے	بیٹھے ہوئے تھے جہاں	تو حضرت علی نے عرض
کیا بعد اسکے نبی صلی اللہ	آپ نے فرمایا کہ میں نے	پانی تھا اور آپ نے اپنے	کیا کہ یا رسول اللہ میں
علیہ وسلم کے لئے وہاں	خواب میں اپنے کو	دونوں گھٹنے کھول	ان لوگوں سے جنگ
فرش بچھا دیا پھر مینے	جنت میں دیکھا وہاں	دیئے تھے جب عثمان	کروں گا یہاں تک کہ
آپ سے کہا کہ یا نبی اللہ	ایک عورت ایک	آئے تو آپ نے انکو پھیر دیا	وہ ہماری مثل ہو جائیں

کہ شیعہ ایسا کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری سے ایسی روایت ہے اور اس کی نسبت اپنے جواب میں یہ لکھا تھا "الجواب عن ذلک ان اکثر ما یروون فی ہذا الباب غیر صحیح" کہ جواب شیعوں کے اس قول کا یہ ہے کہ جو کچھ اس باب میں وہ روایت کرتے ہیں اکثر غلط ہے آگے چلکر قاضی عبدالجبار نے صاف لکھدیا تھا "وان صح عہد البتہ" کہ اگر عقد ہبہ صحیح ہوتو فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں ہونا چاہیئے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عبدالجبار اس روایت پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ ایسی حالت میں جناب علم الہدی کا بالاجمال یہ کہدینا کہ اور بہت سے طریقوں سے بھی یہ روایت ثابت ہے قابل تسلیم اور ان کے دعوے کے ثبوت کے لئے کافی نہیں تھا۔ ان کو چاہیئے تھا کہ ان طرق مختلفہ سے جس کا انھوں نے بالاجمال دعویٰ کیا تھا اس روایت کو ثابت کرتے اور ان روایتوں کو بیان کرکے اپنے دعوے کی تائید فرماتے۔

طعن الرماح میں جناب مجتہد سید محمد صاحب دفتور سیوطی اور کنز العمال شیخ علی متقی اور

آپ لیٹ جائیے چنانچہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم
لیٹ گئے پھر میں ادھر
اُدھر دیکھتا ہوا چلا کہ
کوئی تلاش کرنے والا
تجھے دکھائی دے پس
اتفاق سے میں ایک
بکری کے چرواہے سے
ملا جو اپنی بکریوں کو
اسی پتھر کے پاس لئے

محل کے گوشہ میں وضو
کر رہی تھی میں نے پوچھا
کہ یہ محل کس کا ہے
لوگوں نے کہا کہ عمر کا پھر
اپنے اُن کی غیرت کا
خیال کیا اور میں پیچھے
لوٹا آیا تو عمر رونے لگے
اور انہوں نے کہا یا رسول
اللہ کیا میں آپ پر
غیرت کروں گا۔

عبداللہ بن عدی بن
خیار سے روایت ہے
کہ حضرت مسور بن مخرمہ
اور عبدالرحمن بن
اسود بن عبد یغوث
نے اُن سے کہا کہ تمہیں
کیا امر مانع ہے کہ تم عثمان
سے اُن کے بھائی ولید
کے بارے میں گفتگو کرو کیونکہ
لوگوں نے اُنکے بارہ

آپنے فرمایا کہ تمہیں جب تم
اُن کے میدان میں جاؤ تو
انہیں اسلام کی طرف بلانا
اور جو اللہ کا حق اُن پر
واجب ہے اس سے انہیں
مطلع کرنا کیونکہ خدا کی
قسم یہ بات کہ اللہ تمہارے
ذریعہ سے کسی ایک شخص
کو ہدایت کردے تمہارے
سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے

سید الحفاظ ابن مردویہ کے علاوہ صاحب تاریخ اوّل عباس سے فدک کے ہبہ کئے جانے کا ذکر کرتے ہیں " کما یقول روی السیوطی فی تفسیر الدر المنثور فی ذیل تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذا القربےٰ حقہ اخرج البزار وابو یعلی وابن حاتم وابن مردویہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت ہذہ الآیۃ وآت ذا القربےٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاہا فدک " واین روایت صریح ست در آنکہ ہرگاہ آیہ وآت ذا القربےٰ حقہ یعنے عطا کن صاحب قرابت را حق او نازل گردید آنجناب فاطمہ را طلب فرمودہ فدک را بآنحضرت عطا فرمود " شیخ علی متقی در کتاب کنز العمال در باب صلہ رحم از ابو سعید روایت کردہ " قال لما نزلت وآت ذا القربےٰ حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک " وسید الحفاظ ابن مردویہ در کتاب خود سند از ابو سعید روایت سابقہ را نقل کردہ۔ ونیز صاحب روضۃ الصفا و معارج النبوت از مقصد اقصیٰ روایت اعطاء فدک و نوشتن وثیقہ را نقل کردہ چنانچہ القا عبارت آن بعرض بیان در آمد و عقل ہیچ عاقل باور نمی کند کہ باوصف اعطائی فدک مہیا آن

جارہا تھا وہ بھی اس
پتھر سے وہی چاہتا
تھا جو ہم لوگوں نے
پایا تو میں نے اس سے
پوچھا کہ اے غلام تو کس کا
ہے اس نے کہا کہ فلاں
قریشی کا اس نے اسکا
نام بتایا میں نے اسے
پہچان لیا پھر میں نے
اس سے کہا کہ کیا تیری

حمزہ اپنے والد (عمر
بن خطاب) سے روایت
کرتے ہیں کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا میں نے خواب
میں دودھ پیا یہانتک
کہ میں نے سیرابی کو
دیکھا کہ وہ میرے
ناخنوں میں دوڑ رہی
تھی پھر عمر کو دے دیا

میں بہت گفتگو کی ہے
پس میں نے عثمان سے
کہنے کا قصد کیا جب وہ
نماز کے لئے نکلے میں نے
اُن سے کہا کہ مجھے آپ سے
کچھ کام ہے اور وہ آپ
ہی کی خیر خواہی ہے
اُنھوں نے کہا کہ میں تمسے
خدا کی پناہ مانگتا ہوں
پس میں لوٹ آیا اور

حضرت سلمہ کہتے ہیں
کہ خیبر میں علی نبی صلے اللہ
علیہ وسلم سے پیچھے رہگئے
تھے اور (وجہ اسکی یہ تھی کہ)
اُنکی آنکھ میں آشوب تھا
پھر اُنھوں نے (اپنے
دل میں) کہا کہ میں رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم
سے پیچھے رہ جاؤں
(یہ تجھے زیبا نہیں)

دنوشتن وثیقہ برائے آن از زمان فتح خیبر تا ہنگام وفات سرور کائنات اقباض آں بوقوع نہ پیوستہ باشد بلکہ فقط عطا نیز براں دلالت دارد کما لایخفی۔ وصاحب تاریخ آل عباس کہ از معتمدین اہل سُنت ست در تاریخ مذکور علی ما نقل عنہ نوشتہ کہ بعد از انکہ جماعتی اولاد حسنین نزد ماموں دعوی فدک کردند ماموں جمع نمود و صدکس از علمائے حجاز وعراق وغیرہ ایشاں را تاکید کرد کہ کتمان صواب ننمودہ از متابعت حق و راستی سر نہ پیچند پس ایشاں روایت واقدی و بشر بن الولید وغیرہ نقل کردند کہ بعد از فتح خیبر جبریل با آیہ وآت ذا القربے حقہ نازل شد پس رسول خدا گفت کیست ذا القربے وچیست حق او جبریل گفت فاطمہ است فدک حق اوست پس رسول خدا فدک را بآنحضرت داد۔

صاحب تشئید المطاعن نے بھی کوئی نئی روایت ان روایات مذکورۂ بالا کے علاوہ پیش نہیں کی۔

بکریوں میں کچھ دودھ ہے اُسنے کہا ہاں پینے کہا تو اُس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کے پیرانہ دیئے۔ پھر پینے اُس سے کہا کہ اُسکے تھن غیاسے صاف کردئے پھر اُس نے اُس سے کہا کہ اپنے ہاتھ صاف	صحابہ نے عرض کیا آپنے اسکی تعبیر کیا لی حضرت نے فرمایا کہ علم۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کنوئیں پر کھڑا ہوا ایک اونٹنی کا ڈول نکال رہا ہوں	اُن لوگوں کے پاس لوٹکر گیا کہ اتنے میں حضرت عثمان کا قاصد آیا میں حضرت عثمان کے پاس گیا تو اُنھوں نے پوچھا کہ تمہاری نصیحت کیا تھی مینے کہا کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور اُن پر کتاب نازل فرمائی اور آپ اُن لوگوں میں سے	چنانچہ علی نکلے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ملگئے پھر جب اس رات کی شام ہوئی جسکی صبح کو اللہ نے فتح دی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا یا (یہ فرمایا کہ) جھنڈا وہ شخص لیگا

کفایہ موسوم عصمت الولایہ کے جلد دوم میں صفحہ ۳۵۸ سے تا صفحہ ۳۸۰ بہت تفصیل سے فدک کی بحث لکھی ہے اور آیہ وآت ذا القربے حقہ کی نسبت صفحہ ۳۶۰ میں یہ لکھا ہے کہ از برائے احدے از امت شبہ نبود در انکہ فدک خالص بود از برائے رسول خدا صلعم واحدے را دراں حقی نبود از امت واخبار طرفین از خاصہ و عامہ ناطق باین امر است ونیز ظاہر آیہ وآت ذا القربے حقہ بہ تصدیق کثیرے از علماء و مفسرین در روایات عامہ آنکہ رسول خدا صلعم آنرا بفاطمہ وعطیہ داد بحضرت فاطمہ چوں ثعلبی وجوہری و یاقوت شافعی صاحب کتاب معجم البلدان وشہرستانی وصاحب تاریخ آل عباس وواقدی و بشر بن الولید وعبدالرحمن بن صالح وعمر بن شبہ وابن حجر در صواعق وابن ابی الحدید و ابو ہلال عسکری در کتاب اخبار الاوائل وحاکم ابوالقاسم الحسکانی وحاکم ابو محمد واحمد بن عثمان بغدادی وقاضی عبداللہ ابن موسے کہ انہ لما نزلت آیہ وآت ذا القربے حقہ اعطی رسول اللہ صلعم فاطمہ فدک فقط اس میں مولف نے روایت ہبہ فدک اور دعویٰ

کر ڈالی برا رنے کہا	پھر ابو بکر آئے اور	جنہوں نے اللہ اور	جس کو اللہ اور اُس کا
اس طرح اور اُنہوں نے	اُنہوں نے ایک ڈول	اُسکے رسول صلے اللہ	رسول (صلے اللہ علیہ
اپنا ایک ہاتھ دوسرے	یا دو ڈول نکالے مگر	علیہ وسلم کی بات مانی	وسلم) محبوب رکھتے ہیں
(ہاتھ پر مارا پس اُس نے	کمزور طریقے سے اور	پھر آپنے دو ہجرتیں	یا یہ فرمایا کہ وہ اللہ اور
میرے لئے ایکظرف	اللہ انھیں بخشدے بعد	کیں اور آپ نے رسول	اُس کے رسول کو محبوب
بھر کے دو دہ دوہ	اس کے عمر بن خطاب	خدا صلی اللہ علیہ وسلم	رکھتا ہے اللہ اُسکے
دیا اور میں نے رسول	آئے تو وہ ڈول چرس	کی صحبت اوٹھائی اور	ہاتھ پر فتح دے گا
خدا صلی اللہ علیہ وسلم	بنگیا پس میں نے کسی	آپکی روش کو دیکھا	پس یکایک ہم علی سے
کے لئے ایک چمڑے کا	زور آور کو نہیں دیکھا	اور بیشک لوگ ولید	مل گئے اور ہمیں اُنکے
ظرف رکھ لیا تھا اُس کے	کہ وہ اُنکا جیسا کام	کے بارے میں بہت کچھ	آنکی اُمید نہ تھی تو

فدک کو مخلوط کر دیا ہے۔ اور اُنکی روایتوں اور اقوال کو نقل نہیں کیا مگر سوائے ثعلبی کے کسی جدید راوی کا جن کا ذکر اُوپر ہو چکا نام بھی نہیں لیا۔ اور ثعلبی کی روایت صفحہ ۳۵۸ میں اس کتاب کے بایں الفاظ بیان کی گئی ہے کما فیہ "و ثعلبی کہ از اعاظم مفسرین ایشان ست بسند خود از سُدّی و دیلمی روایت کردہ است کہ حضرت علی ابن الحسین بیکی از اہل شام فرمود آیا قرآن خواندہ گفت بلے۔ فرمود در سورہ بنی اسرائیل ایں آیہ خواندہ کہ وآت ذا القربے حقہ آں شخص عرض کرد مگر شما آیہ ذی القربے کہ حق سبحانہ وتعالے امر فرمودہ کہ حق آنہا را برسانند فرمود بلے"

ان کتابوں کے علاوہ ایک اور کتاب ایران میں بالفصل چھپی ہے اور اس کا نام۔ "غایۃ المرام وحجۃ الخصام فی تعیین الامام من طریق الخاص والعام" اس کے مصنف سید ہاشم معروف بالعلامہ ہیں اور ان کی نسبت صاحب الحدایق شیخ یوسف بحرانی نے اپنی کتاب مسمی بلؤلؤۃ البحرین میں یہ لکھا ہے "کان سید المذکور فاضلاً محدثاً جامعاً متتبعاً للاخبار

مونہ پر کپڑا بندھا ہوا	کرتا ہو یہانتک کہ لوگ	کہہ رہے ہیں حضرت	تو لوگوں نے کہا کہ
تھا پس میں نے (اس	سیراب ہو گئے اور	عثمان نے کہا تم نے	علی ہیں پس اُنہیں
میں سے پانی لیکے) دودھ	بیٹھ گئے۔	رسول خدا صلے اللہ	رسول خدا صلے اللہ
پر ڈالا یہاں تک کہ وہ	حضرت سعد بن ابی	علیہ وسلم کو دیکھا میں نے	علیہ وسلم نے دیدیا اور
نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا	وقاص کہتے ہیں کہ عمر	کہا کہ نہیں مگر مجھے آپ کا	اللہ نے اُن کے ہاتھ
پھر میں اُسے نبی صلی اللہ	بن خطاب نے (ایک	علم پہنچا ہے جس طرح	پر فتح دی۔
علیہ وسلم کے پاس لیکے	دن) رسول خدا صلی اللہ	کنواری لڑکی کو اُسکے	ابو حازم سے روایت
چلا تو میں نے آپ کو	علیہ وسلم کے پاس	پردے میں پہنچا ہے تو	ہے کہ ایک شخص حضرت
بیدار پایا میں نے عرض	جانے کی اجازت مانگی	حضرت عثمان نے کہا	سہل ابن سعد کے پاس
کیا کہ یا رسول اللہ آپ	اور آپ کے پاس	اما بعد پس بے شک	آیا اور اس نے کہا کہ

بما لم یسبق الیہ سابق سوی الشیخ المجلسیؒ وکانت وفاتہ السنۃ السابعۃ بعد المائۃ والالف۔ وصنف کتبا عدید الشہد بشدۃ تتبعہ واطلاعہ کا یعنے سید موصوف بڑے فاضل اور محدث اور جامع اور ایسے حاوی احادیث واخبار ہیں کہ مثل اُن کے اگلے لوگوں سے سوائے ملا باقر مجلسی کے کوئی نہیں ہوا اور اُن کی بہت تصنیفات ہیں۔ جن سے اُنکی علمیت اور واقفیت ثابت ہوتی ہے۔ فقط سید موصوف نے غایۃ المرام امامت کے ثابت کرنے میں لکھی ہے اور اُس میں تمام آیات قرآنی کو جمع کیا ہے اور ہر آیت کے متعلق جتنی روایتیں اور حدیثیں خواہ اہل سُنت کی خواہ شیعوں کی اُن سب کو نقل کیا ہے۔ اور اُنھوں نے اس کتاب کے دیباچہ میں اون تمام کتابوں کے نام لکھے ہیں جن سے اُنھوں نے روایتیں نقل کی ہیں۔ اور بلاشبہ یہ کتاب ایسی جامع ہے کہ خود اُس کے مؤلف کی غزارت علم اور کمال واقفیت کی شاہد ہے۔ اس کتاب کے مقصد دوم کے سترھویں اور اٹھارویں باب میں آیہ وآت

بھیجے چنانچہ آپ نے بھیا	کچھ عورتیں قریش کی	اللہ نے محمد صلے اللہ	فلاں شخص یعنے امیر
یہاں تک کہ میں خوش	بیٹھی ہوئی تھیں آپ سے	علیہ وسلم کو حق کے ساتھ	مدینہ حضرت علی کو منبر
ہوگیا پھر میں نے عرض	باتیں کر رہی تھیں اور	بھیجا تھا اور میں اون	پر برا کہتا ہے حضرت
کیا کہ چلنے کا وقت آگیا	بہت باتیں کر رہی تھیں	لوگوں میں تھا جنہوں نے	سہل نے کہا وہ کیا
یارسول اللہ آپ نے	اُنکی آوازیں آپ کی	اللہ اور اُس کے رسول	کہتا ہے اس نے کہا
فرمایا ہاں چنانچہ ہم چلے	آواز سے بلند تھیں	کی بات مانی اور میں	کہ وہ اُنہیں ابوتراب کہتا
اور کفار ہمیں تلاش	پس جب عمر بن خطاب نے	اس چیز پر ایمان لایا	ہے پس حضرت سہل
کر رہے تھے مگر اُن میں	(آپ سے) اجازت مانگی	جس کیساتھ آپ بھیجے	ہنسے اور اُنہوں نے کہا
سے کسی نے ہمیں نہیں	تو وہ اٹھ گئیں اور	گئے تھے اور میں نے وہ	کہ خدا کی قسم تو انکا نبی
پایا سوا سراقہ بن مالک	پردہ میں ہوگئیں پس	ہجرتیں کیں جیسا کہ تم نے	صلے اللہ علیہ وسلم

ذاالقربے حقہ کے متعلق جتنی حدیثیں اور روایتیں فریقین کی ہیں وہ نقل کی ہیں مگر باوجود اس جامعیت کے سوائے ایک روایت ثعلبی کے کوئی دوسری روایت اُنہوں نے سنیوں کی طرف سے بیان نہیں کی۔ البتہ گیارہ حدیثیں شیعوں کی نقل کی ہیں چنانچہ اس کے صفحہ ۳۲۳ میں یہ لکھا ہے "الباب السابع عشر قولہ تعالےٰ وآت ذاالقربےٰ حقہ ولمسکین الآیۃ من طریق العامۃ وفیہ حدیث واحد الثعلبی فی تفسیرہ فی ہذا الآیۃ قال عنی بذلک فاطمۃ رسول اللہ صلعم ثم قال الثعلبی روی عن السدی عن ابی الدیلمی قال قال علی بن الحسین لرجل من اہل شام اقرأت القرآن قال نعم قال فما قرأت فی بنی اسرائیل وآت ذاالقربےٰ حقہ قال وانکم القرابۃ التی امر اللہ تعالےٰ ان یؤتی حقہ قال نعم فقط۔ اس کا ترجمہ جو کفایہ میں بزبان فارسی ہے وہ ابھی اُوپر ہم لکھ چکے ہیں۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں "الباب الثامن عشر فی قولہ تعالےٰ وآت ذاالقربےٰ حقہ ولمسکین الآیۃ من طریق الخاصۃ وفیہ احد عشر حدیثاً" کہ امامیہ کے طریق سے اس آیت کے متعلق گیارہ حدیثیں ہیں اور اسمیں علیہ

بن مجشم کے وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا تو میں نے عرض کیا کہ یہ تلاش کرنیوالے ہم سے مل گئے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ رنجیدہ نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے حضرت انس حضرت ابوبکر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے میں نے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی چنانچہ عمر اندر آئے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اللہ آپ کے دانتوں کو تبسم رکھے (آپ سوقت کیوں مسکرا رہے ہیں)

کہا اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی اور آپ سے بیعت کی پھر خدا کی قسم میں نے آپ کی نافرمانی نہیں کی اور آپ نے غیب کیا یہاں تک کہ اللہ تعالے نے آپ کو وفات دی پھر اسی طرح ابوبکر کی صحبت اٹھائی پھر

نے رکھا ہے اور جس قدر یہ نام انہیں پسند تھا کوئی اور نام پسند نہ تھا پھر میں نے پوری حدیث سہل سے دریافت کی میں نے ان سے کہا کہ اے ابوالعباس یہ واقعہ کیونکر ہوا تھا انہوں نے کہا کہ (ایک دن) حضرت فاطمہ کے پاس

عوفی کی وہ روایتیں بھی منقول ہیں جس کو بعض سینوں کی کتابوں سے علمائے امامیہ نے نقل کی ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے چنانچہ وہ فرماتے ہیں "الثامن العیاشی باسنادہ بمن عطیۃ العوفی قال لما فتح رسول اللہ خیبر وآفاء اللہ علیہ فدکا وانزل اللہ علیہ وآت ذا القربے حقہ قال یا فاطمۃ لک فدک۔ التاسع العیاشی باسنادہ عن عبد الرحمن بن صالح کتب المامون الی عبد اللہ بن موسے العبسی لیسأله عن قصۃ فدک فکتب الیہ عبد اللہ بن موسے بہذا الحدیث۔ العاشر العیاشی باسنادہ عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ ان المامون ردہا علی ولد فاطمۃ"

منشی سبحان علی خاں صاحب نے جو فن ادب میں مشہور ہیں ایک کتاب امامت میں لکھی ہے اس کے دوسرے حصہ کے صفحہ ۴۷ میں فدک کی بحث ہے مگر اس میں خاں صاحب نے صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی کی ہے اور بعبارت جدید اسی کے مضمون کو الٹ پھیر کے بیان کیا ہے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ ان فاقد الادراک استیعاب ولا طائل انہاءت حق بصنعۃ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور (اسوقت) ہم نماز میں تھے کہ اگر انہیں سے کوئی شخص اپنے قدموں کے نیچے نظر کرے تو بے شک ہمیں دیکھ لے آپنے فرمایا اے ابوبکر اُن دو کیطرح تمہارا کیا خیال ہے جنکا تیسرا اللہ ہے

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان عورتوں سے متعجب ہوں کہ جب اُنھوں نے تمہاری آواز سنی تو فوراً پردہ میں ہو گئیں عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ اس امر کے زیادہ حق دار تھے کہ وہ آپ سے ڈرتیں پھر عمر نے

اُسی طرح عمر کی بعد نہیں ہے جیسا اُن لوگوں کا تھا میں نے کہا کہ ہاں تو حضرت عثمان نے کہا پھر کیسی باتیں ہیں جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچ رہی ہیں اور رُوبا

اس پر میں خلیفہ کیا گیا تو کیا میرا وہ حق کے پھر باہر نکل آئے اور مسجد میں لیٹ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت فاطمہ سے) پوچھا کہ تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں اُنھوں نے کہا کہ مسجد میں ہیں آپ اُن کے پاس تشریف لیگئے تو اُن کی چادر کو دیکھا کہ اُنکی پیٹھ سے

الرسول بر ہمان کتاب مستطاب (طعن الرماح) حوالہ نمودہ بہ تقریر ہی آخر کہ خالی از تجدیدی نیست از ماجری فیہا ابطال خلافت خلیفہ اول وثانی کہ بانی مبانی ایں اعتذار مشار الیہ است می سازد فقط۔ اس میں کوئی روایت جدید منقول نہیں ہے جو قابل نقل ہو۔ ہم نے جو کچھ اُوپر بیان کیا اُس سے اُس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ چوتھی صدی سے لیکر تیرھویں صدی تک جتنی مشہور کتابیں شیعوں کی اس بحث کے متعلق تھیں ان سب سے ہم نے اُن روایتوں کو جو متعلق ہبہ فدک کے ہماری کتابوں سے اُنہوں نے نقل کی تھیں بلفظہ لکھدیا۔ اور اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اور بھی بہت سی کتابیں ہوں گی جو ہمیں نہیں مل سکیں۔ مگر ایسے مشہور اور نامور عالموں نے جیسے کہ جناب علم الہدیٰ اور علامہ حلی اور سید ابن طاؤس اور ملا باقر مجلسی اور قاضی نور اللہ تستری اور مولانا دلدار علی اور مجتہد سید محمد اور مولانا محمد قلی صاحب تھے غالباً ان کے مطالع سے کوئی اور روایت رہ گئی ہوگی۔ خصوصاً مجتہدین لکھنؤ سے۔ اور اس لئے ہم کو اس یقین کرنے کی وجہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ (مسجد میں) سب (کے) دروازے بند کر دو سوائے ابو بکر کے دروازہ کے (حضرت ابو بکر کی علو مرتبت پر دلالت کرتا ہے) اسکو حضرت ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

(اُن عورتوں سے) کہا کہ اے اپنی جانوں کے دشمنوں کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں اُنہوں نے کہا ہاں تم بہ نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت اور درشت ہو۔ پس رسول خدا

ولید کا معاملہ جو تمنے ذکر کیا تو اُس میں ہم انشاء اللہ حق پر عمل کریں گے بعد اس کے اُنہوں نے علی کو بلایا اور اُنھیں حکم دیا کہ ولید کو دُرّے ماریں چنانچہ اُنہوں نے اسے اسّی دُرّے مارے۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں

گر گئی تھی اور اُن کی پیٹھ میں مٹی بھر گئی تھی پس آپ اُن کی پیٹھ پوچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے ابو تراب اُٹھ بیٹھو (ویسا ہی فرمایا) سعد بن عبیدہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عمر کے پاس آیا اور اُنسے

کہ جو کچھ اُنہوں نے ثبوت پیش کیا ہے اس سے زیادہ اُن کے پاس نہ تھا اب ہم اِس بات کو دکھاتے ہیں کہ یہ ثبوت نہ عقلاً نہ نقلاً شہادت میں داخل کرنے کے لایق ہے اور نہ وہ فی نفسہ کوئی ثبوت ہے اس لئے کہ ان تمام روایتوں کا سلسلہ اُس راوی پر ختم ہوتا ہے جو نہ صرف غیر معتبر اور غیر ثقہ تھا بلکہ کاذب اور شیعی تھا۔ اور ایک ہی شخص اس تمام زنگاری پردے میں چھپا ہوا ہے جس کے مختلف رنگ دوسروں نے لئے ہیں اور ایک ہی گندلا چشمہ ہے جس سے یہ سب نہریں نکلی ہیں اور ایک ہی کذب کی جڑ ہے جہاں سے ساری شاخیں پھوٹی ہیں۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ علماء شیعہ جن کو ان روایتوں پر بہت کچھ ناز ہے اور جنھوں نے اس کی بنیاد پر ایک بہت بڑی عمارت قائم کی ہے اور جس کی بنا پر بہت بڑے الزام حضرت شیخین پر لگائے ہیں اور بہت دردناک تقریروں میں اُنکے ظلم و ستم ظاہر کیا ہے اور جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا دعوے ہبہ کے رد کرنے پر بہت کچھ دھوکے میں ڈالنے والی باتیں بنائی ہیں اپنے پیش کئے ہوئے ثبوت کی حقیقت

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ جیشک اللہ نے ایک بندے کو دنیا کے درمیان میں اور اس چیز کے درمیان جس اللہ کے ہاں ہے اختیار دیا تو اس بندہ نے اس چیز کو اختیار کر لیا جو

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن خطاب قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جب تم سے شیطان کسی راہ میں چلتے ہوئے ملتا ہے تو وہ تمہارے راستہ کو چھوڑ کے کسی اور راستہ میں چلنے لگتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکر کی برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے پھر عمر کے پھر عثمان کے بعد اسکے ہم صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوڑ دیتے تھے اُن میں باہم کسی کو ترجیح نہ دیتے تھے

عثمان بن موہب کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عمر سے حضرت عثمان کی بابت پوچھا ابن عمر نے حضرت عثمان کی نیک کرداریاں بیان کر دیں تو اس شخص نے کہا شاید تمہیں حضرت ابن عمر نے کہا ہاں تو اس نے کہا اللہ تمہیں ذلیل کرے پھر اس نے حضرت علی کی بابت پوچھا تو حضرت ابن عمر نے اُن کی بھی نیک کرداریاں

فاش ہونے پر جیسا کہ اب ہم اسے فاش کرتے ہیں حیران اور ششدر ہو جائیں گے اور وہ الفاظ جو جناب قاضی نور اللہ قستری نے کشف الحق کے شائع ہو جانے کے بعد سنیوں کی نسبت فرمائے تھے وہ اپنے اوپر صادق سمجھیں گے "اے سنیون ان یکونوا حجارۃ او شجرا او بہیمۃ کانہم الفقم احجرا یعنے تنا کریں گے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہو جائیں اور ایسے بہیمت ہو جائیں گے گویا اُن پر پتھر پڑ گئے ہیں۔

علماء امامیہ کی مذکورۂ بالا کتابوں میں جو حدیثیں اور روایتیں پیش کی گئی ہیں جن کو وہ سنیوں کی روایت کہتے ہیں ان کی تکرار اور نقل کو حذف کر کے دو قسم کی مفصلہ ذیل روایتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک وہ جن میں پوری تفصیل راویوں کی لکھی گئی ہے دوسری وہ جس میں یا صرف منقول عنہ کتاب کا نام ہے یا بجائے پوری سند بیان کرنے کے صرف بعض راویوں کے نام لکھ دیئے ہیں۔ اول قسم میں چار اور دوسری قسم میں پانچ روایتیں ہیں۔ اول قسم کی روایتیں یہ ہیں۔

اللہ کے ہاں ہی حضرت	کہتے ہیں کہ جب سے	میں سے آیا اور اُسنے	بیان کیں کہا کہ وہ ایسے
ابو سعید کہتے ہیں۔ پھر	عمر اسلام لائے برابر	کہہ کاج کیا پھر اسنے	ہی ہیں اُن کا گھر نبی
حضرت ابو بکر روئے تو	غالب رہے۔	چند لوگوں کو بیٹھے ہوئے	صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہم لوگوں نے اُنکے	حضرت ابن عباس	دیکھا تو اُس نے پوچھا کہ	گھروں کے بیچ میں ہے
رونے پر تعجب کیا کہ	کہتے ہیں کہ جب حضرت	یہ کون لوگ ہیں لوگوں	بعد اسکے کہا کہ شاید یہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ	عمر اپنے جنازے پر	نے کہا کہ قریش اسنے	بات تجھے بُری لگتی ہو
وسلم تو ایک بندہ کا حال	رکھے گئے تو لوگوں نے	کہا کہ یہ بوڑھے انہیں	اُس شخص نے کہا ہاں۔
بیان کر رہے ہیں کہ اُسے	اُنہیں گھیر لیا۔ دعا	کون ہیں لوگوں نے	حضرت ابن عمر نے کہا
اختیار دیا گیا (اس	مانگتے تھے اور نماز	کہا کہ عبداللہ بن عمر	تو اللہ تجھے ذلیل کرے جا
میں رونے کی کیا	پڑھتے تھے قبل اسکے	اس نے کہا کہ لے	اور میری ضرر رسانی
بات ہے) مگر (بعد	کہ جنازہ اُٹھایا جائے	ابن عمر میں تم سے	کی کوشش کر۔

ایک وہ روایت ہے جو طرائف میں سید الحفاظ ابن مردویہ سے نقل کی گئی ہے اور جس کو عماد الاسلام اور دوسری کتابوں میں بھی نقل کیا ہے اس کے بیان کرنے والے راوی حسب ذیل ہیں۔ اوّل محی السنہ ابو الفتح عبدوس بن عبداللہ ہمدانی۔ دوسرے قاضی ابو نصر شعیب بن علی۔ تیسرے موسےٰ بن سعید۔ چوتھے ولید بن علی۔ پانچویں عباد بن یعقوب۔ چھٹے علی بن عباس۔ ساتویں فضیل۔ آٹھویں عطیہ۔ نویں ابو سعید جن پر روایت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

دوسری، وہ روایت ہے جو بحار الانوار میں بحذف اسانید و تفسیر مجمع البیان طبرسی میں تفصیل اسناد بیان کی گئی ہے اور اس کے راوی یہ ہیں۔ اوّل سید ابو حمید مہدی بن نزار حسینی۔ دوسرے حاکم ابو القاسم بن عبداللہ الحسکانی۔ تیسرے حاکم ابو الدار ابو محمد چوتھے عمر بن احمد بن عثمان۔ پانچویں عمر بن حسین ابن علی بن مالک۔ چھٹے جعفر بن محمد احمصی۔ ساتویں حسین بن حسین آٹھویں ابو سمر بن سعید۔ نویں ابو علی قاسم کندی۔ دسویں

کو معلوم ہوا کہ) وہ	اور میں بھی اُن	ایک بات پوچھتا	حضرت علی سے روایت
اختیار دیا ہوا بندہ	لوگوں میں تھا پس	ہوں مجھے بتاؤ کیا تم	ہے کہ حضرت فاطمہ نے
رسول خدا صلی اللہ	یکایک ایک آدمی	جانتے ہو کہ عثمان	اس تکلیف کی شکایت
علیہ وسلم تھے اور ابو	نے میرا شانہ پکڑ لیا	احد کے دن بھاگ	کی جو چکی پیسنے کے
بکر ہم سب سے زیادہ علم	تو وہ علی تھے پھر	گئے تھے اُنھوں نے	سبب سے اُنہیں ہوتی
رکھتے تھے پھر رسول	انھوں نے عمر کے لئے	کہا کہ ہاں (جانتا ہوں)	پھر نبی صلی اللہ علیہ
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے	دعائے رحمت کی	اِس نے کہا کیا	وسلم کے پاس کچھ قیدی
فرمایا کہ سب لوگوں سے	اور کہا کہ (اے عمر)	تم جانتے ہو کہ	آئے تو حضرت فاطمہؓ
زیادہ اپنی صحبت	تم نے کسی ایسے	وہ جنگ بدر سے	گئیں مگر اُنھوں نے
میں اور اپنے مال میں	شخص کو اپنے پیچھے	غائب تھے اور اس	آپ کو نہ پایا اور عائشہ
مجھ پر احسان کرنیوالے	نہیں چھوڑا کہ اس کے	میں شریک نہیں	کو پایا تو عائشہ سے

یحییٰ بن یعلی۔ گیارھویں علی بن مسہر۔ بارھویں فضیل بن مرزوق۔ تیرھویں علیہ کوفی چودھویں ابو سعید خدری۔

تیسری وہ روایت جس کو بحار الانوار میں سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور اُنھوں نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے۔ اس کے راوی اوّل محمد بن محمد بن سلیمان احمدی ہیں۔ دوسری ہیثم بن خلف دوری تیسرے عبداللہ بن سلیمان اشعث چوتھے محمد بن قاسم بن زکریا۔ پانچویں عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عابس (حقیقت میں علی بن عباس ہے) ساتویں جعفر بن محمد حسینی آٹھویں علی بن منذر طریفی۔ نویں فضیل بن مرزوق دسویں علیہ کوفی۔ گیارھویں ابو سعید خدری چوتھی وہ روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھی ہے۔ اس کے اول راوی محمد بن عباس ہیں۔ دوسرے علی بن عباس مقانعی۔ تیسرے ابو کریب۔ چوتھے معاویہ پانچویں فضیل بن مرزوق چھٹے علیہ۔ ساتویں ابو سعید خدری۔

ابوبکر ہیں اور اگر میں	جیسے عمل کے ساتھ	ہوئے انھوں نے	انھوں نے بیان کیا
اپنے پروردگار کے	خدا سے ملنا پسند	کہا ہاں (جانتا ہوں)	کہ میں اس سے آئی
سوا کسی اور کو خلیل	تمہارے مجھے محبوب	اس نے کہا کیا تم	ہتی اور جب نبی صلی اللہ
بناتا تو بے شک ابوبکر	ہوا اور خدا کی قسم	جانتے ہو کہ وہ	علیہ وسلم تشریف
کو بناتا مگر (ابوبکر سے	میں خیال کرتا تھا کہ	بعثۃ الرضوان سے	لائے تو عائشہ نے
مجھے) اسلام کی اخوت	اللہ تمہیں تمہارے	غائب تھے اور اس	آپ سے فاطمہ کے آنیکا
اور اس کی محبت (ہے)	دونوں صاحبوں کے	میں شریک نہیں ہوئے	حال بیان کیا۔ پس
مسجد میں کوئی دروازہ	ساتھ رکھے گا اور	انھوں نے کہا ہاں	نبی صلی اللہ علیہ وسلم
ایسا نہ رہے جو بند نہ	میں خیال کرتا ہوں	(جانتا ہوں) اس نے	ہمارے ہاں تشریف
کیا جائے سوا ابوبکر	کہ میں نے اکثر نبی صلی	کہا اللہ اکبر حضرت	لائے اور ہم اپنے
کے دروازہ کے	اللہ علیہ وسلم کو یہ	ابن عمر نے کہا یہاں آ	خواب گاہ میں لیٹ

(اور دوسری قسم کی روایتیں یہ ہیں)

پہلی وہ روایت جو کنز العمال سے عماد الاسلام میں نقل کی ہے۔ اس کو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور اس میں دو راویوں کے نام منقول ہیں۔ ایک ابراہیم بن محمد بن میمون۔ دوسرے علی بن عابس بن النجار۔ ان راویوں نے اپنی سند کا سلسلہ ابو سعید تک پہنچایا ہے۔

دوسری وہ روایت جو عماد الاسلام وغیرہ میں در منثور سیوطی سے بلا حوالۂ سند نقل کی ہے اور طعن الرماح میں اس پر اتنا اور بڑھایا ہے کہ بزار ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ نے اسے ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے۔

تیسری جو عماد الاتقیاء وغیرہ میں لکھی ہے کہ عبد الرحمن بن صالح کہتے ہیں کہ مامون نے عبید اللہ بن موسےٰ سے فدک کا حال خبرًا دریافت کیا تو انھوں نے اسی حدیث کو جس کا ذکر سید مہدی بن مزار حسینی نے کیا ہے لکھ بھیجا اور اس کو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں دو نام مذکور ہیں۔ ایک فضیل بن مرزوق

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان ترجیح دیا کرتے تھے پس ہم ابوبکر کو ترجیح دیتے تھے پھر عمر بن خطاب کو پھر عثمان بن عفان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر کی فضیلت

فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور ابوبکر و عمر گئے میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوا میں اور ابوبکر و عمر باہر نکلا حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) اُحد (نامی پہاڑ) پر چڑھے اور آپ کے ہمراہ ابوبکر و عمر

میں تجھ سے بیان کروں احد کے دن اُن کا بھاگنا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے اُن سے معاف کر دیا اور اُنھیں بخشدیا اور لیکن بدر سے ان کا غائب ہو جانا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کے داماد میں رسول اللہ

کہے تھے تو میں نے چاہا کہ اُنھوں آپ نے فرمایا کہ تم دونوں اپنی جگہ پر رہو اور آپ ہم دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے یہانتک کہ میں نے آپکے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر پائی اور آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسی بات تعلیم نکروں جو اس

دوسرے عطیہ۔ چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف میں بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے بیان کی ہے جس میں سلسلۂ اسناد محذوف ہے۔ اور اسی کو بحوالہ واقدی قاضی نور اللہ شستری نے احقاق الحق میں نقل کیا ہے۔

پانچویں وہ روایت جو معارج النبوت اور مقصد اقصیٰ سے عماد الاسلام وغیرہ میں نقل کی گئی ہے۔

یہ ہے کل مایۂ ناز علماء امامیہ کا اور یہ ہے مجموعہ اُن تمام روایتوں کا جس کو وہ بہت بڑے زور شور سے سنیوں کے مقابلہ میں ہبۂ فدک کے ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں اور چونکہ یہ روایتیں مختلف طور سے اور مختلف موقع پر بحث فدک میں بیان کی جاتی ہیں بچارے ناواقف سنی انھیں دیکھکر گھبرانے لگتے ہیں اور یہ سمجھکر کہ یہ روایتیں تو ہماری ہی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں اور غالباً صحیح ہوں گی حیران رہجاتے ہیں۔ اور اکثر لوگوں کو خلجان اور اپنے عقائد میں شبہہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اب ہم نے اُن سب کو

ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا قول (ہے کہ) اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا اسکو حضرت ابوسعید نے روایت کیا ہے حضرت ابن عباس نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر میں اپنی امت میں کسی کو خلیل بناتا تو بے شک

عثمان بھی تھے پس وہ پتھر ہلا تو آپ نے اسے اپنے پیر سے مارا اور فرمایا کہ اے اُحد ٹھہر جا کیونکہ تیرے اُوپر ایک نبی اور ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔ زید ابن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے

صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور وہ ہمارے تھیں تو اُنسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہیں اس شخص کی برابر ثواب اور حصہ ملے گا جو بدر میں شریک ہوا ہو مانی بیعۃ الرضوان سے ان کا غائب ہونا تو اگر کوئی

سے بہتر ہے جبکی تم نے خواہش کی ہو جب تم اپنی خوابگاہ میں جاؤ تو ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہو اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہو اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہو یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔ حضرت سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

ایک جگہ جمع کر دیا ہے اس سے دیکھنے والوں کو معلوم ہو سکے گا کہ سلسلہ تمام روایتوں کا ابوسعید پر ختم ہوتا ہے اور ابوسعید سے علیہ اور عطیہ سے فضل بن مرزوق۔ بنے آگے چلایا ہے اور ان ہی سے اس روایت کا سلسلہ آیندہ بڑھا ہے۔ غرضکہ جو کچھ پھل پھول اس میں لگائے گئے ہیں اس کی جڑ ابوسعید ہیں۔ مگر ابوسعید کے نام میں ایک عجیب دھوکا دیا گیا ہے جس سے ناظرین کو شبہہ ہوتا ہے کہ یہ ابوسعید ابوسعید خدری ہیں جو صحابی تھے حالانکہ یہ ابوسعید ابوسعید خدری نہیں ہیں بلکہ وہ ابوسعید ہے جو کلبی کے خطاب سے مشہور اور صاحب تفسیر ہیں۔ اُن کے بہت سے نام اور مختلف کنیتیں ہیں۔ اور اسی سبب سے لوگوں کو اکثر ان کے نام میں دھوکا ہو جاتا ہے۔ کبھی ان کا نام محمد بن سائب کلبی سے لیا جاتا ہے۔ اور کبھی حماد بن سائب کلبی کہکر پکارے جاتے ہیں اور ان کی تین کنیتیں ہیں۔ ایک ابونضر اور دوسری ابوہشام اور تیسری ابوسعید۔ اور انہی سے عطیہ عوفی روایت کرتے ہیں۔ اور چونکہ عطیہ عوفی شیعہ تھے وہ اس قسم کی حدیثوں کو اپنے شیخ ابوسعید

میں ابوبکر کو خلیل بناتا مگر وہ میرے بھائی اور میرے ہمنشین ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو بے شک نہیں کو بناتا مگر اخوت اسلام افضل ہے۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت ہے وہ کہتے

کہا مجھ سے حضرت ابن عمر نے بعض حالات اُن کے یعنی حضرت عمر کے پوچھے تو میں نے اُن سے بیان کیا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جبکہ آپ کی وفات ہوئی کسی کو نیکوکار اور کسی کو زیادہ سخی نہیں دیکھا یہاں

شخص کہ میں عثمان سے زیادہ باعزت ہوتا تو بے شک سوائے خدا صلی اللہ علیہ وسلم عثمان کی جگہ اُسے بھیجتے بس نہیں سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور بعد اسکے کہ عثمان چلے گئے بیعۃ الرضوان ہوئی تو رسول خدا صلے اللہ

علی سے کہا تھا کہ کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تم میرے ساتھ اس درجے پر رہو جس درجہ پر ہارون موسےٰ کے ساتھ تھے۔

عبیدہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا تم لوگ جس طرح چاہو فیصلہ کر لیا کرو کیونکہ میں اختلاف کو برا سمجھتا ہوں

کلبی سے اس طور پر روایت کرتے ہیں کہ جس سے دھوکا ہو کہ یہ ابوسعید خدری صحابی سے روایت ہے کیونکہ وہ حدثنا یا قال ابوسعید کہکر چپ ہو جاتے ہیں کلبی یا اور مشہور نام ان کا نہیں لیتے تاکہ لوگوں کو شبہہ ہو کہ یہ روایت جس سے یہ روایت کرتے ہیں وہ ابوسعید خدری صحابی ہیں چنانچہ یہ مغالطہ ظاہر ہو گیا اور اُن کی یہ ہوشیاری کھل گئی۔ تاکہ عطیہ اور کلبی کا اصلی حال اور اصلی اعتقاد ظاہر ہو جائے اور یہ امر کہ عطیہ کی روایت ابوسعید کلبی سے ہے نہ کہ ابوسعید خدری سے کھل جائے ہم اول عطیہ کا اور پھر ابوسعید کلبی کا حال اسماء الرجال کی کتابوں سے بیان کرتے ہیں اور اس پردے کو جو ایک مدت دراز سے ان روایتوں پر پڑا ہوا تھا اُٹھاتے ہیں۔ عطیہ جنھوں نے اس روایت کو ابوسعید سے بیان کیا ہے اُن کی نسبت تقریب میں جو مصنف کتاب اسماء الرجال کی ہے لکھا ہے کہ وہ روایت میں خطا بھی کرتے تھے اور تدلیس بھی فرماتے تھے اور شیعہ بھی تھے۔ کما یقول عطیۃ بن سعد الکوفی یخطئ کثیرا وکان شیعیا مدلسا اھ تو ان کی روایت

ہیں کہ اہل کوفہ نے ابن	تک کہ یہ باتیں عمر بن	علیہ وسلم نے اپنے	یہاں تک کہ لوگ سب
زبیر کو دادا کی میراث	خطاب پر ختم ہوگئیں	داہنے ہاتھ کی نسبت	متفرق ہو جائیں یا میں
کے بارے میں خط لکھا تو	حضرت انس رضی سے	یہ فرمایا کہ یہ عثمان کا	بھی مر جاؤں جس طرح
انہوں نے کہا کہ وہ شخص	روایت ہے کہ ایک شخص	ہاتھ ہے اور اسے اپنے	میرے اصحاب مر گئے
جس کی نسبت رسول خدا صلی	نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے	بائیں ہاتھ کا کوہان اور	اور ابن سیرین کی سلسلے
علیہ وسلم نے فرمایا تھا اگر	قیامت کی بابت پوچھا کہ	فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی ہے	تھی کہ کثیر روایتیں
میری امت میں سے کسی	قیامت کب ہوگی آپنے فرمایا	پھر اس شخص سے نضرت	جو حضرت علی سے مروی
کو خلیل بناتا یعنی ابو بکر	تو نے اسکے لئے کیا سامان	ابن عمر نے کہا کہ اب کوان	ہیں جاتی ہیں۔
دادا کو باپ کے درجہ میں کہا ہے	کہا کیا ہی اسنے عرض کیا کہ	باتوں کو اپنے ہمراہ لیجا	حضرت علی کرم اللہ
محمد جبیر بن مطعم اپنے	کوئی چیز نہیں سوا اس کے	حضرت انس کہتے ہیں	وجہہ کے مناقب
والد سے روایت کرتے	کہ میں اور اللہ اور اسکے	رایکدن نبی صلے اللہ	ختم ہوئے

پسبب اس کے کہ وہ بہت خطا کرتے تھے یقین کے قابل نہیں دوسرے بوجہ تدلیس کے پایہ اعتبار سے ساقط ہے تیسرے بلحاظ شیعہ ہونے کے یہ روایت شیعوں کی ہے کہ سینوں کی روایت میں خطا کرنا اور شیعہ ہونا یہ دو چیزیں محتاج بیان نہیں ہیں مگر تدلیس کیا چیز ہے اور راوی میں یہ عیب کس درجے کا خیال کیا جاتا ہے البتہ قابل بیان ہے تاکہ ناظرین اس روایت کی صحت کا صرف ایک تدلیس کے سبب سے اندازہ کر سکیں ابن جوزی تدلیس کو روایت میں اس قدر قبیح اور شنیع سمجھتے ہیں کہ وہ تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں۔

"ومن تلبیس ابلیس علی علماء المحدثین روایۃ الحدیث الموضوع من غیر ان یعلموا انہ موضوع وہذا خیانۃ منہم علی الشرع ومقصودہم تنفیق احادیثہم وکثرۃ رواياتہم وقد قال النبی من روی عن حدثا بحدیث وہو یری انہ کذب فہو احد الکاذبین ومن ہذا النوع تدلیسہم فی الروایۃ فانہ یقول احدہم فلان عن فلان وقال فلان عن فلان ربما لم یسمع منہ ولم یلقہ وہذا قبیح لاجل التدلیس فی مرتبۃ المتصل انتہی یعنی علماء محدثین کو ابلیس حدیث موضوع کی روایت

ہیں کہ اہل کوفہ نے ابن	تک کہ یہ باتیں عمر بن	علیہ وسلم نے اپنے	یہاں تک کہ لوگ سب
زبیر کو دادا کی میراث	خطاب پر ختم ہوگئیں	دادا نے ہاتھ کی نسبت	متفق ہو جائیں یا میں
کے بارے میں خط لکھا تو	حضرت انس رضی سے	یہ فرمایا کہ یہ عثمان کا	بھی مر جاؤں جس طرح
انہوں نے کہا کہ وہ شخص	روایت ہے کہ ایک شخص	ہاتھ ہے اور اسے اپنے	میرے اصحاب مر گئے
جسکی نسبت رسول خدا صلی	نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے	ہاتھ سے کاٹ کر یہ ارشاد	اور ابن سیرین کی سند
علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر	قیامت کی بابت پوچھا کہ	فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی ہے	تھی کہ اکثر روایتیں
میری امت میں سے کسی	قیامت کب ہوگی آپ نے فرمایا	پھر اس شخص سے حضرت	جو حضرت علی سے مروی
کو خلیل بناتا یعنی ابو بکر	تو نے اسکے لئے کیا سامان	ابن عمر نے کہا کہ کاش ابن	ہیں ثابت ہیں۔
داد کو باپ کے درجہ میں کہا ہے	تیار کیا ہے عرض کیا کہ	ہاتھوں کو اپنے حرام کیا	حضرت علی کرم اللہ
محمد بن سیرین مسلم اپنے	کوئی خاص نہیں سوا اس کے	حضرت انس کہتے ہیں	وجہہ کے مناقب
والد سے روایت کرتے	کہ میں اور اللہ اور اسکے	انکو اپنی آنکھوں	نقل ہوئے

پہ سبب اس کے کہ وہ بہت خطا کرتے تھے یعنی کسے قابل نہیں وہ دوسرے راوی حدیث کے پایہ اعتبار سے ساقط ہے تیسرے یہ لحاظ نہیں ہوتے کہ یہ روایت ثبوت کی ہے کہ سیوطی کی روایت میں خطا کا زیادہ ہونا یہ دو چیزیں محتاج بیان نہیں ہیں مگر تدلیس کیا چیز ہے اور راوی میں یہ عیب کس درجے کا خیال کیا جاتا ہے البتہ قابل بیان ہے تاکہ ناظرین اس روایت کی صحت کا صرف ایک تدلیس کے سبب سے اندازہ کر سکیں بعد جو زی تدلیس کو روایت میں اس قدر قبیح اور شنیع سمجھتے ہیں کہ وہ تدلیس التیس میں کہتے ہیں۔

"ومن تدليس التيس على طلاب الحديث رواية الحديث الموضوع من غير ان يبين انه موضوع وبذا فيا ليته بين ان الشرع مقصودهم تفهيم احاديثه وكثرة رواياتهم وقال النبي من روى عني حديثا يرى انه كذب فهو احد الكاذبين ومن هذا الذي يدلسهم في الرواية فانه يقول احدهم فلان عن فلان قال فلان لفلان يوهم انه سمع منه ولم يسمع منه وهذا قبيح لا يحمل المنقطع في مرتبة المتصل انتهى" یعنی علماء محدثین کو تدلیس التیس حدیث موضوع کی روایت

سوا پانچ غلاموں کے اور
دو عورتوں کے اور ابو بکر کے
حضرت ابو الدرداء کہتے
ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا
کہ ابو بکر آئے اپنے چادر کا
کنارہ اٹھائے ہوئے یہاں
تک کہ گھٹنا کھل گیا تو پس
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ تمہارا دوست
لڑے (ہوئے آیا) ہیں

کہتے تھے کہ میں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر
کو دوست رکھتا ہوں
اور اُمید رکھتا ہوں کہ
بوجہ اُن کی محبت کے
جو مجھے ہے میں اُنکے ہمراہ
ہونگا اگرچہ میں نے اُن
کے اعمال کے مثل عمل
نہیں کئے۔
حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اور نا اتفاقی کا قصہ اور اسی
میں حضرت عمر بن خطاب
کی شہادت کا بیان ہے۔
عمرو بن میمون کہتے ہیں میں نے
حضرت عمر بن خطاب کو چند
روز اس سے پہلے کہ وہ شہید
ہوں مدینہ میں دیکھا کہ وہ
حذیفہ بن یمان اور عثمان
بن حنیف کے پاس کھڑے
ہوئے کہہ رہے تھے کہ تم
دونوں نے کیا کیا کیا تمہیں

فی عطیۃ وروی ابن المدینی عن یحیٰی قال عطیۃ وابو ہارون وبشر بن حرب عندی سواء وقال احمد یلیغنی ان عطیۃ کان یاتی الکلبی فیاخذ عنہ التفسیر کان یکنیہ بابی سعید فیقول قال ابو سعید قلت یعنی یوہم انہ الخدری وقال النسائی وجماعۃ ضعیف۔ یعنے عطیہ بن سعد عوفی کوفی تابعی مشہور ضعیف ہے اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ ان کی حدیث ضعیف ہے۔ اور سالم مرادی کہتے ہیں کہ عطیہ شیعہ تھا۔ اور امام احمد کہتے ہیں کہ وہ ضعیف الحدیث ہے اور ضیغم کو عطیہ میں کلام ہے۔ اور ابن مدینی نے یحیٰی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ عطیہ اور ابو ہارون اور ابو بشر بن حرب میرے نزدیک برابر ہیں۔ اور امام احمد کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عطیہ کلبی کے پاس آتے اور اُن سے تفسیر لیتے اور اسے ابو سعید کے نام سے لکھ دیتے اور یوں کہتے کہ ابو سعید نے ایسا کہا ہے ذہبی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مقصود ان کا یہ ہوتا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ ابو سعید خدری ہیں۔ اور نسائی اور ایک جماعت نے انکو ضعیف بتایا ہے اور سخاوی نے رسالہ منظومہ

پھر ابو بکر نے سلام کیا اور
کہا کہ میرے اور ابن خطاب
کے درمیان میں کچھ جھگڑا
ہو گیا تھا تو میں نے جلدی
میں کچھ انھیں کہہ ڈالا الا بعد
اسکے میں نادم ہوا اور چاہتے
ان سے درخواست کی کہ معاف
کر دیں مگر انہوں نے تجھے
انکار کر دیا لہذا میں آپکے
پاس آیا ہوں آپنے فرمایا کہ
اے ابو بکر اللہ تمہیں معاف

فرمایا تم سے اگلی امتوں
میں کچھ لوگ محدث ہوتے
تھے تو میری امت میں اگر
کوئی ہو گا تو وہ عمر ہیں
دوسری روایت میں اتنا
زیادہ ہے کہ حضرت ابو
ہریرہ نے کہا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تم سے
پہلے بنی اسرائیل میں کچھ
لوگ ایسے ہوتے تھے کہ انسے
(خدا کی طرف سے) باتیں

اس بات کا خیال ہے کہ تم نے
زمین پر اس قدر خراج
باندھ دیا ہے جسکی وہ طاقت
نہیں رکھتی ان دونوں نے
کہا نہیں ہم نے اسپر اسقدر
خراج باندھا ہے جسکی وہ طاقت
رکھتی ہے اس میں بہت زیادتی
نہیں ہے حضرت عمر نے
کہا غور کرو فاید تم نے اس
زمین پر اس قدر خراج باندھ
دیا ہو جسکی وہ طاقت نہیں

جزری میں جو صحول حدیث میں ہے "باب من اسماء مختلفۃ ولغوت متعددۃ" میں جہاں کلبی کا ذکر کیا ہے وہاں یہ بیان کیا ہے "وھوابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ العوفی موجاۃ الخدری" کہ یہی کلبی ابو سعید کی کنیت سے بھی پکارے جاتے ہیں۔ اور عطیہ عوفی ان سے جو روایت کرتے ہیں وہ اسی کنیت سے یعنے "قال ابو سعید" کہکر روایت کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ خیال ہو کہ یہ ابو سعید خدری ہیں۔

اس حقیقت سے جو ہم نے عطیہ کی بیان کی مثل آفتاب روز روشن کے بات کھل گئی کہ یہ روایت ابو سعید خدری سے جو صحابی رسول تھے نہیں ہے۔ بلکہ ابو سعید کلبی سے ہے جو مفسر تھے۔

اب ہم ابو سعید کلبی کا حال ظاہر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ حضرت جن پر ان تمام روایتوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے جھوٹے اور حدیثوں کے بنانے والے اور شیعہ تھے ان کی نسبت امام سخاوی نے شرح رسالہ منظومہ جزری میں اس بات میں جس کا اوپر ذکر ہوا

کرے (تین مرتبہ فرمایا) کی جاتی تھیں وہ نبی نہ ہوتے رکھتی اُن دونوں نے کہا
پھر عمر نادم ہوئے اور وہ تھے پس اگر اُن میں سے کہ نہیں پھر حضرت عمر نے
ابوبکر کے مکان پر گئے اور جا میری امت میں کوئی ہو گا کہا کہ اگر اللہ نے مجھے زندہ
کہ کیا ابوبکر یہاں ہیں لوگوں نے تو وہ عمر ہیں حضرت ابن رکھا تو میں اہل عراق کی
کہا کہ نہیں تو وہ نبی صلی اللہ عباس کہتے ہیں کہ محدث بیوہ عورتوں کو اس حال
علیہ وسلم کے پاس گئے پس کا ذکر قرآن میں ہے، من میں کر دوں گا کہ میرے بعد
(انھیں دیکھ کے) نبی ولا محدث۔ کسی کی محتاج نہ ہوں۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ
چہرہ کا رنگ بدلنے لگا یہاں تک کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ پھر اُن پر جو تھا ہی دن تھا
کہ ابوبکر ڈر گئے اور اپنے وسلم نے (ایک مرتبہ) فرمایا کہ وہ شہید کر دیئے گئے
دونوں گھٹنوں کے بل بیٹھ کہ ایک چرواہا اپنی بکریوں عمرو بن میمون کہتے ہیں جبلن

یہ لکھا ہے کہ اُن لوگوں میں سے جن کے مختلف نام اور متعدد لقب اور کنیتیں ہیں ایک محمد بن سائب کلبی مفسر ہیں اُنھیں کی کنیت ابو نضر ہے۔ اور اس کنیت سے ابن اسحاق اُن سے روایت کرتے ہیں اور اُنھیں کا نام حماد بن سائب ہے اور ابو اسامہ اسی نام سے اُن سے روایت کرتے ہیں اور اُنھیں کی کنیت ابو سعید ہے اور اسی کنیت سے عطیہ عوفی ان سے روایت کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو شبہ میں ڈالیں کہ یہ ابو سعید خدری ہیں۔ اور انھیں کی کنیت ابو ہشام بھی ہے اور اس کنیت سے قاسم بن الولید اُن سے روایت کرتے ہیں۔ اصل الفاظ شرح مذکور کے یہ ہیں "ان من امثلۃ (ای من اسماء مختلفۃ ولغوت متعددۃ) محمد بن السائب الکلبی المفسر ھو ابو النضر الذی روی عنہ ابن اسحاق وھو حماد بن السائب روی عنہ ابو اسامۃ وھو ابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ الکوفی موھما انہ الخدری وھو ابو ھشام روی عنہ القاسم بن الولید" اور تقریب میں ان کی نسبت یہ لکھا ہے "محمد بن السائب بشیر الکلبی ابو النضر الکوفی النسابۃ المفسر تھم بالکذب ورمی بالرفض من السادسۃ مات

گئے اور کہا یا رسول اللہ خدا
کی قسم میں نے ہی زیادتی
کی تھی (دو مرتبہ یہی کہا) پھر نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللہ نے مجھے تمہاری طرف
نبی بنا کے بھیجا تم لوگوں نے
کہدیا کہ تو جھوٹا ہے اور ابو بکر
نے کہا کہ سچ کہتے ہیں۔ اور
اُنھوں نے اپنی جان سے اور
اپنے مال سے میری خدمت کی
پس کیا تم میرے لیے میرے

میں تھا کہ بھیڑیئے نے حملہ
کیا اور اُن میں سے ایک
بکری اس نے لی اُس
چرواہے نے اس کا پیچھا
کیا یہانتک کہ اس بکری کو
اس سے چھڑا لیا تو بھیڑیے نے
اُس سے کہا کہ درندہ والے
دن اسکا کون محافظ ہوگا
جس دن میرے سوا اسکا
کوئی چرواہا نہ ہوگا تو لوگوں نے
کہا کہ سبحان اللہ نبی صلی اللہ

وہ شہید ہوئے میں کھڑا ہوا
تھا میرے اور اُنکے درمیان
میں سوا عبداللہ بن عباس کے
کوئی نہ تھا اور وہ جب دو

صفوں کے درمیان میں
گزرتے تھے تو کہتے تھے کہ
برابر کرو یہانتک کہ جب
صفوں میں کچھ خلل نہ دیکھتے
تو آگے بڑھتے تھے اور تکبیر کہتے
تھے اور اکثر سورۂ یوسف
یا سورۂ نحل یا اسی کے مثل

سنہ مائۃ وست واربعین" کہ محمد بن سائب کلبی نسب جاننے والے اور تفسیر لکھنے والے جھوٹ اور رفض سے متہم ہیں اور میزان الاعتدال میں انکی نسبت لکھا ہے "محمد بن السائب الکلبی ابو النضر الکوفی المفسر النسابۃ الاخباری قال الثوری اتقوا الکلبی قیل فانک تروی عنہ قال انا اعرف صدقہ من کذبہ قال البخاری ابو النضر الکلبی ترکہ یحیے وابن مہدی ثم قال علی حدثنا یحیے عن سفیان قال لی الکلبی حدثنک عن ابی صالح فہو کذب وقال یزید بن زریع حدثنا الکلبی وکان سبائیا قال ابو معاویہ قال الاعمش اتق ہذہ السبائیۃ فانی ادرکت الناس و ما یسمونہم الکذابین وقال ابن حبان کان الکلبی سبائیا من اولئک الذین یقولون ان علیا لم یمت وانہ راجع الی الدنیا ویملأ عدلا کما ملئت جورا وان راد اسحابتہ قالوا امیر المومنین فیہا وعن ابی عوانۃ سمعت الکلبی یقول کان جبریل یملی الوحی علی النبی صلعم فلما دخل النبی صلعم الخلاء جعل یملی علی علی وقال احمد بن زہیر قلت لاحمد بن حنبل بجعل النظر فی تفسیر الکلبی قال لا وقال الحرجانی وغیرہ کذاب وقال الدارقطنی وجماعۃ متروک وقال ابن حبان ضوء الکذب

دوست کو چھوڑ دوں گا (یا نہیں) علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسپر میں اور کوئی سورت پہلی رکعت
دو مرتبہ (یہی فرمایا) پھر ابوبکر کو ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر کو میں پڑھا کرتے تھے تاکہ لوگ
اسکے بعد کسی نے نہیں سنایا عمر ایمان لاتے ہیں حالانکہ جمع ہو جائیں پس ویسے ہی
حضرت عمرو بن عاص سے روایت ابوبکر و عمر وہاں نہ تھے انہوں نے خبر کہی تھی کہ میں نے
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسعید خدری کہتے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ
انہیں غزوہ ذات السلاسل ہیں کہ میں رسول صلی اللہ قتلنی او اکلنی الکلب جبکہ
میں بھیجا تو (وہ کہتے ہیں جب علیہ وسلم کو یہ فرماتے اس نے حضرت عمر کو زخمی کیا
میں اس غزوہ سے لوٹ کے ہوئے سنا کہ اس حال میں پھر وہ غلام دو دھاری چھری
آپکے پاس آیا تو میں نے کہا کہ میں سویا تھا لوگ میری لئے ہوئے بھاگا۔ واہنے
کہ کون لوگ آپ کو زیادہ سامنے پیش کئے گئے اور ہائیں جس پر اسکا گزر ہوتا تھا
محبوب ہیں آپنے فرمایا عائشہ ان (کے جسم) پر گرتے تھے بس اُسے وہ مارتا تھا یہانتک

فیہ اظہر من ان یحتاج الی الاعراف وفی وصفہ یہ روی عن ابی صالح عن ابن عباس التفسیر و ابو صالح لم یر ابن عباس ولا سمع الکلبی من ابی صالح فلما اقبیح الیہ اخرجت لہ الارض اقذا کبدہا لایحل ذکرہ فی الکتب فکیف الاحتجاج بہ۔ کہ محمد بن سائب کلبی جن کی کنیت ابوالنضر ہے وہ کوفی ہیں۔ اور مفسر اور نسب جاننے والے اخباری ہیں۔ امام ثوری اُن کی نسبت کہتے ہیں کہ کلبی سے بچنا چاہئے اسپر اُن سے کسی نے کہا کہ آپ تو خود اُنسے روایت کرتے ہیں تو اُنھوں نے جواب دیا کہ میں اس کے جھوٹ کو اس کے سچ سے جدا کرنا جانتا ہوں۔ اور بخاری نے کہا ہے کہ یحییٰ اور ابن مہدی نے اس کی روایت قابل ترک بتلائی ہے اور بخاری نے یہ بھی کہا ہے کہ علی نے یحییٰ سے اور اُنھوں نے سفیان سے بیان کیا ہے کہ کلبی نے سفیان سے کہا کہ ابو صالح سے جو میں تم سے روایت کروں وہ جھوٹی ہے۔ اور یزید بن زریع نے کلبی سے روایت کی ہے کہ وہ عبداللہ بن سبا کے فرقہ کا تھا۔ اور ابو معاویہ کہتے ہیں کہ اعمش نے کہا ہے کہ اس سبائیہ

مین نے عرض کیا کہ مردوں
میں آپنے فرمایا کہ اُن کے
باپ میں نے پوچھا کہ پھر کون
آپنے فرمایا پھر عمر بن خطاب
پھر آپ نے چند آدمیوں کا
نام لیا۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ
مینے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے
تھے۔ اس حال میں کہ ایک چرواہا
اپنی بکریوں میں تھا کہ بھیڑیئے

بعض کُوتے تو پستان تک
پہنچتے تھے اور بعض اس سے
نیچے اور عمر میرے سامنے
پیش کئے گئے اور اُن کو جسم
پر ایک کُرتا تھا کہ وہ اُس کو
کھینچتے ہوئے چلتے تھے صحابہ
نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
آپنے اسکی کیا تعبیر کی آپنے
فرمایا کہ دین۔

حضرت مسور بن مخرمہ کہتے
ہیں کہ جب عمر زخمی کئے گئے تو

کہ اس نے تیرہ آدمیوں کو
زخمی کیا اُن میں سے سات
مر گئے پھر جب اس بات کو
ایک شخص نے مسلمانوں سے
دیکھا تو اس نے اپنا بارن کوٹ
اُسپر ڈالدیا پس جب اس غلام
کو یہ خیال ہوا کہ وہ پکڑ لیا جائے
گا تو اس نے اپنے آپکو ذبح
کر ڈالا اور حضرت عمر نے عبدالرحمن
بن عوف کا ہاتھ پکڑکے اُنہیں
آگے کر دیا پس جو شخص (اسوقت)

فرقہ سے بچنا چاہئے کیونکہ وہ کذاب ہوتے ہیں۔ اور ابن حبان نے کہا ہے کہ کلبی سبائی تھا۔ یعنی اون لوگوں میں سے جو کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ نہیں مرے اور پھر وہ دنیا کی طرف رجعت کریں گے۔ اور اُسے انصاف سے اُسی طرح بھر دین گے جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔ اور جبکہ وہ بادل کو دیکھتے تو کہتے کہ امیر المومنین اسی میں ہیں۔ اور ابی عوانہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کلبی کو یہ کہتے سُنا ہے کہ جبریل پیغمبر خدا صلعم پر وحی بیان کرتے ہیں اور ایسا اتفاق ہوتا کہ آپ رفع ضرورت کے لئے بیت الخلا جاتے تو جبرئیل علی پر اس وحی کو املا کرتے یعنی اُن سے کہتے۔ اور احمد بن زہیر کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کلبی کی تفسیر کا دیکھنا درست ہے۔ اُنھوں نے کہا نہیں۔ اور جزجانی وغیرہ نے کہا ہے کہ کلبی بڑا جھوٹا ہے اور دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے یعنی اس کی روایت لینے کے لائق نہیں ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے کہ بیان کرنے کی

نے اسپر حملہ کیا اور انہیں سے	وہ رنجیدہ ہونے لگے اُنسے	حضرت عمر کے قریب تھا وہ اُن
ایک بکری اُس نے پکڑ لی پس	ابن عباس نے کہا اور گویا	باتوں کو دیکھ رہا تھا جو بیٹھے
چرواہے نے اس بکری کو	ابن عباس اُنہیں بے صبر	دیکھیں اور جو لوگ مسجد کے کنارے
چھوڑ دیا پس بھیڑیا اس کی	خیال کرتے تھے کہ اگر یہ بات	میں تھے اُنہیں کچھ معلوم نہیں
طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ درندہ	ہوئی (یعنے آپ کو موت	ہوا سوا اسکے اُنہوں نے حضرت
والے دن بکری کا محافظ کون	آگئی تو کچھ غم نہیں کیونکہ	عمر کی آواز نہیں پائی اور وہ
ہوگا جسدن اُس کا کوئی چرانے	آپ نے رسول خدا	یہ کہتے تھے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ
والا میرے سوا نہ ہوگا اس	صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت	پھر اُن لوگوں کو عبد الرحمن بن
حال میں کہ ایک شخص گائے کو	اُٹھائی اور اُنکا حق صحبت	عوف نے بہت ہلکی نماز پڑھا دی
لئے جا رہا تھا اُسپر سوار ہو گیا تو	اچھا ادا کیا پھر جب آپ	پھر جب نماز سے سبکدوش فارغ
وہ گائے اسکی طرف متوجہ	جدا ہوئے تو وہ آپ سے	ہوئے تو حضرت عمر نے کہا کہ ای

حاجت نہیں ہے اور ان حضرت کے صفات میں سے یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ تفسیر کو ابی صالح سے اور ابو صالح کی روایت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں حالانکہ نہ ابو صالح نے ابن عباس کو دیکھا ہے نہ کلبی نے ایک حرف ابو صالح سے سُنا۔ مگر جب اُن کو تفسیر میں کچھ بیان کرنے کی حاجت ہوئی تو اپنے دل سے نکال لیتے ایسے کا ذکر کرنا بھی کتاب میں جائز نہیں ہے نہ کہ اس سے سند لینا۔

اور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے اُن کے فرزند ارجمند ہشام بن کلبی کا جہاں بیان کیا ہے وہاں اُن کے پدر بزرگوار یعنی محمد بن سائب کلبی کو رافضی لکھا ہے اور اُن کے فرزند کو اس قسم کے متروکین میں داخل بھی نہیں کیا جیسا کہ وہ لکھتے ہیں "ہشام بن الکلبی الحافظ احد المتروکین لیس بثقۃ فلہذا لم ادخلہ بین حفاظ الحدیث وہو ابو المنذر ہشام بن محمد بن السائب الکوفی الرافضی النسابۃ" اور یاقوت حموی نے معجم الادباء میں جہاں محمد بن جریر طبری کی کتابوں کا ذکر کیا ہے لکھا ہے "ولم یتعرض اسی الطبری لتفسیر

اور اُس نے اس سے بات
کی کہا میں اسلئے پیدا ہوئی ہوں
بلکہ میں کھیتی کے لئے پیدا کی
گئی ہوں لوگوں نے (تعجب سے)
کہا کہ سبحان اللہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اسپر میں
ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر
اور عمر بن خطاب۔

راضی تھے پھر آپنے ابوبکر
کی صحبت اٹھائی اور اُنکا
حق صحبت اچھا ادا کیا
پھر آپ جدا ہوئے تو وہ
آپسے راضی تھے بعد
اسکے آپنے اُنکے معاملہ
کی صحبت اٹھائی اور
اُن کا حق صحبت اچھا
ادا کیا اور اگر آپ اُنسے
جدا ہونگے تو وہ آپسے
راضی ہوں گے حضرت عمر

ابن عباس دیکھو تو مجھے کس نے
قتل کیا ہے بس وہ تھوڑی
دیر تک اِدہر اُدہر دیکھتے
رہے بعد اس کے آئے اور
اُنہوں نے کہا کہ مغیرہ کے غلام
نے حضرت عمر نے کہا اس کا زیگر
نے ابن عباس نے کہا ہاں
تو حضرت عمر نے کہا کہ اللہ
اُسے غارت کرے بیشک
تو اسے ایک عمدہ بات
کا حکم دیا تھا اللہ کا شکر ہے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں
میں نے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے

غیر مسبوق بہ فاتہم بدخل فی کتابہ شیئاً عن کتاب محمد بن السائب الکلبی ولا مقاتل بن سلیمان ولا محمد بن عمر الواقدی لانہم عندہ اظنا ء کہ طبری نے غیر معتبر مفسیر اپنی تفسیر کی کتاب میں بیان نہیں کی اور اس نے اپنی کتاب میں کچھ بھی محمد بن سائب کلبی اور مقاتل بن سلیمان اور محمد بن عمر واقدی کی کتابوں سے نہیں لیا کیونکہ یہ لوگ اُن کے نزدیک مشکوکین میں سے ہیں۔ اور محمد طاہر گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں کلبی کی نسبت کہا ہے قد قال احمد فی تفسیر الکلبی من اولہ الی آخرہ کذب لا یحل النظر فیہ یہ حالت ہے ابوسعید کلبی کی جو محققین کے اقوال سے ہمنے بیان کی ہے کہ بلحاظ عقائد کے عبداللہ بن سبا کے فرقے میں سے ہیں۔ اور رجعت کے قائل اور جناب امیر کے بادلوں میں چھپے ہونے کے معتقد۔ اور بلحاظ صدق کے اپنے اعلےٰ درجہ پر ہیں۔ کہ جن کو نہ دیکھا اور جن سے نہ کچھ سُنا اُن سے برابر روایت کرتے ہیں۔ اور جس موقع پر جو چاہا اُسے اپنے دل سے گھڑ کر بیان کر دیتے ہیں

سُنا کہ اس حال میں کہ میں
سو رہا تھا میں نے اپنے کو
ایک کنوئیں پر دیکھا اُس پر
ایک ڈول تھا پس میں نے
اس سے جس قدر ڈول اللہ
نے چاہے نکالے پھر
اسکو ابی قحافہ نے لیا
اور اُنھوں نے اس سے ایک
ڈول یا دو ڈول نکالے اور
اُنکے نکالنے میں کچھ کمزوری
تھی اور اللہ اُنکی کمزوری کو

نے کہا کہ جو تجھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
اور اُن کی رضامندی کا
ذکر کیا تو یہ صرف اللہ کا
احسان ہے جو اُسنے مجھ پر
کیا مگر یہ بے صبری جو تم
مجھ میں دیکھ رہے ہو یہ
تمہاری وجہ سے اور تمہارے
اصحاب کی وجہ سے ہے خطا
کی قسم اگر میرے پاس تمام
دنیا بھر کا سونا ہوتا تو میں

ہے کہ اس نے میری موت
کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر
نہیں کی جو اسلام کا دعویٰ
کرتا ہے بیشک میں اور
تمہارے والد دونوں اس بات کے
دوست رکھتے تھے کہ مدینہ
میں غلام بہت ہو جائیں
اور عباس کے پاس
زیادہ غلام تھے تو انھوں نے
(مجھ سے ایک مرتبہ) کہا کہ
اگر تم چاہو تو میں ایسا کروں

اور اعتبار کی یہ کیفیت ہے کہ معتبر اور محقق تفسیر لکھنے والے مثل طبری کے اپنی کتاب میں اُن کی کسی روایت کا نقل کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے اور یہی میں واضح یا ناقل حدیث بدعۃ فدک کے جس کو عطیہ نے کہ وہ بھی مدلس اور شیعی تھے اپنے اپنے مذہبی عقائد کی تائید کے لئے ان سے روایت کیا اور ان کے دیگر نام اور کنیتیں چھوڑ کر صرف ابو سعید کہکر لوگوں کو اس شبہ میں ڈالا کہ یہ ابو سعید خدری ہوں گے۔

اس بات کا ثبوت کہ ابو سعید مؤثر مسند ان حدیثوں کا ختم ہوتا ہے ابو سعید خدری نہیں ہیں صرف خیالی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت متقدمین کی تحریروں اور روایتوں سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً کنز العمال میں جو روایت حاکم کی تاریخ سے منقول ہے اور جسے عماد الاسلام وغیرہ میں بیان کیا ہے اور سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت جو طرائف اور عماد الاسلام وغیرہ میں منقول ہے اور در منثور سیوطی اور بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم کی روایتوں میں صرف ابو سعید سے لکھا ہے خدری کا لفظ

معاف کردے بعد اسکے اسکو خدا کے عذاب کے ورنہ اگر چاہو تو میں ان کو
وہ ڈول جو رس بھگیا پھر اسکو فدیہ میں دیدیا قبل اسکے قتل کردوں میں نے کہا
ابن خطاب نے لیلیا تو مینے کہ میں اُسکو دیکھوں یہ غلط ہے بعد اس کے کہ وہ
لوگوں میں سے کسی زور آور حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں تمہاری زبان میں گفتگو
کو نہیں دیکھا کہ وہ عمر کیطرح کہ میں مدینہ کے باغوں کرنے لگے اور تمہارے قبا
(زور سے) نکالتا ہو یہانتک میں سے کسی باغ میں نبی کیطرف نماز پڑھنے لگے اور
کہ لوگ سیراب ہو گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمہاری طرح حج کرنے لگے۔
حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں تھا تو ایک شخص آیا اور اب تم قتل نہیں کر سکتے پھر
کہ (ایکدفعہ) رسول اللہ صلی اللہ اس نے دستک دی تو نبی عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر چلے
علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گئے اور لوگوں (کے رنج
کپڑا تکبر کی نیت سے نیچا کرے گا کہ دروازہ کھولدو اس کو دخول ہوا وغم کا حال تھا کہ ان کو

اس کے آگے نہیں ہے۔ یہ فقط اسی وہم کے سبب سے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا پیچھے بڑھایا گیا۔

اگرچہ عطیہ اور کلبی کے حالات بیان کرنے کے بعد بیہقی فدک کی روایت کا غلط جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا اور ثابت بھی اس طور پر کہ اس میں کچھ شبہہ نہیں رہا۔ اور اس بات کی ضرورت باقی نہ رہی کہ اور راویوں سے بحث کی جائے مگر ہم ہر روایت اور راویوں سے بھی بحث کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ سارے سلسلے متروکین اور مجہولین اور کاذبین اور رافضیوں سے کم وبیش بھرے ہوئے ہیں۔ اور جسکو دیکھئے وہ ان میں کچھ نہ کچھ تشیع یا تدلیس یا مجہولیت کی بو پائی جاتی ہے۔

پہلی روایت جو طریف کی سعید الحفاظ ابن مردویہ سے ہم نے نقل کی اُس کے آخری راوی ابوسعید ہیں اور جس نے روایت کی ہے یعنے عطیہ ان کا حال تو معلوم ہو گیا۔

اللہ اسکی طرف قیامت کے
دن نظر نہ کرے گا تو ابو بکر
نے کہا کہ میرے کپڑے کا
ایک پلہ لٹک جاتا ہے
مگر یہ کہ میں اسکی نگاہداشت
کروں تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک
تم ایسا نہیں کرتے۔
حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں
میں نے رسول اللہ صلی اللہ

اللہ کا شکر کیا پھر ایک
شخص آیا اور اس نے دروازہ
کھلوایا تو نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ اس کے
لئے کھولدو اور اسے
جنت کی بشارت دو چنانچہ
میں نے اس کے لئے کھولا
دیا تو وہ عمر تھے پھر میں نے
انکیں اس بات کی خبر دی
جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس دن سے پہلے کبھی کوئی
مصیبت پہنچی ہی نہ تھی
کوئی کہتا تھا کہ کچھ حرج
نہیں (اچھے ہو جائیں گے)
اور کوئی کہتا تھا [illegible] نکی
طرف سے اندیشہ ہے پھر نبی
(یعنی چھوہارے کا بھرا ہوا
پانی) لائی گئی حضرت عمر نے
اسے پیا تو وہ اُنکے پیٹ سے
نکل گئی بعد اُسکے دودھ

اب فضیل کا حال سنئے جنہوں نے عطیہ سے روایت کی ہے۔ ان کی نسبت تقریب میں لکھا ہے "الفضیل بن مرزوق الکوفی۔ می بالتشیع" کہ فضیل بن مرزوق بسبب تشیع کے چھوڑ دیے گئے۔ اور تہذیب التہذیب میں کہا ہے "الفضیل بن مرزوق الکوفی قال ابن معین شدید التشیع قال ابو حاتم صدوق یہم کثیرا کہ فضیل بن مرزوق کوفی کی نسبت ابن معین نے کہا ہے کہ بڑے کٹر شیعہ تھے اور ابو حاتم نے کہا کہ سچے تھے مگر وہم بہت کرتے تھے۔ اور تہذیب میں ان کی نسبت لکھا ہے "کتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال النسائی ضعیف" کہ ان کی حدیث لکھ لیجائے مگر قابل حجت نہیں ہے اور نسائی کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں۔ اور میزان الاعتدال میں ہے "قال ابو عبد اللہ الحاکم فضیل بن مرزوق لیس من شرط الصحیح عیب علی مسلم اخراجہ فی الصحیح وقال ابن حبان منکر الحدیث جدا کان ہمن یخطی علی الثقات ویروی عن عطیۃ الموضوعات قلت عطیۃ اضعف منہ قال ابن عدی انہ اذا وافق الثقات یجتج بہ وروی احمد بن ابی خیثمہ عن ابن معین ضعیف" یعنی ابو عبد اللہ حاکم کہتے ہیں کہ فضیل بن مرزوق بس شرط

علیہ وسلم کو یہ فرماتے	نے فرمائی تھی تو انہوں نے	لایا گیا انہوں نے پیا تو وہ
ہوئے سنا جو شخص خدا کی	اللہ کا شکر کیا بعد اسکے	بھی اُنکے پیٹ سے نکل گیا
راہ میں دو چیزوں میں ایک قسم	اور ایک شخص نے دروازہ	پس لوگوں نے سمجھ لیا کہ
کی دے وہ جنت کے	کھلوایا تو آپ نے مجھ سے	وہ مرجائیں گے پھر ہم سب
دروازوں سے بلایا جائیگا	فرمایا کہ اسکے لئے کھولدو	لوگ اُن کے پاس گئے اور
اور جو شخص صدقہ والوں	اور اُسے جنت کی بشارت	لوگ آنے لگے اور اُن کی
میں سے ہوگا وہ صدقہ کے	دو اُس مصیبت پر جو اسنے	تعریف کرنے لگے اور ایک
دروازہ سے بلایا جائیگا	پہنچے گی تو وہ عثمان تھے	جوان آدمی آیا اور اُس
اور جو شخص روزہ والوں	پھر میں نے اُنہیں اُس	نے کہا کہ اے امیر المومنین

صحت نہیں ہے۔ اور حاکم نے امام مسلم پر اس امر سے عیب لگایا ہے کہ انھوں نے اس کو ثقہ لوگوں میں بیان کیا ہے ابن حبان کہتے ہیں کہ فضیل بہت ہی منکر الحدیث ہے اور ثقات پر خطا لگایا کرتے تھے۔ اور عقیلی موضوعات روایت کرتے ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں علیہ لوگوں سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ فضیل جب ثقات کی موافقت کریں تو ان سے احتجاج کیا جائے۔ اور احمد بن ابی خیثمہ نے معین سے ان کا ضعیف ہونا روایت کیا ہے۔

اور فضیل بن مرزوق سے اس خبر کو علی بن عباس نے روایت کیا ہے۔ ان کا حال سنئے۔ میزان الاعتدال میں ہے علی بن عباس الارزق الاسدی الکوفی عن العلاء بن المسیب وابن ابی سلیم وغیرہما روی عباس عن ابن معین لیس بشیء وقال البوزجانی والنسائی ولا زدی ضعیف وقال ابن حبان فحش خطاؤہ فاستحق الترک قلت القاسم بن ذکریا ثنا عباس یعقوب ثنا علی بن عباس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ واعطاہا فدک قلت ہذا

ہوگا وہ روزہ کے دروازہ
یعنی ریان (نامی) دروازہ
سے بلایا جائیگا ابوبکر نے
عرض کیا کہ جو شخص ان
سب دروازوں سے
بلایا جائے اسے پھر کوئی
ضرورت نہیں اور پوچھا
کہ یا رسول اللہ کیا کوئی
ان سب دروازوں سے
بلایا جائیگا آپنے فرمایا ہاں
اور میں امید رکھتا ہوں

بات کی خبر دی جو نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمائی تھی تو
اُنھوں نے اللہ کا شکر کیا
بعد اسکے کہا کہ اللہ المستعان
یعنی اللہ سے صبر کی مدد
مانگتا ہوں۔
حضرت عبداللہ بن ہشام
کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہمراہ
تھے اور آپ عمر بن خطاب
کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے

آپ کو اللہ کی طرف سے
خوشخبری ہو بوجہ صحبت
رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم اور قرابت اسلام
کے جو آپ (خود بھی)
جانتے ہیں پھر آپ
خلیفہ بنائے گئے تو آپ
نے انصاف کیا اس کے
بعد شہادت (آپ کو
نصیب ہوئی) حضرت
عمر نے کہا میں یہ چاہتا ہوں

باطل ولو کان دفع ذلک لما جاءت فاطمۃ تطلب شیئاً ہو فی حوزہا و ملکہا و فیہ غیر علی من الضعفاء۔ کہ علی بن عباس ارزق اسدی کوفی علاء بن مسیب اور ابن ابی سلیم وغیرہما سے روایت کرتے ہیں۔ اور عباس نے ابن معین سے بیان کیا ہے کہ یہ کچھ نہیں ہیں اور جوزجانی اور نسائی اور ازدی ان کو ضعیف کہتے ہیں۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ ایسی خطائیں فاحش کرتے تھے جس سے چھوڑ دینے کے مستحق ہوئے قاسم بن ذکریا نے کہا کہ عباد بن یعقوب نے ہم سے بیان کیا اور اُن سے علی بن عباس نے اور اس سے فضیل بن مرزوق نے اور اس سے عطیہ نے اور اس سے ابو سعید نے کہ جب آیہ "وآت ذا القربیٰ حقہ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہ کو بلا کر فدک دیدیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے۔ اگر آپ فدک دیدیتے تو حضرت فاطمہ پھر کچھ طلب نفرماتیں اس لئے کہ فدک آپ کے قبضہ اور ملک میں ہوتا۔ اور اس حدیث میں سوائے علی بن عباس کے اور بھی ضعیف راوی ہیں۔

کہ اے ابوبکر تم انہیں میں سے ہوگے
حضرت عائشہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتی ہیں کہ جب حضور کی وفات ہوئی تو ابوبکر (مقام)
سنح میں تھے (اسمٰعیل راوی کہتے ہیں کہ سنح
بلندی مدینہ میں ایک مقام ہے) پس عمر
یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ خدا کی قسم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی
(حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضرت عمر کہتے
تھے خدا کی قسم میرے دل میں بھی یہی تھا)
کہ بیشک یقیناً اللہ انہیں اٹھائے گا
اور آپ ان لوگوں کے ہاتھ اور پیر کاٹ

کہ یہ سب باتیں مجھ پر برابر سرابر ہو جائیں
نہ مجھ پر عذاب ہو اور نہ مجھے ثواب ملے
پھر جب وہ شخص لوٹا تو اسکا انار تہ میں سے
مس کر رہا تھا حضرت عمر نے کہا کہ اس
لڑکے کو میرے پاس واپس لاؤ (چنانچہ
وہ لایا گیا تو) انہوں نے کہا کہ اے بھتیجے
اپنا کپڑا اونچا کرو کیونکہ یہ تمہارے کپڑے
کو بھی صاف رکھنے والی اور تمہارے پروردگار
کے نزدیک زیادہ پرہیزگاری کی بات ہے
اے عبداللہ بن عمر دیکھو مجھ پر کس قدر
قرض ہے لوگوں نے حساب کیا تو چھیاسی

اور علی بن عباس سے عباد بن یعقوب روایت کرتے ہیں ان حضرت کا حال معلوم کیجیے۔ تقریب میں یہ لکھا ہے "عباد بن یعقوب الرواجنی بتخفیف الواو و بالجیم المکسور والنون الخفیفۃ ابو سعید الکوفی صدوق رافضی حدیثہ فی البخاری مقرون بالغ ابن حبان فقال یستحق الترک" یعنی عباد بن یعقوب رافضی تھے ان کی ایک حدیث بخاری میں ہے جس کی نسبت ابن حبان نے نہایت مبالغہ کر کے کہا ہے کہ وہ چھوڑ دینے کے لائق ہے اور مغنی مولفہ صاحب مجمع البحار میں ہے "ابن یعقوب الرواجنی صدوق رافضی حدیثہ فی البخاری مقرون فقیل علیہ ہو یستحق الترک" اور تہذیب التہذیب میں ہے "عباد بن یعقوب الاسدی ابو سعید الرواجنی احد رؤس الشیعۃ قال ابن عدی فیہ غلو روی احادیث منکرۃ فی فضائل اہل بیت وقال صالح بن محمد یشتم عثمان" یعنی عباد بن یعقوب شیعوں کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ ان میں تشیع کا غلو تھا فضائل اہل بیت میں بہت سی حدیثیں منکر روایت کرتے ہیں

ڈاہیں کے پس ابو بکر آئے اور انہوں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کھولا
اور آپ کا بوسہ لیا اور کہا کہ میرے
ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں آپ
زندگی اور موت (دونوں حالتوں) میں
پاکیزہ ہیں قسم ہے اسکی جس کے ہاتھ میں
میری جان ہے کہ اللہ آپ کو دو موتیں
ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا بعد اسکے جو آپ
گئے اور انہوں نے (حضرت سے) کہا کہ
اے قسم کھانے والے ٹھہر جا پس جب
ابو بکر باتیں کرنے لگے تو عمر بیٹھ گئے پھر

یا اس کے قریب پایا۔ حضرت عمر نے کہا
کہ اگر اس قرض کے لئے عمر کی اولاد
کا مال کافی ہو جائے تو انہیں کے مال
سے ادا کرنا ورنہ پھر بنی عدی بن
کعب سے مانگنا اگر ان کے مال بھی
کافی نہوں تو قریش سے سوال کرنا اور
ان کے علاوہ کسی اور سے نہ سوال کرنا
اور اس قرض کو میری طرف سے ادا کرنا
حضرت عائشہ ام المومنین کے پاس جا کر
اور کہو کہ عمر آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور
امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ میں اب

اور صالح بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی کو برا کہا کرتے تھے۔ اور میزان الاعتدال میں ہے "عباد بن یعقوب الاسدی الرواجنی الکوفی من غلاۃ الشیعۃ ورؤس البدع لکنہ صادق فی الحدیث عن شریک والولید بن ابی ثور وطائفۃ وعنہ البخاری حدیثا فی الصحیح مقرونا وآخر وقال ابن خزیمۃ حدثنا الثقۃ فی روایتہ والمتہم فی دینہ عباد وروی عبدان الاہوازی عن الثقفا ان عباد بن یعقوب کان یشتم السلف وقال ابن عدی یروی احادیث فی الفضائل انکرت علیہ وقال صالح جزرہ کان عباد بن یعقوب یشتم عثمان وہو لقوۃ الدین عدل من ان یدخل طلحۃ والزبیر الجنۃ فمانوا علیا بعدان بایعاہ وکان داعیۃ الی الرفض وضع ذالک یروی المناکیر عن المشاہیر فاستحق الترک" رقال الدارقطنی عباد بن یعقوب شیعی صدوق یعنے عباد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی والبتہ شیعہ اور بدعتیوں کے رئیسوں میں سے ہیں لیکن حدیث میں صادق ہیں شریک اور ولید بن ابی ثور اور بہت سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے بخاری نے ایک حدیث پر دوسرے راوی سے

پھر ابوبکر نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور
کہا آگاہ ہو جاؤ جو شخص محمد کی پرستش
کرتا ہو تو وہ جان لے کہ
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی
اور جو شخص اللہ کی پرستش کرتا ہو وہ
دین پر قائم رہے کیونکہ اللہ زندہ ہے
کبھی نہ مرے گا اور اللہ نے فرمایا ہے
"انک میت وانہم میتون" اور فرمایا ہے
وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل
افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن
ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا

امیر المومنین نہیں ہوں اور کہا کہ عمر بن
خطاب آپ سے اس امر کی اجازت
طلب کرتا ہے کہ وہ اپنے دونوں صاحبوں
(یعنی آنحضرت اور ابوبکر) کے پاس دفن
کیا جائے (پس عبداللہ بن عمر گئے اور)
انہوں نے سلام کر کے اجازت (اندر
جانے کی) مانگی پھر اندر ان کے پاس
گئے تو انکو بیٹھے ہوئے روتا ہوا پایا اور کہا
کہ عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور
اس بات کی اجازت مانگتے ہیں کہ اپنے
دونوں صاحبوں کے پاس دفن کئے جائیں

مقرون ہے روایت کی ہے اور ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ ایسا شخص جو روایت میں ثقہ اور دین میں متہم ہو کر ہم سے حدیث بیان کرتا ہے وہ عباد ہے۔ اور ابدان اہوازی نے ثقہ سے روایت کی ہے کہ یہ سلف کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ اور ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ فضایل میں احادیث منکر روایت کرتے ہیں۔ اور صالح جزرہ کہتے ہیں کہ عباد عثمان غنی رضہ کو گالیاں دیتا تھا۔ اور میں نے اس کو یہ بھی کہتے سنا کہ اللہ تعالے اس امر سے زیادہ عادل ہے کہ طلحہ اور زبیر کو جنت میں داخل کرے کیونکہ انہوں نے حضرت علی سے بیعت کرنے کے بعد قتال کیا۔ اور یہ رفض کی طرف لوگوں کو بلایا کرتا تھا۔ اور باوجود اس کے مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اس لئے مستحق ترک ہوا۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ عباد پکا شیعہ ہے۔

اس روایت کے سلسلے میں جن لوگوں کے نام اسماء الرجال کی اُن کتابوں میں جو ہمارے پاس ہیں اُنہیں پانچ نام پائے گئے اور خدا کے فضل سے پانچوں شیعہ نکلے

وسیجزی اللہ الشاکرین" راوی کہتا ہے
پس سب لوگ بے اختیار رونے لگے راوی
کہتا ہے انصار سعد بن عبادہ کی طرف
سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہونے اور کہنے
لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک
امیر تم میں سے ہو پھر ابو بکر اور عمر ابن
خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح اُن کے
پاس گئے عمر نے گفتگو کرنا چاہا مگر ابو بکر نے
انھیں روک دیا اور عمر کہتے تھے کہ خدا کی
قسم میں نے یہ ارادہ اس سبب سے کیا تھا
کہ میں نے ایک ایسا کلام سوچا تھا کہ مجھے

حضرت عائشہ نے کہا میں اس جگہ کو اپنے
واسطے چاہتی تھی مگر میں انھیں اب
اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں پھر جب
عبداللہ بن عمر آئے تو (حضرت عمر سے)
کہا گیا کہ یہ عبداللہ بن عمر آ گئے حضرت
عمر نے کہا مجھے اُٹھاؤ تو ایک شخص نے
انہیں پلنے سے لگا کر بٹھا دیا پھر حضرت
عمر نے (عبداللہ بن عمر سے) کہا کہ تمہارے
پاس کیا خبر ہے انھوں نے کہا کہ اے
امیر المومنین وہی جو آپ چاہتے ہیں حضرت
عائشہ نے اجازت دیدی حضرت عمر نے

یعنی عباد بن یعقوب۔ علی بن عباس۔ فضیل۔ عطیہ۔ ابو سعید اور ان سب کے بزرگ جو ہانی اس روایت کے ہیں وہ ابو سعید کلبی ہیں جن کا درجہ تشیع سے بھی بالا ہے جیسا کہ ہم اُوپر بیان کر چکے کہ وہ حضرت علی کی موت کے بھی قائل نہیں بلکہ اُن کی رجعت کے معتقد ہیں۔

دوسری روایت جو بحار الانوار میں بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی میں بہ تفصیل اسناد سید ابو حمید مہدی ابن نزار حسینی سے شروع اور ابو سعید خدری پر منتہی ہوتی ہے اُس کے اخیر تین راوی فضیل بن مرزوق اور عطیہ کوفی اور ابو کلبی ہیں جن کو غلطی سے یا دھوکے سے ابو سعید خدری سمجھا ہے۔ باقی اس سلسلے میں ایک یحیی بن یعلی ہیں ان کی نسبت تقریب میں ہے "یحیی بن یعلی لاسلمی کوفی شیعی ضعیف من التاسعۃ" اور تہذیب التہذیب میں ہے "یحیی بن یعلی لاسلمی ابو ذکریا

بہت اچھا معلوم ہوا مجھے خوف تھا کہ ابوبکر
وہاں تک نہ پہنچیں گے بعد اسکے ابوبکر
نے کلام کیا تو انہوں نے ایسا کلام کیا
جیسے بہت سنجیدہ آدمی کلام کرتا ہے انہوں نے
اپنے کلام میں کہا کہ ہم امیر ہیں اور تم لوگ
وزیر ہو تو حباب بن منذر نے کہا کہ نہیں
خدا کی قسم ہم ایسا نہ کریں گے ایک امیر ہم میں
سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو ابوبکر
نے کہا نہیں بلکہ ہم امیر ہوں اور تم وزیر
ہو کیونکہ قریش تمام عرب میں باعتبار
مکان کے عمدہ اور فضائل میں واضح

کہا کہ خدا کا شکر ہے میرے نزدیک کوئی
چیز اس سے زیادہ اہم نہ تھی پس جب میں
مر جاؤں تو مجھے اٹھانا اور پھر حضرت
عائشہ کو سلام کہنا اور کہنا کہ عمر بن خطاب
اجازت چاہتا ہے پس اگر وہ مجھے اجازت
دیدیں تو مجھے داخل کر دینا اور اگر وہ مجھے
واپس کر دیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان
میں پہنچانا اور اسکے بعد ام المومنین
حفصہ آئیں اور اور عورتیں بھی ان کے
ہمراہ آئیں تو جب ہم نے انہیں دیکھا
تو ہم لوگ اٹھ گئے اور وہ حضرت عمر

الکوفی القطوانی عن یونس بن خباب والاشش وعنہ جندل ابن واثق وقتیبۃ قال ابن معین لیس بشئی وقال ابو حاتم ضعیف الحدیث" کہ یحیٰی بن یعلی شیعی ضعیف ہیں اور ابن معین کہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہیں اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ ضعیف الحدیث ہیں۔ باقی راویوں کی حقیقت موجودہ کتابوں میں نکلی اور نہ ان کے تحقیق کی ضرورت ہے اس لئے کہ بالفرض اگر وہ صدوق اور سنی ثقہ بھی ہوں تاہم سلسلہ روایت تین پر ختم ہوتا ہے جو شیعی اور مدلس ہیں اور اخیر کے راوی جو بانی حدیث ہیں اور جن کو ابو سعید خدری غلطی یا دھوکے سے لکھا ہے وہ کاذب اور واضع حدیث اور شیعی غالی ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ سوائے اس کے یہ روایت جو بحار الانوار میں لکھی ہے اس میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں کہ جس کی طرف رجوع کیجائے کیا تعجب ہے بلکہ گمان غالب ہے کہ روایت شیعوں ہی کی ہو اور ملا باقر مجلسی نے یا صاحب مجمع البیان نے اپنے یہاں کی کتابوں سے نقل کی۔

تو ہیں پس تم عمر سے یا ابو عبیدہ بن
جراح سے بیعت کرو تو عمر بولے کہ نہیں
بلکہ ہم آپ سے بیعت کریں گے آپ ہمارے
سردار ہیں اور ہم سب میں بہتر اور ہم
سب سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
محبوب ہیں پس عمر نے ابوبکر کا ہاتھ پکڑ لیا
اور ان سے بیعت کی اور اور لوگوں نے
بھی اُن سے بیعت کی تو ایک کہنے والے
نے کہا کہ تم نے سعد بن عبادہ کو قتل
کر دیا عمر نے کہا اللہ نے اُسے قتل کر دیا
(ہم نے نہیں قتل کیا)

کے پاس آئیں اور ان کے پاس تھوڑی
دیر بیٹھ کے رہیں اور مردوں نے اجازت
مانگی تو وہ اندر مکان کے چلی گئیں پھر
ہم نے ان کے رونے کی آواز اندر سے
سنی پس لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین کچھ
وصیت فرمایئے کسی کو خلیفہ بنا دیجئے
حضرت عمر نے کہا میں اس کام کا حق دار
ان لوگوں سے زیادہ کسی کو نہیں پاتا کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
ہوئی اور وہ ان لوگوں سے راضی تھے
پھر انھوں نے علی اور عثمان اور زبیر اور طلحہ

تیسری روایت جس کو بحار الانوار میں سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور انہوں نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے اس روایت کو لیا ہے اس کی نسبت اول تو یہ دیکھنا ہے کہ محمد بن عباس بن علی بن مروان کون بزرگ ہیں۔ منتہی المقال فی اسماء الرجال کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ علماء اور مفسرین شیعہ میں سے ہیں جیسا کہ اُن کے ترجمہ کتاب مذکور میں لکھا ہے "محمد بن عباس بن علی بن مروان بن الماہیار ابو عبداللہ البزاز المعروف بابن الحجام ثقۃ۔ فی اصحابنا عین سدید کثیر الحدیث لہ کتاب المقنع فی الفقہ کتاب الدواجن کتاب ما نزل من القرآن فی اہل البیت وقال جماعۃ من اصحابنا انہ کتاب لم یصنف فی معناہ مثلہ وقیل انہ الف ورق جمع صدا لذکر الکتابین الاولین وفی ست اخبرنا بکتبہ وروایتہ جماعۃ من اصحابنا عن ابی محمد ہارون بن موسیٰ التلعکبری عنہ اقول فی مشکاۃ ابن عباس بن علی بن مروان الثقۃ عن التلعکبری" کہ محمد بن عباس ثقہ ہیں اور ہمارے اصحاب میں سے ہیں نہایت کثرت سے حدیثیں روایت کرتے ہیں

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا وفات کیوقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں چڑھ گئیں بعد اس کے آپ نے تین مرتبہ فرمایا فی الرفیق الاعلیٰ اور انھوں نے پوری حدیث بیان کی حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ابوبکر و عمر کا جو خطبہ ہوا اس سے اللہ نے نفع پہنچایا عمر نے لوگوں کو (خدا کی نافرمانی سے بہت) ڈرایا اور بے شک اُن میں نفاق تھا پس اس نے عمر کیوجہ سے وہ نفاق دور کر دیا پھر ابوبکر نے اور سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف کا نام لیا اور کہا کہ عبداللہ ابن عمر تمہارے پاس حاضر رہا کریں گے۔ مگر خلافت میں اُن کا کچھ حصّہ نہیں ہے۔ (یہ) ابن عمر کی تسلی کے لئے (فرمایا) پس اگر خلافت سعد کو ملجائے تو وہ اس کے قابل ہیں ورنہ جو شخص خلیفہ بنایا جائے وہ اُنسے مدد لے اور میں نے انکو نا قابلیت یا خیانت کے سبب سے معزول نہیں کیا اور کہا کہ جو شخص میرے بعد خلیفہ ہو میں اُسے جا جر بن اولین کے حق میں وصیت کرتا ہوں

اور بہت کتابیں اُن کی تصنیفات میں سے ہیں اُن میں سے ایک تفسیر ہیں اُن ایات قرآنی کے ہے جو اہل بیت کی شان میں نازل ہوئیں اور جس کی نسبت ہمارے بہت سے عالموں نے کہا ہے کہ اس قسم کی کتاب اس باب میں کبھی تصنیف نہیں ہوئی اور اس کے ہزار ورق ہیں۔ اس لئے تفسیر میں لکھا ہونا تو صرف شیعوں کو مقبول ہوگا کہ سنیوں کو اور ان حضرت نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا نہیں کہ اس روایت کو سنیوں کی کتاب سے لیا ہے یا شیعوں کی مگر پھر بھی وہی روایت ہے جسکو ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں اس لئے کہ اس میں دو طریقوں سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ ایک تو محمد بن محمد اور ہیثم بن خلف اور عبدالسلام بن سلیمان اور محمد بن قاسم سے کہ یہ چاروں کہتے ہیں حدثنا عباد بن یعقوب یعنی یہ حدیث ان کو عباد بن یعقوب سے پہنچی اور عباد بن یعقوب کو علی بن عباس سے (جس کو غلطی سے عابس لکھا ہے) اور دوسرا سلسلہ یہ ہے کہ جعفر بن محمد حسینی روایت کرتے ہیں علی بن منذر طریقی سے اور وہ روایت کرتے ہیں علی بن عباس سے پس یہ دونوں

لوگوں کو راہ ہدایت دکھائی اور جو حق
اُن پر تھا وہ انھیں معلوم کرایا اور
لوگ اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے
باہر نکلے " وما محمد الا رسول قد خلت
من قبلہ الرسل - الی شاکرین -
محمد بن حنفیہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد (حضرت
علی مرتضیٰ) سے پوچھا کہ بعد نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے سب سے بہتر کون ہے اُنہوں نے
کہا ابوبکر محمد بن حنفیہ کہتے ہیں میں نے کہا
پھر کون اُنھوں نے کہا عمر اور مجھے خوف
ہوا کہ (اب) وہ عثمان کو کہیں گے تو میں نے

کہ وہ اُن کا حق سمجھے اور اُن کی عزت کی
نگہداشت کرے اور میں اُسے انصار
کیساتھ بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں
جنہوں نے دار الہجرت اور دار ایمان
میں مہاجرین سے بھی پہلے جگہ حاصل کی ہے
یہ کہ اُن کے نیکوکار سے نیکی قبول کرے
اور اُن کے خطاکار سے درگزر کرے اور
میں اُسے تمام شہر کے مسلمانوں کے ساتھ
بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہی
لوگ اسلام کے پشت پناہ ہیں اور مال
حاصل کرنے والے اور دشمن کے جلانے

سلسلے علی بن عباس پر ختم ہوتے ہیں اور علی بن عباس کا سلسلہ ختم ہوتا ہے فضیل پر
اور انکا علیہ پر اور اُن کا ابوسعید پر - اور ان تینوں کا حال بخوبی معلوم ہو چکا ہے ان
سے ایک سلسلہ جو علی بن منذر طریقی سے چلا ہے اسکی کیفیت یہ ہے کہ علی بن منذر
اگرچہ صدوق تھے مگر شیعہ جیسا کہ تقریب میں لکھا ہے " علی بن منذر الطریقی بفتح المہملۃ
وکسر الراء بعد ہا تحتانیۃ ساکنۃ ثم قاف الکوفی صدوق تشیع " اور میزان الاعتدال
میں ذہبی ان کی نسبت کہتے ہیں " قال النسائی شیعی محض ثقۃ " اور جبکہ علی بن منذر
شیعہ تھے تو اُن کی ایسی روایت پر جو اُن کے عقائد کی تائید کرنے والی ہو جو کچھ اعتبار
ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے اور علی بن منذر طریقی سے اس روایت کو جعفر بن محمد حسینی نے
روایت کیا ہے اور نہ یہ صرف معمولی شیعہ ہیں بلکہ نہایت صدوق اور ثقہ من شائخ الاجازۃ شیعوں
کے ہیں جیسا کہ منتہی المقال میں جو اسماء الرجال میں نہایت معتبر کتاب شیعوں کی ہے
ان کی نسبت لکھا ہے جعفر بن محمد بن ابراہیم الحسینی الموسوی المصری یروی عنہ -

کہا پھر آپ نے فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہم کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے یہاں تک کہ جب ہم لوگ بیداء میں یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ایک ہار گر گیا پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ڈھونڈھنے کے لیے (وہاں) قیام کر دیا اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے اور وہ لوگ پانی پر نہ تھے اور نہ اُن کے ہمراہ پانی تھا پس لوگ ابوبکر

ولے ہیں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ اُنے اسیقدر مال اُن کی رضامندی سے لیا جائے جو اُن کی حاجت سے زائد ہو اور میں اُسے اعراب کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہی اصل عرب اور مادۂ اسلام ہیں یہ کہ اُن کے زائد مال لیئے جائیں اور اُنکے فقیروں کو تقسیم کر دیئے جائیں اور میں اُسے اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ اُن کے ساتھ اُن کا عہد پورا

عنہ التلعکبری وکان سماعہ عنہ سنۃ اربعین وثلاث مائۃ بمصر ولہ منہ اجازۃ وزاد فی بعض النسخ ابو القاسم فی الاول فالظاہر انہ یکنی بہ وکناہ الشیخ ایضا فی محمد بن ابی عمیر وعبر عنہ بالشریف الصالح وفی عبد اللہ بن احمد بن نہیک ایضا کونہ من مشائخ الاجازۃ وذلک امارۃ الوثاقۃ اور عبد اللہ بن احمد نہیک کے ذکر میں لکھا ہے الشیخ الصدوق ثقۃ اور اُنھیں کے تذکرے میں لکھا ہے اخبرنا القاضی ابو الحسین محمد بن عثمان الحسن قال اشتملت اجازۃ ابی القاسم جعفر بن محمد بن ابراہیم الموسوی انتہی دوسرے سلسلے میں ایک راوی محمد بن قاسم بن ذکریا اُن کی نسبت تقریب میں لکھا ہے محمد بن القاسم الاسدی الکوفی شامی الاصل لقبہ کاذبوہ یعنی یہ حضرت جھوٹوں میں داخل ہیں اور رجعت پر ایمان لانے والے تھے۔ اس سے بڑھکر ان کے تشیع کی اور کیا دلیل ہوگی کما قال فی میزان الاعتدال محمد بن القاسم بن ذکریا المحاربی الکوفی عن علی بن مندر الطریقی وجماعۃ کلم فیہ وقیل کان یومن

کے پاس آئے اور (اُن سے) کہا کہ کیا
آپ نہیں دیکھتے عائشہ نے کہا کیا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور لوگوں کو آپ
کے ساتھ تھیرایا حالانکہ وہ لوگ شاپانی
پر (ٹھیرے) ہیں اور نہ اُن کے ہمراہ پانی
ہے پس ابوبکر آئے اور رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میرے زانو پر
رکھے ہوئے سو رہے تھے تو اُنھوں نے
کہا کہ تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو
اور سب لوگوں کو روک لیا اور وہ لوگ
نہ پانی پر (ٹھیرے) ہیں اور نہ اُن کے
کیا جائے اور اُنکی حمایت میں جنگ کی جائے
اور اُنھیں اُن کی طاقت سے زیادہ کام نہ دیا
جائے پھر جب اُن کی وفات ہوگئی تو ہم
لوگ اُن کو لے چلے ہم چلے جا رہے
تھے کہ عبداللہ ابن عمر نے (حضرت عائشہ
کو جا کے) سلام کیا کہا کہ عمر بن خطاب اجازت
مانگتا ہے حضرت عائشہ نے کہا اُن کو داخل
کرو چنانچہ وہ داخل کئے گئے اور وہاں
اپنے دونوں صاحبوں کے پاس رکھدیئے
گئے پھر جب اُن کے دفن سے فراغت
ملی تو وہ لوگ (جن کے خلافت کا استحقاق

بالرجعۃ وقد حدث بکتاب النہی عن حسین بن نصر بن مزاحم ولم یکن لہ فیہ سماع ومات سنۃ
وعشرین وثلاث مائۃ ۳۲۳ اور ایک راوی اس میں محمد بن محمد بن سلیمان ہیں یہ وضع حدیث میں
متہم ہیں۔ اور میزان الاعتدال میں اُن کی نسبت لکھا ہے محمد بن محمد بن سلیمان عن الطبرانی بخبر موضوع
اتہم بہ ۱۲ اور ایک راوی عبداللہ بن سلیمان بن اشعث ہیں ان کی نسبت میزان الاعتدال
میں لکھا ہے کہ اوّل میں منسوب بناصبیت تھے اس لئے یہ بغداد سے نکالدیئے گئے
مگر پھر علی بن عیسیٰ کے زمانہ میں واپس آئے اور اس داغ کے مٹانے کے لئے اپنے
خیال سے بنا بناکر فضائل کی حدیثیں بیان کیں اور اُن میں کے ایک شیخ بن گئے الفاظ
میزان کے یہ ہیں۔ عبداللہ بن سلیمان بن اشعث السجستانی ابوبکر الحافظ الثقۃ صاحب
التصانیف وثقہ الدارقطنی فقال ثقۃ الا انہ کثیر الخطاء فی الکلام علی الحدیث وذکرہ ابن عدی
وقال اولا ما شرطنا والالما ذکرتہ الی قولہ سمعت ابا داؤد یقول ابنی عبداللہ کذاب قال ابن
عدی ۱۲ قال ابوبکر فیہ ثم قال ابن عدی سمعت موسیٰ بن القاسم یقول حدثنی ابوبکر سمعت

ہمراہ پانی ہے حضرت عائشہ کہتی ہیں پھر
جو لوگوں نے مجھے اور جو کچھ اللہ نے چاہا
کہ کہیں وہ کہا اور اپنے ہاتھ سے میرے
کولہ میں ٹھیس دینے لگے پس مجھے جنبش
سے صرف اس بات نے روک دیا کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانو پر تھے
پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سوتے
رہے یہاں تک کہ صبح ہوئی اور پانی نہ تھا
پس اللہ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی اور
لوگوں نے تیمم کیا تو اسید بن حضیر نے کہا

حضرت عمر نے بیان کیا تھا) جمع ہوئے
وعبدالرحمٰن (بن عوف) نے کہا کہ تم
اپنا مشورہ علی کے سپرد کر دیا طلحہ نے
کہا میں نے اپنا مشورہ عثمان کے سپرد
کر دیا سعد نے کہا میں نے اپنا مشورہ عبدالرحمٰن
بن عوف کے سپرد کر دیا پھر عبدالرحمٰن بن
عوف نے (حضرت عثمان اور حضرت
علی سے) کہا کہ تم دونوں میں سے کون
اس کام سے علیحدہ ہوتا ہے ہم اس کو
اُسی کے متعلق کریں گے اور اُسپر اللہ

ابراہیم الاصبہانی یقول ابوبکر بن ابی داؤد کذاب قال ابن عدی کان فی الابتداء ینسب الی شیء من الغلو فنفاہ ابن الفرط من بغداد فمرہ علی بن عیسیٰ فحدث واظہر فضائل من تجلیل فصار شیخنا منہم۔ یہ حال تو ہے اُن دو طریقوں کا جو اُسید بن طاؤس نے تفسیر محمد ابن عباس سے نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ بیس طریقوں سے یہ حدیث منقول ہے غالباً یہی کیفیت باقی سلسلہ کی بھی ہوگی بشرطیکہ کوئی اور سلسلے نام کے لئے بھی بیان کئے گئے ہوں ہم کو تو ملا باقر مجلسی کی عادت سے یقین نہیں آتا کہ اور کوئی سلسلہ بیان بھی کیا گیا ہوگا کیونکہ اگر بیان کیا گیا ہوتا تو وہ اپنی کتاب بحار الانوار میں جو ایک دریائے ناپیدا کنار ہے لکھنے سے دریغ نفرماتے بلکہ ضرور لکھتے تاکہ دیکھنے والوں کو روایت کی عظمت معلوم ہوتی۔

چوتھی روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھی ہے اس کے اول محمد بن عباس ہیں دوسرے علی بن عباس مقانعی تیسرے ابو کریب چھوتے معاویہ بن ہشام پانچویں فضیل بن مرزوق چھٹے عطیہ ساتویں ابوسعید خدری ہیں۔

یہ سلسلہ بھی فضیل مرزوق اور عطیہ اور ابوسعید پر منتہی ہوتا ہے اس لئے ہم اس روایت

کہ اے آل ابی بکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں پھر ہم نے اُس اُونٹ کو جسپر میں سوار تھی اٹھایا تو وہ ہار اس کے نیچے پایا۔	اسلام (کا واسطہ) ہے کہ وہ اپنے دل میں جس کو افضل جانتا ہو اسی کو خلیفہ کرے پس شیخین (یعنی عثمان اور علی) چُپ رہے تو عبد الرحمٰن نے کہا کیا تم دونوں میرے
حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب کو بُرا نہ کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد (پہاڑ) کی برابر بھی سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے تو وہ اُن میں سے کسی مد کی برابر یا نصف کی برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔	حوالہ کرتے ہو اللہ (کی قسم) مجھ پر ہے کہ میں تم سے افضل کے ساتھ کو تاہی نکروں گا اُن دونوں نے کہا ہاں پس عبد الرحمٰن نے اُن دونوں میں سے ایک (یعنی حضرت علی) کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ تمہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت اور

کو بھی اگرچہ اس کے درمیانی راوی دوسرے ہیں۔ دوسری روایت نہیں خیال کرتے اور کیونکہ خیال کریں جبکہ آخری راوی تو وہی فضیل اور عطیہ اور بوسعید ہیں۔ ان میں سے ایک درمیانی راوی ابو کریب ہیں وہ بھی مجاہیل سے ہیں جیسا کہ تہذیب التہذیب میں لکھا ہے "ابو کریب الاسدی قال ابو حاتم مجہول"

قسم اوّل جس میں چار روایتیں تھیں ان کا حال ہم اُوپر بیان کر چکے اور یہ بات ہم نے صاف صاف دکھا دی کہ یہ ایک ہی روایت ہے جسکے آخری راوی شیعی ہیں۔ دوسرے قسم کی روایتوں کا بھی یہی حال ہے۔

کنز العمال سے جو روایت عماد الاسلام میں نقل کی ہے وہ صرف یہ ہے کہ عن ابی سعید نہ لفظ خدری کا ابو سعید کے آگے ہے اور نہ سلسلہ اسناد کا اسمیں مذکور ہے۔ اور صاحب کنز العمال نے اسکو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور حاکم نے اسکی نسبت کہا ہے کہ اس روایت کو صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس سے بیان کیا ہے یہ روایت بھی مثل دوسری روایتوں کے تعجب خیز اور نفرت انگیز ہے۔ اسلئے کہ اوّل تو حاکم خود مائل بہ تشیع تھے بلکہ اس سے بھی کسی قدر بڑھے ہوئے اور ان کی

حضرت ابو موسےٰ اشعری سے روایت ہے کہ (ایک دن) وہ اپنے گھر میں وضو کر کے باہر نکلے (وہ کہتے ہیں) پھر میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ آج میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمت میں رہوں گا۔ اور آپ کے ساتھ ساتھ رہوں گا وہ کہتے ہیں کہ پھر میں مسجد گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھا لوگوں نے کہا کہ آپ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ پس میں بھی آپ کے نشان پر آپ کو پوچھتا ہوا چلا

اسلام میں قیامت ہی جو تم جانتے ہو پس خدا (کی قسم) تمہیں ہی اگر میں تمہیں خلیفہ بناؤں تو تم انصاف کرنا اور اگر میں عثمان کو خلیفہ بناؤں تو تم ان کی بات سننا اور اطاعت کرنا بعد اسکے دوسرے (یعنی حضرت عثمان) کا ہاتھ پکڑا اور اُن سے بھی ایسا ہی کہا پس جب عبدالرحمٰن نے عہد لیلیا تو کہا اے عثمان اپنا ہاتھ اٹھاؤ پھر عبدالرحمٰن نے اُن سے بیعت کی پھر علی نے اُن سے بیعت کی اور مدینہ والے تمام داخل ہوئے اور انھوں نے حضرت عثمان سے بیعت کی

کتابوں میں موضوع حدیثیں منقول ہیں اور الفاظ رافضی خبیث بھی ان کی نسبت استعمال کئے گئے ہیں جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں لکھا ہے "قال الخطیب ابو بکر ابو عبداللہ الحاکم کان ثقۃ یمیل الی التشیع فحدث عن ابراہیم بن محمد الطردی وکان صالحاً عالم قال جمع الحاکم احادیث وزعم انہا صحاح جنکی شرط البخاری وسلم منہا حدیث الطیر ومن کنت مولاہ فعلی مولاہ فانکر ہا علیہ اصحاب الحدیث ولم یلتفتوا الی قولہ دلاریب ان فی المستدرک احادیث کثیرۃ لیست علی شرط الصحۃ بل فیہ احادیث موضوعہ شان المستدرک بافیہ قال ابن طاہر سالت ابا اسمعیل الانصاری عن الحاکم فقال ثقۃ فی الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن طاہر کان شدید التعصیب للشیعۃ فی البالطن اور انہوں نے جو ابراہیم بن محمد بن میمون سے روایت کی ہے وہ خود ان کے تشیع کو ثابت کرتی ہے اسلئے کہ ان کی نسبت منتہی المقال فی اسماء الرجال میں جو کہ شیعوں کی معتمد کتاب سے ہے لکھا ہے کہ ابراہیم بن محمد بن میمون کو میزان الاعتدال میں اجلاء شیعہ سے لکھا ہے "کما قال ومن کتاب میزان الاعتدال انہ من اجلاء الشیعۃ روی عن علی بن عابس انتہی ولعلہ ابن میمون الانی" اور پھر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

یہاں تک کہ بیر اریس میں پہنچا تو میں دروازہ پر بیٹھ گیا اور دروازہ اس کا چھواروں کی شاخوں کا تھا یہاں تک کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حاجت پوری کی پھر آپ نے وضو کیا پھر میں آپ کے پاس گیا تو آپ بیر اریس پر بیٹھے تھے آپ اس کے جبوترہ کے بیچ میں بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیاں کھولدی تھیں اور ان کو کنوئیں میں لٹکا دیا تھا پس میں نے آپ کو سلام کیا بعد اس کے میں لوٹ گیا اور دروازہ پر بیٹھ گیا اور میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ آج میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا دربان بنوں گا پھر ابوبکر آئے اور انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون انھوں نے کہا ابوبکر میں نے کہا ٹھیریئے پھر میں گیا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ ابوبکر ہیں اجازت مانگتے ہیں آپ نے فرمایا ان کو اجازت دیدو اور ان کو جنت کی بشارت دو پس میں سامنے آیا یہاں تک کہ میں نے ابوبکر سے کہا کہ اندر آجایئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ابراہیم بن میمون الکوفی صدوق ویاتی فی ترجمہ عبداللہ بن سکان ان ابراہیم ہذا حمل جواب مسائل عبداللہ عن ابی عبداللہ فیظہر ان الامام کان یعتمد علیہ فہو معتمد علیہ وفاقا للمحب اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معمولی شیعہ نہ تھے بلکہ امام جعفر صادق کے معتمد علیہ تھے۔ ان حضرت نے روایت کی ہے علی بن عالبس سے جو حقیقت میں علی بن عباس ہیں اور علی بن عباس کا حال ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ انہ کان من الضعفاء والمتروکین،، اور ان حضرت کا سلسلہ ابوسعید تک پہنچتا ہے اور خیربت سے اس میں خدری کا لفظ بھی نہیں ہے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ابوسعید ابوسعید خدری نہیں ہیں بلکہ ابوسعید کلبی ہیں۔ دوسری وہ روایت ہے جو عماد الاسلام میں تفسیر درمنثور سیوطی سے اور طعن الرماح میں تفسیر مذکور اور نیز ابراور ابویعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ سے بلا حوالہ سند نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابوسعید خدری سے روایت منقول ہے۔ اس روایت کا سلسلہ اگرچہ منقول نہیں ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہی روایت ہے جو سید الحفاظ ابن مردویہ سے اوپر نقل ہو چکی ہے اور مولوی حیدر علی صاحب مرحوم نے اپنی ایک تالیف میں اسی کی اسناد بیان کی ہیں اور وہ یہ ہیں "حدثنا عباد بن یعقوب

آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں چنانچہ ابوبکر اندر آئے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے داہنی جانب آپ کے ساتھ چبوترہ پر بیٹھ گئے۔ اور انھوں نے بھی اپنے دونوں پیر کنوئیں میں لٹکا دیئے جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور انھوں نے بھی اپنی پنڈلیاں کھول لیں۔ پھر میں لوٹ گیا اور بیٹھ گیا۔ اور میں نے (گھر میں) اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑا تھا اور وہ میرے ساتھ آنے والا تھا تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر اللہ فلاں شخص (یعنی میرے بھائی) کے ساتھ نیکی کرنا چاہے تو اسے یہی لے آئے پس یکایک (کیا دیکھتا ہوں کہ) ایک آدمی دروازہ ہلا رہا ہے میں نے پوچھا کون اس نے کہا عمر بن خطاب میں نے کہا ٹھیرئیے پھر میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے آپکو سلام کیا اور کہا کہ یہ عمر بن خطاب ہیں اجازت مانگتے ہیں آپ نے فرمایا انہیں اجازت دو اور انہیں جنت کی بشارت دو پس میں گیا میں نے کہا کہ اندر آجایئے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے آپکو جنت کی بشارت دی چنانچہ وہ اندر آئے

حدثنا ابو یحیٰی التیمی حدثنا فضیل ابن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید" اس میں بھی ابی سعید کے آگے لفظ خدری نہیں ہے اور جس سے تصدیق اس بات کی ہوتی ہے جو اوپر ہم لکھ چکے کہ یہ ابوسعید کلبی ہیں اور عطیہ انہیں سے روایت کرتے ہیں اور سوائے ابو یحیٰی تیمی سب راوی اس کے شیعی ہیں جنکی تفصیلی کیفیت اوپر بیان ہو چکی۔ اور ابو یحیٰی تیمی کی نسبت تہذیب میں لکھا ہے "ضعفہ ابو حاتم" کہ یہ بھی ضعفا میں سے ہیں غرضکہ یہ روایت بھی کوئی جدید روایت نہیں ہے بلکہ وہی ابوسعید کلبی کی روایت ہے۔

تیسری روایت وہ ہے جو بحار الانوار وغیرہ میں لکھی ہے کہ عبدالرحمٰن بن صالح کہتے ہیں کہ ماموں کے پہنچنے پر ہبۂ فدک کے متعلق عبیداللہ بن موسےٰ نے وہ حدیث لکھ بھیجی جسکو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت سرتاپا شیعوں کی روایت ہے ابتدا بھی اس کی شیعی سے اور انتہا بھی اس کی شیعی پر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ روایت عبدالرحمٰن ابن صالح سے بیان کی گئی ہے۔ ان کی نسبت میزان الاعتدال ذہبی میں لکھا ہے عبدالرحمٰن بن صالح الازدی ابو محمد الکوفی کان شیعیا وقال ابوداؤد الف کتابا فی مثالب اصحابہ

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چبوترہ پر آپ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور اُنھوں نے بھی اپنے دونوں پیر کنوئیں میں لٹکا دیئے بعد اس کے میں لوٹ گیا اور بیٹھ گیا پھر میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر اللہ فلاں شخص کے ساتھ نیکی کرنا چاہے تو اُسے لے آئے چنانچہ ایک شخص آیا دروازہ کو کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون اس نے کہا عثمان بن عفان میں نے کہا ٹھیریئے اور میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ انھیں اجازت دو اور انھیں جنت کی بشارت دو ایک مصیبت پر جو انھیں پہنچے گی۔ چنانچہ میں گیا اور میں نے ان سے کہا کہ اندر آجایئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو جنت کی بشارت دی ہے ایک مصیبت پر جو آپکو پہنچے گی پس وہ اندر آئے اور اُنھوں نے چبوترہ کو دیکھا کہ بھر گیا ہے پس وہ اس کے سامنے دوسری طرف بیٹھ گئے شریک کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب کہتے تھے میں نے اسکی تاویل ان کی

جلد سوم وقال ابن عدی احتراق بالتشیع بات سنتہ خمس وثلاثین ومائتین" اور تقریب میں ان کی نسبت لکھا ہے "عبدالرحمٰن بن صالح الازدی الکوفی نزیل بغداد صدوق یتشیع وقال ابو داؤد وضع مثالب فی الصحابۃ" کہ یہ حضرت شیعہ تھے اور نہ صرف معمولی شیعہ بلکہ تشیع میں غرق تھے یہاں تک کہ معائب اور مطاعن میں حضرت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ پھر اُن سے کیا تعجب ہے کہ وہ ایسی روایت نقل کریں۔ اور بالفرض اگر یہ سُنی بھی ہوتے تو چونکہ جس قصہ کو یہ بیان کرتے ہیں بشرط صحت اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماموں کو جو جواب عبداللہ ابن موسیٰ نے لکھا اسمیں وہی روایت بیان کی جو فضیل بن مرزوق اور عطیہ سے منقول ہے اور ان حضرات کا حال ہم اُوپر بالتفصیل بیان کر چکے۔ اسلئے وہ روایت قابل سند نہیں ہے۔

چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف اور احقاق الحق میں واقدی اور بشر بن ابولید اور بشر بن عیاث سے بحذف سلسلہ اسناد منقول ہے۔ غالباً یہ بھی وہی روایت ابوسعید اور عطیہ اور فضیل کی ہوگی۔ اور چونکہ اسی واقدی اور بشر بن غیاث نے طرائف اور احقاق الحق میں بیان کیا ہے۔ اس لئے اس کی طرف توجہ

قبروں سے لی حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) احد (پہاڑ) پر چڑھے اور ابو بکر و عمر و عثمان (بھی) پس وہ پھر انکے ساتھ ہلنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اے احد ٹھیر جا کیونکہ تیرے اُوپر ایک نبی ہے اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حال میں کہ میں (خواب کے اندر) ایک کنوئیں کے اوپر ہوں اس سے پانی نکال رہا تھا ابو بکر اور عمر میرے پاس آئے اور ابو بکر نے ڈول لیلیا اُنھوں نے ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور انکے نکالنے میں کمزوری تھی اور اللہ انھیں معاف کرے پھر اسکو عمر بن خطاب نے ابو بکر کے ہاتھ سے لیلیا پھر وہ ڈول انکے ہاتھ میں چرس بن گیا پس میں نے لوگوں میں سے کسی زور آور کو نہیں دیکھا کہ وہ ایسا کام کرتا ہو چنانچہ انھوں نے پانی بھرا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے۔

مدینہ سے واپس آکے حضور نے ابو سفیان کی بیٹی ام حبیبہ سے نکاح کیا اب آپکی نو ازواج مطہرات ہو گئیں۔ اسی اثنا میں بعض رواتیوں میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور انور پر ایک یہودن نے جادو کیا حالانکہ یہ سب قصے کہانیاں ہیں ایسی مقدس اور مطہر ذات پر اس قسم کے خیالات کرنا خلاف ادب ہیں

کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ واقدی اُن بزرگوار مصنفوں میں ہیں کہ ان کی کتابیں نہ صرف ضعیف روایتوں بلکہ موضوع اور غلط اور جھوٹی خبروں سے بھری ہوئی ہیں اور اُن کی غیر معتبر ہونے پر اکثر محققین اور علما کا اتفاق ہے اور بشرین غیاث کی شان واقدی سے بھی بڑھی ہوئی ہے یہاں تک کہ اُن کو محققین نے زندیقہ تک کا خطاب دیا ہے اوّل واقدی کا حال سنئے ان کی نسبت تقریب میں لکھا ہے "عمر بن واقدی المدنی القاضی نزیل البغداد متروک مع سعۃ علمہ" کہ وہ باوجود بہت بڑے عالم ہونے کے متروک ہیں۔ اور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی ان کی نسبت لکھتے ہیں "محمد ابن عمر الواقدی الاسلمی الحافظ الجرلم اسق ترجمتہ بنا لاتفاقہم علی ترک حدیثہ وہو من لوعیۃ العلم لکنہ لایتقن الحدیث وجور اس فی المغازی والسیر میروی عن کل ضرب" یعنے واقدی بڑے حافظ ہیں۔ میں ان کے ترجمے کو یہاں اس لئے نہیں لکھتا کہ محدثین نے ان کے

چوتھا باب

مکہ کا حج

۷ھ ہجری۔ مطابق ۶۲۹ء

خیبر سے واپس ہونے کے بعد حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے موسم سرما کا بقیہ حصہ مدینہ میں گزارا۔ اس عرصہ میں پانچ یا چھ مہمیں مختلف مسلمان سرداروں کی ماتحتی میں ادھر اُدھر روانہ کی گئیں۔ ان مہموں نے چھوٹے چھوٹے قبائل کو زیر کیا اور انھیں شکستیں دیں مگر سیاسی نتائج کچھ حاصل نہیں ہوئے شعبان یا نومبر میں تین مہمیں یا سریے

متروک الحدیث ہونے پر اتفاق کیا ہے اگرچہ زبردست عالم ہیں لیکن حدیث میں احتیاط نہیں کرتے۔ مغازی اور سیر خوب جانتے ہیں مگر ہر طرح کی جھوٹی سچی روایت کرتے ہیں۔ اور تہذیب التہذیب میں بھی یہی ان کی صفت لکھی ہے اور پھر لکھا ہے "قال البخاری متروک" اور تہذیب میں ہے "وقال احمد ہو کذاب وقال ابن معین ہو ضعیف" اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے "محمد بن عمر بن واقدی الاسلمی صاحب التصانیف واحد ادعیۃ العلم علی ضعفہ وحبک ان ابن ماجۃ لا یحسن ستۃ قال احمد بن حنبل ہو کذاب یقلب الاحادیث یلقی حدیث ابن اخی الزہری ان علی معمر ونحوذا وقال ابن معین لیس بثقۃ وقال مرۃ یکتب حدیثہ وقال البخاری وابو حاتم متروک وقال ابو حاتم ایضا والنسائی یضع الحدیث وقال ابن عدی احادیثہ غیر محفوظۃ ولا یملا رمنہ وقال ابو غالب بن بنت معاویۃ بن عمرو سمعت ابن المدینی یقول الواقدی یضع الحدیث وقال ابو داؤد بلغنی ان علی بن المدینی قال کان الواقدی یروی ثلاثین الف حدیث غریب وقال المغیرۃ بن محمد المہلبی سمعت ابن المدینی یقول الہیثم ابن عدی اوثق عندی من الواقدی ارضا فی الحدیث ولا فی الانساب ولا فی شئی قلت وقد سبق جملۃ من اخباری الواقدی

روانہ کئے۔ تیس آدمی حضرت عمرؓ کی ماتحتی میں بنی خوازن کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے مگر خوازن والے اِدھر اُدھر بھاگ کر چلے گئے اس لئے کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ پھر حضرت صدیق اکبر کی ماتحتی میں ایک بڑی فوج بنی کلاب کی سرکوبی کے لئے بجدر روانہ ہوئی حضرت صدیق کو کامل فتح ہوئی جنگ میں بہت سے مارے گئے اور بہت سے قید کر لئے گئے۔ پھر بشیر کی ماتحتی میں تیس مسلمان سپاہی فدک کے قرب وجوار میں روانہ کئے گئے بشیر نے مفسدوں کے اونٹ اور گلے پکڑ لئے جب وہ واپس آتے تھے تو قبائل نے اُن پر حملہ کیا اُن کے ساتھی قتل ہوئے اور وہ خود مجروح ہو کر حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

رمضان کے مہینے میں ایک سو تیس مسلمانوں کی فوج حدود بجد میں روانہ کی گئی۔ خوب لڑائی ہوئی مفسدوں کے اونٹ اور گلے پکڑ لئے گئے اور وہ اپنے مقامات سے نکال دیئے گئے زیاد کے بیٹے اُسامہ کے ہاتھ سے بھولے سے ایک شخص قتل ہو گیا جو مسلمان تھا۔ ماہ شوال

الواقدی وجودہ غیر ذلک فی تاریخ الکبیر مات وہو علی القضاء سنۃ سبع ومائتین فی ذی الحجۃ واستقر الاجماع علی وہن الواقدی ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ بہت بڑے عالم اور بڑے صاحب تصنیف تھے مگر بالکل نامعتبر یہانتک کہ اُن کی وہن اور متروک الحدیث ہونے پر سب متفق ہیں اور اس سے زیادہ اور کیا عیب ہو سکتا ہے کہ حدیث بنایا کرتے تھے اور تیس ہزار حدیث غریب اون سے منقول ہیں ان کی روایت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ معتبر مفسرین ان کی روایت کے نقل کرنے سے بھی پرہیز کرتے تھے جیسا کہ تفسیر طبری کی نسبت ہم اُوپر لکھ آئے ہیں کہ اس کی مفسر نے کلبی اور واقدی سے کچھ بھی اپنی تفسیر میں نہیں لیا اس لئے کہ یہ لوگ ضعیف اور غیر معتبر تھے۔ اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ واقدی کی نسبت بعضوں نے بیان کیا ہے کہ اس کے نام سے جو کتابیں مشہور ہیں وہ دراصل ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ ابو اسحاق مدنی کی ہیں جو کہ رواۃ اور مصنفین شیعہ سے ہیں ان کی کتابوں کو واقدی نے

یا جوری ۵ھ میں وادی القریٰ کے حدود میں ایک مہم روانہ کی گئی سرکش قبائل مسلمانوں کی آمد سنکر پہلے ہی سے بھاگ گئے تھے مسلمانوں نے بہت سے اونٹ اور بہت سے ریوڑ بھیڑ بکریوں کے پکڑ لئے۔ اب وہ وقت آگیا کہ حضور انور حدیبیہ کے معاہدہ کے مطابق مکہ جائیں اور عمرہ کریں گزشتہ سال جنمیں عمرہ نصیب نہ ہوا تھا وہ بھی حضور انور کے ہمرکاب ہو گئے۔ اس طرح گویا پورے دو ہزار آدمی کی تعداد ہو گئی معاہدہ کے مطابق ہر مسلمان کے پاس صرف ایک تلوار تھی مگر اس خوف سے مبادا قریش دغابازی اور فریب سے حملہ کر بیٹھیں کل دیگر سامان حرب علحدہ اونٹوں پر لدا ہوا تھا بسلمہ کا بیٹا محمد سو سواروں کے ساتھ آگے آگے جا رہا تھا اور ساٹھ اونٹ قربانی کے لئے علحدہ اس کے ساتھ تھے مر الظہران پہنچکر حضور انور نے کل سامان حرب کو ایک پہاڑی پر پہنچا دیا۔ جہاں یہ مکہ کے حدود کے باہر رکھا رہا۔ اس کی نگرانی میں دو سو مسلح زبردست جوان مقرر کئے گئے۔ اور باقی حج کیلئے خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے

نقل کیا اور اپنے نام سے اُسے مشہور کیا اس لئے اس کی کتابین درحقیقت شیعوں کی کتابیں سمجھنا چاہئیں جیساکہ منتہی المقال فی اسماء الرجال میں جو معتبر کتابوں میں سے شیعوں کی ہے ابراہیم بن محمد کے ترجمے کے ذیل میں لکھا ہے "کما یقول ابراہیم بن محمد بن ابی یحیٰی ابو اسحاق مولے اسلم مدنی روی عن ابی جعفر وابی عبداللہ وکان خصیصا والعامۃ لہذہ العلۃ تضعفہ وعلی بعض اصحابنا عن بعض المخالفین ان کتب الواقدی سائرہا انما ہی کتب ابراہیم بن محمد بن ابی یحیٰی نقلہا الواقدی وادعاہا وفی فہرست الشیخ - ابن محمد بن یحیٰی ابو اسحٰق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر وابی عبداللہ وکان خاصا بحدیثنا والعامۃ تضعفہ لذلک ذکر یعقوب بن سفیان فی تاریخہ اسباب تضعیفہ عن بعض الناس انہ سمعہ ینال من الاولین ذکر بعض ثقات العامۃ ان کتب الواقدی سائرہا انما ہی کتب ابراہیم بن محمد یحیٰی نقلہا الواقدی وادعاہا وذکر بعض اصحابنا ان لہ کتابا مبوبا فی الحلال والحرام عن ابی عبداللہ الحسین بن محمد الازدی بالی قولہ

اور قربانی کے اونٹ مکہ کے قریب جوار مقام ذی طویٰ میں روانہ کر دیئے گئے۔ جب قریشیوں نے حضور انور کے آنے کی خبر سنی تو وہ مکہ کے قرب کی پہاڑیوں پر چڑھ گئے اور انھوں نے نہایت ہی حیرت اور تعجب سے اُن لوگوں کو آتے ہوئے دیکھا جو انکے مظالم سے اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے انھوں نے شمالی وادی کی طرف ایک عجیب نظارہ دیکھا مسلمانوں کی ایک فوج نظر پڑی جسکے سرکردہ حضور انور ہیں آپ ناقہ قصویٰ پر سوار ہیں۔ عبداللہ بن رواحہ قبیلہ بنی خزرج کا سردار حضور انور کی ناقہ کی نکیل پکڑے ہوئے آگے آگے جا رہا ہے۔ آپ کے گرد و پیش آپ کے یار غار اور آپ کے ساتھی ہجوم کئے ہوئے ہیں اور اس کے بعد ایک بڑی طولانی قطار شتر سواروں کی اور پھر پیادوں کی نظر آرہی ہے جس سے ایک وجد پایا جاتا ہے۔ سات برس گذرنے کے بعد آج مہاجرین کو یہ دن نصیب ہوا کہ وہ اپنے

وامر من ان العامۃ تضعفہ لذلک ویشہد لہ من صاحب میزان الاعتدال وھو کذاب رافضی۔ (دیکھو صفحہ ۵ منتہی المقال مطبوعہ ایران) ایسے وضاع کی روایت ثبوت میں پیش کرنا اور اس سے ایسے معرکۃ الآرا بحثوں میں استدلال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی صحیح روایت اس بات میں حضرات امامیہ کو نہیں ملی اور ملے کیونکر جبکہ اس کا وجود ہی نہ تھا اور نہ ہے۔ اور جبکہ واقدی کی کتابوں کی نسبت یہ مانا جائے کہ اس نے ابراہیم بن محمد بن یحییٰ کی کتابوں کو نقل کر کے اپنے نام سے مشہور کیا تو پھر کیا شبہہ باقی رہتا ہے کہ یہ کتابیں اصل میں شیعوں کی ہیں۔

بشر بن غیاث کا بھی حال سُنئے۔ میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ "بشر بن غیاث المریسی مبتدع ضال لاینبغی ان یروی عنہ وقال ابو النضر ہاشم بن القاسم کان والد بشر المریسی یہودیا قصاما سبانی سویقۃ نصر بن مالک وقال المروزی سمعت ابا عبداللہ ذکر بشرا فقال کان ابوہ یہودیا وکان بشر یستتیب فی مجلس ابی یوسف فقال ابو یوسف لاتنتہی او لتضربنہ یعنی تصلب وقال قتیبۃ بن سعید بشر المریسی کافر وقال

مالوفہ وطن کو نہایت پرشوق نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور اپنے پاک معبد کی طرف اُن کی مقدس نظریں اُٹھ رہی ہیں۔ وہ نہایت تیز شوق بھرے اور جوشیلے قدموں کے ساتھ کعبہ کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اُن کی لبیک لبیک کی صداؤں سے تمام دشت وجبل گونج اُٹھے ہیں۔ اس شان وشوکت اور نہایت خلوص اور پاک دل سے حضور انور کعبہ کے قریب پہنچے آپ نے سنگ اسود کو مس کیا اسی طرح آپ کے ساتھیوں نے آپ کی تقلید کی۔ پھر آپ نے سات بار اُس پاک گھر کا طواف کیا۔ آپ کے ہمرکابوں نے بھی طواف میں اسی طرح آپ کی تقلید کی۔ آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ سینہ تان کر چلیں اس لئے کہ قریشیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ مدینہ کی خراب آب وہوا اور ملیریا نے اصحاب محمدؐ کو ضعیف کر دیا ہے۔ عبداللہ بن رواحہ جو حضور انور کی اُونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھا رجز یہ اشعار بڑے جوش سے پڑھنے لگا کہ

الخطیب کی عنہ اقوال شنیعۃ اساء اہل العلم قولہم فیہ وکفرہ اکثرہم لاجلہا قال ابوزرعۃ الرازی بشر المریسی زندیق یہ کہ بشر بن غیاث مریسی بدعتی گمراہ ہے اس لایق نہیں کہ اس سے روایت کی جاوے۔ ابونضر ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ اس کا باپ یہودی قصاب رنگریز نصر بن مالک کے بازار میں تھا اور مروزی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے سُنا ہے وہ کہتے تھے کہ بشر قاضی ابویوسف کی مجلس میں استفادہ کر رہا تھا کہ قاضی صاحب نے کہا کہ تو باز نہ آئے گا کیا سولی کو خراب کیا چاہتا ہے یعنی سولی دیدیئے گئے اگر تو باز نہ آئے گا۔ اور قتیبہ بن سعد کا قول ہے کہ یہ کافر تھا اور خطیب کہتے ہیں کہ یہ کافر تھا اور خطیب کہتے ہیں کہ اس سے بُرے اقوال منقول ہیں جنکی وجہ سے علماء نے اس کو کافر کہا ہے۔ اور ابوزرعہ رازی کہتے ہیں کہ زندیق تھا۔

پانچویں روایت معارج النبوت کی ہے جو عماد الاسلام میں نقل کی گئی ہے۔ اس روایت سے استدلال کرنے پر ہم کو تعجب ہے کہ جناب مجتہد انام مولنا سید دلدار علی صاحب محقق اور متبحر عالم اسے سند میں پیش کرتے ہیں۔ معارج النبوت کا حال فارسی پڑھنے

حضرت فاروق اعظم نے اُسے ٹوکا اور کہا کہ اس قسم کے اشعار پڑھنے معاہدہ کے خلاف ہیں حضور انور نے فاروق اعظم کی تائید کی اور ارشاد فرمایا کہ صرف یہ پڑھنا کافی ہے لا الہ الا اللہ جعد اللہ نے تعمیل حکم کی اور پھر چاروں طرف سے لا الہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں پھر حضور انور صفا پہاڑی پر چلے گئے۔ پھر وہاں سے مروہ پر۔ اور حسب دستور سات بار آپ چڑھے اور اُترے اور جب یہ دستور ہو چکا تو مروہ پر قربانی کے لئے اونٹ لائے گئے۔ حضور نے باآواز بلند ارشاد کیا کہ یہی مقام قربانی کا ہے۔ پھر آپ نے اپنا سر منڈوا ڈالا اور اس طرح عمرۃ القضا کی تکمیل ہوئی۔ پھر آپ نے اس کارد کو جو ہتھیاروں کی حفاظت کر رہا تھا مکہ میں حج کے لئے بھیجا۔ دوسرے دن حضور انور علی الصباح کعبہ میں گئے اور نماز ظہر تک مقیم رہے حسب دستور جب ظہر کا وقت آیا تو بلال نے ایک بلند مقام پر چڑھ کر اذان دی۔ اذان سنتے ہی

والے طالبعلم تک جانتے ہیں کہ مولود کے رسالوں سے بڑھکر کوئی قدر اور قیمت اُسکی علماء کے نزدیک نہیں ہے۔ وہ ایک شاعرانہ اور منشیانہ تحریر کے لئے عمدہ نمونہ ہے لیکن بلحاظ صحت کے کچھ بھی اُسکی وقعت نہیں ہے۔ یہ اس قسم کے مورخین میں سے ہیں کہ اپنے تنور گرم کرنے کے لئے جو خشک و تر ایندھن ان کو ملا اُسے کام میں لائے اور سامعین کے تعجب اور مسرور اور محظوظ کرنے کے لئے اُسے عمدہ الفاظ میں بیان کیا۔ مگر اُسکو آجتک کسی نے اس قابل نہیں سمجھا ہے کہ اس سے کوئی سند پیش کی جائے نہ سوائے رسالوں مولود کے کسی بحث میں آجتک اس سے کوئی سند پیش کی گئی لہذا اُس میں مرقوم ہونے پر اس روایت سے یا اور کسی روایت سے استدلال کرنا شان علماء سے نہایت ہی بعید ہے اور بالفرض اگر وہ اور اس کا مصنف معتبر و معتمد ہوتے تو اس روایت سے استدلال کرنا اور بھی بعید تھا کیونکہ خود اس میں اس روایت کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونے کی طرف بوجوہ اشارہ موجود ہے۔ وجہ اول صاحب معارج نے باوصف التزام لکھنے واقعات کے اس روایت ہبہ کو واقعہ نہیں

کل مسلمان نماز کے لئے آگئے اور نہایت ہی خضوع اور خشوع اور پاک جذبات اور مقدس شوق کے ساتھ حضور انور کی امامت میں نماز ظہر پڑھی۔

جب تک حضور انور مکہ میں رہے آپ کسی گھر میں داخل نہیں ہوئے۔ آپ نے اپنے اور اپنے آدمیوں کے لئے خیمے نصب کرلئے تھے اور کعبہ کے جنوب میں ہر طرف خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے۔ غرض معاہدہ کے مطابق تین دن کامل آپ کو گزر گئے چوتھے روز قریشوں کے سردار سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبد العزیٰ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ معاہدہ کے مطابق تین دن گزر چکے اب آپ اسیوقت یہاں سے چلے جائیے حضور نے اس تلخ آمیز درخواست کا جواب نہایت خندہ پیشانی اور نرم زبانی سے یہ دیا "میرے یہاں رہنے سے جہاں تک میں خیال کرتا ہوں تمہیں کچھ نقصان نہیں۔ ایک آدھ روز مجھے اور

قرار دیا ہے بلکہ اس روایت کے قبل کی روایت کو جو اس روایت کے منافی ہے واقعہ قرار دیا ہے۔ وجہ دوم صاحب معارج نے اس روایت کو وضعاً مؤخر اور اس کے منافی روایت کو وضعاً مقدم کیا ہے۔

وجہ سوم اس روایت کو بغیر حوالہ نقل کیا ہے اور اس کے منافی روایت کو بحوالہ مقصد اقصیٰ لکھا ہے۔

وجہ چہارم اس روایت کو بغیر عنوان واقعہ و بدون حوالہ بلفظ بعضے گویند نقل کیا ہے جو منقول عن المجہول یا منقول عن المجروح ہونے پر دال ہے اور اس کی منافی روایت کو بعنوان واقعہ و بحوالہ لکھا ہے جو صحیح و قابل اعتبار ہونے پر دال ہے۔ پس بخوبی واضح ہو گیا کہ صاحب معارج نے اس روایت ہبہ کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونے کی طرف بوجوہ اشارہ کر دیا ہے لہذا معارج معاً اپنے مصنف کے معتبر و معتمد ہونے کی تقدیر پر بھی اس میں موجود ہونے پر اس روایت سے جو استدلال کیا گیا وہ اس قابل نہیں ہے کہ ہم اسکی نسبت کچھ بھی لکھیں بجز اسکے کہ اس کو علما کی شان سے بعید سمجھیں۔

جانے دو۔ تم میرے بھائی ہو میں اتنے عرصہ کے بعد اپنے بھائیوں کے درمیان اپنے آپ کو دیکھتا ہوں میری دلی خواہش ہے کہ میں تمہاری ایک پُرشان دعوت کروں لہٰذا تم میری دعوت کو قبول کرو۔ اور مجھے ایک آدھ دن ٹھہر جانے دو اس پُراز اخلاق گفتگو کا جواب انہوں نے نہایت ہی سختی سے دیا اور کہا کہ ہم دعوت نہیں چاہتے آپ اسی وقت یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ جب یہ انقطاعی جواب حضور انور نے سنا تو آپ نے فوراً کوچ کا حکم دیدیا اور یہ حکم دیا کہ شام تک ایک مسلمان بھی مکہ کے قرب وجوار میں باقی نہ رہے۔ رستہ میں آپ نے میمونہ سے نکاح کیا جن کی عمر اسوقت پچاس برس کی تھی میمونہ زندہ رہیں مقام سرف میں نکاح ہوا اور وہیں آپ مدفون ہیں۔ حضور انور کا یہ آخری نکاح تھا حضور انور کے ہمراہ میمونہ کی بہن سلمہ جو امیر حمزہ کی بیوہ تھیں مدینہ آگئیں میمونہ کی دوسری بہن خالد بن ولید شہور جنگجو کی والدہ تھیں میمونہ کے نکاح ہونیکے ایک عرصہ کے بعد خالد مدینہ گئے اپنی خالہ کے گھر قیام کیا اور بطیب خاطر مسلمان ہوئے۔ وہ اور خصوصاً خالد کی پیروی کی

ہمنے تمام روایتوں کی حقیقت بیان کر دی اور سب راویوں کا حال لکھدیا۔ اور شافی کے تصنیف ہونے کے زمانہ سے اب تک جس کو نو سو برس ہوئے جتنی روایتیں ہبہ کے تائید میں پیش کی گئی تھیں ان سب کو دکھا دیا اور یہ مثل کہ ہر گاہ دم برداشتم مادہ برآمد ان روایتوں پر ثابت کر دی اس لئے کہ ان تمام روایتوں کا سلسلہ ابو سعید کلبی تک پہنچتا ہے اور اس کی روایت بسبب ان عیبوں کے جو اس میں تھے ہرگز قابل لحاظ نہیں اور باوجود اس کے کہ یہ ایک ہی ماخذ سے لی گئی ہیں ہم کو تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر سید مرتضےٰ علم الہدےٰ اور جناب مولانا دلدار علی صاحب سے محقق اور کاملین نے اس کہنے کی جراءت کی کہ "قد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالےٰ واٰت ذا القربیٰ حقہ دعا النبی فاطمۃ فاعطاہا فدک وانما کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ" کیا یہ بات تعجب انگیز نہیں ہے کہ سید مرتضےٰ ایک طریقے سے بھی اس روایت کو بیان نہ فرمائیں اور صرف

ایک اس کے دوست عمرو بن العاص نے جو کہ ایک بہت بڑا شاعر اور زبردست شخص تھا۔ قریش اُسے اپنا سرتاج سمجھتے تھے اور قریشوں نے اسے اپنا ایلچی بنا کر حبش بھیجا تھا۔ اور دوسرا عثمان بن طلحہ تھا یہ بھی سردار تھا کعبہ کی کنجیاں اس کے پاس رہتی تھیں جس وقت حضور انور کعبہ میں تشریف لائے ہیں تو اس نے معاہدہ کے مطابق کنجیاں حضور انور کی خدمت میں پیش کر دیں اور جب حضور کی عبادت خضوع اور خشوع کے ساتھ دیکھی تو اس کا دل پگھل گیا اور وہ مائل اسلام ہو گیا۔ عمرو بن العاص فاتح مصر کے مسلمان ہونے کی کیفیت ہشامی نے یہ لکھی ہے کہ جب قریشوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا تو عمرو بن العاص قریشوں کی ایک جماعت لیکر حبش روانہ ہوا۔ اور تحفہ میں نفیس چمڑہ شاہ حبش کے لئے لے گیا مطلب فقط یہ تھا کہ اس بات کا انتظار کرے کہ میدان کس کے ہاتھ رہتا ہے وہ انتظار کر رہا تھا۔ کہ ۷ھ ہجری میں حضور انور کا ایک قاصد شاہ حبش کے پاس پہنچا۔

صرف اُس روایت کو جو اباً عن جد شیعوں میں مشہور تھی اور جس کا ذکر قاضی عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی میں کیا تھا کہ شیعہ ایسا کہتے ہیں کافی سمجھکر اپنی طرف سے صرف یہ لکھدیں کہ اور مختلف طریقوں سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ اور پھر کیا اس سے کم یہ بات تعجب الرنے والی ہے کہ علم الہدیٰ کے زمانہ سے لے کر اب تک باوجودیکہ ہزاروں عالم اس مدت میں گزرے اور سینکڑوں کتابیں اس بحث میں لکھی گئیں اور بڑے بڑے دعوے کئے گئے اور نہایت فصیح و بلیغ اور درد انگیز تقریروں میں یہ دعویٰ بیان کیا گیا اور علماء شیعہ نے سینوں کی ساری کتابیں چھان ڈالیں نہ متن چھوڑا نہ حاشیہ نہ حدیث کی کتاب باقی رکھی نہ تاریخ کی مگر ایک صحیح روایت بھی اس دعوی کے ثبوت میں اہل سنت کی کتابوں سے پیش نہ کر سکے اور یہ تمنا اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ اگر یہ نامور علماء اور مشہور متکلمین جن کے علم و عقل کا غلغلہ آسمان تک پہنچا اور جنہوں نے اپنے گروہ میں سینوں پر فتح و ظفر حاصل کر لی

اس قاصد کو دیکھتے ہی عمرو بن العاص نے چاہا کہ تلوار سے گردن اُڑا دے اس پر شاہ حبش بھیں ہوا اور اس نے نہایت زور سے یہ کہا کہ عمرو تجھے اسلام قبول کرنا پڑیگا۔ چنانچہ عمرو نے پوشیدہ طور سے شاہ حبش کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا (شامی صفحہ ۳۰) بہرحال خالد عمر اور عثمان ان تینوں کے مسلمان ہونے سے ایک زبردست دھاک حضور انور کی مکہ میں بیٹھ گئی اور اب ایک مدت آپ کی وہاں محسوس ہونے لگی۔ اسلام کی پسندیدگی رو کی طرح سے اہل مکہ کے دلوں میں دوڑتی جاتی تھی مسلمان ہونے کی لگن سب کے دلوں میں لگ گئی تھی۔ مبالغ رجوع ہو چکی تھیں اور جوق جوق لوگ مکہ سے مدینہ مسلمان ہونے کے لئے چلے آرہے تھے عمرۃ القضا کی وجہ سے حضور انور نے اسلام کے اثر کو اہل مکہ میں دیکھ لیا اور اس بات کو آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ مکہ والے طولانی اور خونریز لڑائیوں سے تھک چکے ہیں۔ صلح پسندی

خوب شہرت پائی بجائے فصیح و بلیغ تقریریں کرنے اور زور قلم دکھانے کے ایک صحیح روایت پیش کر دیتے تو غلط بنیاد پر ایک مبسوط کتاب لکھنے سے اور ہزار قسم کا بیانیہ ظاہر کرنے سے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب اور زیادہ موزون ہوتا۔ مگر ایسا نہ کرنے سے خود انھوں نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ کوئی روایت ایسی موجود نہیں ہے جسے وہ اہل سنت کے مقابلہ میں صحیح اور قابل اعتبار قرار دے کر پیش کر سکتے۔ شافی۔ اور کشف الحق۔ اور طرائف۔ اور بحار الانوار اور عمدۃ الاسلام اور طعن الرماح۔ اور تشیید المطاعن کے مشہور اور نامور مصنفین سوا اس کے اور کچھ نکر سکے کہ فضیل بن مرزوق اور عطیہ نے جو وضعی اور جھوٹی روایت کلبی سے پائی اور آئندہ مشہور کی تھی اسی کو پیش کرتے اور اسی سے استدلال کرتے ہیں اور ہم نہ صرف پچھلے لوگوں پر کسی حدیث صحیح کے پیش نکرنے کا الزام دیتے ہیں بلکہ اب بھی ہم تحدی کرتے ہیں اور ہندوستان اور ایران اور لکھنؤ اور طہران بلکہ تمام دنیا کے شیعوں کو مقابلہ پر بلاتے اور کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے

کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ قریشوں میں ممتاز سرداروں کا نام ونشان نہ رہا تھا ایک جھٹکا ہوا کے رُخ کو اِدھر اُدھر پھیرنے کے لیے کافی ہے۔ یعنے مکہ پر ایک دلیرانہ حملہ ہمیشہ کے لیے مکہ کی قسمت کو اسلام کے ساتھ وابستہ کرنے کو بس تھا۔

دعوے میں سچے ہو تو اب بھی کوئی ایک صحیح روایت جس کے بانی اور راوی شیعہ نہ ہوں اہل سنت کی کتاب سے پیش کرو۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودہا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔ چونکہ اب ہم اچھی طرح اُن روایتوں کی تکذیب اور تردید کر چکے جو ہماری کتابوں سے شیعوں نے پیش کی تھیں۔ اب ہم اُن تناقض اور تخالف کو دکھاتے ہیں جو خود شیعوں کی روایتوں میں ہے اور جس سے اُن کا دعوے خود اُن کے ہاں کی روایتوں سے ثابت نہیں ہوتا۔

پانچواں باب

جنگ موتہ

۸ھ ہجری کے پہلے - آٹھ مہینے کے حالات

مطابق ۶۲۹ء

موسم گرما میں چند جنگی مہمیں اِدھر اُدھر روانہ کی گئیں جن میں سے بعض کا انجام خطرناک ہوا مدینہ میں واپس آنے کے ایک مہینہ کے بعد حضور انور نے پچاس آدمیوں کی ایک جماعت بنی سلیم کے پاس محض اس غرض سے روانہ کی کہ انہیں تبلیغ اسلام کی بجالائی

بہ فدک کے متعلق اول ہم امامیہ کی اُن حدیثوں کو بیان کرتے ہیں جس میں فدک کے دیئے جانے کا ذکر ہے۔ بعد اُس کے اس کا تناقض اور اختلاف بیان کرینگے۔

(۱) - جب آیہ "وآت ذا القربیٰ حقہ" نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ فاطمہ کو بلاؤ وہ بلائی گئیں آپ نے کہا اے فاطمہ فدک اُن میں سے ہے جن پر لشکر نے چڑھائی نہیں کی اور وہ خاص میرا ہے مسلمانوں کا اس میں کچھ حق نہیں ہے۔ اور میں وہ تمہیں بنا ہوں اس لئے کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے۔ پس اسے تم اپنے اور اپنی اولاد کے لئے لو (بحار الانوار کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک صفحہ ۸۹ مطبوعہ ایران از عیون الاخبار)

(۲) دوسری روایت جو تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں امام جعفر صادق سے مروی ہے یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلعم جب ایک غزوے سے لوٹے اور راہ میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ

اُنھوں نے مسلمانوں کا غلط خیال سمجھ کے بغیر کچھ پوچھے گچھے اُن پر تیر برسانے شروع کر دیے مسلمانوں کو جنگ کا خیال مطلق نہ تھا اور نہ وہ جنگ کے لئے تیار تھے۔ قبیلہ والے تیر برساتے برساتے ایک بڑی جماعت کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑے مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت کا سر کردہ بہت مشکل سے اپنی جان بچا کر مدینہ واپس آیا۔

اس خطرناک فعل کے بعد بنی سلیم کی آنکھیں کھلیں اور دوسرے سال اُنھوں نے اپنے قاصد اپنی اطاعت کا یقین دلانے کے لئے حضور انور کی خدمت میں بھیجے اس کے دو تین مہینے کے بعد دوسرے قبیلہ بنی لیث کی طرف مہم روانہ کی گئی یہ قبیلہ اپنے مقام کو چھوڑ کر بھاگ گیا مسلمانوں کو اس قبیلہ کے بہت سے اونٹ ہاتھ لگے مگر قبیلہ والوں نے یکا یک غفلت میں عقب سے اِن پر حملہ کیا اور مسلمان اپنی خوش تدبیری سے اس وقت اگر پہلو نہ بچا جاتے تو سب قتل ہوتے پھر ایک چھوٹا سا

اُٹھو اور سوار ہو۔ حضرت سوار ہوئے اور جبریل آپ کے ساتھ تھے زمین آپ کے واسطے ایسی لپیٹ دی گئی جس طرح کپڑا لپیٹا جاتا ہے جس سے فوراً آنحضرت صلعم فدک میں پہنچ گئے۔ اہل فدک نے ڈر کے دروازے بند کر لئے اور کنجیاں ایک بڑھیا کو دیدیں۔ جبریل نے اس سے کنجیاں لے کر شہر کے دروازے کھولے اور آنحضرت صلعم نے اندر داخل ہو کر گھر اور مکانات وغیرہ دیکھے اس وقت جبریل نے کہا کہ "یا محمد ہذا ما خصک اللہ بہ واعطاک دون الناس" یہ وہ ہے جسے خدا نے آپ کے لئے مخصوص کیا اور آپ کو عطا فرمایا ہے اور کوئی مسلمان اس میں آپ کا شریک نہیں پھر جبریل نے دروازے شہر کے بند کر دیئے اور کنجیاں آپ کے حوالے کیں جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو فاطمہ کے پاس آئے اور کہا کہ اے میری بیٹی خدا نے فدک مجھے دیا ہے اور میں اختیار رکھتا ہوں کہ جو چاہوں کروں" وانہ کان لامک خدیجۃ علی ابیک مہر وان اباک قد جعلہا لہ بذلک واخلتہا لک ولولدک بعدک کہ تمہاری ماں کا مہر تمہارے باپ پر واجب الادا ہے اس میں تمہیں اور بعد تمہارے تمہاری

گروہ موسم سرما میں فدک روانہ کیا گیا۔ یہودیوں کے ایک قبیلہ نے نہایت غافلی سے اُس کو قتل کر دیا حضور انور نے انتقام لینے کے لئے دو سو جنگجو اس قبیلہ کی طرف روانہ کئے اس اسلامی دستہ نے اس قبیلہ یہود کو پارہ پارہ کر دیا اور ان کے مویشی پکڑ لائے۔

اس کے بعد بہت جلد پندرہ آدمیوں کی ایک جماعت حدود شام میں روانہ کی گئی وہاں ان لوگوں نے بہت بڑی جماعت کو دیکھا اور انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ شامیوں نے اس کا جواب تیروں سے دیا۔ تھی بھر مسلمان نہایت شجاعت سے قدم جما کے لڑے مگر پارہ پارہ کر دیئے گئے۔ ایک شخص صرف بچا اس نے حضور انور سے یہ دردناک کہانی آکے بیان کی حضور انور کو یہ سُنکے بہت ہی رنج ہوا آپ نے ایک زبردست مہم انتقام لینے کے لئے تیار کی مگر جب آپ نے

اولاد کو فدک دیتا ہوں۔ پھر حضرت علی کو بلا کر کہا کہ ہبہ نامہ فاطمہ کے لئے لکھدو چنانچہ ہبہ نامہ آنحضرت صلعم کی طرف سے علی نے لکھا۔ اور اس پر حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی لکھی گئی۔ پھر اہل فدک آنحضرت کے پاس آئے اور ان کو چھیں ہزار دینار سالانہ پر اس کا اجارہ دیدیا گیا۔ (بحار الانوار مطبوعہ ایران صفحہ ۹۰)

(۲) تیسری روایت میں بعد بیان اس امر کے کہ کس طرح فدک آنحضرت صلعم کے قبضہ میں آیا۔ لکھا ہے کہ آیۃ "وآت ذا القربیٰ حقہ" نازل ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے اس وقت جبریل نے فرمایا "اعط فاطمۃ فدکا وہی من کان مہرانھا من امہا خدیجۃ ومن اختہا ہند بنت ابی ہالۃ" کہ فاطمہ کو فدک دیدیجئے کہ وہ ان کی ماں خدیجہ اور اُن کی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث میں سے ہے۔ پھر آپ نے جو کچھ اس میں سے مال لیا تھا اس کو لیکر فاطمہ کے پاس آئے اور اس آیت کی خبر کی فاطمہ نے جواب دیا کہ میں آپ کی زندگی میں کوئی نئی کارروائی نہ کروں گی بلکہ آپ کو میری جان و مال کا اختیار رہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ لوگ

یہ سُنا کہ شامی بھاگ گئے اور اُن کے مقامات ویران پڑے ہیں تو آپ نے مہم بھیجنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ حدود شام میں اس چھوٹی سی مہم بھیجنے کا سبب سوائے اُس کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ وہاں تبلیغ اسلام کی جائے اور وہاں کے حالات معلوم کئے جائیں۔ مگر سوائے چند مسلمانوں کی بربادی کے اور کوئی بات اس مہم سے حاصل نہیں ہوئی۔

جنگ موتہ

اس لڑائی کا اصلی سبب یہ ہے کہ حضور انور نے حارث ابن عمیر کے ہاتھ ایک خط شرجیل بن عمرو غسانی کو جو شرقی شہنشاہ یعنے قیصر روم کی طرف سے بصرہ کا ولیسرائے تھا بھیجا اس نے مقام موتہ میں جبکہ وہ شکار کے لئے وہاں آیا ہوا تھا حضور انور کے قاصد کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا حضور انور کو اس خبر سے سخت

تم پر عار رکھکر اس کو میرے بعد تم سے چھین لیں اور تم کو ندیں۔ فاطمہ نے کہا تو اچھا آپ اپنا حکم جو کرنا چاہتے ہیں کریں۔ آپ نے لوگوں کو ان کے گھر میں بلا کر سب سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہ کا ہے اور پھر اس کی اُن میں تفریق کر دی اور ہر سال ایسا ہی کرتے کہ فاطمہ کی قوت کے بقدر لے لیتے اور جب آپ کی وفات قریب پہنچی تو آپ نے فدک بالکل ان کو دے دیا۔ بحار الانوار صفحہ ۹ از مناقب ابن شہر آشوب۔

(۴) چوتھی روایت یہ ہے کہ جب آیۃ "وآت ذا القربیٰ حقہ" نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے جبریل سے پوچھا کہ مسکین تو میں جانتا ہوں ذوالقربیٰ کون ہیں جبریل نے کہا "ہم اقاربک" وہ آپ کے رشتہ دار ہیں تب آپ نے حسن و حسین اور فاطمہ کو بلا کر کہا کہ خدا نے مجھے حکم دیتا ہے کہ جو خدا نے فیٔ مجھے عطا کیا ہے اور جو میرے ساتھ مخصوص ہے وہ تمہیں دوں۔ اس لئے میں تمہیں فدک دیتا ہوں

صدمہ ہوا۔ آپ نے انتقام لینے اور سرکشوں کو سزا دینے کا بالکل تہیہ کر لیا۔ عام جلسہ کیا گیا اور جنگجو طلب کئے گئے چنانچہ تین ہزار مرد میدان آکے جمع ہو گئے۔ سفید جھنڈا کھولا گیا۔ اور حضور انور نے اسے زید ابن حارثہ کے ہاتھ میں دیا اور حکم دیا کہ جہاں ہمارا قاصد مارا گیا ہے تو بلغار کرتا ہوا پہنچ۔ اور آپ نے فوج کو یہ حکم بھی سنایا کہ اگر زید میدان جنگ میں کام آئے تو فوج کی کمان جعفر کو دیدی جائے اور اگر جعفر قتل ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ کو سردار فوج تسلیم کر لیا جائے اور وہ بھی قتل ہو جائے تو مسلمانوں کو اختیار ہے کہ وہ جسے چاہیں اپنا سردار بنالیں۔ غرض جب اسلامی فوج روانہ ہوئی تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کچھ دور مقام ثنیۃ الوداع تک خود پہنچانے آئے۔ یہاں فوج نے قیام کیا۔ حضور بھی ٹھیرے حضور نے آواز بلند نہایت خوش آوازی اور موثر پیرایہ میں یہ فرمایا۔ تم شام میں

بحار الانوار اور تفسیر عیاشی صفحہ ۹۱۔

(۵) عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادق سے ایک بڑی لمبی روایت کی ہے۔ جس کو ہم مفصل دعوے ہبہ فدک پر نقل کریں گے اس میں جہاں شہادت حضرت ام ایمن کی بیان کی گئی ہے اس میں لکھا ہے کہ جب آپ کو جبریل فدک کے حدود بتانے کے لئے لے گئے اور واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہ نے کہا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے آپ نے فرمایا کہ جبریل مجھے فدک کے حدود بتانے لے گئے تھے اس پر حضرت فاطمہ نے عرض کیا "یا ابت انی اخاف العیلۃ والحاجۃ من بعدک فصدق بہا علی فقال ہی صدقۃ علیک فقبضتہا" کہ اے میرے باپ میں بعد آپ کے افلاس اور محتاجی سے ڈرتی ہوں فدک مجھے دیدیجئے آپ نے فرمایا اچھا یہ تمہارے اوپر صدقہ ہے یعنی تمہارے لئے عطیہ ہے۔ پس فاطمہ نے اس پر قبضہ کر لیا پھر آنحضرت صلعم نے حضرت ام ایمن اور علی سے کہا کہ تم اس پر گواہ ہو۔ بحار الانوار از کتاب الاختصاص صفحہ ۱۰۱۔

جاتے ہو۔ مقابلہ کرنے والے کو قتل کرنا۔ اور اس شخص پر ہاتھ اٹھانا جو تمہیں مارنے یا تم سے جنگ کرنے آئے مگر تم ایسے لوگ بھی پاؤ گے جو صومعوں میں عزلت گزین ہیں اور دنیا سے انھوں نے کنارہ کر لیا ہے خبردار انھیں تکلیف نہ دینا اور نہ ان پر ہاتھ اٹھانا۔ ان کے علاوہ۔ کسی عورت۔ کسی بوڑھے۔ کسی بچہ کو مت مارنا۔ اور ساتھ ہی سرسبز میوہ دار اور سایہ دار درختوں کو نہ کاٹنا نہ برباد کرنا۔ گھروں میں ہرگز نہ گھسنا۔ بس یہ ہدایت فرما کے حضور نے فوج کو رخصت کیا۔ جب فوج اسلام صدود شام میں پہنچی تو شرجیل چونک پڑا اور اس نے فوجیں جمع کرنی شروع کیں علاوہ شائستہ فوجوں کے ہزاروں بت پرست عرب مدینہ کے گرد و نواح کے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے جمع ہو گئے اور خود قیصر نے اپنا باڈی گارڈ شرجیل کی مدد کو روانہ کر دیا۔ اتفاق سے قیصر آج کل شام کی سیر کر رہا تھا۔

یہ روایتیں جو اوپر ہم نے بیان کیں کچھ جزئی اور غیر ضروری باتوں ہی میں باہم مختلف نہیں ہیں بلکہ ان کا تخالف ان اہم امور میں ہے جو نفس واقعہ پر مؤثر ہے اور انکے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واضعین روایت نے ہر موقع اور ہر محل کے واسطے اور ہر اعتراض کے دفع کرنے کے خیال سے یہ روایتیں بنائی ہیں مگر ان کی کثرت ہی نے وہ تناقض پیدا کر دیا کہ اس کا دفع کرنا مشکل ہے۔

چنانچہ پہلی روایت میں جو بحوالہ عیون الاخبار بحار الانوار سے ہم نے نقل کی ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیت نازل ہونے پر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ فاطمہ کو بلاؤ اور وہ بلائی گئیں اور دوسری روایت میں جو بحوالہ تفسیر قمی بحار الانوار سے ہم نے نقل کی ہے یہ ہے کہ جب آپ کنجیان فدک کی لے کر مدینہ میں داخل ہوئے تو خود فاطمہ کے پاس آئے اور کہا کہ تمہاری ماں کے مہر میں جو مجھ پر واجب الادا ہے اور تمہاری اولاد کو فدک دیتا ہوں۔

اور نیز پہلی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فاطمہ سے فرمایا کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ

جب دشمن کی اس غیر معمولی قوت اور یلغار کی خبر لشکر اسلام میں پہنچی تو یہاں پریشانی چھا گئی ساتھ ہی یہ افواہ بھی گرم ہوئی کہ خود قیصر اس مہم کا سرکردہ بن کے آرہا ہے جمعیت کی کمی اور غیر ملک کی سرزمین کی وجہ سے قدرتاً یہ پریشانی ہوئی تھی۔ باہم سب افسر مشورہ کرنے بیٹھے کہ کیا کرنا چاہیئے۔ بعض نے کہا کہ حضور انور کو اطلاع دینی چاہیئے کہ یہ سنگین معاملہ درپیش ہے۔ آگے بڑھیں یا یہیں قیام کریں یا واپس چلے آئیں۔ بعض نے کہا کہ سرکش قبائل کی سرکوبی کے لئے ہم بھیجے گئے ہیں ہمیں شاہی فوجوں سے ہمنبرد ہونے کا حکم نہیں ملا ہے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ عبداللہ بن رواحہ نے نہایت جوش سے یہ کہا ہمیں خدا پر بھروسہ ہے ہم قیصر اور اسکے کثیر تعداد لشکر کی پروا نہیں کرتے۔ مزید برآں نیست کہ ہم شہید ہو جائیں ہیں یہی ہماری آرزو بھی ہے۔ اس جوش نے بڑا کام دیا سب پر اس کا اثر پڑا اور

تم کو فدک دیدوں۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ فدک خدا نے مجھے دیا ہے اور میرے لئے مخصوص کر دیا ہے اور میں اختیار رکھتا ہوں کہ جو چاہوں کروں اور اس اختیار کی وجہ سے آپ نے کہا کہ تمہاری ماں کے مہر میں اسے دیتا ہوں۔

تیسری روایت میں جو بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب ہم نے بحار الانوار سے نقل کی ہے یہ ہے کہ یہ آیۃ مذکورہ کے نازل ہونے پر آپ نے جبریل سے پوچھا کہ حق ذوالقربیٰ کا کیا ہے۔ جبریل نے کہا کہ فاطمہ کو فدک دیدیجئے کہ وہ ان کی ماں خدیجہ اور ان کی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث میں سے ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کی میراث میں فدک فاطمہ کو دیا گیا۔ اور دوسری روایت میں لکھا ہے کہ ماں کے مہر میں دیا گیا۔ غالباً جبریل امین نے میراث اور مہر کو ایک تصور کیا ہوگا۔ یا ان سے سہو ہو گیا۔ سوائے اس کے یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ فدک کی آمدنی جو بیس ہزار دینار سالانہ بتائی گئی ہے۔

سب متفق ہو کے بولے خدا کی قسم رواحہ کا بیٹا سچ کہتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد فوراً لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

بلقا کی حدود میں پہنچ کے جوں ہی شاہی لشکر نظر آیا تو سپاہ سالار اسلام نے نہایت ہوشیاری اور عقلمندی سے پیچھے ہٹ کے موتہ پر قبضہ کر لیا اور وہیں اپنا کیمپ قائم کر کے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

قیصر کی شایستہ فوجیں۔ عربوں کے غول بیابانی کو ساتھ لے کے مٹھی بھر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں۔ زید اپنا دستہ فوج لے کے نہایت شان اور بہادری سے آگے بڑھا۔ قیصر کے سوار چمکتے ہوئے لوہے میں غرق بہت ہی مہیب معلوم ہوتے تھے۔ دوسرے ان کا ساز و یراق آنکھوں کو خیرہ کئے دیتا تھا۔ مگر زید اپنی بےنظیر شجاعت کے جوش میں اس شاندار اور کثیر تعداد لشکر کی پروا نہ کر کے سفید جھنڈا

اور حضرت خدیجہ کے مہر کی تعداد کا یہاں کچھ ذکر نہیں شاید چوبیس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی کی جاگیر بھی میں قرار پائی ہوگی۔

پھر اسی تیسری روایت میں یہ ہے کہ جب آپ نے فدک فاطمہ کو دینا چاہا تو انھوں نے عرض کیا کہ آپ کی زندگی میں میں کوئی نئی کارروائی نہیں کرنی چاہتی آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے اس پر آپ نے فرمایا کہ شاید میرے بعد لوگ تم کو مدد دیں تب فاطمہ نے کہا بہت اچھا جو آپ کرنا چاہتے ہیں کیجئے اس پر آپ نے لوگوں کو اُن کے گھر میں بلا کر سب سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہ کا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں کو آنحضرت صلعم نے جمع کر کے فدک کے دینے کا اعلان فرما دیا تھا مگر تعجب ہے کہ حضرات شیعہ اُن روایتوں میں جن میں یہ ذکر ہے کہ جب فاطمہ سے شہادت طلب کی گئی یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے ام ایمن اور علی مرتضےٰ اور حسنین کو شہادت میں پیش کیا اور کسی دوسرے مرد کو شہادت میں پیش نہ کیا اگر واقعی یہ واقعہ بہت سے لوگوں کے سامنے ہوا تھا تو بہت سے گواہ اس وقت زندہ تھے

اُڑاتا ہوا اس شدت سے شاہی گارڈ کے ایک رسالہ پر حملہ آور ہوا کہ ایک زلزلہ دشمن کے اس حصہ فوج میں پڑ گیا۔ شاہی گارڈ کی طرف سے تیر برسنے لگے۔ عبداللہ نے جس شان سے جنگ کی ہے قیصر کی فوج کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس بہادر کی تلوار یا اس کا گھوڑا اس قدر غضبناک تھا کہ لگنے کے بعد اس سے جانبری ممکن نہ تھی۔ اخیر سخت کشت وخون کے بعد زید زخموں سے چور ہو کے میدان میں شہید کا لال لباس پہنکر گر پڑا اُس کے گرتے ہی جعفر طیار نے وہ جھنڈا جو سنبھالے ہوئے چلا تھا اپنے ہاتھ میں لے کے فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ دستہ فوج آگے بڑھا اور دست بدست جنگ شروع ہوئی جعفر نہایت شجاعت سے لڑا۔ ہشامی نے اپنی تاریخ صفحہ ۵۰ ۳ میں جعفر کی نبرد آزمائی کی کیفیت ان لفظوں میں

موجود ہوں گے پھر طلب کرنے کے وقت ان میں سے دو چار کے نام اگر لے جاتے اور آکر شہادت دیتے تو فدک فاطمہ کو ملجاتا یا اُن کی جہت ابوبکر پر تمام ہو جاتی۔ کیونکہ وہ تو جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے نصاب شہادت کی تکمیل چاہتے تھے پھر وہ تکمیل کیوں نہ کر دی گئی۔ اس تیسری روایت سے ایک اور بات ثابت ہوتی ہے جو اس معاملہ میں نہایت اہم ہے وہ یہ کہ فدک بعد ہبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں رہا۔ اس کا کل انتظام آپ ہی فرماتے تھے اور اس کی آمدنی آپ ہی جس مصرف میں چاہتے تھے صرف کرتے تھے۔ اور حضرت سیدہ کو اس کی آمدنی سے فقط بقدر قوت آپ ہی دیتے تھے۔ پس ہبہ بغیر قبض ہوا لہٰذا اس ہبہ سے فدک حضرت سیدہ کا ملک نہیں ہو سکتا ہے اور جس روایت میں بعد ہبہ فدک پر حضرت سیدہ کا قبضہ ہونا اور انھیں کا وکیل اس پر مامور ہونا اور حضرت ابوبکر رض کا اس وکیل کو نکال دینا مذکور ہے۔ وہ روایت اس تیسری روایت سے باطل ہو گئی۔

اور اسی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے لوگوں کو فاطمہ کے گھر پر بلا کے

لکھی ہے کہ جب لڑتے لڑتے جعفر کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو جعفر نے اپنے بائیں ہاتھ میں جھنڈا لے لیا اور جب بایاں ہاتھ کٹ گیا تو اس نے بغل میں جھنڈے کو دبا لیا۔ اس کے بعد وہ شہید ہو گیا۔ اور ایک رومی سپاہی نے جب کہ جعفر زخموں سے چور ہو گیا تھا فولادی گرز مار کے جعفر کا خاتمہ کیا۔ جعفر کے گرتے ہی عبداللہ نے جھنڈا سنبھالا لیکن اُسے بھی شہادت نصیب ہوئی۔

اب حضور انور کے مقرر کردہ سپہ سالار تو پورے ہو چکے تھے۔ لہٰذا آپ کے حکم کے مطابق جنگی کونسل منعقد ہوئی اور اس نے خالد کو اپنی سپاہ سالاری کے لیے انتخاب کیا۔ خالد نے فوج کی کمان ہاتھ میں لے تے ہی آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اتفاق سے رومی فوجوں کے دستوں میں ابتری پیدا ہو گئی تھی۔ اور خالد نے

کہدیا کہ یہ مال فاطمہ کا ہے۔ اور دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کے ہاتھ سے ہبہ نامہ فاطمہ کے نام لکھوایا تھا اور اس پر شہادت علی اور ام ایمن کی کرائی تھی تعجب ہے کہ اس خیال سے کہ آئندہ لوگوں کو موقع فاطمہ کے محروم کرنے کا باقی نہ رہے یہاں تک تو آپ نے دور اندیشی فرمائی کہ لوگوں کو بلایا اور ان کو جتایا کہ یہ مال فاطمہ کو دیا جاتا ہے۔ مگر ہبہ نامہ حضرت علی سے لکھوایا اور صرف ام ایمن کی گواہی کرائی اُن لوگوں میں سے جو بلائے گئے تھے کسی کی گواہی نہ لکھوائی حالانکہ اُن میں سے دو چار کی گواہی کرانا زیادہ مناسب اور زیادہ ضروری تھا کہ شہادت پر بقول شیعوں کے جو اعتراض ہوا وہ نہ ہوتا اور غیروں کی گواہی سنکر شیخین کو بھی دعوے تسلیم ہی کرنا پڑتا۔

اور گواہ تیسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ وقت وفات کے آنحضرت صلعم نے فدک فاطمہ کو واپس کر دیا مگر پھر اس کی تفصیل نہیں بیان کی گئی کہ کس طرح واپس کیا اور کیونکر فاطمہ کا قبضہ کرایا۔ اب اس امر کا ثبوت پیش کرنا شیعوں پر ہے کہ یہ فدک پر فاطمہ کے قبضہ کرنے کی کس وقت اور کیونکر اور کن کے سامنے ہوئی۔

اپنی فوج کو اس طرح سے ترتیب دیا تھا کہ دیکھنے والے یہ سمجھے کہ مسلمانوں کی مدد مدینہ سے اور آگئی۔ رومی سپاہ پناہ گزینوں کے فرار ہونے سے بھاگنی شروع ہوئی اس وقت خالد نے نہایت جنگی قابلیت اور شجاعت سے اپنی پراگندہ سپاہ کو ایک جگہ جمع کر کے بالکلیہ بربادی سے بچا لیا اور رومی فوجوں کا تعقب نہیں کیا۔ جو فنون جنگ کی قابلیت خالد نے جنگ موتہ میں دکھائی وہ ایسی عجیب و غریب ہے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتی۔

خالد نے فوراً مدینہ کا رُخ کیا اور راستہ میں ایک گڑھی کو فتح کرتا ہوا مدینہ پہنچا فوج کے آنے کی خبر سنکے سینکڑوں آدمی دوڑے ہوئے آئے اور ان میں سے بعض نے ملامت کی کہ شہید ہونے کے لئے گئے یا میدان جنگ سے بھاگ آنے کے لئے مرکیوں نہ گئے۔ زندہ شکست کھاکے کیوں واپس آئے۔ حضور انور بھی

چوتھی حدیث دیگر احادیث کے بالکل متناقض ہے اس لئے کہ ان حدیثوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب ذوی القربےٰ کے معنی آپ نے جبریل سے پوچھے تو جبریل نے خدا کی طرف سے بالتخصیص حضرت فاطمہ کا نام لیا۔ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کا نام ہی نہیں لیا بلکہ اس قدر تخصیص ظاہر کر دی کہ مراد اس سے آپ ہی کے رشتہ دار ہیں یعنی امت کے اقارب مراد نہیں۔ اور یہ امر کہ وہ اقارب کون ہیں اور کن کو ان کا حق دینا چاہیئے پیغمبر خدا صلعم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور آپ کے عدل نے یہی تقاضا کیا کہ جو کچھ ہے اور سب اقارب کو چھوڑ کر حسنین اور فاطمہ ہی کو وہ دے دیں۔ اور حدیثوں میں تو حضرت فاطمہ کی تخصیص کا یہ جواب ہو سکتا تھا کہ آنحضرت نے یہ تخصیص نہیں کی بلکہ خدا ہی نے ایسا حکم دیا اور آپ صرف اس کی تعمیل کرنے والے تھے۔ مگر اس حدیث میں جو تخصیص آنحضرت صلعم نے فرمائی اس کا جواب کچھ ہو ہی نہیں سکتا اس واسطے کہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ عدل نہ فرمائیں اور تمام اقارب میں سے صرف اپنے نواسوں

وہاں تشریف رکھتے تھے آپ کو یہ باتیں سخت ناگوار گزریں۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کہو، وہ لشکر ہے جو میدان جنگ سے آیا ہے اور خدا کے نام پر پھر میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہے۔ حضور انور کے اس دھمکانے سے اس قسم کی ملامت سے بھری ہوئی آوازیں خاموش ہوئیں۔

اور ایک بیٹی کو منتخب کر لیں۔ اور معاذ اللہ اس طور پر دوسروں کے حقوق تلف کئے جائیں۔ معلوم نہیں کہ حضرت امامیہ پیغمبر صاحب کے اس داغ کو جو اُن کے اس قول اور خیال سے لگتا ہے کیونکر دور کر سکیں گے۔

تمت

پانچویں جلد ختم ہوئی

اسٹار آف پرنٹنگ پبلشنگ کمپنی لمیٹیڈ دہلی کی نمایاں ترقی

بجائے دستی پریسوں کے اب اسٹیم پریس پر کام ہو رہا ہے

یہ کمپنی بہت تھوڑے سرمایہ سے سنہ ۱۹۰۰ء میں قائم ہوئی ہے اور آج اس کا سرمایہ قریب دو لاکھ روپے تک پہنچ چکا ہے۔ اس قلیل عرصہ میں جو کثیر منافع حصہ داروں کو پہنچ چکا ہے اُس سے اس کی حیرت انگیز ترقی کا پتہ چلتا ہے جس حصہ دار نے اول ہی اول سو روپے دفتر کمپنی میں بھیجے تھے اُس نے آج تک ایک سو تینتالیس روپے سات آنے منافع کے ذریعہ سے وصول پائے۔ اور اُس کی رقم بدستور بنی رہی اسکی تفصیل اس طرح پر ہے

سنہ ۱۹۰۰ء میں پندرہ روپیہ فیصدی کمپنی نے تقسیم کیا۔

سنہ ۱۹۰۱ء میں پندرہ روپیہ "

سنہ ۱۹۰۲ء میں پندرہ روپیہ نو آنے "

سنہ ۱۹۰۳ء میں پندرہ روپیہ "

سنہ ۱۹۰۴ء میں پندرہ روپیہ "

سنہ ۱۹۰۵ء میں سولہ روپیہ چار آنے "

سنہ ۱۹۰۶ء میں سولہ روپیہ ۴ر فیصدی کمپنی نے تقسیم کیا۔

سنہ ۱۹۰۷ء میں سترہ روپیہ ۴ر

سنہ ۱۹۰۸ء میں اٹھارہ روپیہ ۲ر

OSMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIBRARY.

اِس حساب سے اب تک کل منافع ایک سو تینتالیس روپیہ سات آنے فیصدی تقسیم ہوا اور انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ بھی اِس سے زیادہ منافع تقسیم ہونیکی امید ہے کیونکہ اسٹیم پریس آگئے ہیں اور اب چھپائی میں کمپنی کی لاگت بہت کم صرف ہوگی۔ اور آمدنی بہت زیادہ ہوگی۔ ایسے موقع سے کل اہلِ ہند اور علی الخصوص مسلمانوں کو فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اِس سے بڑھکر نفع کا کام ہو نہیں سکتا۔

ایک حصہ صرف دس روپے کا ہے۔ مگر ہر شخص کو اختیار ہے خواہ وہ کتنے ہی حصے خریدے۔ ایسی کثیر منافع تقسیم کرنے والی کمپنی اگر آپ ہندوستان میں نکال دیں تو ہمارا ذمہ۔ کب تک روپیہ کو بیکار سونے اور اینٹ پتھر کی صورت میں رکھیئے گا۔ اس سے زیادہ فائدہ پہنچانے والی کمپنی آپ کو کہاں مل سکتی ہے۔ جہاں تک ہو بہت جلدی کیجئے۔ کیونکہ اگر سب حصے فروخت ہوگئے تو پھر سخت پچھتانا پڑے گا۔

اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء

سیرۃ الرسول

جلد ششم

یعنی

حضور انور رسول خدا امی نبی ہاشمی مطلبی شافع روز محشر محمد عربی

صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری

مصنفہ میرزا حیرت دہلوی

مترجم قرآن مجید و صحیح بخاری شریف و مصنف مقدمہ تفسیر الفرقان

حیات حمیدیہ خلافت شیخین وغیرہ وغیرہ

مصنف کے اہتمام سے کرزن پریس دہلی میں طبع ہوئی

سنہ ۱۳۲۷ ہجری نبوی صلے اللہ علیہ وسلم

سیرۃ الرسول

جلد ششم

باب اول

حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

نعت

خداوند تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ محض اُسی کی توفیق سے سیرۃ الرسول کی پانچویں جلد بخیر و خوبی ختم ہوگئی - اب چھٹی جلد شروع ہوتی ہے - جس کے شروع کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ چند اشعار سرور دو عالم کی نعت کے درج کئے جائیں جو حسب ذیل ہیں ✣

ببالا مصطفےٰ سرور روانست — رخش مانند ماہ آسمانست
وجود مصطفےٰ از نور پاکست — ز لطف حق نبی اللہ نہ خاکست
زمین و آسماں او را طفیل است — ملک بآدم و جنش ذخیل است
محمد بر ہمہ عالم رسول است — رسول سرور صاحب قبول است
ہنوز آدم میان آب و گل بود — کہ او شاہ جہان جان و دل بود
دو گیسویش بر نگ مشک اذفر — دو چشم نرگسینش زہرہ پیکر
لب و دندان او گوہر فشان است — دہان جملہ او سر عیان است
خدا وند نمود کردگار است — کہ در اسرار کل او پائدار است
چہ گویم من ثنائے او خدا گفت — کہ نور او ست با نور خدا جفت
حقیقت در شریعت رہنما او ست — بگویم راست دیدار خدا او ست

حقیقت نور پاک ذات یزداں — کہ آمد فاش کردہ سید اعیاں
زہر منزل کہ سوئے او گزشد — اگرچہ بخت بد او پنجہ ترشد
چو خود حق یافت خود را بیچگی دید — شب معراج او جملہ یکے دید
یکے بود او نمود دہر دو عالم — بیامد تا بعبد اللہ ز آدم
بدش تعظیم ستد لامکانے — ازان دیدا و چنین صاحب قرآنے
زہے صاحب قرآن کرۂ خاک — بصوت رفتہ کالائے افلاک
حقیقت حق توئی اینجا بدیدہ — توئی از انبیا اینجا گزیدہ
تو گفتی نمود من را آنی — حقیقت واصلاں را تا گانی
ترا زیبد کہ ختم انبیائے — کہ در ہر دو جہاں تو پیشوائے
طفیل خندۂ تو آفتابست — ز چشمت قطرۂ عین سحابست
توئی شاہ ہمہ آفاق خیل اند — توئی اصل و ہمہ عالم طفیل اند

(سلسلہ کے لئے دیکھو جلد پنجم کا صفحہ ۱۷۴)

اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کیا آنحضور کے عدل و انصاف اور بے طرفداری اور بے غرضی کی بھی شان تھی کہ وہ اوروں کو چھوڑ کر تین رشتہ داروں کو صرف اس لئے کہ انھیں زیادہ چاہتے تھے چن لیں اور جو کچھ اس وقت اُن کو ملا ہو وہ سب کا سب انھیں کو دیدیں۔ معلوم نہیں کہ حضرت امامیہ اس کا کیا جواب دیں گے ہمارے تو رونگٹے اس سے کھڑے ہوتے ہیں اور پیغمبر کی شان میں ایسے ایک نہایت بے ادبی اور گستاخی بلکہ اُن پر ایک قسم کا اعتراض سمجھتے ہیں نعوذ باللہ من ہذا۔ سوائے اس کے اکثر روایتوں میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکر کی شہادت طلب کرنے پر حضرت فاطمہ نے حسنین کو بھی پیش کیا اور انھوں نے بھی گواہی دی اس کا بھی بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث کی رو سے تو فقط فاطمہ دعویٰ کرنے والی نہیں ہو سکتی تھیں بلکہ حسنین کا بھی مدعیوں میں شریک ہونا چاہیے تھا۔

تو آغاز ندہ از آفرینش		تو ہستی دیدہار انور بینش
زہے شرعت گرفتہ قاف تا قاف		فگندہ زلزلہ در نون و در کاف
زہے شرعت فگندہ کفر از دین		ندیدہ ہیچکس این عز و تمکین
زہے شرعت داری کہہ فلاک		تو گردستی بحکمت زہر در نزدیک
زہے شرعت بگردو چرخ بستہ		سر زنار مُتبہا بر شکستہ
زہے شرعت نمودہ روئے در دل		کشادہ رازہائے سر مشکل
کجا ہیچو تو دیگر باز بین اند		طلبگار تو ہر اہل یقین
کجا ہیچوں تو باشد رہنمائی		درون قلعۂ دل [illegible] ی
تمامت سارکاں از جاں غلامند		تمامت پختگاں اینجائے خامند
تمامت خاک درگاہ تو باشند		ہمہ بہر تو در راہِ تو باشند

پھر وہ کیونکر مدعی ہو کر گواہ ہوں میں پیش کئے جا سکتے تھے۔

پانچویں روایت سے تو سارا بنا بنایا گھر شیعوں کا گر جاتا ہے اور سارا تانا بانا اُن کا ٹوٹ جاتا ہے اس لئے کہ جو شہادت ام ایمن کی اس میں بیان کی گئی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے کہا کہ اے میرے باپ میں آپ کے بعد افلاس اور احتیاج سے ڈرتی ہوں فدک مجھے عطا کر دیجے۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ تم پر صدقہ یعنی عطا ہے۔ اس پر پیغمبر خدا صلعم نے کہا کہ اے ام ایمن اور اے علی تم گواہ رہنا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ نے خود فدک کی درخواست کی اور آپ نے مفلسی کا خوف بتا کر آپ سے فدک مانگا اور اُن کے مانگنے پر آنحضرت نے فدک اُنکو دیدیا اس روایت سے آیۃ "وآتِ ذا القربےٰ حقہ" کا دربارۂ فدک نازل ہونا اور جبرئیل سے ذوالقربےٰ کے معنے پوچھکر بحکم آیۃ "وآتِ ذا القربےٰ حقہ" حضرت فاطمہ علیہا السلام کو فدک ہبہ کر دینا باطل ہو گیا۔ اور وہ روایتیں بھی جس میں یہ بیان ہے کہ فدک حضرت فاطمہ کو اُن کی ماں کے مہر یا میراث میں دیا گیا تھا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی

بصورت برتر از کون و مکانے — تمامت واصلان را جان جانے
تو ئی جاناں ترا ز اسرار بینا — ترا دانند حق صاحب یقینا ں
ترا شد کائنات اینجا چو ار زن — مرا اسرار کل شد از تو روشن
محمد صادق القول امین است — جہاں را رحمۃ للعالمین است
تو ہستی ذات پاک و عین رحمت — تو ئی پیوستہ اندر عین قربت
تو دیدستی شب معراج حق تو — ازاں بردے بحق اینجا سبق تو
تو خورشیدی تو جملہ ذرۂ تو — فلک اینجا یکے گم کردۂ تو
[illegible] — بسر گردانست اندر عین راہست
چو دار د چوں تو شاہی چوں نگردد — کہ بر باد تو بر گردوں بگردد
مہ از شوق رخت ہر ماہ بگداخت — سپر از خجلت رویت بینداخت

روایتوں کے ہوتے ہوئے حضرت امامیہ کس طرح فدک کے ہبہ کو ثابت کر سکتے ہیں اور کس مونہ سے باوجود ان متناقض روایتوں کے ہبہ فدک کا نام زبان پر لاتے ہیں ان متناقض اور مختلف روایتوں کے علاوہ ایک اور روایت کافی میں حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے جس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقربیٰ سے مراد علی تھے اور حق ان کا وہ وصیت تھی جو ان کو کی گئی۔ اور نیز اسم اکبر اور میراث علم او۔ آثار علم نبوت جو ان کو دیئے گئے۔ یہ حدیث باب شصت و چہارم کتاب الحجۃ میں کافی کے منقول ہے۔ یہ حدیث بہت بڑی ہے جس میں اس بات کا بیان ہے کہ رسول خدا صلعم ہمیشہ فضائل اہل بیت اظہار فرماتے اور جو کچھ قرآن میں اُن کی نسبت وارد ہوا ہے اُسے ظاہر کرتے۔ آپ نے آیہ "انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہر کم تطہیرا" کا بیان کیا اور پھر فرمایا کہ خدا کہتا ہے "واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ" اور اس کے بعد آپ نے فرمایا جس کو بالفاظ ذیل کافی میں بیان کیا ہے "ثم قال جل ذکرہ وآت ذا القربیٰ حقہ فکان علی وکان حقہ

ز شوقت آفتاب از ذوق گردانست | کواکب نیز سر گردان و حیرانست
ز رویت ذرہ در یافت خورشید | ازاں اندر فلک لرزاں است چوں بید
تو کردی دعوۃ و پنہاں سلسلہ | تو داری پنج وقت اللہ اکبر
تمامت دینہا را بر فگندی | تو بیخ کفر از عالم بکندی
ہمہ در تو شدہ چوں قطرۂ گم | کجا پیدا شود در قطرہ قازم
ہمہ جانہا فدائے روئے تو باد | تو دادی در حقیقت جملگی داد
ہمہ از بہر روئے تو فدا اند | شدہ حیراں ز بہر یک ندا اند
بتو دادند یک سر جملہ امید | چنین مگذار ما را تا بجا ویہ
تو دادی ہر چہ ہست اینجا بدیدار | تمامت جانہا مہرت خریدار
چو جانانے ترا جاناں گزیدم | جو جانانے بجز جانت ندیدم

الوصیۃ التی جعلت لہ والاسم الاکبر و میراث العلم و آثار علم النبوۃ ؎ اور اس کا ترجمہ صافی شرح اصول کافی میں ان لفظوں سے کیا ہے ؎ بعد ازاں گفت جل ذکرہ در سورہ بنی اسرائیل بدہ صاحب نزدیک تر حق او پس حاضر شد علی برائے اخذ حق خود و بود او وصیتی از رسول کہ گردانیدہ شد برائے او بمعنی اینکہ آن حق باو رسانیدہ شد و اسم اکبر و میراث علم و آثار علم نبوت ؎ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ یہ حدیث حضرت علی کے حق ادا کرنے کے لئے نازل ہوئی اور ذوالقربے سے بھی وہی مراد ہیں اور اس صورت میں وہ روایتیں باطل ہوتی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ یہ آیت فدک کے دینے کے لئے نازل ہوئی۔ شاید حضرت شیعہ یہ فرمائیں کہ دونوں روایتیں صحیح ہیں اور ذوالقربے سے فاطمہ بھی مراد ہیں اور اُن کا حق فدک اور جناب امیر المومنین بھی مقصود ہیں اور اُنکا حق وصیت اور میراث علم اور اسم اکبر تھا مگر یہ کہنا صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ اور روایتوں سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم ذوالقربے اور حق ذوالقربے کی حقیقت سے ناواقف تھے اور اس لئے

تو ئی جانان وجاں راکردہ اینجا	زپیدائیست پنہاں کردہ اینجا
تو پیدائے وہم پنہاں ہمیشہ	توہم جانے توہم جاناں ہمیشہ
حبیب اللہی حق راتو ئی دوست	تو ئی مغز وہمہ آفاق چوں پوست
تو ئی اللہ را محبوب بے شک	نمودا ری زحق در جملہ حق یک
یکے دیدی تو خود اللہ ورذات	ازاں دادت تمامی عین آیات
بے واسطہ در خویش دیدی	چناں کز پس ندیدی پیش دیدی
در [illegible] دیدی ذات اللہ	یکے اندر صفاتِ قل ہو اللہ
تو ئی ذات وصفات ست صورت	کجا گردد بگیر د تو کہ ورت
سزد اے دل کہ معراجش بخوانے	بالفاظ زبان در ہا چکانے

آپ نے جبریل سے پوچھا اور جبریل نے بحکم خدا بتایا کہ اس سے مراد فاطمہ اور حق سے مراد فدک ہے۔ دونوں روایتیں کسی طرح سے مطابق نہیں ہوسکتیں۔ اس حدیث کو تفسیر صافی میں ذیل آیہ وآت ذا القربے سورۂ بنی اسرائیل میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ اور چونکہ صاحب تفسیر کو یہ خیال گزرا کہ یہ روایتیں متناقض ہیں اس لئے بطور دفع دخل مقدر یہ فرمایا "اقول لاتنافی بین ہذا الحدیث وبین الاحادیث السابقۃ ولا بینہما وبین تفسیر العامۃ کما لایظہر للمتدبر العارف بمخاطبات القرآن ومعنی الحقوق ومن الذی لہ الحق ومن الذی لاحق لہ والحمد للہ" کہ کچھ اختلاف اس حدیث میں اور پچھلی حدیثوں میں نہیں ہے اور نہ ان حدیثوں میں اور سنیوں کی تفسیروں میں اختلاف ہے جیسا کہ غور کرنے والے اور مخاطبات قرآن اور معنی حقوق اور مستحق اور غیر مستحق کے جاننے والے پر ظاہر ہے۔ مگر وجہ عدم اختلاف کچھ بیان نہ کی۔ الحمد للہ کہکر ساکت ہو گئے اور متدبر و عارف بالقرآن کے رائے پر رفع تناقض کو چھوڑ دیا مگر متدبر اور عارف بمعنی القرآن کے نزدیک جو کچھ ظاہر ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ساری روایتیں غلط اور یہ تمام باتیں بنائی ہوئی اور خلاف سوق قرآن کے ہیں۔

جنگ ہو چکی ہے۔ میدان جنگ میں خون کی افشان باقی ہے۔ بہادر جعفر۔ جنگجو زید کا پاک اور گرم گرم خون ذروں میں آمیز ہو چکا ہے۔ قیصر کی فوجوں میں مسلمانوں کی دھاک بندھ چکی ہے۔ تمام عرب۔ شام اور روم میں ہلچل پڑ گئی ہے۔ خالد کی بیمثال جنگجوئی اور فن حرب کے کمال نے جس طرح ایک کثیر تعداد رومی فوج کی زد سے مٹھی بھر مسلمان فوج کو بچا یا زمین و آسمان اس کی تعریف کر رہا ہے اور زمانہ کی پیشین گوئی ہے کہ خالد سیف اللہ بن کے آئندہ بڑے بڑے شہر فتح کرے گا۔ یہ سب کچھ ہے مگر جعفر و زید کے شہید ہو جانے سے حضور انور کو بہت ہی رنج ہوا آپ پہلے سے جعفر کے مکان پر گئے آپ نے جعفر کے بچوں کو نہایت محبت سے گلے لگایا اور آپ کے آنسو بہنے لگے جعفر کی بیوہ نے جب اپنے شوہر کے قتل کی خبر سنی وہ رونے لگیں۔ اُن کے رونے سے اور بھی رشتہ دار عورتیں گرد جمع ہو گئیں۔ جب یہ شور و غوغا مچا تو حضور انور وہاں سے

چونکہ ہم شیعوں کی روایتیں بیان کر کے اس بات کو ثابت کر چکے کہ اُن روایتوں میں باہم ایسا اور اتنا تناقض ہے کہ ایک پر بھی یقین کرنا ناممکن ہے اس لئے اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ جو شخص سوق اور مضامین قرآنی پر غور کرے اور جس کو یہ علم ہو گا کہ یہ آیت مکی ہے نہ مدنی وہ ان بیانات کو جو حضرت امامیہ نے اس آیت کے متعلق کئے ہیں ایک نوع کی تعریف معنوی سمجھے گا۔

جو روایتیں مہر فدک کے متعلق حضرت امامیہ کے ہاں منقول ہیں ان کو نقل کر کے ہم نے ثابت کر دیا کہ ان میں ایسا اور اتنا تناقض ہے کہ از روئے اصول شہادت کے وہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ آیہ "فات ذا القربیٰ حقہ" بوجوہ مفصلۂ ذیل شیعوں کے دعوی کے مفید یا اُس سے متعلق نہیں ہے۔

وجہ اول۔ یہ آیت دو جگہ قرآن مجید میں آئی ہے ایک سورۂ بنی اسرائیل میں دوسرے سورۂ روم میں اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔ اور مکہ میں فدک کہاں تھا۔ فدک تو ساتویں سال ہجرت کے آنحضرتؐ کے قبضہ میں آیا تھا۔

چلے آئے۔ اور اپنے گھر میں آ کے حکم دیا کہ جعفر کے ہاں کچھ کھانا بھیجدیا جائے۔ یہ گویا حاضری تھی جس کی رسم ابھی تک مسلمانوں میں جاری ہے۔ جس وقت آپ نے کھانے کا حکم دیا تو یہ فرمایا جعفر کے گھر میں غم ہے وہ لوگ غم کی وجہ سے آج کا کھانا تیار نہیں کر سکیں گے انھیں بھجوا دینا چاہیئے۔

جنگ موتہ اور ان واقعات کا حال بخاری نے یہ لکھا ہے۔ پارہ سترھواں کتاب النبی ترجمہ صحیح بخاری اردو مترجمہ میرزا حیرت صفحہ ۲۳۲۔

جنگ موضع موتہ کا بیان جو ملک شام میں ہے (یہ لڑائی جمادی الاولی ۸ھ میں ہوئی ہے) ابن ابی ہلال کہتے ہیں مجھ سے نافع نے بیان کیا اُسے ابن عمر نے خبر دی کہ میں جعفر کے قریب کھڑا ہوا تھا جس دن وہ مارے گئے میں نے شمار کیا اُن کے بچاس نشان نیزہ اور تلوار کے (آئے) تھے کوئی اُن میں سے پشت کی جانب نہ تھا۔

تحفہ اثنا عشریہ کے باب دوم میں کیدسی و دوم کے ذکر میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کہ "جمعی کثیر از علماء ایشاں سعی بلیغ نمودہ اند و در کتب احادیث کہ شہرت زائد مند و نسخ آں کتب متعدد بدست نمی آید اکاذیب موضوعہ کہ مؤید مذہب شیعہ و مبطل مذہب سُنیاں باشد الحاق نمایند چنانچہ قصہ فدک در بعضے تفاسیر داخل نمودہ اند و سیاق حدیث چنین روایت کردہ اند" ولما نزلت وآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ واعطاہا فدک اما لحکم آنکہ دروغ گو را حافظہ نمی باشد بیاد شان نماید کہ ایں آیہ مکی است و در مکہ فدک کجا بود؟ اور حاشیہ پر اس کے تفسیر مجمع البیان سے نقل کیا ہے۔ السورۃ الروم مکیۃ الا قولہ تعالیٰ فسبحٰن اللہ حین تمسون وحین تصبحون" بجواب اس کے تعلیب المکائدین مولانا محمد قلی صاحب فرماتے ہیں کہ مجمع البیان میں بہت سے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مسطور ہیں اور یہ بھی کہ الحق مکی کا اس سورت پر باعتبار اکثر آیات کے ہے اور اس کی نظیر قرآن مجید میں بہت ہے۔ اور نیز یہ کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو۔ مرتبہ اول مکہ میں اور مرتبہ دوم مدینہ میں جیسا کہ فخر الدین رازی نے

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ موتہ میں زید بن حارثہ کو امیر بنا کر فرمایا اگر زید شہید ہو جائے تو جعفر (تمہارا امیر) ہے اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ ہے۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں میں اُس لڑائی میں موجود تھا۔ جب ہم نے جعفر بن ابی طالب کو تلاش کیا تو انھیں مردوں میں پایا اور اُن کے جسم میں ہم نے کچھ اوپر نوّے زخم نیزے اور تلوار کے دیکھے۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زید اور جعفر اور ابن رواحہ کے مرنے کی خبر لوگوں کو خبر آنے سے پہلے (بطور معجزہ) سنا دی تھی پھر فرمایا زید نے جھنڈا لیا وہ شہید ہو گیا پھر جعفر نے لیا وہ شہید ہو گئے پھر ابن رواحہ نے لیا وہ شہید ہو گئے اُس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر کہا کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے (جس کا نام خالد ہے) جھنڈا لیا اور اللہ نے خالد کو اُن پر

سورۂ فاتحہ کے شان نزول میں کہا ہے۔ اور یہ بھی کہ مکی اس کو کہتے ہیں جو مکہ میں نازل ہوئی ہو۔ عام اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے فتح مکے کے سال میں یا حجۃ الوداع کے سنہ میں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ان سب باتوں سے درگزر کریں تو ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ اگرچہ فدک مکہ میں نہ تھا لیکن چونکہ خدائے تعالیٰ کو اپنے علم ازلی سے معلوم تھا کہ پیغمبر خدا کو بعد ہجرت کے مدینہ میں اور بعد فتح خیبر کے جو امیر المومنین علی بن ابی طالب کے ہاتھ سے ہو گی فدک ملے گا حکم اس کا پہلے ہی نازل کر دیا۔ اور نزول حکم میں کسی ایسی چیز کا ذکر کرنا جو آیندہ زمانہ میں آئے گی قبل اس کے وقوع کے کچھ حرج نہیں ہے۔ اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں جیسا کہ تفسیر کبیر میں ﴿وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس﴾ کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ کو خواب میں دیکھا تھا اسطور پر کہ بندر آپ کے منبر پر اچھلتے کودتے ہیں۔ اور پھر فخر الدین رازی کہتے ہیں۔ کہ یہ قول ابن عباس کا ہے مگر مشکل اس میں یہ ہے کہ یہ آیت تو مکی ہے۔ اور مکہ میں منبر نہ تھا اور پھر اس کا جواب اس طور پر دیتے ہیں کہ

فتح دی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب ابن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ کے مرنے کی خبر آئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) بیٹھے تھے۔ آپ کے چہرہ پر آثار ملال پائے جاتے تھے۔ عائشہ کہتی ہیں میں دروازے کی جھریوں میں سے جھانک رہی تھی ایک شخص نے آپ کے پاس آکر جعفر کی عورتوں کے رونے (چلانے) کا ذکر کیا آپ نے اس سے کہا جا منع کر دے وہ چلا گیا پھر آکر کہا میں نے انہیں منع کیا مگر وہ باز نہیں آئیں آپ نے پھر دوبارہ بھیجا الخ پھر آکر کہا بخدا وہ ہم پر غالب آگئیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُن کے منہ میں مٹی بھر دے۔ اور کہتی ہیں میں نے اُس سے کہا خدا تیری ناک کو خاک آلودہ کرے تو یہ نہیں کر سکے گا اور نہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رنج دینے سے باز آئے گا۔ (یعنی تو بار بار مت کہہ) عامر کہتے ہیں ابن عمر جب جعفر کے بیٹے سے ملتے تھے کہتے تھے السلام علیک یا ابن ذی الجناحین یعنی تجھ پر سلام اے دو بازو والے کے بیٹے۔

ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ مکہ میں اُن کو دکھایا جائے مدینہ میں منبر قایم ہوگا۔

چونکہ ضروری بات قابل بحث کے آخری جواب صاحب تقلیب المکائد کا ہے اسلئے اسی کے الفاظ ہم یہاں نقل کرتے ہیں باقی کل تقریر جسے دیکھنی ہو وہ صفحہ ۲۳، ۲۴ کبیدسی و دوم تقلیب المکائد مطبوعہ مطبع اُردو اخبار دہلی کو ملاحظہ کرے۔

واگر ازین ہمہ مراتب تنزل کنیم پس ممکن ست کہ جواب دادہ شود کہ اگرچہ فدک دسکہ نبود لیکن چوں حق تعالےٰ شانہ بعلم ازلی میدانست کہ رسول خدا بعد از ہجرت بمدینہ وفتح جنگ خیبر از دست امیر المومنین علی بن ابی طالب فدک بدست خواہد آمد حکم آن از پیشتر نازل کردہ و در نزول حکم امر کردہ استقبال خواہد آمد از وقوع آن چارہ نیست و امثال آن بسیار ست۔ و فخر الدین رازی در تفسیر کبیر در تفسیر قولہ تعالےٰ "وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس" گفتہ القول الثالث فی الرؤیا قال سعید

خالد بن ولید کہتے تھے میرے ہاتھ میں جنگ موضع موتہ کے دن کئی تلواریں ٹوٹ گئیں اور میرے ہاتھ میں صفیحہ یمانیہ کے سوا کوئی تلوار نہ رہی۔

خالد بن ولید کہتے ہیں میرے ہاتھ میں جنگ موضع موتہ کے دن کئی تلواریں ٹوٹ گئیں اور صرف صفیحہ یمانیہ میری رہ گئی۔

نعمان بن بشیر کہتے ہیں۔ عبداللہ بن رواحہ بیہوش ہو گئے ان کی بہن عمرہ" واجبلاہ واکذا واکذا کہہ کے رونے لگی اُن کے اوصاف گن گن کر کہتی تھی جب وہ ہوش میں آئے تو اپنی بہن سے کہا جو کلمہ تو کہتی تھی مجھ سے کہا جاتا تھا کیا تو ایسا ہے۔

نعمان بن بشیر کہتے ہیں عبداللہ بن رواحہ بیہوش ہو گئے (آگے) مثل پہلی حدیث کے بیان کیا اور کہا جب وہ مر گئے تو اُن کی بہن (پہلے مرتبہ منع کر دینے سے) نہ روئیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بطور تعزیت زید کے گھر میں بھی تشریف لے گئے زید کی چھوٹی سی معصوم لڑکی روتی ہوئی آپ کو لپٹ گئی۔ آپ اُس کے بلبلانے سے بیتاب

بن للسبب رائی رسول اللہ بنی امیۃ ینزاون علی منبرہ ترو القردہ فساءہ ذلک و ہذا قول ابن عباس فی روایۃ والاشکال فیہ ان ہذہ الآیۃ مکیۃ و ما کان لرسول اللہ بمکۃ منبر قال ویمکن ان یجاب عنہ بانہ لا بعد ان یکون بمکۃ ان لہ بالمدینۃ منبرا ابتداء ولہ بنواء یتہ" یہ کہنا کہ مجمع البیان میں بہت سے اقوال اہل سنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مسطور ہیں کافی جواب نہیں ہے کم سے کم اپنے ہی ہاں کی روایتوں سے اس کو ثابت کرنا تھا کہ یہ سورت مکی نہیں ہے بلکہ مدنی ہے۔ نہ یہ جواب کافی ہے کہ اطلاق مکی کا اس سورت پر باعتبار اکثر آیات کے ہے تاوقتیکہ اس کا ثبوت نہ دیا جائے کہ کونسی آیتیں اس میں مکی ہیں اور کونسی مدنی۔ اور یہ فرمانا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو مرتبہ اول مکہ میں اور مرتبہ دوم مدینہ میں تعجب انگیز ہے اس لئے کہ دو مرتبہ تو یہ آیت نازل ہی ہوئی ہے ایک سورۂ روم میں اور دوسری بنی اسرائیل میں۔ اور خیر سے دونوں مکی ہیں۔ اس لئے یہ فرمانا تھا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت تین مرتبہ نازل ہوئی ہو۔

ہو کے رونے لگے یہاں تک کہ آپ کی ہچکی بندھ گئی۔ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے آپ اس طرح رو رہے ہیں آپ نے جواب دیا کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ عمان کے گورنر کا واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔ جس کو سر ولیم میور متوفی نے قابل اعتبار بتایا۔ اس کا بیان ہے کہ گو صحیح شہادت اس واقعہ کی نہیں ملتی بہر حال وہ واقعہ یہ ہے کہ عمان کے گورنر نے حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ لکھ کے بھیجا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور چند تحفے بھی اس نے حضور انور کی خدمت میں بھیجے ایک سفید خچر۔ ایک گھوڑا۔ ایک گدھا اور سونا۔ حضور انور نے ان چیزوں کی رسید روانہ کی اور اپنی خوشنودی ظاہر فرمائی۔

سلطنت مشرقی نے جب عمان کے گورنر کی یہ کیفیت سنی تو اُسے لکھ کے بھیجا کہ اگر تو اپنی خیر چاہتا ہے تو اپنے آبائی مذہب پر عود کر آ۔ اس نے شہنشاہ کو یہ جواب لکھ کے بھیجا کہ اے شہنشاہ میں محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کا مذہب نہیں چھوڑنے کا تو جانتا ہے کہ

اور یہ فرمانا کہ مکی اُسے کہتے ہیں جو مکہ میں نازل ہوئی ہو عام اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے فتح مکہ کے سال میں یا حجۃ الوداع میں۔ کچھ مفید مطلب نہیں ہے اسلئے کہ مکہ میں فدک فاطمہ کو نہیں دیا گیا۔ بلکہ مدینہ میں فوراً بعد قبضہ میں آنے فدک کے اس لئے ان سب جوابوں سے بہتر بظاہر صاحب تقلیب المکائد کو ہی جواب معلوم ہوا جو اخیر میں فرماتے ہیں کہ ممکن ہے یہ جواب دیا جائے کہ اگرچہ فدک مکہ میں نہ تھا لیکن موافق علم ازلی کے پیش از وقوع خدا نے حکم دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ جب فدک تمہارے قبضہ میں آئے تو اُسے فاطمہ کو دیدینا۔ مگر اس سے بھی مطلب حاصل نہیں ہوتا اس لئے جو روایتیں حضرات شیعہ نے فدک دینے کی بیان کی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اُسی وقت آپ نے جبریل سے پوچھا کہ ذوالقربےٰ کون ہیں اور انکا حق کیا ہے بلکہ احادیث شیعہ صاف اس بات پر دال ہیں کہ یہ آیت بعد فتح خیبر اور فدک کے قبضہ میں آنے کے نازل ہوئی ہے نہ قبل اس کے۔ جیسا کہ تفسیر صافی میں اسی آیت

خود میرے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کر گئے ہیں۔ تو سمجھتا تو سب کچھ ہے مگر سلطنت کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا خوف مسلمان ہونے سے مانع ہے۔

کاتب الواقدی نے اپنی کتاب صفحہ ۵۰-۵۵ اور ۶۸ میں اور ہشامی نے صفحہ ۴۲۹ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

ہمارے پاس کوئی وجہ اس واقعہ کے نامعتبر ہونے کی نہیں ہے۔ چنانچہ اس جرم میں شہنشاہ کے حکم سے وہ عرب اور عثمان کا گورنر سولی دیدیا گیا۔

سنہ ۸ ہجری بماہ اکتوبر سنہ ۶۲۹ء

جنگ موتہ میں مسلمانوں کی چشم زخم سے شامی حدود کے قبائل کسی قدر چیرہ دست ہو گئے چنانچہ یہ خبر مشہور ہوئی کہ نبی خزاعہ بڑی جمعیت کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ فوراً عمرو کی سرکردگی تین سو جنگجوان کی سرکوبی کے لئے روانہ کئے گئے

کے ذیل میں لکھا ہے "وفی الکافی عن الکاظم فی حدیث لہ مع المہدی ان اللہ تعالے لما فتح علی نبیہ فدک وما والاہا لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب فانزل اللہ علی نبیہ وآت ذا القربی حقہ ولم یدر رسول اللہ صلعم من ہم فراجع فی ذلک، جبرئیل وراجع جبرئیل ربہ فاوحی اللہ الیہ ان لہ دفع فدک الی فاطمۃ" الخ یعنی امام موسیٰ کاظم سے یہ حدیث منقول ہے کہ جب فدک فتح ہوا بغیر لڑائی کے تب خدا نے پیغمبر پر یہ آیت نازل کی کہ "وآت ذا القربی حقہ" اور پیغمبر خدا نہیں جانتے تھے کہ وہ اقارب کون ہیں تب آپ نے جبرئیل سے پوچھا اور جبرئیل نے خدا سے اور وحی آئی کہ فدک فاطمہ کو دیدو۔ اس حدیث سے اور دیگر حدیثیں جو عیون اخبار رضا وغیرہ میں منقول ہیں یہی ثابت ہوتا ہے کہ فدک کے قبضہ میں آنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے صاحب تقلیب المکائد کا یہ ماننا کہ بطور پیش بندی قبل از قبضہ فدک مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہوگی احادیث اللہ کی تکذیب کرتا ہے۔

ان تین سو سپاہیوں میں تیس سوار تھے۔ آپ نے انھیں ہدایت کر دی کہ شامی حدود کے سرکش قبائل کی ایسی تادیب کر دی جائے کہ پھر انھیں سر اٹھانے کا موقع نہ ملے۔ عمرو کا انتخاب موقع کے لئے نہایت موزوں تھا۔ عمرو کی قابلیت اور فنون سپاہ گری کی مہارت اس کی کامیابی کی ضامن تھی وہ ایک بڑے دل و دماغ کا شخص تھا اور بڑی زبردست طبیعت رکھتا تھا۔ قبائل میں اس کا رسوخ بھی بہت بڑا تھا اکثر قبائل اس کی عزت بھی کرتے تھے۔ چنانچہ وہ اس مٹھی بھر فوج کے ساتھ روانہ ہوا بہت سے عرب اس کی مدد کے لئے ساتھ ہو گئے اور اس نے حدود شام کے قریب مقام ذات السلاسل کے چشمہ پر قبضہ کر لیا۔ اور یہیں اپنا لشکر گاہ قایم کر دیا۔ عمرو کو جب معلوم ہوا کہ مخالف کی فوج زیادہ ہے تو اس نے حضور انور کی خدمت میں لکھ کے بھیجا کہ مجھے مدد کی ضرورت ہے۔ حضور انور نے اسی وقت دو سو جنگجو جن میں حضرت

غرض کہ کسی طرح بات بنائے نہیں بنتی اور یہ مصنوعی روایت کسی پہلو سے صحیح نہیں ہو سکتی اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہ فرمانا کہ بحکم آنکہ دروغ گو را حافظہ نمی باشد صادق آتا ہے۔

وجہ دوم۔ یہ کہ خطاب "وآت ذا القربیٰ حقہ" اگرچہ آنحضرت صلعم کی طرف ہے مگر سیاق قرآنی صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ خطاب عام ہی تمام امت سے نہ مخصوص ہے صرف آپ کی ذات مبارک پر۔ اس لئے کہ یہ آیت جو سورۂ بنی اسرائیل میں ہے اس میں توحید اور احسان اور صلہ رحم اور مکارم اخلاق کا بیان ہے۔ اور آیات ماقبل و مابعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تخصیص نہیں ہے بلکہ تعمیم ہے چنانچہ آیات ماقبل و مابعد یہ ہیں "وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدہما او کلاہما فلا تقل لہما اف ولا تنہرہما وقل لہما قولا کریما۔ واخفض لہما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا۔ ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین فانہ کان للاوابین غفورا۔ وآت ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا۔

حضرت صدیق اکبر حضرت فاروق اعظم بھی تھے ابو عبیدہ کی ماتحتی میں روانہ کئے جب وقت ابو عبیدہ۔ عمرو کے کیمپ میں پہنچے تو گفتگو یہ ہوئی کہ ایا عمرو ساری فوج کی کمان کسی کو یا ابو عبیدہ۔ ابو عبیدہ کی یہ خواہش ہوئی کہ میں کل فوج پر کمان کروں یا کم سے کم جو دستہ میرے ساتھ آیا ہے اس کا میں کمان افسر بنا رہوں۔ عمرو نے اس کی سخت مخالفت کی اور کہا یہ کبھی نہیں ہونے کا میں میدان جنگ میں افسر بنا کے بھیجا گیا ہوں اور یہ دستہ میری مدد کو آیا ہے۔ لہٰذا اس کا بھی میں ہی افسر ہوں۔ ابو عبیدہ نہایت نرم اور مسکین مزاج کے تھے انھوں نے کہا عمرو اگر تم میری کمان افسری نہیں قبول کرتے اچھی بات ہے میں اس پر زیادہ زور نہیں دیتا میں تمہاری ماتحتی میں جنگ کرنے کے لئے تیار ہوں کیونکہ حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی بابت کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اس پر عمرو نے کہا میں یہاں تمہارا کمان افسر ہوں تم میری مدد

ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا۔ وامّا تعرضن عنہم ابتغاء رحمۃ من ربک ترجوہا فقل لہم قولا میسورا۔ ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔ ان ربک یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا۔ اب ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ کہ تیرے رب نے یہ حکم دیا کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت مت کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ایک یا دونوں ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو نہ کہہ اُن سے ہوں اور نہ جھڑک اور کہہ اُن سے ادب کی بات۔ اور جھکا اُن کے سامنے بازو عاجزانہ اور نیاز مندانہ اور یہ دعا مانگ کہ اے رب ان پر رحم کر جس طرح کہ انھوں نے مجھے بچپن میں پرورش کیا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کو بخشتا ہے اور دے قرابت والے کو اس کا حق اور محتاج کو اور مسافر کو اور مت اُڑا فضول خرچی میں۔ فضول خرچ لوگ بھائی ہیں شیاطین کے اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اور اگر کبھی تو ان سے تغافل کرے بوجہ چاہنے

کے لئے ایک دستہ فوج کے ساتھ یہاں آئے ہو۔ ابو عبیدہ نے کہا یوں ہی سہی چنانچہ کل فوج کی کمان عمرو کے ہاتھ میں آگئی اور انھوں نے امام بن کے ساری فوج کو نماز پڑھائی۔ غرض اس دستہ کو اپنی مٹھی بھر فوج کے ساتھ ملا کے عمرو آگے بڑھے جب قبائل نے سنا کہ عمرو آندھی اور بیضہ کی طرح اُن پر جھپٹا چلا آتا ہے تو وہ خوف کھا کے بھاگ گئے عمرو نے فوراً حضور کی خدمت میں ایک قاصد روانہ کیا کہ میں نے دشمنوں پر کامل فتح پائی اور سب اپنے مقامات کو چھوڑ کے چلے گئے۔ عمرو نے شام کی حدود میں حضور انور کا پورا رُعب قائم کر کے مدینہ کی طرف مراجعت کی۔

دوسرے مہینہ میں حضور انور نے ساحل بحر پر ابو عبیدہ کو تین سو جنگ جو بہادروں کی کمان سپرد کر کے ایک سرکش قبیلہ کی طرف روانہ کیا۔ اس مہم میں کسی قسم کی جنگ نہیں ہوئی مگر مسلمانوں کے پاس سامان رسد ہو چکا اور وہ مارے بھوک کے پریشان ہو گئے

اپنے رب کی رحمت کے جس کی تجھے اُمید ہے تو ان سے بات نرمی کی ہی کہدے۔ اور مت باندھ لے اپنے ہاتھ گردن میں (یہ کہنا مراد ہے بالکل خرچ نکرنے سے) اور نہ بالکل فراخ دستی کر کہ بیٹھ رہے ملامت زدہ اور پشیمان۔ تیرا رب تو جس کو چاہتا ہے رزق خوب سا دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) کم دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے خبردار ہے۔

ان آیتوں سے پہلے بھی وہ آیتیں ہیں جن میں شرک اور معاصی سے نہی اور توحید اور عبادت کا امر کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے "لا تجعل مع اللہ الٰہا آخر فتقعد مذموماً مخذولا" کہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو مت ملاؤ کہ ملامت زدہ اور پشیمان ہو کر بیٹھ رہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول خداوند تعالیٰ نے شرک اور معاصی کی برائیاں بیان کیں اور بعد اس کے توحید اور عبادت کا ارشاد کیا۔ اور اس کے پیچھے احسان اور تبرع اور صلہ رحم اور مکارم اخلاق کا ذکر فرمایا۔ پس گویا اس سورت میں جو یہ آیتیں ہیں وہ بیان میں توحید اور عبادت اور صلہ رحم اور مکارم اخلاق اور سلوک اور احسان اور ادائے حقوق کے ہیں۔ اور یہ وہ چیزیں ہیں کہ در اصل امت کی ہدایت اور عمل کے لئے بیان کیگئی ہیں۔

تو اتنے میں ایک بڑی مچھلی خود بخود کنارہ پر آگئی مسلمانوں نے اُسے پکڑ لیا اور اُس کے کباب لگا کے خوب پیٹ بھر کے کھایا اور اس طرح بھوک کی آفت سے نجات پائی ایک اور مہم بخد میں غطفان قبیلہ کے خلاف روانہ کی گئی اس مہم کو سراسر کامیابی ہوئی اور قبیلہ کے بہت سے اونٹ بھیڑ بکری اور ساتھ ہی قیدی بھی ہاتھ لگے۔

عرب و شام میں جس قدر بدوؤں کے قبیلے پھیلے ہوئے تھے عمرو کی مہم نے ان کے دلوں میں اسلام ڈال دیا وہ سب یکے بعد دیگرے آآ کے مسلمان ہونے شروع ہوئے اور حجاز کا وہ زبردست قبیلہ جس نے قریشوں کو محاصرہ مدینہ میں مدد دی تھی بطیب خاطر حضور انور کے ہاتھ پر تائب ہو کے مسلمان ہو گیا۔ اور نواح مدینہ کے قریب قریب کل قبائل مثلاً بنی اسلم وغیرہ بھی مشرف باسلام ہوئے۔ جتنی سفارتیں ان قبائل کی آئیں ان سے آپ نے ایسے اخلاق کا برتاؤ کیا کہ سارے جزیرہ نما میں ایک دھوم مچ گئی اور سب آپ کے شیدا و گرویدہ ہو گئے۔

اور گویا وہ ایک قانون ہے جس میں انسان کی اخلاقی صفات کا بیان اور اس پر عمل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ سب آیتیں تو عام ہوں اور اُن کا خطاب اُمت کی طرف اور ایک آیت یعنی وآت ذا القربیٰ حقہ۔ صرف مخصوص آنحضرت سے معلوم ہو۔ اور پھر وجہ خصوصیت بھی کوئی موجود نہ ہو۔ مجمع البیان طبرسی میں بھی ان آیتوں کے معنے میں علامہ طبرسی فرماتے ہیں "کما تقدم النہی عن الشرک والمعاصی عقبہ سبحانہ بالامر بالتوحید والطاعات فقال سبحانہ وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ" اور پھر وآت ذا القربیٰ حقہ کی آیت سے لے کر تا آیہ "انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا" جو پانچ آیتیں ہیں اُن کی تفسیر میں علامہ موصوف فرماتے ہیں "ثم حث سبحانہ نبیہ علی ابناء الحقوق لمن یستحقہا وعلی کیفیۃ الانفاق فقال وآت ذا القربیٰ حقہ معناہ وآت ذا القربات حقوقہم التی اوجبہا اللہ لہم فی اموالکم" یعنے خداوند تعالےٰ نے اول شرک و معاصی سے "بالغت کی اسکے بعد توحید و عبادت کا حکم بیان فرمایا پھر اپنے پیغمبر کو ان کوگوں کے حقوق کو جو اس کے مستحق ہیں دینے اور خرچ کرنے کے طریقوں پر آگاہ کیا اور فرمایا کہ ذا القربیٰ کو اُنکا

اب اسلام کی قوت ایسی بڑھ گئی تھی کہ وقت ضرورت کئی ہزار فوج ایک اشارہ سے میدان جنگ میں جمع ہو سکتی تھی۔

دوسرا باب

مکہ کی فتح

۸ سنہ ہجری نبوی

مطابق جنوری ۶۳۰ عیسوی

بنی خزاعہ سب کے سب مشرف باسلام ہو چکے تھے اور بنی بکر ابھی تک قریشوں کے ساتھ تھے۔ یہ دونوں قبائل مکہ کی پہاڑیوں پر آباد تھے۔ ان دونوں قبائل میں سخت

حق عطا کر یعنی رشتہ داروں کو ان کے حقوق جو خدا نے ان کے لئے تمہارے مالوں میں مقرر کئے ہیں۔ عطاکر۔" پس ان سب آیتوں کے دیکھنے اور سیاق قرآنی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی موقع کسی خاص بات میں پیغمبر صاحب کی تخصیص کا نہیں ہے۔ اور اگر خاص آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ کی تخصیص پیغمبر کے ساتھ کی جائے تو سارا کلام مہمل اور بے معنی ہوا جاتا ہے۔ حضرات امامیہ کو آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ میں صرف ایک بات سے اس کا موقع ملا کہ اس آیت کے حکم کو آنحضرت صلعم سے مخصوص خیال کریں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں خطاب بصیغہ واحد ہے۔ لیکن علم معانی و بیان کے جاننے والے تو ایک طرف معمولی سمجھ کے آدمی اور قرآن کے ترجمہ جاننے والے بھی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کا طرز بیان ایسا واقع ہوا ہے کہ اکثر خطاب خاص آنحضرت صلعم کی طرف ہوتا ہے مگر درحقیقت مراد اس سے اُمت ہوتی ہے بہت دور جانے اور قرآن مجید کے اور مقامات دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

دشمنی تھی۔ بنی بکر نے ایک موقع دیکھ کے قریشوں کی مدد سے جو سب کے سب ہتھیس
سے ہوئے تھے شب کو بنی خزاعہ پر بے خبری میں حملہ کیا اور بیچاروں کو قتل کر ڈالا
بنی خزاعہ کے چالیس آدمی اونٹوں پر سوار ہو کے سیدھے مدینہ بھاگے ہوئے آئے
اور حضور انور سے اُس دغابازی اور بیرحمانہ قتل کی خبر کہہ کے طالب مدد ہوئے۔
حضور نے ارشاد کیا تم اطمینان رکھو تمھیں مدد دی جائے گی فی الحقیقت تم پر بہت ظلم
ہوا ہے۔ ادھر قریشوں نے جب یہ خبر سُنی کہ بنی خزاعہ کا ایک وفد مدینہ مدد مانگنے
گیا ہے تو وہ سخت پریشان ہوئے انھوں نے فوراً ابوسفیان کو روانہ کیا کہ وہ جا کے
اس معاملہ کو رفع دفع کرے اور صلح کا معاملہ جدید طور پر قایم کرے۔ ابوسفیان مدینہ میں
پہنچا اور حضور انور سے اس نے باتیں بھی کیں مگر اُسے کوئی کامیابی اپنی مشن میں نہ ہوئی
اخیر اس نے یہ ترکیب کی کہ وہ بڑی مسجد میں آیا اور صحن مسجد میں کھڑے ہو کے بآواز
بلند یہ کہا "سنو اے لوگو صلح اور حفاظت کا میں سب کے لئے ذمہ لیتا ہوں" اس کا

اسی رکوع میں جو طرز بیان خدا کا ہے۔ اس سے اس کا ثبوت ہوتا ہے جیسا کہ خدا نے
فرمایا ہے "لاتجعل مع اللہ الہا آخر فتقعد مذموما مخذولا" کہ خدا کے ساتھ دوسرے کو
معبود نہ بنا نہیں تو ذلیل اور عاجز ہو جائے گا۔ کیا ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی مسلمان
سمجھ سکتا ہے کہ یہ خطاب خاص آنحضرت صلعم کی طرف ہے اور اسی لئے مفسرین شیعہ
نے بھی اس خطاب کو عام مانا ہے جیسا کہ علامہ طبرسی فرماتے ہیں "ان الخطاب للنبی
والمراد بہ امتہ" کہ یہ خطاب پیغمبر سے ہے اور مراد امت ہے۔ اس آیت کے سوا یہ آیت
بھی اسی رکوع میں ہے "اما یبلغن عندک الکبر احدہما او کلاہما فلا تقل لہما اُف ولا تنہرہما وقل
لہما قولا کریما" اگر پہنچ جائیں تیرے سامنے بڑھاپے کو ماں باپ میں سے ایک یا دونوں
تو اُن سے اُف کر کے بات نکر اور نہ اُن کو جھڑکی دے اور اُن سے ادب کی بات
کر۔ کیا کوئی نادان اس خطاب کو آنحضرت صلعم کی طرف سمجھے گا جبکہ آنحضرت صلعم
کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ تھی کہ آپ کو ایسی بُرائی سے بچانے کے لئے نصیحت کی

جواب حضور انور نے یہ دیا کہ ابوسفیان یہ تیرے ہی الفاظ ہیں ہم سے کوئی نہیں کہہ رہا ہے۔ یہ سن کے ابوسفیان مکہ چلا گیا اور اس نے ساری کیفیت قریشوں سے جا کے کہدی قریش گھبرا تو گئے اور سمجھ گئے کہ ہم آفت میں پھنس گئے مگر انھیں اتنا اطمینان تھا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہم پر جلدی حملہ آور ہونے کا خیال نہیں رکھتے۔ ہشامی نے صفحہ ۳۵۴ میں ابوسفیان کے مدینہ میں آنے کی کیفیت حسب ذیل لکھی ہے۔ وہو ہذا۔

جب ابوسفیان مدینہ میں داخل ہوا تو سیدھا اپنی بیٹی ام حبیبہ کے گھر میں آیا۔ یہ حضور انور کی بیوی تھیں اور مشرف باسلام ہو چکی تھیں۔ گھر میں آ کے ابوسفیان ایک چادر پہ بیٹھنا چاہتا تھا کہ ام حبیبہ نے اس چادر کو کھینچ کے گھسیٹ لیا۔ ابوسفیان نے کہا بیٹی کیا چادر مجھ سے بھی اچھی ہے کہ تو نے دریغ کی ام حبیبہ نے جواب دیا کہ اس چادر پر رسول کریم تشریف رکھا کرتے ہیں پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک ناپاک مشرک اس پر بیٹھ جائے اور میں گوارا کر لوں۔ اس کے بعد ابوسفیان سیدھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

جاتی۔ آپ کے والدین چھٹپن ہی میں گزر گئے تھے اور ان کے مرنے کے چالیس برس بعد خدا کا کلام نازل ہوا تھا تو صاف ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھی امت ہی کی طرف ہے اور سوائے اس کے اور آیتیں جو بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً لا تبذر تبذیرا ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط" کہ اصراف نکر اور اپنے ہاتھوں کو باندھ نہ لے۔ یعنی بخل نکر اور نہ زیادہ فضول خرچی ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے کہ مخصوص آنحضرت صلعم سے ہو۔ باوجودیکہ یہ سب خطاب بصیغۂ واحد آنحضرت صلعم کی طرف کئے گئے ہیں اور ان میں کوئی موقع اور محل شیعوں کو بھی انکار کا نہیں ہے۔ پس ان تمام آیتوں میں سے صرف ایک آیت کو مخصوص کرنا آنحضرت صلعم سے بغیر کسی مرجح اور مخصص وجہ کے قابل مضحکہ ہے خصوصاً جبکہ آیہ "وآت ذا القربے" کی پہلی آیت کو دکھایا جائے جسمیں والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مسلسل بیان اس کا ہے جو ہدایت انسان کو اخلاق اور احسان اور صلہ رحم اور ادائے حقوق کے

پاس چلا گیا مگر کوئی جواب آپ سے اُسے نہ ملا۔ پھر اس نے حضرت فاروق اعظم کی طرف خطاب کیا تو آپ کو غصہ میں بھرا ہوا پایا۔ پھر حضرت علی کی طرف مخاطب ہوا تو آپ مہربانی سے پیش آئے۔

ابوسفیان نے علی سے کہا جب میں تمہارے پاس آگیا تو مجھے ناکام واپس نہ کرنا۔ رسول سے میری سفارش کر دو۔ علی نے جواب دیا افسوس ہے تجھ پر اے ابوسفیان۔ رسول اللہ نے جو ارادہ کیا ہے وہ ہم تجھ پر ظاہر نہیں کرنے کے۔ پھر ابوسفیان نے حضرت بی بی فاطمہ سے التجا کی اور کہا کہ حسن کو مجھے دیدو میں اس کی پرورش کروں گا اور ایک دن یہ ضرور کل عربوں کا سردار ہو جائے گا۔ بی بی فاطمہ نے کہا سوائے ان کے نانا رسول کریم کے کوئی ان کی نگرانی اور پرورش نہیں کر سکتا۔ ابوسفیان نے پھر علی سے التجا کی کہ آپ مجھے کوئی راستہ بتائیں حضرت علی نے صرف یہ ترکیب بتائی کہ تو مسجد میں جا کے پکار کہ میں نے کل قبائل کو اپنی حفاظت میں لیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ اس پکارنے سے کیا میری

متعلق کی گئی ہے۔ اس میں اول بیان کیا کہ خدا کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنی چاہئے اس کے بعد بتایا کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا لازم ہے۔ اس کے بعد فرمایا قرابت داروں اور مسکینوں اور مسافروں کے حق ادا کرنے چاہئیں اور پھر اسی کے ساتھ اعتدال کی بھی ہدایت فرمائی کہ نہ بخشش ایسی ہو کہ اسراف کے درجہ پر پہنچ جائے اور نہ ایسا بخل کہ آدمی اپنے ہاتھ باندھ لے اور پھر اس کے ساتھ یہ بھی کہ اگر اتنی استطاعت نہ ہو کہ ان کے ساتھ کچھ سلوک کیا جا سکے تو اُن سے اخلاق اور نرمی سے بات چیت کرنی چاہئے جیسا کہ فرمایا ہے "فقل لہم قولا میسورا" اگر یہ آیت ذوالقربے میں خدا کی مراد یہ ہوتی کہ فدک فاطمہ کو دیدیا جائے تو معلوم نہیں کہ "ولا تبذر تبذیرا" کیوں کہا جاتا۔ اور پھر تبذیر کی برائی اور اس کا خوف بھی نہایت سخت لفظوں میں کہ "ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین" کیوں دیا جاتا۔ اور یہ کیوں کہا جاتا کہ اگر تمہارے پاس فدک نہ ہو تو اُن سے وعدہ ہی کر لو کہ جب خدا تم کو دے گا تو تم اُن سے سلوک کرو گے۔ اگر کوئی اس کو ہبہ فدک کے

بہتری کی صورت نکل آئے گی حضرت علی نے جواب دیا یہ تو میں نہیں کہہ سکتا مگر ہاں یہ کہتا ہوں کہ سوائے اس کے تجھے چارہ ہی نہیں ہے۔ غرض ابوسفیان ہر بات میں ناکام ہو کے مکہ واپس چلا گیا اس عرصہ میں حضور انور نے فوراً مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی اور جیسا کہ عموماً دنیا کے بڑے بڑے سپاہ سالار کرتے ہیں۔ آپ نے کل جنگی کارروائی کو راز میں رکھا۔ آپ نے ایک شخص کی سرکردگی میں تھوڑی سی جمعیت دے کے کسی دوسری جانب روانہ کر دیا اور پھر اعلان دیا کہ بدوی قبائل آکے مدینہ میں جمع ہوں ان میں سے بعض قبائل کو مکہ کے راستہ کے خاص خاص مقامات پر جمانے کا حکم دیا۔ اور سب سے اخیر آپنے مہاجرین انصار کو حکم دیا کہ ہتیار بندی کر لیں اور آپ نے اس کارروائی کو راز میں رکھنے کی دعا خدا سے مانگی۔

اسی اثناء میں حاطب بن ابی بلتعہ کو اس معاملہ کی کچھ سن گن معلوم ہو گئی اس نے ایک

متعلق سمجھے تو آیہ "واما تعرضن عنہم ابتغاء رحمۃ من ربک ترجوہا فقل لہم قولا میسورا" اس موقع پر مہمل ہو جاتی ہے مفسرین شیعہ نے بھی اس آیت کے وہی معنی لکھے ہیں جس سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ صاحب مجمع البیان طبرسی فرماتے ہیں "واما تعرضن عنہم ای وان تعرض عن ہولاء الذین امرتک باواء حقوقہم عند مسالتہم ایاک لانک لا تجد ذلک حیاء منہم ابتغاء رحمۃ من ربک ترجوہا ای تبتغی الفضل من اللہ والسعۃ التی یمکنک معہا البذل ہاہل تلک السعۃ وذلک الفضل فقل لہم قولا میسورا۔ ای عدہم عدۃ حسنۃ وقل لہم قولا سہلا لینا یتیسر علیک وروی ان النبی کان اذا نزلت ہذہ الآیۃ اذا سئل ولم یکن عندہ ما یعطی قال یرزقنا اللہ وایاکم من فضلہ" یعنی ان لوگوں کے حقوق ادا کرنے اور ان کے دینے سے اگر تم مجبور ہو اور ان کے سوال پورا کرنے کے لئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو اور شرم کے مارے ان سے اعراض کرو تو تمہیں چاہئے کہ خدا کے فضل پر امید رکھکر ان سے وعدہ کرو اور اچھے لفظوں میں ان سے کہدو کہ جب خدا تمہیں دیگا تو تم ان کے ساتھ سلوک کرو گے اور پیغمبر خدا صلعم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد یہی کیا کرتے کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا اور آپ کے

عورت کو ایک خط دیکے اپنے دوستوں کے پاس مکہ روانہ کیا جس میں یہ لکھا تھا کہ تم پر حملہ ہونے والا ہے کمال یہ ہے کہ حضور انور کو بھی اس کی خبر لگ گئی آپ نے زبیر اور علی کو فوراً اس کے تعاقب میں روانہ کیا عورت راستہ میں گرفتار ہوئی اور اس کی چوٹی میں سے وہ خط نکلا۔ علی اور زبیر نے وہ خط حضور کی خدمت میں پیش کیا حاطب بلایا گیا اور اس سے دریافت کیا گیا اس نے کہا کہ مکہ میں سوائے میرے خاندان کے کوئی میرا یار مددگار نہیں ہے میرا مطلب یہ تھا کہ میں قریشوں پر اتنا احسان کردوں تاکہ میرے گھر کے مرد و عورت اُن کی زد سے بچ جائیں حضور نے یہ عذر قبول کر لیا اور حاطب سے کچھ نہیں کہا۔

بخاری نے پارہ سترھواں کتاب النبی صفحہ ۲۴۳ میں اس روایت کو بالتفصیل یوں لکھا ہے۔

(مترجمہ میرزا حیرت)

جنگ فتح مکہ کا بیان اور جو کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کی طرف بطور جاسوسی نبی صلی اللہ

پاس کچھ دینے کو نہ ہوتا تو یہ فرماتے کہ اللہ اپنے فضل سے ہم کو اور تم رزق دے۔
یہ بیان تو سورۂ بنی اسرائیل کا کیا گیا۔ اب سورۂ روم پر غور کرنا چاہئے کہ وہاں یہ آیت کس موقع پر آئی ہے۔ آیات ماقبل و مابعد یہ ہیں "واذا اذقنا الناس رحمۃ فرحوا بہا وان تصبہم سیئۃ بما قدمت ایدیہم اذا ہم یقنطون۔ اولم یروا ان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر ان فی ذلک لآیٰت لقوم یومنون۔ فات ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ذلک خیر للذین یریدون وجہ اللہ واولئک ہم المفلحون۔ یعنی جب لوگوں کو ہم رحمت پہنچاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں۔ اور اگر اُن کے اعمال کے سبب اُن کو کوئی برائی پہنچ جاتی ہے تو وہ ناامید ہو جاتے ہیں کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے روزی فراخ دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) کم دیتا ہے۔ اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں۔ پس دے رشتہ دار کو اس کا حق اور مسکین اور مسافر کو۔ یہ بہتر ہے اُن لوگوں کے لئے جو اللہ کی رضامندی چاہتے ہیں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

اس میں بھی تخصیص باطل ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اس طرح پر شروع کیا ہے کہ

علیہ وسلم کی لڑائی کا ذکر روانہ کیا تھا اُس کا بیان۔

حضرت علی فرماتے ہیں مجھے اور زبیر اور مقداد کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا اور فرمایا روضہ خاخ کی طرف تم جاؤ کیونکہ ایک کجاوہ نشین عورت اپنے ساتھ کتاب لیکر جارہی ہے تم جاکر اُس سے کتاب لیلو۔ حضرت علی فرماتے ہیں ہم روانہ ہوئے اور ہمارے ساتھ سوار بھی چلے۔ جبکہ ہم روضہ خاخ میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں وہ عورت کجاوہ نشین (موجود) ہے ہم نے اُس سے کہا لاؤ چٹھی۔ وہ بولی میرے پاس تو کوئی چٹھی نہیں ہے ہم نے کہا تو چٹھی نکال ورنہ ہم تیرے کپڑے (تلاشی کے واسطے) اُتار لینگے حضرت علی فرماتے ہیں اس نے اپنی چوٹی میں سے وہ چٹھی نکالی اُسے ہم رسول اللہ کے پاس لائے تو کیا دیکھتے ہیں اس میں لکھا ہے یہ چٹھی حاطب بن ابی بلتعہ کیطرف سے مشرکین مکہ کی طرف ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مشورہ کی حاطب نے انھیں خبر لکھکر بھیجی تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے حاطب یہ کیا ہے حاطب بولا یا رسول اللہ میرے

اللہ کو اختیار ہے جسکو چاہے روزی فراخ دے اور جسپر چاہے تنگ کردے۔ یہ مضمون عام ہے اسی پر آگے چلکر تفریع کی ہے اور فرمایا ہے کہ اے پیغمبر تو قرابتیوں اور مسکینوں اور مسافروں کو اُن کا حق دیتا رہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں تعمیم مراد ہے۔ خصوصاً اس آیت کے اخیر لفظوں سے تو تعمیم میں کوئی شک ہی نہیں باقی رہتا اور وہ الفاظ ہیں "ذلک خیر للذین یریدون وجہ اللہ واولئک ہم المفلحون" کہ یہ بات بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو خدا کی رضامندی چاہتے ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں یہ ارشاد اسی وقت باموقع اور برمحل صحیح ہوسکتا ہے جبکہ حکم عام ہو اور مخاطب مومنین سے۔ ورنہ قرآن جو ایک کلام فصیح و بلیغ ہے مہمل سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ آنحضرت صلعم کی نسبت تو یہ گمان ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اُن حقوق کے دینے میں تامل فرمائیں یا ان کو اس حکم پر عمل کرنے کے لئے ترغیب اور ترہیب کی ضرورت ہوتی اور "اولئک خیر للذین یریدون وجہ اللہ واولئک ہم المفلحون" کہنے کی خدا کو کیا ضرورت پڑتی۔ یہ اُسی وقت باموقع سمجھا جاسکتا ہے جبکہ خطاب عام اور مومنین کی طرف سمجھا جائے کہ امت ہی کے لوگ

جلدی نہ کیجئے میں ایک ایسا مرد ہوں کہ قریش سے میرا تعلق ہے یعنی میں اُن کا حلیف ہوں اُن کی ذات برادری کا نہیں ہوں جتنے آپ کے ہمراہ مہاجر ہیں سب کے مکہ میں رشتہ دار ہیں جو کہ مال و اولاد کی حمایت کرسکتے ہیں میری چونکہ اُن سے قرابت نہ تھی میں نے چاہا کہ میں اُن پر کوئی احسان کردوں جسکی وجہ سے میرے متعلقین کی حمایت کرسکیں اور یہ کام میں نے اپنے دین سے پھر جانے کے اور اسلام کے بعد کفر سے راضی ہونے کے سبب نہیں کیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے صحابہ) خبردار ہو حاطب نے تم سے سچ سچ کہدیا حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس منافق کی گردن ماروں آپ نے فرمایا یہ تو بدر میں حاضر تھا کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ نے حاضرین بدر کے احوال پر مطلع ہو کر کہدیا ہے جیسا چاہے عمل کرو میں تمہیں بخش چکا پھر اللہ عزوجل نے یہ سورت اتاری "یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدی و عدوکم اولیاء تلقون الیہم بالمودۃ الی قولہ فقد ضل سواء السبیل۔

جنگ فتح مکہ کا بیان جو رمضان (۸ھ) میں ہوئی ہے۔

ایسے ہوتے ہیں جن کو پورے طور پر حقوق ادا کرنے کے لئے اس قسم کے بیان سے ..... نصیحت کیجاتی ہے پس جو شخص ذرا بھی قرآن کو غور سے دیکھے گا اور اس آیت کے ماتقدم اور ماتاخر اور طرز بیان اور سیاق عبارت پر نظر کرے گا وہ ذرا شبہہ نہیں کرسکتا کہ قربیٰ سے عام رشتہ دار مراد ہیں۔ کما قیل انہ خطاب لہ ونعیرہ والمراد بالقربیٰ قرابۃ الرجل وہو امر بصلۃ الرحم بالمال۔

وجہ سوم یہ کہ اگر شیعوں کے خیال کے موافق تسلیم کیا جائے کہ یہ "وآت ذا القربیٰ" سے مراد فاطمہ اور حقہ سے مراد فدک ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے حکم کی پوری تعمیل یا تو آنحضرت نے معاذ اللہ خود نہیں کی یا خدا نے نہیں کرائی۔ اس لئے کہ اس آیت میں تین لوگوں کے حق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے ایک ذوالقربیٰ دوسرے مسکین تیسرے مسافر ذوالقربیٰ کی نسبت تو شیعوں نے یہ بات بنا لی کہ آپ اس کے معنی نہیں سمجھتے اور جبریل سے پوچھنے پر مجبور ہوئے اور بھی اسی سے جاہل تھے انکو

ابن شہاب کہتے ہیں مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی اسے ابن عباس نے خبر دی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کا جہاد رمضان میں کیا ہے زہری کہتے ہیں میں نے ابن المسیب سے سنا وہ (بھی) یہی کہتے تھے اور عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھے ابن عباس نے خبر دی ابن عباس کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا جبکہ چشمہ کدید پر جو کہ عسفان اور قدید کے درمیان ہے پہنچے تو روزہ کھول لیا پھر اس مہینے کے تمام ہونے تک روزہ نہیں رکھا۔

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے دس ہزار صحابیوں کے ساتھ (مکہ کیطرف) روانہ ہوئے اور یہ مدینہ میں آنے سے ساڑھے نو برس بعد کا ذکر ہے آپ اور آپ کے سب ہمراہی مکہ کی طرف روانہ ہوئے آپ بھی روزہ رکھتے تھے اور آپ کے ہمراہی بھی روزے رکھتے تھے جبکہ مقام کدید پر پہنچے جو کہ عسفان و قدید کے درمیان ایک

بھی خدا سے پوچھنا پڑا اور خدا نے بتایا کہ ذوالقربیٰ فاطمہ ہیں اور اُن کا حق بھی دریافت کر لیا اور ادا بھی کر دیا گیا مگر باقی اشخاص ویسے ہی چھوڑے گئے۔ پھر ذوالقربیٰ کا حق جس طرح ادا کیا گیا وہ بھی سمجھ میں نہیں آتا اس لئے کہ لفظ تو ذوالقربیٰ کا عام ہے اور سب رشتہ داروں کو شامل۔ اور تخصیص کر دی گئی صرف ایک کی۔ سوائے اس کے ذوالقربیٰ کا لفظ قرآن مجید میں اسی آیت میں نہیں آیا بلکہ تیرہ جگہ متعدد آیتوں اور مختلف سورتوں میں آیا ہے۔ اور ایسے موقع پر آیا ہے جہاں کہ ادائے حقوق کی ہدایت ہو اور اس کی ترغیب ہے اور اکثر اس کے ساتھ دیگر اشخاص۔ مساکین اور ابن السبیل وغیرہ شریک ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں جہاں ایسے موقع پر یہ لفظ آیا ہے وہاں مراد ان سب کے ساتھ نیکی کرنا اور ان کی خبر لینا اور ان کی مدد کرنا ہے مثلاً سورۂ بقر میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے "واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ وبالوالدین احسانا وذی القربیٰ والیتٰمیٰ والمساکین وقولوا للناس حسنا واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ ثم تولیتم الا قلیلا منکم وانتم معرضون" یعنی جبکہ عہد لیا ہم نے بنی اسرائیل سے کہ خدا کے

چشمہ ہے آپ نے اور آپ کے ہمراہیوں نے روزہ کھول لیا۔ زہری کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اخیر فعل لیا جائے (جو کہ افطار سفر ہے یعنی سفر میں روزہ کھنا رسول اللہ کا اخیر فعل ہے)

ابن عباس کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم حنین کی طرف رمضان میں نکلے بعض لوگ روزہ دار اور بعض بے روزہ دار تھے جب آپ اپنی سواری پر بیٹھ گئے ایک برتن میں پانی یا دودھ منگا کر اپنی ہتھیلی یا سواری پر رکھا (پھر اسے پیا) بے روزہ داروں نے روزہ داروں سے کہا تم بھی افطار کر لو۔ بہمند دیگر ابن عباس سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال (رمضان میں) نکلے تھے حماد بن زید نے (اس حدیث کو) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان مرفوعاً کیا ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان میں سفر کیا اور روزہ رکھا جبکہ موضع عسفان میں پہنچے پانی کا برتن منگا کر لوگوں کے دکھانے کو دن میں پانی پیکر

سوا کسی کی عبادت نکرنا۔ اور ماں باپ ... رشتہ داروں ... یتیموں اور غریبوں کے ساتھ سلوک کرنا۔ اور لوگوں سے اچھی بات کہنا۔ اور نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا۔ پھر تم پھر گئے اس عہد سے مگر تم میں سے چند لوگ۔ اور اب بھی تم اعراض کرتے ہو۔

اس آیت میں بیان ہے کہ بنی اسرائیل سے ہم نے ان باتوں کا عہد لیا تھا کہ خدا کے سوا عبادت نکرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی ... رشتہ داروں ... یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھلائی۔ اور سب سے اچھی بات کرنا مگر انھوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا چونکہ بنی اسرائیل نے اس عہد کو توڑ دیا تھا اس لئے خداوند تعالیٰ نے اس موقع پر اس کا ذکر اس لئے کیا کہ آنحضرت صلعم کی امت کو تنبیہ ہو کہ وہ ایسا نکرے اور پھر اسی کی تشریح اور تصریح سورۂ بنی اسرائیل میں کر دی یعنی بتا دیا کہ جن باتوں کا بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا وہ انھیں کے ساتھ مخصوص نہ تھیں بلکہ حسن اخلاق اور حسن معاشرت اور حسن معاملہ کے لئے یہ باتیں ہر انسان پر لازم ہیں اور ان کا کرنا ضروری ہے اور پھر انھیں

افطار کیا۔ اور مکہ میں پہنچ گئے۔ ابن عباس کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ (بھی) رکھا اور افطار (بھی) کیا ہے جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔
فتح مکہ کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا کہاں کھڑا کیا۔
عروہ فرماتے ہیں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال روانہ ہوئے اور قریش کو یہ خبر پہنچی ابو سفیان بن حرب۔ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر ڈھونڈھنے کو نکلے چلتے چلتے جب موضع مرالظہران تک (جو کہ مکہ کے قریب ہے) پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آگ بکثرت روشن ہے جیسا کہ عرفہ میں ہوتی ہے۔ ابو سفیان نے کہا کہ یہ کیسی آگ ہے جیسے کہ عرفہ میں آگ (بکثرت) ہوتی ہے بدیل بن ورقاء نے کہا کہ بنی عمرو کی آگیں ہوں گی۔ ابو سفیان نے کہا بنی عمرو کے اتنے آدمی نہیں ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم چلے حضرت عباس سے کہا ابو سفیان کو حلم خیل کے پاس ٹھیرانا کہ مسلمانوں کی شوکت کو ملاحظہ کرے۔ حضرت عباس نے ابو سفیان کو (مقام

باتوں کو آنحضرت صلعم کو مخاطب کرکے آپ کی امت کو بتایا اور ان لفظوں سے "وقضی ربک الاتعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا" الخ۔ فرمایا۔ کہ خدا نے تمہارے اوپر لازم اور واجب کر دیا ہے کہ اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ احسان اور ذوالقربیٰ اور مسکین اور ابن سبیل کا حق ادا کرو۔۔۔۔ یہ آیتیں انھیں آیتوں کا صاف صاف بیان ہیں جو سورۂ بقر میں بنی اسرائیل پر واجب کی گئی تھیں۔ وہاں "واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل" فرمایا اور یہاں "وقضی ربک" جس کے معنی قریب قریب ایک ہوتے ہیں یعنی ان باتوں کا کرنا واجب کر دیا گیا پھر وہاں فرمایا "لاتعبدون الا اللہ" اور یہاں ارشاد کیا "ان لاتعبدوا الا ایاہ" پھر وہاں تو فرمایا تھا "وبالوالدین احسانا" یہاں بھی وہی فرمایا وبالوالدین احسانا اور اس کی اور بھی زیادہ تشریح کر دی اور احسان کا اونے درجہ تک بھی بیان کر دیا ان سے اف تک نہ کہو۔ پھر وہاں بیان فرمایا وذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین یہاں فرمایا وآت ذا القربیٰ حقہ والمساکین وابن السبیل

مذکور پر) ٹھیرایا اور قبیلہ قبیلہ گزرنا شروع ہوا تو کرز لشکر کا ابوسفیان کے پاس سے گزرا ابوسفیان بولا اے عباس یہ کون ہیں وہ بولے یہ قبیلہ غفار ہے میری اور غفار کی لڑائی تو نہ تھی (پھر یہ ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر چڑھکر کیوں آئے ہیں) پھر قبیلہ جہینہ گزرا اور ابوسفیان نے مثل اول گفتگو کی پھر قبیلہ سعد بن بذیم اور سلیم گزرے اور ابوسفیان نے یہی بات کی۔ پھر ایک قبیلہ گزرا کہ اُس جیسا ابوسفیان نے نہیں دیکھا تھا پوچھا یہ کون ہیں عباس نے جواب دیا یہ انصار ہیں اُن کے امیر سعد بن عبادہ ہیں اُن ہی کے پاس جھنڈا ہے۔ پھر سعد بن عبادہ نے کہا کہ اے ابوسفیان آج کا دن (کفار کے) مارے جانے کا دن ہے آج کے دن کعبہ حلال ہو جائے گا (یعنی کفار کا قتل اس میں جائز ہو جائے گا) ابوسفیان نے کہا اے عباس روز ہلاکت کفار اچھا ہے پھر ایک پلٹن آئی جو سب پلٹنوں سے چھوٹی تھی اُن ہی میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ تھے اور جھنڈا

اور پھر اعتدال کی بھی یہاں نصیحت فرمائی کہ لا تبذر تبذیرا الخ اور پھر وہاں فرمایا و قولوا للناس حسنا اور یہاں فرمایا فقل لہم قولا میسورا۔ پس دیکھو کیسا مسلسل اور مرتب بیان ان دونوں آیتوں کا ہے اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیتیں کیسی تشریح اور تصریح انھیں احکام کی ہیں جو بنی اسرائیل کو دیئے گئے تھے۔

ذوالقربیٰ کا لفظ سورۂ بقر میں ایک اور آیت میں آیا ہے اور وہ یہ ہے "لیس البر تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملائکۃ والکتاب والنبیین واٰتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب" یعنی نیکی یہ نہیں ہے کہ تم پورب پچھم کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ اور آخرت اور فرشتوں اور کتاب اللہ اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور خدا کی محبت میں مال رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو اور غلاموں کے آزاد کرنے میں دے۔

اس میں بھی بر اور احسان کا بیان حق تعالیٰ ... فرماتا ہے اور گویا یہ بھی دوسرے

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا زبیر بن العوام کے پاس تھا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے پاس سے گزرے ابوسفیان نے کہا آپ کو نہیں معلوم کہ سعد بن عبادہ نے کیا کہا ہے آپ نے پوچھا اس نے کیا کہا ابوسفیان نے کہا اس اس طرح کہا ہے آپ نے فرمایا سعد نے غلط کہا یہ دن تو وہ ہے کہ اللہ اس میں کعبہ کو بزرگی دیگا اور وہ دن ہے کہ کعبہ (غلاف) پہنایا جائے۔ عروہ کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے موضع حجون میں جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا عروہ کہتے ہیں نافع بن جبیر بن معطم نے خبر دی وہ کہتے ہیں میں نے عباس سے سنا وہ زبیر بن عوام سے کہتے تھے اے ابو عبد اللہ کیا اس جگہ جھنڈا گاڑنے کا تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ زبیر کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ کداء بلندی مکہ کی جانب سے جانا اور خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم کداء سے گئے۔ خالد کی فوج میں سے دو مرد جن کے نام جیش بن اشعر اور کرز بن جابر فہری ہیں اس دن شہید ہوئے۔

لفظوں میں انھیں احکام کا تذکرہ ہے جو سورہ بنی اسرائیل میں بیان کئے گئے ہیں کہ نیکی بھی نہیں ہے کہ اپنے منہ پورب پچھم کی طرف کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور خدا کی محبت میں اپنا مال اور ذوالقربے اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل اور سائلین کے دینے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں صرف کرو۔

سورۂ نساء میں بھی ذی القربے کا لفظ اسی موقع پر آیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ۔ واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربے والیتامیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم وان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا۔

یعنی عبادت کرو اللہ کی اور اس کا شریک کسی کو مت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ دار اور یتیم اور مساکین اور ہمسایہ اجنبی اور دوست

عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں فتح مکہ کے دن میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی پر سوار دیکھا اور آپ سورہ فتح خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے معاویہ بن قرۃ (شاگرد عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں) اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ میرگرد جمع ہو جائیں گے تو میں..... کرتا ہے عبداللہ بن مغفل نے (بوقت نقل ترجیع) (رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم) ترجیع کی تھی۔

اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ انھوں نے زمانہ فتح مکہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کل آپ کہاں اتریں گے عقیل نے ہمارے واسطے کوئی ٹھیرنے کی جگہ نہ چھوڑی۔ آپ نے فرمایا مومن کافر کا وارث ہوتا ہے کسی نے زہری سے پوچھا پھر ابوطالب کا وارث کون ہوا زہری نے جواب دیا عقیل اور طالب ابوطالب کے وارث ہوئے معمر نے کہا زہری سے روایت ہے (بوقت سوال) سائل نے مقام نزول مکہ میں پوچھا تھا

ورفیق اور مسافر اور باندی غلاموں سے بھلائی کرو۔ اللہ کو اچھا نہیں معلوم ہوتا وہ شخص جو اتراوے اور بڑائی کرے۔ اور سورہ نحل میں بھی یہ لفظ آیا ہے "ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینہیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔ یعنی اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی اور برے کام اور سرکشی کرنے سے۔ تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

ان تمام آیتوں کے دیکھنے سے وہی ایک سلسلہ بیان کا اور وہی ایک قسم کی تعلیم احسان اور سلوک کی معلوم ہوتی ہے۔ جو سورہ بنی اسرائیل میں بیان کی گئی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی وہ اصل اصول اخلاق کے ہیں جنکی تعلیم خدا کو منظور تھی اور جس کو طرح طرح سے بیان کیا کبھی پچھلی امتوں کے میثاق اور عہد کی یاد دلاکر۔ کبھی اسکی خوبیاں بتاکر اور کبھی بطور خود اور ہدایت کے۔ پھر جبکہ لفظ ذی القربیٰ کا متعدد جگہ آیا ہو اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے معنی کبھی پہلے (متفسر خفر مائے ہوں

یونس نے حج بتایا اور نہ فتح مکہ کہا۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انشاء اللہ ہمارے اُترنے کی جگہ اگر اللہ نے فتح دی تو مقام خیف ہے جہاں قریش نے کفر پر قسما قسمی کی تھی۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت ارادہ جنگ حنین فرمایا کل ہم انشاء اللہ خیف بنی کنانہ میں اُتریں گے جہاں کافروں نے باہم عہد و پیمان کیا تھا۔

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر مبارک پر خود تھا جب آپ نے خود کو سر سے اتارا آپ کے پاس ایک مرد نے آکر کہا حظل کعبہ کے پردے پکڑے ہوئے لٹک رہا ہے آپ نے فرمایا اُسے مار ڈال۔ امام مالک کہتے ہیں میرے گمان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس دن سے محرم نہ تھے اور اللہ خوب جانتا ہے۔

تو اس موقع پر کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا کہ آنحضرتؐ صلعم کو اس لفظ کے معنی پوچھنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ یا یہ لفظ جو اپنے عام معنوں میں استعمال کیا گیا ہو اور جس میں خطاب کا عام ہونا صاف ظاہر ہوتا ہو وہ ایک اس موقع پر ایسا مغلق اور مشتبہ ہو جائے کہ آنحضرت صلعم کو اسکے معنی معلوم نہ ہوں اور پھر انکے ساتھ احسان کرنا اور ان کے حقوق کا ادا کرنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص سمجھا جائے اور تمام اقارب میں سے ایک ہی رشتہ دار مستثنیٰ کرایا جائے۔ یہ بات خدا کے رسول کی شان سے بہت بعید اور سیاق قرآن کے بالکل مخالف اور عام ہدایت کے سراسر متناقض ہے۔

سورۂ انفال میں بھی ذی القربےٰ کا لفظ آیا ہے "کما قال اللہ تعالیٰ۔ واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربےٰ والیتمی والمساکین وابن السبیل" الایہ کہ جو کچھ غنیمت تمہارے ہاتھ آئے اُسکا پانچواں حصہ خدا اور رسول اور ذوی القربےٰ اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافرین کے لئے ہے۔ اس آیت پر اگر حضرت امامیہ غور فرمائیں تو ان کو اس کہنے میں کہ آیۃ "وات ذا القربےٰ حقہ"۔ مدینہ میں خیبر کے فتح ہونے کے بعد نازل ہوئی بہت مشکل پیش

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں گئے اور اس وقت مکہ میں تین سو ساٹھ بت تھے آپ ... اپنے ہاتھ کی لکڑی اُن بتوں کو مارنے لگے اور آپ یہ فرماتے جاتے تھے۔ جاء الحق وزہق الباطل ما یبدی الباطل وما یعید۔

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آگئے بیت اللہ میں جانے سے رُکے کیونکہ اُس میں بت تھے۔ آپ نے حکم دیا اور وہ سب نکال دیئے گئے۔ پھر حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل کی نکالی گئیں اُن دونوں کے ہاتھوں میں تیر تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اُن کفار کو ہلاک کرے یہ سب خوب جانتے ہیں کہ ابراہیم اور اسمٰعیل نے کبھی تیر سے فال نہیں کھولی پھر بیت اللہ کے اندر گئے اور اس کے کونوں میں تکبیر کہی پھر نکل آئے اور نماز نہیں پڑھی اس حدیث کو بدر عبدالصمد راوی حدیث نے ایوب سے روایت کیا ہے اور معمر نے اُن کی متابعت کی ہے وہب کہتے ہیں ہم سے ایوب نے حدیث بیان کی وہ عکرمہ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں بلدی مکہ سے رسول خدا صلی اللہ

آئیگی بلکہ اُنکا سارا عنکبوتی گھر برباد ہو جائے گا۔ اس لئے کہ کوئی اس باب میں شبہہ نہیں کر سکتا کہ آیہ "واعلموا انما غنمتم" فتح خیبر سے پہلے نازل ہوئی۔ اسلئے کہ غنیمت کا مال خیبر کے فتح ہونے سے پہلے آیا کرتا تھا اور اسکی تقسیم ہوا کرتی تھی اور اس آیہ "واعلموا انما غنمتم" میں اس کی تفصیل یہی ہے۔ پس جنگ بدر سے لیکر خیبر کے فتح ہونے تک پیغمبر خدا صلعم آیہ "واعلموا انما غنمتم" کے مطابق غنیمت کے حصے میں سے اقارب اور مساکین اور مسافرین کو انکے حقوق دیا کرتے تھے۔ اور دینا ہو نہیں سکتا جبتک کہ معلوم نہ ہو کہ اقارب اور مساکین وغیرہ کون ہیں اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کو ذوالقربے کے معنی اور یہ کہ اقارب کون ہیں معلوم تھے تو بعد خیبر کے فتح ہونے اور فدک ملنے کے آنحضرت صلعم کو جبریل سے ذوالقربے اور حقہ کے معنی دریافت کرنیکی کیا ضرورت ہوئی اگر ضرورت ہوتی تو اس آیہ "واعلموا انما غنمتم" کے نازل ہونے کے وقت ہو سکتی تھی تاکہ غنیمت کی تقسیم میں غلطی نہ ہو اور اگر تسلیم کیا جائے کہ آیہ "وآت ذالقربے" میں مراد ذوی القربیٰ سے صرف حضرت فاطمہ ہیں تو

علیہ وسلم کا مکہ میں داخل ہونا۔

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن بلندی مکہ سے آئے اور اُسامہ بن زید کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھائے ہوئے تھے اور آپ کے ہمراہ بلال اور عثمان بن طلحہ دربان تھے پھر مسجد پر سواری کو ٹھیرایا اور اس سے کہا بیت اللہ کی کنجی لاؤ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لیگئے اور آپ کے ہمراہ اُسامہ بن زید اور بلال اور عثمان بن طلحہ تھے بہت دیر تک وہاں ٹھیرے رہے پھر نکل آئے۔ لوگ دوڑے سب سے پہلے عبداللہ بن عمر اندر گئے تو بلال کو دروازہ کے پیچھے کھڑا پایا ابن عمر نے بلال سے پوچھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی بلال نے اشارہ سے نماز پڑھنے کی جگہ بتائی عبداللہ کہتے ہیں میں بلال سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعتیں پڑھیں۔

عروہ روایت کرتے ہیں کہ عائشہ نے مجھے خبر دی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے

آیہ واعلموا انما غنمتم میں بھی جو لفظ ذی القربیٰ کا آیا ہے اس سے بھی مراد حضرت فاطمہ ہونگی۔ اور خمس بھی انہی اکھنوں کا حق ہوگا۔ اور بجز ان کی اولاد کے تمام بنی ہاشم خمس سے محروم ہوں گے" ولم یقل بہ احد" یہ خود مذہب شیعہ کے خلاف ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ خمس میں سے نصف امام وقت کا اور باقی نصف یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل کا ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں مجمع البیان طبرسی میں لکھا ہے" اختلف العلماء فی کیفیۃ قسمۃ الخمس ومن یستحقہ علیٰ اقوال احدہا ما ذہب الیہ اصحابنا وہو ان الخمس تقسیم علی ستۃ اسہم فسہم للہ وسہم للرسول وہذان السہمان مع سہم ذی القربیٰ للامام القائم مقام الرسول وسہم لیتامیٰ آل محمد وسہم لمساکینہم وسہم لابناء سبلیہم لا یشرکہم فی ذلک غیرہم لان اللہ سبحانہ حرم علیہم الصدقات لکونہا اوساخ الناس وعوضہم عن ذلک الخمس۔ روی ذلک البطری عن علی بن الحسین زین العابدین ومحمد بن علی الباقر واختلف فی ذوی القربیٰ فقیل ہم بنو ہاشم خاصۃ من ولد عبدالمطلب لا ہاشم لم یعقب الا منہ عباس ومجاہد والیہ ذہب اصحابنا" یعنی کیفیت قسمت خمس میں علماء کا اختلاف ہے اور ان لوگوں میں

سال مکہ میں جانب کدا سے جو بلندی مکہ ہے داخل ہوئے (حفص بن میسرہ راوی حدیث کی) ابو اسامہ اور وہیب نے (لفظ) کدا میں متابعت کی ہے۔

عروہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ میں بلند جانب سے داخل ہوئے جو کہ موضع کدا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اترنے کی جگہ فتح مکہ کے دن (کونسی ہے)

ابن ابی لیلی کہتے ہیں ہمیں ام ہانی کے سوا کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز چاشت پڑھتے دیکھا ام ہانی نے بیان کیا کہ آپ نے فتح مکہ کے دن ام ہانی کے مکان میں غسل کیا پھر آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ ام ہانی کہتی ہیں میں نے اس نماز سے آسان نماز آپ کو پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا کہ صرف رکوع وسجود پورا پورا کرتے تھے (اور زیادہ دراز نہ کی)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدے میں

کہ اس کے کون کون مستحق ہیں۔ ہمارے علماء کا یہ مذہب ہے کہ خمس کے چھ حصے کئے جائیں۔ ایک حصہ اللہ کا اور ایک حصہ رسول کا۔ اور یہ دونوں حصے مع ایک حصہ ذی القربے کے امام کا ہے جو قائم مقام رسول ہے۔ اور ایک سہم آل محمد کے یتیموں کا اور ایک انھیں کے مساکین کا اور ایک انھیں کے مسافرین کا۔ آل محمد کا کوئی اور شریک اس میں نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے صدقات کو بوجہ لوگوں کے میل ہونے کے آل محمد پر حرام کر دیا ہے اور اس کے عوض میں ان کو بھی خمس دیا ہے طبری نے امام زین العابدین اور امام باقر سے یہ روایت کی ہے دوسرا اختلاف ذوالقربے میں ہے کہ اس سے کون مراد ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس سے مراد خاص بنی ہاشم اولاد عبدالمطلب ہیں کیونکہ ہاشم کی نسل عبدالمطلب ہی سے چلی ہے یہ مروی ہے ابن عباس اور مجاہد سے اور یہی مذہب ہے ہمارے علماء کا۔

اور تفسیر قمی میں ہے "فمن الغنیمۃ یخرج الخمس ویقسم علی ستۃ اسہم سہم للہ

سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی۔ پڑھتے تھے۔

ابن عباس کہتے ہیں حضرت عمر مجھے (اپنی مجلس میں) ان بوڑھوں کے ساتھ جو بدر میں حاضر تھے بٹھاتے تھے کسی نے ان میں سے کہا کہ اے عمر تم اس جوان کو ہمارے ساتھ کیوں ملاتے ہو اس جیسے ہمارے بھی بیٹے ہیں حضرت عمر نے کہا ابن عباس کو تم کن لوگوں میں سے جانتے ہو۔ ابن عباس کہتے ہیں اگلے دن انھیں اور مجھے بلایا اور میرے خیال میں مجھے اس دن اُسی واسطے بلایا تھا کہ انھیں میری فضیلت دکھاویں حضرت عمر نے (اُن سے) کہا" اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا انکم کی تفسیر میں کیا کہتے ہو۔ بعض نے جواب دیا کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے جب ہمیں مدد دیجائے یا ہماری فتح ہو اللہ کی حمد بیان کریں اور اپنی بخشش کی دعا کریں بعض نے کہا ہمیں نہیں معلوم (کہ اُسکی کیا تفسیر ہے) اور بعض نے کچھ جواب ہی نہ دیا پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا اے ابن عباس کیا تو بھی یونہی کہتا ہے میں بولا نہیں۔ حضرت عمر نے کہا

وسہم الرسول اللہ وسہم للامام فسہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام فیکون للامام ثلاثۃ اسہم من ستۃ وثلاثۃ لایتام آل الرسول ومساکینہم وابناء سبیلہم۔

غرض کہ کسی پہلو یہ بات ٹھیک نہیں بیٹھتی کہ ذوالقربےٰ کے معنی پیغمبر نجانتے ہوں اور ان اقارب کو جس کا حق دینا چاہئے آپ نہ پہچانتے ہوں اور باوجود نازل ہونے متعدد آیات کے جو متعلق احسان ذی القربیٰ کے ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیہ وآت ذاالقربیٰ کے نازل ہونے پر جبریل امین سے پوچھنے پر مجبور ہوئے ہوں اور خدا نے فرمایا ہو کہ ذوالقربیٰ سے مراد فاطمہ ہیں اور فدک جسکی آمدنی سالانہ چالیس یا ستر ہزار دینار تھی ان کو دیکر پیغمبر خدا صلعم ادائے حقوق سے سبکدوش ہوگئے ہوں اور باقی تمام رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں کو محروم چھوڑ دیا ہو۔ وکیف یجوز لاحد من المسلمین ان یتکلم بشئ ہذا ویبدل کلام اللہ من تلقاء نفسہ ویحرفہ عن موضعہ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔

پھر تو کیا کہتا ہے۔ کہا میں نے وہ (علامت) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی موت کی ہے کہ اللہ نے آپ کو بتا دی کہ جب اللہ کی مدد اور فتح مکہ آجائے وہ تیرے مرنے کی علامت ہے پس اپنے رب کی پاکی بیان کر اور اس سے بخشش مانگ کیونکہ وہ بیشک (التکلف) رجوع کرنے والا ہے حضرت عمر نے کہا میں بھی وہی جانتا ہوں جو کچھ تو جانتا ہے (یعنی تیرا قول درست ہے)

مقبری ابی شریح سے روایت کرتے ہیں کہ ابی شریح نے عمرو بن سعید سے جبکہ وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا کہا اے امیر مجھے اجازت دے تاکہ میں تجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کروں جو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے دن بیان کیا اور میرے کانوں نے اُسے سنا اور میرے دل نے یاد کیا اور آپ میری آنکھوں کے روبرو بیان کر رہے تھے۔ آپ نے اللہ کی تعریف اور ثنا بیان کی پھر فرمایا

روایتوں اور حکایتوں کو ایک طرف رکھکر اور ان کے تناقض اور باہمی اختلاف سے بھی قطع نظر کرکے اس بحث کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا اور ایک منصف غیر متعصب آدمی کی طرح اس پر غور کرنا چاہیئے تاکہ معلوم ہو کہ آیا اسی زمانہ میں جبکہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کیا غنیمت یا فئے یا خراج یا اور کسی قسم کی آمدنی ایسی کافی و وافی تھی کہ جس سے اخراجات جو اُس وقت اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی حفاظت اور کفار کے حملوں سے بچانے اور ان پر جہاد کرنے اور وفود یعنی ایلچیوں اور مہمانوں کے ٹھیرانے اور تحف و ہدایا دینے کے لئے ضروری تھے بغیر کسی دقت کے ادا ہو سکتے۔ اور موجودہ حالت اس زمانہ کی ایسی تھی کہ پیغمبر خدا صلعم جو بیس ہزار یا ستر ہزار دینار کی سالانہ آمدنی کی جاگیر اپنی بیٹی کو بخشدیتے۔ اور کیا آنحضرت صلعم کی سیرت اور عادت ایسی تھی کہ مہاجرین و انصار اور عامہ مسلمین کا خیال نکرکے اور ان کو تنگی اور افلاس میں چھوڑ کر جو کچھ آپ کے حصہ میں آیا تھا (بشرطیکہ اس کو ہم آپ کا ذاتی حصہ سمجھیں) وہ اپنے رشتہ داروں میں سے کسی ایک چہیتے رشتہ دار کو دیدیتے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ان باتوں پر خیال کرنے سے

مکہ کو اہل اللہ نے حرم بنایا ہے لوگوں نے ہی نہیں بنایا۔ جو مرد اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کے واسطے حلال نہیں کہ مکہ میں خونریزی کرے اور نہ اُس کا درخت کاٹے اگر کوئی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے قتال کی سند پکڑے تو تم اُس سے کہدو کہ اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دیدی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی ہے اور رسول کو بھی ایک دن تھوڑی دیر تک اجازت دی تھی اور مکہ کی حرمت آج لوٹ آئی جیسے کل تھی اور چاہیئے حاضر غائب کو (یہ حدیث پہنچا دے (انتہی) کسی نے ابی شریح سے پوچھا کہ تجھے عمرو بن سعید نے کیا جواب دیا ابی شریح نے کہا عمرو نے یہ کہا کہ میں اس حدیث کو تجھ سے زیادہ جانتا ہوں اے ابو شریح حرم میں گنہگار کو پناہ نہیں دینا اور نہ خونی کو اور نہ مفسد کو۔

جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فتح مکہ کے سال جبکہ آپ مکہ میں تھے یہ فرماتے تھے کہ اللہ اور رسول نے شراب

لحظہ کے لئے بھی کوئی آدمی سیرت کی روایت کو صحیح سمجھے گا۔ اور نہ پیغمبر خدا صلعم کی شان اور خصلت اور سیرت اور حالت کے مطابق پائیگا۔ اس لئے کہ خدک ساتویں برس ہجرت کے پیغمبر خدا صلعم کے قبضہ میں آیا اور وہ زمانہ نہایت عسرت اور تنگی کا تھا حضرت کی خود یہ حالت تھی کہ فاقے پر فاقے کرتے اور بھوک کی تکلیف سے دو دو دن تک شکم مبارک پر پتھر باندھتے اور اہل بیت کا یہ حال تھا کہ نان جویں کو محتاج تھے اور ضروری حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے بھی کچھ سرمایہ نہ رکھتے تھے مہاجرین گھر بار چھوڑے ہوئے مدینہ میں دوسروں کے ہاں پڑے ہوئے تھے اور وہ اپنے اوپر تنگی اٹھا کر اور ایثار علی النفس کرکے ان کی مدد کرتے تھے۔ اور حالت اسلام کی یہ تھی کہ چاروں طرف سے دشمنوں کا ہجوم تھا اور ہر جانب سے حملہ آور لڑائی کا اندیشہ ہر روز جہاد کی ضرورت پیش آتی۔ اور ہر وقت دشمنوں کا کھٹکا لگا رہتا۔ اسلام کے لشکر کی تیاری اور ان کے لئے آلات حرب وضرب تیار کرنے کے لئے پیغمبر خدا صلعم کو ہر وقت فکر لگی رہتی۔ وفود اور ایلچی اور قاصد

کا بیچنا حرام کر دیا ہے۔ بوقت فتح مکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا مکہ نہیں رہنا۔

یہ تو بخاری کا بیان جو روایتی سلسلہ میں ہے آپ دیکھ چکے۔ اب تاریخی ترتیب کو ملاحظہ فرمایئے دہم رمضان المبارک مطابق یکم جنوری ۶۳۰ء کو مدینہ سے اسلامی فوجوں کا کوچ ہوا۔ یہ اتنی کثیر تعداد فوج تھی کہ مدینہ میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔ مددگار بدوؤں کے خیموں سے میلوں تک میدان غبار آلودہ ہو رہا تھا کئی مشہور قبائل سفر میں حضور انور کی مدد کو آگئے تھے اس وقت آٹھ یا دس ہزار فوج حضور انور کے جھنڈے کے نیچے سفر کر رہی تھی آپ کی دو ازواج مطہرات زینب اور ام سلمہ آپ کے ساتھ تھیں۔ روانگی اس پھرتی سے ہوئی کہ ساتویں روز مکہ کو جا لیا اور مکہ وہاں سے ایک پڑاؤ رہگیا۔ اس اثنا میں عباس رستہ ہی میں حضور انور کے ساتھ مل چکے تھے جس وقت عباس حضور انور اپنے بھتیجے کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تو حضور انور نے الطاف خسروانہ مبذول فرمائے اور نہایت محبت سے پیش آئے۔ یہ گویا اخیر مہاجر ہیں۔ ان کے بعد ہجرت کا سلسلہ اس لئے ختم ہو گیا کہ مکہ فتح کر لیا گیا تھا اور اب ہجرت کا موسم ختم ہو چکا تھا۔

ایک بلند قطعہ زمین پر مسلمانوں کا لشکر گاہ ہوا۔ شب کو مسلمانوں نے کھانا پکانے کے واسطے جب آگ روشن کی تو وہ پہاڑی بالکل روشن ہو گئی اور مسلمانوں کا بہت بڑا جلال معلوم ہوا اس عظیم روشنی سے مکہ میں ہلچل پڑ گئی اور سب لوگ سنسناٹے میں رہ گئے زیادہ زلزلہ اس لئے بھی ہوا کہ قریشوں کو حضور کی روانگی کی کوئی اطلاع ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔ قریشوں کی

چاروں طرف سے چلے آتے اور انکی مہمانداری انکی حالت کے مطابق کرنی پڑتی اور نیز تحف اور ہدایا جو وہ لاتے اس کے موافق انھیں آپ کو بھی دینا پڑتے اور ان اخراجات کے لئے مسلمانوں سے مدد لینے کی ضرورت ہوتی اور اس کام میں اعانت کرنے کے لئے خدا کی طرف سے رغبت دلانے والی آیتیں نازل ہوتی رہتیں اور مسلمان جو کچھ استطاعت رکھتے تھے وہ اپنے حوصلے اور استطاعت کے موافق مال سے اشاعت الہیت سے کپڑے سے غلے سے غرضکہ ہر طرح سے مدد کرتے یہاں تک کہ جو مفلس اور فقیر تھے وہ بھی بوقت ضرورت اپنے اوپر خود فاقہ کرتے اور جو کچھ ان کے پاس کھانے کو ہوتا وہ فی سبیل اللہ آنحضرت صلعم کے سامنے لاکر رکھدیتے تو کیا ایسی تنگی کے زمانہ میں کسی معمولی آدمی سے بھی جو کسی گروہ کی سرداری کا دعوے رکھتا ہو اور اپنے گروہ کی حفاظت کا ذمہ دار ہو یہ توقع ہو سکتی ہے کہ جو کچھ اس کو ملے وہ بجائے اسکے کہ ان اغراض و مقاصد میں کام میں لائے جو اسکے پیش نظر ہوں اپنے رشتہ داروں کو دیدے اور پھر رشتہ داروں میں بھی سب کے ساتھ انصاف نکرے بلکہ سب کے حقوق تلف اور ضائع کر کے صرف اپنے ایک چہیتے فرزند کو دیدے تو کیا ایسے شخص کو دنیاوی لحاظ سے بھی کوئی سرداری کے قابل سمجھے گا یا اس کے لشکری اسے سردار مانیں گے یا کچھ بھی ایسے شخص کی عزت ان کے دل میں ہو گی۔ یا سوائے خود غرضی اور نفس پروری کے کوئی دوسرا خیال اسکی نسبت کیا جائیگا۔ چہ جائے اسکے کہ ایک ایسی ذات پاک کی نسبت یہ امر منسوب کیا جائے جو دین کا پیشوا اور تمام دنیا کا سردار اور سارے خلق میں برگزیدہ اور خدا کا پیارا ہو۔ اور جسکو خدا نے اخلاقی مکارم کی تکمیل کے لئے بھیجا ہو۔ اور جس نے خود غرضی اور نفس پروری کو بیخ و بن سے

آمد و رفت اور میل و رسائل کے ذرائع منقطع ہو چکے تھے اور وہ اب ایک دائرہ یا پنجرہ میں تھے جہاں سے نکلنا اُن کی طاقت کے باہر تھا۔ اِس قوم کے سرداروں نے جمع ہو کے مشورہ کیا اور معاملہ کرنے کے لئے ابوسفیان کو حضور انور کی خدمت میں روانہ کیا۔ ابوسفیان حکیم بن بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجہ اور ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے کے مدینہ کے راستہ پر بڑھا اور سیدھا اسلامی لشکر گاہ میں پہنچا۔ دیکھا تو سناٹا آگیا۔ ابوسفیان کی ملاقات پہلے عباس سے ہوئی۔ عباس نے کہا ابوسفیان کیا تو ہے کیونکہ تیری آواز میں پہچانتا ہوں۔ ابوسفیان بولا ہاں میں ہی ہوں۔ او ہو عجب سماں دیکھ رہا ہوں کیا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) دس ہزار متبعین کے ساتھ یہاں خیمہ زن ہوا ہے۔ عباس نے کہا ہاں دیکھ اس آگ کی روشنی میں سے ہزاروں آدمی نظر آرہے ہیں اب کیا تو اپنی قسمت ہمارے ساتھ وابستہ کر دے ورنہ تیری ماں تجھ پر روئے گی۔ ابوسفیان نے کہا مجھے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس لیچل چنانچہ عباس نے اپنے خچر پر ابوسفیان کو

اُکھاڑ دیا ہو۔ اور جس نے ہمیشہ ایثار علی النفس پر خود عمل کیا ہو اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو ہر حالت اور ہر موقع پر اسی بات کی نصیحت کی ہو۔ اور اُن سے ہمیشہ اس کی تعمیل کرائی ہو۔ اور جس کے عزیز اور رشتہ دار بھی ایسے ہوں جن کے زہد اور پرہیزگاری اور ترک دنیا پر خداوند تعالےٰ اظہار خوشنودی اور رضامندی فرماتا ہو۔ اور جو فیض و سخاوت اور دوسروں کے آرام دینے کو اپنے اوپر مقدم رکھتے رہے ہوں اور جو دنیا کے تعلقات سے نفرت رکھتے اور دنیا سے بے تعلق رہنے میں زمین پر انسانوں میں ضرب المثل اور آسمان میں خدا کے فرشتوں کے سامنے ممدوح اور بے غرضی اور نفس کشی میں سارے دنیا کے لئے ایک نمونہ ہوں کیا ایسے شخص کی نسبت کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ سب کا خیال چھوڑ کر جو کچھ ملے وہ اپنے ایک عزیز کو دیدے۔ اور کیا اُس کے عزیزوں سے یہ اُمید ہو سکتی ہے کہ اور کو عشرت تونگری کی حالت میں چھوڑ کر جو کچھ اُس کے باپ کا حصہ ہوا تھا اپنے لئے

کو خچر پر بٹھا لیا اور اُسے لے کے حضور انور کے خیمہ میں آئے۔ پہلے عباس اندر گئے اور عرض کیا کہ ابوسفیان حاضر ہے جواب ملا اندر بلاؤ جب وہ اندر آیا حضور نے ارشاد کیا عباس اسے اپنے ساتھ لیجاؤ اور اپنے خیمہ میں ٹھیراؤ اور صبح کو پھر ہمارے پاس لے آؤ عباس نے حضور کے حکم کی تعمیل کی اور علی الصباح ابوسفیان کو حضور کی خدمت میں حاضر کیا۔ جب مکہ کے قریشوں کا سردار نزدیک آیا تو حضور انور نے بآواز بلند یہ فرمایا کیا تجھے اب بھی یہ بات آشکارا نہیں ہوئی کہ ایک ہی خدا ہے اور سوائے اس کے اور کوئی معبود نہیں" ابوسفیان نے جواب دیا شریف اور نجیب سردار آپ حق فرماتے ہیں۔ بے شک سوائے ایک اس کے دیکھے خدا کے اور کوئی خدا نہیں ہے۔ پھر حضور انور نے ارشاد کیا" کیا اب بھی تجھے یقین نہیں آیا میں اس کا برحق رسول ہوں" ابوسفیان بولا" واجب الاحترام سردار اس میں ذرا مجھے کچھ تامل ہے" حضور انور نے ارشاد کیا تامل کا وقت گزر چکا۔ نشانات پے در پے ظاہر ہو چکے نجات اسلام لانے پر موقوف ہے اسے سمجھ لے۔ بس یہ

اور اپنی اولاد کے لئے لینا پسند کرے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ درحقیقت اگر ہبہ فدک کی روایت صحیح مانی جائے اور فدک کا خراج چوبیس یا ستر ہزار دینار تسلیم کیا جائے تو منکرین نبوت کو آپ کی نبوت میں شکوک پیدا کرنے کا اچھا موقع ملے گا۔ اور دشمنوں کے ہاتھ میں گویا یہ ایک عمدہ ہتیار دیا ہوگا حضرات امامیہ اہل بیت کی محبت میں گو ایسے مستغرق ہوں کہ اُن کو اس قسم کی باتوں کے برے نتائج سمجھ میں نہ آئیں۔ اور صحابہ کرام کے اوپر الزام لگانے کے لئے جیسی روایتیں چاہیں بنا کر پیش کریں۔ مگر ہمارے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور ہم اس قسم کے خیال سے پیغمبر خدا کی شان میں ذرا بھی داغ آنے کو آنکھوں کو موس بنا لیتے ہیں۔

اب ہم اس کو ثابت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا کا زمانہ تنگی و افلاس کا تھا اور جہاد کے لئے کافی سامان مہیا نہ تھا اور نہایت تکلیف اور تنگی سے جہاد کا سامان فراہم کیا جاتا تھا چنانچہ خود شیعوں کے ہاں سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اور اُن کی تاریخ میں لکھا ہے کہ

سُنتا تھا کہ ابوسفیان پکار پکار کے کلمہ طیبہ "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا پڑھنے لگا حقیقت میں یہ وقت حضور انور کی کتنی خوشی کا ہوگا۔ جب آپ نے یہ موقع دیکھا کہ قریشوں کا اولوالعزم سردار کس جوش سے حضور انور کے سامنے کھڑا ہوا آپ کو اپنا نجات دہندہ تسلیم کر رہا ہے اور خدائے واحد کی گواہی دے رہا ہے۔

جل جلالہ۔ وعم نوالہ۔ پھر ابوسفیان نے کہا آپ مکہ تشریف لیچلیں مجھے امید ہے کہ آپ اپنی فیاضانہ اور رحیم طبیعت کا اہل مکہ کو حصہ دیں گے۔ اور اُن کے مظالم کو فراموش کر دینگے اس پر حضور انور نے فرمایا تیرا گھر بار اور جو لوگ اس میں پناہ لیں گے۔ ہم نے اپنی حفاظت میں لے لیا اب تو اطمینان رکھ تیرا بال بیکا بھی نہ ہوگا۔ ابوسفیان مکہ کی طرف روانہ ہوا مگر اس کے روانہ ہوتے ہوتے فوجیں مسلح ہو کے دستوں اور پلٹنوں کی صورت میں مکہ کی طرف کوچ کر چکی تھیں۔ ابوسفیان نے جب فوجوں کی یلغار دیکھی تو عباس

آخری غزوہ پیغمبر صلعم کے غزوات کا تبوک ہے۔ جو ۹ھ میں ہوا۔ اس وقت ایسی تنگی اور مصیبت مسلمانوں پر تھی کہ اس غزوے کا نام جیش العسرہ ہوگیا۔ اور خدا کی طرف سے آیات ترغیب و ترہیب نازل ہونے لگیں اور مسلمان جو ایمان میں صادق تھے مدد کرنے لگے چنانچہ جب آیہ "انفروا خفافا وثقالا وجاہدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون" نازل ہوئی۔ اور آنحضرت صلعم نے جہاد کی تحریص اور جان و مال سے مدد دینے کی ترغیب شروع کی تو مدینہ میں ایک ہل چل مچ گئی حضرت عثمان نے دو سو اونٹ اور دو ہزار روپیہ چاندی کے شام کی تجارت کے لئے جمع کئے تھے وہ سب آنحضرت صلعم کے سامنے تجہیز و غیرہ کے لئے حاضر کر دیئے۔ جس پر پیغمبر خدا نے فرمایا "لایضر عثمان ما عمل بعد ہذا" اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تین سو اونٹ معہ سامان کے اور ہزار مثقال زر مسرخ پیش کیا۔ اُس پر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا "اللہم ارض عن عثمان فانی عنہ راض" حضرت عمر نے آدھا مال اپنا آنحضرت صلعم کے سامنے حاضر کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم نے اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا ہے۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ اتنا ہی اُن کیلئے

راستہ میں کھڑا ہوگیا۔ اور اس نے نہایت حسرت سے مختلف قبائل کو فوجی صورت میں اپنے آگے سے گزرتا ہوا دیکھا۔ ابوسفیان ہر قبیلہ کو پہچانتا اور بتاتا گیا۔ ہر قبیلہ کے پاس ایک جھنڈا تھا جو حضور انور نے عنایت فرمایا تھا۔ قبائل کا باقاعدہ مارچ پاس کرنا نہایت باقاعدہ اور شاندار طریقہ سے تھا۔ ابوسفیان یہ شان دیکھ ہی رہا تھا کہ حضور انور آگے سے گزرے جن کا پُرشان گارڈ اور ہی شان پیدا کر رہا تھا۔ ابوسفیان کے منہ سے بیساختہ یہ نکل گیا محمدؐ زبردست بادشاہ ہیں اور ایک بڑی سلطنت کے سلطان معلوم ہوتے ہیں۔ اس پر عباس نے یہ کہا کہ تو سچ کہتا ہے مگر محمدؐ بادشاہ بھی ہیں اور برحق پیغمبر بھی ہیں۔ یہ سُن کر عباس تو حضور انور کی ہمرکابی میں روانہ ہوئے اور ابوسفیان اپنے مکان کی طرف مکہ تیز قدموں سے چلا۔ اور بہت جلد قریب راستہ سے مکہ میں داخل ہوگیا۔ قریش اپنے سردار کو دیکھ کے اس کے گرد جمع ہوگئے۔ کہ یہ کیا خبر لایا ہے۔ ابوسفیان نے غل مچا کے کہا "اے قریشو

چھوڑ دیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر آئے اور کل مال و متاع اپنا تمامہ پیغمبر صاحب کے سامنے رکھ دیا آپ نے پوچھا کہ اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا ہے۔ جواب میں عرض کیا "اُن کے لئے خدا و رسول کو اُن کے لئے چھوڑا ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے چالیس اوقیہ اور ایک روایت میں چار ہزار درہم پیش کئے اور عرض کیا کہ میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے آدھا خدا کو قرض دیا اور آدھا اپنے اہل و عیال کے لئے چھوڑا۔ اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب اور طلحہ بن عبیداللہ اور سعد بن عبادہ اور محمد بن سلمہ نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق رقم حاضر کی اور چونکہ ضرورت شدید تھی اور جہاد کے سامان جمع کرنے کے لئے آنحضرت صلعم کو نہایت فکر تھی اس لئے جن مسلمانوں کے پاس روپیہ نہ تھا نہ مال و متاع انھوں نے کھانے کا سامان جو کچھ مل سکا وہی حاضر کر دیا چنانچہ عاصم بن عدی انصاری نے سو وسق خرمے لشکر کے سامان کے لئے پیش کئے۔ اور ابوعقیل انصاری نے آدھا صاع یعنی سوا سیر یا ایک صاع یعنی ڈھائی سیر جو اسے ہی حاضر کئے اور کہا کہ کل صبح تک میں نے پانی بھرا اور دو دن مزدوری کی اُمید مجھے دو صاع خرما یعنی پانچ سیر جو اسے ملے ہیں۔

محمدؐ مکہ سے بالکل تاک بھاگ ہو گئے ہیں اور اُن کے ساتھ اتنا لشکر ہے کہ ہم کبھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اب سنو جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا محفوظ ہو جائے گا اور جو حرم مکہ میں پناہ لے گا محفوظ ہو گا اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا محفوظ ہو جائے گا۔ یہ سنتے ہی سب لوگ اپنے اپنے گھروں اور کعبہ کی طرف بھاگ کے چلے گئے۔ ہشامی نے اپنی تاریخ صفحہ ۳۰۰ میں یہ روایت لکھی ہے کہ جس وقت ابوسفیان نے قریشیوں سے مذکورہ بالا فقرات کہے تو اُس کی بیوی ہندہ نے دوڑ کے اس کے سر کے بال پکڑ لئے اور جھنجھلا مار کے کہا تو غارت ہو جائے ایسا پھتیارا جوان اور ڈیل ہاتھ پیر کا ہو کے ایسی بزدلی کی باتیں کرتا ہے۔ اس کا جواب ابوسفیان نے یہ دیا کہ اب کوئی تدبیر بجز اس کے بالکل بے فائدہ ہے اور کسی قسم کے بچاؤ کا خیال کرنا اپنے کو دھوکا دینا ہے کیونکہ فوج بڑی کثرت سے بڑی چلی آتی ہے اور اسے کوئی نہیں روک سکتا اس روایت پر کوئی زیادہ رسوخ نہیں

ایک اپنے عیال کے لئے رکھا ہے اور دوسرا آپ کیسامنے حاضر کیا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکے پیش کئے ہوئے خرمے کو سب مال کے اوپر رکھیں سپر منافقوں نے بنظر حقارت اسکے صدقہ کو دیکھا اور اسکی کمی پر عیب لگایا۔ اسپر یہ آیت نازل ہوئی "الذین یلمزون المطوعین من المومنین فی الصدقات والذین لا یجدون الا جہدہم فیسخرون منہم سخر اللہ منہم ولہم عذاب الیم" آخر کار یہانتک نوبت پہنچی کہ عورتوں نے اپنا زیور اُتار اُتار کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں بھیجا اور بعض لوگ ایسے بھی رہگئے جنکے پاس نہ مال تھا نہ اثاث البیت۔ اور لشکر کیساتھ جانے کے لئے سواری تک نہ تھی چنانچہ اُن میں سے سالم بن عمیر و عبتہ بن زید و ابولیلی و عمر بن عمہ سلمی اور عبداللہ بن مغفل وغیرہ تھے کہ جو آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ لیس بنا قوۃ ان نخرج معک کہ نہ ہمارے پاس کچھ سرمایہ ہے نہ کچھ سامان کہ آپکے ساتھ ہم چل سکیں ہر طرح کی قوت و ثروت سے ہمارا ہاتھ خالی ہے ہمیں کچھ سواری عنایت فرمایئے تاکہ ہم ہمراہ ہوں۔ آپنے فرمایا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔ یعنی یہ تنگی اور کمی سامان کے کوئی زائد سواری نہ تھی جو آپ اُن کو دیتے چنانچہ یہ لوگ یہ جواب سنکر روتے ہوئے باہر نکلے اور بکائین کی جماعت سے ملقب ہوئے اور یہ آیت اُن کی

ہو سکتا کہ عربوں کے کل معاملات اب تک چھنے ہوئے اُن میں عورتوں کی کبھی ہوتی اندازی نہیں دیکھی گئی۔ اسلامی فوج برابر مکہ پر آندھی اور مینہ کی طرح بڑھی چلی آتی تھی اب ذی طوی کے میدان میں جو شہر سے بالکل قریب تھا اسلامی لشکر نے پڑاؤ کیا تو کسی قسم کا مقابلہ دشمن نے نہیں کیا حضور انور نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے خونریزی سے بچا دیا۔ یہاں سے چار حصہ فوج کے کر دیئے گئے تھے اور اُنہیں مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہونے کا حکم ہوا تھا ہر حصہ فوج کے افسر کو بہت سختی کے ساتھ حضور نے حکم دے دیا تھا کہ شہر والوں کسی پر تلوار نہ اُٹھائی جائے اور نہ کسی پر حملہ کیا جائے نہ سپہ جانب چپ والی پلٹن پر کمان کر رہا تھا وہ شمال کی جانب سے شہر پر بڑھا خالد کے ماتحت بدو قبائل تھے اور اُس نے جانب راست سے شہر پر بائیں اُٹھائیں تھیں اور جب اُس کا گزر عربی سندہ کی طرف ہوا تو وہ شہر کے جنوبی اور نشیبی حصہ کی طرف روانہ ہوا مدینہ والوں کی

شان میں نازل ہوئی یہ والی الذین اذا ما اتوک لتحملہم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا و اعینہم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون انما السبیل علی الذین یستاذنونک وہم اغنیاء رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع اللہ علی قلوبہم فہم لا یعلمون۔ آخر ابن یامین نے ابو لیلی اور ابن نفیل کو ایک اونٹ دیا تاکہ باری باری وہ اُس پر بیٹھیں اور ان کی زاد راہ کے لئے ایک صاع یعنی ڈھائی سیر خرمے بھی دیئے۔ غرضکہ اسطرح پر سامان جمع کیا گیا اور لوگوں نے مدد کی اس پر بھی تمخمینہ تیس ہزار آدمی کے صرف بارہ آدمیوں کے پاس سواری تھی باقی سب پیادہ۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ آخری غزوہ آنحضرت صلعم کا ایسی تکلیف کا تھا اور اتفاق زمانہ میں آپ پر اور آپ کے لشکر پر ایسی تنگی اور تکلیف تھی کہ لوگ سیر سیر بھر خرمے تجہیز لشکر کے لئے پیش کرتے اور وہ قبول کیا جاتا اور باوجود ہر طرح کی مدد و اعانت کے کافی سامان مہیا نہ ہو سکتا تھا اور لوگ بوجہ سواری نہ ملنے کے لشکر کے ساتھ نہ جا سکتے اور بے استطاعتی سے مایوس ہو کر روتے رہ جاتے اور آنحضرت صلعم بھی کسی قسم کی مدد سواری وغیرہ سے نہ کر سکتے۔

پھر پیغمبر خدا صلعم کی خود یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر آئے اور آنحضرت صلعم کی اُس

فوج سعد ابن عبیدہ کے زیر کمان تھی اور یہ فوج مغربی حصہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ابو عبیدہ مہاجرین کی کمان کر رہا تھا جس کے ساتھ خود حضور انور بھی موجود تھے اور جس نے قریب کا راستہ جبل ہند کا اختیار کر لیا تھا اس طرح سے فوج کا تقسیم ہو کے مختلف سمتوں سے بڑھنا ایک اعلیٰ درجہ کی دانشمندی کا ثبوت ہے۔ اگر ایسی حالت میں مقابلہ ہوتا تو دوسرا فوج عقب سے دشمن کا دھڑ توڑ سکتا تھا سعد نے جو اہل مدینہ پر کمان کر رہا تھا اور جو انتہا درجہ جوشیلا اور خوفناک شخص تھا یہ جزیڑھنی شروع کی کہ آج قتل کا دن ہے اور کہ کسی حالت میں محفوظ نہیں رہ سکتا جس وقت حضور انور کے گوش مبارک میں سعد کی اس خونخواری کے حملہ پہنچے تو آپ نے نہایت غصہ سے اس کا جھنڈا چھین لیا۔ اور اس کے بیٹے قیس کو دے دیا جو نہایت ہی نرم مزاج اور اپنے باپ کی بالکل ضد تھا۔ اسی اثنا میں ایک بوڑھا نابینا شخص جس کا ہاتھ اس کی لڑکی پکڑے ہوئے

کوٹھڑی کو دیکھا جس میں آپ کا سامان رہتا تھا تو سوائے ڈھائی سیر جو کے اور چند دباغت کی ہوئی کھالوں کے کچھ نہ دیکھا۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اے ابن خطاب تم کیا دیکھتے ہو تو انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ خدا کے رسول ہیں اور یہ کل خزانہ آپ کا ہے حالانکہ قیصر و کسریٰ اور مرد مان روم و فارس کے کیسی زندگی بسر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ما لی و ما لہٰذہ الحیوۃ الدنیا الا لہو و لعب و ان الدار الآخرۃ لہی الحیوان لو کانوا یعلمون۔

یہ نہ خیال کیا جائے کہ آپ پر مصارف کی تنگی ابتدائے زمانہ میں تھی اور اخیر میں غنائم اور فئے وغیرہ کی آمدنی سے کچھ تکلیف کم ہو گئی ہو گی بلکہ اخیر وقت تک عسرت کا وہی حال رہا۔ اور اگر کبھی قدرے مداخل غنائم اور فئے سے ہونے لگے لیکن مخارج اس قدر بڑھ گئے تھے کہ کسی طرح پورے نہ ہوتے تھے۔ اور شب و روز آنحضرت صلعم کو تکلیف اٹھانی پڑتی تھی چنانچہ اس کے ثبوت میں ہم ایک روایت کافی کی پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہو گا کہ بعد حجۃ الوداع کے جو آخری سال آپ کی زندگی کا ہے آپ کی مالی حالت کیسی تھی۔ کتاب مذکور کے جزو سوم کتاب الحج کے باب شصت و چہارم میں جس کا عنوان ہے ذکر ان النبی

تھی ابو قبیس کی بلندیوں پر چڑھتا ہوا معلوم ہوا یہ بوڑھا شخص ابو قحافہ تھا جو حضرت صدیق اکبر کا باپ تھا اس نے اس لڑکی سے جو اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھی دریافت کیا کہ یہ غل و شور جو ہو رہا ہے اس کی اصل کیا ہے تو کیا سامنے سے دیکھ رہی ہے اُس نے جواب دیا کہ ایک تاریک غبار سامنے سے معلوم ہو رہا ہے جو بڑھا چلا آ رہا ہے اور جس میں آدمیوں کا غول ہے یہ سُنکے بوڑھے شخص نے کہا یہ لشکر ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آگے پیچھے اور داہنی بائیں سے یہ فوج بڑھی چلی آتی ہے یکایک وہ غبار آنکھوں کے آگے سے ہٹ گیا اور اب صاف طور پر فوج نظر آنے لگی۔ اور لڑکی نے غل مچا کے کہا کہ یہ لشکر آگیا ابو قحافہ نے کہا بیٹی مجھے جلدی سے لے چل اور مجھے گھر پہنچا دے ابھی اتنا وقت تھا کہ بوڑھا بہ آسانی اپنے گھر پہنچ جاتا مگر راستے میں چاندی کا ایک توڑا جو اُس لڑکی کے گلے میں پڑا ہوا تھا ایک حملہ آور نے زبردستی توڑ لیا۔

فوج کے متعدد کالم نہایت صلح اور امن کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے کہ خالد کا کالم فوج کے حملہ تک پہنچ سکا

ورسولہ علی الائمۃ واحدا واحدا ہے ایک طویل حدیث امام جعفر صادق سے درج ہے۔ جس میں یہ لکھا ہے کہ جب رسول خدا حجۃ الوداع سے لوٹے اور مدینے میں داخل ہوئے تو انصار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ خداوند تعالےٰ نے ہم کو یہ عزت بخشی کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائے اور اپنے آنے سے ہم کو مشرف کیا اور آپ کی بدولت خدا نے ہمارے دوستوں کو خوش اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل کیا آپ کے پاس باہر سے ایلچی آتے ہیں اور آپ کے پاس اتنا بھی نہیں ہوتا کہ آپ اُن کو عطا فرمائیں اسپر آپ کے دشمن ہنستے ہیں اور شماتت کرتے ہیں اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ایک تہائی مال ہمارا قبول فرمائیے تاکہ آپ اُسے ایلچیوں کی مدارات اور دعوت اور تحفہ اور ہدایا میں خرچ کریں آپنے یہ سنکر انتظار فرمایا اور جبرئیل امین آیت لائے "قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربےٰ الآیۃ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب زمانہ وفات تک آپ کو استطاعت معمولی متعارف کے ادا کرنیکی بھی نہ تھی کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایسی تنگی کے زمانہ میں اُمت

عکرمہ ابوجہل کا بیٹا چند جنگجو ساتھ لئے ہوئے گھات میں پڑا ہوا تھا جب اسکی زد پر خالد کی فوج آگئی تو فوراً اس نے تیر برسا دیئے مگر خالد اپنے حملہ آوروں کے ساتھ مقابلہ کے لئے بالکل تیار تھا اس آناً فاناً میں اس کا تیا پانچا کر دیا اور مخالف بھاگ کھڑے ہوئے خالد کو اس جوش میں حضور انور کے حکم کا خیال نہ رہا اس نے اپنی بدوی فوج سے اہل مکہ پر حملہ کر دیا اور آناً فاناً میں اٹھائیس آدمی قتل کر ڈالے مگر قریشیوں کے سردار سب بھاگ گئے خالد کے صرف دو آدمی مارے گئے لڑائی برابر جاری تھی کہ اتنے میں جب مہاجرین کا ڈویژن گزرا تو حضور انور نے بلندی پر سے نیزوں کی چمک اور تلواروں کی جھلاہٹ دیکھی اور خالد کو تعاقب کناں پایا حضور انور نے نہایت تعجب اور غصہ سے آواز دیکے پوچھا کیا میں نے سختی کے ساتھ حکم نہ دیا تھا کہ ہرگز جنگ نہ کی جائے پھر ایسا کیوں کیا گیا مگر جب حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی وجہ بتائی گئی تو آپ نے خالد کے حق میں دعا فرمائی

ایسی تکلیف کے وقت میں پیغمبر خدا صلعم فئے کے مال میں سے ایک بڑی جاگیر جس کی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو وہ اپنی بیٹی کو بخشدیں اور اُن تکالیف کا کچھ لحاظ نہ کریں۔ اگر حضرات شیعہ یہ کہیں کہ پیغمبر خدا صلعم نے آیندہ کے خیال سے یہ جاگیر حضرت فاطمہ کو بخشدی تھی مگر آمدنی اسکی آپ ہی صرف فرماتے اور خود حضرت سیدہ قوت لایموت کے بقدر لیکر سب فی سبیل اللہ خرچ کر دیا کرتیں مگر یہ جواب قابل اطمینان نہ ہوگا اس لئے کہ پیغمبر خدا صلعم کو اگر منظور تھا کہ حضرت فاطمہ اس سے متمتع ہوں یا فراغ حاصل کریں تو ضرورت ہی کیا تھی کہ نام کے لئے جاگیر اُن کے نام کر دیتے۔ اور آیندہ کے خیال سے اپنے اس عمل سے ایک ایسا نمونہ قائم کرتے جو بظاہر نبوت کی شان کے خلاف تھا۔ اور نیز آیندہ کے خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر دینے کا آپ کو خیال کیوں ہوتا جبکہ خود خداوند تعالےٰ نے آپ سے فرمایا ہو جیسا کہ خود شیعوں کی روایت سے ظاہر ہے کہ "یا احمد ان احببت ان تکون اورع الناس فازہد فی الدنیا وارغب فی الآخرۃ وخذ من الدنیا قوام الطعام والشراب واللباس والا تمد عرلک واجعل نومک صلوٰۃ وطعامک الجوع وقال اللہ یا احمد ان المبتہ للفقراء

درے سے حضور انور ایک وادی میں اُترے یہ وہ مقام تھا جہاں ابو طالب اور خدیجۃ الکبریٰ کی قبریں بنی ہوئی تھیں پھر آپ زبیر کے ڈویژن کے ساتھ ہو گئے اور اب آپکو یہ اطمینان ہو گیا کہ مکہ بالکل فتح ہو چکا ہے لہذا آپ نے حکم دیا کہ آپکے چمڑہ کا خیمہ شہر کے شمال کیطرف کھلے میدان میں نصب کیا جائے ہمراہیوں نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ اپنے مکان میں فروکش نہیں ہونگے آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ قریش نے میرے لئے فروکش ہونے کا کوئی گھر نہیں رکھا ہے بڑا جھنڈا آپکے خیمہ کے دروازہ کے آگے نصب کیا گیا یہ وہی پاک اور مقدس نفس ہے جس کا مسخرا پن کیا گیا جسکو برا بھلا کہا گیا جس ظلم توڑے گئے اور جو وطن سے بے وطن کیا گیا آج وہ مکہ کا خود مختار صاحب قوت اور جبروت بادشاہ بن کے مکہ میں داخل ہوا ہے اور نہایت تزک اور احتشام سے اسکا چمڑے کا خیمہ شہر میں نصب ہے اور سارا شہر اسکے قدموں پر نثار ہے۔

کچھ دیر حضور انور نے خیمہ میں آرام لیا اور پھر حضور انور اونٹنی پر سوار ہو کے کعبہ میں گئے

والتقرب الیہم قال یارب ومن الفقراء قال رضوا بالقلیل وصبروا علی الجوع و شکروا علی الرخاء ولم یلتفتوا جوعہم ولا ظمأہم" اور نیز من لایحضرہ الفقیہ میں منجملہ ان وصایا کے جو آپ نے حضرت علی کو کی تھیں ایک یہ وصیت بھی لکھی ہے" یا علی ثلاث من حقایق الایمان الانفاق من الاقتار والنصاف الناس من نفسک وبذل العلم للمتعلم" اور نیز یہ حدیث بھی ہے کہ آپ نے فرمایا" تکون امتی فی الدنیا علی ثلاثۃ اطباق اما الطبق الاول فلایحبون جمع المال وادخارہ فالایسعون فی اقتناء ہ واحتکارہ وانما رضوا من الدنیا بسد جوعۃ وستر عورۃ وغناہم فیہا ما بلغ بہم الآخرۃ فاولئک الآمنون الذین لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون" یعنی میری امت دنیا میں تین قسم کی ہوگی اول وہ کہ جمع مال اور ثروت کو پسند نکریں گے اور دنیا کی اشیاء سے صرف بقدر سد جوع اور ستر عورت کی کفایت کریں گے اور دولت عقبیٰ کو شرط غنا جانیں گے۔ یہی لوگ ایمان والے ہیں جن پر کچھ خوف اور غم نہ ہوگا

اپنی چھڑی سے سنگ اسود کی طرف اشارہ کیا اور سات بار کعبہ کا طواف کیا اور پھر اُسی چھڑی سے نام بنام ہر ایک بُت کی طرف حکم دیا کہ انھیں اکھیڑ کے پھینک دیا جائے جبل سب سے بڑا بُت تھا اور جو مکّہ کی دیوی مشہور تھا جس وقت وہ گرایا گیا ہے تو حضور انور نے بڑے جوش سے یہ فرمایا کہ "صداقت آگئی اور کذب نیست و نابود ہو گیا" پھر آپ مقام ابراہیم میں تشریف لیگئے۔ جو کعبہ سے بیس یا تیس قدم کے فاصلہ پر ہے وہاں آپ بیٹھ گئے اور بلال سے کہا کہ عثمان بن طلحہ کو بلا کہ کعبہ کی کنجی لیکر آئے۔ عثمان آیا اور کنجی آپ کے آگے پیش کر دی آپ نے کعبہ کا دروازہ اپنے ہاتھ سے کھولا اور اس میں داخل ہوئے اور نماز پڑھی۔ پھر آپ دروازہ پر آئے اور سب سے اوپر والی سیڑھی پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا عثمان آ اور یہ کنجی لے یہ کنجی تیرے پاس اور تیری اولاد کے پاس نسلاً بعد نسلٍ رہیگی کوئی شخص تجھ سے یہ کنجی نہیں لے سکیگا۔ پھر عباس یعنے اپنے چچا کی طرف خطاب کر کے یہ فرمایا

اور اگر بالفرض ہم ان باتوں میں سے کسی بات کو خیال میں نہ لائیں اور یہ سمجھکر کہ رسول خدا صلعم نے آیندہ کا خیال فرما کر اور خلیفوں کے ظلم و ستم سے جس کا علم اُن کو شیعوں کے قول کے موافق تھا اندیشہ کر کے حضرت فاطمہ کو فدک دیدیا ہو اور اس سے گویہ مقصود نہ ہو کہ وہ خود اپنی ذات میں اسے صرف کریں بلکہ آپ کو اطمینان تھا کہ وہ سب خدا کی راہ میں خرچ کر دیا کریں گی مگر عترت اور حرمت قائم رکھنے کے لئے فدک کا دینا مصلحتاً مناسب جانا ہو۔ مگر سیرت نبوی اس خیال کو ہمارے دل میں آنے نہیں دیتی اس لئے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کا برتاؤ اپنے عزیزوں کے ساتھ کیا تھا اور ان کے لئے کچھ آیندہ کی فکر نہیں فرماتے تھے اور کسی خیال سے بھی زہد اور توکل اور ایثار علی النفس کے سوائے کچھ ان کے واسطے جمع نہ کرتے تھے تو ہمارے خیال میں کسی طرح نہیں آتا کہ آپ نے کسی خیال سے بھی ایسی بڑی جاگیر اپنی بیٹی کو عطا کر دی ہو۔ جب ہم آپ کی سیرۃ پر غور کرتے ہیں تو آپ کی ساری زندگی میں ہم یہی دیکھتے ہیں کہ آپ نے توکل اور ایثار علی النفس کا خود اپنی ذات سے ایک عمدہ نمونہ قائم کیا اور اپنے رشتہ داروں

حاجیوں کو پانی پلانے کا عہدہ میں نے تمہیں تفویض کیا ہے۔
بتوں کو برباد کر کے ابراہیم اور فرشتوں کی تصویروں کو جو کعبہ میں دیواروں پر نقش ہو رہی تھیں مٹا کے حضور انور نے ایک منادِ مکہ کی شاہراہوں میں بھیجا اور اسکی زبانی یہ ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ جو شخص خدا اور آخرون پر ایمان رکھتا ہو اُسے چاہئے کہ اگر اُس کے گھر میں کوئی بُت ہو تو اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ اسی طرح آپ نے بنی خزاعہ کی ایک جماعت کو سرحدی ستونوں کے دوبارہ تعمیر کرنے کے لئے روانہ کیا آپ نے اس بات کا عملی ثبوت دیدیا کہ بُت پرستی کی بنیادیں اس سرزمین سے ہمیشہ کے لئے اُکھیڑ کے پھینکدی گئیں اور ساتھ ہی آپ نے یہ بات بھی پیدا کر دی کہ کعبہ کا تقدس ہمیشہ کے لئے قائم و برقرار رہے گا حضور انور جس شفقت اور مہربانی سے اہل مکہ سے پیش آئے اس نے اہل مدینہ کو اس بات کا خوف دلا دیا کہ جب محمدؐ نے اپنا وطن فتح کر لیا تو اب دیکھئے وہ مدینہ واپس جاتے ہیں یا نہیں۔ جب حضور انور نے ان کی یہ سرگوشیاں سُنیں تو آپ نے اُنھیں بلا کر فرمایا

اور عزیزوں کو بھی اس کا عمدہ سبق سکھایا۔ اگر خمس ملا تو اس میں سے صرف بقدر قوت لایموت کے اپنے اور اپنے عزیزوں کے لئے لیکر باقی سب خدا کی راہ میں صرف کر دیا۔ اور ملکی مصالح اور جہاد کی ضرورتوں میں صرف فرمایا۔ اگر فئے میں سے کوئی جائداد ہاتھ آئی تو اس کی آمدنی بھی خدا کی ہی راہ میں خرچ کی۔ نہ یہ کہ شیعوں کے عقیدے کے مطابق ہم آپ کی سیرۃ میں یہ پاتے ہوں کہ اگر خمس ملا تو وہ بھی اپنے رشتہ داروں کے لئے مخصوص کر دیا۔ اگر فئے میں سے بڑی آمدنی کی جائداد ہاتھ آئی تو وہ بھی اپنی ہی پیاروں کو دیدی اور ایسے وقت میں جبکہ مصیبت اور تنگی چاروں طرف سے مسلمانوں کو گھیرے ہوئے تھی اور ہر جانب سے الجوع الجوع کی صدا آ رہی تھی۔ ایک طرف تو مسلمان بے سواری کے پیادہ پا جہاد کو چلے جاتے تھے۔ دوسری جانب سے اصحاب صفہ اور فقرار اور مساکین پر دو دو روز تک کے فاقے ہوتے تھے۔ نہ اُن کے بدن پر کپڑا تھا کہ ستر عورت کرتے۔ اور نہ ان کے پاس ہتیار تھے کہ جہاد میں شریک ہوتے۔ ایسی حالت

میں نے ایسا سنا ہے کہ تم لوگ یہ خیال کرتے ہو مگر ایسا ہرگز نہیں ہونے کا میں تمہارے ساتھ ہوں تمہارے ساتھ رہوں گا اور تمہارے ہی ساتھ مروں گا یہ کہکے حضور انور اپنے خیمہ میں واپس تشریف لے گئے اسی اثنار میں ابوبکر خیمہ کے دروازے کے پاس پہنچے اور اندر آنیکی اجازت چاہی آپکے ساتھ آپکے بوڑھے والد ابو قحافہ تھے جنکی کمر جھک گئی تھی اور جنکی داڑھی موچھیں پلکیں اور سر کے بال مثل برف کے سفید ہو گئے تھے حضور انور نے بہت ہی مہربانی نہایت اخلاق اور محبت سے آپ پر عنایت فرمائی اور بڑے جوش سے ابوبکر سے یہ خطاب کیا "تم نے اپنے بوڑھے باپ کو یہاں آنیکی کیوں تکلیف دی میں خود اُن سے انکے گھر پر آپ ملنے جاتا اسپر ابوبکر نے جواب دیا یا رسول اللہ والد ہی کو حضور کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے تھا نہ کہ حضور اُن کے مکان پر جاتے حضور انور نے نہایت شفقت کے ساتھ بوڑھے ابو قحافہ کو اپنے پاس بٹھالیا اور محبت سے اپنا مبارک ہاتھ اُس بوڑھے شخص کے سینے پر رکھکر ارشاد کیا میں تجھے

میں پیغمبر خدا صلعم اور پیغمبر بھی ایسے پیغمبر جو دنیا کو ترک دنیا کی تعلیم دیرہے ہوں اور ایثار علی النفس کا سبق خلق خدا کو سکھا رہے ہوں اس فکر میں ہوں کہ اُن کے رشتہ داروں کو آیندہ تکلیف نہو اور اُن کے بچے اُن کے بعد تکلیف نہ اُٹھائیں اور اس خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر اُن کے لئے علیحدہ کر دیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ باتیں آپ کی سیرۃ مبارک سے کیونکر مطابق ہونگی اور نبوت کی شان اس سے ظاہر کیونکر ہوگی۔ اور دنیا پر آپ کی نبوت کا عمدہ اثر کیونکر پڑے گا۔ اب رہا یہ امر کہ سیرت نبوی وہی تھی جس کا ہم نے نقشہ کھینچا یہ ایک ایسی بات ہے کہ شیعوں اور سنیوں کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں۔ اور کوئی بات اس کے خلاف معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ اور باتوں کو جانے دو وہ معاملہ جو خود حضرت فاطمہؑ سے پیش آیا اُسی سے اسکی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق میں ہم چند روایتیں لکھتے ہیں۔

(۱) کتاب قرب الاسناد میں امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جناب

پاک دین اور برحق اسلام کی طرف بلاتا ہوں چنانچہ یہ بوڑھا برگزیدہ بندہ بڑے شوق اور آمادگی سے مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

حضور نے عام طور پر اہل مکہ کو اس دیدہ دلیری کے باوجود دس یا بارہ آدمیوں کو معافی نہیں دی گئی اور ان میں سے چار قتل کئے گئے ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس نے حضور انور کی صاحبزادی زینب کا اسوقت بے رحمی کے ساتھ تعاقب کیا تھا جب انہوں نے مظالم سے مجبور ہو کے مکہ سے ہجرت کی تھی حضرت علی نے اس شخص کو قتل کر ڈالا اور یہ وہ بدمعاش شخص تھا جس نے فاطمہ اور ام کلثوم پر جب وہ عباس کی نگرانی میں مدینہ جا رہی تھیں حملہ کیا تھا مگر یہ کچھ عجیب روایت ہے اس لئے کہ ایک صحیح روایت میں یہ آیا ہے جیسا کہ ہم کہیں بیان کر آئے ہیں کہ خواتین زینب کی نگرانی میں مدینہ بھیجی گئی تھیں۔ بہرحال نگرانی کسی کی تسلیم کی جائے مگر ہاں یہ ضرور ہے کہ ظالم ناخدا ترس اور نامرد حویرث نے ان بیگناہ خواتین پر ہاتھ ضرور اٹھایا تھا دوسرا حملہ آور یکایک مکہ سے غائب ہو گیا مگر

امیر المومنینؑ اور حضرت فاطمہؑ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ گھر کی خدمت باہم انکی تقسیم کر دی جائے۔ آپ نے گھر کے اندر کا کام حضرت فاطمہؑ کے اور باہر کا جناب امیر کے متعلق کیا فقط اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھر اور باہر کا کام خود دونوں حضرات کرتے تھے کوئی خادم یا خادمہ بہت دنوں تک مدد دینے کے لئے بھی نہ تھے۔

(۲) کتاب علل الشرائع میں حضرت امام حسنؑ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی والدہ فاطمہؑ کو دیکھا کہ جمعے کی شب کو محراب میں کھڑی نماز پڑھ رہی ہیں اور صبح تک رکوع اور سجود فرماتی رہیں۔ بعد ختم نماز کے آپ نے مؤمنین و مؤمنات کے لئے دعا کی تو میں نے کہا کہ اے مادر مہربان آپ اپنے لئے کچھ دعا کیوں نہیں مانگتیں۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یا بنی الجار ثم الدار اول ہمسایہ کا کام کرنا چاہئے پھر اپنا فقط۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود حضرت سیدہؑ کو ایثار علی النفس کا درجہ یہاں تک حاصل تھا کہ اپنے کام پر ہمسائے کے کام کو مقدم سمجھتی تھیں اور انکو اپنے اوپر ترجیح دیتی تھیں۔

(۳) علل الشرائع میں حضرت امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ آپ نے قبیلہ بنی سعد کے

بعد ازاں مدینہ میں آکے اس نے حضور سے معافی مانگ لی اور وہ معاف کر دیا گیا صفوان اور عکرمہ انھوں نے خالد کے پرے پر حملہ کیا تھا۔ ساحل بحر پر بھاگ کے چلے گئے تھے وہ کشتی میں سوار ہونے ہی کو تھے کہ حضور کا معافی نامہ انھیں پہنچا اور وہ فوراً مکہ واپس چلے آئے ابوسفیان کی بیوی ہندہ کا بھی گناہ بخشدیا گیا اور وہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئی اور اس لڑکی کی بھی خطا بخشی گئی جو حاطب کا خط لیکے مکہ جا رہی تھی۔ اب یہ بات دیکھنے کی ہے کہ حضور انور نے جہاں سخت تکلیفیں پائے مدینہ کا رخ کیا ہو جہاں ہر قسم کے مظالم آپ پر توڑے گئے ہوں جہاں ناخدا ترسی اور خوفناک بربادی کی حد ہو چکی ہو اس شہر اور اہل شہر کے ساتھ جو بے نظیر فیاضی اور بے مثال رحم اور شفقت حضور انور نے کام فرمائی ہو اس کی مثال عالم میں مشکل سے ملیگی اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ چند ہی ہفتہ میں دو ہزار کی جنگ جو آپکے جھنڈے کے نیچے مخالف سے لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے۔

فتح مکہ کی شب کو بنی خزاعہ نے موقعہ پاکے اپنے ایک مخالف قبیلہ پر حملہ کیا اور اسکے ایک دن کے بعد حضور انور نے کعبہ کے سامنے مسلمانوں کے مجمع میں جو ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے جمع ہوئے تھے

ایک آدمی سے کہا کہ میں تمھیں اپنے اور فاطمہؓ کے حال سے خبر دیتا ہوں کہ انکو پیغمبر خدا صلعم سب سے زیادہ چاہتے تھے اور اسپر وہ سارا گھر کا کام خود کرتی تھیں۔ یہاں تک آپ نے پانی کے گھڑے اٹھائے کہ آپ کے سینہ مبارک پر اس کا نشان پڑ گیا۔ اور یہاں تک چکی پیسی کہ آپ کے دستہائے مبارک کی کھال سخت پڑ گئی۔ اور یہاں تک گھر میں جھاڑو دی کہ آپ کے سب کپڑے غبار میں آلودہ ہو جاتے اور کھانا پکانے کے لئے اسقدر آگ سلگانے کی محنت فرماتیں کہ اسکے دھوئیں سے آپ کے کپڑے سیاہ ہو جاتے۔ اسی طرح ہر قسم کی تکلیف آپ اٹھاتیں تب میں نے آپ سے کہا کہ اگر تم اپنے باپ کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو تو کسی قدر تمھاری یہ تکلیف کم ہو جائے۔ اسپر وہ پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوئیں مگر آپ کو لوگوں سے بات چیت کرتے دیکھکر مارے شرم کے واپس چلی آئیں۔ حضرت رسول صلعم سمجھ گئے کہ فاطمہؓ کسی غرض سے آئی تھیں اور بے کہے لوٹ گئیں۔ دوسرے دن آپ تشریف لائے اور پوچھا کہ اے فاطمہؓ کل تم کس غرض سے آئی تھیں یہ سنکر میں نے عرض کیا

یہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان اور زمین جس دن پیدا کیا اسی دن مکہ کو حرم بنایا اس لئے مکہ قیامت تک اللہ تعالےٰ کے حرم بنانے سے حرم ہے کسی کے واسطے جو مجھ سے پہلے گزرے حلال نہ ہوا اور نہ میرے بعد کسی اور کے لئے حلال ہوگا اور میرے واسطے بھی کبھی حلال نہیں ہوا مگر ایک گھڑی کے لئے اور پھر اپنی اصلی حالت پر آگیا یہاں لوٹ وغیرہ سب کی ممانعت ہے جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں کو خبر پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں اے بنی خزاعہ تم خونریزی سے اپنے ہاتھوں کو کھینچ لو اور جس شخص کو تم نے قتل کیا ہے میں اپنی ذات سے اس کا خون بہا اس وقت ادا کر دیتا ہوں مگر آئندہ کوئی خون تمہارے ہاتھ سے ہوا تو اس کا بدلہ خون لیا جائے گا۔ پندرہ روز تک حضور انور مکہ

کہ یا رسول اللہ وہ ایک خادم کے مانگنے کے لئے آئی تھیں تاکہ اس محنت اور تکلیف سے جو انکو پانی بھرنے اور چکی پیسنے اور جھاڑو دینے میں ہوتی ہے کچھ نجات ملے۔ یہ سنکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کیا میں تم دونوں کو وہ چیز نہ بتا دوں جو خادم سے تم دونوں کے حق میں بہتر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ ۳۳ دفعہ سبحان اللہ اور ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو اسپر تین دفعہ حضرت فاطمہؑ نے کہا رضیت عن اللہ ورسولہ کہ میں خدا اور اسکے رسول سے راضی ہوئی فقط اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم باوجود اس محبت کے جو انھیں حضرت فاطمہ کے ساتھ تھی اور باوجود دیکھنے اس تکلیف اور محنت کے جو انھیں گھر کے کام کاج کرنے میں ہوتی تھی نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان غریبوں اور مسکینوں کو چھوڑ کر اپنے اہل وعیال کیلئے آسایش کا سامان مہیا کر دیں اور ایسے وقت میں جبکہ اور بہت سے ضروری کام درپیش تھے اور مسلمان مفلس محتاج تو آپ اپنی بیٹی کو ایک خادم دیتے۔ شان نبوت یہی تھی اور رسالت کی تصدیق اور اہل بیت کی عظمت اور آل رسول کے مکارم اخلاق کا ثبوت انھیں باتوں سے ہوتا ہے۔

(۴) کتاب عیون الاخبار میں حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ اسما بنت عمیس کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلعم حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے اور اُنکی گردن میں ایک گلوبند سونے کا دیکھا جسے علی بن ابی طالبؑ نے فئے میں سے انکے لئے خریدا تھا۔ تو رسول اللہ صلعم نے حضرت سیدہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ کیا لوگ نہ کہیں گے کہ فاطمہ محمدؐ کی بیٹی جبارہ یعنی مغرور امیروں کا سا زیور پہنتی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت فاطمہؑ نے اسی وقت اُسے توڑ ڈالا اور

کے انتظامی امور طے فرماتے رہے سولہویں روز مسلح سپاہیوں کے دستے بتوں کو برباد کرنے کے لئے مختلف مقامات پر روانہ کئے نخلہ میں خالد نے بڑے بت عزیٰ کو پارہ پارہ کر دیا یہ بت مکہ کے قبائل کا جہاد یو تسلیم کیا جاتا تھا اسی طرح عمرو نے اور مشہور بتوں کو توڑ ڈالا جب خالد نخلہ سے واپس آیا تو حضور نے اسے بنی خزیمہ کی طرف روانہ کیا جو مکہ کی جانب جنوب ایک دن کی راہ پر رہتے تھے خالد نے وہاں پہنچ کر انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے اسلمنا کا کہنا اچھا نہ جانا بلکہ صبانا صبانا کہنے عمل جانے لگے جس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم ایک دین سے پھر کر دوسرے دین میں آگئے خالد کو غلط فہمی ہوئی اس نے ان میں سے دو تین آدمیوں کو مار ڈالا مگر جو بچ رہے اور بعض ان بارہ نے جوان کا مطلب سمجھ گئے تھے خالد کو روکا وہ حضور انور نے نہایت ہی رنج اور دلی افسوس سے اس غیر کو سنا آپ کی مبارک آنکھیں نم آلود ہو گئیں اور آپ نے اپنے دونوں مقدس ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کے خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں یہ عرض کیا کہ میں ان بے گناہوں کے مارے جانے سے بالکل

بیچ ڈالا۔ اور اس سے ایک غلام خرید کر کے اسے آزاد کر دیا۔ اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش ہوئے۔

(۵) کافی میں زرارہ امام باقر سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم کی عادت تھی کہ جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنے ہر ایک گھر والے سے رخصت ہوتے۔ مگر سب سے آخر حضرت فاطمہؑ کو الوداع کہتے اور انھیں کے گھر سے سفر کو تشریف لیجاتے اور جب سفر سے واپس آتے تو پہلے حضرت فاطمہ کے دیکھنے کو تشریف لاتے۔ ایک وقت ایسا ہوا کہ پیغمبر خدا صلعم کسی سفر پر گئے اور جناب امیر نے غیبت سے کچھ حصہ پایا اور اسے فاطمہؑ کو دیا اور پھر خود پیغمبر صلعم سے جا ملے۔ جناب امیر کی غیبت میں حضرت فاطمہ نے دو کنگن چاندی کے بنائے اور ایک پردہ اپنے دروازے پر لٹکایا۔ جب پیغمبر خدا صلعم پھر مدینے میں واپس تشریف لائے اور سب سے موافق اپنی عادت کے سیدھے فاطمہؑ کے گھر میں آئے فاطمہ خوشی خوشی آپ کی طرف دوڑیں۔ رسول خدا صلعم نے جوں ہی آپ کے ہاتھ میں کنگن دیکھے اور دروازے پر

بے خبر ہوں۔ تو علیم اور دانا ہے خالد نے جو کچھ کیا ہے مجھ پر اس کا کوئی گناہ نہیں اس کے بعد حضور انور نے علی کو روپیہ دے کے اس قبیلہ کی طرف روانہ کیا تاکہ جو آدمی مارے گئے ہیں اُنکا خوں بہا ادا کیا جائے اور جو مال لوٹ لیا گیا ہے وہ واپس دلا دیا جائے۔

مسلمانوں میں سے بعض حکایت نویسوں نے جنھیں نہ واقعات پر بحث کرنی آتی ہے اور نہ صحیح وغیر صحیح میں جانچ کرنے کی تمیز ہے اُنہوں نے ایسے بے سر و پا قصے لکھدیئے ہیں جن کا سر نہ پیر اور لطف یہ ہے کہ ہمارے واجب الاحترام واعظ منبروں پر بیٹھکر ایسے ہی قصوں کو بیان کرتے ہیں ہشامی اور کاتب الواقدی نے اِن قصوں میں سے بعض کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور ایک قصہ یہ ہے کہ جب خالد نخلہ سے واپس آیا تو حضور انور نے اُس سے دریافت کیا کہ تو نے وہاں کیا دیکھا خالد نے جواب دیا کچھ نہیں۔ حضور انور نے ارشاد کیا تو مکہ کے قبائل کی مہادیوی کو برباد کر کے نہیں آیا۔ اُس نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد کیا واپس جا اور اُسے برباد کر خالد گیا تو اسپر ایک برہنہ سیاہ فام عورت جسکے بال تک کیطرح سے کھڑے ہوئے تھے خالد پر جھپٹی خالد نے تلوار سے اُسکے ٹکڑے اُڑا دیئے یہ مہادیوی عزیٰ تھی یہ بات اسوقت معلوم ہوئی جب حضور انور سے اسکی رپوٹ کیگئی

پردے پر نظر کی ویسے ہی بغیر اسکے کہ بیٹھیں واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ اسے دیکھکر رونے لگیں اور سوچیں کہ ان چیزوں سے پہلے تو رسول خدا صلعم کی یہ عادت نہ تھی اس لئے فوراً پردے کو دروازے سے اُتار دیا اور دونوں کنگن ہاتھ سے نکال لئے اور حسنین کو بلا کر ایک کے ہاتھ میں کنگن اور دوسرے کے ہاتھ میں پردہ دیا اور فرمایا کہ اپنے پیغمبر خدا صلعم کی خدمت میں لیجاؤ اور بعد سلام کے میری طرف سے عرض کرو کہ آپ کے بھیجے ان چیزوں کے سوا ہم نے کچھ نہیں بنایا ہے اب یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہیں جو چاہئے کیجئے۔ جب حسنین ان چیزوں کو لے کر پہونچے اور اپنی ماں کا پیغام ادا کیا تو آپنے دونوں کے منہ چومے اور زانوئے مبارک پر بٹھلا لیا اور حکم دیا کہ دونوں کنگن چاندی کے توڑ دیئے جائیں اور پھر اہل صفہ کو جو مہاجرین کے فقرا اور مسجد نبوی کے حجرے میں بوجہ مسکینیت اور بے گھر ہونے کے پڑے رہتے تھے بلایا اور اُن پر وہ چاندی کے ٹکڑے تقسیم کر دیئے۔ پھر انھیں اصحاب صفہ میں سے ایک آدمی

تیسرا باب

جنگ حنین اور طائف کا محاصرہ

قبیلہ خزیمہ سے جب اس نرمی کا برتاؤ کیا گیا تو قبیلہ ہوازن کو جو نسبتاً قوی تر اور تعداد میں زیادہ تھا مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی جرأت ہوئی اس نے یہ نتیجہ کر لیا کہ کسی طرح اپنی آزادی جانے نہ دیں گے انھوں نے مکہ اور طائف کے بیچ میں وادیٔ اوطاس کو اپنا قیام گاہ بنایا اور وہیں سب جنگجو بہادر جمع ہونے لگے بغیر کسی تحریک یا حملہ کے انھوں نے جنگ کی خود تیاری کر لی جس وقت حضور انور کو یہ خبر پہونچی تو آپ نے مکہ کے قیام کو مختصر کر دیا مکہ میں اگرچہ بالکل

کو کہ ننگا تھا جس کے پاس کوئی کپڑا بدن چھپانے کے لئے بھی نہ تھا آگے بلایا اور اس دروازہ کے پردہ میں سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اُسے دیدیا اور اسی طرح ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا باندازۂ کم اور ستر عورت کے ایک ایک پارچہ اُس پر دیکا عنایت کیا اور پھر آپنے فرمایا کہ خدا رحمت بھیجے فاطمہ پر اور اُن کو جلبائے جنت عطا کرے بعوض اس بخشش کے جو انھوں نے کی اور بعوض اس پردے کے جس سے چند مسلمانوں کی ستر پوشی ہوئی اور جنت کا زیور پہنائے بعوض اُن کفنوں کے جو انھوں نے غربا میں تقسیم کئے۔

جس طرح پر پیغمبر خدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو خادمہ کے مانگنے کے بدلے تسبیح سکھائی اور اُسے نعم البدل دنیاوی آرام کا بتایا یہی معاملہ آپ نے اپنے دوسرے عزیز جعفر طیارؓ کے ساتھ بھی کیا۔ اور اُس کا قصہ یہ ہے کہ جس دن خیبر فتح ہوا حضرت جعفر بن ابی طالبؓ حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے آئے۔ اور یہ ایک عمدہ اتفاق تھا کہ اُن کا آنا اور خیبر کا فتح ہونا ایک ہی دن ہوا۔ جب پیغمبر خدا صلعم کو خیبر کی فتح اور اُسی کے ساتھ جعفر بن ابی طالبؓ کے آنے کا مژدہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان دونوں خوشیوں میں سے کس کو

امن وامان ہوگیا تھا مگر بہت سے مکیوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا تو بھی مکہ کا امن اور انتظام دیکھ کے یہ مطلق نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہاں کوئی دوسری گورنمنٹ بدلی ہے یا کوئی نئی بات ہوئی ہے قبول اسلام کے لئے حضور انور نے آپ سے کسی صحابی نے کیا مجبور کیا آپ نے بالکل آزاد چھوڑ دیا تھا خواہ اسلام قبول کرو خواہ بت پرست رہو جس وقت آپ کو طائف سے یہ خبر آئی ہے کہ اوطاس میں جنگجو قبیلہ ہوازن بڑے زور سے جنگ کی تیاری کر رہا ہے تو آپ نے معاذ ابن جبل کو جو انصار میں سے ایک نوجوان شخص تھا اور جو قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے پڑھتا تھا اور جو مذہبی سوالات کا مناسب جواب دیتا تھا مکہ کا گورنر بنا کے چھوڑا اور یہ بھی منشا تھا کہ وہ اہل مکہ کو قرآن مجید پڑھا کے انھیں مسلمان بنائے اور عثمان کے خاندان کا ایک نوجوان لڑکا مکہ کا متعلم قرار دیا گیا۔

مدینہ سے روانہ ہوئے وے حضور انور کو چار ہفتہ گزر چکے تھے اس عرصہ میں مکہ کی فتح

ترجیح دوں جعفر کے آنے کو خیبر کے فتح ہونے کو جب جعفرؓ آپ کے پاس پہونچے آپ نے اٹھکر اُن کو گلے لگایا اور اُن کی آنکھوں کو چوما اور فرمایا کہ اے جعفر کیا تمھیں کچھ نہ دوں اور کیا میں تمھیں کچھ عطا نہ کروں۔ جعفر نے کہا ضرور یا رسول اللہ اس پر لوگوں نے گمان کیا کہ آپ اُن کو سونا چاندی دینگے اور لوگ مشتاق ہوئے کہ دیکھیں آپ کیا عطا فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ کیا اے جعفر میں تم کو ایسی نماز نہ سکھاؤں کہ اگر تم سے پڑھو اور گو تم جہاد سے بھی جاگ گئے ہو اور شمال سمند کی جھاگ کے گناہ ہوں تب بھی وہ اس کے پڑھنے سے بخشدیے جائیں حضرت جعفرؓ نے عرض کیا کہ ہاں۔ اس پر آپ نے اُن کو وہ نماز سکھائی جو جعفرؓ کی صلوٰۃ سے مشہور ہے۔ اُس میں چار رکعتیں ہیں دو سلاموں سے جس کی پہلی رکعت میں بعد الحمد کے سورہ زلزال اور دوسری میں بعد الحمد والعادیات تیسری سورۂ نصر اور چوتھی میں قل ہو اللہ اور بعد قرأت کے ہر رکعت میں پندرہ مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور ہر رکوع میں اور سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد اسیکو دس مرتبہ پڑھنے کا ارشاد ہے۔

پس کہا کوئی انصاف پسند آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس برتاؤ کو جو آپ کا اپنے

بتوں کا توڑنا اور مکہ کا انتظام اور وہاں سے روانگی یہ سب کچھ ہو گیا۔ اسلام کے لشکر کی شان اسوقت بھی بڑھ گئی تھی دو ہزار نو مسلم سپاہ میں اور بھی شریک ہو گئے تھے۔ اسلام کا جھنڈا بڑی شان سے لہلہا رہا تھا ہر قبیلہ کا ایک علحدہ پھریرا تھا اس سے ایک عجیب کیفیت نظر آتی تھی۔ اب گویا بارہ ہزار جنگجو حضور انور کے جھنڈے کے نیچے مارچ پاس کر رہے تھے اس پر شان لشکر کو حضرت صدیق اکبرؓ نے مارچ پاس کرتے ہوئے دیکھا تو بیساختہ آپ کی زبان سے نکل گیا آج کے دن سے اب ہمیں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہماری تعداد حقیر اور کم ہے یہ سنکر حضور انور مسکرائے یہ فوج یلغار کرتی ہوئی حنین کے درے میں پہنچی بنی ہوازن قبیلہ کا بڑا حصہ جو باقی تھا یہاں اپنا اتحاد اپنے سردار مالک ابن عوف کے پاس اوطاس میں جمع ہو گیا۔ اور اس وادی حنین میں چھپ کر دو راہ ہوازن کی عورتیں۔ بچے۔ مال و اسباب اونٹ کے عقب میں رکھ گئے۔ مالک آئندہ فتح کے جوش میں مرخوش اپنی فوج کو ابھار

خاوندوں کے ساتھ تھا وہ یکبار ایک لحظہ کے لئے بھی یہ خیال کر سکے گا کہ وہ پاک رسول جو دہ چاندی کے سکوں اپنی بیٹی کے ہاتھ میں دیکھکر اون کے پاس سے چلے آوین اور اُس کا دیکھنا گوارا نکریں۔ اور وہ دنیا سے نفرت دلانے والا پیغمبر جو اپنے جگر گوشہ کے دروازے پر ایک پردے کا پڑا ہونا دیکھ نہ سکے اور اُسے ناپسند کرے۔ اور وہ زہد و توکل اور ایثار علی النفس کی تعلیم دینے والا باپ جو اپنی بیٹی کے پانی بھرنے کے داغ سینہ پر دیکھکر اور اُس کے مبارک اور پیارے ہاتھ چکی کے پیسنے سے خستہ دیکھنے پر بھی ایک نادم سے رد کرے۔ اور اپنے بھائی جعفرؓ کے حبشہ سے واپس آنے پر خیبر کی فتح سے کم خوش نہو اور اُس خوشی میں بجائے درہم و دینار دینے کے انھیں خاص نماز کی تعلیم دین اور اسی کو وہ تمام دنیا کی دولت سے بڑھکر سمجھے۔ اور وہ نبی اپنی اولاد کی بزرگی اور عزت اور فضیلت کے سامان اسی بات میں دیکھے اور اُن کو دنیاوی تکالیف سے روحانی آسایش اور بھدائی اطمینان حاصل کرنے کے لئے عبادت اور تسبیح سکھاوے۔ اور اسی کو تمام رنجوں اور مصیبتوں کا نعم البدل سمجھے اور جو کچھ اُسے ملے وہ فقرا اور مساکین اور خدا کی راہ اور اعلاء کلمۃ اللہ اور ادائے فرائض جہاد

رہا تھا مگر ایک تجربہ کار جنگجو اس کا سخت مخالف تھا اور اس برباد کرنے والے فعل سے اپنی قوم کو روکنا چاہتا تھا مگر کسی نے اس کی بات نہ مانی۔

شب کو حضور انور جب اپنی فوج کے ساتھ نواح حنین میں پہنچ گئے اور ہوازن کے نوجوان سپاہ سالار کو یہ خبر لگ گئی تو وہ بڑی ہوشیاری سے ایک تنگ درے پر قبضہ کر کے اور اپنی کل جمعیت وہاں فراہم کر کے خاموشی سے اسلامی لشکر کا انتظار کرنے لگا۔ اسوقت مالک سپاہ سالار ہوازن کی عمر صرف تیس سال کی تھی۔ علی الصباح جبکہ ابھی صبح کی پو پھٹی تھی اور آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے کہ اسلامی فوج حرکت میں آئی۔ حضور دلدل پر سوار عقب فوج میں آرہے تھے قبیلہ بنی سلیم کے پرے پر خالد کمان کر رہا تھا کہ وہ پراجب بیخبری میں تنگ درہ کے قریب ہو کے گزرا تو ہوازن نے بڑی شدت سے اُس پر حملہ کر دیا۔

وغیرہ میں صرف کرے۔ اُس کی نسبت کوئی یہ گمان کر سکیگا۔ یا اُس کی ایسی پاک ذات سے اس بات کی اُمید ہوگی کہ وہ ایک ایسی بڑی جاگیر جس کی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو وہ اپنی بیٹی کو بخشدے اور سب کو اُن کے حقوق سے محروم کرے۔ "لا والله لا والله لا والله" ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں "ان ہذا لافاک مبین"۔

چونکہ آیۃ "آت ذا القربیٰ حقہٗ" کے متعلق ہم پوری بحث کر چکے۔ اس لئے اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں کہ آیا فدک حضرت فاطمہ زہرا کے قبضے میں تھا اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ غصب کر لیا گیا۔ اور حضرت سیدۃ نے اس کا دعویٰ ابو بکر صدیق کے سامنے کیا اور اُن سے شہادت مانگی گئی اور وہ روکی گئی اور فدک اُن کو واپس نہ دیا گیا۔ اس کے متعلق حضرات امامیہ کیا ثبوت ہمارے یہاں کی روایتوں سے پیش کرتے ہیں اور خود اُن کے یہاں اس کے متعلق کیا روایتیں بیان کی گئی ہیں۔

اس اچانک حملہ سے بنی سلیم کے قدم اکھڑ گئے اور وہ پریشان ہو کے بھاگے پس پا ہونیکا اثر ایک دستہ فوج سے دوسرے دستہ فوج کو محسوس ہوا۔ راستہ کی ناہمواری اور بعض پریشان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ کل اسلامی فوج میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی اور عام طور پر سب کے قدم پیچھے ہٹنے لگے۔

کاتب الواقدی نے اپنی کتاب صفحہ ۱۳۰ میں لکھا ہے کہ پہلے بنی سلیم میں بھاگڑ پڑی اس کے بعد وہ لوگ بھاگے جو مکہ سے ابھی داخل فوج ہوئے تھے اور پھر عام طور سے سارے لشکر میں بھاگڑ مچ گئی۔ جب حضور انور نے یہ کیفیت دیکھی تو آپنے نہایت جوش استقلال اور مردانگی سے اپنی جگہ پر کھڑے ہو کے یہ فرمایا کہ تم لوگ کہاں بھاگے جاتے ہو تمہارا رسول یہاں موجود ہے۔ گھبراہٹ کچھ ایسی تھی کہ کسی نے حضور کی آواز کو نہ سنا اور بھاگے چلے گئے۔ مگر حضور انور کے خاص صحابہ اس وقت آپکے گرد موجود تھے۔ فاروق اعظم شیر خدا۔ ابو بکر صدیق عباس اور اُن کا بیٹا فضل۔ علی۔ ابو سفیان ابن حارث۔ ربیعہ اور اُن کا بھائی اور عثمان۔

کیا فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قبضے میں تھا

علمائے امامیہ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم نے فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کیا تو اُس کا ہبہ نامہ بھی لکھدیا اور قبضہ بھی کرا دیا مگر کوئی روایت جس سے ثابت ہو کہ درحقیقت فدک پر حضرت فاطمہ کا قبضہ تھا سنیوں کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی مجرد دعویٰ ہی کیا گیا ہے جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ شافی میں فرماتے ہیں کہ صاحب کتاب یعنی قاضی عبدالجبار جو اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ فدک حضرت سیدہؓ کے قبضے میں تھا ہم اُس کے اس انکار پر کوئی حجت نہیں دیکھتے۔ اور جو جیسا وہ کہتے ہیں یہ ٹھیک ہے اگر فدک آپ کے قبضے میں ہوتا تو وہ انھیں کا سمجھا جاتا لیکن یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ اُن کے قبضہ سے نکال لیا گیا اور جبکہ یہ بات طرق مختلفہ سے ثابت ہے کہ آیۃ "آت ذا القربیٰ حقہ" کے نازل ہونے پر پیغمبر خدا صلعم نے آپ کو فدک دیا۔ یا تو بغیر حجت کے اُس کے آپ کے قبضے میں ہونے سے انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر کوئی ثبوت اس بات کا کہ درحقیقت فدک پر حضرت فاطمہؓ کا قبضہ تھا

اونٹوں کی قطاریں بھی سخت پریشان ہوگئی تھیں۔ ایک گڑبڑی تھی اور سب آپس میں دست وگریبان ہو رہے تھے ایسی رستخیز میں حضور انور کی آواز یونکر پریشان سپاہ کے کانوں تک پہنچ سکتی تھی۔

اسی اثناء میں انصار کا ایک دستہ قریب سے گزرا حضور نے اپنے چچا عباس سے کہا کہ تم اپنے خچر پر سوار ہو کے جاؤ اور انھیں للکارو عباس فوراً اُن کے پیچھے دوڑے چونکہ آپ کی آواز بلند تھی آپ نے انھیں للکارا کہ اے انصار اے صاحبان سورہ بقر سنو سنو تم کہاں جاتے ہو یہ آواز انھوں نے سُنی اُن کے دل میں عباس کے الفاظ گھر کر گئے وہ فوراً واپس آئے اور اپنے حضور کو دیکھ کے اُن کے حواس ٹھکانے آئے اور انھوں نے کہا ہم حاضر ہیں حضور نے ارشاد کیا دشمن بڑھا چلا آتا ہے تمہیں اس کی خبر نہیں۔ یہ سنتے ہی انصار میں سے سو آدمی بڑھتے ہوئے دشمن پر گر پڑے اور وہ مردانگی کے ہاتھ دکھائے کہ یکلخت دشمن رک گیا۔ اب کیا تھا کل لشکر کے حواس بتدریج ٹھکانے آئے اور وہ نہایت بیجگری سے دشمن پر

اور ان کی طرف سے کوئی کمی انتظام کے لئے مامور تھا اور اس کی آمدنی آپ کے پاس آتی تھی ہمارے یہاں کی کتابوں سے پیش نہیں کیا۔

اور جناب مولانا مدار علی صاحب نے بھی سوائے قیاسی دلیل کے کوئی روایت علماء الاسلام میں بیان نہیں فرمائی جو کچھ انھوں نے ارشاد فرمایا وہ یہ ہے المسئلۃ الثانیۃ ان فدک کانت فی ید فاطمۃ یدل علیہ المطابق الامامیۃ وروایاتہم کما عرفت والیضا یدل علیہ انک قد عرفت ان روایات العامۃ والامامیۃ تدل علی ان النبی کان مامورا باعطاء فاطمۃ فدک وکان واجبا علیہ ان یرفع یدہ عنہا ویجعلہا تحت ید فاطمۃ عنہ الھبۃ بدون تسلیم فدک ہہنا لانہ لا یخرج رسول اللہ عما فی ذمتہ من ادا وامر اللہ تعالیٰ کان الھبۃ بدون القبض والتسلیم کالھبۃ والیضا یدل علیہ ما مر من عبارۃ علمائہم المسطورۃ فی الطرائف والیضا یدل علی کون فدک فی ید فاطمۃ انہ استشہد ابو بکر فاطمۃ علی ما ادعتہ من النحلۃ فلو لم تکن فی یدہا لکان الاستشہاد عبثا لانہ معلوم ان الھبۃ بدون القبض کالھبۃ فمع کان کذلک فبالاولی بکر ان یقول انک وان کنت صادقۃ فی ذلک لکنک تعلمین ان الھبۃ بدون القبض لا تفید بل کان ہذا اولے لان فی الاستشہاد

پر ٹوٹ پڑے۔ اس بلا کی سخت خونریز جنگ ہوئی کہ الامان۔ وہ خچا خچ تلوارین چلی ہیں کہ توبہ۔ ہوازن نے بھی اپنی مردانگی کی پوری داد دیدی۔ اور انھوں نے شمشیر زنی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ حضور انور بہ خونی نظارہ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرماتے رہے آپ قلب لشکر میں تھے مگر آپ سے نہ رہا گیا۔ آپ تیز لگام اسپ کو مہمیز یں مار کے آگے بڑھ آئے اور للکار کے کہا میں محمد ہوں اور انا عبد المطلب اس کے بعد آپ نے عباس سے ارشاد کیا تو ایک مٹھی خاک کی لا۔ پھر آپ نے وہ مٹھی خاک کی دشمن کی طرف پھینک کے کہا تم برباد ہو جاؤ۔ اس کے بعد آپ نے بڑے جوش اور انقطاعی لہجہ میں فرمایا میں خدائے کعبہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں خداوند تعالےٰ نے ان کے دلوں میں خوف ڈالدیا ہے۔ بارشاد ہونا تھا کہ دشمن میں سچ مچ بھاگڑ مچ گئی۔ انصاری دستہ کی چابک دستی اور پھر کل اسلامی جان توڑ حملہ اور اس کے علاوہ حضور انور کا میدان جنگ میں سب کے آگے ہونا اس وقت کام کر گیا۔ مسلمانوں نے اس جوش سے تعاقب کیا کہ بہت سے دشمن قتل ہو گئے اور اس قیامت انگیز

من بنت رسول اللہ و رد شہادۃ امرأتین من اہل الجنۃ فما حتہ لا بقد راحد علی اخذہا۔ یعنی دوسرا مسئلہ اس بیان میں ہے کہ فدک حضرت فاطمہؓ کے قبضے میں تھا اور اس پر تمام امامیہ متفق اور ان کی روایتیں اس پر شاہد ہیں اور نیز یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ سنیوں اور شیعوں کی روایت سے یہ معلوم ہو چکا کہ پیغمبر مامور تھے کہ حضرت فاطمہ کو فدک عطا کریں اور ان پر واجب تھا کہ اپنا قبضہ اٹھا کر اسے فاطمہ کے قبضے میں دیدیں کیونکہ عقد ہبہ بغیر اس کے کہ فدک فاطمہ کو تسلیم کر دیا جائے پورا نہیں ہو سکتا تھا اور نہ پیغمبر خدا صلعم تعمیل حکم الٰہی سے بغیر اس کے سبکدوش ہو سکتے تھے اس لئے کہ ہبہ بغیر قبض و تسلیم کے ہبہ مثل نکرنے کے ہے اور سوا اس کے اس بات کے ثبوت میں وہ بھی ہے جو سنیوں کے علماء کی طرف سے تالیف میں بیان کیا گیا ہے۔ اور نیز قصہ فدک کی یہ بھی دلیل ہے۔ کہ ابوبکر نے فاطمہ سے شہادت مانگی اگر فدک آپ کے قبضے میں نہ ہوتا تو شہادت کا طلب کرنا عبث ہوتا اس سے کہ بداہۃً معلوم ہے کہ ہبہ بغیر قبض کالعدم ہے۔ اور ایسی حالت میں ابوبکر کو یہ کہہ دینا کافی تھا گویا آپ اپنے دعوی میں سچی ہیں مگر اتنا تو آپ سچی ہیں

واقعہ میں چند بچے اور عورتیں بھی جھپیٹ میں آگئیں۔
مالک ایک بلند پہاڑی پر اپنے چیدہ جنگجو جوانوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اس نے اپنی بھاگی ہوئی فوج کو سہارا تو بہت دیا لیکن کیمپ میں عورتوں کو نہ بچا سکا۔ چھ ہزار آدمی مسلمانوں نے گرفتار کر لئے۔ اور چوبیس ہزار اونٹ اور بے قیدی پیادہ کی جگہ بھجوا دیئے گئے مسلمانی فوج دشمن کو دبائی ہوئی آگے بڑھی اور نخلہ تک۔ اُن کا دبا دبا کے کچومر نکال دیا۔ یہاں سے دشمن کے دو حصے ہو گئے ایک حصہ تو طاس کی طرف چلا گیا اور ایک طائف کی جانب۔ اوطاس میں پہنچ کے پھر دشمن نے مورچہ بندی کر لی۔ ایک زبردست دستہ اسلامی فوج کا انھیں وہاں سے بیدخل کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ یہاں بھی سخت لڑائی ہوئی مگر جب اُن کا افسر فوج مسلمانوں کے ایک تیر سے زخمی ہو کے گر پڑا تو یہ لوگ بے قابو ہو گئے اور بقیۃ السیف بھاگ کے حنین کی پہاڑیوں میں جا چھپے۔

کہ ہبہ بغیر قبضہ کے مفید نہیں۔ اور یہ کرنا بہ نسبت طلب اور رد کرنے شہادت کے بہتر تھا فقط اس میں جناب مجتہد صاحب نے کچھ اشارہ طرائف کی طرف کیا ہے مگر وہ کتاب بھی اس وقت ہمارے سامنے نہیں ہے اس میں کوئی روایت بھی ہمارے یہاں کی منقول نہیں ہے جس سے فدک پر حضرت فاطمہ کے قبضے کا ثبوت ہوتا ہو اگر کوئی روایت اُس میں ہوتی تو ہم ضرور یہاں طرائف کی روایتوں کا ذکر کرتے وہاں اُسے بیان کرتے۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ طرائف دیکھے اور کوئی ایک روایت بھی اُس میں اُسکے متعلق پیش کرے۔
حضرت مجتہد صاحب قبلہ کا کسی روایت کا نقل نکرنا خود ظاہر کرتا ہے کہ کوئی روایت متعلق قبضہ فدک کے انہوں نے نہیں پائی اگر جھوٹی سچی قوی یا ضعیف اصلی یا وضعی کوئی بھی روایت پاتے اُسے نقل کرنے سے نہ چوکتے۔ رہا یہ قیاس آپ کا کہ اگر حضرت فاطمہ کا قبضہ نہ کرا دیا ہوتا کیونکہ بغیر قبضے کے ہبہ کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اس بنیاد پر تھا کہ آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ کے نازل ہونے پر فدک حضرت فاطمہ کو دیدیا گیا۔ مگر جب ہم نے اُس بنیاد ہی کا باطل ہونا ثابت کر دیا تو جو کچھ آپ نے قیاس لگایا تھا وہ بھی باطل ہو گیا۔ اور قبضہ کا نہ ہونا اس وجہ سے ہمارے

فتح کی اب تکمیل ہو چکی تھی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا بھی سخت نقصان ہوا۔ دو قبیلوں نے سب سے زیادہ نقصان اُٹھایا اُنکی مغفرت کے لیے حضور انور نے دعا فرمائی۔

بخاری نے پارہ ۷ کتاب النبی میں ہوازن اوطاس اور طائف کی لڑائی کا تذکرہ مع مال غنیمت کے اس طرح بیان کیا ہے۔

باب ۔ اللہ تعالےٰ کے اس قول (ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ الی قولہ غفور الرحیم) کے بیان میں۔

(۱۳۲۷) اسمٰعیل (ابن ابی خالد) کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن ابی اوفی کے ہاتھ میں تلوار کا

۱؎ حنین کے دن جبکہ تم اپنی بہتات پر اترائے پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین تم پر باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر لی پھر اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف سے تسکین اُتاری ۱۲

بیان کا مؤید ہوا اس لئے کہ حقیقت میں آپ نے فدک ہبہ کر دیا ہوتا تو ضرور حضرت فاطمہؓ اس پر قابض ہوتیں اور قبضہ ایک ایسی جاگیر پر جس کی آمدنی چالیس یا ستر ہزار دینار کی ہو اور تین چار برس تک حضرت فاطمہؓ اُس پر قابض رہی ہوں اور اُن کے کارندے اُس پر مامور ہوں اور جائز کی آمدنی اور غلہ اُن کے پاس آتا رہا ہو ایسا معاملہ نہ تھا کہ وہ پوشیدہ رہتا یا کسی کے چھپائے چھپ سکتا۔ بلکہ شہادت وغیرہ پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہوتی اگر حضرت ابوبکر صدیق نے شہادت طلب فرمائی ہوتی تو اُس کا یہ جواب کافی تھا کہ القبض دلیل الملک اور اسی کو آپ مہاجرین و انصار کے سامنے نہایت مدلل طور پر بیان فرما سکتی تھیں کہ خلیفۂ وقت کا ظلم و ستم میرے اوپر دیکھو کہ کل تک جس جاگیر پر میرا قبضہ تھا اور جس کا محاصل میرے پاس آتا تھا اُسے انھوں نے غصب کر لیا۔ اور میرا قبضہ اٹھا دیا اور اب مجھ سے شہادت مانگتے ہیں۔ کیا قبضے سے بڑھکر کوئی شہادت ہو سکتی ہے۔ اور کیا میرا قبضہ کوئی پوشیدہ امر تھا۔ کیا آپ کے اس ارشاد سے صحابہ پر اثر نہوتا اور وہ خلیفۂ وقت کے حکم کو ظالمانہ اور جابرانہ نہ سمجھتے اور بالفرض اُن سب نے بستانے ہی پر کمر باندھی تھی اور سب اس ظلم کرنے پر آمادہ یا شریک تھے تو آپ کی حجت تو

نشان دیکھا اُس نے کہا یہ چوٹ حنین کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ میرے لگی تھی میں نے پوچھا کیا تم حنین میں حاضر تھے کہا میں حنین سے پہلے (بھی) حاضر رہتا تھا۔

(۱۳۳۸) ابی اسحٰق کہتے ہیں میں نے براء بن عازب سے سنا جبکہ اُس کے پاس ایک شخص نے آکر پوچھا اے ابو عمارہ کیا تم حنین کے دن بھاگ گئے تھے۔ وہ بولے خبردار ہو میں گواہ ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پھرے۔ (مگر) جلد باز قوم ہوا ان نے اُن کے تیر مارے اُس وقت ابو سفیان بن حارث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کا سر پکڑے ہوئے تھا اور آپ فرماتے تھے میں سچا نبی ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا (یعنی پوتا) ہوں۔

(۱۳۳۹) ابی اسحاق کہتے ہیں کسی نے براء سے جبکہ میں سُن رہا تھا پوچھا کیا تم حنین کے دن مع نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بھاگ گئے تھے۔ براء نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو بھاگے نہیں (اس وقت) یہ فرماتے تھے میں سچا نبی ہوں میں ابن عبدالمطلب ہوں۔

ختم ہو جاتی۔ جبکہ ایسی بڑی شہادت ہوتے ہوئی آپ نے پیش نہیں فرمائی اور قبضہ پر زور دیا اور اپنے تصرف کا اظہار نہیں فرمایا تو یہ امر خود اس بات کے لئے کافی ہے کہ حقیقت میں قبضہ آپ کا فدک پر ہو ہی نہ تھا اور جب قبضہ نہ تھا تو ہبہ کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔

آیا فدک کے ہبہ کا دعویٰ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے کیا یا نہیں

جتنی کتابیں امامیہ کی ہم نے اوپر بیان کی ہیں اُن سب پر ہم ایک نظر ڈالتے ہیں کہ نہیں متعلق اس دعویٰ کے حضرات علمائے امامیہ نے ہمارے طرف سے کیا ثبوت پیش کیا ہے۔ شافی میں بجواب مغنی کے جو کچھ لکھا گیا ہے اُس کا مضمون زیادہ تر یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ فدک کے دعویٰ میں حق پر تھیں اور اُن کا مانع اور شہادت کا طلب کرنے والا خطا پر کیونکہ بوجہ معصومہ ہونے کے آپ شہادت کی محتاج نہ تھیں مجرد آپ کا دعویٰ ہی کافی تھا اور

(۱۲۴۰) ابی اسحاق سے روایت ہے اُنہوں نے براء سے سُنا جبکہ کسی آدمی نے جو کہ قوم قیس سے تھا اُن سے سوال کیا کہ تم حنین کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بھاگ گئے تھے اُنھوں نے جواب دیا خیر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تو نہیں بھاگے (قصہ یوں ہے) کہ قوم ہوازن تیر انداز تھے ہم نے جب حملہ کیا وہ بھاگ گئے۔ ہم لوٹ پر گر پڑے تب اُنھوں نے ہمیں تیر مار کر ہٹا دیا میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خچر پر سوار دیکھا اُس وقت ابوسفیان اُس کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور آپ فرما رہے تھے میں نبی ہوں میں ابن مطلب ہوں اسرائیل اور زہیر کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے اُتر آئے۔

(۱۲۴۱) عروہ بن زبیر کہتے ہیں مروان اور مسور بن مخرمہ دونوں نے مجھے خبر دی کہ جب وفد ہوازن [illegible] اپنے قیدی اور سامان مانگنا اور کہا ہم اسلام لائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے کہا میرے ساتھ وہ صحابہ ہیں جنھیں تم دیکھتے ہو اور سچ بات مجھے پسند ہے میرے صحابہ سے یا تم

پھر آپ کی عصمت پر قرآنی شہادت آیۂ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا سے پیش کی ہے۔ اور خزیمہ ذوالشہادتین کا قصہ نقل کر کے بہت پر درد تقریر میں اس بات کو بیان کیا ہے کہ کیا حضرت فاطمہ اُن سے بھی کم تھیں اور کیا سوائے حق کہنے کے دوسرا شبہ اُن کی طرف ہو سکتا تھا۔ مگر کوئی صحیح روایت کہ جس سے یہ ثابت ہوتا کہ آپ نے فدک کا ہبہ کا دعویٰ کیا اور اُس پر شہادت طلب کی گئی پیش نہیں فرمائی۔ البتہ دو بے سروپا روایتیں پیش کی ہیں مگر اُن کی نسبت بھی یہ نہیں لکھا کہ وہ کس کتاب سے اُنہوں نے لی ہیں۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایتیں خود شیعوں کی ہیں۔

چنانچہ پہلی روایت جو صفحہ ۳۳۵ شافی مطبوعہ ایران میں درج ہے یہ ہے کہ مروی ہے کہ جب امیر المومنین علی نے حضرت فاطمہ کی گواہی دی تو ابوبکر نے اُن کو فدک دینے کو لکھ دیا اور عمر نے اُن کے حکم پر اعتراض کر کے اُس کو پھاڑ ڈالا۔ چنانچہ ابراہیم بن محمد ثقفی نے روایت کی ہے۔ ابراہیم بن میمون نے اور اُس نے عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے اور عیسے نے اپنے باپ عبداللہ سے اور عبداللہ نے اپنے باپ محمد سے اور محمد نے

بات اختیار کی ہے یا (تم) قیدی (لیلو) یا مال (لیلو) حالانکہ میں نے تمہارا انتظار کیا۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ اوپر دس دن تک غنیمت تقسیم کرنے میں تاخیر کی تھی جبکہ طائف سے واپس آئے تھے جب اُنھیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ہی چیز واپس کریں گے تو وہ بولے ہم نے قیدیوں کو اختیار کیا (یعنے آپ ہمارے قیدیوں کو چھوڑ دیجئے) پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف بیان کی جو تعریف کہ اُس کے لایق ہے۔ پھر کہا اما بعد تمہارے بھائی ہمارے پاس توبہ کرکے آئے ہیں اور میں مناسب جانتا ہوں کہ اُن کے قیدی واپس کردوں جو تم میں سے احسان کرنا چاہے احسان کرے اور جو تم میں سے اپنے حصہ کی محبت کرے اور اُس کے عوض ہم سے مال فے سے لینا چاہے وہ کرے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم احسان کرنا پسند کرتے ہیں آپ نے فرمایا ہمیں نہیں معلوم تم میں سے کس نے اجازت نہیں دی تم جاؤ اور تمہارے بزرگ آکر بیان کریں لوگ واپس چلے گئے اور اُن سے بڑوں نے گفتگو طے کی پھر رسول خدا صلی اللہ

اپنے دادا علی ابن ابی طالب سے کہ فاطمہ ابوبکر کے پاس آئیں اور فرمایا کہ میرے باپ نے مجھے فدک دیدیا تھا اور اُس کے گواہ علی اور ام ایمن ہیں۔ ابوبکر نے کہا کہ آپ بھی تو سچ ہی فرماتی ہیں اچھا میں اُس کو آپ کو دیتا ہوں اور پھر ایک چمڑے کا غذ منگا کر اُس پر لکھدیا۔ وہاں سے فاطمہ نکلیں تو عمر سے ملاقات ہوئی عمر نے کہا کہ آپ کہاں سے آتی ہیں آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کے پاس سے میں نے اُن سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دیدیا تھا اور علی اور ام ایمن اس کے گواہ ہیں۔ تو ابوبکر نے فدک مجھے دیدیا اور وثیقہ لکھدیا تو عمر اُن سے اُس وثیقہ کو لیکر ابوبکر کے پاس لوٹکر آئے اور کہا کہ تم نے فاطمہ کو فدک دیکر وثیقہ لکھدیا ابوبکر نے کہا ہاں۔ عمر نے کہا علی تو اپنے ہی لئے چاہتے ہیں۔ اور ام ایمن صرف ایک عورت ہے اور وثیقہ پر تھوک کر اُس کو مٹا دیا یہ روایت مختلف طور سے مروی ہے۔ جو شخص معلوم کرنا چاہے وہ دوسری کتابوں میں دیکھے۔ اہل سنت یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اخبار احاد ہے۔ اور اگر ہو بھی تو کم سے کم اس کا حال یہ تو ہوگا کہ ظن کے موجب ہوگی اور اپنے خلاف مضمون کے یقینی ہونے کی مانع ہوگی انتہی۔

علیہ وسلم کے پاس آکر بیان کیا کہ سب نے (قیدیوں کا واپس کرنا) پسند کیا اور اجازت دیدی (زہری) کہتے ہیں یہ قصہ ہے جو مجھے قوم ہوازن کے قیدیوں کا پہنچا ہے۔

(۱۲۴۳) ابو موسے کہتے ہیں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جنگ حنین سے فارغ ہوئے ابو عامر کو امیر لشکر بنا کر اوطاس کی طرف بھیجا گیا (جہاں پر قوم ہوازن جمع تھی)۔ ابو عامر درید بن الصمہ سے بھڑے اور درید مارا گیا اور اس کے یار بھاگ گئے اور موسیٰ کہتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو عامر کے ہمراہ مجھے (بھی) بھیجا تھا ابو عامر کے گھٹنے میں ایک چشمی مرد کا تیر لگ گیا اور اس کے زانو میں بیٹھ گیا۔ میں نے ابو عامر کے پاس جا کر کہا اے چچا تمہارے کس نے تیر مارا اس نے مجھے اشارہ سے بتایا فلان میرا قاتل ہے جس نے میرے تیر مارا ہے۔ میں ارادہ کر کے اس کے پاس پہنچا جب اس نے مجھے دیکھا بھاگا میں اس کے پیچھے جاتا تھا اور یہ کہتا تھا (وہیا) تجھے شرم نہیں آتی تو ٹھیرتا کیوں نہیں۔ پھر وہ ٹھیر گیا میرے اور اس کے

دوسری روایت عمر بن عبد العزیز کی رد فدک کے متعلق ہے جیسا کہ فرماتے ہیں کہ محمد بن زکریا غلابی اپنے شیوخ سے روایت کرتے اور ان کے شیوخ ابو المقدام بن زیاد مولی آل عثمان سے کہ ہشام کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو انھوں نے آل فاطمہ پر فدک رد کر دیا۔ اور ابو بکر عمر بن حزم والی مدینے کو لکھ بھیجا کہ اگر میں تجھکو یہ لکھوں کہ ایک بکری ذبح کر تو تجھے پوچھنا چاہیئے کہ منڈی ہو یا سینگ دار یا یہ لکھوں کہ ایک گائے ذبح کرنا تو تجکو اس کا رنگ دریافت کرنا چاہیئے۔ جب میرا یہ پروانہ تیرے پاس پہنچے تو فدک کو اولاد فاطمہ و علی پر تقسیم کر دے۔ ابو المقدام کہتے ہیں کہ بنو امیہ نے اس امر سے عمر بن عبد العزیز پر نہایت شور مچایا اور کہا کہ تم نے شیخین کے فعل کی حقارت کی اور عمر بن عبس ایک لشکر کوفہ کا لیکر ان پر چڑھ آیا۔ جب لوگوں نے بہت غوغا کیا تو عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ تم لوگ کچھ نہیں جانتے اور میں جانتا ہوں تم کو یاد نہیں مجھے یاد ہے مجھ سے ابو بکر محمد بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے اور ان کے باپ نے ان کے دادا سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ فاطمہ میری جگر پارہ ہے جس سے اس کو رنج پہنچے اس سے مجھکو پہنچا ہے اور جس سے

باہم دو وار تلوار کے ہوئے پھر میں نے اُسے مار ڈالا۔ میں نے (آکر) ابی عامر سے کہا اللہ نے تمہارے قاتل کو ہلاک کیا وہ بولے تو یہ تیر نکال لے میں نے وہ تیر (ابو عامر کے گھٹنے سے) نکالا تو اُس (زخم) سے پانی بہنے لگا۔ پھر کہا اے بھتیجے تو آنحضرت کو میری طرف سے سلام کرنا اور آپ سے کہنا کہ آپ ابو عامر کے واسطے استغفار کریں (ابو موسےٰ کہتے ہیں) پھر ابو عامر نے مجھ کو لشکر پر خلیفہ بنا دیا پھر تھوڑی دیر بعد وہ فوت ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ ایک چارپائی پر جو رسّی سے بُنی ہوئی تھی لیٹے تھے اور اُس پر بھی فرش تھا کہ آپ کی پُشت اور پہلو میں چارپائی کی رسّی کے نشان پڑ گئے تھے میں نے آپ سے اپنا اور ابو عامر کا حال بیان کیا۔ اور میں نے آپ سے دعا مغفرت کرنے کی درخواست کی تب آپ نے پانی منگا کر وضو کیا پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ عبید ابو عامر کو بخش دے پھر کہا اے اللہ ابو عامر کا قیامت کے روز بہت مخلوق نوع انسان پر درجہ بلند کیجیو۔ اُس وقت میں آپ کی بغلوں کی سپیدی دیکھ رہا تھا (یعنے آپ نے بوقت دعا ہاتھ زیادہ اُٹھائے

وہ خوش ہوں اُس سے میں خوش ہوتا ہوں اور فدک ابو بکر کے زمانہ میں کسی کا نہ تھا پھر مروان اس کا مالک ہوا اور اُسنے اُس کو میرے باپ عبد العزیز کو ہبہ کر دیا پھر اُس کے وارث میں اور میرے بھائی ہوئے میں نے اُن سے یہ درخواست کی کہ وہ اپنا حصّہ میرے ہاتھ فروخت کر دیں اُن میں سے بعض نے میرے ہاتھ فروخت کر دیا اور بعض نے مجھے ہبہ کر دیا یہاں تک میں سب کا مالک ہو گیا۔ اب میں نے بہتری یہ دیکھی کہ میں اس کو اولاد فاطمہ پر رد کر دوں۔ اس پر لوگوں نے کہا اگر تم نے یہ کہا ہے تو اُس کی اصل اپنے قبضہ میں رہنے دو اور محکوم کرا دو تو عمر بن عبد العزیز نے یوں ہی کر دیا۔

صاحب تلخیص شافی نے بھی انھیں دونوں روایتوں کو بیان کیا ہے مگر انھوں نے بھی منقول عنہ کتاب کا حوالہ نہیں دیا جس سے معلوم ہوا کہ انھوں نے سنیوں کی کسی کتاب سے نقل کیا ہے۔ اور ان دو روایتوں کے نقل کرنے کے بعد بلا حوالہ لکھا ہے مامون کا قصہ کہ انھوں نے فدک آل فاطمہ کو واپس کیا لکھا ہے ذکرہ قال وعلیہ العمل صحتہ دعوٰہا الخ وان فدک کان معروفا شائعا

میں نے کہا یا رسول اللہ میرے واسطے بھی دعا مغفرت کیجئے۔ آپ نے کہا اے اللہ عبد اللہ بن قیس کے گناہ بخش دے اور اُسے قیامت کے دن اچھی جگہ داخل کر۔ (ابو بردہ راوی ابو موسےٰ) کہتے ہیں ان میں سے ایک دعا ابو عامر کے اور دوسری ابو موسےٰ کے واسطے تھی۔

جنگ طائف کا بیان جو شوال ۸ھ میں بموجب قول موسیٰ بن عقبہ ہوئی ہے

(۱۳۴۴) عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا اور اُن کا کچھ مال ہاتھ نہ لگا آپ نے فرمایا ہم انشاء اللہ (اب) مدینہ لوٹ چلیں گے صحابہ کو یہ ناگوار معلوم ہوا اور کہنے لگے ہم بے فتح کیونکر لوٹ چلیں آپ نے فرمایا (اچھا) کل لڑو وہ سب لڑے تو زخمی ہو گئے آپ نے فرمایا کل انشاء اللہ ہم واپس چلیں گے۔ اُس وقت اُنھیں یہ بات اچھی معلوم ہوئی (یہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے ایک بار سفیان نے کہا آپ مسکرائے

ما کان من عمر بن عبد العزیز من رد فدک علی ولدها لما تبین ان حق کان معها وکذلک فعل المامون فانه نصب لها وکیلا وکیلا لابی بکر وجلس للقضاء وحکم لعابدک ولو کان الامر معروفا معلوما لما احتاج ذلک مع موفقهم من الخلافة وسلطانهم الذی ارادوا حفظ قلوب الرعیة وان لا یفعلوا ما یؤدی الی تنفیرهم ولیس لاحد ان ینکر ذلک ویدفعه لان الامر فی ذلک اظهر من ان یخفی" کہ دعوی ہبہ کی صحت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک عمر بن عبد العزیز کا قصہ ہے کہ انھوں نے فاطمہ کی اولاد کو فدک واپس کر دیا جبکہ اُن پر یہ ثابت ہو گیا کہ فاطمہ حق پر تھیں اور اسی طرح مامون نے کیا کہ انھوں نے ایک مجلس قایم کی اور اس میں ابو بکر و فاطمہ دونوں کی طرف سے وکیل مقرر کئے اور خود فیصلہ کیا اور فدک آل فاطمہ کو واپس کیا اگر یہ بات کہ فدک کا دعویٰ فاطمہ نے کیا ہے مشہور اور معلوم نہ ہوتی تو باوجود خلیفہ ہونے اور صاحب سلطنت ہونے کے وہ کبھی ایسا نہ کرتے کیونکہ خیال رعایا کے دلوں کا اُن کو کرنا ضروری تھا۔ اور ایسی بات جس سے وہ شور مچا دیں کبھی نہ کرتے۔ اگر اُن کے نزدیک وہ بات حق نہ ہوتی۔ اور اس بات کا کوئی انکار تو کر ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ بات ظاہر ہے

حمیدی کہتے ہیں یہ ساری حدیث ہم سے سفیان نے بیان کی ہے۔

(۱۳۴۴) ابو عثمان کہتے ہیں میں نے سعد سے جنھوں نے راہ خدا میں اول تیر مارا ہے اور ابوبکرہ سے سُنا جو کہ قلعہ طائف کی دیوار پر چند آدمیوں کے ہمراہ (امان کے واسطے) چڑھ گئے تھے اور پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوبکرہ آگئے تھے وہ دونوں کہتے ہیں ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے جو اپنے تئیں غیر باپ (یا قوم) کی طرف منسوب کرے حالانکہ وہ جانتا ہے (میں اس باپ یا قوم میں سے نہیں ہوں) اُس پر جنت حرام ہے ہشام کہتے ہیں ہمیں معمر نے خبر دی وہ عاصم سے روایت کرتے ہیں عاصم ابوالعالیہ یا ابوعثمان النہدی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے سعد اور ابوبکرہ سے سُنا وہ دونوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ عاصم کہتے ہیں میں نے (ابوالعالیہ سے) کہا کیسے یہ روایت ایسے دو آدمیوں نے بیان کی کہ تجھے اُن دونوں کی شہادت کافی ہے وہ بولے ہاں۔ ایک اُن میں کا سعد ہے جنھوں نے راہ خدا میں اول تیر چلایا ہے اور دوسرے وہ ہیں جو

کہ چھپائے چھپ نہیں سکتی۔ (دیکھو صفحہ ۴۰۹ مطبوعہ ایران)

علامہ علی نے کتاب کشف الحق میں ایک روایت واقدی کی لکھی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ واقدی اور دوسرے ناقلین اخبار اہل سنت نے روایت اور اخبار صحیحہ میں ذکر کیا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے جب خیبر کو فتح کیا تو ایک گاؤں یہود کے دیہات سے اپنے لئے خاص کر لیا اور فاطمہؑ کو بحکم خدا دیدیا (جتنا حصہ متعلق ہبہ کے تھا وہ اوپر ہم نقل کر چکے) بعد وفات آنحضرت صلعم کے جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے فدک سے فاطمہ کو روکا اُس پر حضرت فاطمہ نے اُس کی واپسی کا دعوے کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے۔ ابوبکر نے اُس کی واپسی سے انکار کیا پھر ابوبکر نے کہا کہ جو آپ کے باپ نے آپ کو دیا ہے اُسے میں نہیں روک سکتا اور ارادہ کیا کہ اُن کو اس کے متعلق وثیقہ لکھ دیں مگر عمر بن خطاب نے اُن کو اس سے روکا اور کہا کہ فاطمہ ایک عورت ہیں جس بات کا وہ دعوے کرتی ہیں اُس کے لئے اُن سے شہادت مانگنی چاہیئے اس پر ابوبکر نے شہادت پیش کرنے کا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مع بائیس آدمیوں کے طائف سے (امن لیکر) آگئے تھے

(۱۳۴۵) عبداللہ بن زید بن عاصم کہتے ہیں جب اللہ نے حنین کے دن اپنے رسول کو مال غنیمت دیا آپنے وہ مال اُن لوگوں کو دیدیا جن کے دل ایمان پر جماتے تھے اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ انصار کو اس بات کا رنج ہوا۔ جبکہ اوروں کو ملا اور انھیں نہ ملا۔ آپ نے انصار کو خطبہ سنایا اور کہا اے گروہ انصار کیا تم گمراہ نہ تھے اللہ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی اور تم میں نااتفاقی تھی میری وجہ سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے کی الفت دیدی اور تم تنگ دست تھے میرے سبب سے اللہ نے تونگر کر دیا جو کچھ آپ کہتے تھے انصار (بجواب آپ کے) کہتے تھے اللہ و رسول کا بہت بڑا احسان ہے پھر فرمایا کوئی چیز تمہیں روکتی ہے کہ اللہ و رسول کو تم جواب نہ دو جو کچھ آپ فرماتے تھے جواب دیتے اللہ و رسول کا بڑا فضل و احسان ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ تم ہمارے پاس ایسا اور ایسا آیا تھا پھر آپ نے کہا) کیا تم راضی ہو کہ

حکم دیا تب حضرت فاطمہ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کو مع علی کے لائیں اور اُن سب نے شہادت دی تب ابوبکر نے وثیقہ لکھدیا مگر جب یہ خبر عمر کو پہنچی تو انھوں نے اُس کاغذ کو لیکر مٹا دیا۔ اس پر جناب سیدہ نے قسم کھائی کہ ان دونوں سے بات نہ کرینگی اور ہمیشہ اُن سے ناراض رہیں۔

دوسری روایت مامون کی لکھی ہے جس میں کسی کتاب یا سند کا حوالہ نہیں اور وہ یہ ہے "جمع المامون الف نفس الفقہاء و تناظروا و ادی بعضہم الی رد فدک علی العلویین من ولد ہا فردہا علیہم" کہ مامون نے ہزار فقیہوں کو جمع کیا اور فدک کے متعلق مباحثہ کرایا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ فدک حق فاطمہ کا ثابت ہوا اور مامون نے اُسے فاطمہ کی اولاد کو واپس کر دیا

تیسری روایت متعلق قصۂ عمر بن عبدالعزیز کے ابوہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابوہلال عسکری نے کتاب اخبار الاوائل میں ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز اول اُن لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے فدک فاطمہ کو وارثوں کو واپس کیا۔

لوگ بکری اور اونٹ لیجاویں اور تم اپنے نبی کو اپنے گھروں میں لیجاؤ (یا نہیں) پھر کہا اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ہوتا اگر لوگ کسی نالے یا گھاٹیوں میں چلیں تو میں انصار کے نالے اور گھاٹی میں چلوں گا۔ انصار لوگوں کے واسطے استر اور ابرا ہیں اور اے انصار میرے بعد تمہیں فرمانبرداری کرنی پیش آوے گی تو صبر کرنا جب تک مجھے حوض پر نہ ملو۔

(۱۳۴۶) حضرت انس بن مالک کہتے ہیں جبکہ اللہ نے قوم ہوازن کا مال اپنے رسول کو غنیمت میں دیا اور آپ نے بعض آدمیوں کو سو سو اونٹ دیدیئے تو بعض انصار نے کہا اللہ رسول کو معاف کرے آپ قریش کو دیئے جاتے ہیں اور ہمیں نہیں دیتے حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش کا خون (ابھی) ٹپک رہا ہے انس کہتے ہیں کسی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے انصار کا مقولہ بیان کر دیا آپ نے انصار کو بلا کر ایک چمڑے کے قبہ میں جمع کیا اور کسی غیر کو نہیں بلایا جب وہ سب جمع ہو گئے تو فرمایا یہ کیا بات ہے جو

علامہ فضل بن روزبہان نے اپنی کتاب ابطال الباطل میں جو کشف الحق کے جواب میں لکھی ہے۔ ان بے بنیاد قصوں کی نسبت یہ جواب دیا ہے "واما دعوی فاطمۃ فلم یصح فی الصحاح و ما یذکرونہا الا نقلۃ الاخبار من ارباب التواریخ و مجرد نقلہم لا یصیر سببا للقدح فی الصحاح" کہ حضرت فاطمہ کا دعوے کرنا صحاح میں ثابت نہیں ہے اور جو کچھ اہل تواریخ اور ناقلان اخبار ذکر کرتے ہیں اور فقط اُن کے غلط سلط نقل کر دینے سے خلفاء پر الزام عائد نہیں ہو سکتا اس کے جواب میں قاضی نور اللہ شستری نے احقاق الحق میں کوئی مستند روایت پیش نہیں کی اور دو بے سروپا قول نقل کئے ہیں ایک معجم البلدان سے کہ اُس میں فدک کے ذکر میں یہ لکھا ہے۔ وہی التی قالت فاطمۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ نحلتہا فقال ابو بکر اریدبذلک شہودا ولہا تھا کہ فدک وہی ہے جس کے لئے فاطمہ نے دعوے کیا تھا کہ پیغمبر خدا صلعم نے اُنھیں ہبہ کر دیا ہے اور جس پر ابو بکر نے کہا تھا کہ اُس کے لئے شہادت چاہئے اور اس کا ایک قصہ ہے۔ دوسرے عمر بن عبد العزیز اور مامون کے رد فدک کا قصہ۔ مگر اس میں بھی کسی منقول عنہ

تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے علما انصار نے جواب دیا یا رسول اللہ رؤسا انصار تو کچھ نہیں کہتے ہیں ہاں نو عمر لڑکے ہم میں کے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ کی مغفرت کرے آپ قریش کو دیتے ہیں (جو ابھی مسلمان ہوئے ہیں) اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش کے خون (ابھی) ٹپک رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا میں نے نومسلموں کو تالیف قلوب کے واسطے دیا ہے اور تم کیا اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ مال لے کر چلے جاویں اور تم رسول کو اپنے گھروں کی طرف لیجاؤ۔ بخدا جو تم لیجاتے ہو وہ اس سے بہتر ہے جو کچھ وہ لے گئے ہیں انصار نے کہا یا رسول اللہ ہم راضی ہیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا عنقریب تم میرے پیچھے سختی دیکھو گے صبر کرنا جب تک کہ اللہ اور رسول ملاقات نہ ہو اور میں حوض کوثر پر ہوں گا انس فرماتے ہیں کہ انصار (بعد وفات رسول اللہ) صبر نہ کر سکے (اور امر خلافت میں) جھگڑنے لگے۔

کتاب یا سند کا ذکر نہیں کیا۔ مجملاً یوں لکھا ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انھوں نے عامل مدینہ کو فدک کے واپس کرنے کو اولاد فاطمہ پر لکھ بھیجا پھر فدک خلافت عمر بن عبدالعزیز میں اولاد فاطمہ ہی کے قبضے میں رہا۔ جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے پھر لے لیا اور پھر بنو امیہ ہی کے قبضے میں رہا یہاں تک کہ ابوالعباس سفاح خلیفہ ہوا کہ اس نے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو دیدیا اور وہی اس کے متنظم رہتے اور علویوں میں اس کو تقسیم کرتے رہے۔ جب منصور خلیفہ ہوا اور اس پر اولاد حسن نے خروج کیا تو اس نے ان سے پھر لے لیا۔ پھر جب مہدی بن منصور والی خلافت ہوا تو اس نے اس کو ان پر واپس کر دیا۔ پھر اس کو موسے ہادی نے لے لیا اور جو اس کے بعد خلیفہ ہوئے زمانہ مامون تک اسی طرح رہا۔ پھر مامون کے پاس اولاد علی نے آکر اس کا مدعی ہونا کیا تو اس نے حکم دیا کہ یہ ایک وثیقہ پر لکھ دیا جائے اور وہ لکھ کر مامون کو سنا دیا گیا۔ دعبل شاعر کھڑا ہوا اور اس نے یہ شعر پڑھا ؎ اصبح وجہ الزمان الخ یعنی آج زمانہ بہت خوش ہے

(۱۲۴۷) حضرت انس کہتے ہیں جب جنگ حنین کا دن ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قوم ہوازن بھڑی اور آپ کے ہمراہ دس ہزار مہاجر و انصار وغیرہ اور مکہ والے لوگ تھے یہ سب بھاگ گئے آپ نے آواز دی اے جماعت انصار انھوں نے جواب دیا لبیک یا رسول اللہ وسعدیک لبیک و نحن بین یدیک۔ آنحضرت (اپنے خچر سے) اُتر آئے اور فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔ پھر مشرک بھاگ گئے (اور مال غنیمت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ آیا) آپ نے اہل مکہ اور مہاجرین کو غنیمت دی اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ وہ باہم گفتگو کرنے لگے آپ نے انھیں بلا کر ایک قبہ میں جمع کر کے فرمایا کیا تم راضی نہیں ہو کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر چلے جاویں اور تم اللہ کے رسول کو لیجاؤ پھر فرمایا اگر لوگ جنگل میں چلیں اور انصار گھاٹی پہاڑ میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی کو پسند کرتا ہوں۔

(۱۲۴۸) عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں جب حنین کا دن ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کو زیادہ دیدیا چنانچہ اقرع (بن حصن) اور عیینہ (بن حابس) کو سو سو اونٹ دیدیئے اور دیگر

کہ مامون نے بنی ہاشم کو فدک دیدیا۔ اور فدک کے باب میں بہت سا اختلاف پیغمبر صلعم کی وفات کے بعد راویوں کی وجہ سے ہوا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی خواہش کے موافق روایت کرتا ہے معجم البلدان کی عبارت یہاں تک تھی۔

اور ایک روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا سے لکھی ہے جس میں عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کا مختصر بیان ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ یہ امر خلاف ہے اُس روایت کے بھی جو شیخ جلال الدین شافعی نے تاریخ الخلفا میں لکھی ہے کہ ابوبکر و عمر کے زمانہ میں فدک بنی ہاشم کو برابر رہا پھر اُس میں مروان نے قطع و برید کی۔ اور عمر بن عبدالعزیز نے فدک بنی ہاشم کو لوٹا دیا اور یہ بھی مروی ہے کہ اولاد فاطمہ کو لوٹا دیا۔ انتہی۔

اور سوائے اس روایت کے اگرچہ اور کوئی سند جناب قاضی نوراللہ نے پیش نہیں کی مگر اجمالاً ایک مقام پر لکھا ہے کہ اور بھی بہت طریقوں سے بہہ کے دعویٰ کی روایتیں بیان کی گئی ہیں۔ کما قال واما دعوی النحلۃ فقد مر نقلا عن کتاب المعجم و قد روی من طریق غیرہ ایضا۔

قریش کبھی دیدیا (انصار کو کچھ نہ دیا) ایک شخص انصاری نے کہا اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا میں نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرونگا۔ (جب آپ نے سُنا) فرمایا اللہ موسےٰ پر رحم کرے۔ کہ وہ اس سے زیادہ تکلیف دیئے گئے اور صابر رہے۔

(۱۳۴۷) انس بن مالک فرماتے ہیں جب جنگ حنین کا دن ہوا تو قوم ہوازن وغطفان وغیرہ مع مویشیوں اور اولاد کے آگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل نمودار ہوئے اور آپ کے ہمراہ دس ہزار مہاجر وغیرہ اور جو مسلم مکہ تھے وہ سب بھاگ گئے اور آپ تنہا رہ گئے اُس دن آپ نے دو آوازیں اس طرح دیں کہ جدی بھی معلوم ہوگئیں۔ (اوّل) دائیں طرف پھر کر کہا اے جماعت انصار انھوں نے جواب دیا یا رسول اللہ ہم حاضر ہیں آپ کو خوشی نصیب ہو ہم آپکے ساتھ (حاضر) ہیں پھر بائیں طرف مڑ کر آپ نے پکارا اے گروہ انصار انھوں نے جواب دیا یا رسول اللہ ہم حاضر ہیں آپ کو خوشی میسر ہو ہم آپکے ہمراہ ہیں

احقاق الحق صفحہ ۱۱۲۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ فاطمہؑ کا دعویٰ فدک کا ایسا مشہور ہے کہ کتب صحاح میں اُس کی صحت کے طلب کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کی خبر تمام علما، اور جہلا اور عوام وخواص سب کو معلوم ہے اور اسے پانسو برس پہلے بعض حکما شعرا نے بھی اسکو مثل میں بیان کیا ہے ؎

ملک بخشا بندہ درحرمان میموں خدمتت چوں خلافت بی علی بودست بی زہرا فدک

مجیب نے یہ جو ذکر کیا ہے کہ صرف ارباب تواریخ کا نقل کردینا قدح خلفا کے لئے کافی نہیں تو اس میں یہ بات ہے کہ اگر کتب تواریخ میں وہ امور نقلی ہیں جو اور کتابوں سے بھی ثابت ہوتے ہیں تو وہ ضرور ثابت صحیح ہوں گے اور اصول میں یہ مقرر ہو چکا ہے کہ نقلیات میں ایک شخص عادل کی خبر کافی ہوتی ہے اور اگر شہرت اور تواتر معنوی کی حد کو پہنچ جائے تو تعدیل کی بھی ضرورت نہیں رہتی مصنف علی نے صرف یہاں واقدی ہی کی روایت سے تمسک نہیں کیا بلکہ اوروں کی بھی تصریح کی ہے اور اُن اخبار کا اشارہ کیا ہے جو خصم کے

(اُس روز) آنحضرت سفید خچر پر (سوار) تھے اُتر کر فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔ پھر مشرک بھاگ گئے اور آپ کے اُس دن مال غنیمت بہت ہاتھ آیا وہ تمام مہاجرین اور مسلمان مکہ کو دیدیا انصار کو کچھ نہ ملا تب انصار نے کہا جب سختی کا وقت ہوتا ہے تو ہماری پکار پکار پڑتی ہے۔ اور مال غنیمت اوروں کو دیدیا جاتا ہے۔ آنحضرت کو بھی یہ خبر پہنچ گئی آپ نے اُنھیں ایک قبہ میں جمع کیے کے فرمایا اے گروہ انصار یہ کیا بات ہے۔ جو میں نے سُنی ہے وہ خاموش ہو رہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے گروہ انصار کیا تم خوش نہیں ہو کہ لوگ مال دنیا لیجاویں اور تم رسول اللہ کو اپنے گھروں میں لیجاؤ۔ وہ بولے ہاں (ہم راضی ہیں) پھر آپ نے فرمایا اگر لوگ راہ صحرا اختیار کریں اور انصار پہاڑ کی گھاٹی پر چلیں تو میں بھی انصار کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹی اختیار کروں گا۔ ہشام کہتے ہیں میں نے (انس سے) کہا اے ابو حمزہ کیا تم اس وقت موجود تھے۔ انس نے جواب دیا میں آنحضرت سے

نزدیک صحیح مانتے گئے ہیں اور اُس کی تائید اُس مناظرہ سے کی ہے جو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف میں ہزار فقہا کے سامنے ہوا تھا۔ اور اُن دو حدیثوں سے جو سید الفقہا و صدر الائمہ اہل سنت سے مروی ہیں اُس کی تکمیل کی ہے۔ مصنف علی کے ذمہ اسی قدر ہے کہ نقل کی تصحیح کر دیں اگر خصم انکار کرے اور نہ خصم کو چاہیئے کہ اپنے انکار سے باز آئے انتہی۔ اگرچہ اس میں قاضی نور اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مصنف نے اور روایتوں کا بھی حوالہ دیا ہے۔ مگر ہمیں تو کوئی روایت کتاب کشف المحجوب میں نہیں ملی سوائے اُن کے جن کو ہم نے نقل کیا ہے اور نہ قاضی صاحب نے اپنی اتفاق الحق میں سوائے مجرد دعوے شہرت کے کوئی روایت یا کوئی سند پیش فرمائی ہے۔ دونوں کتابیں ایران کے چھاپے کی موجود ہیں جو کوئی چاہے دیکھ لے۔

طائف میں بھی اگرچہ جناب ثقۃ الاسلام نے بہت کچھ قلم کا زور دکھایا اور بہت کچھ زبان درازی فرمائی ہے مگر کوئی صحیح روایت اور کوئی معتبر سند آپ نے بھی متعلق دعوے بہم فدک کے پیش نہیں فرمائی۔ اُن کی طائف مطبوعہ بمبئی میں صفحہ ۶۷ سے صفحہ ۷۰ تک فدک

غائب ہی کب ہوتا تھا۔

غرض جوں ہی اوطاس سے فوج واپس آئی حضور نے اسے نخلہ کے راستے سے آگے بڑھایا اور طائف کا محاصرہ کر لیا مگر طائف کا شہر بہت مضبوط فصیلوں سے گھرا ہوا تھا۔ کئی مہینے کا اسمیں سامان خورد و نوش موجود تھا اور پانی بھی بہت افراط سے تھا محاصرہ کرنے والوں پر تیروں کی بوچھاڑ برسنے لگی۔ اور طائف والوں نے اس کثرت سے تیر برسائے کہ ایک دفعہ نظر سے سامنے کا مطلع چھپ گیا۔ اب یہ بات محسوس ہونے لگی کہ لشکر گاہ فصیل کے بہت ہی قریب نصب کیا گیا ہے۔ بارہ مسلمان مقتول اور بہت سے زخمی ہوئے مجروحین میں حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبداللہ بھی تھے جو زخم عبداللہ کو لگا تھا وہ اچھا نہ ہوا گو ان کی وفات حضور انور کے بعد ہوئی مگر اسی زخم میں ہوئی۔ چنانچہ فوراً دشمن کے تیروں کی زد سے پرے لشکر گاہ ہٹائے گئے دو خیمے ایک زینب کے لئے اور ایک ام سلمہ کے لئے نصب کیے گئے ان ہی خیموں میں حضور انور

کا بیان ہے مگر اس میں متعلق اس دعوی کے سوائے مامون کے قصے اور عمر بن عبدالعزیز کی حکایت کے ایک روایت بھی درج نہیں ہے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت سیدہ رضؓ نے فدک کا دعوے ابوبکر صدیق رضؓ کے سامنے کیا اور انھوں نے شہادت طلب کی اور اُسے رد کیا۔ صرف معمولی سب وشتم پر کفایت کی ہے۔ اور عوام کے دلوں میں شبہ پیدا کرنے کے لئے قوت بیانیہ کا زور دکھایا ہے کہ باوجودیکہ فاطمہؓ معصوم تھیں اور باوجود حضرت علی نے شہادت دی اور حضرت ام ایمن نے بھی تصدیق کی مگر ابوبکر نے ان سب کو جھوٹا قرار دیا اور اُن کے دعوی کی نسبت یہ خیال کیا کہ وہ اپنے جلب منفعت لیے حقوق مسلمین کا غصب کرنا چاہتی ہیں۔ تاکہ ان باتوں کو سُنکر لوگ پریشان ہوں اور اُن کے دلوں میں حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے شبہ پیدا ہو مگر جبکہ نہ دعوی ہبہ کا پیش ہوا نہ شہادت مانگی گئی نہ اُس کی تردید ہوئی بلکہ یہ سب جھوٹی باتیں اور بنائی ہوئی کہانیاں ہیں اور جن علمائے اہل سنت نے اس کا جواب دیا ہے وہ محض علی سبیل التسلیم والفرض ہے تو یہ

پانچوں وقت کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ طائف کی عالیشان مسجد اسی مقام پر تعمیر ہوئی ہے جہاں خیمے نصب تھے۔

طائف کا محاصرہ بڑا ہی خطرناک ہے تیروں کی بارش میں انسان کے لئے آگے بڑھنا محال تھا فیل کے قبیلہ کے عرب اتفاق سے اسلامی لشکر گاہ میں آکے پہنچے اور وہ سب مسلمان ہوگئے یہ لوگ اس فن میں ماہر تھے کہ ایسی مشین تیار کریں جن پر تیروں کا اثر نہ ہو اور ان ہی کی بنا دی میں شہر پر حملہ ہوسکے چنانچہ وہ مشین تیار ہوگئی اور اب اسلامی فوج انہیں آڑ بنا کے آگے بڑھی اہل طائف نے اس پر گرم لوہے کے گولے پگھلا کر پھینکنے شروع کئے گولوں کے لگتے ہی ان مشینوں میں آگ لگ گئی آگ کا لگنا تھا کہ سپاہیوں میں گھبراہٹ پھیل گئی اور وہ پریشان ہوکے بھاگے فوراً اہل طائف نے بھاگنے والوں پر تیر برسائے جس سے کئی آدمی مقتول اور بہت سے مجروح ہوئے اور بمشکل اپنے لشکر گاہ میں پہنچے۔ پھر دوبارہ وہ مشین نہیں تیار کی گئی۔

ساری خوش تقریریں لغو اور فضول ہیں۔ اُن کا کام تھا کہ اول بنیاد ثابت کرتے اور کوئی ایک بھی صحیح روایت متعلق اس دعوی کے ہمارے یہاں سے پیش فرماتے پھر جو دل چاہتا وہ لکھتے۔ اور جو کچھ قلم زور دکھانا تھا وہ دکھاتے۔ بے بنیاد باتیں اور جھوٹے قصے پر ساری لن ترانیاں ہنسنے کے قابل ہیں۔

اُن کی کتاب طرائف میں جو روایت متعلق قصۂ مامون کے ہے اُسے وہ یوں لکھتے ہیں کہ عجیب وغریب ماجرا یہ ہے کہ وہ باوجودیکہ فاطمہؓ بنت رسول کی بزرگی اور جلالت کا اقرار کرتے بھی تھے مگر اُن پر طرح طرح کے ظلم وستم کئے اُن کی اور اُن کے باپ کی حرمت کو پامال کیا اور باوجودیکہ حضرت فاطمہؓ کا زنان اہل جنت کی سیدہ ہونے کی تصدیق کرتے تھے مگر ان کو ایذا دی اور طرح طرح سے ستایا چنانچہ اہل تواریخ نے ایک طویل رسالے میں جو مامون خلیفہ عباسی کے حکم سے موسم حج میں لکھا اور پڑھا گیا اس کا بیان کیا ہے۔ صاحب تاریخ عباسی نے اُسے لکھا ہے۔ اور رومی فقیہ صاحب تاریخ نے بھی

جب یہ بات معلوم نہ ہوگئی کہ شہر کسی طرح سے قابو میں نہیں آنے کا تو حضور انور نے حکم دیا کہ دامن کوہ میں انگوروں کی جس قدر بیلیں ہوں کاٹ ڈالی جائیں۔ حکم ہوتے ہی فوراً کٹنی شروع ہوگئیں یہ دیکھ کے شہریوں کو بہت صدمہ ہوا اور انھوں نے خدا کا واسطہ دے کے التجا کی کہ ایسا مت کرو حضور انور نے اُن کی اپیل کو سنا اور سپاہیوں کو روک دیا پندرہ روز کامل محاصرہ کو گزر گئے تھے مگر کسی کا کوئی فائدہ مرتب نہ ہوا۔ آخر فوج ناکام محاصرہ اٹھا کے واپس چلی آئی کچھ قیدی گرفتار ہو کے آئے تھے حضور انور نے اعلان دیدیا تھا کہ جتنے قیدی طائف میں سے پکڑے جائیں گے وہ سب آزاد کر دیئے جائیں گے۔ پھر فوج ایک مقام پر واپس گئی تو ایک عجیب دلچسپ واقعہ ہوا منجملہ اور قیدیوں کے ایک بڑھیا عورت بھی تھی جب اس نے مسلمان سپاہیوں کا برتاؤ اپنے ساتھ کسی قدر سخت پایا تو اُس نے باآواز بلند کہا تمھیں میری خاطر و مدارات کرنی چاہیئے۔ کیونکہ میں تمھارے سردار محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دودھ شریک بہن ہوں لوگ اس

اُن حوادث میں جو ۲۱۱ھ میں ہوئے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ ولادہ خشیر نے اپنے قضیے کا مرافعہ خلیفہ مامون کے سامنے اس دعوی سے پیش کیا کہ فدک اور عوالی اُنکی والدہ فاطمہ بنت محمد نبی کا تھا۔ ابوبکر نے اُن کے قبضے سے اس کو ناحق لے لیا اب ہم اپنا انصاف اور ظلم کا انکشاف چاہتے ہیں اسی پر مامون نے علماء حجاز و عراق کے دو سو علماء کو جمع کیا اور نہایت تاکید کی کہ دیانت اور اتباع صدق کریں۔ اور ورثہ فاطمہ نے جو قضیہ پیش کیا تھا اُن سے بیان کیا اور پوچھا تمہارے نزدیک اس بات میں کوئی حدیث صحیح ہے۔ اور اسی باب میں بہت لوگوں نے بشر بن ابوالولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے حدیثیں روایت کی ہیں کہ یہ سب اُن احادیث کو اپنے محمد تک پہنچاتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوگیا تو آپ نے یہود کے گاؤں میں سے ایک گاؤں اپنے لئے خاص کر لیا۔ پھر جبریل نازل ہوئے اور یہ آیت لائے "وات ذا القربے حقہ" آپ نے پوچھا کہ ذی القربی کون لوگ ہیں اور اُن کا حق کیا ہے

عورت کو حضور انور کی خدمت میں لے گئے آپ نے اسے شناخت کر لیا حلیمہ کی لڑکی تھی اور اس نے حضور انور کو گودیوں میں کھلایا تھا۔ حضور انور نے نہایت محبت سے اُسے اپنے پاس بٹھالیا اور اُس سے کہا بہن کیا تو مدینے چلے گی اُس نے انکار کیا اور کہا کہ میں تو اپنے قبیلے کے ساتھ رہوں گی حضور انور نے کئی قیمتی تحفے اُسے دیکر رخصت کر دیا جب یہ عورت اپنے قبیلے میں گئی تو اُس نے ساری کیفیت بیان کی اُس کا اثر ہوازن کے مختلف قبائل پر ہوا۔ اُنہوں نے مل کے ایک سفارت حضور انور کی خدمت میں روانہ کی اس سفارت میں ایک بوڑھا شخص تھا جسنے آنکے کہا کہ میں حضور انور کا ماموں ہوں یعنے حلیمہ کا بھائی ہوں۔ سفارت میں اپنے قبائل کی اطاعت کا اظہار کیا اور کہا کہ جو مصائب ہم پر پڑے ہیں آپ اُن کے رفع کرنے کے لئے ہمیں مدد دیں اور کہا کہ ان جھوپڑوں میں جو قیدی ہیں ان میں تمہاری دو شیر یک بہنیں بھی موجود ہیں اُنھوں نے اسے محمدؐ آپ کو پرورش کیا اور پالا ہے آپ ہماری گودیوں کے کھلائے ہوئے ہیں آپ بچپن میں

جبرئیل نے کہا فاطمہؑ ہیں پھر آپ نے فدک اُن کو دیدیا۔ اس کے بعد پھر اُن کو عوالی یا اور یہ مستقل طور پر فاطمہؑ کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ اُن کے والد بزرگوار محمدؐ نے وفات پائی۔ جب ابو بکر سے بیعت ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں اُس شے کو جس کو تمہارے باپ نے تم کو دی ہے روک نہیں سکتا اور یہ چاہا کہ اُن کو ایک وثیقہ لکھ دیں کہ ابو بکر کو عمر بن خطاب نے ہوشیار کیا اور کہا کہ یہ ایک عورت ہیں ان سے گواہ طلب کرو ابو بکر نے حکم دیا کہ گواہ لاؤ۔ تو فاطمہؑ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کو مع علی بن ابی طالبؑ کے گواہ لائیں۔ پھر یہ خبر عمر کو پہنچی تو وہ ابو بکر کے پاس آئے۔ اور ابو بکر نے اس ماجرے کو اُن سے کہا کہ ان سب نے گواہی اُن کے دعوی کی دی اور فاطمہؑ کے لئے ایک وثیقہ لکھدیا عمر نے وہ وثیقہ لے لیا اور کہا کہ فاطمہؑ ایک عورت ہیں اور علیؑ اُس کے شوہر ہیں اپنا نفع چاہتے ہیں اور شہادت دو عورتوں کی بے مرد کے درست نہیں ہوتی۔ ابو بکر نے اس خبر کو فاطمہؑ سے کہلا بھیجا آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا وہ ہے

فیاض اور شریف دل رکھتے تھے اور اب اللہ نے آپ کو اس مرتبہ پر پہنچا دیا جس طرح آپ پر خدا نے مہربانی کی ہے آپ ہم پر مہربانی کریں حضور انور نے اُن کی طرف خطاب کر کے کہا کہ تمہیں دو چیزوں سے کونسی چیز پیاری ہے آیا مال یا اولاد اُنھوں نے کہا عورتیں اور بچے حضور انور نے ارشاد کیا کہ جتنے قیدی میرے اور میرے کنبے کے حصہ میں آئے ہیں اُنھیں تو میں تمہارے حوالے ابھی کر دیتا ہوں اور باقی جو میری فوج نے لئے ہیں اُس کے متعلق میں اُن سے کہوں گا جس وقت میں ظہر کی نماز پڑھنے لگوں تم دوبارہ میرے پاس آنا اُس وقت سب مسلمان جمع ہوں گے اور تم اُن کے سامنے مجھ سے التجا کرنا کہ ہمارے بال بچے چھوڑ دیے جائیں چنانچہ وہ وقت مقررہ پر آئے اور حضور سے آکے درخواست کی کہ کل مہاجر اور انصار نے تو اپنے قیدی ہمارے حوالے کر دیئے مگر مدینے کے تین قبائل بنی تمیم وغیرہ نے قیدی دینے سے صاف انکار کر دیا حضور نے انہیں بلا کے کہا کہ بات تو ٹھیک ہے مگر میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم یہ قیدی چھوڑ دو گے

جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ ان لوگوں نے شہادت حق ادا کی تھی۔ پھر ابو بکر نے کہا کہ شاید آپ بچنے ہوں لیکن اور گواہ لے آؤ جو اپنا نفع نچاہتا ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ تم نے میرے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سُنا کہ فرماتے تھے کہ اسماء بنت عمیس اور ام ایمن اہل جنت سے ہیں دونوں نے کہا ہاں آپ نے کہا کہ وہ عورتیں کہ جو اہل جنت سے ہوں وہ باطل گواہی دے سکتی ہیں پھر آپ خفا ہوتی ہوئی گھر لوٹ آئیں اور اپنے باپ سے پکار کر کہتی تھیں کہ میرے باپ نے مجکو یہ خبر دی ہے کہ سب سے اوّل میں اُن سے ملوں گی۔ قسم ہے خدا کی کہ میں اس کی شکایت اُن سے کروں گی۔ پھر جب تک زندہ رہیں اور علیؑ کو وصیت کی کہ ابو بکر و عمر کی نماز نہ پڑھیں اور آپ نے اُن دونوں کو چھوڑ دیا اور اُن سے بات نکرتی تھیں حتیٰ کہ آپ کا انتقال ہوا۔ اور علی اور عباسؓ نے آپ کو رات میں دفن کیا پس مامون نے اُسی مجلس میں اُسی دن اولاد فاطمہؑ کو فدک دیدیا پھر دوسرے روز ایک ہزار علما و فقہا کو بلایا اور اُن سے صورت حال بیان کی اور اُن کو اللہ کا خوف

تو اس کے بعد فی قیدی چھ اونٹ کے حساب سے تمہیں ملیں گے۔ چنانچہ وہ رضامند ہو گئے اور کل قیدی انھوں نے چھوڑ دیئے۔

اس کے بعد سر ولیم میور نے ایک اعتراض حضور انور پر یہ کیا ہے کہ تین خوبصورت لڑکیاں بطور کنیزوں کے حضور انور کی خدمت میں پیش کی گئیں آپ نے ایک علی کو دیدی ایک عثمان کو اور ایک اپنے خسر عمر فاروق کو عثمان اور علی تو وہ دونوں کنیزیں اپنے پاس رکھیں مگر فاروق نے اپنے بیٹے کو کنیز دیدی عبداللہ آپ کے صاحبزادے نے اس کنیز کو آزاد کر دیا اور وہ قبیلے میں جا کے ملگئی۔ اس پر سر ولیم میور متوفی کا یہ اعتراض ہے کہ آنحضرت نے اپنے دو دامادوں کو وہ لڑکیاں دیں اور ایک خسر کو اس سے آپ کی معاشرت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اب بڑی دقت یہ ہے کہ اگر حضور انور ان تینوں کنیزوں کو اپنے پاس رکھ لیتے تو مخالف دوسرا اعتراض کرتے اور جب آپ نے اپنے دامادوں اور خسر کو خدمت کے لئے وہ لڑکیاں دیدیں جہاں آپ کو اطمینان تھا کہ یہ خوش و خرم رہیں گی اور

دلایا اور ان سب نے آپس میں مناظرہ کیا پھر ان کے دو فریق ہوئے ایک فریق ان میں یہ کہتا تھا کہ ہمارے نزدیک شوہر اپنا نفع چاہتا ہے تو اس کی شہادت قبول نہیں ہو سکتی لیکن ہم خیال کرتے ہیں کہ حلف فاطمہ نے ان کے دعویٰ کو ثابت کر دیا تھا مع دو عورتوں کی شہادت کے اور ایک فریق یہ کہتا تھا کہ ہم یمین و شہادت ہر حکم لازم نہیں سمجھتے لیکن زوج کی شہادت جائز ہے اور ہم اس کو اپنا نفع چاہنے والا نہیں خیال کرتے اور ان کی شہادت دو عورتوں کی شہادت پر فاطمہ کے دعویٰ کو ثابت کرتی ہے غرض ان دونوں فریق کا باوجود اختلاف کے اس امر پر اتفاق تھا کہ فدک دعوائی کا استحقاق فاطمہ کو تھا۔ اس کے بعد مامون نے آگے فضائل علیؑ کو دریافت کیا۔ تو انھوں نے یہاں طرفہ جلیل بیان کیا ہے جو رسالہ مامون میں مذکور ہے پھر ان سے فاطمہؑ کا حال دریافت کیا تو انہوں نے ان کے باپ سے ان کے بہت سے فضائل بیان کئے پھر ام ایمن اور سلمیٰ بنت عمیس کا حال دریافت کیا تو انہوں نے اپنے نبی محمدؐ سے روایت کی کہ یہ دونوں اہل جنت سے ہیں مامون نے کہا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ

انھیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے کی وہاں ایک لغو اور بیہودہ اعتراض کر دیا۔ کنیزوں کے رکھنے کا عرب میں ایک عام دستور تھا اور خصوصاً اس زمانہ کے قانون جنگ کے مطابق جو عورتیں گرفتار ہو کے میدان جنگ سے آتی تھیں وہ کیا آزاد کر دیجاتی تھیں یا انھیں بطور کنیزوں کے رکھ لیا جاتا تھا کنیزیں رکھنے والے ان سے زن و شوئی کے تعلقات پیدا کرنے کی ضرورت نہ تھی ایسی مثالیں اکثر ملیں گی کہ انھیں آزاد کر دیا جاتا تھا یا کسی آزاد سے انکا نکاح کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم کی وہ مثال موجود ہے آپ نے وہ کنیز اپنے صاحبزادے عبداللہ کو دیدی اور عبداللہ نے اُسے فوراً آزاد کر دیا۔ خود یہور صاحب کہتے ہیں کہ اس کا کہیں سے پتہ نہیں چلا کہ آیا علی اور عثمان نے بھی ان کنیزوں کو آزاد کر دیا تھا یا نہیں ایک مشتبہ امر میں ایک محقق کا اس درجہ دہنی سے اعتراض کرنا اُس کے علم اور تحقیق کے شایاں نہیں ہے۔

جب قیدیوں کا معاملہ طے ہو چکا تو حضور انور ناقہ پر سوار ہو کے اپنے خیمہ میں چلے گئے۔

یہ کہا جائے یا اعتقاد کیا جائے کہ علی بن ابی طالبؓ باوجود وسع و زہد کے فاطمہؓ کے لئے جھوٹی گواہی دیں حالانکہ خدا و رسول اُن کے فضائل بیان کرتے ہیں۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ اُن کے علم و فضل کا اعتقاد رکھکر یہ کہا جائے کہ وہ ایسی شہادت دینے کو تیار ہو جائیں جسکا خود حکم نہ جانتے ہوں۔ اور کیا یہ جائز ہو سکتا ہے کہ فاطمہؓ باوجود عبادت و عصمت اور نساء عالمین و نساء اہل جنت کے سیدہ ہونے کے جسکی تم روایت کرتے ہو ایسی شے طلب کریں جو انکی نہ ہو اور تمام مسلمانوں پر ظلم پسند کریں اور اُسپر اللہ لا الہ الا ہو کی قسم کھا دیں۔ یا یہ جائز ہے کہ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس جھوٹی گواہی دیں حالانکہ وہ اہل جنت سے ہوں بے شک فاطمہ پر طعن کرنا کتاب اللہ پر طعن کرنا ہے اور دین میں الحاد ہے۔ کبھی ہو نہیں سکتا کہ یہ بات اسطرح ہوئی ہو۔ پھر مامون نے اُن سے معارضہ اُس حدیث سے کیا جسکو اُنھوں نے روایت کیا ہے کہ علی بن ابی طالب نے بعد وفات آنحضرتؐ کے منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرضہ ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے پاس آئے۔ تو بہت

مسلمانوں کے ایک گروہ نے جب یہ دیکھا کہ قیدیوں کی غنیمت اُنھیں تقسیم نہ کیجائے گی تو وہ سب ملکے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُنھوں نے عرض کیا اگر قیدی تقسیم نہیں کئے جاتے تو اُونٹ اور بھیڑیں وغیرہ تقسیم کر دی جائیں۔ ہجوم اس قدر ہوا کہ اخیر آپ ایک درخت کے نیچے جا کے کھڑے ہوئے لوگوں کی دھکا پیلی سے کیونکہ وحشت ان کے خون سے ابھی تک گئی نہیں تھی آپ کا مبارک عمامہ آپکے سر سے اُتر کے آپکے کندھے پر آ گیا آپنے فرمایا قسم ہے خداوند تعالےٰ کی کہ اگر بھیڑیں اور اُونٹ درختوں کی پتیوں کی برابر تعداد میں ہوں تو وہ بھی میں تم میں تقسیم کر دوں گا تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے اور نہ جھوٹا پھر آپ نے اپنے ناقہ کے کوہان سے ایک بال اُکھیڑ کے اور اسے ہاتھ میں لے کے فرمایا میں اس بال کے برابر بھی کوئی چیز سوائے اپنے پانچویں حصہ کے زیادہ لینا نہیں چاہتا مگر اب میں یہ کہتا ہوں کہ میں اپنا پانچواں حصہ بھی تم ہی میں تقسیم کر دونگا مطالبہ کرنے والے فریق کو اس بات پر اطمینان ہو گیا اور حضور انور اپنی جائے قیام تشریف لے گئے۔ آپنے فوراً اپنے وعدے

لوگ آپکے پاس آئے اور اُنھوں نے جو بیان کیا آپنے بے گواہ طلب کئے اُن کو دیدیا۔ اور ابو بکر نے بھی اس قسم کی منادی کرائی تو جریر بن عبداللہ نے اگر ہیجیر پر ایک وعدہ کا دعوی کیا اور ابو بکر نے بے گواہی کے اُس کو دیدیا اور پھر جابر بن عبداللہ نے اگر دعوی کیا کہ اُنسے پیغمبر نے وعدہ کیا تھا کہ اُن کو مال بحرین سے ایک تہائی دینگے جب مال بحرین کا آپ کی وفات کے بعد آیا تو اُن کو ابو بکر نے ایک تہائی مال دیدیا۔ ان دونوں نے دعوی بے گواہ کے کیا تھا۔ عبدالمحمود کہتے ہیں کہ اس حدیث کو حمیدی نے الجمع بین الصحیحین افراد مسلم کی نو حدیث مسند جابر میں ذکر کیا ہے۔ اور یہ کہ جابر نے کہا کہ میں نے جو اُن کا شمار کیا تو پانچ سو تھے تو ابو بکر نے جابر سے کہا کہ اتنے ہی اور لے لو۔ عبدالمحمود کہتے ہیں کہ رسالۂ مامون میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے مامون نے نہایت تعجب کیا اور کہا کیا فاطمہ اور اُن کے گواہ جریر اور جابر پسران عبداللہ کے برابر بھی نہ تھے۔ پھر مامون نے اس رسالے کے لکھے جانیکی نہایت تاکید کی اور یہ کہ موسم حج میں علی رؤس الاشہاد پڑھا جائے۔ اور فدک

کے پورا کرنے کا انتظام کیا اور ایک فیاضانہ اور فیاضانہ آزادی سے مکہ اور مدینہ کے قبائل کے شیوخ کے دلوں کو اپنے قابو میں لے لیا قبائل کے سرداروں کے سرداروں میں ابوسفیان اُس کے دو بیٹے یزید اور معاویہ حاکم صفحوان۔ سہیل۔ حاطب وغیرہ تھے یہی لوگ وہ ہیں کہ جو کچھ عرصے پہلے آپ کے مخالف تھے دوسرے درجے کے سرداروں میں ہر ایک شخص کو پچاس پچاس اُونٹ دیئے اور یہ بھی اتفاق ہوا کہ اگر کوئی سردار اپنے حصہ پر ناراض ہوا تو آپ نہایت فیاضی سے اُس کو دوھرا حصہ دیدیا۔ اس کے بعد مدینہ کے قبائل میں یہ سرگوشی ہونے لگی کہ ایسا نہ ہو حضور انور مہاجرین کو ساتھ لے کے اپنے وطن چلے جائیں اور وہیں قیام کریں اس سرگوشی نے عام پریشانی قبائل مدینہ میں پیدا کر دی اور ابو عبیدہ نے حضور انور کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ یہ لوگ اس قسم کے خیالات پکا رہے ہیں آپ انھیں اپنے پاس بلا کے سمجھا دیجئے چنانچہ آپ نے ان سب آدمیوں کو اپنے پاس بلایا اور

اور عوالی کو محمد بن یحییٰ بن الحسین بن علی الحسین بن علی بن الحسن بن علی بن الحسن بن علی بن ابی طالب کے قبضے میں کر دیا کہ انہیں وہ کاروبار کرتے اور ورثۂ فاطمہؑ پر تقسیم کر دیتے۔

عمر بن عبد العزیز کا قصہ رد فدک کا ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے اسی طرح پر لکھا ہے جیسا کہ کشف الحق میں لکھا ہے۔

بحار الانوار میں بھی کوئی روایت معتبر متعلق دعوی ہبۂ فدک ہمارے یہاں کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی۔

عماد الاسلام میں جناب مولانا دلدار علی صاحب نے بھی کوئی روایت باسناد صحیح ثبوت میں اس دعوی کے پیش نہیں فرمائی۔ آپ نے جو کچھ عماد الاسلام میں ارشاد فرمایا ہے انہیں ایک روایت تو وہ ہے جس میں مامون کے ہاتھ اور فدک کے رد کا قصہ ہے اور اسے آپنے طرائف سے بعینہ نقل فرمایا ہے جیسا کہ خود چھٹے فائدے کے پہلے مسئلے میں لکھتے ہیں وقال السید علی بن طاؤس فی الطرائف ومن الطرائف العجیبۃ الخ۔

یہ فرمایا اے مدینہ کے لوگو مجھ سے یہ بیان کیا گیا کہ تم اس بات سے پریشان ہو کہ میں نے تمہارے سرداروں کو بڑے بڑے حصے دیدیئے اور تمہیں کچھ نہیں دیا مگر میں تم سے دریافت کرتا ہوں کہ آیا جب تم بالکل آوارہ بے خانماں تھے تو خداوند تعالےٰ نے مجھے تمہارے پاس راہ مستقیم پر کرنے کے لئے نہیں بھیجا تھا پہلے محتاج تھے اب دولتمند ہو گئے تم پہلے آپس میں دشمن تھے اور اب ایک دوسرے کو پیار کرتے ہو انھوں نے جواب دیا بے شک اے رسول اللہ آپ سچ فرماتے ہیں مہربانی اور فیاضی تو اس کے پیغمبر ہی کے لئے شایان ہے اس پر حضور انور نے پھر یہ فرمایا بے شک تم نے سچا جواب دیا۔ اور ایسا ہی جواب دینا چاہیئے تھا۔ اب جو کچھ تمھیں کہنا ہے تم آزادی سے کہو انھوں نے کہا کہ آپ مدینہ میں اس وقت آئے ہیں جبکہ لوگ آپ کو کاہن کہتے تھے ہم نے آپ کی صداقت کی شہادت دی آپ کا اسوقت کوئی یار و مددگار نہ تھا ہم نے آپ کی مدد کی آپکے پاس کہیں ٹھیرنے کی جگہ نہ تھی ہم نے آپ کو اپنے ہاں ٹھیرایا آپ شکستہ خاطر اور پریشان تھے ہم نے آپ کو ہر طرح سے ڈھارس دی

اور پھر آگے چلکر صواعق محرقہ اور جواہر العقیدین سے ایک روایت حافظ ابن شبہ کی نقل کرتے اور فرماتے ہیں کہ تیسرا سند اس بیان میں ہے کہ فاطمہؑ نے ہبہ کا دعویٰ کیا یا نہیں اور اس دعوی کی صحت اس سے ہوتی ہے کہ صواعق محرقہ کے دوسرے باب اور اسی کتاب کے حصہ کے ساتویں باب اور پندرہویں ذکر میں اور نیز مسند ابو دی کی جواہر العقیدین میں یہ روایت لکھی ہے کہ حافظ ابن شبہ نمیر بن حسان سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے زید بن علی سے جو امام باقر کے بھائی تھے بارادہ تبجیل و تذلیل ابو بکر کے پوچھا کہ ابو بکر نے فاطمہؑ سے فدک چھین لیا تھا تو حضرت زید نے جواب دیا کہ ابو بکر ایک نرم دل آدمی تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی چیز میں رسول خدا صلعم کے کچھ تغیر و تبدل کریں۔ اُن کے پاس حضرت فاطمہؑ آئیں اور فرمایا کہ رسول اللہ نے فدک مجھے دیدیا ہے۔ ابو بکر نے کہا کیا اسپر تمہارے پاس کوئی گواہ ہے۔ وہ علی کو لائیں انھوں نے شہادت دی پھر ام ایمن کو انھوں نے پیش کیا انھوں نے اول تو یہ کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ میں اہل جنت سے ہوں

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ ان زندگی کی چیزوں کو تم نے اپنے دل میں کیوں جگہ دے لی ہے میں نے کیا تمہارے قلوب کو اسلام کی طرف رجوع نہیں کر دیا۔ اور اب تم اس دین خدا پر ثابت قدم ہو کیا تم اس بات پر مطمئن نہیں ہو کہ جبکہ دوسرے لوگ اونٹ اور گلے اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں خدا کا رسول تمہارے ہمراہ جاتا ہے خوب سمجھ لو کہ میں تمہارا ساتھ کبھی نہیں چھوڑنے کا اگر خدا کی مخلوق اپنا ایک راستہ اختیار کرے اور اہل مدینہ دوسرا راستہ تو یقیناً میں مدینہ والوں کے ساتھ ہو جاؤں خدا تم پر مہربان ہو اور تمہیں برکت دے اور اسی طرح تمہاری اولاد در اولاد کو برکت نصیب ہو یہ سنکر تمام اہل مدینہ زار زار رونے لگے یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں سے اُن کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور انہوں نے یک زبان ہو کے باواز بلند یہ کہا اے رسول خدا ہم مطمئن ہو گئے آپ کا ہمارے ساتھ رہنا ہمارے لئے دین و دنیا کی نعمتوں سے بہتر ہے قرآن مجید میں مال غنیمت کی تقسیم کا اشارہ

ابوبکر نے کہا بے شک۔ تب اُنہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا نے پیغمبر خدا نے فاطمہؑ کو عطا کیا تھا۔ اس پر ابوبکر نے کہا کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے الیٰ آخر القصہ۔ اس کے آگے کا پورا قصہ بیان نہیں کیا اور وہ یہ ہے کہ ابن علی نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر یہ معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا تو میں بھی وہی حکم دیتا جو ابوبکر نے دیا تھا۔ اور صواعق محرقہ کے باب اول کی پانچویں فصل میں یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا دعوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک اُن کو بخشدیا تھا ثابت نہیں ہوا اس لئے کہ سوائے علی اور ام ایمن کے وہ اُس پر اور کوئی گواہ نہیں لائیں۔ اور نصاب شہادت پورا نہیں ہوا۔ سوا اس کے علماء میں اختلاف ہے کہ زوج کی شہادت زوجہ کے لیے قبول ہو سکتی ہے یا نہیں اور یہ گمان اُن کا کہ حسنین اور ام کلثوم نے بھی شہادت دی باطل ہے۔ سوا اسکے فرع کی شہادت اور نابالغ کی گواہی غیر مقبول ہے۔ اور شرح مواقف کے چوتھے مقصد میں یہ لکھا ہے کہ اگر یہ بات کہی جائے کہ فاطمہؑ نے ہبہ فدک کا دعویٰ کیا اور ابن علی و حسنین اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہے ام ایمن نے شہادت دی اور ابوبکر نے

آیا ہے اور اس کا فیصلہ صاف طور پر ہو گیا ہے۔

بنی ہوازن کا سردار مالک ابھی تک طائف میں تھا حضور انور نے چاہا کہ اس سردار کو راہ مستقیم دکھائی جائے چنانچہ آپ نے اس کی قوم کے آدمیوں کو اسلام کی دعوت دی اور سو اونٹ اسے مرحمت کئے اور فرمایا کہ اس کا خاندان اور اس کی جائداد سب اسے واپس دیدی جائے گی وہ فوراً حضور انور کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ مسلمان ہونے کے بعد اس نے طائف پر حملہ کرنا شروع کیا اس نے طائف والوں کے مویشی جو چرنے بھیجے جاتے تھے پکڑنے اور کاٹنے شروع کر دیئے اور انھیں سخت تنگ کرنا شروع کیا کچھ عرصے آپ نے راستے میں قیام کیا کہ جہاں حنین کی کل غنیمت کو تقسیم کر دیا چار اونٹ اور چالیس بھیڑیں ہر ایک سپاہی کے حصہ میں آئیں اور اس سے تگنی ہر سوار کے حصہ میں تقسیم غنیمت ختم ہو چکی اور آپ حضور انور نے مکہ کے لئے احرام باندھا آپ نے مکہ میں صرف ایک دن قیام فرمایا اور اس کے بعد آپ مدینہ روانہ ہو گئے

اُسے رد کیا تو اُس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ شہادت کا نصاب پورا نہیں ہوا۔ انتہی۔

جناب مولانا ولدار علی صاحب نے اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھا۔ اور چونکہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے یہ دلیل بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے پیش کی تھی کہ فدک میرے قبضے میں تھا۔ اُمید ہوتی تھی کہ اس کے متعلق جناب ممدوح عماد الاسلام سے مبسوط اور مشہور کتاب میں کوئی سند ہمارے یہاں سے پیش کریں گے مگر جو کچھ انھوں نے بیان فرمایا اُس سے ثابت ہو گیا کہ اس باب میں کوئی ضعیف اور غیر معتبر روایت نام کے واسطے بھی اُنھوں نے نہیں پائی۔

عماد الاسلام کے بعد طعن الرماح جناب سید محمد صاحب قبلہ کی ایک ایسی کتاب ہے جس کی نسبت خیال گذرتا ہے کہ اُنہیں ضرور دعوی ہبہ فدک کے ثبوت میں کوئی صحیح روایت درج ہو گی مگر افسوس ہے کہ توقع بھی متوقعین کی اس کے دیکھنے سے مبدل بہ یاس ہوتی ہے۔ جناب ممدوح نے سوائے اعادہ اُن تاریخی اخبار کے جو اُن کے متقدمین

ایک تو جوان لڑکے کو آپنے مکہ کا گورنر نامزد کیا اور اس کا ایک تہم روز مقرر کر دیا۔ انہی تک مشرکانہ و منافقانہ دونوں آزادی کے ساتھ تقریبوں میں شریک ہوتے تھے اور کچھ نافہمت نہ تھی مدینے پہنچنے سے پہلے حضور انور نے راستہ ہی میں سرداران بحرین۔ عمان۔ اور یمن کے نام فرمان ارسال کئے۔ جن کی مفصل کیفیت آئندہ کسی باب میں معلوم ہوگی۔

باب چہارم

آٹھ ہجری سے نو ہجری تک۔ مطابق سنہ ۶۳۰ء۔ سنہ ۶۳۱ء

مریم قبطی لڑکی اور آپکا صاحبزادہ ابراہیم

سنہ ہجری کے نویں سال حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب کا انتقال ہوگیا اس طاعون کے ساتھ جو کچھ وحشیانہ برتاؤ قریش نے اس وقت کیا تھا۔

اور والد ماجد نے لکھے ہیں یا حوالہ دیکھئے بعض اسی قسم کی روایتوں اور اقوال کے کوئی ایک خبر یا ایک روایت بھی باسناد صحیح ایسی پیش نہیں فرمائی جس سے اس دعوی کا ثبوت ہوتا اور جس کی وجہ سے یہ کتاب بقول اُن کے ہم مشربوں کے لاجواب سمجھی جاتی۔ بہرحال جناب محمد فرح نے طعن الرماح میں جن اقوال اور روایات کو اپنے متقدمین کی کتابوں سے نقل کیا ہے اور جو تازہ اقوال خود پیش کئے ہیں اُن سے ایک روایت تو نمیر بن حسان کی ہے جسمیں حضرت زید سے فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ابن حجر در باب ثانی صواعق محرقہ عن النمیر بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا اریدان ابجن ابا بکر الخ۔ اور بعد کہنے اُن الفاظ کے جو عماد الاسلام میں مذکور ہیں آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایں روایت صریح ست دریں کہ جناب سیدہ نزد ابی بکر آمدہ دعوی ہبہ فرمودہ واو گواہ وشاہد طلب نمودہ جناب باب مدینۃ العلم ونفس رسول وام ایمن کہ بنا بر حدیث متفق علیہ بہ بہشت بود ابو بکر نیز بآن اقرار نمود ادائے شہادت کردند پس

جب وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لا رہی تھیں اسکی تکلیف سے آپ جانبر نہ ہو سکیں کھانے کی تکلیف۔ پانی کی تکلیف اور رستے کی مصیبت ایسی خطرناک تھی کہ آپ بیمار رہیں اور اسی میں فوت ہوگئیں۔ ام کلثوم کا جو آپ کی دوسری صاحبزادی اور حضرت عثمان کی بیوی تھیں ابھی انتقال ہو چکا تھا اب صرف آپ کی صاحبزادیوں میں حضرت بی بی فاطمہ زندہ تھیں مگر اسوقت ایک دوسرے بچے کے پیدا ہونے سے حضور انور کی ذرا ڈھارس بندھ گئی تھی اس سے پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ مقوقش مصر کے گورنر نے حضور انور کی خدمت میں دو لڑکیاں شیرین اور مریم نامی بطور تحفہ یا نذر کے بھیجی تھیں یہ دونوں بہنیں حضور انور نے ان میں سے ایک لڑکی کو اپنی خدمت میں رکھ لیا ام سلیم اس لڑکی کی نگرانی میں رکھی گئی آپ نے مسجد کے حجروں میں سے کوئی حجرہ مریم کو نہیں دیا۔ بلکہ بلند سیئے مدینہ میں ایک باغ کا گھر اس کے لئے تیار کیا جہاں وہ رکھی گئی اور یہاں

او قبول نکرد و گفت از گواہی یک مرد و یک زن ثبوت حق نمی شود۔ انتہیٰ۔

دوسری روایت ابوبکر جوہری کی جناب مجتہد صاحب نے شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید سے نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ وایضا ابوبکر جوہری کیفیت شریفش شاہد عدل نصب تسوغن اوست روایت کردہ قالت فاطمۃ ان ام ایمن تشہدان رسول اللہ اعطانی فدک فقال لہا یا بنت رسول اللہ واللہ ما خلق اللہ خلقا احب الی من رسول اللہ ابیک ولود دت ان السماء تقع علی الارض او ما مات ابوک الی ان قال ان ہذا المال لم یکن للنبی انما کان مال من اموال المسلمین یحمل بہ الرجال وینفقہ فی سبیل اللہ فلما توفی رسول اللہ ولیتہ کما کان یلیہ قالت واللہ لاکلمنک ابدا قال لاہجرنک ابدا قالت واللہ لادعون علیک فال واللہ لادعون اللہ لک فلما حضر تہا الوفاۃ اوصت ان لا یصلی علیہا فدفنت لیلا انتہی علی ما نقلہ ابن ابی الحدید یعنی ابوبکر جوہری نے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہیں کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دیا تھا ابوبکر نے اُن سے کہا کہ اے بنت رسول اللہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ کی کوئی مخلوق میرے نزدیک تمہارے باپ رسول اللہ سے زیادہ محبوب نہیں

حضور انور اس کے پاس تشریف لیجایا کرتے تھے مریم کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور سلمہ جو خدیجۃ الکبریٰ کی زچگی میں رہی تھیں اس نے مریم کے لئے بھی فرض ادا کیا اور ام برده بطور دائی کے انتخاب کی گئی بچہ کا نام ابراہیم رکھا گیا پچیس برس کے بعد یہ لڑکا حضور انور کے ہاں پیدا ہوا اس عمر میں لڑکے کا پیدا ہونا آپ کی بہت بڑی خوشی کا باعث ہوا ساتویں دن آپ نے اس بچہ کا عقیقہ کیا اور سر منڈوایا اور اس کے بالوں کے وزن کی چاندی لیکر آپ نے غریبوں میں تقسیم کی اور اس کے بعد بال دفن کر دیئے گئے ابراہیم دستور ملک کے مطابق اپنے ننھیال کے گھر میں پرورش پانے لگا حضور انور بلا ناغہ روزانہ کے گھر اسے دیکھنے جایا کرتے تھے آپ اسے گود میں لیتے تھے پیار کرتے تھے اور گلے لگاتے تھے چند بکریاں خاص طور پر آپنے ابراہیم کے دودھ پینے کے لئے مقرر کر دی تھیں جس سے ابراہیم بہت توانا اور فربہ ہو گیا تھا آپ کبھی خوش ہو کے فرماتے تھے کہ ابراہیم تو بالکل میری صورت ہے اب ابراہیم سال بھر کی عمر کو پہنچا یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حضور انور کی محبت اپنے بچہ کے لئے اس

تھیں۔ اور میں بہت چاہتا رہا کہ جس روز تمہارے باپ نے انتقال فرمایا کہ آسمان زمین پر گر پڑے یہاں تک کہا کہ یہ مال خاص پیغمبر کا نہ تھا بلکہ مسلمانوں کا ہے۔ آپ اس مال سے لوگوں کو جہاد کا سامان دیتے اور راہِ خدا میں صرف فرماتے۔ اے رسول اللہ نے وفات فرمائی تو میں بھی انہیں اسی طرح کروں گا جس طرح آپ کرتے تھے حضرت فاطمہؓ نے کہا قسم ہے اللہ کی میں تم سے کبھی بات نکروں گی۔ ابوبکر نے کہا کہ میں کبھی تم کو نہ چھوڑونگا فاطمہؓ نے کہا کہ میں اللہ سے تمہارے لئے بد دعا کروں گی ابوبکر نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ جب حضرت فاطمہؓ کی وفات قریب پہنچی تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ ابوبکر ان کی نماز پڑھیں اس لئے وہ شب میں دفن کر دی گئیں۔ انتہی۔

تیسرے مجتہد صاحب نے عمر بن عبد العزیز کے رد فدک کا ذکر بلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی کتاب معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے کیا ہے۔ اور اس میں یہ تین باتوں کو نقل فرمایا ہے جنکو انکے والد ماجد نے عماد الاسلام میں اور قاضی نور اللہ

غرض سے تھی کہ وہ آپ کا جانشین بنے گا۔ یا آپ کوئی سلطنت پیدا کرنی چاہتے تھے۔ جسکا اسے بادشاہ بنائے۔ غرض ان میں سے کوئی غرض آپ کی نہ تھی آپ کی پدرانہ شفقت آپ سے بغیر معمولی محبت کرائی تھی اور آپ کو قدرتی طور پر معصوم بچوں سے محبت بہت تھی جب آپ راستے میں چلتے چلتے چھوٹے چھوٹے بچوں کو کود میں اٹھا کے پیار کرنے لگتے تھے تو پھر اپنے بچہ سے آپ کو محبت کیوں نہ ہوتی مگر افسوس ہے کہ آپ کی خوشی اور محبت کی عمر ختم ہو گئی تھی ابراہیم پندرہ مہینے کا ہو کے بیمار ہو گیا اور بیماری اس حد پر جا پہنچی کہ جو مایوسی پیدا کرتی ہے کھجوروں کے جھنڈے کے نیچے انا کے مکان کے پاس بچہ لٹا دیا گیا اور اس بچہ کی ماں مریم اور خالہ شہر میں اس بچہ کی تیمارداری کرنے لگیں جب حضور انور وہاں پہنچے اور بچہ کی ایسی خطرناک حالت دیکھی تو آپ نے فوراً اسے گود میں اٹھا لیا آپ کا دل بھر آیا اور آپ سسکیاں لینے لگے کسی نے پاس کھڑے ہوئے سے

نسٹری نے بیان فرمایا ہے۔

چوتھے خلیفہ مامون کی مجلس قایم کرنے اور فدک واپس دینے کی روایت جو طرائف میں منقول ہے اور طرائف سے عماد الاسلام میں نقل کی گئی پھر نقل در نقل کی ہے صرف یہ تصرف کیا ہے کہ بجائے عربی عبارت کے اس کا ترجمہ فارسی میں کر دیا ہے۔

پانچویں وہ روایت معارج النبوت کی جناب مجتہد صاحب نے نقل کی ہے جو عماد الاسلام میں بیان کی گئی ہے جس میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے فدک کی سند حضرت فاطمہؑ کو لکھ دی تھی اور یہ وہی وثیقہ تھا کہ بعد وفات آنحضرت کے حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر کے سامنے پیش کیا اور اسے یوں لکھا ہے کہ والیضا در روضۃ الصفا و ہم در کتاب معارج النبوت کہ مشہور بسیر ملا معین ہروی است اذ مقصد قصی نقل کردہ کہ بعضی می گویند الخ (باقی عبارت وہی ہے جو عماد الاسلام سے آیہ وات ذالقربی حقہ،، کی بحث میں ہم پہلے نقل کر چکے)

چھٹے ملل و نحل شہرستانی کا بھی حوالہ ہے کہ شہرستانی در ملل و نحل گفتہ الخلاف الثالث فی امر فدک والتوارث عن النبی و دعوی فاطمہؑ علیہا السلام و رانتہ تارۃ و تملیکا اخری

آپ کو تسلی دی اور آپ کو یاد دلایا کہ آپ رونے سے منع فرما چکے ہیں آپنے جواب دیا کہ ہاں اپنے کو خاموش کرنے کے لئے میں ہر طرح سے کوشش کر رہا ہوں۔ پھر آپنے یہ ارشاد کیا کہ میں نے کبھی حکم نہیں دیا کہ آنکھوں کے آنسو بھی نہ نکلیں یا سسکیاں نہ بھری جائیں میں نے غل مچا کے رونے اور مونہ نوچنے وغیرہ کو منع کیا ہے جو کچھ تم میری حالت دیکھتے ہو یہ محض اسلام کیوجہ سے ہے جو خداوند تعالےٰ نے میرے دل میں پیدا کیا ہے یاد رکھو جو شخص دوسروں پر رحم نہ کریگا خداوند تعالےٰ کبھی اُس پر رحم نہ کرے گا اس بچہ کے لئے میرا دل غمگین ہے میری آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں تو بھی کوئی لفظ میری زبان سے ایسا نہیں نکلنے کا جس سے میں خداوند تعالےٰ کا گنہگار ٹھہروں پھر آپنے غل مچا کے یہ فرمایا ابراہیم او ابراہیم اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قیامت ایک دن ہوگی اگر خداوند تعالےٰ کے وعدے کے حق ہونے میں کوئی کلام ہوتا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سبکو ہی یہ راستہ اختیار کرنا پڑے گا

حتے دفعت عن ذلک بالروایۃ المشہورۃ عن النبی نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا ہ صدقۃ" کہ تیسرا خلاف امر فدک میں ہے اور پیغمبر خدا کی وراثت میں اور فاطمہؑ کے دعوی کی نسبت کہ کبھی وراثتاً کبھی اور کبھی ملکیت کا اور اس سے وہ محروم کی گئیں اس حدیث کی بنیاد پر کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ پیغمبروں کے ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑتے ہیں صدقہ ہے۔ ساتویں مواقف اور شرح مواقف کا اس دعوی کی تائید میں حوالہ دیا ہے اور جو کچھ عقاد الاسلام میں لکھا تھا اُسے نقل کر دیا ہے۔

آٹھویں امام رازی کی نہایۃ العقول کی سند پیش کی ہے اور عقاد الاسلام سے جو کہ نہایۃ العقول کے جواب میں لکھی گئی ہے عبارت نقل کی ہے وہو ہذہ "الفائدۃ الرابعۃ فیما یتعلق بنحلۃ النبی قال الرازی عجیبا عاذکرہ من قبل الامامیۃ ثانیا منعہا فدک بانہ لو وجب علیہ تصدیقہا فی ہذہ الدعوی لکان ذلک اما لما یذکرہ من وجوب عصمتہا وقد سبق الکلام علیہ او للبینۃ لکن البینۃ الشرعیۃ ما کانت حاصلۃ لا یقال فیلزم ان تکون طالبۃ عن ذلک من غیر بینۃ ذلک لا یلیق بہا لانا نقول لعلہا کانت تذہب الی ان الحکم بالشاہد الواحد والیمین جائز کما ذہب الیہ

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ایک شخص مرنے والا اپنے پہلے مرنے والے سے ملے گا تو میں جتنا غم اب کر رہا ہوں اس سے بھی زیادہ غم کرتا آپ یہ فرما رہے تھے کہ آپ کی گود ہی میں معصوم بچہ کی روح پرواز کر گئی اور آپنے یہ فرما کے کہ جو دن دودھ پینے کے باقی رہگئے ہیں وہ بہشت میں پورے ہوں گے اس بچہ کے مردہ جسم کو زمین پر رکھدیا آپنے بچہ کی ماں اور خالہ کو صبر دلایا اور ارشاد کیا کہ بچہ گزر چکا ہے تم بالکل خاموش اور صابر رہنا۔

حضور انور اپنے چچا عباس کے ساتھ بیٹھ گئے عباس کے بیٹے فضل نے بچہ کو نہلایا اس کے بعد ایک کھٹولی پر اس کی نعش رکھی گئی اسے کفنایا گیا اور پھر حضور انور نے حسب دستور نماز جنازہ پڑھی اور پھر یہ جنازہ قبرستان کی طرف لے چلے جب قبر پاٹ دی گئی تو آپنے فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھایا ایک مشک پانی کی اس پر چھڑکوائی فاتحہ پڑھنے کے بعد آپنے مونہ پر ہاتھ پھیرا اور اپنے پاس کھڑے ہوؤں سے یہ فرمایا جب ایسا موقع ہو تو تم

بعضہم وان ابابکر ما کان یذہب الی ذلک" اس کا مطلب یہ ہے کہ چوتھا فائدہ آنحضرت صلعم کے ہبہ کرنے کے بیان میں ہے امام رازی جواب میں اُس سوال کے جو امامیہ کی طرف سے بیان کیا تھا کہتے ہیں کہ دوسری یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو فدک سے روکا گیا اور یہ اس طرح ہے کہ اگر حضرت فاطمہؓ کی اس دعوی میں تصدیق ابوبکرؓ پر واجب ہوتی تو یا اس خیال سے جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ آپ معصومہ تھیں اور عصمت کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے یا اس خیال سے کہ شہادت گذری لیکن شرعی شہادت حاصل نہیں ہوئی اور نہیں کہا جا سکتا کہ آپ بغیر شہادت کے طلب کرتی تھیں کیونکہ یہ آپ کی شان کے مناسب نہیں ہے اس لئے کہ شاید آپ کی رائے یہ ہو کہ ایک گواہ اور قسم پر حکم دینا کافی ہے جیسا کہ بعضوں کی رائے ہے اور ابوبکرؓ کی یہ رائے نہ تھی۔

تشئید المطاعن میں جناب مولانا سید محمد قلی صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ کے جواب میں پچیس کتابوں سے اس سند کے پیش کرنے کا دعوی کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اما انچہ گفتہ جواب ازیں طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہرا و شہادت دادن حضرت علی

اسی طرح کیا کرو کیونکہ یہ فاتحہ خوانی غمگین دلوں کو تسلی دیتی ہے۔ اُسی دن سورج گرہن ہوا اور عام لوگوں کو خیال ہونے لگا کہ حضور انور کے صاحبزادے کی وفات کا آفتاب نے بھی ماتم کیا جس وقت حضور انور نے یہ سُنا آپنے اُسیوقت لوگوں کے خیال کی تردید کی اور فرمایا کہ کہیں چاند سورج بھی کسی موت پر ماتم کیا کرتے ہیں۔ چاند اور سورج تو خدا کی نشانیاں ہیں جب تک گرہن رہے تمھیں خدا کی عبادت میں مشغول ہونا چاہیئے ابن بردہ کو بچہ کی خدمات کے صلہ میں حضور انور نے ایک قطعہ زمین عنایت فرمایا جس میں کھجور کے درخت بہت سے لگے ہوئے تھے۔

باب پنجم

نوین سال ہجری کے چھ مہینے

مطابق ۲۰۔ اپریل سے ستمبر تک سنہ ۶۳۲ء

وام ایمن یا حسنین علی اختلاف از روایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است در مقام الزام اہل سنت آوردن وجواب آن طلبیدن کمال سفاہت است۔ پس مردود است باینکہ انکار وجود این دعوی وشہادت در کتب اہل سنت ناشی از کمال عناد وعصبیت سنت زیرا کہ این دعوی در کتب معتمد واسفار معتبرۂ ایشاں مذکور ست مثل تصانیف[1] عمر بن شبہ۔ ومحمد[2] سورخ۔ وابو بکر جوہری[3]۔ ومغنی[4] قاضی القضاۃ۔ ویل وملل شہرستانی[5]۔ وکتاب[6] موافقۃ ابن سمان۔ ومعجم البلدان[7] یاقوت حموی۔ ومحلی ابن[8] حزم۔ ونہایۃ[9] العقول۔ وتفسیر کبیر[10] مسمی بمفاتیح الغیب۔ وریاض[11] النضرۃ وکتاب[12] الاکتفا۔ ومواقف[13]۔ وشرح[14] مواقف جواہر[15] العقدین۔ ووفاء[16] الوفا۔ ہر سہ از سید سمہودی[17]۔ وحاشیہ صلاح[18] الدین رومی بر شرح عقائد نسفی از تفتازانی۔ وصواعق[19] محرقہ۔ وبراہین[20] قاطعہ۔ ومقصد اقصی[21]۔ ومعارج[22] النبوت مذکور ست یہ کہکر پھر اپنے دعوی کے ثبوت میں ہر ایک کتاب کی عبارت لکھی ہے۔ اگرچہ صاحب تشیید المطاعن نے پچیس کتابوں کے نام لکھدیئے مگر حقیقت میں اُن میں سے کسی

مکہ کی فتح نے اسلام کی ترقی کا ایک نیا دروازہ کھول دیا عملی طور پر عرب کی سرداری کا فیصلہ ہو چکا تھا حنین کی فتح نے مدینہ پر آیندہ حملہ کا خوف بٹھا دیا۔ اور اب جزیرہ نما عرب بالکل حضور انور کے قدموں کے نیچے تھا۔ آج تک کوئی ایسی حکومت مکہ میں قائم نہیں ہوئی تھی کہ عربوں کے سارے قبائل اسکے زیر نگین ہوتے۔ اب حضور انور کے عہد میں مکہ کو یہ دن نصیب ہوا کہ وہ کل قبائل عرب پر حکومت کرنے لگا۔ اگرچہ اسلامی گورنمنٹ مدینہ میں تھی مگر مکہ کی تحویم اسکی سرداری کے لئے کافی ضمانت تھی اسوقت تمام جزیرہ نما عرب میں کوئی قبیلہ یا گروہ ایسا نہیں رہا تھا کہ حضور انور کے مقابلہ میں سرداری کا دعویٰ کر سکتا اور مکہ کی فتح نے تو اس بات کو بالکل صاف کر دیا تھا کہ سوائے حضور انور کے کوئی شخص سرداری کی وجاہت نہیں رکھتا سالانہ حج کعبہ کی حفاظت مقدس مہینوں کا مجمع قدیم سے ان سب چیزوں کے حقوق قریش کے ہاتھ میں تھے مگر ان میں حکومت کی قوت نہیں تھی اور اب وہ کل حقوق حکومت کی صورت میں حضور انور کے ہاتھ میں آ گئے۔

ایک کتاب میں بھی ایک روایت ایسی نہیں ہے جو صحیح ہو اور سلسلہ اسناد بیان کی گئی ہو اس میں اکثر کتابیں تو وہی ہیں جن کا ذکر عماد الاسلام اور طعن الرماح میں ہے اور وہی عبارتیں ہیں جو ان میں نقل کی گئی ہیں اور بعض کتابیں جنکا ذکر ان میں نہیں ہے ان میں نہ کسی روایت کا بیان ہے نہ سوائے نام گنانے کے اس سے کچھ حاصل ہے چنانچہ عمر بن شبہ کی کتاب تاریخ مدینہ نحو دنیا کی کسی تصنیف کا نام نہیں لکھا نہ کسی سے کوئی عبارت نقل کی ہے بلکہ جو جواہر العقدین میں جو روایت حافظ عمر بن شبہ سے منقول ہے اسی کو آپنے لکھا ہے اور سید نور الدین سمہودی کی کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ سے اسے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ تشیید المطاعن صفحہ ۲۳۰ اور ۲۳۱ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ وہ روایت ہے جس میں حضرت زید شہید سے فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے۔ شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید میں ابو بکر جوہری سے بھی وہی روایت زید بن علی کی منقول ہے۔ اور عجد مورخ کی تصانیف کا جو ذکر ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ انکی کسی خاص کتاب کا نہ آپنے نام لکھا ہے نہ اس سے عبارت نقل کی ہے بلکہ کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ میں جو سید نور الدین سمہودی کی تصنیف ہے اس سے یہ نقل کیا ہے

دوسرے سال حضور انور نے صاف طور پر یہ اعلان دیدیا کہ سوائے مسلمانوں کے اور دوسرے مذہب کا جو عرب میں رائج تھے دھڑ توڑ دیا گیا اور یہ بات علی الاعلان تسلیم کرلی گئی کہ سارے جزیرہ نما عرب کا ایک مذہب ہوگا اور وہ مذہب اسلام قرار دیا گیا ہے۔ اسی ۹ھ ہجری میں صدقات کا حکم دیا گیا اپنے لئے نہیں بلکہ خدا کے نام پر غریبوں کے لئے اور صدقات کے وصول کرنے کے لئے حضور انور نے کلکٹروں کو مقرر کیا۔ کلکٹر جزیرہ نما کے کل اطراف میں روانہ ہوگئے اور انہوں نے آمدنی کا دسواں حصہ وصول کرنا شروع کیا سوائے دو ایک موقعوں کے کلکٹر کو ہر مقام پر بالکل کامیابی حاصل ہوئی اور وہ ہر مقام سے اکٹھا کرلائے۔

بنی تمیم کی ایک شاخ نے بہت سخت سرکشی کی جب کلکٹر ان کے ہمسائے میں پہنچے اور ان کے ہمسائے قبیلہ کے گلے کو جمع کرکے اُس میں سے دسواں حصہ علیحدہ کرنے لگے تو بنی تمیم اس خیال سے کہ اب ہماری باری آئے گی مسلح ہوکے ان بے گناہ

"ذکر المجد فی ترجمۃ فدک ما یقتضی ان الذی دفعہ عمر الی علی وعباس وقعت الخصومۃ فیہ وفدک فانہ قال فیھا وھی التی کانت فاطمۃ ادعت ان رسول اللہ اعطاھا فقال ابوبکر اریدبذلک شھود فشھد لھا علی فطلب لھا شاھدا اٰخر فشھدت لھا ام ایمن فقال علمت یا بضعۃ رسول اللہ انہ لایجوز الا شھادۃ رجل وامراتین فانصرفت ثم ادی اجتھاد عمر الی ردھا ولی فتحت الفتوح وکان علی یقول ان النبی جعلھا فی حیاتہ لفاطمۃ وکان العباس یابی ذلک فکانا یختصمان الی عمر فیابی ان یحکم بینھما ویقول انتما اعرف بشانکما" یعنی مجد نے ترجمہ فدک میں بیان کیا ہے کہ مراد فدک سے وہی ہے جس کو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ و عباس کو دیا تھا اور جس میں ان دونوں کا جھگڑا ہوا تھا اس لئے کہ مجد نے فدک کا حال یہ بیان کیا ہے کہ فدک وہ ہے جسکا دعوے فاطمہؓ نے کیا تھا کہ رسول اللہ نے اُن کو دیا تھا اور ابوبکر نے کہا تھا کہ میرے سامنے اُس کے گواہ پیش کرو۔ اول حضرت علیؓ نے گواہی دی۔ پھر ابوبکر صدیقؓ نے دوسرا گواہ طلب کیا تو ام ایمن نے گواہی دی ابوبکر صدیقؓ نے کہا اے جگر پارۂ رسول

بے خبروں پر حملہ آور ہوئے تیر مارے تلواریں ماریں اور انھیں وہاں سے نکالدیا حضور انور کو جب یہ خبر لگی تو آپنے بہت افسوس کیا اور فوراً پچاس سوار ایک سردار مسلمان کے ساتھ انکی تنبیہ کے لئے روانہ کئے یہ نوجوان سردار آندھی اور مینھ کی طرح بنی تمیم پر جا پڑے اور انھیں سنبھلنے کی بھی مہلت نہ دی پچاس نفوس سے زیادہ قید کرلئے جنمیں مرد عورتیں بچے سب تھے تفصیل یہ ہے کہ گیارہ مرد اور گیارہ عورتیں اور تیس بچے تھے یہ سب مدینہ آگئے جہاں حضور انور نے انھیں قید کر دیا۔

بنی تمیم نے جو مکہ اور حنین میں حضور انور کے پہلو بہ پہلو لڑے تھے فوراً اس واقعہ کی خبر پاتے ہی ایک سفارت اسی یا نوے آدمیوں کی اپنے سرداروں کی سپردگی میں حضور انور کی خدمت میں روانہ کی کہ ان قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے جب یہ سفارت مدینہ کی شاہراہوں میں گزر رہی تھی تو قیدیوں نے انھیں دیکھ کے غل مچایا کہ ہمیں رہائی دلواؤ یہ لوگ انھیں دیکھ کے کچھ ایسے خود رفتہ ہوئے کہ مسجد میں آکے انھوں نے غل مچادیا

تم جانتی ہو کہ ایک مرد یا ایک عورت کی گواہی سے حق ثابت نہیں ہوتا اس کے لئے ایک مرد دو عورتیں ہونی چاہئیں حضرت فاطمہ یہ سنکر چلی گئیں۔ جب حضرت عمر کا زمانہ آیا اور فتوحات بہت ہونے لگے تو انکی رائے اس کے لوٹا دینے کے لئے قرار پائی حضرت علی تو یہ کہتے تھے کہ پیغمبر خدا صلعم نے اسکو اپنی حیات میں فاطمہ کو دیدیا تھا اور حضرت عباس اس سے انکار کرتے تھے۔ پھر دونوں حضرات نے اس جھگڑے کو حضرت عمر کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے ان میں کچھ حکم کرنے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ تم دونوں اپنے معاملات آپ ہی خوب جانتے ہو۔ اور کتاب الموافقۃ ابن السمان کا اگرچہ نام لکھا ہے مگر اسکی عبارت خواجہ محمد پارسا کی فصل الخطاب سے نقل کی ہے اور وہ یہ ہے "وقال ای ابن السمان فی کتاب الموافقۃ فی ذکر فاطمۃ وابی بکر جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ وہبہا لی فقال والمسلمین وابن ابیک بعدان یعطیکم منہا قوتکم فما تضمنین بہا فقالت فعل فیہا کما کان یفعل فیہا ابی رسول اللہ" یعنی ابن سمان کتاب الموافقۃ میں جہاں ذکر فاطمہؓ اور ابوبکر کا کیا ہے

کہ اے محمدؐ باہر آؤ کیونکہ اس وقت حضور انور زنانہ حجرے میں آرام فرما رہے تھے حضور انور کو ایکایہ غل وشور اور ایسی کریہ آوازیں ناگوار گزریں کیونکہ آپ ہمیشہ پست آواز میں نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا پسند فرماتے تھے ظہر کا وقت چونکہ قریب تھا آپ باہر نکل آئے بلال نے آذان دینی شروع کی آپ سفارت کے سرداروں سے گفتگو کرنے لگے اور انکے عرض ومعروض کو گوشگزار فرمایا نماز ختم ہوگئی حضور انور مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے کل صحابہ آپکے سامنے باادب بیٹھے سفارت کے سرداروں نے حضور انورؐ سے اجازت مانگی کہ ہم کچھ نظم پڑھنا چاہتے ہیں حضور انور نے اجازت دے دی پہلے بڑوں میں سے ایک بڑا فصیح وبلیغ شاعر اٹھا اور اس نے اپنے قبیلہ کی عظمت اور شرافت کا راگ گایا جب وہ ختم کر چکا تو حضور انور نے ثابت ابن قیس کو حکم دیا کہ تو کچھ پڑھ ثابت نے خداوند تعالےٰ کی حمد اور حضور انور کی نعت پڑھی اور اخیر میں ایسے اشعار بھی پڑھے کہ جن کا مضمون یہ ہے

یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکر صدیقؓ کے پاس آکر یہ کہا کہ مجھکو فدک دیدو کہ وہ مجھے رسول اللہ نے ہبہ کر دیا تھا۔ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اے دختر رسول تم سچ کہتی ہو لیکن میں نے رسول اللہ کو اس میں سے تقسیم کرتے ہوئے اور فقراء اور مساکین اور مسافر کو دیتے ہوئے دیکھا ہے اور پہلے اسمیں سے تمہاری قوت تم کو دے دیا کرتے تھے تو تم اس کو کیا کرو گی فاطمہؓ نے کہا کہ میں بھی اس میں وہی کرونگی جو میرے باپ رسول اللہ کیا کرتے تھے اور حاشیہ صلاح الدین رومی سے جو شرح عقائد پر ہے یہ عبارت نقل کی ہے "من منع الارث وفدک بالخبر وقع بین فاطمۃ وابی بکر بغض وتشاجر ولم تتکلم مع حتی ماتت" اور تفسیر کبیر سے پیش کیا ہے کہ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں "فلما مات صلعم کان نحلها فدک فقال ابوبکر انت اعز الناس علی فقرا واحبهم الی غنی لکنی لا اعرف صحة قولک ولا یجوز ان احکم بذلک فشهد لها ام ایمن ومولی رسول اللہ فطلب منها ابوبکر الشاهد الذی یجوز قبول شهادته فی الشرع فلم یکن فاجری ابوبکر ذلک علی ما کان یجریه رسول اللہ صلعم وینفق منه علی من کان ینفق علیهم رسول اللہ ویجعل ما بقی فی السلاح والکراع" یعنی جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو فاطمہ

کہ وہ لوگ خود بخود برباد ہو جائیں گے جو اسلام کو قبول نہ کریں گے یا اسلام کی خلاف ورزی کریں گے پھر بدوؤں میں سے ایک شاعر اُٹھا اور اُس نے بنی تمیم کی بزرگی اور جہاں نوازی کی بڑی شان سے تعریف کی اس کے بعد حسان ثابت کا بیٹا مسلمانوں میں سے اُٹھا اور اُس نے بڑی دھوم سے یہ اشعار پڑھے۔

جن کا مضمون یہ ہے تمہارا اترانا اور فخر کرنا عبث ہے تم ہماری شان کو نہیں پہنچ سکتے تمہارے مرد ہمارے غلام تمہاری عورتیں ہماری لونڈی باندیاں ہیں اگر تم اپنی جان اور مال محفوظ کرنی چاہو اور یہ بھی تمہاری خواہش ہو کہ تم ہمارے برابر ہو جاؤ تو اسلام قبول کر لو۔

حسان نے جس وقت فصاحت اور بلاغت سے اپنی اس نظم کو پڑھا تو نئے مہمانوں کے ہوش اڑ گئے اور انھوں نے بے ساختہ حضور انور کی طرف یہ خطاب کر کے کہا یہ شخص حقیقت میں بڑا ہی خوش قسمت ہے کہ کیسے اعلےٰ درجہ کا شاعر اور فصیح اور بلیغ اسکے

یہ دعوےٰ کیا کہ آپ نے فدک مجھے دیدیا تھا۔ ابو بکرؓ نے کہا کہ فقر و مسکنت کو تمہارے لئے میں سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہوں اور غنی و تونگری کو تمہارے لئے سب سے زیادہ چاہتا ہوں لیکن آپ کے قول کی صحت کو میں نہیں جانتا اور نہ مجھے یہ جائز ہے کہ میں اس طرح پر کوئی حکم دے سکوں پھر ام ایمن اور ایک غلام رسول اللہ نے فاطمہؓ کے دعوے کی گواہی دی تو ابو بکر صدیقؓ نے ان سے اور گواہ طلب کیا جس کی شہادت شرع میں قبول ہو سکے تو اور گواہ نہ ملا تو انھوں نے فدک کے باب میں وہی حکم جاری رکھا جو رسول اللہ اس میں رکھا کرتے تھے اور انھیں لوگوں پر خرچ کرتے جنپر رسول اللہ خرچ کیا کرتے تھے اور جو کچھ بچتا اُس کو سلاح و ہتھیار وغیرہ میں خرچ کرتے۔

اور ابراہیم بن عبد اللہ یمنی شافعی کی کتاب الاکتفا سے وہی روایت زید بن علی کی نقل کی ہے جو ابن شہمہ سے دوسری کتابوں میں نقل کی گئی ہے۔

اور ابن حزم اندلسی کی کتاب محلی سے یہ روایت نقل کی ہے "روی ان علی بن ابی طالب شہد لفاطمۃ عند ابی بکر الصدیق ومعہ ام ایمن فقال ابو بکر لو شہد معک رجل او امرأتان

خادم بنے ہوئے ہیں ہماری شعر شاعری اور لسانی جن کے آگے کوئی اصل نہیں ہے۔

حضور انور نے سب قبیلوں کو چھوڑ دیا اور سارے قبیلہ کی بڑی دھوم دھام سے دعوت کی سرداروں کو تحفے اور راستہ کے لئے سامان خورد و نوش کافی طور پر عنایت فرمایا اس مہربانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس قبیلہ کی کل شاخیں یکے بعد دیگرے مسلمان ہوگئیں

مسلمان ہونے کے بعد حضور انور پر خدا کی طرف سے یہ وحی نازل ہوئی کہ ان لوگوں کو ہدایت کرے کہ اے لوگو تم ایمان لائے ہو خدا و پیغمبر کے مرتبہ کا خیال رکھو اور حد سے قدم آگے نہ بڑھاؤ خدا سے ڈرو کیونکہ وہ سنتا اور جانتا ہے ایمان والو پیغمبر کے آگے اپنی آوازیں بلند نہ کرو اس سے چیخ کے باتیں اور نہ آپس میں غل مچا مچا کر گفتگو کرو ایسا نہو کہ تمہارے کام برباد ہوئیں جسے تم نہیں جانتے یقیناً رسول خدا کے حضور میں جو لوگ پست آواز سے باتیں کرتے ہیں خداوند تعالےٰ اُن کے دلوں میں رحم پیدا کر دیتا ہے

اخری فقضیت بہا بذک" اور ریاض النضرہ سے محب طبری کی یہ روایت نقل کی ہے "وعن عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم عن ابیہ قال جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقالت اعطنی فدکا فان رسول اللہ وہبہا لی قال صدقت یا بنت رسول اللہ یقسمہا فیعطی الفقراء و المساکین وابن السبیل بعدان یعطیکم منہا قوتکم فالتصنعین بہا الخ" اور اس کے بعد اسی کتاب سے زید بن علی کا وہ قول نقل کیا ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا۔ اور طبقات کبری سے بھی ایک روایت نقل کی ہے اور وہ یہ ہے "اخبرنا محمد بن عمر ثنا ہشام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابیہ قالت (فاطمۃ) جاءتنی ام ایمن فاخبرتنی انہ اعطانی فدکا" کہ حضرت فاطمہ نے ابو بکر صدیق سے کہا کہ ام ایمن میرے پاس آئیں اور انھوں نے کہا کہ آنحضرت نے مجھے فدک عطا کیا ہے

ان کتابوں کے سوا لمعۃ البیضا اور بحر الجواہر اور ناسخ التواریخ اور کفایۃ الموحدین میں کوئی اور روایت منقول نہیں ہے۔ جس کو ہم بیان کریں حالانکہ ان کتابوں میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔

الحاصل روایتیں اور اقوال ہم نے اوپر بیان کئے اور جن کے سوا ہم نے کوئی اور

اُن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اُنھیں نیک صلہ ملتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

جب صدقہ جمع کرنے والے نبی مصطلق کی جگہ پر پہنچے تو اُنھوں نے کثیر تعداد میں جمع ہو کر اُنپر حملہ کیا بچارے مسلمان سیدھے مدینہ واپس چلے آئے یہ کیفیت سُنکر حضور انور کو بہت رنج ہوا آپنے فوراً سزا دینے کے لئے ایک دستہ فوج کو تیاری کا حکم دیا دستہ ابھی تیار ہو رہا تھا کہ قبیلہ مذکور کی ایک سفارت مدینہ میں داخل ہو گئی حضور انور نے نہایت ہی اخلاق سے اُنکی آؤ بھگت کی اُنہوں نے اپنے صدقے ادا کر دیئے۔ اس سال کے موسم گرما میں سرکشوں اور لٹیروں کی تادیب کے لئے چھوٹی چھوٹی مہمیں روانہ کی گئیں جن کا نتیجہ اچھا نکلا اور بہت سے سرکش زیر عمل کے قید کر کے مدینہ میں لائے گئے مہموں میں سب سے بڑی مہم وہ تھی جو جدہ بھیجی گئی تھی یہ مہم دوسری ربیع الاول کو مطابق ماہ جولائی روانہ ہوئی اور وجہ یہ تھی کہ حبشیوں نے جدہ کے عربوں کے ساتھ مل کے ایک طوفان برپا کر دیا تھا

قول اس دعوی کے ثبوت میں نہیں پاتا اگر تجزیہ کی جائیں تو وہ تین قسم کی معلوم ہوتی ہیں ایک وہ جن میں راویوں کے نام جیسا کہ روایت اور خبر کا قاعدہ ہے منقول ہیں دوسرے وہ جن میں تاریخی واقعات کے طور پر جیسا کہ مورخین کا قاعدہ ہے بلا سند اس دعوی کا ذکر ہے تیسرے وہ کہ ضمناً کسی اعتراض کے جواب میں یا کسی بیان کے ذیل میں اس دعوی کا ذکر کیا گیا ہے مگر جیسا کہ ہم چوتھے مقدمہ میں اس کتاب کے بیان کر چکے ہیں ایسے معاملات کی شہادت میں وہی روایت پیش کیجا سکتی ہے جو بقاعدۂ احادیث اور اخبار کے بیان کی گئی ہو اور جسکی صحت بعد تنقیح اور رعایت اُن اصول کے جو اخبار کی صحت کے لئے فریقین میں قرار دیئے گئے ہیں پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہو۔ مگر وہ اقوال اور قصے جو بغیر سند کی روایت کے تاریخ کی کتابوں یا دوسری تصنیفات میں لکھے گئے ہوں جن کا نہ ماخذ معلوم ہو نہ جسکی سند بیان کی گئی ہو اس قابل نہیں ہوتے کہ ایسے مباحث میں اُن پر کچھ بھی توجہ کیجائے گو وہ کتابیں کیسے ہی مشہور اور نامور شخص کی تصنیفات سے ہوں۔ اس لئے کہ جو واقعہ تیرہ سو برس پہلے گذرا ہو اُسکی صحت قیاس سے تو ہو نہیں سکتی نہ کسی کا عجرد قول

تین سو جہاز بحر احمر کے کنارے روانہ کئے گئے جنہوں نے دشمنوں کو پسپا کر دیا۔

اسی اثناء میں حضرت علی کو دو سو سوار انکی سرکردگی میں قبیلہ بنی طئی کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ اس قبیلہ میں نصرانی بھی تھے بت پرست بھی تھے حضرت علی کو اس مہم میں کامیابی ہوئی اور بہت سے قیدی اور مال غنیمت لیکر واپس آگئے اور قیدیوں میں حاتم کی جو نصرانی مذہب کھتا تھا لڑکی بھی تھی۔ حاتم تو کئی سال ہوئے مر چکا تھا اس کا بیٹا حضرت علی کے پہنچنے پر اپنے کنبہ کو ساتھ لے کر شام بھاگ گیا حاتم کی لڑکی حضور انور کے قدموں پر گر پڑی اور اپنی ساری کیفیت اور اپنے باپ کی فیاضی کا حال بیان کیا حضور انور نے اسی وقت اسے چھوڑ دیا اور اسے ایک اونٹ اور بہت سا سامان دیا وہ سیدھی ایک قافلہ کے ساتھ اپنے بھائی کے پاس چلی گئی اس نے حضور انور کے اخلاق کی کل کیفیت اپنے بھائی سے بیان کی وہ فوراً مدینہ آیا اور بطیب خاطر اسلام قبول کر لیا حضور انور نے حاتم کی جگہ اسی قبیلے بنی طی کا سردار بنا دیا۔

اس پر یقین کرنے کے لئے کافی ہے وہ تواتر قسم اخبار ہے اور خبر میں جھوٹ اور سچ دونوں کا احتمال ہوتا ہے اس لئے اس کے سچ ثابت کرنے کے لئے ضرور ہے کہ اس کے بیان کرنے والوں کا سلسلہ موجود ہو یعنی اس روایت کو جس طرح پر ایک راوی نے دوسرے شخص سے سنا ہے سلسلہ وار بیان کرے اور وہ سلسلہ اسی حد تک پہنچ جائے جس پر وہ سلسلہ ختم ہوتا ہے اور جس سے روایت یا سماعت اپنی بیان کی ہو اور پھر یہ بھی شرط ہے کہ اور راوی بھی ایسے ہوں جن پر بھروسہ ہو اور جنکی سچائی اور دیانت داری پر اطمینان ہو اگر ایسا سلسلہ موجود بھی ہو مگر راوی ایسے ہوں کہ جنکے حالات سے کچھ اچھی طرح آگاہی نہ ہو یا ایسے ہوں کہ جو مسائل مذہبی میں مختلف تھے اور جن پر یہ شبہ ہو کہ اپنے مذہب کی حمایت میں انہوں نے کوئی روایت پیش کر دی ہوگی۔ یا ایسے راوی ہوں جنکی طبیعت شکی اور وہمی تھی یا حافظہ کے ضعیف یا مجہول تو انکی روایتیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں اور اگر ان میں کوئی راوی ایسا ہو جو جھوٹ یا حدیثوں کا بنانے والا بیان کیا گیا ہو تو اسکی روایت جھوٹی ہی سمجھی جائیگی

اسی عرصے میں کعب شاعر نے بھی اطاعت قبول کی اُسکا باپ عرب کے بہت ممتاز شعرا میں سے تھا جس وقت مکہ فتح ہوا ہے تو اُس کے بھائی نے کعب کو لکھ کے بھیجا کہ مکہ نے نیا لباس پہن لیا اور اُسکی قسمت کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہوگیا اگر تو زندگی اور عزت چاہتا ہے تو مدینہ چلا جا اور اگر یہ تجھے منظور نہیں ہے تو کوئی اور جگہ اپنی پناہ کی ڈھونڈ لے کعب نے اپنے بھائی کی اس اطلاع پر توجہ کی اور جس طرح شاعر بے پروا اور آزاد خیال کے ہوتے ہیں وہ اسی طرح آزادی سے اپنی زندگی گزارتا رہا۔ مگر اسکے بھائی کو اس سے زیادہ محبت تھی محض اس خیال سے کہ وہ مصیبت میں نہ پھنس جائے اُس نے اُسے آگاہ کیا کہ ہوشیار ہو جاؤ اور جو کچھ میں کہتا ہوں اُسپر عمل کرو چنانچہ اب کعب کی آنکھیں کھلیں اور وہ سیدھا حضور انور کے روبرو مدینہ میں حاضر ہوا یکایک ایک شخص حضور انور کے پاس مسجد میں آیا اور عرض کیا کہ کعب حاضر ہے اگر حکم ہو تو اندر بلالوں اور یہ بھی عرض کیا کہ میں اُسے حضور انور کیخدمت میں لایا ہوں کیا حضور اسے

اور جس خبر میں روایت کا سلسلہ متصل نہو بلکہ منقطع ہو تو وہ روایت شہادت سے خارج کرنے کے لایق ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ مشہور اور نامور علمائے امامیہ نے جو روایتیں اور اقوال دعوی ہبہ کے ثبوت میں پیش کئے ہیں اور جن سے اپنی تصنیفات کا حجم بڑھایا ہے اُنمیں ایک روایت بھی قسم اول کی نہیں ہے اور اس لئے ایک بھی اُن میں سے ایسے بڑے دعوی کی شہادت میں نہ پیش کرنے کے لایق ہے اور نہ سماعت اور قبول کے قابل۔

اب ہم اُن روایتوں اور اقوال سے جو اوپر بیان کئے گئے بحث کرتے ہیں

اُن روایات اور اقوال میں سے وہ روایتیں جن میں کچھ بھی راویوں کے نام بیان کئے گئے ہیں اور جن کو ہم نے قسم اول میں داخل کیا ہے چھ ہیں۔

ایک وہ روایت ہے جو شافی میں بیان کی گئی ہے اور جسکو ابراہیم بن محمد ثقفی نے ابراہیم بن میمون سے اور اُنھوں نے عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے اور

کوئی جگہ رہنے کی عنایت فرمائیں گے حضور انور نے اقرار کر لیا تو اُسوقت اس اجنبی شخص نے کہا کہ میں ہی کعب ہوں اور حضور انور کی خدمت میں بطور ہدیہ قصیدہ بردہ پیش کیا حضور نے اُسے قصیدہ پڑھنے کا حکم دیا جب وہ اس شعر پر آیا جس کا مضمون یہ ہے کہ پیغمبر ایک ایسی روشنی ہے جس سے دنیا منور ہو رہی ہے اور خدا کے اسلحہ میں سے ایک برہنہ تلوار ہیں تو حضور انور اس سے بہت خوش ہوئے اور آپ نے شاعر کی عزت افزائی کے لئے اپنا عمامہ اُتار کر اُس کے کندھوں پر رکھدیا اگر آپ لاکھوں روپیہ بھی عنایت فرما دیتے تو عمامہ سے زیادہ قیمتی نہیں ہو سکتا تھا یہ قیمتی بخشش نہایت حفاظت سے رکھی گئی کعب سے خلفاء کے ہاتھ میں پہنچی اور اُنھوں نے اسے بحفاظت تمام اپنے پاس رکھا بغداد کے خلفاء نے اسے سلطنت کی بہت بڑی علامت قرار دیا اس بخشش نے کعب کے مرتبہ کو دوبالا کر دیا اسوقت تمام اسلامی دنیا میں جو کچھ کعب کی وقعت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

اُنھوں نے اپنے باپ سے اور اُنھوں نے اپنے دادا سے اور اُنھوں نے اپنے پڑدادا سے نقل کی ہے جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے ہبہ کا دعویٰ کیا اور ابوبکر صدیق نے اُنھیں سند بھی لکھدی مگر عمر فاروقؓ نے اُسے چاک کر دیا۔

دوسری۔ جو شافی میں عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کے متعلق بیان کی ہے محمد بن کرما غلابی نے اپنے شیوخ سے اور اُنھوں نے ابوالمقدام ہشام بن زیاد سے روایت کی ہے۔

تیسری۔ وہ روایت ہے جو طرائف میں واقدی اور بشر بن غیاث اور بشر بن ولید سے بیان کی گئی ہے جس میں خلیفہ مامون کے مجلس قایم کرنے اور فدک آل فاطمہ پر رد کرنے کا بیان ہے۔

چوتھی۔ وہ روایت جو جواہر العقدین سید سمہودی اور صواعق محرقہ کے باب دوم اور کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ اور کتاب خلاصۃ الوفا اور کتاب ریاض النضرہ محب طبری اور شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید سے بیان کی گئی ہے اور جسکو حافظ ابن شبہ نے روایت کیا ہے اور جس میں زید بن علی کے فدک کے متعلق سوال کرنے

حضور انور کی مسجد کا نظارہ مختلف ایلچیوں کے لحاظ سے قابل دید تھا تمام حصص ملک سے برابر ایلچی چلے آرہے تھے اور تمام ملک نے آپ کی سرداری کو قبول کر لیا تھا۔ یمن حضرت خان بحرین ایران اور شام کی حدود سے مختلف ریاستوں اور بڑے بڑے قبائل کے ایلچی اطاعت کا پیغام کے لئے حاضر ہونے شروع ہوئے اور ہر ایک بڑے بڑے قبیلہ کی خیمہ بستی ہوئی کہ سب سے پہلے حضور انور کی مہربانی حاصل کرنے کے لئے میرے ہی قدم آگے بڑھیں ایلچیوں کی بہت ہی خاطر و مدارات کی جاتی تھی اور ان کے ساتھ با اخلاق پیش آیا جاتا تھا مسجد کے عام دربار میں وہ حضور انور کی خدمت میں پیش کئے جاتے تھے اور یہاں کل معاملات کا تصفیہ ہوتا تھا۔ صدقات کا حساب کتاب زمینوں کی بخشش عہدوں کی سپردگی بین الاقوامی تنازعات کا فیصلہ سب کا یہی کھتا تھا۔

جو ایلچی کہ بڑے بڑے رئیسوں اور قبائل کی طرف سے آتے تھے وہ مدینہ کے اجڑے

اور اُن کے جواب دینے کا ذکر ہے۔

پانچویں۔ روایت ریاض النضرہ کی ہے جو عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور جس کو صاحب تشئید المطاعن نے نقل کیا ہے جس میں یہ بیان ہے۔ کہ حضرت سیدہ نے ابو بکر صدیق رضؓ سے کہا کہ پیغمبر خدا نے انکو فدک عطا کیا تھا۔

چھٹی۔ وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن میں طبقات کبری سے نقل کی ہے اور جس کو محمد بن عمر نے ہشام بن سعد سے اور انھوں نے زید بن اسلم سے اور انھوں نے اپنے باپ سے بیان کی ہے اور جن میں یہ بیان ہے کہ جناب سیدہ مع امیر المومنین رضؓ کے ابو بکر کے پاس آئیں اور اول اپنے میراث کا اور آخر میں ہبہ کا دعوی کیا اور فرمایا کہ امام ایمن نے مجھ سے کہا تھا کہ رسول خدا نے فدک مجھے عطا فرمایا ہے۔

یہ چھ روایتیں ہیں جو بعد حذف تکرار اور نقل در نقل کے شیعوں کی کتابوں میں ہیں لی گئی ہیں اور جنہیں مسلسل یا منقطع سلسلہ راویوں کا بیان کیا گیا ہے اب ہم ہر ایک روایت کی حقیقت کہ وہ کہاں تک اعتبار کے لایق ہے بیان کرتے اور اس بات کو دکھاتے ہیں

گھر میں قیام کرتے تھے اور وہاں اُنکی خوب مدارات اور دعوتیں ہوتی تھیں اور جس وقت وہ رخصت ہوتے تھے تو اُن کے سفر خرچ کے لئے نقد روپیہ کی معقول رقم اُنھیں دیجاتی تھی اور اُن کے مرتبہ کے مطابق بطور ہدیہ کے بھی اُن کے آگے کچھ پیش کیا جاتا تھا۔ تحریری معاہدہ دستخط کرکے اُن کے حوالہ کردیا جاتا تھا بعض اوقات ایک معلم نومسلموں کو قرآن کی تعلیم کے لئے قاصدوں کے ساتھ روانہ کردیا جاتا تھا اس شخص کو حکم دیدیا جاتا تھا کہ اس بات کا خیال رکھے کہ بت پرستی کا نام و نشان اُس حصہ سے مٹ جائے۔

اِن ایلچیوں کی آمد و رفت ۹ھ ہجری سے مدینہ میں شروع ہوئی مگر سنہ ہجری میں اُنکی کثرت زیادہ ہوگئی۔

ایک وحشی ناتربیت یافتہ قوم جو نہ قوانین ملکی سے واقف ہو نہ ضابطہ سیاسی کو جانے نہ علم مجلسی سے اُسے بہرہ ہو آج اُس کی کیفیت یہ ہو جائے کہ شائستگی تہذیب اور اخلاق کے لحاظ سے اس کے دربار کی شان کسریٰ اور قیصر کے شہنشاہی درباروں سے بڑھ جائے جو نظارہ حضور انور کے دربار کا ہوتا تھا وہ کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کو بھی نصیب نہ تھا۔

کہ اِن میں سے ایک روایت بھی ایسی نہیں ہے جو ذرا بھی توجہ کے لائق ہو یا جس کے جھوٹ ہونے میں کچھ بھی شبہ ہو۔

پہلی روایت کی نسبت اوّل تو یہی معلوم نہیں کہ شافی میں کس کتاب سے نقل کیا ہے اور یہ روایت سنیوں کی ہے یا شیعوں کی۔ لیکن اگر فرض کیا جائے کہ یہ سنیوں کی کسی کتاب سے لی گئی ہے تب بھی بلحاظ راویوں کے اعتبار کے لائق نہیں ہے بلکہ شیعوں کی روایت ہے اس لئے کہ **ابراہیم بن محمد ثقفی** مجہولین سے ہیں اور اُنکی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے میزان الاعتدال میں اُنکی نسبت لکھا ہے "ابراہیم بن محمد الثقفی قال ابن ابی حاتم ہو مجہول وقال البخاری لم یصح حدیثہ"

اور اُنھوں نے ابراہیم بن میمون سے روایت کی ہے۔ اور **ابراہیم بن میمون** کا حال ہم ذکر ہبہ فدک اور شان نزول آیہ وآت ذا القربیٰ حصہ میں جہاں کنز العمال کی روایت سے جو عہد الاسلام میں بحث کی ہے لکھ چکے ہیں کہ وہ اجلائے شیعہ سے ہیں اور منتہی المقال

مسجد کا بڑا صحن صدہا آدمیوں سے بھرا ہوا ہے حضور انور منبر پر تشریف رکھتے ہیں بڑے بڑے جلیل القدر صحابی بڑے بڑے خونخوار سپاہی اور بڑے بڑے فوجی افسر سر جھکائے ہوئے دو زانو حضور انور کی خدمت میں حاضر ہیں ادب سے سر جھکائے ہوئے آنکھیں نیچی ہیں ہاتھ پیروں کو مطلق جنبش نہیں حضور کا رعب اور جلال نمایاں طور پر دکھائی دے رہا ہے چاروں طرف سوائے سکوت کے کچھ نظر نہیں آتا جب حضور انور کسی طرف مخاطب ہوتے ہیں تو نہایت شیریں زبان سے بہت آہستگی میں دو چار لفظ فرماتے ہیں اسکا جواب اسیطرح مختصر طور پر صحابی عرض کر دیتا ہے نہ تقریر کو طول ہے نہ بحث میں شدت نہ آواز میں بلندی ہے نہ ہاتھ پیروں میں حرکت ہے غرض کچھ بھی نہیں ہے سب مجسم ادب بنے ہوئے ہیں کوئی شخص نہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتا ہے نہ آپس میں باتیں کرتا ہے نہ مسکراتا ہے اس حالت میں جب کوئی ایلچی کسی رئیس یا قبیلہ کا پیش ہوتا ہے تو حضور انور

فی اسماء الرجال میں جو معتبر کتاب شیعوں کی ہے انکی نسبت لکھا ہے کہ وہ امام جعفر صادقؑ کے معتمد علیہ تھے اور سب متفق ہیں کہ وہ قابل اعتماد ہیں۔

اور ابراہیم بن ہیمون نے عیسےٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے **عیسیٰ بن عبداللہ** کی نسبت میزان الاعتدال میں ہے "قال الدارقطنی متروک الحدیث وقال ابن حبان یروی عن آبائہ اشیاء موضوعۃ" کہ دارقطنی کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ اپنے باپ دادا سے احادیث موضوع روایت کرتا ہے پس کیا اس میں شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ روایت شیعوں کی نہیں ہے یا کوئی بھی اسے روایت سنیوں کی کہہ سکتا ہے۔ جس کے راوی باقرار علمائے امامیہ اجلائے شیعہ سے ہوں اور جنکی نسبت اُن کی اسماء الرجال کی کتاب میں لکھا ہو "وہو معتمد علیہ فاقا الجمیع" **دوسری** روایت جو شافی میں منقول ہے اُسکے اول راوی **محمد بن زکریا غلابی** ہیں اور یہ ضعیف حدیث کے وضع کرنے والوں میں سے ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال میں انکی نسبت لکھا ہے "وہو ضعیف وقال الدارقطنی یضع الحدیث انھوں نے **ابو المقدام ہشام بن** یاد

خندہ پیشانی کے ساتھ و مسکرا کے اُس سے خطاب فرماتے ہیں مگر وہ رعب میں آکے کانپنے لگتا ہے اور اُسے اپنا آپا سنبھالنا مشکل پڑ جاتا ہے حقیقی جاہ و جلال حقانی جبروت اصلی شان و شوکت اسوقت در و دیوار سے برستی ہے جو لوگ خوش قسمتی سے اس دربار میں شریک ہو چکے ہیں اُن کا متفق اللفظ یہ قول ہے کہ یہ رعب داب ہم نے کسریٰ اور قیصر کے درباروں میں بھی نہیں دیکھا۔ کل کی بات تھی کہ ایک بے بس یتیم جس کا نہ کوئی وارث تھا اور نہ جس کا کوئی حامی کار تھا نہایت بے بسانہ حالت میں مکہ کی شاہراہوں میں پھرتا تھا اور جب اُس نے اپنی ہمدرد قوم کو بت پرستی سے خدا پرستی کی طرف بلانا چاہا تو سب اس کی جان کے پیچھے پڑ گئے اور اسے وطن سے بے وطن کر دیا شانِ خدا دیکھئے کہ آج وہی یتیم مرجع خلائق بن رہا ہے۔ اور کسریٰ اور قیصر کے بڑے بڑے خود مختار رئیس اور عظیم قبائل اس کے حضور میں سر بہ سجود ہونا اپنا اعلیٰ درجہ کا فخر سمجھتے ہیں۔

سے روایت کی ہے جن کی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے ہشام بن زیاد ابو المقدام البصری ضعفہ احمد وغیرہ قال النسائی متروک وقال ابن حبان یروی الموضوعات عن الثقات وقال ابو داؤد کان غیر ثقۃ وقال البخاری یتکلمون فیہ یعنی امام احمد وغیرہ نے انکو ضعیفوں میں لکھا ہے اور نسائی نے کہا کہ متروک الحدیث ہیں اور ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ موضوع حدیثیں ثقات کے نام سے روایت کرتے ہیں اور ابو داؤد کہتے ہیں کہ ثقہ نہیں ہیں۔ اور بخاری نے کہا کہ لوگ انکی نسبت کلام کرتے ہیں۔ انتہی۔ جب ایسے ضعیف اور متروک الحدیث بلکہ حدیث بنا کے ثقات کی طرف منسوب کرنیوالے راوی ہوں تو اُس حدیث کے جھوٹ اور غیر صحیح ہونے کی بالفرض اگر کوئی تصریح نکرے تاہم اس کی صحت کیونکر مانی جا سکتی ہے اور اُن کی بنا پر کس طرح شہادت میں پیش ہو سکتی ہے اور اگر یہ روایت ثابت بھی ہوئی اور صحیح بھی تب بھی اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا کہ حضرت فاطمہ نے ہبہ فدک کا دعویٰ کیا تھا البتہ یہ ضمناً نکلتا ہے کہ جو کچھ شیخین نے کیا وہ ٹھیک نہ تھا۔ اور اسی وجہ سے صاحب شافی نے اس روایت کو کچھ بہت قوی دلیلوں میں سے ثبوت میں دعوی ہبہ فدک کے خیال نہیں کیا۔ اس لئے کہ قاضی عبد الجبار

باب ششم

غزوہ تبوک

سنہ ۹ ہجری کے نصف سال کے مختلف واقعات

مطابق اکتوبر سنہ ۶۳۰ء لغایت اپریل سنہ ۶۳۱ء

سنہ ۶۳۰ء کے موسم گرما میں مدینہ سے شامی سرحد کی طرف ایک فوج روانہ ہوئی یہ مہم چند بیدل جوانوں کو راہ راست کی طرف لانے کے لئے روانہ کی گئی تھی قسطنطنیہ کے شہنشاہ نے حضور انور کی بڑھتی ہوئی طاقت کی خبر سن کے شامی حدود کے کل قبائل کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کیا اور آپ حمص میں آ کے مقیم ہو گیا تاکہ سرحد شام کی پوری حفاظت کرے اور قبائل کو بچائے ہزاروں وحشی سرحدی رومی جھنڈے کے نیچے جمع ہونے شروع ہو گئے

نے مغنی میں لکھا تھا کہ عمر بن عبدالعزیز کا فعل یعنی فدک آل فاطمہ پر رد کرنا ہبہ فدک کے دعوی کو ثابت نہیں کرتا اس لئے کہ ان کے فعل سے یہ بات نہیں ثابت ہوتی کہ عمر بن عبدالعزیز نے اسے علی سبیل التحل یعنی ہبہ کے طور پر رد کیا ہو بلکہ انھوں نے وہی عمل کیا جو عمر بن خطاب رضی نے کیا تھا کہ حضرت امیر المومنین رضی کے ہاتھ میں دیدیا تھا تاکہ وہ اس کے غلے کو اسی موقعہ پر صرف کریں جہاں پیغمبر خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایسا ہی ہوا ایک مدت کے بعد جناب امیر المومنین رضی نے اپنی خلافت کے اخیر سال میں واپس لے لیا۔ اسی طرح سے عمر بن عبدالعزیز نے بھی کیا اور اگر ثابت بھی ہو کہ عمر بن عبدالعزیز نے خلاف سلف کے کیا تو ان کا فعل قابل سند نہ ہوگا۔ اس کے جواب میں جناب علم الہدی شافی میں لکھتے ہیں کہ اول تو ہم عمر بن عبدالعزیز کے فعل پر کسی طرح سے بھی حجت نہیں کرتے کیونکہ ان کا فعل کچھ حجت نہیں ہے۔ اور اگر اس قسم کی باتوں سے احتجاج کریں اور اسی طرح کی حجتیں اور دلیلیں لائیں تو ہم مامون کے فعل کو بھی پیش کر سکتے ہیں کیونکہ خلیفہ مامون نے بھی ایک مجلس قایم کر کے اور مباحثہ کرا کے فدک کو واپس کیا تھا سوائے اس کے صاحب مغنی عمر بن

خود شاہی گارڈ بلقہ میں ان کی حفاظت پناہی کے لئے تیار تھا۔ شام سے جو سوار مدینہ میں آئے انھوں نے اس زبردست طیاری کی خبر حضور پرنور کے گوش زد کی اور عرض کیا کہ ٹڈی دل فوجیں چاروں طرف سے جمع ہو رہی ہیں خود شہنشاہ ان کی مدد کے لئے آگیا ہے اور ارادہ ہے کہ ایک طولانی جنگ چھیڑی جائے حضور نے فوراً یہ سنتے ہی جنگ کی تیاری شروع کردی اور ایک کثیر تعداد فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا اور اب کھلم کھلا بغیر کسی رازداری کے سامان جنگ ہونے لگا حضور پرنور کے گل صحابہ مہاجر اور انصار اور بدوی عرب لبی حکم سے مدینہ میں جمع ہوگئے سفر طولانی تھا گرمی کی شدت تھی اس وجہ سے بعض انصار کسی قدر ہچکچائے تو بھی ایک کثیر تعداد فوج جمع ہوگئی۔

اس کے مقابل میں مسلمانوں کی اور جماعتوں میں جنگ کا جو کچھ شوق و ذوق تھا وہ قابل بیان نہیں وہ ہر طرف سے جمع ہو رہے تھے اور مدینہ کے بہت سے سرداروں نے

عبدالعزیز کے اس فعل کا انکار کرتے ہیں جو کہ اہل نقل میں بلا اختلاف معروف و مشہور ہے فقط۔ اور اس پر انھوں نے روایت محمد بن زکریا غلابی کی پیش کی ہے۔ جس سے ہم بحث کر رہے ہیں۔

اسی قصے کو عمر بن عبدالعزیز کے ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے طن الرماح اور رشید الطاعن میں بھی نقل کیا ہے اور ان تمام روایتوں کا ماحصل بھی صرف یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے فدک آل فاطمہ کو رد کر دیا اس سے کہیں یہ نہیں ثابت ہوتا کہ فدک کے ہبہ کا دعوے حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے کیا تھا اس لیے یہ جتنی روایتیں پیش کی گئی ہیں وہ کچھ بھی مفید مطلب کے نہیں ہیں بلکہ برخلاف اس کے جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے مشکوٰۃ سے بروایت ابوداؤد لکھا ہے عمر بن عبدالعزیز کا آل مروان کو جمع کر کے یہ کہنا ثابت ہوتا ہے کہ جس امر سے رسول اللہ نے فاطمہ کو منع کیا تھا میں کب اس کا مستحق ہو سکتا ہوں اس لیے میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اس کو اسی حال پر لوٹاتا ہوں

بکثرت زرِ نقد بطور مدد جنگ کے حضور انور میں گزرانا۔ صرف حضرت عثمان نے ایک ہزار دینار حضور میں پیش کئے اس روپے سے ہر قسم کا بار برداری کا سامان کیا گیا تاکہ غریب سپاہیوں کو دور و دراز کے سفروں میں آرام ملے۔

غرض کل لشکر تیار ہوگیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حکم ہوا کہ وہ لشکر گاہ میں نماز پڑھائیں مسلمہ کا بیٹا محمد مدینہ کا گورنر بنایا گیا اور حضرت علیؓ بھی خاندانِ نبی کی حفاظت کے لیے مدینہ چھوڑ دیئے گئے۔ عبداللہ ابن ابی نے اپنے بیشمار ساتھیوں کا ایک کیمپ حضور کے لشکر گاہ کے سامنے نصب کیا مگر آخر میں وہ بھی پیچھے چھوڑ دیا گیا اس سے دو پہلے کے انتخاب اور کمی کے بعد جو فوج مہیا ہوئی اس کے برابر یا زیادہ آج تک عرب میں جمع نہیں ہوئی تھی اگرچہ فوج کی تعداد کسی قدر مبالغہ سے مورخوں نے بیان کی ہے مگر تو بھی تیس ہزار سے فوج کم نہ تھی جس میں پورے دس ہزار آدمی ایک مقام پر

جس حال پر وہ رسول اللہ اور ابوبکر و عمر کے زمانے میں تھا چنانچہ اصل روایت متعلق اس کے تحفہ میں منقول ہے من شاء فلیرجع الیہ۔

تیسری روایت جو طرائف میں واقدی بشر بن غیاث اور بشر بن الولید سے نقل کی گئی ہے اور جس میں خلیفہ مامون کے مجلس قائم کرنے اور فدک کے مقدمہ میں بحث کرنے اور آخر کار ایک رسالہ لکھکر موسم حج میں شائع کرنے کا ذکر ہے وہ بھی سراپا جھوٹی اور شیعوں کی بنائی ہوئی ہے اس لیے کہ راوی **واقدی اور بشر بن غیاث** ہیں جن میں سے ہر ایک کا حال ہم اوپر آیۂ آت ذا القربیٰ حقہ کی بحث میں لکھ چکے ہیں کہ واقدی کذابین اور واضعین حدیث میں سے ہیں۔ اور بشر بن غیاث زنادقہ میں سے اور اسی روایت کو عماد الاسلام میں مولانا دلدار علی صاحب نے طرائف سے نقل کیا ہے اور مجتہد سید محمد صاحب نے طعن الرماح میں اس کا ترجمہ لکھا ہے اور ان دونوں مجتہدوں سے افسوس ہے کہ ایسے کاذبین اور واضعین حدیث اور زندیقین کی روایتیں پیش کرکے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اور ان کی روایتوں کو اہلِ سنت اخبار صحاح میں سے

جب اسلامی لشکر نے قیام کیا اور کنوئیں سے پانی بھرنے لگا تو یکایک عام حکم دیا گیا کہ پانی لینا بند کر دیا جائے نہ اُسے پیا جائے نہ اُس سے وضو کیا جائے اور کوئی شخص تنہا شب کو باہر نہ نکلے۔ اُس روز سارا لشکر پیاسا رہا صبح کو اس قدر بارش ہوئی کہ جل متھل بھر گئے مورخ اسے حضور انور کا ایک معجزہ قرار دیتے ہیں۔ جس وقت لشکر تبوک پہنچا تو یہاں اس نے اپنے ڈیرے ڈنڈے ڈال دیئے یہاں کثرت سے سایہ دار درخت بھی تھے اور پانی کے چشمے بھی تھے راستے کی ساری کلفت آن کی آن میں مٹ گئی سارا اسلامی لشکر تازہ دم ہو گیا۔ رومی حملہ کا خیال اس وقت بالکل گاؤ خورد ہو گیا تھا۔ سرحد کو دھمکی دینے کے لیے اس وقت کچھ بھی نہ تھا اور نہ کوئی ایسی اہم بات تھی جس سے حضور انور کی توجہ اس طرف مبذول ہوتی۔ آپ نے صرف خالد کی ماتحتی میں ایک مہم روانہ کی تاکہ خلیج کے ساحلوں پر جو نصرانی اور یہودی آباد ہیں انھیں مطیع

بیان کرتے ہیں اور اس کا سبب صرف یہ ہے کہ کوئی روایت صحیح تو دعوی ہبہ کے متعلق ہے نہیں اس لیے اس قسم کی جھوٹی اور بنائی ہوئی باتوں کو جھوٹوں اور حدیث کے بنانے والوں اور زندیقوں نے اسلام میں رخنہ ڈالنے کے لئے مشہور کر رکھی تھیں طرح طرح سے پیش کرتے ہیں۔ کبھی کچھ سند کا حوالہ دیکر کبھی کسی کتاب کا نام لیکر کبھی کسی تاریخ سے نقل فرما کر مگر اُن کا جھوٹ کسی طرح چھپ نہیں سکتا اور جس رنگ میں وہ اُسے دکھائیں اصلی جلوہ نظر آجاتا ہے۔ ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش کہ من آں جلوۂ قومی شناسم

چوتھی روایت وہ ہے جو جواہر العقدین سیمہودی وغیرہ سے نقل کی گئی ہے اور جس کو حافظ عمر بن شبہ نے نمیر بن حسان سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت پوری عماد الاسلام ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ اس میں دو راویوں کے نام لکھے ہیں ایک عمر بن شبہ دوسرے نمیر بن حسان۔ باقی راویوں کے نام مذکور نہیں ہیں۔ دیگر راویوں کے نام یا سید سمہودی نے چھوڑ دیئے ہیں یا حضرات مجتہدین نے نقل کرنے میں تخفیف فرمائی ہو

کیا جائے نصرانیوں کے سردار یا شہزادہ یوحنا یا جان کو حضور انور نے ایک خط لکھ کے روانہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر تو اپنی نجات دارین چاہتا ہے تو حضور میں حاضر ہو۔ یہ قصہ دیکھتے ہی جان اپنی پیشانی پر سونے کی صلیب لگا کے بڑے خلوص اور غربت سے حاضر ہوا حضور انور نہایت اخلاق سے پیش آئے اور بلال کو حکم دیا کہ مہمانداری کرے۔

جو خط حضور انور نے نصرانی شہزادہ کو لکھا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے۔ خدا کی حمد کے بعد میں شہادت دیتا ہوں کہ سوائے ایک خدا کے دوسرا خدا نہیں ہے۔ جب تک کہ میں تحریر ہری حجت پوری نہ کروں گا تیرے خلاف تلوار نہیں اٹھاؤں گا۔ کیا تو ایمان لایا خراج ادا کرنے کا اقرار کر اور خدا اور رسول کا اطاعت گزار بن جا پیغمبر کے ایلچیوں کا احترام کیجو انھیں فاخرہ خلعتیں دیجو بالخصوص زید کو تو بہت اچھی خلعت نذرانہ میں دیجو۔ جہاں تک تو میرے ایلچیوں کو خوش کرے گا اتنا ہی میں تجھ سے خوش ہوں گا۔

مگر پتا چلانے سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا اصلی ماخذ شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید کی ہے۔ اور ابن ابی الحدید نے اسے ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے اور وہ اصلی روایت یہ ہے کہ ابن ابی الحدید فرماتے ہیں "قال ابوبکر اخبرنا ابوزید قال ثنا محمد بن عبداللہ بن الزبید قال ثنا فضیل بن مرزوق قال ثنا النخعی (غالباً نمیر ہوگا) بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا ریدان اجیئن امر ابی بکر ان ابا بکر انتزع فدک من فاطمۃ فقال ان ابا بکر الخ" باقی عبارت وہ ہے جو عماد الاسلام میں نقل کی گئی ہے اور جس کے آخر الفاظ جو انھوں نے چھوڑ دیئے تھے اسے ہم نے اس کے بعد نقل کر دیئے ہیں۔ اس روایت میں اتنی باتیں غور طلب ہیں۔ اوّل تو ابن ابی الحدید اسکے ناقل ہیں اور وہ خود معتزلی اور شیعی ہیں گو شیعوں نے انکو علمائے اہل سنت سے بیان کیا ہے اور غرض اس سے یہ ہے کہ لوگوں کو دھوکا ہو اور انھیں علمائے اہل سنت سے سمجھکر ان کی بیان کی ہوئی روایتوں سے لوگ شبہ میں پڑیں مگر معتزلی ہونا ان کا تو ایسا کھلا ہوا ہے کہ اس سے کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا اور ان کے شیعہ ہونے یا کم سے کم شیعوں کے سے عقائد رکھنے پر

اگر تو چاہتا ہے کہ خشکی اور تری کی طرف سے تیری حفاظت ہو تو خدا اور اس کے پیغمبر پر ایمان لے آ اور پھر قادر مطلق ہر حملہ سے خواہ غیبوں کی طرف سے ہو یا اجنبیوں کی طرف سے تیری حفاظت کرے گا۔ اگر تو اپنے خالق کو خوش نہیں کرنے کا تو سمجھ لیجو کہ ایک چیز بھی میں تیری قبول نہیں کرنے کا یہاں تک کہ میں جنگ کروں جس میں چھوٹی عمر کے قیدیوں اور بڑی عمر کے قتل کر ڈالے جائیں۔ میں فی الحقیقت خدا کا پیغمبر ہوں۔ ایمان لا خدا پر اُس کے پیغمبروں پر اور مسیح ابن مریم پر جو یقیناً کلمۃ اللہ تھا میں اُسے خدا کا رسول جانتا ہوں فقط۔ حضور انور کے الچیوں اور یوحنا میں ایک عہد نامہ آپ ہی کی مرضی کے بموجب تحریر ہوا جس کی رو سے ایک چھوٹی رقم تین سو دینار سالانہ قرار پائی۔ اس عہد نامہ کے بعد حضور انور نے یمن کا بنا ہوا ایک عمامہ یوحنا کو بطور بخشش کے مرحمت فرمایا اور اسکی بہت عزت کی۔

بخاری نے جنگ تبوک کی کیفیت حسب ذیل لکھی ہے۔

اُن کی کتاب شرح نہج البلاغت شاید ہے۔ دوسرے اس روایت کو ابن ابی الحدید نے ابو بکر احمد بن عبد العزیز جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے۔ اور یہ کتاب کہ آیا ابو بکر جوہری کی ہے یا نہیں یا کوئی کتاب اس نام کی ہے بھی یا نہیں خود معرض بحث میں ہے اور سوائے ابن ابی الحدید کے کسی اور مشہور عالم نے نہ اُس کا ذکر کیا ہے نہ کسی مشہور کتاب میں اُس سے کچھ لیا گیا ہے اس لیے ایسی گمنام کتاب کی روایت کب قابل اعتبار اور لائق توجہ ہے ہم کو اس روایت کے پیش کرنے پر نہایت تعجب آتا ہے کیونکہ مولانا دلدار علی صاحب نے محاج السالکین کی روایت پیش کرنے سے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم پر نہایت غصہ ظاہر فرمایا تھا کہ تا حال نام این کتاب بگوش کسی از شیطان نرسیدہ و بکتاب مجہول کہ مصنف آن نیز مجہول ست احتجاج و استدلال نتوان نمود چہ مستبعد ست کہ نام کتاب را خود ش بدروغ ساختہ باشد پس در مقابلہ آن اگر کسے بگوید کہ در اعوجاج المالکین شنیدہ ام از مردم نجار الوشتہ کہ ابو بکر اعتراف بکفر خود کردہ می تواند گفت بالفرض اگر کتابی مسمی باین اسم از کتب شیعہ بودہ باشد و این روایت

(۱۴۳۱) ابی موسےٰ (عبداللہ بن قیس نے) کہا میرے دوستوں نے (جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس غزوہ میں آئے تھے) مجھے آپ کے پاس سواریوں کے لیے بھیجا میں نے آپ سے آکر عرض کیا آپ نے غصہ سے منع کر دیا اور یہ فرمایا اللہ کی قسم میں انکو کسی چیز پر سوار نہ کروں گا (آپ پہلے سے غصہ میں تھے میں نہ سمجھا اسی حالت میں آکر کہنے لگا) آپ کے منع کرنے سے غمزدہ اور اس خیال سے کہ کہیں مجھ سے تو غصہ نہیں ہوئے ڈرتا ہوا چلا اور دوستوں سے یہ قصہ کہا تھوڑی ہی سی دیر گزری تھی کہ بلال مجھے آوازیں دیتے ہیں اُن کے پاس گیا انھوں نے کہا تمھیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں تو میں حضور انور کے پاس آیا چھ اونٹوں کی طرف اشارہ کر کے تین مرتبہ کہا لیجا (ان دو اونٹوں کو) اور اپنے دوستوں سے کہدے کہ اللہ یا اللہ کا رسول (تمکو) (روی ہے) تم کو ان پر سوار کرے گا میں نے ایسا ہی کیا اور یہ کہا بخدا جب تک میں تم کو اُن لوگوں کے پاس نہ ہوں نے آپ کا منع کرنا سنا ہے

دران مندرج پس از کجا معلوم شد کہ نقل از کتب اہل سنت نکردہ باشد و ایں ناصب خوابیدہ خوشدیدہ یا دیدہ و دانستہ غدر و فریب تاسیا با ما بیہ القا درین نمودہ باشد انتہی صفحہ ۵۸ صوارم اور سید صاحب نے طعن الرماح میں خطبہ نبت ابی جہل کی روایت کی نسبت سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے کلام کو نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں "ہذا الخبر باطل موضوع غیر معروف ولا ثابت عند اہل النقل واتخاذ کرہ الکرابیسی طاعنا علی امیر المومنین ومعارضا بذکرہ لبعض شیعتہ من الاخبار فی اعدائہ وہیہات ان یشتبہ الحق بالباطل" بعد ازاں کلام کہ فرمودہ است محصل آن این است کہ اگر امری دیگر درین روایت نبودہ باشد پس ہمیں کہ راوی آں کرابیسی است واو ملعون بعداوت اہل بیت و ناصبی شقی بودہ کافی است در توہین و تکذیب آں صفحہ ۳۹ طعن الرماح۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حضرات شیعہ جو کچھ ان دو مجتہدوں نے فرمایا اُسی کو ہماری طرف سے سمجھیں گے اور یہ تبدیل الفاظ ہمارے اس کہنے کو گوش دل سے سنکر اُسے تسلیم کریں گے۔ اور ایسی روایتوں کے جھوٹے ہونے میں شبہ نہ فرمائیں گے۔ تیسرے ابوبکر جوہری نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے یہ روایت ابوزید سے لی ہے۔ اور ابوزید کنیت ہے عمر بن شبہ کی

نہ لے چلوں گا ہرگز نہ چھوڑوں گا کبھی میری بات کو جھوٹ سمجھو۔ دوستوں نے کہا نہیں تم سچے ہو اور اگر تم تصدیق کرانا اچھا سمجھتے ہو تو ہم ایسا ہی کریں گے۔ اُن میں سے ایک آدمی لیکر اُن لوگوں کے (جنہوں نے سنا تھا) پاس آیا اُنھوں نے میری تصدیق کی کہ پہلے منع کر دیا تھا اور پھر بلا کر اونٹ دیئے۔

(۱۴۳۲) کعب بن مالک نے کہا میں رسول خدا کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک رہا فقط ایک جنگ تبوک میں نہ تھا ہاں ایک جنگ بدر میں بھی شریک نہ تھا اور اس میں شریک نہ ہونے والے کو کچھ عتاب نہیں ہوا (اور) جنگ بدر میں نہ جانے کی یہ وجہ ہوئی کہ آپ نے یہ قصد ظاہر کیا کہ ایک قبیلہ قریش جس نے خلاف ورزی کی تھی اُس سے لڑیں گے اتفاقاً جنگ بدر کا واقعہ پیش آگیا اور میں تو اس سے بھی زیادہ پُرخطر موقع پر رہا لیلۃ العقبہ میں آپ کے ساتھ رہا جب میں اپنے اسلام پر مضبوط ہو چکا تھا اور میں لیلۃ العقبہ پر جنگ بدر کو ہرگز تر جیح نہ دونگا

جیسا کہ تقریب میں بیان کیا گیا ہے "عمر بن شبہ بن عبیدہ بن زید النمیری ابو زید" اور گو عمر بن شبہ متہم ہیں سے ہیں مگر اس کا ثبوت کیا ہے کہ حقیقت میں ابو بکر جوہری نے جو روایت ان سے بیان کی ہے اور ابو بکر جوہری کے نام سے جو کچھ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے وہ جعل سے خالی ہے۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں جہاں عمر بن شبہ بن عبیدہ سے روایت سننے والوں کا نام ہے وہاں ابو بکر جوہری کا نام ہم اُن مشاہیر میں سے نہیں پاتے جنھوں نے عمر بن شبہ سے سنا تھا جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی لکھتے ہیں "عمر بن شبہ بن عبیدۃ الحافظ العلامۃ الاخباری ابو زید النمیری البصری صاحب التصانیف عن یوسف بن عطیۃ الی قولہ و عنہ ابن ماجۃ وابن صاعد والمحاملی ومحمد بن احمد الاشرم محمد بن مخلد وخلق" فقط۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر جوہری نے گو حافظ عمر بن شبہ سے سنا ہو مگر وہ مشاہیر میں سے نہیں ہیں اور اسی لیے ابو بکر جوہری کا مستقل ترجمہ اور اُن کا حال ہم نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا البتہ ابو الفرج اصفہانی مصنف کتاب الاغانی نے جوہری سے روایتیں لیں ہیں اور اُس میں جوہری کی تعلیم عمر بن شبہ بلکہ صرف انھیں سے پائی جاتی ہیں۔ مگر انکو مشاہیر محدثین اور ائمہ میں سے کہنا

اگرچہ لوگوں میں اس کی زیادہ فضیلت مشہور ہے۔ میری حالت یہ تھی کہ میرے پاس کچھ جنگ کا سامان نہ تھا اس لیے اس غزوہ تبوک میں نہ شامل ہوا واللہ میرے پاس سواری تک بھی نہ تھی اور آپ کا قاعدہ تھا کہ جب کسی لڑائی میں جاتے تو اس کو پورے طور سے ظاہر کرتے بلکہ دوسری لڑائی کے ضمن میں کہا کرتے اس میں بھی ایسا ہی کیا جب آپ چل پڑے اور وہ دور دراز کا سفر پڑا اور کفار کی تعداد کثرت سے دیکھی تو آپ کے ہمراہیوں نے سمجھا کہ انھیں سے لڑائی ہوگی پھر آپ نے ظاہر کر دیا اور آپ کے ساتھ مسلمان بکثرت تھے۔ اور جیسا کہ قاعدہ ہے کہ فوج کی حاضری کا رجسٹر ہوتا ہے آپ کے زمانہ میں نہ تھا اس لیے کہ ہر شخص خیال کرتا تھا کہ حضرت کو ہر بات بذریعہ وحی کے معلوم ہو جاتی ہے غیر حاضر رہنا چاہئے تو رجسٹر وغیرہ کی کچھ ایسی ضرورت ہی نہ تھی اور جب یہ جنگ گرمی کے موسم میں ہوئی اور آپنے اور آپکے ساتھ اور مسلمانوں نے اس لڑائی کا سامان کیا اور میں کاہل وجودی سے اور اس خیال سے

سراسر غلط ہے۔ اور ابو الفرج اصفہانی شیعہ تھا اور علمائے شیعہ نے باوجود زیدیہ ہونے کے اُسے علمائے شیعہ میں شمار کیا ہے جیسا کہ مرزا محمد باقر حاجی زین العابدین موسوی نے جنکو زبدۃ المجتہدین اور حجۃ الاسلام والمسلمین کہا گیا ہے اپنی کتاب روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات کے صفحہ ۴۷۸ مطبوعہ ایران ۱۳۰۶ھ ہجری میں اس طور پر لکھا ہے علی بن الحسین ابو الفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی۔ ذکرہ مولانا العلامۃ الحلی فی خلاصتہ فی القسم الثانی فقال انہ شیعی زیدی واورده صاحب الآمل ایضا فی عداد علماء الشیعۃ وکان عالما روی عن کثیر من العلماء وکان شیعیا خبیرا بالاغانی والآثار والاحادیث المشہورۃ والمغازی انتہی وکان اشتہارہ بین جماعۃ من اصحابنا من جہۃ مداناۃ مذہب الشیعۃ مع الزیدیۃ ومشارکتہا فی القول بان الامامۃ غیر خارجۃ عن الفاطمیۃ۔ چوتھے ابو زید نے اس کو محمد بن عبد اللہ بن الزبیر سے روایت کیا ہے اور یہ حضرت شیعہ تھے جیسا کہ میزان الاعتدال میں لکھا ہے "محمد بن عبد اللہ بن الزبیر قال العجلی کوفی ثقۃ تشیع وقال ابو حاتم لہ اوہام" اور انھوں نے فضیل بن مرزوق سے روایت کی ہے۔ اور فضیل بن مرزوق کا حال ہم بحث آیہ واٰت ذا القربی حقہ میں مفصل لکھ چکے ہیں

کہ میں جب چاہوں گا کر لوں گا آجکل کرتا رہا یہاں تک کہ زمانہ گزر گیا اور لڑائی میں چلنے کی تیاری ہوئی اور صبح کو چلدیئے اور میں نے ابھی تک کچھ سامان نہ کیا تھا میں نے خیال کیا کہ ایک روز سامان کر کے اُن سے راستہ میں جا ملوں گا ایسے ہی آج کل میں زیادہ زمانہ گزر گیا اور وہ تبوک میں پہنچ گئے اور میں نے قصد کیا کہ چلدوں اور کاش میں چلدیتا تو خوب تھا لیکن میری تقدیر میں نہ تھا اور آپ کے پیچھے مدینہ میں جب گھر سے نکلتا تو منافقوں اور معذور آدمیوں سے ملتا اور مجھے اس سے رنج ہوتا اور حضرت نے راستہ میں مجھے کہیں یاد نہ کیا جب تبوک میں پہنچ گئے اور آدمیوں کے بیچ میں بیٹھے ہوئے تھے تب فرمایا کعب نے کیا کیا جو نہیں آیا بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اُس کو اُسکی امیری اور تکبر نے آنے سے روکا معاذ بن جبل نے کہا اے شخص تو نے بہت بُرا کیا بخدا یا رسول اللہ ہم اُسکی سوائے بہتری کے اور کوئی بات نہیں جانتے آپ خاموش ہو گئے کعب

کہ وہ پکے شیعہ تھے۔ اور انھوں نے نمیر بن حسان سے روایت کی ہے۔ مگر اس میں غلطی معلوم ہوتی ہے خواہ وہ چھاپے کی ہو یا نقل کی۔ اس لیے کہ عماد الاسلام اور طعن الرماح میں انکا نام نمیر بن حسان لکھا ہے اور شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید میں النجتری بن حسان۔ مگر ہم کو ان دونوں ناموں سے کوئی نام تقریب و تہذیب اور تذہیب اور میزان الاعتدال میں نہیں ملا۔ بہر حال اگر اور تمام راوی ثقہ اور صدوق بھی ہوتے مگر جبکہ اس روایت میں فضیل بن مرزوق داخل ہیں تو یہ روایت بجز اس کے کہ یہ روایت شیعوں کی سمجھی جائے اور کچھ نہیں خیال کیجا سکتی۔ اگر سارے سلسلہ میں ایک راوی بھی جھوٹا اور متہم اور مخالف العقیدہ ہو تو ساری روایت باطل اور جھوٹی سمجھی جاتی ہے۔ اور علاوہ اس کے اخیر راوی اس کے خواہ نمیر بن حسان ہوں یا نجتری بن حسان خود اُن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب بڑے سخت شیعہ اور دشمن صحابہ تھے اس لیے کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے زید بن علی سے پوچھا کہ میری خواہش یہ تھی کہ اس سے ابو بکر کے فعل پر عیب لگاؤں۔ اور اُسکی بُرائی کروں اسلیے

بن مالک کہتے ہیں کہ جب یہ خبر ملی کہ آپ آنیوالے ہیں تو خیال ہوا کہ کوئی ایسا حیلہ سوچنا چاہئے جس سے آپ کے غصہ سے بچ جاؤں اور اس بات پر گھر والوں میں سے عقلمندوں سے مشورہ لیا کہ ایسی بات کو سوچو جب یہ خبر ہوئی کہ آپ مدینہ کے قریب آگئے تو یہ خیال باطل میرے دل سے جاتا رہا اور میں نے یقین کر لیا کہ جھوٹ سے آپ کے غصہ سے نہ بچ سکوں گا تو سچ کا قصد کر لیا۔ صبح کو مدینہ میں آگئے اول تو آتے ہی مسجد میں آئے اور دو رکعت پڑھیں پھر آدمیوں کو بٹھلا لیا اس وقت جو لوگ غزوہ میں شریک نہ تھے اور منافق تھے آئے اور جھوٹے حیلے بہانے کئے اور حلف اٹھائے یہ لوگ تقریباً اسی سے کچھ زائد تھے آپ نے ان کے ظاہری بہانوں کو تسلیم کر لیا اور تجدید بیعت کی اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہی اور ان کے دل کے بھیدوں کو سپرد خدا کیا۔ جب میں (بھی) حاضر ہوا اور السلام علیکم کہا تو آپ غصہ کی سی صورت سے مسکرائے اور آپ نے فرمایا کہ غزوہ میں کیوں

کہ اس نے اجن کا لفظ استعمال کیا ہے اور اجین کے معنی متہی الارب میں ہیں شست عیب ناک گردانیدن۔ و قاموس میں ہے "العجنة من الكلام ما يعيبه والعجمين اللئيم والتجمين التقبيح۔

پانچویں روایت جو تشئید المطاعن میں ریاض النضرہ سے نقل کی ہے اس کے راوی عبداللہ بن ابوبکر بن عمرو بن حزم ہیں۔ اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔ ہے (یہیں اس روایت کا نہ سر ہے نہ دم اس لئے کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ عبداللہ بن ابی بکر سے کس نے یہ روایت کی ہے اور نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عبداللہ بن ابی بکر کے باپ نے کس سے اس روایت کو سنا ہے جب تک کہ پوری روایت اور تمام راوی بیان نکئے جائیں اس قسم کی روایتوں پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔

چھٹی وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن میں طبقات کبریٰ سے نقل کی ہے اس کے راوی محمد عمر ہیں اور انھوں نے ہشام بن سعد سے زید بن اسلم سے اور انھوں نے اپنے باپ سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ اس میں راوی اول محمد بن عمر ہیں اور یہ وہ ہیں جو واقدی کے نام سے مشہور ہیں اس لیے کہ یہی ہشام بن سعد ہیں اور ہشام بن سعد زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال میں لکھا ہے اور واقدی

نہیں شریک ہوا کہا تیرے پاس سواری نہ تھی میں نے عرض کیا میرے پاس کچھ سامان مہیا نہ تھا (آپ سے سچی سچی بات کہدی) بخدا اگر کوئی اور ہوتا تو اس سے تو جھوٹ بول کر سبکدوش ہو جاتا مگر یہ میری عادت نہیں اور نہ یہ خیال بھی ہوا کہ اگر آپ سے بھی ایسا ہی کروں تو کہیں مجھ پر غضب نازل ہو جائے پھر بھی آپ غصہ ہوتے ہیں اب میں معافی چاہتا ہوں آپ نے فرمایا اس نے بالکل سچ کہا اور مجھے حکم دیا جا و جب تک تیرے بارے میں تم حکم دے۔ میں اٹھا میرے ساتھ قبیلہ بنی سلمہ کے چند آدمی بھی اٹھے اور (راستہ میں) مجھ سے کہنے لگے بخدا پہلے ہم نے (تم سے ایسا گناہ ہوتا ہوا) نہیں دیکھا اور منافقوں کی طرح تم سے بہانے نہ ہو سکے اور تمہارے اس گناہ کے لئے تو آنحضرت کی استغفار کافی ہو گی (کعب بن مالک کہتے ہیں) میں نے ان لوگوں سے کہا کیا اس حال میں کوئی اور بھی شریک تھا انھوں نے کہا ہاں دو شخص اور بھی تھے میں نے نام پوچھا انھوں نے یہ نام لئے مرارہ بن الربیع ہلال

حال اور ان کے تمام صفات ہم اوپر آیہ وآت ذا القربی حقہ کی بحث میں لکھ چکے ہیں کہ وہ حدیثوں کے بنانے والوں میں سے ہیں۔ اور کسی بات میں ان کی کوئی روایت حدیث یا انساب یا کسی چیز میں بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔ اور ایسے متروک حدیث ہیں کہ تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے ان کی نسبت "لم اسق ترجمتہ لانی اتفاقہم علی ترک حدیثہ" کہکر انکا ترجمہ نہیں لکھا۔ دوسرے راوی ہشام بن سعد ہیں انکی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے "کان یحیی بن القطان لا یحدث عنہ وقال النسائی ضعیف" اور تقریب میں لکھا ہے "لہ اوہام وری بالتشیع" اور تہذیب میں ہے "قال ابو حاتم یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ"

قسم اول روایتوں کا حال اب ہم بیان کر چکے اور ان کے راویوں کا غیر معتبر اور جھوٹا ہونا ثابت کر دیا۔ اور اس لیے ان روایتوں پر وہ مقولہ صادق آتا ہے جو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا ہے کہ خبر غیر صحیح چوں گوز شتر است۔ اب باقی رہیں اور اقسام کی روایتیں ان کی نسبت اگرچہ ہم کو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ ہم بتفصیل چوتھے مقدمہ میں اس کتاب کے بیان کر چکے ہیں کہ ایسے واقعات کے

بن امیہ واقفی اور کہا کہ انھوں نے بھی تمھاری طرح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمیں آپ نے جو تم سے کہا وہی ان سے کہا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دو شخص تو بڑے اچھے ہیں جنگ بدر میں بھی شریک تھے اور ان میں وسعت تھی کہ شریک ہو جاتے اور اب میں اُن آدمیوں سے جدا ہو گیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں آدمیوں سے اور آدمیوں کو بولنے سے منع کر دیا تو ہم سے سب آدمی بچنے لگے اور بالکل ناآشنا سے ہو گئے حتیٰ کہ وہاں کی زمین بھی غیر ہو گئی اسی حالت میں پچاس روز گزرے مرارہ اور ہلال دونوں اپنے گھروں میں پڑے روتے رہے اور میں ایک معزز آدمی تھا مسجد وں بازاروں میں برابر آتا جاتا لیکن مجھ سے کوئی بات نہ کرتا اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر بیٹھتے تو میں جا کر سلام کیا کرتا اور غور سے دیکھتا کہ آپ میرے سلام کے جواب میں کچھ لب مبارک سے فرماتے ہیں یا نہیں اور پھر آپ کے قریب نماز پڑھنے لگتا اور

متعلق کسی کی رائے یا کسی کا قیاس یا کسی کا بیان اس واقعہ کی صحت اور تصدیق کے لیے کافی نہیں ہے گو اُس کا بیان کرنے والا کسی فن کا امام ہو گو وہ بڑا مشہور عالم اور کسی خاص علم میں بڑا ماہر اور نامی ہو۔ ان واقعات کی تصدیق کے لیے روایت متصل السند اور صحیح السند ہونی چاہیئے۔ اگر ہزار عالم غلطی یا بے خبری یا ناواقفیت یا بے خیالی سے کسی واقعہ کا اس طور پر ذکر کریں کہ اُس سے اُس واقعہ کی تصدیق بظاہر پائی جاتی ہو تو واقعہ کی تصدیق کے لیے کچھ مفید نہیں ہے۔ بیش از بیں نیست کہ یہ خیال کیا جائے کہ اُس عالم نے اُس کی تحقیق اور تنقیح نہیں کی اور بغیر غور اور تحقیق کے اُسے لکھ دیا خصوصاً متکلمین کہ جو اعتراضوں کے جواب دینے میں بہت کچھ رائے اور قیاس کو دخل دیتے ہیں اور جواب دینے کے خیال میں پڑ جاتے ہیں اور علی سبیل التسلیم والفرض جواب دینے لگتے ہیں جس سے مخالفین کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ روایت صحیح ہے اور ایسے شبہ کو دعوے کا دینے کے لیے پرزور تقریروں میں ظاہر کرتے ہیں یہی حال اُن اقوال کا ہے جو علمائے اسلام نے اس بات میں نقل کئے ہیں۔ اور نہ ہونا مسلسل روایت کا اُس کے راوی صحیح کے

کن آنکھوں سے دیکھتا تو نماز کے وقت آپ میری طرف متوجہ ہوتے اور جب نماز پڑھ چکتا اور آپ کی طرف دیکھتا تو مونہ پھیر لیتے ایک زمانہ تک مجھ پر یہی سختیاں رہیں ایک روز اپنے چچازاد بھائی قتادہ (جو مجھ سے بڑی محبت کرتے تھے ان) کے پاس گیا اور سلام کیا بخدا جواب بھی نہ دیا میں نے کہا سچ کہو کہ تم مجھے اللہ اور رسول کا دوست جانتے ہو خاموش ہو گئے جب میں نے کئی مرتبہ یہی کہا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے اس وقت میرے آنسو ٹپک پڑے اور ان کے پاس سے چلا آیا جب میں بازار میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نصرانی مجھے پوچھتا پھرتا ہے تو کوئی شخص میرا نام لیکر نہیں بتاتا بلکہ میری طرف اشارہ کرکے بتاتے تھے آخر کار وہ میرے پاس تک آ گیا اور غسان کے بادشاہ کا ایک خط دیا اس میں لکھا تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہارے دوست (محمد) نے تم پر ظلم کیا ہے اور یہ تمہاری شان کے لایق نہیں تم ہمارے پاس چلے آؤ ہم بڑی خاطر سے پیش آئیں گے

ثبوت میں کافی ہے۔ مگر ہم اپنی کتاب کے ناظرین کے اطمینان کے لیے ان اقوال سے بھی بحث کرتے ہیں تاکہ ناقلین کی بے اعتباری یا ان کی عدم واقفیت یا ان کا فن حدیث سے ماہر نہونا معلوم ہو جائے کہ یہی وجوہ ہیں جن سے اس قسم کی روایتیں کتابوں میں درج ہوگئیں اور علمائے امامیہ کو عوام کے مغالطے میں ڈالنے کا موقع ملا۔

اس قسم کی روایتیں شافی سے لیکر طعن الرماح کے زمانے تک جو کچھ بیان کی گئی وہ اوپر ہم نقل کر چکے۔ اب ہم ان کا مختصر حال لکھتے ہیں وہ روایتیں یہ ہیں۔

(۱) واقدی کی روایت جو علامہ حلی نے کتاب کشف الحق میں نقل کی ہے اور جسکا خلاصہ ہے کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ کے دعوی پر انھیں سند لکھدینے کا ارادہ کیا مگر حضرت عمر مانع ہوئے۔

(۲) معجم البلدان کی روایت جس کو احقاق الحق میں بیان کیا ہے اور جس میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور مامون کے وفد کا حال ہے۔

(۳) روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا کی ہے جو احقاق الحق میں نقل کی گئی ہے

میں نے پڑھکر خیال کیا کہ اللہ کی طرف سے امتحان ہے اور میرے حق میں ایک بلا ہے اسی وقت اُس کو جلا دیا ایک چالیس روز گزر گئے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا ایک آدمی آیا اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بی بی کو چھا کر دو میں نے کہا کیا طلاق دیدوں یا کیا کروں اُسنے کہا نہیں بلکہ خلط ملط نہ رکھو اور تعلقات زوجیت نہ کرو ایسے ہی اُن دو شخصوں کے پاس گیا میں نے اپنی بی بی سے کہدیا تم اپنے گھر چلی جاؤ رسول اللہ کا یہی حکم ہے اور وہیں رہو جب تک اللہ کی طرف سے کوئی حکم ہو (کعب بن مالک کہتے ہیں) ہلال بن امیہ کی بی بی آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی میرا شوہر نہایت ضعیف ہے اور اُس کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں تو کیا میں اُس کی خدمت کروں آپ اسکو برا سمجھتے ہیں آپنے فرمایا نہیں بلکہ تعلقات زوجیت نہ کرنا تو اسنے یہ کہا کہ جس روز سے آپ کو یہ ہے وہ سوا رونے کے اور کچھ کرتا ہی نہیں مجھ سے بھی میرے گھر کے لوگوں نے کہا اگر تمہاری بی بی اسی طرح اجازت چاہتی تو بہتر تھا میں نے کہا بخدا میرے لیے کبھی اجازت

اور جس میں عمر بن عبد العزیز کے رد فدک کا ذکر ہے۔

(۴) ابو بکر جوہری کی روایت شرح نہج البلاغت سے جس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ابو بکر صدیق سے کہا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے فدک عطا کر دیا تھا

(۵) عواصق محرقہ کی روایت متعلق دعوی ہبہ کے ہے جس کو عماد الاسلام اور طعن الرماح اور تشئید المطاعن میں نقل کیا ہے۔

(۶) ملل ونحل شہرستانی اور مواقف اور شرح مواقف اور نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر کی روایت ہے جس میں دعوی ہبہ کا بیان ہے۔

(۷) معارج النبوت اور مقصد اقصی اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا کی روایت ہے۔

اب ان روایتوں کا حال سنئے کہ واقدی کی روایت محتاج بیان نہیں۔ واقدی کا حال اس تفصیل سے ہم لکھ چکے ہیں کہ ہر شخص اُسکی روایت کو جھوٹی سمجھیگا اور اُس روایت کے پیش کرنے والے پر تعجب کرے گا۔

نہ دیتے اور نہ معلوم کیا لکھ دیتے۔ کیونکہ ہلال تو بوڑھا آدمی ہے اس لئے اُس کو اجازت دیدی اور میں جوان ہوں لہٰذا میں پورے اُنچاس روز گزر لئے اور پچاسویں روز صبح کی نماز پڑھ کے اپنے گھر کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور ایسی حالت تھی کہ اپنی زندگی بار معلوم ہوتی تھی اور میرے لئے زمین بھی تنگ تھی اُس وقت یہ سُنا کہ کوئی کوہ سلعہ پر چڑھا ہوا کہہ رہا ہے کہ اے کعب بن مالک تجھے بشارت ہو یہ سُنکر میں سجدہ میں گر پڑا اور سمجھ لیا کہ میری توبہ قبول ہوگئی اور تنگی دور ہوئی اور صبح کے وقت حضرت نے لوگوں کو اطلاع دی کہ ان (تینوں) پر خدا کی مہربانی ہوگئی تو آدمی (جوق جوق) بشارت دینے والے میرے ان دوستوں کے یہاں بشارت دینے گئے ایک شخص نے میری طرف گھوڑا دوڑایا اور زور زور سے بشارت دیتا چلا آتا تھا اور بنی سلمہ میں سے ایک آدمی کوہ سلعہ پر دوڑا اور بشارت دی اور جسکی بشارت کی آواز سنی تھی جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے اپنے کپڑے اُتار کر دیدیئے واللہ اُس روز میرے پاس بجز اُن

معجم البلدان کی روایت جس میں عمر بن عبد العزیز اور مامون کے رد فدک کا ذکر ہے اُسکی پوری بحث ہم طرائف کی روایت میں کر چکے ہیں اور مامون کے رد فدک کی حقیقت ہم نے تفصیل سے اس طرح پر بیان کر دی کہ اُسکے غلط ہونے میں یقیناً کسی کو شبہ نہ رہے گا۔

شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا میں متعلق فدک صرف ایک روایت ہے احوال عمر بن عبد العزیز میں حاصل اُسکا یہ ہے کہ منیرہ کا بیان ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے بنی مروان سے کہا کہ فدک آنحضرت صلعم کا تھا اُس سے بنی ہاشم تک کے بچوں کی اور بیواؤں کی اعانت کرتے تھے فاطمہ نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلعم نے نہیں دیا۔ اسیطرح ابوبکر و عمر کے زمانے میں رہا مروان نے اُس کو جاگیر بنا لیا پس تم لوگ گواہ رہو کہ میں فدک کو اُسی طرح کرتا ہوں جیسا کہ زمانہ نبوت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھا انتہی ملخصاً۔

چونکہ تاریخ الخلفا میں سوائے اس ایک روایت کے اور کوئی روایت متعلق فدک نہیں ہے اور یہ عبارت صریح بتا رہی ہے کہ فاطمہ نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلعم نے نہیں دیا۔ اور فدک کی آمدنی آنحضرت صلعم جس مصرف میں صرف فرماتے تھے شیخین بھی اُسی مصرف میں اُسے

کپڑوں کے کچھ نہ تھا اور ابی قتادہ سے کپڑے مانگ کے پہنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا تو راستہ میں آدمی پر آدمی ملتے اور میری توبہ قبول ہو جانیکی تہنیت کرتے جب میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپکے گرد اگرد آدمی بیٹھے ہوئے ہیں مجھے دیکھتے ہی طلحہ بن عبید اللہ میری طرف بڑھے اور مصافحہ کیا اور قبولیت توبہ کی تہنیت کی ان کے سوا کوئی فرد بشر مہاجرین میں سے نہ اٹھا میں ان (طلحہ) کے اس احسان کو تمام عمر بھولوں گا جب میں سلام کر کے بیٹھا تو آپنے پر سرور اور ہنس مکھ چہرے سے فرمایا کہ بشارت ہو تجھے اس بات کی تیری پیدائش سے اب تک کے سارے گناہ معاف ہو گئے میں نے عرض کیا یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے فرمایا خدا کی طرف سے جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں اپنی توبہ کے قبولیت کے شکریہ میں اپنا اور اس کے رسول کی راہ میں خیرات کروں آپنے فرمایا کچھ مال خیرات کرو اور کچھ اپنے

خرچ کرتے تھے جس سے ہبہ فدک و دعوی ہبہ فدک نیخ و بن سے منہدم ہو گیا۔ لہذا ہبہ فدک پر تاریخ الخلفا سے سند پیش کرنے کی نسبت سوائے اسکے کیا کہا جائے کہ یہ باب علم بلکہ اصحاب حیا کی شان سے بعید ہے۔ علاوہ اسکے تاریخ الخلفا میں بیان حال باغیر صحیح روایت نہ لکھنے کا التزام نہیں ہے لہذا بجز ناقد بصیر اہل حق کے دوسرا کوئی اس سے استدلال نہیں کر سکتا ہے۔

ابو بکر جوہری کی روایت جو شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح میں نقل کی ہے اس میں جناب مخدوم صاحب نے راوی کا نام چھوڑ دیا ہے تاکہ دیکھنے والے کو کوئی موقع روایت کی اصلیت دریافت کرنے کا نہ ملے مگر اہل کتاب یعنی شرح نہج البلاغت پر رجوع کرنے سے معلوم ہوا کہ اسکے راوی **ہشام بن محمد کلبی** ہیں اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی جیسا کہ شرح نہج البلاغت جلد دوم مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۹۵ میں اصل روایت یوں لکھی ہے قال ابو بکر و روی ہشام بن محمد عن ابیہ قال قالت فاطمۃ لابی بکر ان ام ایمن تشہد لی الخ باقی عبارت وہ ہے جو طعن الرماح سے اوپر ہم نقل کر چکے ہیں) اور ہشام بن محمد کلبی کے خطاب سے

لیے رہنے دو وہ تمہارے لیے بہتری کا ذریعہ ہے میں نے عرض کیا میں اپنا خیبر کا حصہ اپنے لیے رہنے دیتا ہوں اور باقی خیرات کرتا ہوں۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ میرے سچ کی ہی وجہ سے اللہ نے مجھے نجات دی اور آج سے میری یہ بھی توبہ ہے کہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گا اور اب اللہ نے مجھے ایسے سخت عتاب سے میرے سچ بولنے پر جو میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا نجات دی تو میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ کسی کو سچ سے آفت میں مبتلا نہیں کرتا اور اب تک میں نے کبھی جھوٹ پر اعتماد نہیں کیا اور آئندہ اللہ سے امید کرتا ہوں کہ جھوٹ سے بچائے رکھے اور اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل کی (لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار) بخدا مجھے اب تک اس سے زیادہ کوئی نعمت نہیں ملی کہ میں نے حضرت سے جھوٹ نہ بولا اور ہلاک نہ ہوا جیسے وہ لوگ جنھوں نے آپ سے جھوٹ بولا اور ہلاک ہو گئے اس لیے کہ جب انھوں نے جھوٹے حلف اٹھائے تو یہ آیت اتری (سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الخ) یعنے

مشہور ہیں اور ان کے باپ بھی اسی لقب سے معروف اور یہ باپ بیٹے نہایت کٹے شیعہ اور جھوٹے اور غیر مستند تھے چنانچہ ان کے باپ کا حال جو ابو ہشام کلبی سے بھی مشہور ہیں بحث آیۃ وآت ذا القربیٰ حقہ میں اوپر ہم لکھ چکے ہیں انکی روایت کا پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ حضرت ضرار اور احوال اور عمرو من الطفاق کی روایتوں کا پیش کرنا۔ اگر ضرار اور احوال کی روایتیں نہیں پر حجت ہو سکتی ہوں تو ہشام بن محمد کلبی اور ابو ہشام محمد بن السائب کلبی یعنی ان باپ بیٹوں کی روایتیں بھی ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہیں۔

صواعق محرقہ کی ایک روایت تو وہ بیان کی گئی ہے جس میں زید بن علی سے سوال کرنے اور ان کے جواب دینے کا ذکر ہے اس کی حقیقت ہم اوپر بیان کر چکے۔ دوسرے ایک مقام پر انھوں نے نہبہ کے دعوی کا یہ جواب دیا ہے کہ نصاب شہادت نہیں تھا اسمیں صاحب صواعق محرقہ نے نہبہ کے دعوی کی روایت سے بحث نہیں کی صرف علی سبیل تسلیم والفرض اسکا جواب دیا ہے اور آیت معاودت ملکیں کی ہے۔ اس میں انھوں نے یہ نہیں بیان کیا کہ یہ روایت صحیح ہے جس طرح پر کہ انھوں نے اسکی تکذیب بھی نہیں کی غایت مافی الباب یہ ہے

جو لوگ تم سے جھوٹ حلف اُٹھائیں گے جب اُن کے پاس آؤ گے تاکہ تم اُن سے درگزر کرو اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ کعب نے کہا ہم تینوں اِن منافقوں کے حکم سے جُدا ہیں جنھوں نے غزوہ میں نہ جانے کے حیلے بہانے کئے اور جھوٹے حلف اُٹھائے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قبول کیا اور تجدید بیعت کی اور اُنکی اللہ سے مغفرت چاہی اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بارے میں تاخیر کی یہاں تک کہ اللہ نے حکم کیا اسی لیئے اللہ نے یہ آیت اُتاری (وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا) اور اس آیت میں وہ لوگ مراد نہیں ہیں جو عمداً غزوہ سے مختلف ہوئے تھے بلکہ اس میں ہم لوگوں کے تخلف کا ذکر اور اُن سے (جنھوں نے حلف اُٹھائے اور عذر کئے اور آپنے اُن کے عذر مان لئے) ہمارے حکم میں تاخیر کرنے کا ذکر ہے۔

اسی اثنا میں یہودیوں کے مختلف قبائل کی سفارتیں حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سب نے اطاعت کا حلف اُٹھایا ہر ایک سفارت کو ایک نوشتہ دیا گیا جس میں

کہ انھوں نے اس روایت کی اصلیت نہیں تحقیق کی اور اس طور پر جواب دیا ہے جس سے ضمناً اس دعوی کے پیش کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اور یہ امر اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح ہو روایت کی تصحیح تو روایت کے بیان اور راویوں کی تنقیح پر منحصر ہے۔ اور ہم اوپر نہایت مدلل طور پر اصل روایت کی تکذیب ثابت کر چکے۔

ملل ونحل شہرستانی اور مواقف اور شرح مواقف کے قولوں کو نقل کرنے سے سوائے کتاب کے حجم بڑھانے کے اور کچھ فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ ملل ونحل میں شہرستانی نے بھی روایت کا بیان نہیں کیا صرف یہ دو لفظ لکھے ہیں کہ قیاس خلاف امر فدک میں ہے اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ارث میں اور فاطمہ کے دعوی کی نسبت کہ کبھی وراثتاً کبھی ملکیت کا پس یہ دو لفظ کہ تارۃ وراثتاً وتملیکا اخری کچھ اصل روایت کو ثابت نہیں کرتے بلکہ غور کرنے سے تملیکا اخری کے الفاظ بھی مشتبہ معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر خلاف تھا تو تو۔ یشہ میں یعنی اس مسئلہ میں کہ آیا پیغمبر خدا صلعم کے متروکہ میں میراث جاری ہو سکتی ہے یا نہیں یہ مسئلہ مختلف فیہ نہیں تھا کہ کوئی شخص اپنی ملکیت پر قابض رہ سکتا ہے یا نہیں

خراج کی تعداد تخمیناً پندرہ تھی اور اس بات کی ہدایتیں تھیں کہ اگر کوئی مسلمان مسافر انکے حدود میں گذرے تو حسب حیثیت اُس کی خاطر و مدارات کریں جو نوشتہ حضور انور نے مقنع کے رہنے والے یہودیوں کو دیا تھا وہ حسب ذیل ہے۔

تمہارے قاصد میرے پاس پہنچے جس وقت میرا خط تمہارے پاس پہنچے تم سمجھ لینا کہ خدا و رسول کی حفاظت میں آ گئے تم پر آئندہ کسی قسم کی کوئی زیادتی نہ کیجائیگی یقیناً پیغمبر نے تمہاری خطاؤں کو معاف کر دیا اور یقیناً پیغمبر خدا سب طرح سے تمہارا محافظ ہے اب تم اس بات کو سمجھ لو کہ وہ کپڑے جو تم بناتے ہو اور کل غلام جو تم میں ہیں تمام مویشی اور تمہیار سب پیغمبر خدا سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اس شرط کے بعد کھجوروں میں ایک چوتھائی حصہ اور وہ مچھلیاں جو تم پکڑو اُنکا ۱/۴ حصہ اور جو کچھ تمہاری عورتیں کاتیں اُسکا ۱/۴ حصہ تمہیں دینا پڑیگا۔ اُس کے بعد تم تمام مطالبات اور خراجوں سے آزاد ہو جاؤ گے اگر تم مطیع ہو گئے تو خدا کا پیغمبر تم پر مہربانی کریگا

اس لئے اس موقع پر الفاظ دعوی فاطمہ ورثتا و تملیکا اخری مہمل اور بے معنی ہیں سوائے اس کے جو دلیل بیان کی ہے حتی ولغت عن ذلک بالروایۃ المشہورۃ اُس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وجہ دعوی کے نہ سنتے جانیکی حدیث نحن معاشر الانبیاء ہے۔ اور یہ متعلق بمیراث ہے نہ متعلق ہبہ و تملیک۔ تملیکا اخری کے دعوی کے ثابت کرنے کے لیئے یہ بھی لکھا طور پر تھا۔ کہ اس وجہ سے یہ دعوی نہ سنا گیا کہ شہادت پوری نہیں ہوئی۔ بہرحال ہر ایک غور کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ الفاظ ہی مہمل اور بے معنی ہیں۔ علاوہ بریں ملل ونحل کے لکھنے والے شہرستانی اُن بزرگوں میں سے ہیں جو خود عقائد میں متہم جیسا کہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے قال بل یمیل شہرستانی کثیرا الی اشیاء من امور یہم بل یذکر احیانا اشیاء من کلام الاسماعیلیۃ الباطنیۃ متہم ویوجہ ولہذا اتہم بعض الناس بانہ من الاسماعیلیۃ وقد یقال ہو مع الشیعۃ بوجہ ومع اصحاب الاشعری بوجہ وبالجملۃ فالشہرستانی یظہر المیل الی الشیعۃ ولا یحتج بہ الا من ہو جاہل وان ہذا الرجل یعنی الشہرستانی کان لہ بالشیعۃ غایۃ اتصال وانہ دخل فی اہوائہم بما ذکرہ فی ہذا الکتاب یعنی الملل والنحل" یعنے شہرستانی اکثر شیعوں کی باتوں کی طرف میل کیا

اور تم میں سے شریروں اور بدمعاشوں کے گناہ بخش دے گا مسلمانوں کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر وہ مقنع کے یہودیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھیں گے تو خدا اور رسول اُن سے خوش ہونگے اگر اُن کے ساتھ بُرا برتاؤ کرینگے اُسکی سزا پائیں گے تمہارا سردار تمہارے قبیلہ ہی میں سے ایک بنایا جائے گا۔ اگر اس پر راضی نہ ہوئے تو پیغمبر کے لوگوں میں سے ایک سردار تم کو دیا جائیگا۔

اسی طرح حضور انور نے یہودیوں کے ایک قبیلے سے ایک اور معاہدہ کیا جس کا مختصر مضمون یہ ہے کہ سالانہ سو دینار انکو دینے پڑینگے اور یہ دینار ہر سال کے ماہ رجب میں واجب الادا سمجھے جائیں گے۔ دیناروں کا وزن بھی ٹھیک ہو اور چاندی بھی ٹھیک ہو اور سونا بھی ٹھیک ہو تو خدا کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہے۔ انھیں مسلمانوں پر ہمیشہ مہربانی رکھنی چاہیئے۔ اگر کوئی مسلمان خوفزدہ ہو کر ان کے ہاں پناہ لے تو اِن کا فرض ہے

کرتا ہے بلکہ کبھی شیعوں کے فرقہ اسماعیلیہ باطنیہ کا کلام ذکر کرتا ہے پھر اُسی کی توجیہ بیان کرتا ہے اِس سے بعض لوگوں نے اُس کو اسماعیلیوں میں متہم کیا ہے اور کہیں یہ لوگ یوں بھی کہتے ہیں کہ وہ ایک طرح سے شیعوں کے ساتھ ہے اور ایک طرح سے اہلِ سنت کے ہم خیال ہے غرضکہ شہرستانی کا میل شیعوں کی طرف ظاہر ہوتا ہے اور اِس سے جاہل شخص ہی احتجاج کر سکتا ہے۔ اِس شہرستانی کو شیعوں کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور انکے خیالات فاسدہ میں سرشار۔

مواقف اور شرح مواقف کے قول جو نقل کئے گئے ہیں وہ خود اُس قول کی تضعیف کرتے ہیں اِس لیے کہ اُس نے فان قیل کے لفظوں سے شروع کیا ہے اور طالب علم تک اِس بات کو جانتے ہیں کہ یہ لفظ قول ضعیف کے ذکر میں استعمال کیا جاتا ہے اور بالفرض والتقدیر اور علی سبیل التسلیم جواب دینے کے مقام میں۔ علاوہ بریں صاحب مواقف اور اُس کے شارح بلاشبہ علمائے متکلمین اہلِ سنت سے ہیں۔ مگر حدیث و خبر میں مجرد اُنکا قول قابل سند نہیں ہے۔ غایۃ مافی الباب ان عالموں کا درجہ سنیوں میں ایسا

کہ اُس کی مدد کریں اور اُس وقت تک اُس کو حفاظت میں رکھیں جب تک کہ مسلمان اُس کی مدد کو نہ آجائیں۔

یہ تمام معاملات پورے کر کے حضور انور تبوک سے مدینہ روانہ ہو گئے یہاں آپ نے بیس روز قیام کیا۔ آپ رمضان کے آغاز میں مدینہ پہنچ گئے پورا رمضان جاڑے کا رمضان تھا جو دسمبر میں آیا تھا۔

اسی اثنا میں خالد ۴۲۵ سواروں کے ساتھ یلغار کرتا ہوا تبوک سے دومہ کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں اُس نے ایک نصرانی سردار کو جا لیا جو اپنے مصاحبین کے ساتھ ایک جنگلی گائے کا شکار کر رہا تھا۔ خالد نے بڑی سرگرمی سے اس نصرانی سردار کا تعاقب کیا اور ایک معمولی چھینا جھپٹی کے بعد حسین حسان نصرانی سردار کا بھائی مارا گیا۔ نصرانی سردار کو قید کر لیا۔ اس شرط پر اُس کی جان بخشی کی گئی کہ وہ دومہ کے دروازے خالد کے لیے

ہونا چاہیے جیسا کہ خواجہ نصیر الدین طوسی کا شیعوں میں ہے۔ صرف خواجہ نصیر الدین طوسی کی روایتوں اور حدیثوں کو کوئی عالم علمائے شیعہ سے مستند اور قابل استدلال نہیں مانیگا۔ جب تک کہ وہ حدیث نقل نکرے یا کسی حدیث صحیح پر انکا قول مبنی نہو۔ گو وہ کیسے ہی فلسفی اور معقولی اور متکلم تھے اور شارح مواقف کا یہ کہنا کہ والصحیح ام ایمن اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ اس روایت کی تصدیق کرتے ہیں بلکہ اس بات پر دال ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس جھوٹی روایت کے بنانے والے کا لفظ ام کلثوم نہیں ہے بلکہ اُس ذات والا صفات کا لفظ بجائے ام کلثوم کے ام ایمن ہے لہذا ام کلثوم اس لیئے انھوں نے ام کلثوم کے بعد یہ کہا کہ والصحیح ام ایمن۔ اور اس سے ایک اور بات معلوم ہوتی ہے جس سے ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے کہ صاحب مواقف کو اتنا بھی نہ معلوم تھا کہ علمائے شیعہ نے ام ایمن کا نام لکھا ہے یا ام کلثوم کا اور غلطی سے وہ ام کلثوم لکھ گئے اور چونکہ شارح مواقف اول شیعہ تھے اور بعد اُس کے سُنی ہوئے اس لئے ان کو روایات پر خوب اطلاع تھی اُنکو غلطی بادی النظر میں معلوم ہو گئی اور اُسکی اصلاح کر دی۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے

فوراً کھولدئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اسلامی سوار دومہ میں اُترے اور انہیں فدیہ کے طور پر دو ہزار اونٹ آٹھ سو بھیڑیں۔ چار سو تھیلے کھجوروں کے اور بہت سے ہتھیار دیئے گئے اس مال غنیمت کو لیکر خالد مدینہ آیا خالد کے ساتھ نصرانی سردار اور اُس کا دوسرا بھائی بھی بطور قیدیوں کے تھے۔

نصرانی سردار طلائی صلیب گلے میں ڈالے ہوئے اور ایک مخمل کی گون پہنے ہوئے تھا۔ اہلِ مدینہ نے بڑے تحیر سے اس کا یہ شان دار لباس دیکھا۔ جس وقت وہ حضور انور کے سامنے آیا ہے تو پہلے بات جو آپنے کہی وہ یہ تھی کہ تو مسلمان ہو جا۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ اور اُسے بالکل آزاد کر دیا گیا۔

جس وقت حضور انور مدینہ واپس آئے ہیں تو آپکے وہ صحابہ جو آپکے ہمرکاب نہ جا سکے تھے حاضر ہوئے آپنے کسی قسم کی ملامت انھیں نہیں کی بلکہ آپ وحی کے منتظر رہے کہ جو کچھ

کل روایت کی صحت ثابت کی اور اگر وہ اپنے مزہب کیلیں روایت کو صحیح سمجھکر بھی بیان کرتے اور تسلیم کیا جائے کہ انھوں نے اسی لیے بیان کیا ہے تو وہ اُن کا خیال ہے اور اُس کا جواب صاف ہے کہ وہ خیال اُن کا غلط تھا اس لیے کہ یہ چیزیں قیاسی نہیں ہیں بلکہ خبر سے متعلق ہیں اور خبر کے لیے اُسکی تصدیق ضرور ہے۔ واذلیس فلیس امام رازی کی نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر سے بھی روایت کی صحت ثابت نہیں ہوتی اس لیے کہ اس میں بھی امام رازی نے جواب اعتراض کا دیا ہے۔ اور ترجیح اصل دعوی کی نہیں کی اور صحیح ہم بتا چکے کہ وہ روایت جسمیں ذکر بہ کا ہے شیعوں کی ہے یا سنیوں کی اور اس طرح کے جواب دینے سے کسی عالم کے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح اور ثابت ہو اور یہی سبب ہے کہ اُنھوں نے اپنی تفسیر میں بھی جس کا حوالہ طعن الرماح اور تشہیر المطاعن میں دیا ہے اور بحث روایت سے نہیں کی اور اُسکی تصحیح و ترجیح کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور اُس کا سبب یہ ہے کہ وہ معقولی اور فلسفی تھی اور ایسے مباحث میں معقول متکلمین کسیارح نفس مطلب پر رجوع کرتے اور اعتراض کو مانا ہوا تسلیم کرکے اُسکا جواب دیتے ہیں وہ اُن محدثین اور محققین میں سے نہیں ہیں جنکا قول اخبار اور

آسمان سے فیصلہ ہووے درست ہے۔ چنانچہ چند آیتیں اسکے متعلق آسمان سے نازل ہوئیں جنھوں نے اِس کا فیصلہ کر دیا۔

اے ایمان والو تمھیں کیا (عذر) ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کرنیکو) نکلو تو تم زمین کی طرف جھکے جاتے ہو۔ کیا تم دنیاوی زندگی کو آخرت سے (زیادہ) پسند کرتے ہو تو (سمجھ لو کہ) دنیاوی زندگی کا سامان آخرت (کے عیش وعشرت کے مقابلہ) میں بہت ہی کم ہے اگر تم (جہاد کے لیئے) نہ نکلو گے تو اللہ تمھیں (سخت) درد دینے والا عذاب دے گا اور تمھارے عوض میں تمھارے سوا (دوسری) قوم کو لے آئیگا اور تم اللہ کا نقصان نہ کرو گے (بلکہ اپنا ہی بگاڑو گے) اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اگر تم نبی کی مدد نہ کرو گے تو (نہ کرو) بیشک اللہ نے (خود) اُنکی مدد کی جب اُنھیں کافروں نے (مکہ سے) نکالا (اُن کے ہمراہ صرف) ایک آدمی اور تھا اور وہ دو میں کے دوسرے (تھے) جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ

احادیث میں سند ہو اور خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ضمناً اُن کے جواب دینے سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہو کہ وہ اُس روایت کی تکذیب پر متوجہ ہوئے۔ اور ہم از روئے اصول مقررہ فریقین کے یہ بات اُوپر بیان کر چکے ہیں کہ اخبار واحاد حدیث میں کسی کا قول معتبر نہیں ہے گو وہ کیسا ہی مشہور عالم اور مصنف اور محدث ہی کیوں نہ ہو بلکہ اصل خبر اور نفس روایت دیکھنے کے لایق ہے اور جس راویوں سے وہ بیان کی گئی ہے اُن کے حالات کی تنقیح لازم ہے اگر راوی ثقہ معتبر ہوں اور اُن پر کوئی الزام نہ لگا یا گیا ہو وہ البتہ لایق لحاظ کے ہیں اور پھر اُس میں یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ خبر احادیث میں سے ہے یا مشہور اور دوسرے صحیح اخبار اور مستند روایتوں کے متناقض ہے کہ نہیں اور یہ کلام محققین اور اہل فن کا ہے۔ اِس لیئے چند عالموں کی کتابوں میں سے چند عبارتیں نقل کر دینے سے مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

اگر کوئی حضرات امامیہ میں سے یہ کہے کہ ایسے مشہور عالموں کی روایتوں کے ماننے سے جو کہ ائمہ اہل سنت سمجھے جاتے ہیں باب مناظرہ ہی بند ہو جاتا ہے اور صرف یہ جواب کہ وہ حدیث میں ماہر اور نقاد نہ تھے یا باوجود محدث ہونے کے اُن سے خطا ہو گئی یا

اپنے ساتھی سے کہتے تھے کہ رنج نہ کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے اپنی (طرف سے) تسکین اُن پر نازل فرمائی اور ایسے لشکروں سے اُنکی مدد کی جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات نیچی کر دی اور اللہ ہی کی بات بلند ہے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے (اے مسلمانو) ہلکے ہو یا بھاری (ہر حال میں جہاد کے لیئے) نکلو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو اگر تم جانتے ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے (اے نبی) اگر کچھ مال قریب (ملنے والا) ہوتا اور آسان سفر ہوتا تو بے شک یہ لوگ تمہارے ساتھ جاتے لیکن راہ اُنھیں دور معلوم ہوئی اور عنقریب یہ لوگ اللہ کی قسم کھائیں گے اگر ہمیں طاقت ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے یہ (جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ (تو) جانتا ہے کہ بے شک یقیناً یہ لوگ جھوٹے ہیں (اے نبی) اللہ نے تم سے درگزر فرمائی تم نے اُنھیں (جہاد میں نہ جانیکی) اجازت کیوں دی تا وقتیکہ تمھیں معلوم (نہ) ہو جاتے

اُنھوں نے غلط اور ضعیف روایت کو تسلیم کر لیا اُسے چاہیئے کہ اِس کتاب کا چوتھا مقدمہ غور سے پڑھے کہ اُس سے اُسکو اس قسم کے خیالات کا کافی اور تسلی بخش جواب ملیگا۔

جو شہادت ہمارے یہاں کی کتابوں سے حضرت امامیہ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیئے کہ حضرت فاطمہ زہرا نے فدک کے ہبہ کا دعوی کیا تھا پیش کی تھی اُس کی حقیقت کہ وہ کہاں تک قابل ماننے کے ہے بتفصیل ہم نے بیان کر دی۔ اب ہم اِس بات کو دکھاتے ہیں کہ خود شیعوں کی روایتیں متعلق اس دعوی کے ایسی متناقض اور مختلف ہیں کہ اُنکا باہمی متناقض اور اختلاف اُن کے دعوی کو باطل کرتا ہے۔

متناقض اور اختلاف جو شیعوں کی اُن روایتوں میں ہے جسمیں ہبہ فدک کے دعوی کا ذکر کیا گیا

متناقض ثابت کرنے کے لئے ضرور ہے کہ اوّل ہم شیعوں کی روایتیں جو متعلق دعوی ہبہ فدک کے ہیں بیان کریں پھر اُنکا تناقض دکھائیں مفصلہ ذیل روایتیں شیعوں نے اِسکے متعلق بیان کی ہیں۔

وہ لوگ جو پیچھے ہیں اور تم جھوٹ بولنے والوں کو جان لیتے (یہ یاد رکھو کہ) جو لوگ اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد (نہ) کرنے کی (کبھی) تم سے اجازت نہ مانگیں گے اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے تم سے اجازت وہی طلب کریں گے جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے اور اُن کے دل شک کر رہے ہیں پس وہ اپنے شک میں گرداں ہیں اور اگر وہ (تمہارے ساتھ) جانا چاہتے تو اُس کا کچھ سامان کرتے لیکن اللہ نے اُن کا (تمہارے ہمراہ) بھیجنا ناپسند کیا پس اُنہیں روک رکھا اور (اُن سے) کہدیا گیا کہ بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ تم (بھی) بیٹھ رہو اور اگر وہ (تمہارے ساتھ جاتے تو) فساد کے تمہارا کچھ بڑھا نہ دیتے اور بے شک تمہارے حق میں فساد کرنے کے لئے تمہارے درمیان گھوڑے دوڑاتے اور تم میں (بعض لوگ) اُن کے جاسوس ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

(۱) احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۵۲ ذیل عنوان احتجاج امیرالمومنین علی ابی بکر و عمر لما منع فاطمۃ الزہراء فدک بالکتاب والسنۃ میں بسند حماد بن عثمان امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ ہوئے اور تمام مہاجرین و انصار پر پوری طور سے انکی حکومت قایم ہوگئی تو انھوں نے فدک پر اپنا آدمی بھیجا اور اُس نے حضرت فاطمہ کے وکیل کو نکالدیا تب حضرت فاطمہ ابوبکر کے پاس آئیں اور فرمایا کیوں تم مجھے میرے باپ کی میراث سے محروم کرتے ہو اور کیوں میرے وکیل کو فدک سے نکالدیا اس پر انھوں نے اُن سے گواہ مانگے اور اسی روایت میں بعد بیان شہادت کے لکھا ہے کہ ابوبکر نے فاطمہ کو سند لکھدی اور عمر نے اُسے چاک کر دیا اور فاطمہ روتی ہوئی چلی گئیں فلما کان بعد ذلک جاء علی الی ابی بکر وہو فی المسجد وحولہ المہاجرون والانصار اسکے بعد حضرت علی ابوبکر کے پاس آئے اور اُن کے پاس مسجد میں مہاجر و انصار جمع تھے۔ اور علی نے آکر کہا کہ کیوں تم فاطمہ کو پیغمبر خدا کی میراث سے منع کرتے ہو حالانکہ وہ آنحضرت کی زندگی میں اُنکی مالک تھیں۔ ابوبکر نے کہا یہ مال مسلمانوں کا ہے اور اگر وہ گواہ پیش کریں تو انکو ملیگا ورنہ اُن کا کچھ حق نہیں اُس پر امیرالمومنین نے فرمایا

غزوہ تبوک سے واپس آنے کے دو مہینے کے بعد منافقین مدینہ کا سرغنہ عبداللہ ابن اُبی فوت ہوگیا حضور انور نے باوجود اسکے اس پر مہربانی کی نظریں رکھیں اور آپ کی بڑی مہربانی کا ثبوت یہ ہوا کہ آپ نے اس کے جنازے پر نماز پڑھی اور آپنے عبداللہ ابن اُبی کو مسلمان قرار دیا جب تک وہ دفن نہ ہولیا واپس تشریف نہیں لائے عبداللہ کے مرنیکے بعد منافقین کی قوت کا خاتمہ ہوا اور نہ اب حضور انور کو مزید احتیاط کی ضرورت تھی۔

غزوہ تبوک حضور انور کے زمانہ کا آخری غزوہ تھا اور اب مسلمانوں کو اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ اب نہ کوئی قوم ان سے لڑنے کو رہی اور نہ اب ان کا کوئی دشمن ہے رومیوں کا کسیقدر خیال تھا وہ پہلے ہی ان کے صحرا خالی کر کے بھاگ گئے اس کا اثر یہانتک ہوا کہ بعض مسلمانوں نے اپنے ہتھیار بیچنے شروع کر دئے جسوقت حضور انور نے یہ خبر سُنی کہ بعض مسلمان ہتھیار بیچ رہے ہیں تو آپنے یہ فرمایا کہ مذہبی جدال وقتال کا ابھی خاتمہ نہیں ہوا ہے ابھی مسلمانوں کا ایک گروہ صداقت قایم کرنے کے لیے جنگ میں مشغول ہونے کو ہے +

کہ اے ابوبکر کیا ہمارے حق میں خدا کے حکم کے خلاف فیصلہ کروگے اُنھوں نے کہا نہیں تو آپنے کہا کہ اگر کوئی چیز مسلمانوں کے قبضے میں ہو اور وہ اُسکے مالک ہوں اور میں اس پر دعوی کروں تو تم کس سے گواہ مانگوگے اُنھوں نے کہا تم سے کہا یہ کیا سبب ہے کہ تم فاطمہ سے گواہ مانگتے ہو اس چیز کے متعلق جو اُنکے قبضے میں ہے۔ اور جس کی وہ پیغمبر خدا کی زندگی میں اور اُسکے بعد مالک تھیں اور مسلمانوں سے تم گواہ نہیں مانگتے کہ وہ اُس کا دعوی کرتے ہیں۔ یہ سنکر ابوبکر چپ ہو رہے تب عمر نے کہا کہ اے علی یہ باتیں جانے دو کہ ہم تمھاری حجتوں پر غالب نہیں آسکتے اگر تم گواہ عادل پیش کروگے تو خیر ورنہ مال مسلمانوں کا ہے۔ نہ تمہارا حق ہے نہ فاطمہ کا۔ پھر آخر اسی قسم کی اور چند باتوں کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ یہ حالت دیکھکر لوگ غصے میں آئے اور بعض نے اس بات کو بہت بُرا جانا اور کہا کہ واللہ علی سچ کہتے ہیں اور علی اپنے گھر چلے آئے اور فاطمہ مسجد نبوی میں تشریف لیگئیں اور اپنے آپ کو باپ کی قبر پر گرا دیا اور یہ اشعار پڑھنے لگیں ؎ قد کان بعدک انباء وہنبثۃ الخ بعد اسکے اس روایت

باب ہشتم

طائف کی سفارت

اور حضرت صدیق اکبر کا حج

رمضان سے ذیقعدہ تک ۹ ہجری مطابق دسمبر ۶۳۰ء سے مارچ ۶۳۱ء تک

طائف کا محاصرہ اٹھے ہوئے دس مہینے ہو چکے تھے اہل طائف ابھی بت پرستی میں سرگرداں تھے اور شرک کی بلا اُن پر چھائی ہوئی تھی۔

وہ مشہور قاصد جو لشکر گاہ حدیبیہ میں قریش کی طرف سے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اپنے وطن طائف سے اس عرصے غیر حاضر رہا وہ یمن گیا ہوا تھا تاکہ وہاں جنگ مداخت کے لیے کچھ سامان بہم پہنچائے اور فنون جنگ کی کچھ تعلیم حاصل کرے اس

میں یہ بیان ہے کہ ابو بکر و عمر نے یہ حالت دیکھکر اور آیندہ کا خوف کرکے ارادہ کیا کہ علی کو قتل کرا دیں اور اسکے لیے خالد کو تجویز کیا۔ اس کا بیان ہم اپنے موقع پر کریں گے۔

(۲) علل الشرائع والاحکام تالیف شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ قمی کی باب صد و پنجاہ و یکم مطبوعہ ایران صفحہ ۸۶ میں ایک حدیث علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابن عمیر سے اور انھوں نے ایک اور راوی سے امام جعفر صادق کی یہ بیان کی ہے کہ آپنے فرمایا کہ جب ابو بکر نے فاطمہ کو فدک سے روکا اور اُن کے وکیل کو نکالدیا حضرت علی مسجد میں آئے اور ابو بکر وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے گرد مہاجرین اور انصار جمع تھے تو آپنے فرمایا کہ اے ابو بکر تم نے کیوں فاطمہ کو روکا اس چیز سے جو رسول اللہ نے اُن کو دیدی تھی اور ان کا وکیل ان پر برسوں سے قابض تھا ابو بکر نے کہا کہ یہ مال مسلمانوں کے لیئے فے ہے اگر وہ شاہد عادل لاویں تو خیر ورنہ فاطمہ کا اسمیں کچھ حق نہیں ہے۔ علی نے فرمایا کہ کیا ہمارے لیے برخلاف اُس کے جو اور مسلمانوں کیلیے

مشہور قاصد کا نام عروہ ہے جب وہ اپنے وطن طائف میں واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ تمام مکہ اور اس کے گرد نواح کے تمام مقامات حضور انور کے مطیع ہو گئے ہیں اور اب سوائے طائف کے اور کوئی مقام ایسا نہیں رہا جس نے اطاعت نہ کی ہو چنانچہ وہ سیدھا مدینہ آیا اور حضور کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گیا مسلمان ہونے کے بعد وہ پھر طائف واپس گیا اسلام کی برکتیں اہل شہر کے آگے بیان کیں اور انہیں مسلمان ہونے کی ترغیب دی حضور انور اہل طائف کی وحشت اور جہالت کو اچھی طرح سے جانتے تھے آپ نے عروہ سے چلتے وقت کہا کہ تم زیادہ احتیاط سے کام لینا وہ لوگ وحشی اور جاہل ہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں کوئی گزند پہنچے عروہ نے عرض کیا کہ حضور سچ فرماتے ہیں مگر میں وہاں ہر دلعزیز بھی ہوں اور عزت کی نگاہ سے بھی دیکھا جاتا ہوں لہذا مجھے کسی قسم کا خوف نہیں ہے شام کو عروہ طائف پہنچا اور اس نے عام طور پر اپنا مقصد

تم حکم دیتے ہو حکم دیں گے تو انھوں نے کہا کہ نہیں تب آپ نے فرمایا اگر کوئی چیز مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اور میں دعوی کروں تو تم کس سے گواہ مانگو گے۔ ابوبکر نے کہا تم سے۔ علی نے کہا کہ جو چیز میرے ہاتھ میں ہو اور مسلمان اس پر دعوی کریں تو تم مجھ سے گواہ مانگوں گے ابوبکر یہ سنکر چپ ہو رہے عمر نے کہا یہ مال مسلمانوں کا ہے اور ہم تمہارے جھگڑے کی باتیں نہیں سنتے پھر اس پر اور باتیں ان کی آپس میں ہوئیں جسے سنکر لوگ رونے لگے اور بصلاح عمر کے ابوبکر نے علی کے قتل کا ارادہ کیا جس کی تفصیل اس روایت میں ہے اور اس کو ہم اپنے موقع پر بیان کریں گے۔

(۳۴) روایت یہ کہ حضرت فاطمہ ابوبکر کے پاس گئیں اور ان سے فدک کا مطالبہ کیا اس بعد بہت سی حجتوں کے ابوبکر قائل ہوئے اور فدک کی سند فاطمہ کے لیئے لکھدی اور حضرت علی اور ام ایمن کی اس پر گواہی ہوئی حضرت فاطمہ اس سند کو لیکر باہر نکلیں عمر ان کو ملے اور پوچھا کہ آپ کہاں سے آتی ہیں حضرت فاطمہ نے جواب دیا کہ ابوبکر کے پاس سے اور سند لکھدینے کا بھی ذکر کیا۔ عمر نے کہا ذرا مجھے دکھایئے آپ نے وہ کاغذ

لوگوں سے بیان کیا وہ اس وقت چلے گئے اور وعدہ کر گئے کہ ہم باہم انھیں مشورہ کر کے اس کا جواب دیں گے صبح کو وقت عروہ اپنے مکان کی بلند چھت پر چڑھا اور اذان کہی تاکہ لوگ اس کے ساتھ آ کے نماز میں شریک ہوں اور آواز اذان کی آواز سنکر شریر اور بدمعاش آدمی اس کی طرف دوڑے اس پر تیر برسانے شروع کئے یہاں تک کہ ایک تیر کا مہلک زخم اس کے بازو میں لگا اس کے خاندان کے کل آدمی اور اس کے دوست اس کے گرد جمع ہو گئے مگر وہ ذرا دیر سے پہنچے اور اس عرصے میں اُس کا کام تمام ہو چکا تھا مرتے ہوئے اس نے کہا کہ میں نے مخلص لوگوں کی بھلائی کے لیئے اپنا خون بہایا ہے خداوند تعالےٰ اس کا اجر دے گا جس نے مجھے شہادت کا مرتبہ عطا کیا اس نے اپنے دوستوں سے یہ ہدایت کی کہ تم مجھے ان مسلمان شہدا کے پاس دفن کرنا جو غزوۂ حنین میں شہید ہوئے ہیں جس وقت حضور انور نے عروہ کی شہادت کی خبر سنی

عمر کو دیدیا عمر نے اس پر تھوک دیا اور اس کو مٹا دیا پھر علی فاطمہ کو ملے اور پوچھا کہ اے بنت رسول اللہ کیوں تم غصے میں ہو فاطمہ نے بیان کیا جو کچھ عمر نے کیا تھا تب حضرت علی نے فرمایا مارکبوا فی من بایک اعظم من ہذا کہ ان لوگوں نے میرے حق میں اور تمہارے باپ کے حق میں اس سے بڑھکر دوسری بات نہیں کی۔ الی آخر القصہ۔ بحار الانوار صفحہ ۱۹۶ ج مصباح الانوار (۴) بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران صفحہ ۱۰۱ میں کتاب الاختصاص سے بسند عبداللہ بن سنان کے امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جب پیغمبر خدا نے وفات پائی اور ابو بکر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے فاطمہ کے وکیل کو فدک سے نکالدیا۔ تب حضرت فاطمہ آئیں اور کہا کہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ میرے باپ کے خلیفہ ہو اور اُنکے مقام پر بیٹھے ہو تم نے باوجود اس بات کے جاننے کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فدک دیگئے ہیں۔ میرے وکیل کو نکالدیا حالانکہ اس کے میرے پاس گواہ موجود ہیں۔ ابو بکر نے کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا یہ سنکر حضرت فاطمہ علی کے پاس گئیں اور ان سے یہ سب حال کہا حضرت علی نے اُن کو صلاح دی کہ تم پھر ابو بکر کے پاس جاؤ

تو آپنے فرمایا کہ عروہ کی حالت بالکل اُس پیغمبر کی سی ہے جس نے اپنے لوگوں کو خدا کی عبادت کے لیئے بلایا اور انھوں نے اسے قتل کر ڈالا۔

عروہ کے قتل ہونے کے بعد اہل طائف پر آسمانی بلا نازل ہوگئی قبیلہ بنی ہوازن اپنے سردار مالک کی ماتحتی میں ان پر حملہ آور ہوا ان کی چراگاہوں میں ان کے مویشیوں کو کاٹ ڈالا اور اس طرح انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا کہ شہر کی فصیلوں کے باہر نہ نکل سکا جب وہ بہت تنگ آ گئے تو انھوں نے باہم مشورہ کر کے آپس میں یہ بات فیصلہ کی کہ عرب اقوام سے ہم میں لڑنے کی طاقت نہیں ہے اور یہ کل عرب اقوام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر چکے ہیں اخیر انھوں نے ایک سفارت مدینہ روانہ کی جس میں چھ سو اور پندرہ یا بیس آدمی تھے جنھوں نے مدینہ کی چار دیواری کے باہر اپنا قیام کیا عروہ کا بھتیجہ شہر کے باہر اس سفارت سے ملنے آیا اور پھر اس نے حضور انور کی خدمت

اور اس سے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہوتا حالانکہ سلیمان داؤد کے اور یحیٰی ذکریا کے وارث ہوئے پھر میں کیوں اپنے باپ کی وارث نہوں عمر نے فاطمہ سے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے فاطمہ نے کہا گو میں سکھلائی گئی ہوں مگر کس نے مجھے سکھلایا ہے میرے شوہر علی نے۔ ابو بکر نے کہا کہ عائشہ اور عمر دونوں گواہی دیتے ہیں کہ انھوں نے پیغمبر سے سنا ہے انبی لا یورث فاطمہ نے کہا یہ پہلی شہادت ہے جو اسلام میں دی گئی تب حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ فدک پیغمبر خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے اور میں اس پر گواہ بھی رکھتی ہوں تو ابو بکر نے کہا کہ اچھا گواہی پیش کرو تو وہ ام ایمن اور علی کو لائیں۔ ابو بکر نے کہا کہ اے ام ایمن کیا تم نے پیغمبر خدا سے سنا ہے جو فاطمہ کہتی ہیں انھوں نے کہا ہاں میں نے سنا ہے اور کیا تم نے نہیں سنا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ فاطمہ سیدۃ نساء عالمین جنت ہیں تو کیا جو سیدۃ نسائے جنت ہو وہ اس چیز کا دعویٰ کریگی جو اس کی نہو اور میں ایک عورت اہل جنت سے ہوں کیا میں وہ گواہی دوں گی جو میں نے پیغمبر سے نہ سنا ہو۔ عمر نے کہا کہ یہ باتیں چھوڑو اور کہو کہ تم گواہی دیتی ہو تو ام ایمن

میں جاکے اطلاع دی حضور نے ارشاد کیا کہ مسجد کے قریب ان کے لیے ڈیرا کھڑا کرا دیا جائے اور وہ یہاں آکر قیام کریں چنانچہ وہ وہاں چلے آئے حضور انور خود خیمہ میں ان سے ملنے آئے اور سب سے پہلے انہیں تلقین اسلام کی جو کچھ انہیں خوف اور پریشانی تھی وہ سب انھوں نے آزادی کے ساتھ حضور انور کی خدمت میں عرض کر دی وہ کہنے لگے کہ ہمارا تو آپ کچھ خیال نہ کریں ہم تو اس وقت بالکل تیار ہیں کہ اپنے بڑے بت کو توڑ کے چکنا چور کر دیں مگر ہم لوگوں میں جو جاہل اور خصوصاً عورتیں وہ صورت دیکھ کے گھبرا جائیں گی ہماری رائے یہ ہے کہ وہ بت تین برس تک چھوڑ دیا جائے اس عرصے میں انھیں مسلمانوں سے زیادہ ربط ضبط ہو جائے گا اور وہ اسلام کے اصول سے مانوس ہو جائیں گے پھر اس بت کے توڑنے میں حضور انور کو کچھ بھی مشکل نہ پڑے گی حضور انور اس مہلت دینے پر راضی نہیں ہوئے انھوں نے کہا کہ اچھا تین برس نہیں دو برس سہی اس پر بھی

کہا کہ میں حضرت فاطمہ کے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی اور آنحضرت بھی وہاں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں جبریل آئے اور کہا کہ اے محمد اٹھو تاکہ بموجب حکم خدا کے میں فدک کی حد بندی اپنے پروں سے کروں آپ اٹھے اور جبریل آپ کے ہمراہ ہوئے کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ آپ واپس تشریف لائے فاطمہ نے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے آپ نے فرمایا جبریل نے فدک کے حدود بتائے اور اس پر خط کھینچ دیا تب حضرت فاطمہ نے فرمایا یا ابت انی اخاف العیلۃ والحاجۃ من بعدک فصدق بہا علی فقال ھی صدقۃ علیک فقبضتہا۔ کہ اے میرے باپ میں افلاس اور محتاجی سے آپ کے بعد ڈرتی ہوں کہ یہ فدک مجھے دیدیجئے آپ نے فرمایا اچھا یہ تمہارے لیے عطیہ ہے اور فاطمہ نے اس پر قبضہ کر لیا پھر آنحضرت نے ام ایمن اور علی سے کہا تم اس پر گواہ رہو اسی روایت میں پھر یہ ذکر ہے کہ حضرت علی فاطمہ کو سوار کرا کے چالیس دن رات مہاجرین و انصار کے گھر پھرے اور کسی نے ہمدردی نہ کی اور پھر معاذ بن جبل کے پاس آئیں اور ان سے مدد چاہی انھوں نے بھی انکار کیا اور کہا کہ میں تنہا ہوں پس فاطمہ ان سے خفا ہو کر چلی آئیں۔ الی آخر القصہ۔

انکار کیا پھر کہا اچھا ایک برس ہی اس کا بھی وہی جواب ملا پھر کہا اچھا چھ مہینے ہی مگر حضور انور انقطاعی لہجے میں انکار کرتے چلے گئے اخیر انھوں نے کہا کہ اچھا ایک مہینے کی تو ہم پر مہربانی کیجئے حضور انور نے ارشاد کیا نہیں ہرگز نہیں بت پرستی اور اسلام ایک جگہ نہیں جمع ہو سکتا بت قطعی پارہ پارہ کیا جائے گا اور اس کے لیے ایک دن کی بھی مہلت نہیں مل سکتی پھر انھوں نے عرض کیا کہ ہمیں رونانہ نماز کی معافی دی جائے اور بعض نے بت شکنی پر عجت کی حضور نے ارشاد کیا کہ اچھا یہ نہ سہی کہ تم اپنے ہاتھ سے بت کو توڑو مگر یہ یاد رکھنا کہ نماز سے معافی نہیں ہو سکتی بغیر نماز کے مذہب کوئی چیز نہیں ہے۔ اخیر انھوں نے یہ باتیں منظور کر لیں پھر انہوں نے عرض کیا کہ نواح طائف میں جو جنگل ہے اس پر قبضہ نہ کیا جائے حضور انور نے یہ منظور کر لیا اور فرمایا کہ نہ درخت اور نہ اس جنگل کا جانور کوئی شخص ضائع کر سکیگا اگر کوئی ایسا کرے تو اس کا سامان چھین لیا جائے اور اگر اس پر بھی نہ مانے اور دوبارہ اس فعل کو کرے تو اسے

---

(۵) ملا باقر مجلسی نے کتاب بحار الانوار میں ایک روایت بحوالہ کشکول علامہ کے مفضل بن عمر سے نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میرے آقا امام جعفر صادق نے فرمایا کہ جب ابو بکر خلیفہ ہوئے تو عمر نے کہا کہ آدمی دنیا کے دل دادہ ہیں اس لیے علی اور اہل بیت سے خمس اور فے اور فدک کو روک دو کیونکہ جب ان کے پاس یہ امر جاں جائیں گے تو علی کو چھوڑ دیں گے اور دنیا لینے کی غرض سے ہماری طرف رجوع کریں گے۔ ابو بکر نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب ابو بکر نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ ہو تو میرے پاس آئے کہ میں اس کو ادا کروں گا۔ اور جابر اور ہر یہ بجلی کا وعدہ پورا بھی کیا۔ تو علی نے فاطمہ سے کہا کہ ابو بکر کے پاس جا کر فدک کا ذکر کرو۔ فاطمہ نے اس سے فدک اور فے اور خمس کا ذکر کیا۔ ابو بکر نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ فاطمہ نے کہا کہ فدک کو تو خداوند تعالے قرآن میں فرماتا ہے کہ اس کو مجھے اور میری اولاد کو دیدو یعنی یہ آیت وات ذالقربے حقہ ہیں اور میری اولاد رسول اللہ کی سب سے زیادہ اقرب تھی تو آپنے مجھے اور میری اولاد کو فدک عطا کر دیا تھا۔ جبرئیل نے پھر اسکے بعد مسکین اور ابن سبیل کو بھی پڑھا تو آپنے پوچھا کہ مسکین اور ابن سبیل کا کیا حق ہے تو اللہ نے

پکڑ کر ہمارے پاس بھیجدیا جائے بس خدا اور رسول کا یہ حکم ہے جس کی سرتابی کی کسی میں مجال نہیں ہے۔ ابوسفیان اور مغیرہ کو حکم دیا کہ اس سفارت کے ساتھ جائیں اور طائف میں جا کے اُس بت کو توڑ ڈالیں۔ مغیرہ اپنے مسلح رشتہ داروں کو ساتھ لے کے طائف پہنچے اور عورتوں کی واویلا اور نالہ و بکا کے درمیان اُنہوں نے اُس بت کو پارہ پارہ کر کے زمین پر گرا دیا اور جو کچھ نقد روپیہ اور جواہرات اس مندر میں سے نکلا اس میں سے ثلث مقرر کا قرضہ ادا کیا گیا۔

طائف اس بات میں مشہور ہے کہ تمام عرب سے زیادہ بتوں کی یہاں ہمدردی کی گئی اور جو شور و غوغا بت کے توڑنے میں یہاں مچا ہے ایسا کہیں سننے میں نہیں آیا

اخیر سال نہ حج کے دن قریب آ گئے حضور انور نے پسند فرمایا کہ بت پرستی اور شرک کا مکروہ وجود تا بالکل بیخ و بنیاد سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے لہٰذا حضور انور نے حضرت صدیق اکبر کو اپنی طرف سے تین سواروں کے ساتھ مکہ کے حج کے لیے روانہ کیا جب وہ روانہ ہو گئے

آیہ واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ المساکین وابن السبیل نازل کی پھر تمس کے پانچ حصے کیے اور یہ فرمایا۔ ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ جو اللہ کے لیے ہے وہ اُس کے رسول کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ ابوبکر نے عمر کی طرف دیکھا اور کہا کہ تم کیا کہتے ہو عمر نے پوچھا کہ یتیم اور مسکین اور ابن سبیل کون لوگ ہیں فاطمہ نے کہا کہ یتیم وہ ہیں جو اللہ اور رسول اور ذی القربیٰ سے یتیم ہوں۔ اور مساکین وہ ہیں جو اُن کے ساتھ دنیا اور آخرت میں رہے ہوں۔ اور ابن سبیل وہ ہے جو انکا طریق چلتا ہو۔ عمر نے کہا تو تمس اور نے سب تمہارا اور تمہارے احباب اور شیعوں کا ہوا فاطمہ نے کہا کہ فدک تو اللہ نے میرے اور میرے بچوں کے لیے کر دیا ہے اُس میں احباب اور شیعوں کا کچھ حق نہیں۔ اور تمس کو ہم ہیں اور ہمارے احباب میں تقسیم کیا ہے۔ عمر نے کہا کہ اور تمام مہاجرین و انصار و تابعین باحسان کے لیے کیا ہو گا۔ فاطمہ نے کہا کہ اگر وہ ہمارے احباب میں سے ہیں تو اُن کے لیے دو صدقات ہیں جن کی خدا نے تقسیم کی ہے یعنی اس آیت میں انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین

تو سورہ برات نازل ہوئی چونکہ سورہ برات کا مشرکوں اور بت پرستوں کو سنانا ضرور تھا لہذا حضور انور نے حضرت علی کو حضرت صدیق اکبر کے پیچھے روانہ کیا کہ تم جا کے لوگوں کو سورہ برات سنا دینا راستے میں حضرت صدیق اکبر سے جب حضرت علی ملے تو صدیق نے فرمایا کیا میری مدد کو تمہیں بھیجا گیا ہے حضرت علی نے کہا نہیں آپ کے پیچھے جو سورۃ نازل ہوئی ہے اُس کے سنانے کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ میں آپ کے ہمراہ مکہ میں جاؤں اور لوگوں کو سنا دوں جب حج ہو چکا اور قربانی کا دن آیا تو حضرت علی نے ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں یہ پڑھ کے سنا دیا۔

اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے اُن مشرکوں کا قطع تعلق ہے جن سے (اے مسلمانو) تم نے معاہدہ کیا تھا پس (اے مشرکو) چار مہینہ زمین میں سیر کر لو اور جان لو کہ تم اللہ کے عاجز کرنے والے نہیں ہو اور بے شک اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے اور

علیہا واللہ ولغنۃ قلوبہم وفی الرقاب۔ عمر نے کہا کہ فدک تو تمہارا خاص ہوا اور فے تمہارا اور تمہارے احباب کا ہوا میں نہیں سمجھتا کہ اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے راضی ہو جائینگے فاطمہ نے کہا کہ اللہ و رسول تو اس پر راضی ہو چکے اور محبت اور متابعت ہی پر اسکی تقسیم کی ہے کہ عداوت اور مخالفت پر ہے جو ہم سے عداوت کرتا ہے وہ خدا سے عداوت کرتا ہے اور جو ہمارا مخالف ہے وہ خدا کا مخالف ہے اور جو خدا کا مخالف ہے وہ خدا کی طرف سے عذاب الیم کا دنیا اور آخرت میں مستحق ہے۔ عمر نے کہا کہ تم جس کا دعوی کرتی ہو اُس کے گواہ لاؤ۔ فاطمہ نے کہا کہ تم نے جابر اور جریر کی تصدیق کی اور انکے گواہی نہ طلب کی اور میرا گواہ کتاب اللہ ہے عمر نے کہا جابر اور جریر نے تو تھوڑی سی شے کا ذکر کیا تھا اور تم تو بہت بڑا دعوی پیش کرتی ہو جس سے مہاجرین اور انصار مرتد ہو جائینگے فاطمہ نے کہا جو مہاجرین رسول اللہ اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ ہیں تو انھوں نے تو اُن کے دین کی طرف ہجرت کی ہے اور انصار وہ ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور ذو القربے کے ساتھ احسان کرتے ہیں تو ہجرت بھی ہمارے لیے ہوئی اور نصرت بھی

اللہ اس کے رسول کی طرف سے تمام لوگوں کو حج اکبر کے دن اطلاع دیجاتی ہے کہ اللہ اور اُس کا رسول مشرکوں سے بری ہے پس اے مشرکو اگر تم توبہ کرلو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم (توبہ سے) اعراض کرو تو جان لو کہ تم اللہ کے عاجز کرنے والے نہیں ہو اور (اے نبی) کافروں کو دردِ دینے والے عذاب کی خوشخبری سُنا دو مگر وہ مشرک جنھوں نے تم سے معاہدہ کیا پھر اُنھوں نے (معاہدہ کے پورا کرنے میں) تم سے کچھ کمی نہیں کی اور تمھارے مقابلہ میں کسیکو مدد نہیں دی تو تم (بھی) اُنکا عہد اُن کی (مقرر کی ہوئی) مدت تک اُن سے پورا کرو بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ پس جب ماہِ حرام نکلجائیں تو مشرکوں کو قتل کرو اُنھیں جہاں پاؤ اور اُن کو پکڑلو اور اُنھیں قید کردو اور اُن کے (غارت کرنے کے) لیے ہر گھات کی جگہ میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو اُن کی راہ چھوڑ دو (اور اُنھیں تکلیف نہ دو) بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر

اور اتباع باحسان بھی بے ہمارے نہیں ہوسکتا۔ اور ہم سے مرتد ہوجائے تو وہ جاہلیت میں جا ملے۔ عمر نے کہا کہ یہ فضول باتیں چھوڑو اور گواہ لاؤ فاطمہ نے علی و حسنین و ام ایمن و اسما کو بلوا بھیجا۔ ان سب نے آپ کے دعوی کی پوری گواہی دی عمر نے کہا علی تو فاطمہ کے زوج ہیں اور حسنین بیٹے ہیں اور ام ایمن ان کی محب ہیں اور اسما پہلے جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھی تو وہ تو بنی ہاشم ہی کی گواہی دے گی اور اب فاطمہ کی خدمت کرتی ہے اور یہ سب اپنا نفع چاہتے ہیں علی نے کہا فاطمہ تو ایک جزو رسول اللہ ہیں اور جو اُن کو ایذا دے گا وہ رسول اللہ کو ایذا دیتا ہے اور جو اُن کی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہ کی تکذیب کرتا ہے اور حسنین رسول اللہ کے نواسے ہیں اور جوانان جنت کے سردار ہیں جو انکی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہ کی تکذیب کرتا ہے۔ کیونکہ اہل جنت صادق ہوتے ہیں اور میری شان میں رسول اللہ نے فرمایا کہ تو مجھسے ہے اور میں تجھسے۔ اور تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے جو تجھپر رد کرتا ہے وہ مجھپر رد کرتا ہے اور جو تیری اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو تیری نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے اور ام ایمن کے بارہ میں رسول اللہ صلعم

مشرکوں میں سے کوئی (اے نبی) تم سے پناہ مانگے تو اُس کو پناہ دو یہاں تک کہ وہ اللہ کے کلام کو سُن لے پھر اُس کی امن کی جگہ میں پہنچا دو یہ اس سبب سے کہ یہ لوگ ناواقف ہیں مشرکوں کا عہد اللہ کے نزدیک اور اُس کے رسول کے نزدیک کس طرح قایم رہ سکتا ہے مگر وہ لوگ جنہوں (اے مسلمانو) تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا پس جب تک وہ تم سے (عہد) قایم رکھیں تو تم (بھی) اُن سے قایم رکھو بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے (کافروں کی صلح) کیونکر (قابل اعتبار ہو سکتی ہے) اور اگر وہ تم پر غالب ہو جائیں تو (پھر) تمہارے حق میں نہ کسی قرابت کا خیال کریں گے اور نہ کسی عہد کا تمھیں (صرف) اپنے مونہہ سے (اور زبانی گفتگو سے) راضی کر رہے ہیں اور ان کے دل (اُس سے) انکار کر رہے ہیں اور اُن میں کے اکثر لوگ بدکار ہیں اللہ کے احکام (کو ترک کر کے اُن) کے عوض میں تھوڑے سے دام لے لیتے ہیں پھر (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ بے شک یہ لوگ بہت بُرا

نے جنت کی گواہی دی ہے اور ابا عمار اور اُسکی اولاد کے لیے آپ نے دعا دی ہے۔ عمار نے کہا کہ جو تحریف تم کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن ہماری شہادت مقبول نہیں ہوتی۔ علی نے کہا کہ جب ہم ایسے ہیں جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہیں کرتے اور پھر ہماری شہادت تمہارے لیے مقبول نہیں اور نہ رسول اللہ صلعم کی شہادت مقبول ہے تو انا للہ وانا الیہ راجعون ہم نے اپنے لیے دعوی کیا تو تم ہم سے گواہ مانگتے ہو۔ اور ہمارا کوئی معین نہیں کہ وہ گواہی دے۔ اور تم لوگوں نے اللہ کے سلطان پر حجت کی اور اُس کو اُس کے گھر سے غیر کے گھر سے غیر کیطرف بے گواہ و بے حجت کے نکالا۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون پھر فاطمہ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کر دے گا۔ وھو خیر الحاکمین۔ بحار الانوار صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲۔

(۶) احتجاج طبرسی اور دوسری کتابوں میں شیعوں کی ایک خطبہ لکھا ہے جو خطبہ فاطمہ زہرا کے نام سے مشہور ہے اور جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہ کو خبر ہوئی کہ ابوبکر نے فدک سے محروم کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ مسجد نبوی میں ابوبکر کے پاس آئیں اور بہت بڑا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کیا جس میں اُن کے ظلموں کی شکایت کی اور آیات قرانی اور دیگر حجتوں سے

کام ہے جو کرتے نہیں۔ کسی مسلمان کے حق میں نہ کسی قرابت کا خیال کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کا اور یہی لوگ حد سے گزر جانے والے ہیں۔ پس اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور ہم (اپنے) احکام تفصیل بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں اور اگر یہ لوگ بعد اپنے عہد (کر چکنے) کے اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو بے شک اُن کی قسمیں (کچھ بھی قابل اعتبار) نہیں ہیں تاکہ یہ (اپنی شرارتوں سے) باز آئیں (اے مسلمانو) تم ایسی قوم سے کیوں نہیں لڑتے جنھوں نے (اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور اُنھوں نے (ہمارے) رسول کے نکال دینے کا ارادہ کیا اور انھوں نے تم سے پہلی مرتبہ چھیڑ شروع کی کیا تم اُن سے ڈرتے ہو (اگر ایسا ہے) تو اگر تم (یماندار ہو تو اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اُس سے ڈرو (اور) لوگوں سے لڑو اللہ انھیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انھیں رسوا کرے گا اور تمھیں اُن پر فتح دے گا۔

ابوبکر کو ملامت کی اور اپنے حق ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ سعی کا اُٹھا نہ رکھا۔ اس خطبہ کو چونکہ بہت بڑا ہے ہم آئندہ موقع پر بیان کریں گے مگر اس میں کچھ فدک کا یا اپنے قبضہ کا اُس پر نہیں فرمایا جو کچھ فرمایا وہ میراث کے متعلق ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اُس تقریر میں آپنے فرمایا "انتم الان تزعمون ان لا ارث لنا افحکم الجاہلیۃ تبغون یا ابن ابی قحافۃ فی کتاب اللہ ترث اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا۔ افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ ونبذتموہ وراء ظہورکم اذ یقول ورث سلیمان داؤد" کہ تم گمان کرتے ہو کہ ہم کو میراث نہیں مسکتی کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہو اے ابوبکر کیا خدا کی کتاب میں یہ ہے کہ تم اپنے باپ کے وارث ہو اور مجھے میرے باپ کی میراث نہ ملے۔ کیا جان بوجھکر تم نے خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا اور اُسے پس پشت پھینکدیا۔ خدا تو صاف فرماتا ہے کہ سلیمان وارث ہوئے اپنے باپ داؤد کے اور زکریا نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی مجھے اولاد دے جو میری اور اولاد یعقوب کی وارث ہو۔ پھر تم اس کے تم سمجھتے ہو کہ نہ میرا کچھ حق ہے نہ مجھے باپ کی میراث مل سکتی ہے۔ خیر خدا تم سے سمجھے اور قیامت کے دن تم کو معلوم ہو جائیگا۔

اور مسلمان لوگوں کے دل ٹھنڈے کرے گا۔ اور اُن کے دلوں کے رنج کو دور کرے گا اور (یہ اور دیکھو کہ) اللہ جس شخص کو چاہتا ہے مہربانی کرتا ہے اور اللہ دانا (اور) حکمت والا ہے کیا تم نے مسلمانو) تم نے یہ گمان کیا کہ تم (یوں ہی) چھوڑ دیئے جاؤ گے (اور جہاد کا حکم نہ دیا جائے گا) حالانکہ ابھی تک اللہ نے اُن لوگوں کو ممتاز نہیں کیا جنھوں نے سوا اللہ کے اور سوا اُس کے رسول کے اور سوا مسلمانوں کے کسی کو اپنا رازدار دوست نہیں بنایا اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اُس سے باخبر ہے مشرکوں کو (کوئی حق) نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں اس حالت میں کہ وہ اپنے کافر ہونے کا اقرار کر رہے ہیں جن کے (نیک) کام ضائع ہو گئے اور آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کی مسجدوں کو وہی شخص آباد کرے جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو اور زکوٰۃ دیتا ہو اور سوا اللہ کے کسی سے نہ ڈرتا ہو پس عنقریب یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ کیا تم نے حاجیوں کا پانی پلانا

---

(۷) بحار الانوار کے صفحہ ۱۰۴ میں یہ لکھا ہے کہ یہ روایت کی گئی ہے کہ فاطمہ ابوبکر کے پاس آئیں اور پوچھا کہ تمہارا کون وارث ہوگا انھوں نے کہا میری اہل اور اولاد۔ آپ نے فرمایا کہ پھر میں کیوں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں۔ تب اُنھوں نے جواب دیا کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہوتا لیکن میں اُسے اُسی کام میں صرف کروں گا جس میں پیغمبر خدا خرچ کرتے تھے اور اُنھیں کو دونگا جن کو پیغمبر خدا دیا کرتے تھے۔ تب آپ نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی میں جب تک زندہ رہونگی ایک بات بھی تم سے نہ کرونگی اور پھر جب تک زندہ رہیں انھوں نے ابوبکر سے بات چیت نکی۔

(۸) بحار الانوار میں لکھا ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فاطمہ ابوبکر کے پاس آئیں اور میراث کا مطالبہ کیا۔ ابوبکر نے کہا کہ پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ تو آپ علی کے پاس واپس تشریف لائیں علی نے کہا کہ پھر لوٹ جاؤ اور کہو کہ پھر سلیمان داؤد کے کیوں وارث ہوئے زکریا نے کیوں کہا خدایا مجھے ایک ولی دے کہ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ مگر انھوں نے نہ سُنا۔

(۹) بحار الانوار میں جابر بن عبد اللہ انصاری نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ

اور مسجد حرام کا آباد کرنا اُس شخص کے (اعمال) کے برابر کر دیا جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان لایا اور اُس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ کے نزدیک (یہ دونوں ہرگز) برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اُن کا پروردگار اُنھیں اپنی مہربانی اور رضامندی کی خوشخبری دیتا ہے اور ایسے باغوں کی جن میں اُن کے لیے دائمی عیش ہوگا وہ اُن میں ہمیشہ مقیم رہیں گے بے شک (ان لوگوں کے لیے) اللہ کے ہاں بڑا ثواب ہے اے ایمان والو اپنے باپ دادا اور اپنے بھائیوں کو اگر وہ کفر کو ایمان پر ترجیح دیں تو (اپنا) دوست نہ بناؤ اور تم میں سے جو کوئی اُن سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں (اے نبی مسلمانوں سے) کہدو کہ اگر تمھارے باپ دادا اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی

علی نے فاطمہ سے کہا کہ جاؤ اور اپنے باپ کی میراث کا مطالبہ کرو اس پر حضرت فاطمہ ابوبکر کے پاس آئیں اور کہا کہ میرے باپ کی میراث مجھے دو اُنھوں نے جواب دیا کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ تب آپ نے فرمایا کہ کیا سلیمان داؤد کے وارث نہیں ہوئے اس پر ابوبکر خفا ہوئے اور کہا کہ پیغمبر کوئی وارث نہیں ہوتا تب فاطمہ نے کہا کیا زکریا نے یہ نہیں کہا۔ فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب اس پر بھی اُنھوں نے یہی جواب دیا کہ النبی لا یورث پھر فاطمہ نے کہا کہ کیا خدا نے نہیں کہا ہے کہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین اس پر بھی اُنھوں نے یہی کہا کہ النبی لا یورث۔

(۱۰) بحار الانوار میں لکھا ہے کہ ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ بعد پیغمبر کی وفات کے فاطمہ فدک مانگنے کے لیے ابوبکر کے پاس گئیں اُنھوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم سوائے سچ کے کچھ نہ کہو گی لیکن گواہ لاؤ اس پر وہ علی کو لے گئیں اور اُنھوں نے گواہی دی پھر ام ایمن کو لے گئیں اُنھوں نے بھی شہادت دی اس پر ابوبکر نے کہا کہ ایک مرد یا عورت اور لاؤ تو میں فدک کی سند لکھدوں۔

اور تمہاری بی بیاں اور تمہارے قرابت والے اور وہ مال جنھیں تم نے کمایا ہے اور وہ داگری جس کے مندے ہونے کا تمھیں اندیشہ ہے اور وہ مکانات جنھیں تم پسند کرتے ہو تمھیں اللہ اور اُس کے رسول فی سبیل اللہ جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں منتظر رہو یہاں تک کہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان کو ہدایت نہیں کرتا بے شک اُس نے بہت جگہ تمہاری مدد کی اور حنین کے دن (بھی) تمہاری مدد کی) جب تمھیں تمہاری کثرت نے خوش کر دیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجودیکہ (بہت) کشادہ ہے تم پر تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر ہٹ گئے پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اپنی (طرف سے) تسکین نازل فرمائی اور ایسے لشکروں کو بھیجا جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب کیا اور یہی بدلا ہے کافروں کا پھر اُس کے بعد اللہ جس پر چاہے مہربانی کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اے ایمان والو مشرک تو ناپاک ہی ہیں پس بعد اپنے اس

(۱۱) احتجاج طبرسی میں لکھا ہے کہ جب حضرت علی کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکر نے فاطمہ کو فدک سے محروم کر دیا تب آپنے اُن کو یہ خط لکھا۔ شقوا متلاطمات امواج الفتن بحبازیم سفن النجاۃ وحطوا تیجان اہل الفخر بجمع اہل الحمد واستضاء وا بنور الانوار واقتسموا میراث الطاہرات الابرار واحتقبوا ثقل الاوزار بغصبہم نحلۃ النبی المختار فکانی بکم تترددون فی العماکما یتردد البعیر فی الطاحونۃ اما واللہ لو اذن لی بما لیس لکم بہ علم احصدت رؤسکم عن اجسادکم کحب الحصید بقواضب من حدید ولفللت من حجاجم شجعانکم ما اقرح بہ انافکم واوحش بہ محالکم فانی منذ عرفتمونی مرد ی العساکر ومقفی الجحافل ومبید خضراءکم ومخمد ضوضاءکم، کم وجزر الدوایر ان اذانتم فی بیوتکم مستکفون وانی لصاحبکم بالامس کعرابی من تجوبوان تکون فینا الخلافۃ والنبوۃ وانتم تذکرون احقاد بدر وثارات احدا واللہ لو قلت ما سبق من اللہ فیکم لتداخلت اضلاعکم فی اجوافکم کتداخل اسنان دوارۃ الرحی فان لطقت تقولون حسد وان سکت فیقال جزع ابن ابی طالب من الموت ہیہات ہیہات انا الساعۃ یقال لی انا والا الموت السیت خواض المنیات جوف لیل خامد حامل السیفین الثقیلین والرمحین

سال کے مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں اور اگر (مشرکوں کی آمد و رفت کے موقوف ہو جانے سے تجارت کے مسدود ہو جانے اور اپنے) فقیر ہو جانے کا اندیشہ رکھتے ہو تو عنقریب اگر اللہ چاہے گا تو تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا بے شک اللہ دانا اور حکمت والا ہے (اے ایمان والو) اُن لوگوں سے لڑو جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت پر اور نہ اُس چیز کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ نے اور اُس کے رسول نے حرام کی اور نہ دین حق کی پیروی کرتے ہیں یعنی وہ لوگ جنھیں کتاب (الٰہی توراۃ و انجیل) دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔ اور (ان لوگوں کی شرارت تو دیکھو) یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں ان کا قول انھیں کے منہ سے ہے (کوئی دلیل اُن کے پاس نہیں) وہ ان لوگوں کے قول کی مشابہت کرتے ہیں جو ان سے پہلے کافر ہو گئے تھے اللہ انھیں لعنت کرے

الطویلین و مکسر الرایات فی غطا مط العمرات و مفرج الکربات عنی و جمیع البریات ایھا الوفود اللہ لابن ابی طالب الف بالموت من الطفل الی محالب امہ بھلتکم الھوابل بوجیت بما انزل اللہ فیکم فی کتابہ لاضطربتم اضطراب الارشیۃ فی الطوی البعیدۃ و اخرجتم من بیوتکم ھاربین و علی وجہ حلم ھائمین ولکنی اھون وجدی حتی القی ربی بید جزاء صفراء من لذاتکم خلوا من طحنا تکم فما مثل دنیاکم عندی الا مثل غیم علا فاستعلی ثم استغلظ فاستوی ثم تمزق فی تخلی رویدا فھن قلیل بخلی بکم القسطل فتجدون ثمن فعلکم مرام تحصدون عرس ایدیکم دھاقا ممزقا و سما قاتلا و کفی باللہ بیکما و رسول اللہ خصیما و بالقیامۃ موقفا ولا بعد اللہ فیھا سواکم و لا التعس فیھا غیرکم والسلام علی من اتبع الھدی یعنی پہلے تو تم فتنوں سے بچے اور فخر و غرور کو چھوڑ دیا اور نور نبوت کی روشنی میں آئے۔ لیکن بالآخر تم نے اہل بیت پاک کی میراث لوٹ لی اور رسول اللہ کے عیال کو چھین کر بار گناہ سر پر لیا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم گمراہی میں اس طرح ٹکراتے پھرتے ہو جس طرح اونٹ چکی میں پھرتا ہے خدا کی قسم اگر مجھکو اجازت ہوتی تو میں تلوار سے تمہارے سر اس طرح اڑا دیتا جس طرح

دین حق کو چھوڑ کر) کہاں پھرے جاتے ہیں اُنھوں نے اپنے عالموں کو اور اپنے زاہدوں کو اور مسیح بن مریم کو اللہ کے سوا اپنا خدا بنایا ہے حالانکہ انھیں سوا اس کے (اور) حکم نہیں دیا گیا کہ ایک معبود کی عبادت کریں (اور انھیں سمجھا دیا گیا کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی پاکی ہے اُن چیزوں سے جنھیں یہ (اُسکا) شریک بتلاتے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور اللہ سوا اس کے نہیں چاہتا کہ اپنی روشنی پوری کرے۔ اگرچہ کافر ناخوش ہو جائیں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناخوش ہو جائیں اے ایمان والو بے شک (یہود و نصاریٰ کے) بہت سے عالم اور زاہد لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ (پر چلنے) سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو (اے نبی) انھیں ایک دردناک دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دو جس دن وہ (سونا چاندی) دوزخ کی آگ میں گرم

کھیتی کا ٹکڑا بھر کر دیتے ہیں اور تمہارے بہادروں کو اس قدر قتل کرتا کہ تمہاری آنکھیں پھوٹ جاتیں۔ اور تمہارے گھر وحشتناک ہو جاتے تم ابتدا سے مجھکو جانتے ہو کہ میں نے فوجیں غارت کر دی ہیں لشکروں کو تباہ کر دیا ہے تمہاری سرسبز زمینیں تباہ کر دی ہیں تمہارے ہنگاموں کو دبا دیا ہے۔ تمہارے بہادروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں اس وقت تم اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے تھے۔ کل تم نے مجھکو اپنا سردار مان لیا تھا۔ لیکن قسم ہے کہ تم نے دل سے کبھی نہیں چاہا کہ ہمارے گھر میں خلافت اور نبوت دونوں رہنے چاہئیں کیونکہ تم کو بدر کے کینے اور احد کے خون بہا کبھی نہیں بھولے۔ بخدا اگر میں خدا کے فیصلے کو جو تمہارے متعلق وہ کر چکا ہے ظاہر کر دوں تو تمہاری ہڈیاں پسلیاں اس طرح آپس میں ٹکرا جائیں جس طرح چکی کے دونوں پاٹوں کے دندانے ملجاتے ہیں میں کچھ کہتا ہوں تو تم کہتے ہو کہ حسد سے کہتا ہے اور چپ رہتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ ابو طالب کا بیٹا موت سے ڈر گیا۔ افسوس میں ضرور مروں گا اور میری نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ میں مرگ

کیا جائے گا پھر اُس سے اُن کی پیشانیاں اور اُن کے پہلو اور اُنکی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی (سونا چاندی) ہے جسے تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا پس (اب) اُس چیز (کے مزے) کو چکھو جسے تم جمع کرتے تھے۔ بے شک مہینوں کا شمار اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں۔ جس دن کہ اُس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اُن میں چار (مہینے) حرام ہیں یہ مضبوط دین ہے پس اُن میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تمام مشرکوں سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے سوا اس کے نہیں کہ (مہینوں کا) آگے پیچھے کر لینا کفر میں زیادتی ہے اُس کے ذریعہ سے جو لوگ کافر ہیں گمراہ کئے جاتے ہیں ایک سال (تو) اُس (مہینہ) کو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال اُس (مہینہ) کو حرام کر لیتے ہیں تاکہ اُس (مہینوں) کا شمار پورا کر لیں جنکو اللہ نے حرام کیا ہے اور (اس تدبیر سے) جو اللہ نے حرام کیا ہے اسے حلال کر لیں ان کے لیے اُنکے بُرے کام زینت دیئے گئے ہیں۔ اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔ اے

کشندہ ہوں۔ میں اندھیری راتوں میں معرکوں میں گھس جانیوالا ہوں میں تیغ و سنان کا حامل ہوں۔ میں لڑائی کے ہنگاموں میں نیزوں کو ٹکرا کر توڑ دیتا ہوں۔ میں رسول اللہ کے سامنے سے مشکلیں ہٹا دیتا ہوں۔ ذرا ٹھیرو۔ خدا کی قسم ابوطالب کا بیٹا موت سے اس قدر مانوس ہے جتنا بچہ ماں کی چھاتی سے۔ تم پر موت آئے خدا نے جو کچھ تمہاری شان میں کہا ہے اگر میں ظاہر کر دوں تو تم رسی کی طرح بل کھاؤ اور گھر چھوڑ کر بھاگو ہم اور ہمراتے پھر ولیکن میں اپنے جوش کو دباتا ہوں۔ اُس وقت تک کہ اپنے خدا سے اُس حال میں ملوں کہ میرے ہاتھ دُنیا کی لذتوں سے (جس کو تم محبوب رکھتے ہو) خالی ہوں کیونکہ تمہاری دنیا میرے نزدیک گویا ایک ابر ہے جو بلند ہوا پھر ذلیل ہو کر ہر طرف چھا گیا پھر چھٹ کر نکل گیا۔ ذرا ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر میں غبار صاف ہو جائے گا اور تم اپنے کیے کا پھل پاؤ گے جو تلخ ہوگا۔ یا اپنے ہاتھوں کی بوئی ہوئی کھیتی کاٹو گے جو سم قاتل ہوگی۔ اوکافی ہے اللہ کا حاکم ہونا اور رسول اللہ کا مدعی ہونا اور میدان قیامت کا

ایمان والو تمھیں کیا (عذر) ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے کو) نکلو تو تم زمین کی طرف جھکے جاتے کیا تو تم دنیاوی زندگی کو آخرت سے (زیادہ) پسند کرتے ہو تو (سمجھ لو کہ) دنیاوی زندگی کا سامان (آخرت کے عیش و عشرت کے مقابلہ) میں بہت ہی کم ہے اگر تم (جہاد کے لیئے) نہ نکلو گے تو اللہ تمھیں (سخت) درد دینے والا عذاب دے گا اور تمھارے سوا (دوسری) قوم کو لے آئے گا اور تم اللہ کا کچھ نقصان نہ کرو گے (بلکہ اپنا ہی بگاڑو گے) اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اگر تم نبی کی مدد نہ کرو گے تو (نہ کرو) بے شک اللہ نے (خود) انکی مدد کی جب انھیں کافروں نے (مکہ سے) نکالا اُن کے ہمراہ صرف ایک آدمی اور تھا اور وہ دونوں کے دوسرے (تھے) جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہتے تھے کہ تم رنج نہ کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے (اپنی طرف سے) تسکین ان پر نازل فرمائی اور ایسے لشکروں سے انکی مدد کی جنھیں تم نے نہیں دیکھا

عدالت گاہ ہوگا۔ خدا اُس دن کسی کو تمہارے سوا اپنی رحمت سے دور نہ رکھے۔ اور تمہارے سوا کسی کو ہلاک نہ کرے اور جو ہدایت کے پیچھے چلے اس پر سلام ہو۔ انتہی۔

(۱۲) بحر الجواہر مصنفہ سید محمد مطبوعہ ایران صفحہ ۳۲۳ میں جابر جعفی سے یہ روایت ہے کہ ابو بکر نے شبیح بن مزاحم کو جو کہ ایک شجاع آدمی تھا اور اُس کا بھائی علی کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا فدک اور مدینہ کی دیگر املاک پر اپنی طرف سے متولی کیا اُس نے اہل بیت کی املاک کو ضبط کر لیا۔ اور انکی رعایا پر ظلم شروع کیا۔ اُن لوگوں نے حضرت علی کو خبر دی اور اس کے ظلم و ستم کا استغاثہ کیا یہ سنتے ہی حضرت علی بعجلت سوار ہوئے اور عمامہ سیاہ سر پر رکھا اور دو تلواریں باندھیں اور امام حسنین اور عمار اور فضل اور عبد اللہ پسران حضرت عباس اور عبد اللہ جعفر کو ہمراہ لیا اور اُس گاؤں کے پاس جو مسجد تھی وہاں ٹھہرے اور امام حسین کو بھیجا کہ ابو بکر کے متولی کو بلا لاؤ آپ گئے اور اُس سے کہا کہ امیر المومنین تجھے بلاتے ہیں اُس نے جواب دیا کہ امیر المومنین تو ابو بکر ہیں جو خلیفہ ہیں۔ اس پر امام حسین نے فرمایا اچھا علی بن ابی طالب بلاتے ہیں اُن کے پاس چلو۔ اس پر شبیح نے کہا کہ میں سلطان ہوں اور علی عوام میں سے ہیں

اور کافروں کی بات نیچی کر دی اور اللہ ہی کی بات بلند ہے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے
(اے مسلمانو) ہلکے ہو یا بھاری (ہر حال میں جہاد کے لیے) نکلو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے
اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اگر تم جانتے ہو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے (اے نبی) اگر تم کو مال غنیمت
ملنے والا ہوتا اور آسان سفر ہوتا تو بے شک یہ لوگ تمہارے ساتھ جاتے لیکن ان پر
دور معلوم ہوئی اور عنقریب یہ لوگ اللہ کی قسم کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو
ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے (جھوٹی قسمیں کھا کر) اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور
اللہ (تو) جانتا ہے کہ بے شک یقیناً یہ لوگ جھوٹے ہیں (اے نبی) اللہ نے تم سے درگزر
فرمائی تم نے انھیں (جہاد میں نہ جانے کی) اجازت کیوں دی تاوقتیکہ تمہیں معاوم (نہ) ہو جائے
کہ وہ لوگ سچے ہیں اور تم جھوٹ بولنے والوں کو جان لیتے (یاد رکھو کہ) جو لوگ اللہ پر اور
قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے جہاد (نہ) کرنے کی
(کبھی) تم سے اجازت نہ مانگیں گے اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے تم سے اجازت

اور اُن کو مجھے کام ہے تو خود اُن کو میرے پاس آنا چاہئے اس پر امام حسین نے جواب
دیا کہ افسوس ہو تجھ پر کیا میرے والد جیسا عوام میں سے ہوا اور تو سلطان اُس نے کہا
ہاں بے شک تمہارے باپ نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی مگر بجبر و اکراہ۔ اور ہم نے اُس کی
بیعت خوشی سے کی ہے۔ یہ سُنکر امام حسین واپس آئے اور حضرت علی کو اسکی خبر دی
تب آپ عمار کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تم اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم مشل خانہ کعبہ
کے ہیں کہ اُسکے پاس لوگ آتے ہیں نہ یہ کہ وہ لوگوں کے پاس جائے۔ عمار صبح کے
پاس گئے اور اُس سے سخت گفتگو کی یہاں تک کہ نوبت اسکی پہنچی کہ عمار نے اپنا ہاتھ تلوار
کی طرف بڑھایا اسکی خبر حضرت علی کو پہنچی آپ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اشتر کو جاکر پکڑ لاؤ
اس پر آپ کے اہل بیت جو آپ کے ہمراہ تھے گئے اور اشتر سے کہا کہ آج تو علی کے ہاتھ سے
مارا جاتا ہے اور اُسے پکڑ لائے اُسے دیکھکر آپ نے فرمایا کہ کیا سبب ہے کہ تو نے اہل بیت
کا مال لے لیا اور اُس پر اپنا قبضہ کیا اُس نے جواب دیا کہ کیا سبب ہے کہ تم نے آدمیوں کو خود

وہی لوگ طلب کریں گے جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور اُن کے دل شک کر رہے ہیں پس وہ اپنے شک میں سرگرداں ہیں اور اگر وہ (تمہارے ساتھ) جانا چاہتے تو ضرور اُس کا کچھ سامان کرتے ولیکن اللہ نے اُن کا (تمہارے ہمراہ) بھیجنا ناپسند کیا پس انھیں روک رکھا اور (اُن سے) کہدیا کہ بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ تم بھی بیٹھ رہو (اور) اگر وہ تمہارے ساتھ جاتے تو سوا فساد کے کچھ تمہارا بڑھا نہ دیتے اور بے شک تمہارے حق میں فساد کرنے کے لئے تمہارے درمیان گھوڑے دوڑاتے اور تم میں (بعض لوگ) اُن کے جاسوس ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے بے شک یقیناً اُن لوگوں نے پہلے سے فساد کرنا چاہا اور (اے نبی) تمہارے لیے کاموں کو اُلٹ دیا یہاں تک کہ حق آگیا اور اللہ کا حکم غالب ہوگیا اور وہ بُرا مانتے رہے اور اُن میں سے بعض لوگ (اے نبی) تم سے کہتے ہیں کہ مجھے (جہاد میں نہ جانیکی) اجازت دیجئے اور مجھے فساد میں نہ ڈالئے آگاہ رہو وہ (خود ہی) فساد میں گر گئے بے شک جہنم کافروں کو (ہر طرف سے) گھیرے ہوئے ہے

اور میں ابوبکر صدیق کے فرمان و مرضی کو تمہاری موافقت اور اتباع سے بہتر جانتا ہوں آپنے فرمایا کہ میں کوئی اپنا گناہ نہیں سمجھتا سوا اسکے کہ میں نے تیرے بھائی کو مارا ہے اور وہ باعث انتقام نہیں ہوسکتا خدا تجھے ذلیل کرے۔ اُس نے بھی ایسا ہی سخت جواب علی کو دیا اور کہا کہ خلفا کے حسد میں تم ہلاک ہوگئے۔ اس پر فضل کو غصہ آیا اور اس کا سر اوڑا دیا اس پر اشیخ کے ہمراہیوں نے فضل پر حملہ کیا۔ یہ دیکھکر حضرت علی نے ذوالفقار میان سے نکالی جبکہ اشیخ کے ہمراہیوں نے علی کی چمکتی ہوئی آنکھیں اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو اپنے ہتھیار پھینکدئے اور کہا کہ ہم اطاعت کرتے ہیں۔ علی نے اُن سے کہا کہ اس اپنے جھوٹے صاحب کا سر اپنے بڑے صاحب کے پاس لیجاؤ چنانچہ اُس کے ہمراہی اشیخ کا سر کاٹکر اور اُس کو ابوبکر کے سامنے ڈالدیا۔ یہ حالت دیکھکر تمام مہاجرین و انصار جمع ہوئے اُس وقت ابوبکر نے کہا کہ تمہارے بھائی ثقفی نے اللہ اور اللہ کے رسول کے خلیفہ کی اطاعت کی اور میں نے اُسے صدقات مدینہ پر متولی کردیا اور اب علی نے اسے ایسی بُری طرح سے مارا اور

(اے نبی) اگر تمھیں کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو انھیں برا لگتا ہے اور اگر تمھیں کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے پہلے سے اپنا کام درست کر لیا تھا اور وہ خوش ہو کر لوٹتے ہیں اُن سے کہدو کہ اسمیں وہی پہنچے گا جو اللہ نے ہمارے لے مقدر کر دیا ہے وہی ہمارا کارساز ہے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں (ان سے) کہدو کہ تم ہمارے لئے نہیں انتظار کرتے مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا (یعنی فتح کا یا شہادت کا) اور ہم تمھارے لئے اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ تمھیں اللہ اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سے عذاب دے پس تم (بھی) انتظار کرو بے شک ہم (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرتے ہیں (اُنسے) کہدو کہ (اے منافقو) تم (چاہے) خوشی سے خرچ کر دیا ناخوشی سے (کسی حال میں) تم سے قبول نہ کیا جائیگا بیشک تم نافرمان لوگ ہو اور اُن کے خرچ کے قبول کئے جانے سے نہیں منع کیا مگر اس بات نے کہ اُنھوں نے اللہ کے ساتھ اور اسکے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نماز کو نہیں آتے مگر سست ہو کر اور خرچ نہیں کرتے

مسئلہ کیا اب چاہیئے کہ تم میں سے جو شجاع ہیں وہ جائیں اور اُس کا تماشا کریں۔ سب اسے سکتہ میں رہ گئے اور نفس بدبوار ہو گئے ابوبکر نے کہا کہ کیا تم لوگ زبان نہیں رکھتے اور بھی بولتے نہیں۔ اسپر ایک اعرابی نے کہا کہ اگر تم چلتے ہو تو ہم بھی چلتے ہیں اور دوسرے نے کہا ملک امیہ تا دیکھنا ہیں سے علی کے دیکھنے سے ابوبکر نے کہا کہ تم علی سے ڈرتے ہو اور مجھے ایسا جواب دیتے ہو اسپر متوجہ ہوئے اور کہا کہ یہ کام سوا خالد کے کسی سے نہیں ہو سکتا۔ تب ابوبکر نے خالد سے کہا کہ یا ابا سلیمان تم سیف اللہ و سیف اللہ کی تلوار۔ تم ایک فوج لیکر جاؤ کہ علی نے ہمارے رفقا میں سے ایک ایسے شخص کو جو شجاعت میں بے نظیر ہے قتل کیا ہے۔ علی کو لے آؤ اور کہو کہ اگر تم چلتے ہو تو تمہاری خطا معاف ہو گی اور اگر وہ لڑائی پر آمادہ ہوں تو اُن کو زندہ پکڑ لے آؤ۔ یہ سنکر خالد پانچسو مردان کارزار لیکر روانہ ہوئے فضل نے انکو آتا دیکھکر علی کرم اللہ وجہہ کی خبر کی آپ نے فرمایا کہ تمام منافقین قریش اور سواران ہوازن جمع ہوں تب بھی میں اُن سے نہیں ڈرتا خالد وہاں پہنچے اور

پاس اُن لوگوں کی خبریں نہیں آئیں جو ان سے پہلے تھے (یعنی) نوح اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین اور موتفکات والے اُن لوگوں کے پاس اُن کے پیغمبر معجزے لیکر آئے پس (اُنپر نافرمانی کے سبب سے عذاب آیا کیونکہ) اللہ (ایسا) نہیں ہے کہ اُنپر ظلم کرے بلکہ وہ (خود) اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ان میں کے بعض بعض کے دوست ہیں (لوگوں کو) اچھے کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کی اور اُسکے رسول کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ اُنپر مہربانی کریگا بیشک اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے وعدہ فرمایا ہے ایسے باغوں (کے دینے) کا جنکے درختوں کے نیچے نہریں بہرہی ہیں وہ انمیں ہمیشہ رہینگے اور ہمیشہ رہنے کے باغوں میں پاکیزہ مکانات (کے دینے) کا (بھی انسے وعدہ فرمایا ہے) اور اللہ کی خوشنودی (جو انمیں حاصل ہوگی سب سے) بڑی (نعمت) ہے یہ (انکی بڑی کامیابی ہے) اے (میرے برگزیدہ) نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور اُن پر سختی کر اور

کہ جب ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے دعوی کی نسبت یہ کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو اسے سُنکر حضرت فاطمہ علیؓ کے پاس گئیں اور ان سے یہ سب حال کہا حضرت علیؓ نے اُن کو صلاح دی کہ تم پھر ابوبکر کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا حالانکہ سلیمانؑ داؤدؑ کے اور یحییٰؑ زکریاؑ کے وارث ہوئے پھر میں کیوں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں عمر نے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے اسپر آپ نے جواب دیا کہ گو میں سکھلائی گئی ہوں مگر کس نے مجھے سکھلایا ہے میرے ابن عم علیؓ نے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی مرتضےٰؓ خود اس معاملہ میں ابوبکرؓ سے مطالبہ اور مقابلہ کرنے کے لئے تشریف نہیں لے گئے اور نہ حضرت فاطمہؓ کے خیال میں یہ حجت آئی تھی کہ سلیمانؑ داؤدؑ کے اور یحییٰؑ زکریاؑ کے وارث ہوئے۔ اور شائی طرف سے یہ دلیل اُنھوں نے پیش کی بلکہ حضرت علی کے فرمانے اور بتانے اور سکھلانے سے حضرت فاطمہؓ دوبارہ دعوی کرنے کے لئے ابوبکر صدیقؓ کے پاس تشریف لیگئی تھیں

(سمجھ لو کہ) انکا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بُری جگہ ہے یہ (منافق) اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ اُنھوں نے نہیں کہا حالانکہ بیشک یقیناً اُنہوں نے کفر کی بات کہی اور بعد اپنے اسلام (ظاہر کرنے) کے کافر ہوگئے اور اس چیز کا اُنہوں نے ارادہ کیا جسے انہوں نے نہ پایا اور یہ اُنھوں نے اُسی کا بدلہ دیا ہے کہ اُنھیں اللہ اور اُسکے رسول نے اپنے فضل سے دولتمند کر دیا پس اگر یہ لوگ توبہ کرلیں تو ان کے لئے اچھا ہوگا اور اگر یہ (توبہ کرنے سے) اعراض کرینگے تو انھیں اللہ دنیا و آخرت میں (سخت) دردینے والا عذاب کریگا اور انکے لئے زمین میں نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار اور اُنمیں سے بعض لوگ وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اللہ اپنے فضل سے دیگا تو بیشک ضرور ہم (اللہ کی راہ میں) خیرات کرینگے اور بیشک ضرور ہم نیکوں میں سے ہوجائینگے پھر جب انھیں اللہ نے اپنا فضل دیا تو اُنہوں نے اس کے ساتھ بخل کیا اور مونہہ پھیرتے ہوئے ہٹ گئے پس اللہ نے اُسکے بعد اُسکی سزا میں جو اُنہوں نے اللہ سے اُسکے خلاف

اگر حضرت علیؑ خود گئے ہوتے یا حضرت فاطمہؑ نے اپنی طرف سے یہ حجت پیش کی ہوتی جیسا کہ آپ کے اس مشہور خطبہ سے پایا جاتا ہے جس کو ہم نے چوتھی روایت میں احتجاج طبرسی سے نقل کیا ہے تو حضرت فاطمہؑ کے بھیجنے اور اس حجت کے سکھلانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا اس اختلاف کے بعد بھی حضرت علی کا جانا ابوبکر صدیقؓ کے پاس اور اُنکا اس باب میں بحث کرنا کوئی مان سکتا ہے۔

گیارہویں روایت جو ہم نے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم کر دیا تو آپ بہت غصہ میں آئے اور ایک بہت سخت خط ابوبکر کو لکھا جسکا آغاز ان الفاظ سے ہے۔ شقوا منتلاطمات امواج الفتن اور جس میں کوئی دقیقہ اپنی مردانگی اور شجاعت کے اظہار اور مہاجرین و انصار کی گمراہی و ضلال کا باقی نہیں رکھا اور اس عذاب سے جو اُن کے لئے خدا نے مقرر کیا ہے بیان کرنے سے بھی تامل نہیں فرمایا۔ اگر

قسم کھاتے ہیں تاکہ تمھیں راضی کرلیں حالانکہ اللہ اور اُس کا (برگزیدہ) رسول اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اُسے راضی کریں اگر ایماندار ہیں کیا انھیں معلوم نہیں کہ جو کوئی اللہ اور اُسکے رسول کے خلاف کرتا ہے تو بیشک ان کے لئے دوزخ کی آگ (تیار) ہے اور وہ اُسمیں ہمیشہ رہے گا یہ (بہت) بڑی رسوائی ہے منافق لوگ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل ہو جو انھیں اس چیز سے آگاہ کردے جو منافقوں کے دلوں میں ہے (اے نبی) کہدو کہ اچھا تم مسخراپن کرو بے شک اللہ اُس چیز کو ظاہر کرنیوالا ہے جس سے تم ڈرتے ہو اور (اے نبی) اگر تم ان سے پوچھو گے تو بیشک یقیناً کہیں گے کہ ہم تو بات چیت کرتے تھے اور ہنسی کرتے تھے کہو کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اسکی آیتوں کے ساتھ تم مسخراپن کرتے تھے (اب) تم عذر نہ کرو بے شک تم اپنے ایمان (ظاہر کرنے) کے کافر ہو گئے اگر ہم تمہارے ایک گروہ سے درگزر کریں تو دوسرے گروہ کو ضرور عذاب کرینگے کہ وہ گنہگار تھے منافق مرد اور

روایت میں جو علل الشرائع سے ہم نے لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوبکر نے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکالدیا تو حضرت علیؑ مسجد میں آئے اور ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا کہ کیوں تمنے فاطمہ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا علل الشرائع کی روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد نکالے جانے وکیل فدک کے حضرت علیؑ ابوبکر کے پاس آئے۔ اور احتجاج طبرسی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ اُن کے پاس آئیں۔ شاید حضرات امامیہ اس کا یہ جواب دیں کہ ایک دفعہ حضرتؑ علی آئے اور دوسری مرتبہ خود حضرت فاطمہ آئیں۔ مگر جھٹی روایت سے جو احتجاج طبرسی سے ہم نے نقل کی ہے جس میں حضرت فاطمہ کے مشہور خطبہ کا ذکر ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس سے لوٹیں اور گھر پہنچیں تو وہاں حضرت علیؑ بیٹھے ہوئے ان کا انتظار کر رہے تھے حضرت فاطمہ نے پہنچتے ہی اُن پر غصہ کرنا شروع کیا اور نہایت دردانگیز اور غضب آمیز الفاظ میں فرمایا کہ مانند حنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائباں یا خائفان در خانہ

منافق عورتیں بعض اُن کے بعض (کی جنس) سے ہیں (لوگوں کو) بُرے کام کا حکم دیتے ہیں اور اچھے کام سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں (صدقہ نہیں دیتے) یہ اللہ کو بھول گئے ہیں پس اس نے (بھی) انھیں (اپنی رحمت سے) فراموش کر دیا بیشک منافق ہی نافرمان ہیں اللہ نے منافق مرد اور منافق عورتوں اور کافروں سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کیا ہے وہ اس میں ہمیشہ رہینگے (اور) وہ اُن کے لئے کافی ہے اور اللہ نے انھیں (اپنی) رحمت سے دور کر دیا اور اُن کے لئے دائمی عذاب ہے ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے وہ تم سے بار بار قوت کے بہت سخت اور مال اور اولاد کے بہت زیادہ تھے پس اُنھوں نے اپنے حصہ سے فائدہ حاصل کیا جیسے ان لوگوں نے جو تم سے پہلے تھے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھایا اور تم (بھی ویسی ہی) گفتگو کرنے لگے جیسی اُن لوگوں نے گفتگو کی وہ لوگ (ایسے تھے کہ) اُن کے (اچھے) کام دنیا و آخرت میں غارت ہو گئے اور وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں کیا ان لوگوں کے

گریختہ و بعد ازانکہ اشجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی معتوب ایں نامرداں گردیدی۔ پس ابو قحافہ معیشت فرزند ارجمند رامی گیرد و تواز جائے خود حرکت نمی کنی وغیرہ وغیرہ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے گھر میں سے قدم بھی باہر نہ نکالا تھا اور اس معاملہ میں ابو بکرؓ کے پاس جانا اور ان سے مطالبہ کرنا اور انکو ملامت کرنا تو یک طرف فاطمہ کی کچھ بھی مدد نہ کی تھی۔ اگر حضرت علیؓ تشریف لے گئے ہوتے اور مہاجرین و انصار کے سامنے ابو بکر صدیق سے مطالبہ کیا ہوتا اور فدک سے دلیل نکال دینے پر انھوں نے قائل معقول کیا ہوتا تو حضرت فاطمہؓ باوجود عصمت و طہارت کے اپنے خاوند سے اور خاوند بھی کیسے جو سید الاولیا سند الاصفیا قاتل الکفرہ دافع الغرر تھے کیوں ایسے درشت اور سخت کلمے فرماتیں اور انکے گھر میں چھپ رہنے اور باہر نہ نکلنے پر ملامت کرتیں چوتھی روایت جو بحوالہ کتاب الاختصاص بحار الانوار سے ہم نے نقل کی ہے اس میں ایک ایسی بات لکھی ہے جو وہ نور روایت مذکورہ بالا کی تردید کرتی ہے وہ یہ ہے

مگر ناخوش ہو کر پس (اے نبی) تمھیں ان کے مال اور ان کی اولاد (کی زیادتیاں) تعجب میں نہ ڈالیں اللہ یہی چاہتا ہے کہ اُن کو دنیاوی زندگی میں اس (مال و اولاد) کے ذریعہ سے عذاب کرے اور اُن کی جانیں (ان کے بدن سے) اس حالت میں نکلیں کہ یہ کافر ہوں اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ بیشک یقیناً ہم تم میں سے نہیں ہیں ولیکن یہ لوگ ایک قوم ہیں جو (تم سے) ڈرتے ہیں (اور خوشامد سے ایسا کہتے ہیں) اگر یہ کوئی پناہ کی جگہ غار یا گھس رہنے کی جگہ پائیں تو بیشک اُسکی طرف جلدی کرتے ہوئے چلے جائیں (اور تمھیں چھوڑ دیں) اور ان (منافقوں) سے بعض لوگ (ایسے) ہیں جو (اے نبی) تمھیں صدقوں (کی تقسیم) میں (ناانصافی کا) عیب لگاتے ہیں پس اگر انھیں اُن میں سے کچھ دیدیا جائے تو خوش ہو گئے اور اگر انھیں اُن میں سے کچھ نہ دیا جائے تو فوراً ناخوش ہو جاتے ہیں۔

اور اگر یہ لوگ اُس چیز پر راضی رہتے جو انھیں اللہ نے اور اُسکے رسول نے دی تھی

علی سے پوچھا کہ یہ کیا سخت حرکت تھی جو تم نے کی اور کیوں بجھی ہوئی آگ کو مشتعل کیا آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے اپنی شجاعت اور ابوبکر سے ڈراتے ہو اور مجھے مالک بن نویرہ جانتے ہو کہ جس کو تم نے مارا اور اُسکی بی بی کو اپنے نکاح میں لائے۔ میں اپنے قاتل کو خود جانتا ہوں اور شہادت کی اُمید رکھتا ہوں اور اگر میں چاہوں تو تمہیں ابھی اس مسجد کے صحن میں مار کر گرا دوں۔ اسپر خالد غصہ میں آئے اور آپ نے ذوالفقار نکال لی۔ جب خالد نے آپ کی آنکھ اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو گڑگڑانے لگے۔ حضرت علی نے تلوار کا قبضہ خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے یہ حالت دیکھکر ابن صباح نے جو ایک مرد عاقل تھا کہا کہ اے علیؑ ہم کچھ براہ عداوت نہیں آئے تم شیر خدا اور شمشیر غضب الٰہی ہو ہم سب آپ کے خادم ہیں اسپر حضرت امیرالمومنینؑ نرم پڑے اور خالد سے مزاح کرنے لگے خالد درد کمر سے بے خود تھے۔ آپ نے فرمایا اے خالد تعجب ہے کہ غدیر خم کا معاملہ تمہاری یاد سے جاتا رہا اور بہت جلد تم نے ناکثین اور خائنین کی بیعت

اور کہتے کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے عنقریب اللہ اپنے فضل سے اور اُسکا رسول ہمیں دیگا بے شک ہم اللہ سے (اُسکے فضل کے) اُمیدوار ہیں (تو اُنکے حق میں بہت اچھا ہوتا) صدقے تو صرف فقیروں کے لئے اور اُن لوگوں کے لئے جو صدقوں پر کام کرتے ہیں اور اُن لوگوں کے لئے جنکی تالیف قلب کیجائے اور غلاموں (کے آزاد کرنے) اور قرضداروں (کے سبکدوش کرنے میں اور اللہ کی راہ (یعنے جہاد) میں اور مسافروں (کی کفالت میں خرچ کرنا چاہئے یہی) اللہ کا حکم ہے اور اللہ دانا (اور) حکمت والا ہے اور ان (منافقوں میں سے بعض لوگ (ایسے) ہیں جو (ہمارے) نبی کو تکلیف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کان (کے بڑے کچے) ہیں (اے نبی) ان سے کہدو کہ وہ تمہارے کان ہیں اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں (کی بات) کا یقین کرتے ہیں اور جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اُن کے لئے رحمت (مجسم) ہیں اور (یاد رکھو کہ) جو لوگ اللہ کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں اُن کے لئے درد دینے والا عذاب (تیار) ہے وہ تمہارے آگے (اے مسلمانو) اللہ کی

کرلی اور اب چاہتے ہو کہ مجھے قید کرکے لیجاؤ۔ کیا تم حالت عمر بن سعدود اور صرحب اور جنگ خیبر کی بھول گئے اسپر خالد نے کہا کہ جو آپ فرماتے ہیں ہم جانتا ہوں لیکن عرب نے آپ کو آپ کی تلوار کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔ اور ہم نے ابوبکر بیعت صرف انکی نرمی اور زائد از استحقاق مال ملنے کی اُمید پر کی ہے۔

ان روایتوں میں جو تناقض اور اختلاف ہے وہ ایسا صریح اور صاف ہے کہ اس میں تاویل کی کچھ گنجایش نہیں ہے اور یہ ناممکن ہے کہ کل روایات متناقضہ کی صحت تسلیم کیجائے اور تسلیم صحت کے بعد دعوئی ہبہ کا زبان پر لایا جائے ہم اُن اختلافات میں سے بعض ضروری اور ظاہری اختلاف اب بیان کرتے ہیں۔

پہلی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہم نے نقل کی ہے اسمیں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہ کا وکیل فدک سے نکالدیا گیا تو وہ خود ابوبکر صدیق کے پاس آئیں اور اُن سے سوال کیا کہ کیوں میرے باپ کی میراث سے مجھے محروم کرتے ہو۔ اور دوسری

کیا جو اُس سے وعدہ کیا تھا اور اسکی سزا ہیں جو یہ جھوٹ بولتے تھے اُن کے دلوں میں نفاق ڈالدیا (جو) اُس دن تک (اُنکے دلوں میں رہیگا) جس دن یہ اللہ سے ملیں گے کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ انکی پوشیدہ باتوں کو اور اُنکی سرگوشیوں کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ پوشیدہ چیزوں کو جاننے والا ہے جو لوگ دل کھول کر خیرات کرنیوالے مسلمانوں اور ان مسلمانوں پر جو صرف اپنی مشقت کا (مال) پاتے ہیں طعنہ کرتے ہیں اور اُن سے مسخراپن کرتے ہیں اُن سے اللہ مسخراپن کریگا اور اُن کے لئے درد دینے والا عذاب (تیار) ہے (اے نبی چاہے) تم ان کے لئے استغفار کرو یا انکے لئے استغفار نہ کرو (بلکہ) اگر تم انکے لئے ستر مرتبہ استغفار کروگے تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا یہ اس سبب سے کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اور اُسکے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو راہ (راست) پر نہیں لاتا رسول خدا کے پیچھے رہ جانے والے اپنے بیٹھ رہنے (اور جہاد میں نہ جانے) سے خوش ہوئے اور اُنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے کو بُرا سمجھا اور لوگوں سے

درحقیقت حضرت علیؓ بذات خود ابوبکر کے پاس تشریف لے گئے ہوتے اور جو کہنا تھا وہ اُن سے کہہ آئے ہوتے تو پھر اس خط لکھنے کی کیا ضرورت تھی ہاں شاید یہ کہا جائے کہ آپ نے اول بالمشافہ گفتگو کی پھر یہ خط لکھا تاکہ رکارڈ یعنی دفتر میں ایک تحریری سند صحابہ کے ملاحظہ کی موجود رہے۔ یا اوّل یہ خط لکھا ہو اور بعد اُسکے جاکر بالمشافہ گفتگو فرمائی مگر پہلی بات تو اس روایت سے ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس روایت میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کو فدک سے محروم کردیا تب آپ نے یہ خط لکھا اور دوسری بات کہ اس خط کے لکھنے کے بعد تشریف لیگئے ہوں حضرت فاطمہؓ کے اس غصہ سے جو آپ کے گھر میں بیٹھ رہنے اور مدد نہ کرنے پر فرمایا صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ اس لئے کہ جب حضرت علیؓ ایسا سخت خط لکھ چکے تھے اور غاصبین فدک کو ظالم اور مفسد ٹھہر چکے تھے اور جو سزا خدا نے اُن کے لئے رکھی ہے اُسے بھی ایک طرح سے بیان کردیا تھا اور اگر وصیت پیغمبر مانع نہ ہوتی تو اُنکے

کہا کہ (ایسی) گرمی میں (جہاد کے لئے) نہ نکلو (اے نبی) ان سے کہدو کہ دوزخ کی آگ بہت سخت گرم ہے اگر یہ سمجھتے (تو کبھی) ایسا نہ کرتے) پس انھیں چاہیئے کہ بہت کم ہنسیں اور بہت روئیں اُسکے بدلے میں جو یہ کرتے تھے پس (اے نبی) اگر تمہیں اللہ اُن میں سے کسی گروہ کیطرف لیجائے اور وہ تم سے (جہاد کے لئے) نکلنے کی اجازت مانگیں تو (ان سے) کہدو کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہ نکلو اور میرے ساتھ (ہوکر) کسی دشمن سے نہ لڑو بیشک تم پہلی مرتبہ بیٹھ رہنے پر راضی ہوگئے پس (اب) بیٹھ رہنے والوں کے ہمراہ بیٹھے رہو اور (اے نبی) تم ان (منافقوں) میں سے کسی پر جو مرجائے کبھی نماز نہ پڑھو اور اسکی قبر پر کھڑے نہ ہو بے شک ان لوگوں نے اللہ اور اُسکے رسول کے ساتھ کفر کیا اور یہ نافرمان ہونیکی حالت میں مرے اور (اے نبی) تمہیں انکے مال اور انکی اولاد کی کثرت تعجب میں نہ ڈالے اللہ یہی چاہتا ہے کہ اسکے سبب سے انھیں دنیا میں عذاب کرے اور انکی جانیں اس حالت میں نکلیں کہ یہ کافر ہوں اور جہاں کوئی سورت ایسی نازل کیگئی (جسمیں یہ مضمون ہوا) کہ اللہ پر

ڈرا دینے کی بھی دھمکی دیدی تھی تو کیونکر ممکن تھا کہ حضرت فاطمہؓ آپکی مدد نکرنے اور مثل جنین کے خانہ نشین ہو جانے پر غصہ فرمائیں اور ایسے کلمات سخت سے آپکو خطاب کریں پھر جو تھی روایت کے دیکھنے سے ایک اور تناقض اور تخالف پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس روایت میں یہ لکھا ہے کہ علی کے فرمانے سے حضرت فاطمہؓ آیہ وورث سلیمان داؤد سے حجت کرنے کے لئے ابوبکرؓ کے پاس آئیں اور اسپر بھی جب ابوبکرؓ نے شہادت طلب کی تو فاطمہؓ ام ایمن اور علی کو لیگئیں اور گو علی کی شہادت کا کہ کیا اُنھوں نے دی کچھ ذکر نہیں ہو مگر ام ایمن کی شہادت رد کی گئی اور عمر نے ام ایمن سے یہ کہا کہ تم ایک عورت ہو اور ایک عورت کی گواہی کافی نہیں اور علی اپنا فائدہ چاہتے ہیں اس پر فاطمہؓ کھڑی ہوگئیں اور خفا ہوکر ابوبکرؓ و عمرؓ کو بدعا دینے لگیں اور چلی گئیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ ابوبکرؓ کے سامنے گواہی دینے کے لئے آئے تھے۔ اگر یہ سچ ہے تو اس کا سبب نہیں معلوم ہوتا کہ اسی وقت جو نہایت موقع

ایمان لاؤ اور اُس کے رسول کے ساتھ (ملکر) جہاد کرو تو ان (منافقوں) میں سے مقدور والے تم سے اجازت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ چھوڑ دیجئے۔ ان لوگوں نے اس بات کو پسند کیا کہ پیچھے رہجانیوالی عورتوں کے ساتھ رہیں اور اُن کے دلوں پر مہر کر دی گئی پس (اسی سبب سے) یہ (کچھ) نہیں سمجھتے لیکن رسول نے اور اُن لوگوں نے جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا۔ اور یہی لوگ ہیں جن کے لئے (آخرت میں) نیکیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اللہ نے اُن کے لئے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہرہی ہیں انمیں ہمیشہ رہیں گے یہ اُنکی بڑی کامیابی ہے اور دیہاتی لوگ عذر کرتے ہوئے آئے کہ اُنھیں (جہاد میں نہ جانے کی) اجازت دیجائے اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی وہ بیٹھ رہے جن لوگوں نے ان میں سے کفر کیا عنقریب انھیں درد دینے والا عذاب پہنچیگا (جہاد میں نہ جانے کا) کمزور لوگوں پر کچھ گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ اُن

اور وقت بحث و گفتگو کا تھا علیؓ نے ابو بکرؓ سے جو کہنا تھا کیوں نہ کہا اور فاطمہؓ کو خفا دیکھکر بھی ہاشمی جلال نہ دکھایا۔ اور گھر جاکر خط لکھایا دوسرے وقت آکر ابو بکرؓ سے بحث کی۔ اتنا تو بہر حال اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت پیش کرنے کے وقت تک حضرت علیؓ نے زبان مبارک سے کچھ نہیں فرمایا تھا۔ اور نہایت صبر و تحمل سے واقعات کے دیکھنے اور سکوت کرنے کو اختیار کیا تھا۔ مگر اسی روایت میں پھر یہ ہے کہ حضرت علیؓ چالیس دن تک حضرت فاطمہؓ کو سوار کرائے مہاجرین و انصار کے گھر گھر لئے پھرے اور فاطمہؓ ایک ایک سے فریاد و استغاثہ کرتی رہیں یہاں تک کہ معاذ بن جبلؓ سے دو بدو گفتگو ہوئی اور اُن سے خفا ہو کر فاطمہؓ چلی آئیں۔ اس واقعہ کے بعد جس میں اس روایت کے موافق کم از کم چالیس روز گذرے ہوں گے پھر حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم تنہا ابو بکرؓ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ دوسرے کی بہ نسبت زیادہ نرم دل ہیں اور یوں کہو کہ اگر فدک تمہارا ہی ہوتا تب بھی اسکا دینا میرے ہاتھ ہے

لوگوں پر جنھیں وہ چیز نہیں ملتی جسے خرچ کریں بشرطیکہ اللہ اور اُس کے رسول کی خیر خواہی کریں نیکی کرنے والوں پر (الزام کی) کوئی سبیل نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور نہ اُن لوگوں پر کچھ گناہ ہے) جو اے نبی تمہارے پاس آئیں تاکہ تم انھیں سواری دو اور تم ان سے کہو کہ میں وہ چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کروں اور وہ یہ سنکر لوٹ جائیں اس حالت میں کہ ان کی آنکھیں اس رنج سے آنسو بہا رہی ہوں کہ انھیں وہ چیز نہیں ملتی۔ جسے خرچ کریں الزام کی سبیل صرف ان لوگوں پر ہے جو تم سے جہاد میں نہ جانیکی اجازت مانگتے ہیں حالانکہ وہ مالدار ہیں وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ پیچھے رہجانیوالی عورتوں کے ساتھ بیٹھ رہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے پس وہ نہیں سمجھتے یہ منافق تم سے عذر کریں گے جب تم اس پاس لوٹ کر جاؤ گے اے نبی ان سے کہدو کہ تم عذر نہ کرو ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کرینگے بے شک اللہ نے ہمیں تمہاری خبروں سے آگاہ کر دیا ہے اور عنقریب اللہ اور اس کا رسول تمہارے عمل کو دیکھے گا اسی سے تمہاری قسم کا پھر

تمہیں واجب ہے چنانچہ اس کے موافق فاطمہؓ آئیں اور یہی بات کہی اسپر ابوبکرؓ نے کہا آپ جو فرماتی ہیں کاغذ منگا کر رو فدک کی سند لکھدی اور میں کو راہ میں عمر نے چھین کر چاک کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی دفعہ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ کی تعلیم سے ابوبکرؓ کے پاس نہیں گئی تھیں بلکہ دو مرتبہ پہلے حجت پیش کرنے کے لئے دوسرے فدک کو بہ نرمی ابوبکرؓ سے مانگنے کے لئے اور دوسری مرتبہ جہاں تک کہ ابوبکرؓ سے تعلق تھا اس روایت کے موافق وہ کامیاب بھی ہوئیں۔ پس یہ روایت صاف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علیؓ نے کبھی خود ابوبکر کے پاس جانے اور ان سے بحث کرنے یا ان کو ملامت فرمانے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ حضرت فاطمہؓ کو سکھا کر بھیجدینے ہی پر کفایت فرمائی اور اگر شہادت کے لئے وہ فاطمہؓ کے ساتھ تشریف بھی لے گئے تو اس وقت کچھ ارشاد نہ فرمایا اور سکوت ہی اختیار کیا۔ پھر اسی چوتھی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کے رد ہونے کے بعد چالیس دن تک فاطمہؓ کو مہاجرین

یا جھوٹ ہونا ظاہر ہو جائیگا پھر تم ظاہر اور پوشیدہ بات کے جاننے والے یعنے اللہ کے پاس لوٹائے جاؤ گے پس وہ تمہیں اسکے نتیجہ سے آگاہ کریگا جو تم دنیا میں کرتے تھے عنقریب یہ لوگ جب تم انکے پاس لوٹ کر جاؤ گے تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائینگے تاکہ تم ان سے درگزر کرو پس تم انسے درگزر کرو بیشک یہ لوگ ناپاک ہیں اور انکا ٹھکانا جہنم ہے اسکی سزا میں جو یہ کرتے تھے تمہارے سامنے قسم کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ پس اگر بالفرض تم انسے راضی بھی ہو جاؤ تو بیشک اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہوگا دیہاتی لوگ کفر و نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور اس بات کے زیادہ سزاوار ہیں کہ جو دین اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہے اس کے احکام کو نہ جانیں اور اللہ دانا اور حکمت والا ہے اور دیہاتیوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے حق میں مصیبتوں کے آنے کا انتظار کرتے ہیں ان ہی پر بڑی مصیبت آئیگی اور اللہ سننے والا اور دانا ہے اور دیہاتیوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ اللہ کی

و انصار کے یہاں لئے لئے پھرے۔ اس زمانہ میں کوئی اور دوسری کارروائی آپ نے نہیں فرمائی۔ اور جب معاذ بن جبل سے گفتگو کر کے اور ان سے خفا ہو کر فاطمہؓ چلی آئیں تب پھر آپ نے انھیں ابو بکرؓ کے پاس بھیجا اور وہاں فاطمہؓ کی یہ حالت ہوئی کہ عمرؓ نے ابو بکر کی لکھی ہوئی سند چاک کر دی اور فاطمہؓ کے شکم مبارک پر نعوذ باللہ منہ لات ماری جس سے محسن ساقط ہو گئے اور اسکے بعد پچھتر دن تک فاطمہؓ بیمار رہیں اور بعد اس کے وفات فرمائیں اس سے ظاہر ہے کہ معاذ بن جبل کی گفتگو کے بعد اور فاطمہؓ کے دوبارہ تعلیم پا کر ابو بکر کے پاس جانے کا کوئی موقع نہ رہا تھا کہ فاطمہؓ کے وکیل کو فدک سے نکالے جانے کی خبر سنکر حضرت علیؓ ابو بکرؓ کے پاس جاتے اور ان سے سوال و جواب کرتے کیونکہ اسوقت تو حالت پہلے سے بدتر ہو گئی تھی۔ اور ایک تازہ مصیبت پیش آگئی تھی جس کے سامنے فدک کا غصب کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتا۔ یعنی حضرت فاطمہؓ پر عمرؓ کے ہاتھ سے وہ ظلم و ستم ہونا کہ جسے دیکھکر کسی آدمی

راہ میں خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے نزدیکی اور رسول کی دعائے خیر کا سبب سمجھتے ہیں
ہاں گاہ رہو بیشک وہ ان کے لئے نزدیکی کا سبب ہے عنقریب اللہ انھیں اپنی رحمت میں
داخل کریگا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور مہاجرین اور انصار میں سے پہلے
سبقت کرنے والے اور جو لوگ نیکی میں ان کے تابع ہیں اللہ ان سے خوش ہے اور
وہ اللہ سے خوش ہیں اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جنکے نیچے نہریں
بہ رہی ہیں اور وہ انمیں ہمیشہ رہیں گے یہ انکی بڑی کامیابی ہے اور وہ دیہاتی جو تمہارے
گرد ہیں ان میں سے بعض اور بعض مدینے والے نفاق پر اڑ گئے ہیں تم انھیں نہیں
جانتے مگر ہم انھیں جانتے ہیں عنقریب ہم دنیا ہی میں دو بار عذاب کریں گے پھر وہ
آخرت میں ایک بہت بڑے عذاب کی طرف واپس کئے جائیں گے اور کچھ دوسرے لوگ ہیں
جنھوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا ہے مگر انہوں نے ایک نیک کام اور دوسرے
برے کو باہم ملا دیا ہے عنقریب اللہ ان پر مہربانی کریگا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

کی غیرت و حمیت گوارا نہیں کر سکتی کہ اُسے برداشت کرے اور ایسے دردناک اور نفرت
انگیز اور ذلیل کن ظلم دیکھتا رہے اور اسکا بدلہ نہ لے۔ یہ وقت وہ تھا کہ شیر خدا جوش میں
آتے اور ذوالفقار علی نیام سے نکالتے اور بنت رسول پر جو ظلم و ستم ہوا تھا اسکا بدلہ عمر سے
لیتے۔ تعجب ہے کہ ایسے سخت واقعہ پر شیر خدا صبر فرما دیں اور بنت رسول کی یہ ذلت اپنی
آنکھ سے دیکھیں اور کوئی بات تک زبان سے نہ نکالیں تو انکے صبر و استقلال سے جسکا
ثبوت شیعوں کے خیال کے موافق اس سے زیادہ نہ ہوگا کون امید اور خیال کر سکتا ہے
کہ وہ ایک وکیل کے نکالنے پر غصہ میں آتے اور سوال و جواب کرنے کے لئے مہاجرین
و انصار کے مجمع میں جاتے اور ابوبکر سے مقابلہ کرتے یا ان کو ایسا سخت خط لکھتے اور انکو
ظالم اور غاصب بتاتے۔

اس روایت کو بارہویں روایت سے ملا کر دیکھنے سے غالباً ہر شخص کو ایک حیرت
ہوگی اور سوائے اس کے کہ اماموں کے اسرار اور انکے بھید ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر ہیں

اے نبی ان لوگوں کے مالوں سے صدقہ لو جس کے ذریعے سے انہیں (گناہوں سے) پاک اور صاف کر دو اور اُن کے لئے دعائے خیر کرو بے شک تمہارا دعا کرنا ان کے لئے آرام کا سبب ہے اور اللہ سننے والا اور دانا ہے کیا ان لوگوں نے نہیں جانا کہ بیشک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقہ کے مال بھی وہی لیتا ہے اور اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے اور اے نبی تم ان سے کہدو کہ تم عمل کرو پس عنقریب اللہ اور اُس کا رسول اور مسلمان تمہارے کام کو دیکھینگے اور عنقریب پوشیدہ اور ظاہر بات کے جاننے والے (یعنی اللہ) کے پاس واپس کئے جاؤ گے پس وہ تمہیں اسکے نتیجہ سے آگاہ کریگا جو تم کرتے تھے اور کچھ اور لوگ ہیں جو اللہ کے حکم کے امیدوار کئے گئے ہیں۔ یا اُنھیں عذاب کرے یا ان پر مہربانی کرے اور اللہ دانا اور حکمت والا ہے اور ان منافقوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جنھوں نے مسجد کو لوگوں کی نقصان رسانی کے لئے بنایا ہے اور کفر کرنے کے لئے اور مسلمانوں میں جدائی ڈالنے کے لئے اور اس شخص کی گھات میں

کوئی بات زبان سے نہ نکل سکیگی اور نہ کوئی بات سمجھ میں آئیگی کہ کبھی تو شیر خدا ذرا سی بات پر ایسے غضب ناک ہو جائیں کہ سزا دینے میں بھی دریغ نہ کریں اور کبھی ایسا سکوت اختیار کریں کہ بڑے سے بڑے صدمہ پر بھی جسکا بدلہ شرعاً و عقلاً جائز بلکہ واجب ہو زبان تک نہ ہلائیں۔ شاید مظہر العجائب والغرائب کی شان یہی ہے کہ ایسی عجیب باتیں سرزد ہوں جو انسانی فہم سے باہر اور طاقت بشری سے خارج ہوں۔ اس چوتھی روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت فاطمہؑ سے سند لیکر عمر نے چاک کر دی اور طمانچے لگائے اور لاتیں ماریں۔ یہاں تک کہ حمل ساقط ہو گیا مگر حضرت علیؑ نے اف نہ کی اور بارہویں روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت علی کو اطلاع ہوئی کہ اشیع بن مراہم نے جسے ابوبکر نے فدک کے انتظام کے لئے مقرر کیا تھا رعایا پر ظلم شروع کیا تو آپ کو تاب نہ رہی اس خبر کے سنتے ہی عزیز و اقارب و خدام ملازمین کو لیکر موقع پر پہنچے اور اشیع کو پکڑ بلوایا اور گھرکیاں سنائیں اور اسی پر کفایت نہ کی بلکہ اسکا سر اڑا دیا اور اس وقت آپ ایسے جوش میں تھے

بیٹھنے کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے لڑ چکا ہے اور یقیناً ضرور قسم کھائینگے۔ کہ ہم نے تو صرف بھلائی چاہی تھی اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یقیناً یہ لوگ جھوٹے ہیں اے نبی تم اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہونا بیشک وہ مسجد جس کی اول روز سے پرہیزگاری پر بنیاد رکھی گئی ہے اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو وہاں کچھ لوگ (ایسے) ہیں جو پاکیزہ رہنے .... کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے پس کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور رضامندی پر رکھی ہو بہتر ہے یا وہ شخص (بہتر ہے) جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گرنے والی کھائی کے کنارے پر رکھی ہو پھر وہ اسے ساتھ دوزخ کی آگ میں گر پڑے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا ہمیشہ ان کی وہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے ان کے دلوں میں شک کا سبب رہیگی مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں اور اللہ دانا (اور) حکمت والا ہے بیشک اللہ نے مسلمانوں سے اُنکی جانوں کو اور اُن کے مالوں کو اس بات پر مول لیا ہے کہ اُن کے لئے جنت ہو

اور آپ کی آنکھیں ایسی چمکیں اور آپ کی ذوالفقار ایسی دمکی تھی کہ سب تھرتھرانے لگے۔ اور اشیح کے ہمراہی سب ہتیار پھینک کر بھاگ گئے اور پھر جب اشیح کے قتل کے بعد خالد ان کے پاس آئے تو آپ نے اُن سے غصہ میں فرمایا کہ کیا تم مجھے بھی مالک بن نویرہ جانتے ہو اعاصر جب خالد غصہ میں آئے تو آپ نے ذوالفقار نکالی جسکی چمک دیکھکر وہ گڑگڑانے لگے اور آپ نے تلوار کے قبضہ کو خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے۔

اس روایت سے شان حیدری ثابت ہوتی ہے اور اسد الٰہی کا جلوہ نظر آتا ہے اور زمین و آسمان سے آپ کی شجاعت و حمیت پر مرحبا و تحسین کی آوازیں آتی ہیں اور لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار کا غلغلہ ہر شجر و حجر کی زبان سے سنائی پڑتا ہے۔ مگر یہ تمام حالت حیرت اور تعجب سے بدل جاتی ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں اسد اللہی شان اسد فعہ کیوں نہ دکھائی گئی جبکہ عمر نے جو بقول شیعوں کے ایک نامراد ذلیل اور کم رتبہ آدمی تھے۔ بنت رسول کو صدمہ پہنچایا۔ انکو طمانچے بھی لگائے اُن کو لاتیں ماریں اُنکا حمل گرا دیا۔ اس

وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پس مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں (ان لوگوں کے لئے جنت کا) وعدہ (ہو چکا جو) اللہ پر لازم ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کا پورا کرنے والا کون ہو پس اپنی اس بیع سے جو تم نے اللہ سے کی ہے خوش ہو اور یہی (تمہاری) بڑی کامیابی ہے (یہ لوگ) توبہ کرنے والے (ہیں) اور (اعبادت کرنے والے (اور خدا کی) تعریف کرنے والے (اور اللہ کی راہ میں) سفر کرنے والے (اور اُسی کے لئے) رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنیوالے (لوگوں کو) اچھے کام کا حکم دینے والے اور برے کام سے روکنے والے اور اللہ کے احکام کو نگاہ رکھنے والے (ہیں) اور (اے نبی ایسے مسلمانوں کو بشارت دو۔ نبی کو اور مسلمانوں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مشرکوں کے لئے مغفرت چاہیں بعد اس کے کہ انھیں ظاہر ہو چکا ہو کہ وہ دوزخی ہیں اور اگرچہ وہ (ان کے) قرابت والے ہوں اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا صرف ایک وعدہ کے سبب سے تھا جو اُنھوں نے اپنے باپ سے کیا تھا پھر جب اُنھیں معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا

موقع پر کیوں ذوالفقار علی نیام میں رکھ لیگئی اور کیوں حیدری صولت اور غضنفری ہیبت پر صبر و شکیبائی غالب آگئی حالانکہ شرعاً و عقلاً یہ موقع نہ صبر کا تھا نہ تحمل کا بلکہ والسن بالسن والجروح قصاص کے موافق کم سے کم اسکا بدلا عمرؓ کو دینا تھا تاکہ بنت رسول کی ذلت کا مزہ وہ چکھتے اور اس ظلم و ستم کی سزا خدا کے شیر کے ہاتھ سے پاتے افسوس ہے کہ ان روایتوں سے حضرات شیعہ کا یہ مطلب تو حاصل نہوا کہ جو الزام اپنے غلط خیال اور فاسد عقیدت کے موافق صحابہ پر اور حضرات شیخین پر لگانا چاہتے تھے وہ ثابت ہو بلکہ ان جھوٹی اور وضعی روایتوں سے اہل بیت کرام اور خاندان نبوت پر ایسے جھوٹے داغ لگا دیئے گئے اور وہ باتیں جس سے انکی شان ارفع و اعلیٰ تھی بلکہ جن کے خدام اور نام لیوا بھی اس سے مبرہ اور منزہ تھے اُنکی طرف منسوب کر دی گئیں۔ اور مخالفین اسلام کے لئے ایک ایسا مجموعہ تیار کر دیا گیا کہ جسکے دیکھنے سے نہ صرف اُن کو تعجب اور حیرت ہو بلکہ نفس اسلام پر وہ شک اور بانی اسلام اور اُنکے خاندان کے

دشمن ہے تو وہ اُس سے بیزار ہو گئے بیشک یقیناً ابراہیم (نہایت) نرم دل (اور) بردبار تھے اور اللہ (ایسا) نہیں ہے کہ کسی قوم کو بعد اِسکے کہ انھیں ہدایت کر چکا گمراہ کر دے۔ یہاں تک کہ اُن کے لئے اُس چیز کو بیان کر دے جس سے وہ بچیں بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے بے شک اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمھارا اللہ کے سوا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ مددگار بیشک یقیناً مہربانی کی اللہ نے نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جنھوں نے تکلیف کے وقت میں نبی کی پیروی کی بعد اسکے کہ اُن میں سے کچھ لوگوں کے دل قریب تھا کہ (راہ راست سے) پھر جائیں پھر اللہ نے اُنپر مہربانی کی بیشک اللہ انپر شفقت کرنیوالا (اور) مہربان ہے۔ اور اُن لوگوں پر (بھی اللہ نے مہربانی کی) جو (جہاد سے) پیچھے رہ گئے تھے یہاں تک کہ جب اُنپر زمین باوجودیکہ (بہت) کشادہ ہے تنگ ہو گئی اور اُن پر اُن کی جانیں تنگ ہو گئیں اور اُنھوں نے سمجھ لیا کہ اللہ (کے غضب) سے کہیں پناہ نہیں

چلن پر شبہ کرنے لگیں۔ افسوس ایسی محبت پر تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا۔

چوتھی روایت میں جو کتاب الاختصاص سے بیان کی گئی ہے یہ لکھا ہے کہ بعد اسکے کہ علی مرتضےٰؓ فاطمہؓ کو چالیس دن مہاجرین و انصار کے گھر گھر لیکر پھرے اور کسی نے مدد نکی۔ معاذ بن جبلؓ سے دو بدو فاطمہؓ کی گفتگو ہوئی وہ اُن سے خفا ہو کر چلی آئیں تو علی مرتضےٰؓ نے فاطمہ سے کہا کہ ابوبکر نرم دل ہیں اُن سے جاکر فدک مانگو کہ وہ اپنا ہی سمجھکر دیدیں چنانچہ وہ گئیں اور اُن کے اس طرح پر مانگنے سے ابوبکر نے فدک کی سند لکھدی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر کچھ سوال و جواب نہوا تھا بلکہ ہنسی خوشی سے صرف حضرت فاطمہؓ کے مانگنے پر ابوبکر نے اُنھیں سند لکھدی تھی لیکن تیسری روایت میں جو بحوالہ مصباح الانوار بحار الانوار سے نقل کی گئی ہے اسمیں فدک کے سند لکھدینے کا دوسرا ہی قصہ ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوبکر وارث سلیمان داؤد کی حجت پیش ہونے پر قائل ہوئے اور فاطمہؓ

(ملسکتی) مگر اسیکی طرف پھر اللہ نے (اُنپر مہربانی کی اور) اُنکی توبہ قبول کی تاکہ وہ (اللہ کیطرف) رجوع کریں بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے اے ایمان والو اللہ (کے غضب) سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ مدینہ والوں کو اور اُن دیہاتیوں کو جو اُن کے آس پاس (رہتے) ہیں یہ سزاوار نہیں ہے کہ (جہاد میں) رسول اللہ کے پیچھے رہجائیں اور نہ (یہ سزاوار ہے کہ) اپنی جانوں کو رسول کی جان (پر نثار کر دینے) سے بچائیں یہ (حکم انہیں) اس لئے (دیا جاتا ہے) کہ اُنھیں اللہ کی راہ میں کچھ پیاس یا کچھ تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ کوئی ایسی راہ چلیں گے جو کافروں کو غصہ میں لائے اور نہ کسی دشمن سے کچھ لینگے مگر یہ کہ اسکے عوض میں اُن کے لئے ایک نیک کام (اُن کے نامۂ اعمال میں) لکھدیا جائیگا بیشک اللہ نیکی کرنیوالوں کا ثواب ضائع نہیں کرتا اور نہ وہ (اللہ کی راہ میں) کچھ خرچ کرینگے کم یا زیادہ اور نہ وہ کوئی میدان طے کرینگے مگر یہ کہ اُن کے لئے (اُسکا ثواب) لکھدیا جائے گا تاکہ اللہ انھیں اس اچھے کام

کے دلائل سُنکر مجبور ہوئے تب فدک کی سند فاطمہؑ کو لکھدی اور اُسپر علی اور ام ایمن کی گواہی بھی ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سند لکھنے کا سبب ابو بکر کا فاطمہؑ کی حجتوں سے قائل ہو جانا تھا۔ اور نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فاطمہؑ تنہا تشریف نہ لیگئیں تھی بلکہ علی اور ام ایمن بھی اُنکے ساتھ تھے ورنہ ان کی گواہی اس سند پر جو ابو بکر نے لکھی کیونکر ہوتی اور پھر اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راہ میں عمر فاطمہؑ کو ملے اور اُن سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آتی ہیں اُنھوں نے کہا کہ ابو بکر کے پاس سے آتی ہوں اور اُنہوں نے مجھے سند بھی فدک کی لکھدی ہے عمر نے کہا اُسے ذرا مجھے تو دکھایئے آپ نے دیدی عمر نے اُسپر تھوکا اور اُسے مٹا دیا جب آگے بڑھیں تو علی ملے اُنھوں نے فاطمہؑ سے پوچھا کہ آپ اِسوقت اتنی خفا کیوں ہیں تب اُنھوں نے بیان کیا کہ عمر نے اُنکے ساتھ کیا کیا اسپر حضرت علی نے فرمایا مارکبوا منی ومن ابیک اعظم من هذا فرضت کہ ان لوگوں نے اِس سے بڑھکر میرے اور تمہارے باپ کے حق میں اور دوسری بات

کا بدلہ دے جو وہ کرتے تھے اور (مسلمانوں کو چاہیئے کہ علم حاصل کریں مگر) مسلمانوں کو یہ نہ چاہیئے کہ (یکبارگی) سب لوگ (علم حاصل کرنے کے لئے اپنے گھروں سے) نکل جائیں پس کیوں نہ نکلے اُن کے ہر گروہ سے ایک جماعت تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کے پاس جب لوٹ کر آئیں تو اُنھیں (اللہ کی نافرمانی سے) ڈرائیں تاکہ وہ (بُری باتوں سے) بچیں اے ایمان والو جو کفار تمھارے نزدیک (رہتے) ہیں (پہلے) اُن سے لڑو اور چاہیئے کہ وہ لوگ تم میں سختی پائیں (یعنے اُن سے بہ سختی پیش آؤ) اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ اور جب کوئی سورت نازل کیجاتی ہے تو اُن میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس (سورت) نے تم میں سے کس کا ایمان بڑھا دیا پس (ان سے کہدو کہ) جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اُنکے ایمان کو بڑھا دیا اور وہ لوگ (اس سے) خوش ہوتے ہیں اور لیکن وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں (کفر کی) بیماری ہے اُن کی نجاست پر (اور) نجاست کو بڑھا دیا اور وہ لوگ کافر ہونیکی حالت میں

نہیں کی۔ اور پھر آپ بیمار ہو گئیں۔ اس میں ایک تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ سند لکھنے کے وقت تو علی اور ام ایمن موجود تھے پھر وہ فاطمہؑ کے ساتھ گھر تک کیوں نہیں آئے کیا وہ وہاں رہ گئے یا اور کہیں چلے گئے اور فاطمہؑ کو تنہا روانہ کر دیا۔ دوسرے اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ عمرؓ نے فاطمہؑ کو طمانچے مارے اور لاتیں لگائیں اور محسن سقط ہو گئے کیونکہ علی نے صرف اُن کو غصہ میں پایا اور ما رکبوا منی ومن ابنیٰ اعظم من ھذا کہکر جب ہو گئے اس سے تکذیب اُس ظلم و ستم کی ہوتی ہے جو فاطمہؑ کی نسبت عمرؓ کی طرف سے بیان کیا گیا ہے۔

چھٹی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہم نے نقل کی وہ سب سے زیادہ اہم اور قابل غور ہے اور اس سے ہبہ فدک کے دعوی کی تکذیب ایسی ثابت ہوتی ہے کہ بغیر اسکے کہ خود اس روایت کو جھوٹا کہا جائے اور یہ خطبہ وضعی قرار دیا جائے دوسرا جواب کوئی بن نہیں پڑتا اور اسی واسطے علمائے امامیہ کو اس میں بہت دقت پیش آئی اور

مرگئے کیا یہ (منافق) نہیں دیکھتے کہ ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ وہ بلا میں ڈالے جاتے ہیں پھر (بھی) تو یہ نہیں کرتے اور نصیحت نہیں مانتے اور جب کوئی سورت نازل کیجاتی ہے تو ان میں کے بعض بعض کیطرف دیکھتے ہیں (اور باہم پوچھتے ہیں) کہ کوئی تمھیں دیکھتا ہے یا نہیں (پھر اپنے گھروں میں) لوٹ جاتے ہیں اللہ نے اُنکے دلوں کو پھیر دیا۔ اس سبب سے کہ وہ (ایسے) لوگ ہیں کہ سمجھتے نہیں (اے لوگو) بیشک یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک (ہمارا) پیغمبر آیا اُسپر شاق ہے کہ تم (اخروی) تکلیف اٹھاؤ وہ تمہارے (ایمان لانیکے) اوپر حریص ہے مسلمانوں پر شفقت کرنیوالا مہربان ہے پس (اے نبی) اگر یہ لوگ (تمہاری اتباع سے) اعراض کریں تو کہدو کہ مجھے اللہ (کی مدد) بس ہے کوئی معبود سوا اُسکے نہیں میں نے اُسپر بھروسہ کیا اور وہ عرش بزرگ کا مالک ہے۔

اسپرسر ولیم میور متوفی نے بہت کچھ زہر اگلا ہے اور نہایت ہی ناشائستہ الفاظ حضور انور کی نسبت استعمال کئے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ کس تلخ ترین صورت سے محمد (صلے اللہ

نہایت حیران و ششدر رہو گر اُسکے متعلق ایسی باتیں بنائی ہیں کہ جنکو کوئی شخص مان نہیں سکتا اس روایت کی تکذیب تو علمائے امامیہ کر نہیں سکتے اسلئے کہ اوّل تو نہایت صحیح روایتوں میں سے ہے دوسرے اس روایت کی بنیاد پر بہت بڑی عمارت صحابہ کے ظلم و ستم کی کھڑی کی ہے وہ اس روایت کے غیر معتبر کہنے سے سب ڈہی جاتی ہے۔

خطبہ کی صحت اور عظمت جو شیعوں کے نزدیک ہے وہ اس سے ثابت ہوتی ہے کہ علمائے امامیہ نے اُسکی صحت کی نسبت بہت بڑے دعوے کئے ہیں اور نہ صرف اپنی روایتوں سے اسے بیان کیا ہے بلکہ سنیوں کی کتب سے بھی اس کے ثابت ہونے کی بہت کوشش کی ہے۔ ملا باقر مجلسی اُسکی نسبت فرماتے ہیں۔ اعلم ان ھذا الخطبۃ من الخطب المشھورۃ التی رواھا الخاصۃ والعامۃ بأسانید متظاھرۃ۔ کہ اسے سمجھ لو یہ خطبہ مشہور ترین خطبوں میں ہے جسکو شیعہ اور سُنّی دونوں نے معتبر اسناد سے بیان کیا ہے اور کتاب معۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا میں جو خاص اسی خطبہ کی شرح کے لئے

علیہ وسلم) نے یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنے ساتھ سے علیحدہ کر دیا۔ پہلے انھیں اُنکی کتب مقدسہ کے ماننے پر دھوکہ دیتے رہے اور جب پوری قوت حاصل ہوگئی تو انھیں اپنے میں سے اس طرح علیحدہ کر دیا جیسے دودھ میں سے مکھی نکال کے پھینک دیتے ہیں سوائے برات میں کہیں بھی یہودیوں اور عیسائیوں کی نسبت تحقیر آمیز الفاظ کا استعمال نہیں ہوا زیادہ تر بت پرستوں سے خطاب کیا گیا ہے مگر تعجب ہے کہ میور متوفی کو اتنا غصہ کیوں آیا اور اُس نے کیوں آپے کے باہر ہو کے ایسے سخت اور درشت الفاظ حضور انور کی نسبت استعمال کئے۔ فقط۔

بارہواں باب

اطاعت قبول کرنیکی سفارتوں کا مدینہ میں آنا

سنہ ہجری کا نواں اور دسواں سال مطابق سنہ ۶۳۰ و سنہ ۶۳۱ ع

حضور انور کے وصال باری تعالیٰ کا زمانہ قریب ہوتا جاتا تھا کیونکہ آپ اپنا کام قریب قریب

لکھی گئی ہے اور ایران میں چھپی ہے اُس کے صفحہ ۱۴۸ میں لکھا ہے۔ والاجتجاج المشهور كالمنور على الطور المسطور في كتاب مسطور في رق منشور المعروف بخطبة تظلم الزهراء التي مقصودنا من هذا الكتاب شرحها وكل ما أذكر الى هنا كان مقدمة بالنسبة اليها ونحن نشرع الآن في ايراد تلك الخطبة الشريفة المشتملة على الآيات البينات والبراهين الساطعات والحجج الواضحات والدلائل القاطعات الى قوله وبالجملة لا اشكال ولا شبهة في كون الخطبة من فاطمة الزهراء وان مشايخ آل ابي طالب كانوا يروون لهم عن آبائهم ومشايخ الشيعة كانوا يتداولونها بينهم ويتلقونها بالقبول يعلمون السنتهم اور پھر اسکی فصاحت کی نسبت لکھتے ہیں۔ تلك الخطبة والغراء الساطعة عن سيد النساء اسلوبها تحير من العجب منها والاعجاب بها احلام

پورا کر چکے تھے اور جس کا ادنےٰ ثبوت یہ ہے کہ تمام جزیرہ نمائے عرب سے آپ کی اطاعت قبول کرنے کے لئے سفارتوں پر سفارتیں آنی شروع ہوئیں طائف کا مفتوح ہونا اور اُس کے مشہور بت کے پارہ پارہ کئے جانے نے جزیرہ نمائے عرب کے مشرق اور جنوب پر ایسا اثر کیا کہ سب میں ایک زلزلہ سا آگیا ان واقعات کے چند مہینے گزرنے کے بعد اور نویں سال ہجری کے ختم ہونے سے پہلے یمن۔ عمان۔ بحرین اور یمامہ وغیرہ سے سردار آئے اسلام قبول کیا اور حضور انور کی اطاعت کا حلف اٹھایا۔ ان میں سے بہت سے پہلے ہی سے مسلمان تھے اور جو باقی تھے وہ اب مسلمان ہو گئے تھے یمن کے تمام نصرانی شہزادے یکے بعد دیگرے مسلمان ہو گئے۔

ایک خط حضور انور نے خلیج فارس کی جانب بحرین کے سردار کو بھیجا وہ خط دیکھتے ہی مسلمان ہو گیا اور اس نے حضور انور کی خدمت میں یہ عریضہ بھیجا کہ میں نے حضور کا خط جب اپنے آدمیوں کو سُنایا تو انمیں سے بہت سے تو خوشی خوشی مسلمان ہو گئے

الفصحاء و البلغاء۔ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ منجملہ اُن حجتوں کے جو حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر سے کیں ایک وہ مشہور حجت ہے کہ گویا وہ طوٰی کی روشنی ہے اور لوح محفوظ میں لکھا ہے یعنی وہ خطبہ جو بنظم زہرا کے نام سے مشہور ہے اور جسکی شرح ہم اس کتاب میں لکھنا چاہتے ہیں۔ اور وہ خطبہ مشتمل ہے کھلی نشانیوں اور روشن دلیلوں اور واضح حجتوں اور قطعی برہانوں پر اور جسکی صحت میں کچھ بھی شبہ نہیں ہے اور بزرگان آل ابی طالب ہمیشہ اُسے اپنے آباواجداد سے روایت کرتے اور اپنی اولاد کو سکھاتے چلے آئے ہیں اور مشائخ شیعہ کے درس میں وہ رہا ہے اور ہمیشہ اُسے اپنے ہاتھوں اور زبانوں میں رکھتے چلے آئے ہیں۔

جبکہ یہ خطبہ شیعوں کے نزدیک ایسا صحیح ہے اور کالنور علی الطور سمجھا جاتا ہے تو جو کچھ اُس سے ثابت ہو کہ فاطمہؑ نے اُس میں یہ بیان کیا اور فلاں چیز کا دعوے فرمایا اُسی کو موافق شیعوں کے عقیدے کے صحیح سمجھنا اور جسکا اُس میں ذکر نہ ہو اُسکو

اور بہت سوں نے اس نئے مذہب سے ناراضی کا اظہار کیا حضور انور نے اس کا یہ انتظام فرمایا کہ یہودی وغیرہ گروہوں نے جو مسلمان ہونے سے انکار کیا ہے اُن سے وہ خراج لیا جائے جو اس صوبہ پر ڈالا گیا ہے۔

بحرین کے قبائل نے جنہوں نے مدینہ میں نویں سال ہجری کے اختتام پر سفارتیں بھیجیں ان میں قبیلہ بنی بکر بھی تھا جو بیس سال پہلے ایرانی شائستہ افواج کو سخت بے عزتی کی شکستیں دے چکا تھا ان میں ایک قبیلہ عبدالقیس تھا اور ایک حنیفہ یہ قبیلہ بنی بکر کی نصرانی شاخیں تھیں جو یمامہ میں رہتی تھیں بنی حنیفہ کی سفارت کا سرکردہ مسیلمہ تھا جب مدینہ میں آیا تھا اسے کچھ ایسا خبط سوار ہوا کہ وہ خود پیغمبری کا دعوے کر بیٹھا جس وقت یہ سفارت رخصت ہونے لگی تو حضور انور نے ایک برتن جسمیں تھوڑا سا پانی تھا اس سفارت کے حوالے کیا اور فرمایا کہ یہ وہ پانی ہے جو میرے وضو سے بچا ہوا ہے اور آپ نے فرمایا کہ یہ پانی تم لیجاؤ اپنے گرجے کو ڈھا دو اور اسجگہ یہ پانی چھڑک دو اور وہاں

غلط جاننا چاہیئے۔ اس لئے ہم اس کتاب کے ناظرین سے خصوصاً علمائے امامیہ سے امید کرتے ہیں کہ اسپر غور فرمائیں کہ سارے خطبہ میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا ہو کہ تم نے فدک مجھسے چھین لیا۔ یا میرے باپ نے مجھے وہ ہبہ کیا تھا۔ یا وہ میرے قبضہ میں تھا نہ اشارۃً نہ صراحۃً ہبہ کا نام اُسمیں آیا ہے جو کچھ اسمیں بیان کیا گیا ہے وہ صرف متعلق میراث کے ہے اور جو کچھ ظلم وستم کا استغاثہ کیا ہے وہ اسی بات پر ہے کہ ترکہ نبوی نہیں دیا گیا اور جو حجتیں اور دلیلیں اس میں حضرت سیدۃ النسائے بیان کی ہیں مثل ورث سلیمان داؤد وغیرہ کے وہ سب متعلق میراث کے ہیں۔ اگر فدک درحقیقت پیغمبر خدا صلعم نے آپ کو ہبہ کیا ہوتا اور وہ آپکے قبضہ میں ہوتا اور ابوبکر صدیق رضؓ نے آپ کا قبضہ اٹھا کر اُسپر اپنا قبضہ کر لیا ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ اُسمیں اُسکا کچھ بھی ذکر نہ کیا جاتا اور ایسی بڑی بات جو صراحۃً شرع اور عقل اور قانون اور عام برتاؤ کے خلاف تھی یعنی کسی چیز کو کسی کے قبضہ سے

ایک مسجد بنا دو چنانچہ اُنہوں نے بڑی سرگرمی سے اس حکم کی تعمیل کی اس موقع پر بھی سر ولیم میور متوفی نے بہت کچھ افسوس ظاہر کیا ہے کہ کس طرح جزیرہ نما عرب میں نصرانیت کے قدم جم سکتے تھے جبکہ عیسائیوں پر خراج واجب کر دیا گیا تھا اسکے گرجے خراب کر ڈالے اسکی عبادت کی چیزوں کو بالکل ستیاناس کر دیا یا بالفاظ دیگر نصرانیت کو پیروں کے نیچے کچل دیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ نصرانیت جزیرہ نمائے عرب سے بالکل نیست و نابود ہو گئی سر ولیم میور نے مسلمانوں کی جو کچھ شکایت کی ہے اور جو وجہ جزیرہ نمائے عرب سے نصرانیت کے نیست و نابود ہونے کی لکھی ہے اُس کی عام واقعات زمانہ سے تصدیق نہیں ہوتی۔ واقعات زمانہ تو اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ جہاں جس شئے کی زیادہ مخالفت ہوئی اُس نے زیادہ ترقی کی اور یہ بات ہم خود آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اصل میں حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ جس جزیرہ نما میں آپ پیدا ہوئے اور جس مذہب کی آپ نے منادی کی پھر وہاں

لے لینا خلیفۂ وقت سے واقع ہوئی اس کا اظہار مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی کے سامنے نہ کیا جاتا۔

یہ خطبہ جو حضرت فاطمہؑ نے بیان فرمایا طول میں دو جزو سے کم نہیں ہے۔ اور فصاحت اور بلاغت میں ہم پلہ قرآن سمجھا گیا ہے اور صحابہ کے ظلم و ستم کا گویا وہ پورا نقشہ ہے اور اُس وقت یہ فرمایا گیا ہے جبکہ تمام مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی ابوبکر کے پاس موجود تھے اور ایسے درد انگیز لفظوں میں بیان کیا گیا کہ سننے والے رونے اور چیخنے لگے تھے تو کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایسے موقع اور محل پر حضرت فاطمہؑ اُسی چیز کو بیان نفرمائیں جو سب سے زیادہ ضروری اور سب سے بڑھکر اُنکی مظلومیت اور خلیفۂ وقت کے ظلم کو ثابت کرنیوالی تھی۔

چونکہ یہ ایک بہت بڑی بات تھی کہ ایسے موقع پر اس خطبہ میں ہبہ کا ذکر نہ کیا گیا اِس لئے علمائے امامیہ کی توجہ اس طرف مایل ہوئی اور اُنہوں نے بھی

دوسرے مذہب کے قدم نہ جم سکے آجتک جسکو تیرہ سو برس گزر چکے یہ معجزہ اپنی قوت کے ساتھ جوں کا توں باقی ہے۔

ہجری کا دسواں سال جدید سفارتوں سے جو جنوب سے آئی تھیں شروع ہوا بنی مراد اور بنی زبید نے جو یمن کے ساحل کے رہنے والے تھے سفارت کے ذریعہ سے اطاعت کا پیغام حضور تک پہنچایا بنی خولان جو اسی نام کے ملک میں پہاڑیوں میں رہتے تھے حاضر خدمت ہوئے حضور نے انھیں حکم دیا کہ تم اپنے مشہور بت ذوالخلاصہ کو توڑ ڈالو یہ وہ مشہور بت تھا جس کی وجہ سے مندر کعبۂ یمن میں کہلاتا تھا۔

اسی عرصے میں پندرہ بیس آدمیوں کی ایک جماعت یمن کے بنی آزاد قبیلہ کی حاضر خدمت ہوئی اُن کا سردار اُن کے ساتھ تھا جسے حضور انور نے بھی قبیلے کا سردار تسلیم کرلیا اور یہاں تک اسے حکم دیدیا کہ وہ آس پاس کے بت پرستوں سے جنگ کرے چنانچہ حضور انور کے حکم کی تعمیل ہوئی اُس نے بت پرستوں کے مشہور شہر کا محاصرہ کرلیا مگر

اس امر کو ضروری سمجھکر اُسکے جواب کی فکر کی اور لفحوائے الغریق یتشبث بکل حشیش جو کچھ اُس کے جواب میں کہا وہ سراسر لغو اور بالکل بیہودہ ہے جسے کوئی بھی نہیں مان سکتا۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار میں اسی خطبہ کی شرح میں ایک مقام پر فرماتے ہیں اعلم انہ قد وقعت الروایات المتظافرۃ کما ستعرف فی انحاء ادعت فدک کانت نحلۃ لہا من رسول اللہ ص فلعل عدم تعرضہا ص فی ھذہ الخطبۃ لتسلک الدعوی لیاسہا عن قبولھم ایاھا اذ کانت الخطبۃ بعد ما رد ابوبکر شہادۃ امیر المومنین ومن شھد معہ وقد کانت المنافقون الحاضرون معتقدین بصدقۃ فتمسک بحدیث المیراث لکونہ مرضوریا تالدین یعنی روایات متظافرہ کہ تم کو عنقریب معلوم ہوگا اس باب میں وارد ہوئی ہیں کہ حضرت فاطمہؑ نے فدک کے ہبہ ہونے کا رسول اللہ صلعم کی طرف سے دعوی کیا تھا۔ پس آپ کا اس خطبہ میں دعوئی ہبہ فدک سے تعرض نکرنا شاید اس خیال سے ہوگا کہ آپ اُس دعوی کے

مہینہ بھر تک اُسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی اخیر وہ ایک پہاڑی کی طرف پسپہ ہوا دشمن نے اس کا تعقب کیا ایک موقع پر بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ دشمن پسپہ ہوا اس قبیلہ نے اسی وقت حضورِ انور کی خدمت میں ایک خاص سفارت بھیجکر اطاعت قبول کرلی۔

پھر حضرموت سے دو قبیلوں کے دو شہزادے حضور میں حاضر ہوئے ایک ساحل بحر کا حکمراں تھا دوسرا اندرون ملک کا یہ شہزادے بہت اعلےٰ درجہ کا لباس پہنکر حضورِ انور کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور نے فرمایا کیا تم سب مسلمان ہونا چاہتے ہو اُنہوں نے عرض کیا کہ ہم تو اسی لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں حضور نے ارشاد کیا جب یہ بات ہے تو یہ ریشمی لباس کیسا لباس فوراً اُتار کے پھینک دیا گیا اور اُسے پارہ پارہ کر دیا گیا حضور انور اس نظارہ سے بہت ہی محظوظ ہوئے آپ نے بلال کو اذان کا حکم دیا اذان سنتے ہی مسلمان مسجد میں جمع ہوے حضور انور نے ان سب مسلمانوں سے شہزادوں کا تعارف کرایا پھر حضور نے یہ فرمایا جب سے تم مسلمان ہوئے ہو قاعدے کے

قبول ہونے سے مایوس ہوگئی ہونگی۔ اس لئے کہ خطبہ بعد رد کرنے ابو بکر کے شہادت امیر المومنین کو مع اور شاہدوں کے ہوا تھا۔ اور جو منافق اُس وقت موجود تھے وہ ابو بکر کے صدق کے معتقد تھے۔ اس لئے حضرت فاطمہؑ نے حدیث میراث سے تمسک کیا۔ کیونکہ یہ ضروریات دین سے ہے۔

یہ جواب جیسا کہ اسکے لفظوں سے ظاہر ہے ایسا ہے کہ خود جواب لکھنے والے اور ان کے ہم مذہب دل سے اسے قبول نکرتے ہوں گے اور جو روایتیں ہم اوپر نقل کر چکے اکثر اُن میں سے اس جواب کی غلطی ظاہر کرتی ہیں۔ اس جواب میں جو یہ لکھا ہے کہ یہ خطبہ حضرت سیدہؑ نے اس وقت بیان کیا جبکہ امیر المومنین اور دیگر گواہوں کی شہادت ابو بکر نے رد کر دی تھی۔ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس خطبہ کی روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ بعد تردید شہادت کے یہ خطبہ بیان کیا گیا ہو۔ بلکہ جو روایت احتجاج طبرسی سے ہم نے بیان کی اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔ راوے

مطابق کل قلعہ جات اور تمام زمین تمہارے قبضہ میں رہیگی ہاں دس میں سے ایک حصّہ تم سے لیا جائیگا اور ایک ایماندار اور منصف کلکٹر اسکے لئے مقرر کر دیا جائیگا پھر حضور نے فرمایا جب تک تم مسلمان ہو کسی طرح کی بھی اس میں زیادتی نہیں ہونے کی نہ کوئی تمہاری طرف آنکھ بھر کے دیکھ سکیگا میں اور میرے دوست تمہارے مددگار رہیں گے۔ معاویہ ابوسفیان کے بیٹے نے ان شہزادوں کی دعوت کی راستے میں مفرور شہزادے نے جو کچھ اسکے ساتھ کیا گیا تھا وہ بیان کیا اور اس سے ایک حد تک اپنی بیزاری ظاہر کی آناً فاناً میں بُت پرستی کا اثر مٹنا مشکل تھا پھر شہزادے نے معاویہ کو حکم دیا کہ میں اس بات کو کبھی گوارہ نہ کروں گا کہ تو اونٹ یا گھوڑے پر سوار ہو کے میرے پیچھے پیچھے آئے ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ جوتی پہن کے تو پاپیادہ بھی نہیں چل سکتا کیونکہ اسمیں میں اپنی توہین سمجھتا ہوں اس وقت دوپہر تھی اور زمین آگ کی طرح سے جل رہی تھی معاویہ نے اپنے مہمانوں کی یہ ساری باتیں برداشت کیں مگر اسکے اس طرز عمل سے معاویہ کو

عبد اللہ الحسن باسنادہ عن آبائہ انہ لما اجمع ابوبکر علی منع فاطمۃ فدک وبلغہا ذلک کانت خمارہا۔ الخ۔ کہ جب ابوبکر نے ارادہ کر لیا کہ فدک سے فاطمہ کو محروم کریں اور یہ خبر حضرت فاطمہؓ کو پہنچی تو انہوں نے اوڑھنی اوڑھی اور چادر لپیٹی اور اپنے نوکروں اور قوم کی عورتوں کو ساتھ لیکر ابوبکر کے پاس آئیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا ابوبکرؓ کے پاس یہ تشریف لانا اول ہی مرتبہ تھا اور اسکا باعث صرف اُس خبر کا پہنچنا تھا جو اُنکو ابوبکرؓ کے ارادہ کی پہنچی کہ وہ فدک نہیں دینا چاہتے یا اُسپر تصرف رکھنے سے مانع آتے ہیں۔ اور چونکہ اس روایت میں اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ خبر کیونکر پہنچی اسلئے ظاہر ہے کہ جواب میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعد تردید شہادت کے حضرت فاطمہؓ تشریف لیگئیں صرف قیاسی ہے مگر یہ قیاس صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ الفاظ بلغہا ذلک یعنی جب یہ خبر فاطمہؓ کو پہنچی" اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس سے بیشتر حضرت فاطمہؓ کو کچھ خبر نہ تھی اور یہ ظاہر ہے کہ شہادت علی اور ام ایمن وغیرہ کی بغیر اُن کی اطلاع کے

تعجب بہت ہوا کیونکہ یہ لوگ مساوات اور بھائی چارے کے عادی تھے۔

دوسرے شہزادے سے جو مسلمان ہو گیا تھا حضرت ابوبکر صدیق کی لڑکی سے شادی ٹھیری مگر لڑکی کے والدین نے حضرموت، جیسے دور دراز ملک میں اپنی بچی کو بھیجنا گوارہ نہیں کیا۔

غرض اسلام کی عظمت و وقعت عرب کے جنوب میں اچھی طرح تسلیم کرلی گئی حضور نے کلکٹروں کی ایک جماعت دہ یکی وصول کرنے کے لئے روانہ فرمائی اس جماعت کا سرگروہ معاذ ابن جبل تھا جو ابھی مکہ سے اپنی سفارت کا فرض ادا کرکے مدینہ پہنچا تھا جس وقت حضور انور معاذ کو رخصت کرنے لگے تو آپ نے یہ فرمایا تم بہ محبت لوگوں سے پیش آنا تلخی سے گفتگو نہ کرنا چہرے پر کوئی شکن نہ ہو جب کسی سے گفتگو کرنا خندہ پیشانی کے ساتھ ہو یہودیوں اور نصرانیوں سے بھی تمھیں ملنے کا اتفاق ہوگا جو یہ دریافت کرینگے کہ بہشت کی کنجی کیا ہے تم کہدینا کہ بہشت کی کنجی یہ ہے

بلکہ بغیر اُن کی طلب کے نہیں ہوئی جیساکہ دوسری روایت میں جو ہم نے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے بیان کیا گیا ہے کہ بعد پیغمبر کی وفات کے فاطمہؑ فدک مانگنے کے لئے ابوبکر کے پاس آئیں اُنہوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم سوائے سچ کے کچھ نہ کہو گی لیکن گواہ لاؤ اُسپر وہ علی کو لیگئیں اور پھر ام ایمن کو۔ اور چوتھی روایت سے جو ہم نے کتاب الاختصاص سے بحوالہ بحار الانوار نقل کی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوّل حضرت فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئیں اور میراث کا مطالبہ کیا اور جب ابوبکر نے یہ جواب دیا کہ پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو آپ علی کے پاس واپس تشریف لائیں حضرت علی نے کہا کہ پھر لوٹ کر جاؤ اور کہو کہ سلیمان داؤد کے کیوں وارث ہوئے اور اُسی کتاب الاختصاص کی روایت میں یہ بھی بیان ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ کو خبر ہوئی کہ اُنکے وکیل کو فدک سے نکالدیا تب وہ ابوبکر کے پاس آئیں اور اُن سے کہا کہ تم نے میرے وکیل کو نکالدیا حالانکہ اسپر میرے گواہ موجود ہیں۔ پس یہ سب روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں

کہ خدا کو ایک جانے اور کسی کو اُسکا شریک نہ بنائے حضور انور نے جو ڈیشیل اختیارات بھی اپنے سفیروں کو دیئے تھے اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ قرآن مجید میں اگر کوئی بات نہ ہو اور تمہیں کوئی حدیث بھی معلوم نہ ہو تو تم اپنی رائے سے فیصلہ کر سکتے ہو۔

حضور انور کی مبارک زندگی کے اخیر زمانہ میں لڑائیاں وغیرہ سب بند ہو گئی تھیں ہاں ہجری کے دسویں سال دو مہموں کا ضرور انتظام ہوا تھا انہیں سے ایک مہم کا سرگروہ خالد تھا جو نجران کے قبیلہ بنی حارث کے مقابلہ میں روانہ ہوئی تھی خالد نے عام طور پر یہ اعلان دیا کیا تو مسلمان ہو جاؤ یا خراج ادا کرو آس پاس کے کل قبائل نے اسلام قبول کر لیا حضور انور خالد کی اس کارروائی سے بہت ہی محظوظ ہوئے آپ نے فرمایا کہ بنی حارث کی ایک سفارت لیکے تم میرے پاس چلے آؤ چنانچہ قبیلہ بنی حارث کی ایک سفارت مدینہ میں پہنچی حضور نے اس سے بہت اخلاق کا برتاؤ فرمایا۔

ابھی چند قبیلہ یمن میں ایسے تھے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے تو حضور انور نے تین سو

کہ حضرت فاطمہؓ کا جانا ایکمرتبہ بلکہ دو مرتبہ اسکے پہلے ہوا ہوگا اور اس میں تو کچھ شبہ ہی نہیں کہ شہادت خود اُنھوں نے پیش کی اور اُنکے سامنے ابو بکرؓ نے اُسے رد کیا اور اسپر وہ خفا ہوئیں تو یہی وقت تھا کہ جو کچھ حضرت فاطمہؓ کو فرمانا تھا فرماتیں اور جو کچھ ملامت کرنی تھی وہ شیخین اور اصحاب پر کرتیں۔ اُس واقعہ کی نسبت جو انکے سامنے ہوا ہو کون کہہ سکتا ہے کہ اُسکی خبر فاطمہؓ کو پہنچی اور وہ ابو بکر کے پاس گئیں اور یہ خطبہ بیان فرمایا۔ یہ تو اُسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ شہادت بغیر اُنکی اطلاع کے یا اُن کے پیچھے ہوئی ہوتی اور اُنکی غیبت میں ابو بکر نے اُسے رد کیا ہوتا اور پھر اُسکی خبر کسی نے حضرت فاطمہ کو دی ہوتی اور اُسے سنکر انہیں جوش آیا ہوتا اور وہ ابو بکر کے پاس تشریف لیگئی ہوتیں اور یہ خطبہ بیان کیا ہوتا۔ واذلیس فلیس۔

علاوہ اسکے تیسری روایت جو مصباح الانوار سے ہم نے بیان کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ ابو بکرؓ کے پاس گئیں اور اُن سے فدک کا مطالبہ کیا اور

سواروں کیساتھ حضرت علی کو روانہ کیا کہ جاکے ان قبائل کو مطیع کر لو ہمیشہ یمن حجاز پر چڑھائی کرتا رہا تھا اب یہ پہلا موقعہ تھا کہ ایک حجازی فوج یمن کے فتح کرنے کے لئے روانہ ہوئی ہے۔ حضرت علی کا مقابلہ بہت ہی کم ہوا آپ نے اِرد گرد ملک کو کھنگال ڈالا عورتیں بچے۔ اونٹ بھیڑوں کے گلّے غرض ہر طرح کا سامان غنیمت لیکے مکّہ کی طرف روانہ ہوگئے جس وقت حضرت علی واپس آرہے تھے تو مخالف قبائل نے بالکل مایوس ہوکے جمعیت کے ساتھ حضرت علی کے سواروں پر حملہ کیا تیر مارے اور پتھر برسائے مسلمان سوار جم گئے اور مقابلہ شروع کیا قبائل کے بیس آدمی مارے گئے اور وہ سب بھاگ گئے۔ حضرت علی نے اپنی فوج کو تعاقب سے روک دیا اور فوراً پناہ گزینوں کو نئی شرطیں قبول کرنے کے لئے طلب کیا قبائل کے سردار عاجزانہ طور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا ہمیں کل شرطیں قبول ہیں اب ہم ان سے انحراف نہیں کرینگے۔ حضرت علی نے انکا وعدہ قبول کر لیا اور آپ تمام مال غنیمت لیکے مکّہ روانہ ہوئے اور حضور کے

بعد بہت سی حجتوں کے ابو بکر نے قائل ہوکر فدک کی سند لکھدی اور حضرت علی اور ام ایمن کی اُسپر گواہی بھی ہوئی۔ مگر جب حضرت فاطمہؓ باہر تشریف لائیں تو عمرؓ نے لیکر اُسے چاک کر دیا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں تک معاملہ کا تعلق حضرت ابو بکر سے تھا وہ حسب مرضی جناب سیدہ کے طے ہوگیا تھا اور اُنہوں نے سند بھی لکھکر آپ کے حوالہ کر دی تھی جو کچھ ظلم ہوا وہ عمرؓ کی طرف سے ہوا۔ ایسی حالت میں قیاس مقتضی اس کا ہے کہ اگر حضرت فاطمہؓ کو شکایت ہوتی تو وہ ابو بکر کے پاس واپس تشریف لاتیں اور فرماتیں کہ تم نے میری حجتیں سنکر میرے دعوی کو تسلیم کیا اور مجھے سند بھی لکھدی مگر تمہارے رفیق نے اُسے چاک کر دیا۔ غرضکہ جو کچھ شکایت کرتیں وہ عمر کی کرتیں اور اگر ابو بکر نہ سنتے تو صحابہ سے شکایت کرتیں اور ان سے فرماتیں کہ دیکھو جنکو تم نے خلیفہ کیا ہے اور مسلمانوں کے سردار بنے ہیں اُنکی یہ حالت ہے کہ ابھی مجھے سند فدک لکھدی اور انکے رفیق نے اُسے پھاڑ ڈالا اور اب یہ اُسکے ساتھ ہوگئے

آخری حج میں یہاں آپ کے ساتھ آکے مل گئے۔

قبیلہ نے اپنا وعدہ ایفا کیا وہ لوگ حضور انور کے قاصد معاذ وارد یمن کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں حضور انورؐ کی خدمت میں مدینہ لے چلو چنانچہ دوسو منتخب آدمی قبیلہ میں سے گیارہویں سال ہجری کے آغاز میں مدینہ پہنچے اور اُنہوں نے حضور سے بیعت کی اور مسلمان ہو گئے (کاتب الواقدی صفحہ ۱۲۴۷-۶)

کاتب الواقدی نے اپنی کتاب کا خاص ایک باب سفارتوں کے ذکر میں وقف کیا ہے اور ایک باب میں ان فرامین اور نامہ جات کا ذکر ہے جو حضور انور نے مختلف قبائل اور شہروں میں روانہ کئے۔

اسی اثنا میں طفیل کا بیٹا حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملیگا حضور نے جواب دیا کہ جو اور مسلمانوں کو ملا ہے وہی تجھے ملیگا اُس نے کہا کہ آپ اس بات پر راضی ہیں کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین میں بنوں حضور نے

اور اُسکے کہنے کو تسلم کر لیا یہ کیسا ظلم اور یہ کیسے خلیفہ ہیں۔ اگر ایسا فرماتیں تو ضرور اصحاب بنی کو جوش آتا اور ابو بکر پر اعتراض کرتے اور عمرؓ کو بُرا بھلا کہتے۔ اور اگر سب ایسا نہ کرتے تو کم سے کم تو وہ لوگ جو رفقاے علی میں سے تھے اور ظاہرا یا باطنا اہل بیت کے طرفداروں کو موقع ملتا اور فاطمہؓ کی تائید میں کچھ کہتے اور ابو بکرؓ عمرؓ پر ملامت کرتے۔ یہ باتیں جو قرین قیاس ہیں وہ تو چھوڑ دیں گئیں اور ہوا تو یہ ہوا کہ حضرت فاطمہؓ پھر ابو بکر کے پاس گئیں اور اُن سے حجت کی تو صرف میراث کی اور دلیل پیش کی تو صرف ترکہ کے متعلق ان واقعات میں سے کسی واقعہ کا ذکر نکیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف حضرت فاطمہ کا جانا ابو بکرؓ کے پاس بعد تردید شہادت یا بعد تحریر سند یا بعد کسی قسم کی اطلاع کے جو اُنکو اوّل سے ملی ہو نہ تھا۔ بلکہ پہلی ہی خبر جب انکو ملی تو وہ غصہ میں آئیں اور نہایت غیظ و غضب کی حالت میں مع خدام اور زنان بنی ہاشم کے تشریف لیگئیں اور صرف میراث کے نہ دینے پر فرمایا۔

فرمایا نہیں۔ پھر اس نے عرض کیا کہ اچھا آپ مجھے صحرائی قبائل کا سردار بنا دیں حضور نے ارشاد کیا میں ایسا نہیں کر سکتا ہاں ایک رسالہ کا کمان افسر تجھے بنا سکتا ہوں کیونکہ تو اچھا شہسوار ہے طفیل کے بیٹے کو اس گفتگو سے کچھ اطمینان نہیں ہوا۔ اور وہ کبیدہ خاطر ہو کے واپس چلا اور چلتے ہوئے یہ کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یہ بات نہیں جانتے کہ میں بہت بڑا شخص ہوں اور بآسانی انکی ساری زمین کو فوجوں سے بھر سکتا ہوں جنمیں پیدل اور سوار دونوں ہونگے اسپر حضور نے بے ساختہ یہ دعا مانگی اے خداوند تعالے طفیل کے بیٹے کے شر سے بچائیو اس کے قبیلہ کی صداقت کی طرف رہنمائی کر اور اسلام کو اسکی زد سے بچا۔ حضور انور کی دعا قبول ہوئی یہ مغرور سردار اپنے گھر بھی نہ پہنچنے پایا کہ راستے میں سخت بیمار ہو گیا اور ایک جھوپڑے میں بے آب و دانہ پھڑک کر جان دیدی

یمن کے ایک دوسرے قبیلہ کا سردار قیس نامی مدینہ میں حاضر ہوا اس قبیلہ کے مذہب کا بڑا اصول یہ تھا کہ وہ کسی جانور کا دل نکھانا حرام مطلق سمجھتے تھے جب قیس اپنے

علاوہ اسکے پانچویں روایت جو مفصل ابن عمر نے امام جعفر صادق سے بیان کی ہے اور جسے ہم بحار الانوار سے نقل کر چکے ہیں ملا باقر مجلسی کے جواب کو بالکل باطل کرتی ہے اس لئے کہ اس میں فاطمہؑ کا ابو بکر کے پاس جانا اپنی مرضی سے بیان نہیں کیا گیا بلکہ حضرت علیؑ کے فرمانے سے کیونکہ اس روایت میں لکھا ہے کہ جب ابو بکر نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے پاس آئے کہ میں اُسکو ادا کروں گا اور جابر اور جریر بجلی کا وعدہ پورا بھی کیا تو علیؑ نے فاطمہؑ سے کہا کہ ابو بکر کے پاس جا کر فدک کا ذکر کرو فاطمہؑ نے اُن سے فدک اور خمس اور فئے کا ذکر کیا ابو بکرؓ نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ اسپر اول تو فاطمہؑ نے بہت کچھ دلیلیں پیش کیں اور قرآن کی آیتیں اپنے دعوی کی تصدیق میں بیان فرمائیں مگر جب عمرؓ نے کہا کہ یہ فضول باتیں چھوڑ دو اور گواہ لاؤ۔ اُسپر آپ نے علیؑ اور حسنینؑ اور ام ایمن اور اسما کو بلوا بھیجا اور ان سب نے آپکے دعوی کی پوری پوری گواہی دی سب وہ

بھائی کے ساتھ مدینہ میں آیا اور مسلمان ہوگیا تو حضور انور نے اسے بھیڑ کے دل کے کباب کھلائے چلتے وقت اُنھوں نے حضور انور سے عرض کیا کہ ہماری ماں ملیکہ نامی نہایت ہی نیک اور مخیر تھی لیکن اس نے یہ کیا تھا کہ جب اسکے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے اسے زندہ دفن کر دیا اب بتایئے کہ وہ کہاں ہے اور اسکی کیا حالت ہے حضور نے کہا کہ جہنم میں ہے اسپر قیس اور اسکا بھائی دونوں ناراض ہوئے اور اُٹھ کے چلنے لگے حضور نے کہا ناراض کیوں ہو ہر مشرک کا یہی انجام ہے اُنہوں نے آپس میں کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں جانور کا دل بھی کھلا دیا اور ہماری ماں کو بھی جہنم میں پہنچا دیا بھلا ہم ان کی پیروی کیا کریں جب وہ اپنے وطن روانہ ہوئے تو انھیں راستے میں حضور انور کا تحصیلدار ملا جو دسواں حصّہ اونٹوں کا لئے ہوئے مدینہ آرہا تھا ان دونوں شریروں نے اسے دھوکہ دیکے پکڑ لیا اسکی مشکیں کسکے جنگل میں چھوڑ دیا اور کل اونٹ اپنے ساتھ لے گئے حضور انور نے جب یہ خبر سنی تو آپ کو بہت سخت رنج ہوا اور

شہادتیں رد کی گئیں تو اُسوقت علیؓ نے فرمایا کہ فاطمہؓ ایک جزو رسول کی ہیں جو اُنکو ایذا دیتا ہے وہ رسول اللہ صلعم کو ایذا دیتا ہے اور جو اُن کی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہ صلعم کی تکذیب کرتا ہے۔ اسپر عمرؓ نے کہا کہ جو تم اپنی تعریف کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن اُن لوگوں کی شہادت جس میں اُن کا فائدہ ہو مقبول نہیں تو علیؓ نے کہا کہ جب ہم ایسے ہیں جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہیں کرتے اور پھر ہماری شہادت ہمارے لیئے مقبول نہیں تو انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور پھر اسی پر قناعت نہیں فرمائی بلکہ جناب امیر نے اُن کو بُرا بھلا بھی کہا اور فرمایا کہ تم لوگوں نے خدا اور اُس کے رسول کی سلطنت پر جست کی اور اُسے اُسکے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ وحجت کے نکال دیا قریب ہے کہ ظالموں کو اپنے ظلم کا بدلہ معلوم ہو جائے اور یہ آیت پڑھی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون پھر فاطمہ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کریگا۔ وھو خیر الحاکمین۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ واقعہ گذرا وہ جناب امیرؓ اور حضرت سیدہؓ کے سامنے

آپ نے اُن چوروں کی حالت پر افسوس کیا۔

تیرہواں باب

حج بیت اللہ

ماہ ذالحجہ ۱۰ ہجری مطابق ماہ مارچ ۶۳۲ء

حج کا زمانہ پھر آگیا اب حج کے لئے حضور انور کو کوئی چیز روکنے والی نہ رہی تھی کوئی بت نہ تھا مکہ میں نہ حوالئے مکہ میں باقی رہا تھا ہجرت سے اب تک حضور انور نے کوئی پورا اور بڑا حج نہیں کیا تھا حضور انور نے اپنے ارادہ حج کی منادی کرادی۔

ماہ ذالحجہ کے شروع ہونے سے پانچ دن پہلے حضور انور نے حاجیوں کا لباس زیب تن فرمایا آپ کی تقلید مسلمانوں نے کی اور پھر آپ مکہ روانہ ہو گئے آپکی کل ازواج مطہرات

گذرا اور دونوں سے حجتیں ہوئیں اور دونوں نے قرآنی دلائل پیش کئے اور دونوں نے جو کچھ کہنا تھا کہا اور جبکہ اُنکا دعوی نہ سنا گیا اور اُن کی دلیلیں رد کر دی گئیں اور اُنکی شہادتیں جھٹلائی گئیں تو خود جناب امیرؓ نے جناب سیدہ سے کہا کہ چلو خدا ہمارا فیصلہ کرے گا۔ وہو خیر الحاکمین۔ تو اُسکے بعد کونسا موقع باقی رہا تھا کہ حضرت فاطمہؓ دوبارہ یا سہ بارہ تشریف لاتیں اور میراث کے دعوی پر دلائل پیش کرتیں اور صحابہ کو بُرا بھلا کہتیں۔ اور کیونکر یہ بات سچ ہو سکتی کہ جب اُنکو خبر ہوئی کہ ابو بکرؓ نے فدک سے اُنکو محروم کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تب وہ تشریف لائیں اور خطبہ میں بیان کیا جو کچھ بیان کرنا تھا وہ روایت مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہ کے مواجہ میں حضرت علی کر چکے تھے اور ابو بکرؓ و عمرؓ کو ظالم اور خدا اور رسول کی سلطنت کا غصب کرنیوالا علی رؤس الاشہاد کہہ چکے تھے اُس جلسہ میں کونسی بات تھی جو اُٹھا رکھی گئی تھی جس کے لئے حضرت فاطمہؓ کو پھر تکلیف فرمانے اور ایسے طویل فصیح و بلیغ خطبہ کہنے کی ضرورت باقی رہگئی تھی۔

آپ کے ہمراہ تھیں سو اونٹ قربانی کے جو نذر کر لئے گئے تھے جو ایک سفید ملبوس کیساتھ مکہ کی طرف جا رہے تھے راستے میں عارضی طور پر کئی مسجدیں بنائی گئیں جہاں حضور انور نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی دسویں تاریخ کی شام کو حضور مکہ کے قریب پہنچ گئے شب کو آرام کیا اور صبح کو اپنی خاص اونٹنی پر سوار ہو کے آپ نے مکہ کا رُخ کیا آپ مکہ میں اُس راستہ سے داخل ہوئے جس راستے سے دو برس پہلے داخل ہوئے تھے جس وقت آپ کعبہ کے دروازے پر پہنچے تو آپ نے خدا کی بارگاہ میں یہ عرض کیا اے ذوالجلال رب حرمت اور پاکیزگی تیرے اس مقدس مقام میں قایم رہے تیری نظرِ رحمت سے ناپاک بت پرستی اس سرزمین سے مٹ گئی اور آج تیرے صادقوں کو یہاں تیری عبادت کرنیکا موقعہ حاصل ہوا تو مرتبہ عزت رحم نیکی اور شان شوکت میں انکی ترقی کر آپ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کے طواف کیا اور کل باتیں پوری کر کے آپ اپنے خیمے میں واپس چلے آئے۔

بہت سے حاجیوں کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا جب وہ عمرہ کر چکے تو وہ

پانچویں روایت کتاب الاختصاص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تین مرتبہ حضرت فاطمہؑ ابوبکر کے پاس گئیں۔ اول مرتبہ تو یہ خبر پا کر کہ انکا وکیل فدک سے نکالدیا گیا دوسرے مرتبہ حضرت علیؑ کے فرمانے سے آیہ وراث سلیمان داؤد کی حجت پیش کرنے کے لئے اور تیسرے مرتبہ پھر حضرت امیر کے کہنے پر کہ جب ابوبکر تنہا ہوں تب جاؤ کہ وہ دوسرے کی نسبت زیادہ نرم دل ہیں پس جو کچھ حضرت سیدہؑ کو فرمانا تھا وہ انھیں تین موقعوں میں سے کسی موقع پر فرمانا چاہیئے تھا مگر پہلی مرتبہ تو اس خطبہ کا ارشاد فرمانا ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ابوبکر کا یہ جواب کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا سنکر خود حضرت سیدہؑ کے خیال میں نہیں آیا کہ اس کا کیا جواب دیں بلکہ وہ سیدھی جناب امیرؑ کے پاس چلی آئیں اور اُن سے سارا حال کہا اور اُنہوں نے فرمایا کہ تم جاؤ اور وراث سلیمان داؤد کی دلیل پیش کرو۔ تو یہ دلیل جسکا خطبہ میں ذکر ہے ابتدائی تقریر میں بیان کیا جانا اُسکا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ دلیل حضرت فاطمہؑ

حضورِ انور کے ساتھ مع ان لوگوں کے جنکے ہمراہ قربانی کے جانور تھے ملے اور عرفات میں آئے مگر اتنی بات ہوئی کہ یہ لوگ صرف دیکھنے والوں میں قرار دیئے گئے حضرت علی ابھی یمن سے پہنچے تھے ان کے ساتھ بھی قربانی کے جانور نہ تھے انھیں بھی حکم ہوا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ جاکے شریک ہو جاؤ جنکے پاس قربانی کے جانور نہیں ہیں صرف حاجیوں کا لباس پہنے رہو حضرت علی نے عرض کیا گو میرے ساتھ قربانی کے جانور نہیں ہیں لیکن میں نے تو یہ عہد کر لیا تھا کہ میں حج کے پورے ارکان ادا کروں گا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو حضور نے ارشاد کیا اچھا اگر تمہاری یہی خوشی ہے تو میرے قربانی کے جانوروں میں سے ایک جانور لیلو اور حج کے ارکان ادا کر لو۔

حجۃ الوداع کی نسبت بخاری نے حسب ذیل روایتیں اپنی صحیح میں درج کی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں گئے ہم نے عمرہ کا احرام باندھا پھر آپ نے فرمایا جسکے پاس ہدی ہو

کے خیال مبارک میں نہ آئی تھی بلکہ حضرت علی نے سکھائی تھی اور اُنکی تعلیم کے موافق آپ دوبارہ تشریف لیگئیں تھیں۔ دوسری دفعہ بھی اس خطبہ کا بیان فرمانا بعید از قیاس ہے اسلئے کہ اُس وقت اُسی جلسہ میں بعد وِرد سلیمان داؤد کے پیش کرنے کے ابو بکرؓ نے شہادت مانگی اور حضرت سیدہؓ نے علی اور ام ایمن کو بلا کر شہادت دلائی اور جو کچھ اُس کے بعد ہوا وہ سب مقابلہ میں حضرت امیرؓ اور جناب سیدہؓ کے ہوا اور اخیر میں حضرت فاطمہؓ عمرؓ کے اس کہنے پر کہ ایک عورت کی گواہی مقبول نہیں ہو سکتی اور علیؓ شہادت سے اپنا نفع چاہتے ہیں غصہ میں آکر اُٹھ کھڑی ہوئیں اور یہ کہکر اللھم انھما ظلمانا ابنۃ نبیک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وانا حقھا فاشدد وطاءتک علیھما ثم خرجت کہ الٰہی ان دونوں نے تیرے نبی کی بیٹی پر ظلم کیا اور اُس کا حق چھین لیا تو انپر اپنا سخت عذاب کر اور پھر چلی گئیں۔ اگر خطبہ فرمانے کے لئے اسکے بعد تشریف لانا بیان کیا جائے تو وہ ہو نہیں سکتا اس لئے اسی روایت میں یہ لکھا ہے کہ اسکے بعد

وہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے اور دونوں سے فارغ ہونے کے وقت تک احرام نہ کھولے (حضرت عائشہ فرماتی ہیں) میں عمرہ کا احرام باندھکر آپ کے ساتھ خانہ کعبہ میں گئی (لیکن) میں ایام سے تھی (اس لئے) خانہ کعبہ کا طواف اور صفا مروہ میں سعی نکی اور سب قصہ آپ سے کہدیا آپ نے فرمایا عمرہ کا احرام کھولدو اور بالوں میں کنگھی کرلو اور از سر نو حج کا احرام باندھو میں نے ایسا ہی کیا جب میں ارکان حج پورے کرچکی تو مجھے (میرے بھائی) عبدالرحمن کے ساتھ موضع تنعیم (جو مدینہ کی طرف کی سرحد حرم مکہ ہے) میں نے بھیجا اور فرمایا تیرے عمرہ کے احرام باندھنے کی جگہ یہی (تنعیم) ہے (میں نے وہاں جاکر عمرہ کا احرام باندھا) اور عمرہ کیا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انھوں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور صفا مروہ میں سعی کی اور احرام کھولدیا۔ پھر منے سے لوٹنے دفعہ ایک طواف (طواف رخصت) اور کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا انھوں نے ایک ہی طواف کیا۔

حضرت علیؓ چالیس روز تک مہاجرین و انصار کے گھر گھر فاطمہؓ کو لئے پھرے اور معاذ بن جبلؓ سے گفتگو بھی ہوئی اور جب کسی نے مدد نکی تب علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم ابوبکر کے پاس جاؤ جبکہ وہ تنہا ہوں۔ اور یہ گویا تیسرا موقع تھا۔ جبکہ فاطمہؓ ابوبکر کے پاس گئیں اس میں اُس فصیح و بلیغ خطبہ کے بیان کرنے کا کوئی محل ہی نہ تھا اس لئے کہ اس موقع پر ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کی مرضی کے موافق سند لکھدی تھی اور اسکے بعد چوتھا موقع جانے کا اور اس فصیح خطبہ کے پڑھنے کا باقی ہی نہ رہا تھا۔ اس لئے کہ جناب سیدہؓ اُس ضرب شدید کی وجہ سے کہ عمرؓ نے ماری اور جس سے حمل ساقط ہو گیا ایسی بیمار ہو گئیں کہ اُسی میں انتقال فرمایا۔

غرضکہ جو شخص ذرا بھی غور سے ان روایتوں کو دیکھے اور ایک کو دوسری سے ملادے اُسے اس بات کے تصفیہ کرنے میں کچھ شبہ رہسکتا ہے کہ ہبہ کا دعوی چونکہ اسی خطبہ میں بیان نہیں کیا گیا اس لئے وہ دعوی جھوٹا ہے اس لئے کہ حضرات امامیہ

ابن عباس راوی ہیں جس شخص نے خانہ کعبہ کا طواف کر لیا وہ احرام کھول دے (وہ قبل سعی وحلق کے حلال ہو گیا) ابن جریج نے (پہلے کے راوی ہیں) اپنے شیخ عطاء سے پوچھا کہ ابن عباس نے یہ بات اللہ کے کس قول سے اخذ کی ہے عطاء نے کہا اللہ کے اس قول (ثم محلہا الی البیت العتیق سے) اور آنحضرت کے اس قول (ان یحلوا فی حجۃ الوداع) سے جو آپ نے اپنے صحابہ کو فرمایا تھا (ابن جریج) نے کہا کہ یہ حکم تو عرفات میں ٹھیرنے کے بعد کا ہے۔ عطاء نے کہا ابن عباس کے نزدیک عرفات میں ٹھیرنے سے پہلے اور پیچھے دونوں طرح حلال روا ہے۔

ابی موسےٰ اشعری کہتے ہیں میں آنحضرت کے پاس بطحا میں گیا آپ نے فرمایا کیا تو نے حج کا احرام باندھا ہے میں نے عرض کیا جی آپ نے فرمایا کس طرح احرام باندھا میں نے کہا لبیک کہکر احرام باندھا جیسے رسولِ خدا کا احرام ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا خانہ کعبہ کا طواف کر اور صفا مروہ میں سعی کر پھر حلال ہو جا۔ میں (بموجب

اس خطبہ کے جھوٹا ہونے کا اقرار نہ کریں گے اور جب اس خطبہ کو جھوٹا نہ مانیں تو ہبہ کے دعوی کے غلط ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

ملا باقر مجلسی اس اشکال کے جواب میں کہ ہبہ کا ذکر اس خطبہ میں کیوں نہیں ہوا یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو منافق حاضر تھے وہ ابو بکرؓ کے صدق کے معتقد تھے اس لئے فاطمہؓ نے حدیث میراث سے تمسک کیا کیونکہ یہ ضروریات دین سے تھا۔ یہ جواب بھی حیرت انگیز ہے اس لئے کہ اگر حدیث میراث سے تمسک کرنا صرف اس لئے تھا کہ وہ ضروریات دین سے تھا اور سامعین پر اسکا اثر ہوتا تو ہبہ کا دعوی اس سے زیادہ اہم اور النقیض دلیل الملک کی دلیل حدیث میراث سے کچھ کم ضروریات دین سے نہ تھی بلکہ میراث کے دعوی پر تو ابو بکرؓ کو موقع بھی ملا کہ پیغمبر خدا صلعم کے قول کی سند پر میراث کے عام حکم سے ترکہ نبوی کو مستثنےٰ کر دیا اور جو منافق حاضر تھے اور ابو بکرؓ کے صدق کے معتقد انہوں نے اس روایت میں انھیں سچا جانکر اُن کی کارروائی کو جائز قرار دیا لیکن اگر

ارشاد طواف (سعی کرکے) قبیلہ قیس کی ایک عورت کے پاس آیا اُس نے میرے سر میں جوئیں دیکھیں۔

حضرت حفصہ زوجہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں اپنی بی بیوں کو حکم فرمایا کہ سب احرام کھولدو میں نے عرض کیا (آپ احرام کیوں نہیں کھولتے) آپ کو کس چیز نے منع کیا ہے فرمایا میں نے اپنی ہدی کے گلے میں ہار ڈالا ہے۔ اور بالوں کو گوند سے چپکا کر باندھ لیا ہے جب تک میں ہدی کو ذبح نہ کروں گا حلال نہ ہونگا۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک عورت نے قبیلہ خشعم سے حجۃ الوداع میں جب آپکے ہمرکاب فضل ابن عباس تھے یہ دریافت کیا کہ میرے باپ پر نہایت ضعیفی اور بڑھاپے کی حالت میں حج فرض ہوا ہے ان میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ سواری پر بیٹھ سکیں۔ تو آیا میں اُنکی طرف سے حج ادا کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

حضرت فاطمہ بیہ کا دعوی فرماتیں اور القبض دلیل الملک کے موافق اپنے قبضہ سے فدک کی ملکیت پر دلیل پیش کرتیں تو اس کا کوئی جواب ابو بکرؓ کے پاس نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا اور سامعین اُنکے ظلم وستم کے قائل ہو جاتے اور حضرت سیدہؑ کے دعوی کی تصدیق کرتے۔ اور سب چلا اُٹھتے اور پکارنے لگتے کہ القبض دلیل الملک ضروریات دین سے ہے اور فاطمہؑ کا قبضہ اٹھا دینا اور انکے وکیل کو نکالدینا صریح ظلم ہے۔ اور اگر وہ اپنے نفاق اور ابو بکرؓ کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے بظاہر ایسا نہ کرتے تو ابو بکرؓ کے ظلم وستم کی حجت تو پوری ہو جاتی۔

وہ واقعہ جو بعد اس خطبہ کے ارشاد اور گھر میں واپس جانے کے واقع ہوا وہ ایسا عجیب اور حیرت انگیز ہے جسکا اثر نہ صرف فدک کے دعوی پر پڑتا ہے بلکہ اصول شیعوں کے مذہب کا درہم وبرہم ہو جاتا ہے۔ یعنی جناب امیر اور حضرت فاطمہؑ کی عصمت کے دعوی پر کچھ مؤثر ہوتا ہے اور اسی سبب سے حضرات شیعہ اُسمیں ایسے حیران ہیں

عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال ایک اونٹنی (جسکا نام قصواء تھا) حضرت سوار ہوئے اور اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھلایا اور ہمراہ بلال و عثمان و طلحہ کو لیکر مکہ میں تشریف لائے اور خانہ کعبہ کے قریب اونٹنی کو بٹھایا اور عثمان (کنبی بردار) سے خانہ کعبہ کی کنجی طلب کی وہ لائے اور دروازہ کھولا آپ معہ اسامہ بلال عثمان طلحہ کے اندر داخل ہوئے اور دروازہ بند کرادیا۔ وہاں بہت دیر تک ٹھیرے پھر باہر آئے تو آدمیوں نے اندر جانے میں بڑی جلدی کی لیکن میں سب سے پہلے اندر چلا گیا دیکھتا ہوں تو بلال دروازے کے بچھلی طرف کھڑے ہوئے ہیں میں نے دریافت کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی ہے اُنہوں نے کہا یہ چھ ستون (تھم) ہیں اُن میں سے ۳ ستون جو پہلے ہیں اُن کے دو ستون کے درمیان میں کھڑے ہو کر پڑھی اور دروازے کی طرف پشت کی تھی اور سونہ دیوار کے اُس حصّہ کی طرف کیا تھا جو حصّہ دروازہ میں داخل ہوتے وقت سونہ کے سامنے ہوتا ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ

کہ نہ کچھ اُسکا جواب بن سکتا ہے نہ کوئی بات اپنے اصول کے قائم رکھنے کے لئے اُنکے خیال میں آتی ہے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ یہ خطبہ ارشاد فرما کر مایوس ہوئیں تو اُن پر ایسا غم طاری ہوا کہ وہ سیدھی اپنے باپ کی قبر پر تشریف لیگئیں اور وہاں جاکر بہت کچھ بَین کیا اور دردانگیز اشعار پڑھے اور بہت روئیں اور پھر وہاں سے گھر کو لوٹ آئیں حضرت امیرالمومنین اُن کے انتظار میں بیٹھے تھے آتے ہی آپ نے جناب امیر سے یہ خطاب کیا کہ جس طرح بچہ ماں کے پیٹ میں پوشیدہ ہوتا ہے اُسی طرح تم پردہ نشین ہو گئے ہو اور مثل ڈرے ہوئے تہمت زدوں کے گھر میں چھپ رہے ہو اور بعد اسکے کہ زمانہ کے شجاعوں کو ہلاک کیا اور اُن کے کثرت کی پروا کی اور اُن کی شوکت کو خاک میں ملایا اب ان نامردوں اور ذلیلوں سے مغلوب ہو گئے ہو ابوقحافہ کا بیٹا ظلم و جبر سے میرے باپ کی بخشی ہوئی چیز اور میرے بیٹوں کی معاش مجھسے چھینے لیتا ہے اور بآواز بلند مجھسے جھگڑا کرتا ہے۔ انصار میری مدد نہیں کرتے اور مہاجرین نے

آپ نے کتنی رکعت پڑھی تھیں۔ اور آپ نے جہاں نماز پڑھی ہے وہاں سرخ پتھر ہے۔
حضرت عائشہ راوی ہیں کہ حضرت کی بی بی صفیہ بنت حیی حجۃ الوداع میں ایام سے ہوگئیں آپ نے فرمایا کیا صفیہ ہم کو روکنے والی ہے میں نے عرض کیا انھوں نے تو ارکان حج ادا کر لئے آپ نے فرمایا کہدو ہمارے ساتھ مدینہ کو چلے۔

ابن عمر راوی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے وقت باتیں کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیچ میں تشریف فرما تھے۔ اور ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ (اسکو) حجۃ الوداع کیوں کہتے ہیں۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثنا فرمائی اور مسیح دجال کا خوب مفصل ذکر کیا اور فرمایا اللہ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا کہ اُس نے اپنی اُمت کو مسیح دجال سے نہ ڈرایا ہو (چنانچہ) نوح اور اُسکے بعد کے نبیوں نے (اپنی اپنی) امت کو (دجال سے) ڈرایا اور مسیح دجال تم میں آئیگا (اور خدائی کا دعوے کریگا) اگر تمھیں اُسکا حال مشتبہ ہو تو اللہ کا حال تو مشتبہ نہیں کہ اللہ کانا نہیں اور وہ (دجال) داہنی آنکھ سے کانا ہے گویا

آپ کو علیحدہ کر لیا ہے۔ اور تمام آدمیوں نے آنکھیں بند کر لی ہیں نہ انکا کوئی دفع کرنیوالا ہے نہ میرا مددگار خشمناک باہر گئیں۔ اور خشناک واپس آئیں تم نے اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ بھیڑئے پھاڑتے ہیں اور تم اپنی جگہ سے ہلتے نہیں۔ کاش اس ذلت و خواری سے پہلے میں مرگئی ہوتی۔ افسوس میرے حال پر جس پر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا۔ اور میرا مددگار سست ہوگیا۔ اس کا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہوں اور میری فریاد خدا سے ہے فقط۔

اس بیان سے آپ کے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر المومنین نے بھی کچھ آپ کی مدد نہیں فرمائی اور اس تمام مصیبت کے وقت میں آپ گھر میں چھپے بیٹھے رہے جو کچھ کیا وہ حضرت سیدہ نے خود ہی کیا وہی دعوی کرنے کے لئے تشریف لیگئیں انھیں نے سوال و جواب کئے اُنھیں نے جو کچھ سُنانا تھا سُنایا اور جو کچھ کہنا تھا کہا اور جیسا کہ فرماتی ہیں خشناک باہر گئی اور غمگین واپس آئی۔ اور جناب امیر صاحب نے اپنے آپ کو

اُسکی آنکھ میں انگور کا دانہ اُبھرا ہوا ہے۔ غور سے سنو کہ جیسے آج کے دن اس شہر اس مہینہ میں تمہیں اپنی جانوں کا ہلاک کرنا اور مالوں کا تباہ کرنا حرام ہے ایسی ہی ہمیشہ کے لئے حرام ہے کیا میں نے تمہیں اللہ کے سارے احکام نہیں جتا دیئے سب نے کہا ہاں جتا دیئے آپ نے تین مرتبہ فرمایا (اللہ میں تجکو گواہ کرتا ہوں) پھر فرمایا آپ اگر تم میرے بعد کافروں کی طرح ہو جاؤ کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو تو وائے ہے تمپر۔

زید بن ارقم سے منقول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اونیس لڑائیاں لڑیں۔ اور بعد ہجرت کے ایک حج (حجۃ الوداع) کیا اسکے بعد کوئی حج نہیں کیا۔ اور ابو اسحاق (عمر بن عبد اللہ السبیعی) نے کہا مکہ میں ہجرت سے پہلے ایک حج اور کیا۔

جریر بجلی سے نقل ہے کہ حجۃ الوداع میں آنحضرت نے مجھے حکم فرمایا کہ ان سب آدمیوں کو چپ کر دو (تاکہ وعظ سنیں) پھر آپ نے فرمایا کہ میرے بعد کفاروں کی طرح (جیسے

مثل حنین پر وہ نشین کر لیا اور اپنے آپ کو ذلیل بنا لیا۔ بھیڑیوں نے پھاڑا اور شیر خدا اپنی جگہ ہی سے نہ ہلے۔ اور حضرت علیؑ کے اس طرح پر علیحدہ رہنے سے جناب سیدہ کو وہ صدمہ پہنچا کہ جسپر فرمانے لگیں کہ کاش اس ذلت و خواری سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور اس حالت پر اپنے باپ کو یاد کرنے لگیں اور اپنا رنج اس طور پر ظاہر کیا کہ جسپر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا اور جناب امیر کی مدد نکرنے اور اس کارروائی میں کچھ حصہ نہ لینے پر یہ صدمہ ہوا کہ آخر اُن سے نہ رہا گیا اور حضرت علیؑ کی نسبت یہ کلمہ زبان سے نکل ہی گیا کہ میرا مددگار سست ہو گیا میں اسکا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہوں۔

جناب سیدہ کی اس دردانگیز تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ روایتیں جنہیں بیان کیا گیا ہے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ میں ابو بکر کے پاس گئے اور ان سے مباحثہ کیا اور فاطمہؑ کے وکیل کے نکالدینے پر ابو بکر صدیق کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور نہایت قوی دلیلوں سے اُنکا ظلم و ستم ثابت کیا وہ سب جھوٹی ہیں۔ خصوصاً وہ۔ روایتیں

وہ ایک دوسرے کی گردن مارتے ہیں) نہ ہو جانا ابی بکرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نے حجۃ الوداع میں خطبہ پڑھتے وقت یہ فرمایا کہ زمانہ (سال) اپنی اصلی حالت پر ہو گیا سال کے بارہ مہینے ہیں چار ان میں سے اشہر حرم (یعنے جنمیں جنگ وغیرہ کرنا حرام ہے) ہیں ان چار مہینوں میں سے تین مہینے تو لگاتار ہیں ذیقعدہ ذی الحجہ محرم اور ایک مہینہ جمادی الثانی اور شعبان کے بیچ میں ہے یعنے رجب مضر پھر فرمایا ایسا کونسا مہینہ ہے جس میں لڑائی حرام ہو ہم نے عرض کیا اللہ اور اُسکا رسول ہی خوب جانتا ہے آپ کچھ دیر خاموش ہو گئے (جس سے) ہم نے خیال کیا کہ اور کوئی مہینہ بیان کرینگے فرمایا آیا ایسا مہینہ ذی الحجہ نہیں ہے ہم نے عرض کیا بیشک ذی الحجہ ایسا ہی مہینہ ہے (پھر) فرمایا (اور) ایسا شہر کونسا ہے۔ عرض کیا اللہ اور اُسکا رسول ہی خوب جانتا ہے پھر خاموش ہو گئے ہمیں یہی خیال گزرا کہ آپ مکہ کے علاوہ اور کوئی شہر بیان فرمائیں گے (لیکن) یہی فرمایا کیا ایسا شہر مکہ نہیں ہے عرض کیا بیشک مکہ ایسا ہی شہر ہے (پھر) فرمایا ایسا دن کونسا

جن میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کے مواجہ میں جناب امیر نے شیخینؓ سے مباحثہ کیا اور ملامت کی اور جب انہوں نے کچھ نہ سُنا تو یہ کہکر کہ خدا تمہیں اسکا بدلہ دیگا اور آیہ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون سُنا کر رنج اور غصہ میں اٹھکر چلے آئے بجھوٹی اور بے بنیاد ہیں۔ اسلئے کہ اگر حضرت علی نے ایسا کیا ہوتا اور ابوبکر و عمر سے حجتیں کی ہوتیں تو کیوں حضرت فاطمہ ابوبکر کی مجلس سے واپس آکر حضرت علی سے اپنا رنج و غصہ کرتیں اور باوجود عصمت و طہارت کے وہ کلمات ارشاد فرماتیں جنکا معمولی آدمیوں کی زبان سے نکلنا بھی متانت اور ادب اور صبر کے خلاف ہے۔ کیا حضرت علی کی اُن کوششوں کا جو انہوں نے فدک کے معاملہ میں کیں اور ان مدلل تقریروں کا اور ان لاجواب مباحثوں کا جو اُنھوں نے ابوبکر و عمر سے کئے اگر یہی نتیجہ مانے جائیں یہی نتیجہ ہوتا کہ حضرت سیدہ گھر میں آکر ایسے وقت میں جبکہ کوئی سوائے علیؑ کے سننے والا نہ ہو اُن سے یہ فرمائیں کہ مثل جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائبان

ہے۔ ہم نے عرض کیا اللہ اور اُسکا رسول خوب جانتا ہے آپ پھر خاموش ہو گئے اس سے ہم نے خیال کیا آپ کوئی یوم نحر کے علاوہ بتائیں گے پھر آپ نے فرمایا کیا ایسا دن یوم نحر نہیں ہے ہم نے عرض کیا بیشک یوم نحر ایسا ہی دن ہے پھر فرمایا جیسے اس مہینہ اس شہر اس دن میں تمہر اپنی جانوں کا اور اپنے مسلمان بھائیوں کا خون) کرنا اور اپنے مال کو تباہ کرنا حرام ہے ایسے ہی ہمیشہ کے لئے حرام ہے محمد ابن سیرین (جو نیچے کے راوی ہیں) کہتے ہیں شاید ابی بکرہ نے بجائے لفظ جان و مال کے لفظ اعراض کہا (یعنے جیسے آج کے دن اس شہر اس مہینہ میں تمہر اپنی عزت و آبرو کو کھونا حرام ہے ایسی ہی ہمیشہ کے لئے۔ اور عنقریب تم اپنے رب سے ملوگے وہ تم سے اعمال کی پرسش کریگا۔ دیکھو ذرا خبردار رہو میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا اور ایک دوسرے کی گردن نہ مارنا اور ان باتوں کو ان لوگوں کو بھی سُنا دینا جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ شاید بعض خبر کے پہنچانے کے لئے تم سامعین سے زیادہ حافظ ہو (محمد ابن سیرین اس حدیث کے ذکر کے وقت کہتے تھے

در خانہ گریختہ و بعد ازان کہ شجاعان و ہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب نامردان گردیدہ ایک پسر او قوافہ بظلم و جبر بخشیدہ پدر مرا و معیشت فرزندانم را از من می گیرد و انصار مرا یاری نمی کنند و مہاجران خود را بہ پناہ کشیدہ اند۔ نہ دافعی دارم و نہ یاوری و نہ شافعی بخلسناک بیرون رفتم و غمناک برگشتم خود را ذلیل کردی۔ گرگان بیدر رندوی برندو تو از چای خود حرکت نمیکنی کاش پیش ازیں مذلت و خواری مردہ بودم۔

درصورت اسکہ کہ جناب امیر فدک کے معاملہ میں سوال و جواب کرنے کے لئے گئے ہوتے یہ خطاب اور یہ ارشاد حضرت سیدہ کا تعجب انگیز ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ نے غصہ اور رنج میں حضرت علی سے جو فرمایا وہ صحیح نہیں تھا یا جناب امیر کی کوششیں آپ کے نزدیک کافی نہ تھیں۔ مگر جناب امیر کا جواب اس سے بڑھکر حیرت انگیز ہے۔ اس لئے کہ درصورت صحیح ہونے ان روایتوں کے جنمیں حضرت علی کے جانے کا ذکر ہے آپ کو اس طرح سے جناب سیدہ کو تسلی دینی تھی کہ آپ

رسول اللہ نے (بیشک) سچ کہا پھر آپ نے دو دفعہ یہ فرمایا خبردار ہو جاؤ کیا میں نے تمہیں (اللہ کے احکام) نہیں پہنچائے۔

طارق ابن شہاب سے منقول ہے کہ چند یہودیوں نے (عمر سے آکر کہا) اگر یہ آیت ہمارے ہاں اُترتی تو ہم اُس دن کو (جس روز یہ آیت اُتری یا جس دن کا اسمیں ذکر ہے) عید مناتے عمر نے کہا وہ آیت کونسی ہے اُنہوں نے کہا یہ آیت (الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی) عمر نے کہا مجھے خوب موقع اس آیت کے اترنے کا معلوم ہے۔ جب یہ آیت اتری ہے رسول اللہ عرفات میں تھے (اور وہ دن ہماری عید کا ہی تھا اور بڑی خوشی کا روز تھا)

حضرت عائشہ نے کہا ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ میں آئے (یہ قصہ حجۃ الوداع کے سال کا ہے) بعض نے ہم میں سے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا اور بعض نے عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

غصہ اور رنج میں واقعات کا خیال نہیں کرتیں اور میری کوششوں کی کافی قدر نہیں کرتیں میں نے کونسا دقیقہ اٹھا رکھا ہے اور کونسی کوشش جو مجھے کرنی تھی وہ باقی ہے۔ تمہارے وکیل کے کمالِ دینے کی خبر سنتے ہی میں ابو بکر و عمر کے پاس گیا اور بین المہاجرین والانصار اُن سے لڑا اور تمام حجتیں اُن کے سامنے پیش کیں اور ہر طرح سے اُنھیں قائل کیا۔ اور پھر کیا یہ بات تم بھول گئیں کہ آپ کے سامنے شہادت دینے کے بعد میں نے اُن سے کیسی دلیل گفتگو کی اور جب اُنہوں نے نہ سنا تو میں نے برملا اُنھیں ظالم و گنہگار ٹھیرایا اور خدا کے عذاب سے بھی اُنھیں ڈرایا اور تمہیں اپنے ساتھ لیکر اپنے گھر چلا آیا۔ اس سے زیادہ اور میں کیا کر سکتا تھا۔ مگر بجائے اسکے کہ اُن واقعات کو یاد دلاتے فرمایا تو یہ فرمایا کہ صبر کرو تمہارا اور تمہاری روزی کا خدا ضامن ہے اور خداوند تعالےٰ نے آخرت میں جو تمہارے لئے مہیا کیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو ان بدبختوں نے تم سے چھین لیا۔

نے حج کا احرام باندھا رتو جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ یوم نحر سے پہلے ہی حلال ہوگئے لیکن جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا یوم نحر تک حلال نہوئے۔

امام مالک سے مروی ہے کہ اس حدیث میں لفظ حجۃ الوداع بھی ہے یعنی حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں آئے۔

اسماعیل بن اوس کہتے ہیں امام مالک نے مجھ سے بعینہ حدیث نمبر (۱۴۲۳) بیان کی ابی وقاص نے کہا کہ حجۃ الوداع میں میرے ایسا درد شدید اٹھا کہ میں مرنے کے قریب ہوگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ دیکھتے ہیں کہ کیسا سخت درد ہے (مجھے) امید زندگی نہیں اور میں مالدار ہوں میرے بعد اسکا کوئی وارث نہیں فقط ایک بیٹی ہے (اسلئے عرض کرتا ہوں کہ) کیا آپ پر سے اس مال کے دو ثلث حصہ صدقے کر دوں آپ نے منع فرمایا (پھر) میں نے عرض کیا آیا کچھ مال صدقہ کر دوں آپ نے منع فرمایا پھر میں نے عرض کیا اچھا تیسرا

آپ سنیئے کہ اسکا جواب حضرات شیعہ کیا دیتے ہیں اور اس مشکل سے نکلنے میں کیسے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں ملا باقر مجلسی بحار الانوار کتاب الفتن صفحہ ۲۳ میں فرماتے ہیں کہ آپ مشکل کو دفع کرتے ہیں جو غالباً لوگوں کے دلونمیں اس سوال و جواب کے سننے سے پیدا ہوئی ہوگی اور وہ یہ ہے کہ اعتراض فرمانا حضرت فاطمہؑ کا جناب امیر المومنین پر کہ انھوں نے انکی مدد نکی اور حضرت سیدہؑ کا جناب امیر کو خطا وار ٹھیرانا باوجود اس بات کے جاننے کے کہ وہ امام ہیں اور واجب الاتباع اور معصوم اور باوجود اس بات کے سمجھنے کے کہ انھوں نے کوئی کام نہیں کیا الا بحکم خدا اور مطابق وصیت رسول کے جو حضرت سیدہؑ کی عصمت اور بزرگی کے خلاف ہے۔ یہ فرما کر ملا صاحب اس کا یہ جواب دیتے ہیں فاقول یمکن ان یجاب عنہ کہ ممکن ہے کہ اس کا یوں جواب دیا جائے۔ جواب کے آغاز سے پہلے ہی جو الفاظ ملا صاحب نے بیان فرمائے وہ خود اس بات کو بتاتے ہیں کہ خود ملا صاحب اس جواب کو قابل تسلی و تشفی نہیں سمجھتے تھے۔ پھر اس جواب کی تشریح فرماتے ہیں بیان ھذا الکلمات

حصّہ تو صدقہ کر ہی دوں آپ نے فرمایا ہاں تیسرا حصّہ بہتیرا ہے اور ارشاد فرمایا کہ اگر تو اپنے وارثوں کو غنی اور امیر چھوڑے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تو اُنکو غریب محتاج چھوڑے جو وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور یہ خیرات تو ایسی نہیں کرتا جس میں اللہ کی رضامندی ڈھونڈتا ہے جب تک کہ اپنی بی بی بچوں پر خرچ نکرے پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اپنے یاروں سے رجو آپ کے ساتھ مدینہ کو جاتے ہیں) چھوٹ جاؤں گا آپ نے فرمایا نہیں تو اپنے دوستوں سے جدا نہو گا تو خدا کی مرضی کے موافق عمل کرتا ہے۔ البتہ تیرا درجہ بڑھے گا اور شاید کہ تو دنیا میں اور بھی رہے تجھ سے (نیک) لوگ ہدایت پائیں اور مشرک ضرر اٹھائیں (پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو یہ دعا دی) اے اللہ میرے اصحاب کی ہجرت کو پورا کر اور اُن کو پھیر مت (یعنے اچھی حالت سے بری حالت کی طرف مت پھیر) لیکن سعد بن خولہ کے مکہ میں وفات پانے سے آپ کو رنج ہوا۔

صدرت منها لبعض المصالح الخ۔ یعنی یہ باتیں جو آپ نے بیان فرمائیں وہ صرف بعض مصلحتوں کی وجہ سے تھیں ورنہ حقیقت میں کچھ آپ جناب امیر کے کاموں سے خفا نہ تھیں بلکہ راضی تھیں اور اس کہنے سے غرض آپکی صرف یہ تھی کہ لوگوں کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور انکے افعال کی شناخت معلوم ہو جائے۔ اور جناب امیر کا سکوت اِس لئے نہ تھا کہ آپ ان لوگوں کی باتوں کو پسند کرتے ہوں یا اس سے راضی ہوں اور اس طرح کی باتیں مصلحتاً کہنا عادات اور محاورات میں درست ہیں جیساکہ کوئی بادشاہ کسی اپنے بعض خواص پر کسی معاملہ میں جو رعیت سے سرزد ہوا ہو عتاب کرے گو وہ جانتا ہو کہ وہ خواص اس گناہ سے بری ہے مگر اس عتاب سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ گنہگار رعیت کے جرم کی عظمت لوگوں پر معلوم ہو جائے اور مثال اسکی حضرت موسےٰ کا فعل ہے کہ جب وہ اپنی قوم کی طرف غصہ میں لوٹے اور تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی کی ڈاڑھی پکڑ کے اپنی طرف کھینچی اس سے کچھ غرض انکی ہارون پر عتاب کرنا نہیں تھا بلکہ لوگوں کو

عبداللہ ابن عمر سے نقل ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں (بعد اتمام ارکان حج) سر اقدس کے موئے مبارک منڈوائے۔

انہیں سے نقل ہے کہ آپ نے اور چند صحابہ نے حجۃ الوداع میں منڈوائے اور بعض نے کتروائے

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں بنا کے مقام پر نماز پڑھا رہے تھے اور میں گدھے پر چڑھا ہوا صف کے بعض لوگوں کے سامنے سے گزرا اور پھر جماعت میں آکر شریک ہو گیا۔

اُسامہ بن زید سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع چلنے کی کیفیت پوچھی گئی اُس نے کہا آپ میانہ روی سے چلتے تھے اور جب نشیب کا مقام آتا تھا تو تیزی سے چلتے تھے عروہ بن زبیر کہتے ہیں اس بات کا میں گواہ ہوں۔

ابو ایوب سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع میں (مزدلفہ کے مقام پر) میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز مغرب و عشا ایک وقت میں جمع کر کے پڑھیں۔

بتانا تھا کہ وہ سمجھ جائیں کہ اُنکی خطا کیسی عظیم ہے اور انکا رنج کیسا شدید ہے۔ آپ کا غصہ اور رنج کی شدت میں جناب امیرؑ سے اس قسم کی باتیں کرنا جو باوجودیکہ آپ جناب امیر کی کارروائی کی حقیقت سے خوب واقف تھیں کچھ آپکی عصمت اور عظمت کے خلاف نہیں ہے جسکے ادراک سے بندوں کے ذہن عاجز ہیں۔

اسی جواب کو حق الیقین میں ان لفظوں سے بیان کیا ہے "مؤلف گوید کہ دریں مقام تحقیق بعضی از امور ضرورست۔ اول دفع شبہ چند کہ ممکن است در خاطر باخطور کند۔ اگر کسے گوید کہ اعتراض فاطمہؑ بر حضرت امیرؑ باوجود عصمت ہر وجہ صورت دارد جواب گوئیم کہ این معارضہ محمول بر مصلحت ست از برائے آنکہ مردم بدانند کہ حضرت امیرؑ ترک خلافت برضای خود نکردہ و بغصب فدک راضی نبودہ و در قرآن بسیارے از معاملات با حضرت رسول شہدہ و غرض تہدید و تادیب دیگراں ست و ازیں قبیل است انچہ از حضرت موسیٰ صادر شد در وقتیکہ بسوئے قوم برگشت و ایشاں عبادت گوسالہ بودہ

ساتویں ذوالحجہ کو حج اکبر کا سلسلہ شروع ہوا حضور انور نے دوپہر کو مسلمین کی اس جماعت کے آگے جو کعبہ میں جمع تھی وعظ فرمایا دوسرے روز آپ منیٰ میں تشریف لے گئے آپ کے ہمرکاب مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت تھی بلال ایک کپڑے سے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے جو ایک لکڑی میں بندھا ہوا تھا یہاں آپ نے نماز پڑھی اور شب کو یہیں خیمے میں آرام فرمایا دوسرے دن صبح کو سورج نکلنے کے بعد آپ مزدلفہ میں سے گزرتے ہوئے عرفات پہنچے جو مقام وادی کے وسط میں ۳۰۰ فیٹ اونچائی پر واقع ہوا ہے اس مقام پر ایک میل تک پہاڑوں کا سلسلہ چلا گیا ہے چوٹی پر پہنچ کے آپ نے اس حالت میں کہ اونٹ پر سوار تھے یہ فرمایا کہ عرفات کی تمام وادی حجاج کے لئے ایک مبارک مقام ہے پھر آپ نے نماز پڑھی اور قرآن مجید کی چند آیتیں حاضرین کو سنائیں جن میں سے ایک آیت یہ ہے کہ میں تمہارا دین تمہیں پورا کر چکا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر چکا اور مذہب اسلام تمہارے لئے میں نے پسند کیا۔ فقط

انداختن الواح سرورش ہارون را گر فتند و بہ پیش کشیدند با آنکہ می دانست کہ ہارون تقصیر ندارد تا آنکہ بر قوم ظاہر شود شناعت عمل ایشاں و مانند عتابی کہ حق تعالےٰ بہ حضرت عیسےٰ خواہد کرد کہ آیا تو گفتی بمردم کہ مرا و مادر مرا دو خدا بدانید با آنکہ میداند کہ او نگفتہ است و مثل ایں بسیار است

اور صاحب لمعۃ البیضا بھی قریب قریب اسی کی تاویل کرتے ہیں کما یقول وافعلت بالنسبۃ الی تلک الجرأۃ والجارۃ مع علمہا بانہ امام مفترض الطاعۃ ولا یلیق بمثلہ ھذہ الخاطبۃ من مثلہا الا لابداء شناعۃ ما فعلہ ابوبکر من تلک الفعلۃ الفظیعۃ علی الامۃ واثبات کفر العرسین کما فعل موسےٰ باخیہ من الاخذ بلحیتہ والضرب علی رأسہ حتی یعلم القوم شناعۃ عبادۃ العجل ص ۳۹۶ اور صاحب ناسخ التواریخ اس سوال وجواب کے متعلق فرماتے ہیں۔ کشوف باد کہ اسرار اہل بیت مستورست از مدرکات امثال ما مردم۔ بلکہ مقدار و ابوبکر و سلمان با منزلت السلمان منا اھل البیت۔ ہیروان او بہ گام منزلند و رسیدہ

جب آفتاب غروب ہونے لگا تو حضور انور عرفات سے روانہ ہو گئے۔ زید کا بیٹا اسامہ اونٹ پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ چاندنی میں مزدلفہ کی تنگ گھاٹی میں ہو کر روانہ ہوئے جہاں آپ نے مغرب اور عشا کی نمازیں ملا کر پڑھیں جس صورت سے آپ نے حج کے ارکان ادا کئے اُس زمانہ سے آج کے دن تک ہر حاجی اُسی طرح اور وہی ارکان ادا کرتا ہے شب آپ نے مزدلفہ میں گزاری صبح ہوتے ہی آپ نے عورتوں اور بچوں کو بلایا اُن کے پیچھے حاجیوں کا غول بھی آگیا۔ آپ نے بعض بچوں کے کندھے پر ہاتھ رکھکر کہا میرے بچوں اس بات کا خیال رکھنا جب تک آفتاب طلوع نہ ہو عقبہ کی طرف پتھر نہ پھینکنا۔

ذی الحجہ کے دسویں روز کی جب صبح ہوئی حضور انور نے صبح کی نماز ادا کی اونٹ پر سوار ہوئے اور ایک خاص جگہ پر کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا کہ یہ جگہ اور تمام مزدلفہ حاجیوں کا مقام ہے اس وقت عباس کا بیٹا فضل آپ کے پیچھے اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا

خاطر تمنای این طلب نہ کنند۔ وقتی نمیدانم کجا دیدہ ام کہ سلمانؓ در خدمت امیر المومنین از غصب خلافت و تقاعد آنحضرت اظہار رنجرتی کرد۔ علیؓ فرمود ای سلمانؓ میخواہی از اسرار اہل بیت آگاہی بدست کنی بدیہی است کہ بیرون اہل بیت ہیچ آفریدہ را تواناے حمل این بار گراں نیست مانا فاطمہؓ کہ محدثہ بود و بحکم احادیث صحیحہ بعلم ماکان و مایکون عالم بود لاجرم ازاں پیش کہ رسول خدا وداع جہاں گوید و حوادث ہائلہ نازل گیرد و از مخالف و ضبط فدک و عوالی آگاہی داشت و بحکم عصمت کہ تشریف موہبہ یزدانی است جز بحکم خدا و رضای علی مرتضیٰ سخنے نمی فرمود۔ سخن او سخن عمل عمران بود و کلمۂ او دیبہ خداوند رحمن و مناعت محل او از ملکوت و ملک رفیع تر بود تا بعوالی و فدک چہ رسد و چہ بسیار وقت حسنین را گریہ سنہ می خوابانید و بلغۂ یک شبہ ایشان را بہ سائلے می رسانید۔ ملکت دنیا در چشم او با پر و بالی بہ میزان نمی رفت فدک و عوالی چیست و حاصل عوالی کدام است اگر گوئی این خطاب و خطبہ چہ بود و این ہمہ فرع و شکوہ چہ واجب می نمود پس در حضرت

بارش بہت شدت سے ہونے لگی بارش ہی میں آپ منے کی طرف روانہ ہوئے۔ لبیک اللہم لبیک کی صدائیں چاروں طرف سے آرہی تھیں اور آپکی زبان مبارک سے بھی یہی الفاظ نکل رہے تھے۔ منے پہنچے لبیک کی صدائیں بند نہیں ہوئیں یہاں عقبہ کی طرف کنکریاں پھینکی گئیں جو وادی کا آخری کونہ ہے اس کے بعد قربانی ہوئی اور قربانی کے بعد حج کی تکمیل ہوئی بال منڈوا کے ناخون کتروائے گئے پھر حج کے کپڑے اُتار دیئے گئے خوشبوئیں روشن کیگئیں قربانی کا گوشت تقسیم ہوا پوری تکمیل یہاں آکے حج کی ہوئی یہ آخری دن گویا عید سمجھنی چاہیئے جس میں کھانا اور خوشی منانا ہوتا ہے۔ اور خدا کی یاد کیجاتی ہے۔ حضور انور دس سے بارہ ذی الحجہ تک منے میں رہے۔ ہر شام کو آپ عقبہ کی طرف کنکریاں پھینکتے رہے۔

تیسرے روز حضور انور اونٹ پر سوار ہوئے۔ وادی منے میں آپ نے ایک مقام پر کھڑے ہو کے ہزاروں مسلمانوں کے آگے یہ وعظ فرمایا اے مسلمانو میری

امیر المومنین اظہار جسارت کردن و معذرت جستن باجابت مصمت بنوفت داشت۔ پاسخ این سخن را بدیں گونہ ساختگی کنیم کہ اسرار اہل بیت مستورست بہ شرعی کہ مسطور افتاد والا آنکہ گوئیم بحکم مدرکات عقول ناقصہ خود آنحضرت ہمی خواستند کہ عالم را از عادل وحق را از باطل باز نماید تا آنکہ خمیر مایہ فطرت ایشان از تر شحات ذلال ولایت بہرہ یافتہ از طرق ضلالت وغوایت باز شوند و بہ شاہراہ شریعت و ہدایت روند۔ انتہی صفحہ ۹۱۔

ہم اگرچہ ان جوابات کی نسبت ضرورت کچھ بیان کرنیکی نہیں دیکھتے اسلیئے کہ ہر ایک سمجھ دار آدمی خود ان جوابات سے اُسکی وقعت کا اندازہ کر سکیگا اور اُسے یقین ہو جائیگا کہ بجز انکے یہ معاملات اسرار امامت سے سمجھے جائیں انسانی فہم سے خارج ہیں مگر مختصراً کچھ کہنا مناسب سمجھتے ہیں بحار الانوار میں جو جواب باقر مجلسی نے دیا ہے کہ مسلمانا حضرت سید نے حضرت ابراہیم سے ایسی باتیں فرمائیں اور غرض آپکی صرف یہ تھی کہ لوگوں کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور انکے افعال کی شناعت ظاہر ہو جائے۔ طالب ہر شخص میں جواب کو تعجب اور تاسف کی نظر سے

باتیں سنو کیونکہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ میں دوسرے سال بھی یہاں تم میں ہوں۔ آخری دن تک تمہاری جانیں اور مال تم میں پاک قرار دیا گیا ہے۔ خداوند تعالےٰ نے ہر ایک شخص کے لئے ایک حصّہ قرار دیا ہے اس سے زیادہ لینے کا مستحق نہیں ہے جو شخص کسی چیز کا جھوٹا دعوے کریگا تو خدا اور فرشتوں اور مسلمانوں کی لعنت اُسپر ہوگی۔

اے ایمان والوں بیویوں کا حق تم پر ہے اور تمہارا حق بیویوں پر ہے تم اپنی بیویوں پر سختی نہ کرنا نہ کوئی ناواجب بات کرنا۔ اُن سے اگر کوئی ایسی بدتہذیبی کی بات ہو جائے تو علیحدہ مجرموں میں اُنھیں بند کردو اور اُنھیں تنبیہ کرو مگر زیادہ سختی سے نہیں اور جب وہ اس سے باز آجائیں تو نہایت عمدگی سے اُنھیں لباس اور کھانا دو اور اپنی عورتوں سے بہت اچھی طرح پیش آؤ کیونکہ وہ تمہاری دستِ نگر بنائی گئی ہیں انکا قابو کسی چیز پر نہیں ہے خدا کو پہچانو میں ضامن دیکر تم نے اُن پر قابو حاصل کیا ہے اور صرف خدا کے الفاظ سے وہ تمہاری مطیع بنی ہیں۔

دیکھے گا۔ اور سمجھ لیگا کہ جب کچھ جواب نہ بنا تو مجبوری لنجوائے الغریق یتشبث بکل حشیش۔ یہ سمجھ کر کہ کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی چاہیئے۔ ملا صاحب نے جو دل میں آیا لکھدیا مگر اتنا خیال نفرمایا کہ یہ باتیں جو حضرت سیدہ نے جناب امیر سے فرمائیں وہ گھر میں کہیں تھیں جہاں سوائے آپکے یا گھر والوں کے لوگوں کے کوئی غیر نہ تھا جنکو سنانا منظور ہو اور غیروں کے سنانے کے لئے کوئی موقع بھی باقی نہ تھا اسلیئے کہ نہ جناب امیر نے کوئی دقیقہ ملامت اور الزام کا صحابہ پر اُٹھا رکھا تھا اور نہ ہین المہاجرین والانصار ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کے ظلم وستم کی کوئی بات باقی رکھی تھی۔ اور نہ جناب فاطمہ نے اپنے فصیح و بلیغ خطبہ میں اُنکی نسبت جو کچھ کہنا تھا اسمیں سے اُٹھا رکھا تھا کافر اور مرتد اور جہنمی ہونیتک تو اُن کا علی رؤس الاشہاد بیان فرمادیا تھا۔ وہ کونسی بات باقی رہگئی تھی جسے حضرت علی پر رکھکر سناتیں۔ ہاں ملا صاحب اگر یہ فرماتے تو ممکن تھا کہ آسمان کے فرشتے مدد دی کرنے اور تسلی دینے کے لئے آپکی دولت سرا میں آئے تھے اُنکو صحابہ کا کفر و نفاق اور اُنکے جور و تعدی سنانی منظور ہوگی۔ اُن کے

اب رہے تمہارے غلام جو کچھ تم کھاؤ وہ انھیں کھلاؤ جو کچھ تم پہنو وہ انھیں پہناؤ اور اگر وہ کوئی ایسا جرم کریں جسے تم معاف نہ کرو تو انھیں بیچ ڈالو۔ کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں تمھیں انپر زیادہ سختی کرنیکا مجاز نہیں ہے۔

اے مسلمانوں میری باتیں سنو اور انھیں یاد رکھو اور اس بات کو جان لو کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تم سب ایک ہی جنس سے ہو۔ جس وقت آپ نے یہ فقرہ کہا اپنا ہاتھ بلند کر لیا اور ایک انگلی کھڑی کر کے آپ نے یہ فرمایا تم سب ایک برادری ہو تم جانتے ہو کہ یہ کون مہینہ ہے اور یہ کس شہر کی حدود میں کیا دن ہے ہر سوال کا جواب مسلمانوں نے دیا۔ یعنی اے رسول اللہ ہم جانتے ہیں کہ یہ پاک مہینہ ہے مقدس شہر ہے اور حج کا دن ہے جب یہ مسلمانوں کی طرف سے جواب ہو چکے تو حضور نے فرمایا اس بات کو سمجھ لو کہ جس طرح خداوند تعالے نے ان چیزوں کو مقدس بنایا ہے اسی طرح تمہاری جانیں اور تمہارے مال آپس میں پاک کر دیئے یہاں تک کہ تم اپنے خالق سے ملو۔

سنانے کے لئے غالباً حضرت معصومہ نے حضرت امیر کو مخاطب کر کے یہ خطاب فرمایا ہوگا اور حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ کی مثال جو ملا صاحب نے دی ہے وہ بھی اپنے دل کے خوش کرنے کے لئے بیان فرمائی۔ ورنہ اُس کو اس سے کیا نسبت۔ اوّل تو یہ بات تسلیم نہیں کیگئی کہ حضرت ہارونؑ پر عتاب لوگوں کے دکھانے کے لئے کیا گیا تھا۔ سو اسکے جو کچھ حضرت موسےٰ نے کیا وہ علی رؤس الاشہاد تھا۔ نہ آنکہ گھر میں بیٹھکر اور تنہائی میں جہاں کوئی دیکھنے والا سوائے فرشتوں کے نہ ہو۔ علاوہ بریں جناب امیر نے اس خطاب کو جو حضرت سیدہ نے کیا اپنے ہی نسبت خیال کیا تھا نہ جیسا کہ ملا صاحب سمجھتے ہیں اُسی مصلحت پر مبنی خیال فرمایا تھا۔ اسلیئے کہ اسکے جواب میں جو اپنے فرمایا اُسکے الفاظ یہ ہیں۔ فقال لها امیر المؤمنین لاویل لك بل الویل لسانك فرهنعنی عن وجدك یا بنت الصفوة وبقیة النبوة فما غنیت عن دینی ولا اخطأت مقدوری فان کنت تریدین البلغة فرزقك مضمون وکفیلك مأمون وما اعدلك افضل مما قطع عنك فاحسبی الله فقالت حسبی الله واسکتت

جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ اُن لوگوں سے کہدیں جو یہاں موجود نہیں ہیں وہ شخص جس نے میری باتیں یہاں نہیں سُنی ہیں میری ہدایتوں کو جس نے سُنی ہیں زیادہ یاد رکھے گا۔ فقط

حضورِ انور نے قرآن مجید کی نویں سورت کی سینتیسویں اور اڑتیسویں آیتیں پڑھیں اسکے بعد یہ فرمایا کہ میں اپنا کام پورا کر چکا۔ میں نے ایک صاف حکم یعنی کلام خدا تم میں چھوڑا ہے اگر تم اسے نہایت مضبوطی سے پکڑے رہوگے تو تم کبھی گمراہ نہیں ہونے کے۔

اسکے بعد آپ نے آسمان کی طرف منہ اُٹھاکے یہ عرض کیا کہ میں نے تیرا پیغام لوگوں میں پہنچا دیا اور اپنا فرض پورا کیا تمام مسلمانوں نے غل مچاکے کہا بیشک آپ نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ پھر حضورِ انور نے بارگاہِ صمدی میں یہ عرض کیا اے پاک و برحق معبود تو اس بات کا شاہد رہیو ان الفاظ پر آپ نے اپنے خطبے کو ختم کیا اسکے بعد مجمع پریشان ہو گیا۔

منٰے میں تین دن ٹھیرنے کے بعد مکّہ روانہ ہوئے حضورِ انور کی یہ خواہش ہوئی کہ حجاج

اسکا ترجمہ فارسی میں فاضل حق الیقین میں اس طرح کرتے ہیں کہ جناب امیر در جواب ارشاد فرمود کہ صبر کن و آتش خود را فرو نشان اے دختر برگزیدۂ عالمیان و اے باقی ماندۂ ذریت پیغمبر من سستی در امر دین خود نکردم و آنچہ از جانب خدا ما مور بودم بعمل آوردم و آنچہ مقدور بود از طلب حق خود راں تقصیر نکردم۔ و روزی ترا اولاد خدا ضامن است۔ اس جواب سے کون شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت علی نے اُس خطاب کو حضرت فاطمہؓ کے اپنی ذات پر محمول نہیں فرمایا تھا۔ اور اُن کے غصّہ کو اپنی نسبت نہیں خیال کیا تھا۔ ورنہ آپ کیوں یہ فرماتے کہ میں نے کچھ کوتاہی نہیں کی اور جہانتک مجھسے ہو سکتا تھا اس میں دریغ نہیں کیا۔ بلکہ اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً حضرت سیدہ کو اُنکی غلطی پر آگاہ کرنا منظور تھا۔ اور یہ کہنا کہ آپ غلطی پر ہیں کیوں آپ مجھپر خفا ہوتی ہیں اور کیوں مجھے ایسی سخت و سست باتیں کہتی ہیں اور کیوں مجھے مثل جنین کے پردہ نشین خرابی میں میں نے آپکی مدد میں کوتاہی نہیں کی۔ میں نے آپکے دعوے کی تائید کی آپکے ساتھ صحابہ سے

دن کو سفر کریں اور آپ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ شب کو مکہ پہنچکر آپ سیدھے کعبہ گئے اور آپ نے اونٹ پر سوار ہو کے سات دفعہ کعبہ کا طواف کیا پھر اس کے قریب آپ زمزم کے کنویں پر گئے اور آپ نے پانی منگایا اور تھوڑا سا پیا اور پھر باقی کا پانی جو ڈول میں تھا کنویں میں پھینک دیا گیا۔ (کاتب الواقدی صفحہ ۱۳۰) اس کے بعد آپ نے اپنی جوتیاں اتار لیں اور دروازے کے راستے سے اتر کے آپ اُس پاک مقام کے اندر گئے چونکہ آپ بہت تھک گئے تھے تو آپ نے ایک مکان میں آرام کیا جہاں نبیذ یعنی کھجوروں کا شیرہ موجود تھا یہ شیرہ حجاج کے پینے کیلئے رکھا ہوا تھا جب آپ وہ شیرہ پینے لگے تو عباس کے بیٹے نے کہا سینکڑوں آدمی اسے پی کے گئے ہیں اسمیں کچھ زیادہ لطافت نہیں رہی۔ آپ میرے باپ کے مکان میں تشریف لے آئیں اور نہایت ہی صاف اور ستھرا شیرہ نوشجان فرمائیں حضور نے یہ منظور نہیں کیا اور اس شیرہ کو جو اور سلمان پی رہے تھے آپ نے پی کے اپنی پیاس بجھائی تین دن آپ مکہ میں رہے اور پھر اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ روانہ ہو گئے

جھگڑا کیا۔ اور جہاں تک ممکن تھا اُن کو ملامت کی۔ انکا ظلم و ستم ثابت کیا۔ اور چونکہ یہ سب باتیں میں نے آپکے سامنے کیں پھر بھی آپ مجھپر خفا ہوتی ہیں اور مجھے بُودا اور خائف بتراتی ہیں۔ یہ آپکی شان سے بعید ہے۔ اور جو نکتہ وہ باتیں ہیں جو شیعوں کی روایتوں میں بتفصیل منقول ہیں۔ اس سے وہ حضرت سیدہ کی عصمت میں خلل پیدا کرتے اور بمقتضائے بشریت آپ کو بیجا غصہ کرنیوالا قرار دیتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ حضرات شیعہ مجبور ہیں اور بے بنیاد اور غلط بات کے ثابت کرنے میں رقص البمل فرماتے ہیں۔ ہر موقع کے لئے اُنھوں نے ایک روایت بنائی۔ اور ہر اعتراض کے لئے حضرات نے اپنے نزدیک ایک جواب گھڑا اور جھوٹ کو سچ کرنا چاہا۔ کاش وہ ایک ہی روایت اور ایک بات پر قائم رہتے تو اتنی دقت پیش نہ آتی۔ اور ایسی فضیحت نہ ہوتی۔ مگر کثرت روایات اور اختلاف اقوال نے ہم کو جواب دینے کی محنت سے بچا لیا اور اس تناقض اور اختلاف نے جو اُن کی روایتوں اور بیانوں میں ہے اُنکے دعوے کو ایسا باطل کر دیا کہ نہ کسی عدالت میں ان کے دعوے کی ڈگری ہو سکتی ہے نہ غلط بیانی اور جھوٹی شہادت کو پیش کرنیکے الزام سے وہ بچ سکتے ہیں

باب چودھواں

ہجری کے نویں سال کا آغاز

اپریل اور مئی ۶۳۲ء

کاذب مدعی نبوت جنہوں نے حضور انور کے خلاف جھنڈا بلند کیا

ہجری کے نویں سال کا آغاز نہایت پُر امن زمانہ میں ہوا مدینہ میں بالکل چین چان تھا اور کسی قسم کی کوئی خلش نہیں رہی تھی حضور انور خاص طور پر فرمان روانہ کرتے تھے ایلچیوں اور گورنروں کو نامزد فرماتے تھے اور عرب کے دور دراز حصّے میں اسلام کی حکومت پہنچانے کی کوشش کی جاتی تھی دیسی سرداروں اور شہزادوں کی اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمانوں کی طرف سے پوری مدد کیجاتی تھی وہ یمن وصول کرنے کے لئے کلکٹر اور تحصیل دار سیاسی اور عدالتی اختیارات کے ساتھ مختلف حصص ملک میں روانہ کیے گئے۔

بعد ازاں ایک ایرانی گورنر کا جو ابتدا ہی میں مسلمان ہو گیا تھا اس عرصے میں انتقال ہو گیا اس کا بیٹا شہر صنعا کی گورنمنٹ اور قرب وجوار کے اضلاع کا مالک بنا۔ پھر نجران۔ ہمدان وغیرہ کے سردار جن پر حضور انور نے مختلف گورنر مقرر کر رکھے تھے شہر کی حکومت میں آگئے ان گورنروں میں کچھ تو اسی ضلع کے رہنے والے تھے اور کچھ وہ لوگ تھے جنہیں حضور انور نے مدینہ سے بھیجا تھا۔

اسی اثنا میں یکایک ایک اعجوبہ بات کا ظہور ہوا عرب کے مختلف حصّوں میں تین آدمیوں نے نبوت کا دعوے کیا اور حضور انور کی سیادت کی تقسیم کی خواہش کی ان کا زور شور حضور انور کی مبارک زندگی کے آخری دنوں میں ہوا۔ سب سے مشہور ان تینوں میں بنی اسد کا سردار طلیحہ تھا جو نجد میں بہت بڑا اثر تھا اور جو بطور خود ایک بہت بڑا جنگجو تھا۔ ایک دن اس کا قبیلہ جنگل میں سفر کر رہا تھا پانی نہ ملنے کی وجہ سے بیتاب ہو گیا۔ اس پر طلیحہ نے اسے اطلاع دی کہ گھبراؤ نہیں پانی

فلاں مقام پر موجود ہے۔ بعد ازاں جب اس نے نبوت کا دعوی کیا ہے تو اسی اطلاع وہی کی نسبت یہ کہا تھا کہ مجھپر وحی نازل ہوئی تھی حضور انور کی وفات پر یہ یکایک سرکشی پر آمادہ ہو گیا مگر ایک بڑی سخت جنگ کے بعد خالد نے اسے شکست فاش دی حضرت فاروق اعظم نے اس مفتوح سردار پر مہربانی فرمائی اور فاروق اعظم کی خدمت میں روانہ ہوا۔ اس نے اور اسکی قوم نے اسلام قبول کر لیا اور بعد ازاں وہ اور اسکی قوم اسلامی جھنڈے کے نیچے بڑی شجاعت سے مخالفین اسلام سے لڑی اوپر کہیں یہ بیان ہو چکا ہے کہ مسیلمہ بنی حنیفہ کی سفارت کا سرگروہ بنکے مدینہ میں آیا تھا صورت شکل میں تو بہت وجیہ تھا مگر قد چھوٹا تھا۔ تقریر برجستہ اور دھواں دھار کرتا تھا اس نے چار آیتیں ترتیب دیں اور کہا کہ آسمان سے مجھپر نازل ہوئی ہیں اور اس نے کچھ شعبدے بازی بھی کی جسے اس نے معجزوں سے تعبیر کیا وہ ہاتھ کی لکیروں سے انسان کی قسمت بتایا کرتا تھا۔ اور ایک معجزہ اسکا یہ ہے کہ اس نے ایک تنگ منہ والے برتن میں ایک انڈا ڈال دیا۔ اس نے چالاکی سے یمامہ کے آدمیوں کو یہ یقین دلایا کہ مدینہ کے پیغمبر نے آدھی حکومت مجھے تقسیم کر دی ہے جب یہ افواہ حضور انور کے گوش مبارک تک پہنچی تو آپ نے اسے لکھ کے بھیجا کہ تو حاضر ہو اور اسلام قبول کر مسیلمہ نے اسکا جواب یہ دیا کہ میں مثل آپ کے پیغمبر ہوں آپ نصف زمین میرے حوالے کر دیں یہ سنکر حضور انور کو سخت ناگوار گزرا آپ نے قاصدوں سے ارشاد کیا کہ تمہارا مسیلمہ کی اس تحریر کی نسبت کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا جو کچھ مسیلمہ کہتا ہے وہی ہم کہتے ہیں۔ جب وہ بھی پیغمبر ہے تو آپ آدھی زمین کیوں نہیں تقسیم کر دیتے۔ حضور انور نے اسکا یہ جواب دیا خدا کی قسم اگر تم قاصد نہ ہوتے اور تمہاری جانیں محفوظ نہ ہوتیں تو تمہاری گردن ماری جاتی پھر حضور نے مسیلمہ کے خط کا یہ جواب لکھوایا مجھے تیرا خط پہنچا جس میں خدا کے ساتھ مسخرپن اور جھوٹ بھرا ہوا ہے یقیناً زمین خدا کی ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے وارث بناتا ہے۔ فلاح متقیوں ہی کے لئے ہے والسلام علی من اتبع الھدیٰ اس کاذب کا تیا پانچا اور استیصال حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت میں ہوا۔

اسود تیسرا نبی کاذب اپنے دو مذکور کذابوں سے اپنی شان میں نرالا تھا یہ صاحب دولت بھی تھا اور صاحب اثر بھی وہ ایک جادوگر کی صورت میں نمودار ہوا اور اس نے بیان کیا کہ میری آمد و رفت عالم غیب سے ہے۔ پہلے پہل وہ اپنے دعوے پوشیدہ پوشیدہ کرتا رہا اور ان سرداروں پر اس نے اپنی حکومت قایم کرلی جو باذاں کی وفات پر بد دل ہو رہے تھے۔ ہجری کے دسویں سال کے اختتام پر اس نے شرکشی کا جھنڈا بلند کیا اور حضور انور کے مقرر کردہ افسروں کو نکال دیا جنہوں نے ملک کے موافق حصوں میں پناہ لی۔ پھر وہ نجران پر بڑھا جو اسکا مطیع ہو گیا۔ پھر وہ یکایک صنعا پر آپڑا جہاں اس نے شہر حاکم کو قتل کر دیا حاکم شہر کے قتل ہوتے ہی اسکی فوج بھاگ گئی۔ پھر اس نے اسکی بیوہ سے شادی کرلی اور یہاں اس نے اپنی حکومت قایم کرلی فساد اس کا سیلاب پر آگ کی طرح سے پھیل گیا۔ جزیرہ نما عرب کے بڑے حصے میں بغاوت پیدا ہو گئی بحرین۔ طائف اور ساحل سمندر فوراً اس غاصب کے مطیع ہو گئے۔

یہ معلوم نہیں کہ ان بغاوتوں کی خبر حضور انور کے گوشِ مبارک میں کس طرح پہنچی یعنی آپکی خدمت میں کس طرح عرض کیگئی مگر واقعات سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپنے ان بغاوتوں کو کچھ خوفناک خیال نہیں کیا کیونکہ آپ نے صرف کچھ خطوط بھیجدیئے۔ مختلف مقامات پر اپنے افسروں کو ہدایتیں کر دیں کہ جیسا موقعہ ہو ویسا عمل میں لائیں خواہ انھیں قتل کر دیں یا اگر جنگ کا موقعہ ہو تو اس سے گریز نہ کریں عجیب بات یہ ہوئی کہ اسود کو اس کی بیوی نے قتل کر دیا اور غاصب بھی اسی شب قتل کر دیا گیا۔ جب حضور انور کا وصال ہوا ہے ان دونوں کے قتل سے بغاوت یکلخت جاتی رہی اور اسلام کی حکومت پھر ان مقامات پر قایم ہو گئی

باب پندرہواں

مرض اور حضورِ انور کا وصال

محرم الحرام ۱۱ ہجری مطابق جون ۶۳۲ء

اسوقت حضورِ انور کی ۶۳ سال کی عمر ہو چکی تھی آپ ظاہر اشکل و شباہت سے نہایت

تندرست معلوم ہوتے تھے ماہِ صفر کے آخری دوشنبہ کے دن آپ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ جنگ کی تیاری کریں جو رومی سرحد پر انھیں لڑنی پڑیگی ڈیڑھ برس سے کوئی مشہور لڑائی مسلمان نہیں لڑے تھے۔ تبوک پر جو حملہ ہوا تھا اسوقت تمام صحابہ جمع کئے گئے تھے اور کل صحابہ کے جمع ہونے کا اسے آخری موقع سمجھنا چاہیئے۔ عرب کا خطہ تو تمام مطیع ہو چکا تھا آپ صرف نصرانی اور صحرائی شام کے بُت پرست قبائل باقی تھے یا رومی اور ایرانی سلطنتیں تھیں جو حضورِ انور کے آسمانی احکامات پر حقارت کی نظریں بلند کر چکی تھیں اور جنہوں نے اسلام کی اس بڑھتی ہوئی قوت کو بہت خفیف نظروں سے دیکھ رکھا تھا۔

جنگ کی موجودہ تیاری کی بظاہرہ غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ سرحدی مشرک قبائل کی آنکھیں کھولی جائیں اور موتہ کی ناکامی کا انتقام لیا جائے۔

حکم ہوتے ہی صحابہ جمع ہو گئے۔ حضور نے زید کے نوجوان بیٹے اسامہ کو جو ابھی بہت کم سن تھا فوج کی کمان سپرد کی اور آپ نے اسے مسجد میں بلا کے یوں خطاب کیا تو اس فوج کو اُس مقام پر لیجا جہاں تیرا باپ شہید ہوا تھا اور وہاں کے سرکشوں کو پورا مزا چکھا دینا۔ دیکھ میں نے تجھے فوج کا افسر بنایا ہے تو آندھی مینہہ کی طرح سے بڑھیو اور آگ کی طرح سے پھیل جائیو۔ اگر خدا دشمنوں پر تجھے فتح دے تو اُن میں زیادہ قیام نہ کیجیو اپنے ساتھ راہبر رکھیو اور ہراول دستہ۔

چہار شنبہ کو حضورِ انور شدید تپ اور دردِ سر میں مبتلا ہو گئے مگر جمعرات کو آپ کو افاقہ ہو گیا اور آپ نے اُسامہ کے لشکر کے لئے اپنے ہاتھ سے جھنڈا بنایا اور یہ فرمایا خدا کے نام پر اس جھنڈے کے نیچے لڑیو اور اُنھیں لوگوں پر تلواریں اٹھائیو جو خدائے واحد کے منکر ہیں۔ ساری فوج جمع ہونے لگی یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم بھی فوج میں آکے شریک ہو گئے۔

حضورِ انور کے مرض کی تاریخ کچھ ایسی روایتوں میں پیچیدہ ہو گئی ہے کہ مسلسل اور ٹھیک واقعات کا ان سے پتہ لگانا مشکل ہے اصل میں حضورِ انور کسی سخت مرض میں مبتلا نہیں ہوئے چھٹی ہجری کے خاتمہ پر روایتوں سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی

بھوک بہت کم ہو گئی تھی پھر ساتویں ہجری کے وسط میں یکلخت اُس زہر کا اثر نمودار ہوا جو ایک یہودن نے آپ کو خیبر میں دیا تھا آپ کی عیادت کے لئے جو لوگ آتے تھے ان میں سے ایک عورت نے یہ کہا کہ آپ کو مرض ذات الجنب ہو گیا ہے۔ آپ نے سخت ناراض ہو کے یہ فرمایا کہ نہیں خدا کے پیغمبروں کو ایسا مرض نہیں ہوا کرتا بلکہ یہ اُس زہر کا اثر ہے جو یہودن کے ہاتھ سے مجھے خیبر میں کھلایا گیا تھا اور اے عورت تیرا بیٹا بھی اسی میں فوت ہوا ہے۔

اسی اثنار میں حضرت صدیق اکبر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے یہ عرض کیا کہ آپ تو اے رسول اللہ میرے باپ اور ماں سے بھی زیادہ عزیز ہیں ایک دن اسی طرح جب حضور انور مسجد میں آتے تھے تو حضرت صدیق اکبر نے افسوس کر کے یہ کہا تھا کہ حضور کی ریش مبارک میں سفید بال آ گئے ہیں اور وہ بڑھتے جاتے ہیں۔ اپنے دلی دوست کے اس قول سے حضور انور کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور آپ نے فرمایا اسکی وجہ یہ ہے کہ نزول وحی پر جو روحانی تکلیف مجھے اٹھانی پڑتی ہے اُس نے مجھے اتنا ضعیف کر دیا۔

اسپر بھی حضور انور نے اپنے نشست و برخاست میں کبھی کوئی بات ایسی نہیں ہونے دی کہ جس میں ذرا بھی ضعف یا کمزوری کی کوئی علامت پائی جاتی۔ جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تھے تو لوگوں کا بہت ہی ہجوم ہوتا تھا اور اس سے ایک گونہ آپکو کشمکش کرنی پڑتی تھی۔ حضرت عباس آپ کے چچا نے اسپر ایک دن عرض کیا کہ اگر آپ حکم دیں تو ایک بلند مقام آپ کے لئے بنا دیا جائے تاکہ لوگوں کے ہجوم سے آپ کو تکلیف نہ پہنچے اسکا جواب آپ نے یہ دیا نہیں یہ کبھی نہیں ہونے کا جب تک میں زندہ ہوں میں یہی طریقہ جاری رکھوں گا اور میں اس سے خوش ہوں کہ کثرت اژدہام اور دھکا پیلی سے میرا عمامہ سر کے نیچے جا پڑے اور سارے کپڑے خاک میں آلودہ ہو جائیں بس میں اسی میں خوش ہوں۔

آپ فرما چکے تھے کہ میں خدا کا پیغام پورا کر چکا ہوں اور جو اپنا فرض تھا اُس سے سبکدوش ہو چکا ہوں اب میرا یہ کام ہے کہ خدا کی حمد کروں اور معافی مانگوں۔

جب اخیر بیماری کا دورہ ہوا تو آپ کو بہت تکلیف معلوم ہونے لگی مگر اسپر بھی طریقہ معاشرت میں فرق نہ آیا۔ ایک شب آپ بستر پر بہت ہی بے آرام رہے اور کروٹیں بدلتے بدلتے آپ کو نیند نہیں آئی۔ اخیر آپ آہستہ سے اُٹھے اور کپڑے پہنے اور ایک غلام کو ہمراہ لیکے بقیع میں تشریف لے گئے آپ بڑی دیر تک وہاں خاموش بیٹھے رہے اور پھر آپ نے فاتحہ پڑھی اور اہل قبور کے لئے مغفرت کی دعا مانگی۔ اسکے بعد آپ اپنے گھر واپس چلے آئے راستے میں آپ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میرا بھی وصال باری تعالےٰ قریب ہے اور یہ میری مرضی پر چھوڑا گیا ہے کہ میں دنیا میں زیادہ رہنا پسند کروں یا آسمان پر اپنے خالق سے جاکے ملوں۔ میں نے آخری بات کو پسند کیا ہے۔

مرض بڑھتا جاتا تھا مگر ابھی تک آپکا وہی طریقہ معاشرت جاری تھا۔ آپ حسب قاعدہ حضرت میمونہ کے حجرے میں تشریف لائے وہ ان ہی کی باری کا دن تھا۔ مگر یہاں مرض کا زیادہ غلبہ ہوگیا۔ آپ نے اپنی سب ازواج کو جمع کیا اور ارشاد کیا مرض کی شدت ہوتی جاتی ہے۔ اب مجھے اُمید نہیں کہ میں پھر دوبارہ تمہارے پاس آؤں۔ لہٰذا اگر تم اجازت دو میں عائشہ صدیقہ کے مکان میں چلا جاؤں۔ سب نے یک زبان ہوکر کہا ہمیں منظور ہے۔ سر میں بہت شدت کا درد ہو رہا تھا ایک کپڑا آپ کے ماتھے پر بندھا ہوا تھا۔ علی اور عباس دونوں طرف سے آپ کو سہارا دے کے عائشہ صدیقہ کے حجرے میں لائے۔ اگرچہ صدیقہ کی عمر اس وقت صرف بیس برس کی تھی مگر جس محبت اور جس سرگرمی و جوش سے آپ نے اپنے عظیم الشان شوہر کی تیمارداری کی اُسکی نظیر ملنی مشکل ہے۔

سات آٹھ روز تک حضور انور کو مسلسل بخار چڑھا رہا مگر تو بھی آپ مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے برابر آتے رہے۔ آپ نے اسی اثنار میں حکم دیا کہ مختلف کنوؤں کا پانی لایا جائے میں نہاؤں گا۔ چنانچہ پانی آیا اور آپ نے غسل فرمایا اسی اثنار میں عورت اور مرد مسجد میں جمع ہوگئے اور رونا شروع کیا۔ آپ فوراً غسل فرماکر مسجد میں آئے آپ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور آپ منبر پر بیٹھ گئے اور نماز

کے بعد یہ فرمایا۔ اے لوگوں میں نے اُسامہ کو جو فوج کا کمنڈر انچیف بنایا ہے تو تم میں سے بعض لوگ اس تقرر پر مطمئن نہیں ہیں۔ اسی طرح جب میں نے اُسامہ کے باپ زید کو فوج کا کمان افسر بنایا تھا تو بعض نے نکتہ چینی کی تھی مگر پھر معلوم ہوا کہ وہ انتخاب بہت صحیح تھا۔ اسی طرح اُسامہ کا انتخاب بالکل صحیح ہے۔ میں اسکے باپ کی طرح سے اُس سے محبت کرتا ہوں تمھیں بھی چاہیئے کہ اُس سے اچھا برتاؤ کرو۔ پھر آپ نے اُس مجمع کے سامنے یہ دوہرایا کہ خداوند تعالےٰ کی طرف سے میرے آگے دو چیزیں پیش ہوئی ہیں ایک دنیا کی زندگی اور ایک وصال۔ میں نے وصال باری کو دُنیا کی زندگی پر ترجیح دی۔ اسپر حضرت صدیق اکبر زار زار رونے لگے۔ حضور انور نے فرط محبت سے اپنے دوست سے یہ کہا صدیق تم نہ روؤ اور پھر آپ لوگوں کی طرف مخاطب ہو کے یہ فرمانے لگے۔ اے مسلمانوں یقیناً سب میں بڑا محبت میں اور اپنے کو نثار کرنے میں میرے نزدیک ابوبکر ہے۔ اگر میں اپنا کسی کو دلی دوست کہہ سکتا ہوں تو ابوبکر کو کہہ سکتا ہوں۔ مگر اسلام نے ہم میں بھائی چارے کا بہت ہی قریب کا رشتہ قایم کر دیا ہے۔ اب میں حکم دیتا ہوں کہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں مگر ابوبکر کا دروازہ کھلا رہے چنانچہ حکم ہوتے ہی سب نے اپنے دروازے بند کر لیئے اور صرف ابوبکر کا دروازہ کھلا رہا۔ (کاتب ابواقدی صفحہ ۱۴۵ اور ۱۴۶۔ اور ہشامی صفحہ ۴۵۷)

آپ عائشہ صدیقہ کے حجرے میں داخل ہونے ہی کو تھے کہ پھر واپس تشریف لائے اور مہاجرین کی طرف خطاب کر کے یہ فرمایا۔ اے مہاجرین خواہ وہ مکہ کے ہوں یا دوسرے حصص کے میری بات کان لگا کے سنیں۔ تم لوگ بڑھتے جاتے ہو اور روز مرہ شہر میں تمہاری آبادی زیادہ ہوتی جاتی ہے لیکن مدینہ کے لوگ اپنی اسی حالت پر قایم ہیں۔ وہ ہمیشہ کم و بیش اسی تعداد کے رہیں گے جتنے وہ اب ہیں وہ میرے بہت ہی محبتی ہیں کیونکہ میں نے ان کے ہاں آکے پناہ لی ہے لہذا ان واجب الاحترام آدمیوں کی تم عزت کرنا اور جو نیک ہے نیک برتاؤ

تم کر سکتے ہو وہ ان کے ساتھ کرنا پھر آپ نے فرمایا جہاں تک ہو فوج جلدی روانہ کیجائے اسکے بعد آپ عائشہ صدیقہ کے حجرے میں تشریف لے آئے (کاتب الواقدی صفحہ ۱۵۱ ہشامی صفحہ ۴۵۸)

مسجد میں تشریف لانے اور مسلمانوں سے خطاب کرنیکی وجہ سے آپ کو سخت تکان ہو گئی اور مرض بھی زیادہ بڑھ گیا۔ دوسرے دن جو غالباً روز جمعہ تھا جب آپ نے اذان کی آواز سنی۔ تو آپ نے وضو کے لئے پانی مانگا وضو کرنے کے بعد آپ اُٹھنا چاہتے تھے اُٹھتے وقت آپ نے اپنی نقاہت کا اندازہ کیا اور آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ آپ مسجد میں جاکے نماز پڑھانیکی قوت نہیں رکھتے تو آپ نے حضرت صدیق اکبر کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھاویں اور یہ کہکے آپ بیہوش ہو گئے۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے دریافت کیا کہ آیا میرا حکم میرے دوست کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اسپر عائشہ صدیقہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ حقیقت یہ ہے کہ ابو بکر ایک نرم اور پُر از رقت دل رکھتے ہیں ایسی حالت میں لوگ مشکل سے اُنکی آواز سنیں گے اسپر آپ نے حکم دیا کہ نہیں وہی نماز پڑھائیں اور اس وقت آپ کا لہجہ کسی قدر تیز ہو گیا تھا حضرت عائشہ کی تو دلی آرزو یہ تھی کہ حضور انور ہی اس قابل ہو جائیں کہ خود جاکے نماز پڑھائیں اس لئے اُنہوں نے بہت دھیمی آواز میں پھر وہی عرض کیا اسپر رسول بکسی قدر چیں بہ جبیں ہوئے اور انقطاعی حکم دیا کہ نہیں ابو بکر ہی نماز پڑھائیں۔ چنانچہ کئی روز تک ابو بکر ہی نماز پڑھاتے رہے۔

ایسی حالت میں ایسے شخص کا مرتبہ جسے نبی خود امام بنائے حقیقت میں بڑا ہی واجب الاحترام ہے۔ معمولی عقل والا بھی اس سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حضور انور کا صدیق اکبر کو اس اصرار کے ساتھ اپنی جگہ امام بنانا۔ اس بات کی کافی شہادت ہے کہ آپ نے اپنی مرضی سے اپنے ہی سامنے اپنے بعد صدیق کو اپنا جانشین مقرر فرما دیا اسی اثنار میں ایک دن ایک وقت کی نماز میں اذان پر ابو بکر نہ پہنچ سکے تو حضرت عمر مسلمانوں کے اصرار سے نماز پڑھانے کھڑے ہو گئے آپکی بلند آواز جب رسول اللہ کے کان میں پہنچی تو اُسی وقت آپ نے فرمایا نہیں نہیں ہرگز نہیں ابو بکر کی موجودگی میں مسلمانوں

کا کوئی دوسرا امام نہیں بن سکتا۔

اب حضور انور ایسے کمزور ہو گئے کہ حضرت بی بی عائشہ کے حجرے میں سے باہر نہ نکل سکے تو بھی شامی مہم کا خیال برابر آپ کو لگا ہوا تھا آپ بار بار یہی فرماتے تھے اُسامہ کی فوج کو بہت جلد روانہ کر دو اور اسکے بعد آپ نے حاضرین سے یہ تاکید کی کہ جو سفارتیں غیر ممالک کی مدینہ میں داخل ہوں انکی مہمانداری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے اور جو انعامات اور خلعتیں سفیروں کو ملتی ہیں اسی طرح ملا کریں۔ ہفتے کی شب کو بیماری زور پکڑ گئی تپ ایسی شدید ہوئی کہ آپ کے مبارک جسم پر ہاتھ تک نہ رکھا جاتا تھا۔ آپ کو اس وقت سخت کرب اور بیچینی تھی اور آپ بار بار بستر پر کروٹیں بدل رہے تھے حضرت بی بی اُم سلمہ نے جب آپ کے کرب کی یہ کیفیت دیکھی تو ایک چیخ آپ کے مونہ سے نکل گئی حضور انور نے اس کرب کی حالت میں یہ ارشاد کیا کہ خاموش خبردار جو چیخ کی آواز نکالی۔ یہ طریقہ مشرکوں کا ہے۔

حضرت عائشہ رات بھر برابر جاگتی رہیں اور اپنے عظیم الشان اور معصوم شوہر کو تسلی دیتی رہیں اور جہاں تک آپ سے ممکن ہوا خدمتگزاری کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا آپ اس سخت تکلیف میں بھی ہر ایک بات کا اطمینان بخش جواب دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اُس پاک پروردگار کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ دنیا میں کوئی بھی ایماندار نہ ہوگا کہ جسکی مصیبت یا مرض اسکے گناہوں کو اس کے جسم سے اس طرح نہ جھاڑ دے جس طرح خزاں پتوں کو جھاڑ دیتی ہے پھر آپ نے فرمایا کہ مومن کی آزمائش اسکے ایمان سے ہوتی ہے مثلاً اگر ایک مومن کا ایمان زبردست ہے تو ویسی ہی اس کی تکلیف بھی زبردست ہوگی اور اگر ایمان کمزور ہے تو اسی کے مطابق اسکے مصائب کمزور ہونگے۔

اتنے میں حضرت فاروق اعظم حجرے میں حاضر ہوئے آپ نے حضور انور کی مبارک پیشانی پر ہاتھ رکھا اور عرض کیا اے نبی المختار کیسا تیز ہے حضور نے جواب دیا کہ میں انبیاء متقدمین سورتیں خدا کی حمد میں دل ہی میں دوہرا چکا ہوں جن میں بہت

بڑی سورتیں ہیں حضرت عمر نے جواب دیا کہ جب خداوند تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ سب بخشدیئے پھر حضور کیوں نہیں اس کرب میں آرام لیتے حضور نے جواب دیا اس لئے کہ عین بندگی یہی ہے۔

اسی اثنار میں حضور انور بعض انبیاء کے مصائب کا ذکر کرتے رہے اور نہایت استقلال اور شان کیساتھ اس بات کو ثابت کر دیا کہ سخت سے سخت تکلیف خدا کے برگزیدہ بندے اسطرح برداشت کیا کرتے ہیں۔

انوار کو ضعف اور بھی بڑھ گیا اور اب آپ خاموش ہو رہے اُسامہ ابھی فوج لیکے روانہ نہیں ہوا تھا اور اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ حضور کی بیماری کا کیا نتیجہ ہوتا ہے چنانچہ وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے لشکر گاہ سے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے مبارک چہرے سے چادر کا کونہ سرکایا اور جھک کر آپ کی مبارک پیشانی پر بوسہ دیا جسکا جواب حضور کی طرف سے صرف یہ ملا کہ حضور نے اپنے مبارک ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے جنکا یہ مطلب تھا کہ حضور اُسامہ کے لئے دعا فرماتے ہیں اور پھر حضور نے وہ ہاتھ اُسامہ پر رکھدیئے اسکے بعد اُسامہ اپنے لشکر گاہ میں واپس چلا آیا۔

اسی روز حضور انور کے پہلو میں ایک درد محسوس ہوا اور اس درد کی تکلیف اتنی بڑھی کہ آپ بیتاب ہو گئے اُمّ سلمہ کی تجویز سے ایک دوائی حضور کو پلائی گئی اسکا کچھ ایسا بُرا مزا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ یہ تم نے مجھے کیا پلا دیا اُنہوں نے کہا کہ یہ دوائی ہے اسپر حضور ناراض ہوئے اور فرمایا کہ شامیوں سے یہ دوائی سیکھی ہے اور جس مرض کے لئے یہ دوائی دیجاتی ہے وہ مرض مجھے نہیں ہے

اسکے بعد اُمّ سلمہ اور اُمّ حبیبہ میں حبش کے متعلق گفتگو ہونے لگی یہ دونوں بیبیاں ہجرت کرکے وہاں چلی گئی تھیں اُنہوں نے بی بی مریم کے گرجے اور اسکی تصویروں اور دیواروں کی تعریف کرنی شروع کی حضور انور خاموشی سے سنتے رہے اور جب وہ تعریف کر چکیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کا ایک نیک آدمی مرجاتا ہے تو یہ اس کی قبر بنا کے اُسے پرستش گاہ قرار دے لیتے ہیں اور پھر

اسکی آرائش تصویروں سے کرتے ہیں ایسے لوگ خدا کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں سے ہیں پھر آپ نے چادر منہ پر اوڑھ لی مگر تھوڑی دیر کے بعد منہ کھول کر یہ فرمایا خدا یہودیوں اور عیسائیوں کو غارت کردے (کاتب الواقدی نے اس روایت میں عیسائیوں کا لفظ نہیں لکھا) خدا کا غضب انپر نازل ہو جو اپنے پیغمبروں کی قبروں کو پرستش گاہ بنا لیتے ہیں۔ پھر آپ نے یہ دعا کی کہ اے خداوند تعالیٰ میری قبر ایسی نہ بنے اور تمام عربستان میں سوائے اسلام کے اور کوئی دوسرا مذہب نہ رہے ان باتوں کا خیال یعنی قبر کے پرستش گاہ بننے کا تصور ایسا دلمیں جما کہ آپ نے ان لوگوں سے جو آپ کے حجرے میں موجود تھے فرمایا کہ کاغذ قلم دوات لاؤ تاکہ میں تمھیں ایسی ایک تحریر لکھدوں کہ پھر تم راہ سے نہ بھٹکو۔ حضرت عمر نے جواب دیا ہمارے لئے قرآن کافی ہے پھر سب لوگوں میں باہم گفتگو ہونے لگی کہ قلم دوات ایسی کرب کی حالت میں پیش کریں یا نہیں اس گفتگو میں حضرت علی بھی شریک تھے سب نے متفق اللفظ حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ فی الواقع آپ کو قلم دوات کی اس وقت ضرورت ہی ہے آپ نے فرمایا نہیں مجھے تنہا چھوڑ دو کیونکہ اسوقت مجھے بہت ہی سخت تکلیف ہے سب حجرے کے باہر ہو گئے۔

پھر حضور انور نے حضرت عائشہ کو بلایا اور دریافت کیا کہ وہ سونا کہاں ہے جو میں نے تمھیں دیا تھا تاکہ اُسے خیرات کر دیا جائے چنانچہ بی بی عائشہ نے وہ سونا آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا اور آپ نے اسے خیرات کر دیا اتوار کی ساری رات مرض بڑھتا رہا مگر پھر مرض میں زوال ہونا شروع ہوا اور بخار بھی ہلکا ہو گیا آپکے سخت مرض کی خبر تمام شہر میں اُڑ گئی عورت اور مرد جوق جوق مسجد میں جمع ہونے لگے معمولی قاعدے کے مطابق ابو بکر نماز پڑھاتے کھڑے ہوئے پہلی رکعت آپ پڑھا چکے تھے اور دوسری رکعت آپ پڑھا رہے تھے کہ حضرت عائشہ کے حجرے کے دروازے کا پردہ اُٹھا اور حضور انور نمودار ہوئے آپ نے عباس کے بیٹے فضل سے کہا کہ خداوند تعالےٰ نے اسوقت مجھے اتنی قوت بخشدی کہ میں نماز پڑھنے باہر چلا آیا

اسوقت آپ کا مبارک چہرہ نہایت صاف اور خندان تھا۔ مسکراہٹ آپ کے لبوں پر پائی جاتی تھی۔ اس وقت جس نے آپ کا مبارک چہرہ دیکھا وہ اس بات کی شہادت دے سکتا ہے۔ پھر حضور انور سہارا دیئے ہوئے ابو بکر کے پاس پہنچے۔ ابو بکر کو جب یہ معلوم ہوا کہ اپنا آقا و مدار پیچھے کھڑا ہوا ہے تو آپ قدم ہٹا کے اگلی صف میں مل گئے اور آپ کے لئے جگہ خالی کر دی مگر حضور نے حکم دیا کہ تم اپنی جگہ پر چلے جاؤ بلکہ خود ابو بکر کا ہاتھ پکڑ کے مصلے پر کھڑا کر دیا اور آپ زمین پر ابو بکر کے پاس بیٹھ گئے۔

جب نماز ختم ہو چکی تو حضرت ابو بکر نے حضور انور کی خدمت میں یہ عرض کیا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کی مہربانی سے حضور انور کی آج بہتر حالت ہے اور یہی ہماری دلی خواہش تھی کہ حضور کو صحت کی حالت میں دیکھیں پھر ابو بکر نے عرض کیا کہ حضور کو تو اب صحت ہو گئی ہے اگر حکم ہو تو اپنے گھر چلا جاؤں حضور نے بہت خوشی سے اجازت دیدی ابو بکر اجازت پانے پر اپنے مکان کو چلے گئے۔

حضور انور حضرت عائشہ کے حجرے کے قریب صحن میں بیٹھ گئے اور ان لوگوں سے مخاطب ہوئے جو حضور کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور حضور کی صحت پر مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے اس حالت اور کمزوری پر بھی حضور کی وہ پر زور آواز تھی کہ مسجد کے دروازوں کے باہر جا رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص مجھ پر ایک بات کا بھی حرف نہیں رکھ سکتا جسے اللہ نے روا نہیں کیا کبھی اسکی اجازت نہ دی اور جسکی خدا نے اجازت دی میں نے اسے کبھی منع نہیں کیا۔ اسامہ آپ کے سلام کرنے کے لئے آگے بڑھا آپ نے ارشاد کیا اسامہ فوج لیکے روانہ ہو جاؤ خدا تمہیں فتح دیگا۔ پھر آپ نے عورتوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ اے میری لڑکی فاطمہ اور اے میری صفیہ میری پھوپی تم دونوں ایسے کام کرو جس سے قرب باری تعالیٰ میسر ہو کیونکہ مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ تم نیک اعمال نہ بنو اور میں تمہیں عذاب سے بچا لوں (ہشامی صفحہ ۴۴۶ کاتب الواقدی صفحہ ۱۴۴-۱۴۵)

پھر آپ حضرت بی بی عائشہ کے حجرے میں تشریف لے آئے مگر مکان آپ پر

بہت ہی غالب ہوئی حضرت عائشہ نے آپکو بہت ہی کمزور پاکے مبارک سر کو اپنے سینے سے لگا لیا اسی وقت حضرت عائشہ کا ایک قریب رشتہ دار ہری مسواک لیکے حجرے میں داخل ہوا۔ آپ نے اس مسواک پر اس طرح نظریں ڈالیں گویا آپ اسے لینا چاہتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا کیا حضور مسواک کرینگے آپ نے آنکھ کا اشارہ کیا کہ ہاں۔ حضرت عائشہ نے اسے چبا کر اور اوپر کا حصہ نرم کرکے آپ کے ہاتھ میں دیا آپ اس سے بہت خوش ہوئے اور وہ مسواک اپنی اسی قوت اور اسی شوق سے دانتوں میں کی۔ جب کر چکے تو اُسے نیچے رکھدیا اب آپ کو اور بھی ضعف شروع ہوگیا اور یہ معلوم ہوگیا کہ باری تعالےٰ کے وصل کا وقت قریب آتا جاتا ہے آپ نے وضو کے لئے پانی مانگا، مونہ ہاتھ دھوکے آسمان کی طرف مونہ اُٹھاکے یہ عرض کیا اے خداوند تعالےٰ میں التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے موت کی جانکندنیوں میں مدد دے پھر آپ نے تین دفعہ بہت صاف الفاظ میں یہ فرمایا کہ جبرئیل بہت قریب آگئے ہیں (کاتب الواقدی صفحہ ۱۵۳)

پھر آپ نے اپنے اوپر وہی پڑھ کے پھونکا جو آپ مریضوں پر پڑھ کے پھونکا کرتے تھے۔ پھر حضرت صدیقہ نے اپنے عظیم الشان شوہر کے ساتھ یہی عمل کیا اور حضور انور کا دایاں ہاتھ لیکے آپ سہلانے لگیں طاقت کا تنزل لمحہ بہ لمحہ ہوتا جاتا تھا آپ نے فرمایا عائشہ میرا ہاتھ چھوڑ دو اب اسکے ملنے سے کچھ فائدہ نہیں ہونے کا پھر آپ نے لبوں ہی لبوں میں نماز پڑھی اور اسی حالت میں آپکا وصال باری تعالےٰ ہوگیا۔ آپکا سر حضرت بی بی عائشہ کے سینے سے لگا ہوا تھا یہ روایت کہ حضرت علی کی گود میں آپکا وصال ہوا محض غلط اور مہمل ہے سر ولیم میور بھی اس روایت کو بہت ہی لغو شمار کرتے ہیں جب بی بی عائشہ نے یہ دیکھا تو آپ نے نہایت آہستگی سے آپ کا سر اٹھاکے تکیہ پر رکھدیا اور بے تحاشا رونے لگیں۔ ابھی ایک دو ہی گھنٹے ہوئے تھے کہ حضور انور مسلمانوں سے خطاب کرکے حجرے میں تشریف لائے تھے اور اب خداوند تعالیٰ کے پاس عرش پر بیٹھے ہیں۔ حضور انور کا وفات کا دن پیر کا تھا اور ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی اور جون کی

۸ر تاریخ تھی۔ بعض روایتوں میں ۱۳ر ربیع الاوّل لکھا ہے۔
حضور کی عمر کے تعین کرنے میں بھی بڑا اختلاف ہے بعض روایتوں میں تو حضور کی عمر ۶۳ سال کی پائی جاتی ہے اور بعض میں ساٹھ برس بعض میں پینسٹھ برس۔

باب سولھواں

حضور کی وفات کے بعد کے واقعات

۱۳-۱۴- ربیع الاوّل مطابق ۸-۹- جون ۶۳۲ء ہجری

حضور انور کی وفات کی خبر بہت تیزی سے مدینے میں پھیل گئی جوں ہی صدیق اکبر نے آپ کی وفات کی خبر سنی فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اسی اثنار میں ایک عجیب نظارہ دکھائی دیا یعنی حضور انور کی وفات کے بعد عمر فاروق صدیقہ کے حجرے میں آئے اور حضور کے مونہ سے چادر اٹھا کے آپ کے مبارک چہرے کو چشم پرنم سے دیکھا اسوقت آپکا چہرہ ایسا تروتازہ تھا کہ عمر فاروق کو آپ کی وفات کا یقین نہیں ہوا آپ نے اُٹھ کے کہا کہ رسول اللہ نے وفات نہیں پائی مغیرہ جو پاس کھڑے ہوئے تھے انہوں نے بہتیرا کہا کہ عمر فاروق تم غلطی پر ہو مگر کچھ اثر نہ ہوا عمر فاروق اسی حالت میں مسجد میں آگئے اور یہی پکار کے کہنے لگے کہ رسول اللہ نہیں فوت ہوئے اور یہ بھی کہا جب تک شرک اور کفر کی بنیاد نہ اکھیڑ کے پھینک دیجائیگی فوت نہیں ہونے کے صحابہ کا جم غفیر جو حضور انور کی وفات کی خبر سُنکے مسجد میں جمع ہوا تھا حضرت عمر کے تیز اور جوشیلے لہجے نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ عمر فاروق نے اسی جوش میں یہ فرمایا مسلمانوں ہمارا نبی فوت نہیں ہوا ہے وہ مثل موسے پسر عمران کے آسمان پر چلا گیا ہے اسی طرح موسے جب پہاڑ پر جا کے چالیس دن تک رہے تو اُن کے اُمتی یہ سمجھتے تھے کہ وہ فوت ہو گئے یوں ہی ہمارے نبی بھی یقیناً واپس آئیں گے پھر مسلمانوں کی طرف تلوار کا رخ کر کے یہ کہا کہ اگر کوئی شخص یہ بولا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہو گئے ہیں تو میں اسکے ہاتھ اور پیر کاٹ ڈالونگا عمر فاروق

کے اس غل و شور کی آواز یں تمام مسجد میں گونج گئیں۔ اور تمام صحابہ چونکہ اپنے نبی پر جان دیتے تھے حضور انور کے واپس آنیکی خبر سنکے خوش ہو گئے اور انہیں اسپر یقین ہو گیا

اسی اثنار میں یکایک ابو بکر نمودار ہوئے اور مسجد سے گذرتے ہوئے انہوں نے عمر فاروق کی اس جوشیلی اور بے خودانہ آواز کو سنا مگر آپ ذرا بھی متوجہ نہیں ہوئے اور سیدہ صدیقہ کے حجرے میں چلے گئے آہستہ سے پردے کو ہاتھ لگا کے صدیقہ سے اندر آنیکی اجازت طلب کی اندر سے جواب آیا کہ آؤ آج کے دن اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے یہ سنتے ہی آپ اندر گئے آہستہ سے حضور انور کے مبارک چہرے سے چادر سرکائی اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کے ابو بکر نے حضور انور کی پیشانی پر بوسہ دیا اور یہ کہا جو شیرینی آپ کی زندگی میں تھی وہی اسوقت بھی ہے جبکہ آپ نے وفات پالی پھر ابو بکر نے اپنے دونوں ہاتھوں سے آپ کا مبارک سر آہستہ سے اٹھایا اور پھر آہستہ سے رکھدیا اور خوب اچھی طرح مبارک چہرے پر نظر کر کے کہا بیشک آپ وفات پا چکے ہیں آہ اے میرے محب اور اے میری دل و جان سے زیادہ عزیز اور اے میری ماں اور باپ سے زیادہ پیارے آپ نے موت کی تلخ تر تکلیفیں برداشت کیں مگر آپ رب الافواج کی نظروں میں زیادہ محترم ہیں پھر ابو بکر نے آپکے مبارک چہرے پر بوسہ دیا اور چادر کا کہنہ آپکے مبارک چہرے پر اڑا کے حجرے کے باہر نکل آئے حجرے سے نکلتے ہی ابو بکر فوراً عمر فاروق کے پاس پہنچے اور انہیں اسی جوش و خروش میں پایا پاس جا کے آپ نے کہا خاموش نیچے بیٹھو عمر فاروق کی طرف سے اسکا کچھ جواب نہ ملا ابو بکر ذرا آگے بڑھ کے دوسری طرف چلے گئے اور آپ نے مجمع کو خطاب کرنا شروع کیا جوں ہی صحابہ نے دیکھا کہ ابو بکر کچھ بیان کر رہے ہیں تو سب عمر فاروق کو چھوڑ کے آپ کے پاس جمع ہو گئے ابو بکر نے کہا کیا تم نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا خداوند تعالےٰ نے اپنے رسول کی طرف خطاب کر کے کہا ہے کہ اے نبی تم بھی فوت ہو گے اور وہ بھی فوت ہونگے جتنے نفس ہیں سب موت کا ذائقہ چکھیں گے اور اس سے کوئی مستثنےٰ نہیں ہے فنا سب کے لئے ہے اور بقا تو صرف اللہ کے لئے ہے

قرآن مجید کے الفاظ بجلی کی طرح عمر فاروق کے کانوں میں کڑک گئے اور لمحہ کے لمحہ آپ کے سارے خیالات تبدیل ہوگئے اور آپ کی باتوں کا جن لوگوں نے یقین کیا تھا انھوں نے بھی اپنی غلطی کو پایا عمر فاروق کو جب حضور انور کی وفات کا یقین ہوا آپ کے تن بدن میں رعشہ آگیا اور آپ زمین پر گر پڑے آپ کے ساتھ سب مسلمانوں کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور آپ نے کہا کہ اب مجھے حضور انور کی وفات کی تصدیق ہوئی ہے لشکر کا بڑا حصہ مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر پڑا ہوا تھا چونکہ اُسامہ کو حضور انور کی صحت کا یقین ہو گیا تھا اُس نے صبح ہوتے ہی فوراً کوچ کا حکم دیدیا وہ روانہ ہی ہونے کو تھا کہ اتنے میں اسکی ماں اُم ایمن کا قاصد حضور انور کی وفات کی خبر لیکے پہنچا یہ الم ناک خبر سنتے ہی تمام لشکر پر سناٹا سا چھا گیا سب بھاگے ہوئے مدینہ کی طرف آئے اُسامہ جھنڈا ہاتھوں میں لئے ہوئے مسجد میں داخل ہوا اور عائشہ صدیقہ کے حجرے کے پاس اس جھنڈے کو رکھدیا۔

تیسرے پہر کو ایک شخص ابو بکر اور عمر فاروق کے پاس دوڑا ہوا آیا اور یہ خبر لایا کہ مدینہ کے سردار جنکا سعد بن عبیدہ سرغنہ ہے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے ہیں اور وہ اپنا ایک سردار منتخب کرنا چاہتے ہیں پھر وہ کہنے لگا اگر آپ دونوں کو اس میں کوئی اعتراض کی بات ہو تو فیصلہ ہونے سے پہلے وہاں چلئے اور اگر معاملہ یکسو ہو گیا اور سردار منتخب ہو گیا تو پھر مقابلہ خطرناک ہو جائے گا یہ سنتے ہی ابو بکر نے نہایت تاکید کے ساتھ یہ حکم دیا کہ حضور انور کے خاندان کے لوگوں اور قریب کے رشتہ داروں سے تجہیز و تکفین میں کوئی حجت نہ کی جائے گی۔ کیونکہ یہ حق انہی کا ہے یہ حکم دیکے صدیق اکبر عمر فاروق اور ابو عبیدہ کو ساتھ لیکے موقع پر پہنچے اس وقت ان کی موجودگی کی یہاں بہت ہی ضرورت تھی۔ اگر یہ یہاں نہ پہنچتے تو رسول اللہ کی تدفین سے پہلے سخت خونریزی ہو جاتی وہاں یہ غل مچ رہا تھا کہ مہاجرین اپنا ایک علیحدہ سردار انتخاب کرلیں اور انصار علیحدہ سعد جسے مدینہ والے اپنا سردار منتخب کرتے تھے بیمار پال کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ابو بکر و عمر اور

ابو عبیدہ وہاں پہنچ گئے عمر فاروق سخت کلامی سے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ ابو بکر نے اس بات سے خوف کھا کے مبادا معاملہ بگڑ جائے انھیں الگ ہٹا دیا۔ اور خود اہل مدینہ سے یہ خطاب کیا اے مدینہ والو جو کچھ تم کہتے ہو صحیح ہے تمام زمین پر جتنی تعریف کے قابل تم ہو اور مجھے کوئی نہیں دکھائی دیتا مگر عرب سوائے قریش کے کوئی دوسرا سردار اپنے لئے انتخاب نہیں کر سکتے ہم امیر ہیں اور تم ہمارے وزیر ہو اہل مدینہ نے اسکا جواب بڑے غصے سے یہ دیا کہ نہیں نہیں ایسا نہیں ہے تم ایک امیر اپنے میں سے منتخب کر لو اور ایک ہم اپنے میں سے کر لیں۔ ابو بکر نے کہا نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ نے نہایت زور دار اور انقطاعی لہجے میں یہ کہا ہم امیر ہیں اور تم ہمارے وزیر ہو ہم شرفائے عرب کی نسل ہیں اسلام کے چاند نے ہمارے ہی شہر سے پہلے طلوع کیا تھا تم ابو عبیدہ یا عمر فاروق ان دونوں میں سے ایک کو منتخب کر لو اسکا جواب نہایت بلند آواز میں عمر فاروق نے یہ دیا۔ نہیں اے ابو بکر تمہارے آگے کوئی سردار نہیں بن سکتا خود رسول اللہ نے تمہیں مسلمانوں کا امام بنایا ہے۔ تم ہمارے آقا ہو اور ہم تمہارے ہی ہاتھ پر بیعت کرینگے عمر فاروق کا لہجہ کچھ ایسا زوردار اور پُر اثر تھا کہ مخالفت آناً فاناً میں نیست نابود ہو گئی اور سب مسلمانوں نے جو وہاں جمع تھے ابو بکر کو پیغمبر خدا کا برحق خلیفہ تسلیم کر لیا۔

اسی اثنا میں علی اُسامہ اور فضل بن عباس حضور کے دو تین اور ملازموں کو ساتھ لیکے عائشہ صدیقہ کے حجرے کے اندر تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے جس مقام پر حضور انور کا وصال ہوا تھا وہیں آپ کو نہلایا گیا پھر کفن میں آپ کو لپیٹا گیا اور زمین کی چادر اسپر ڈالی گئی شب بھر دفن ہونے کے وقت تک آپکو مہمان رکھا گیا دوسرے دن جب مسجد میں لوگ جمع ہوئے تو ابو بکر۔ عمر ان سے ملنے کے لئے آئے عمر فاروق نے مسلمانوں کی طرف خطاب کر کے یہ کہا اے لوگو جو کچھ میں نے کل کہا تھا وہ صحیح نہیں تھا بیشک خدا کی کتاب سچی ہے کل نفس موت کا ذائقہ چکھیں گے اور تم میری پوچھو تو میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ حضور انور کے شیریں کلام پھر میرے کانوں میں پڑیں میں آپکو اپنے پاس کھڑا ہوا دیکھوں اور آپ کی باتیں سنوں مگر خداوند تعالےٰ کو یہ منظور

نہیں ہے اُس نے اپنے محبوب کو اپنے پاس بلالیا۔ صرف اسکا کلام ہے جو ہم میں موجود ہے بس اسی کو اپنا رہنما بنانا اور اس سے کبھی نہ بھٹکنا اب خداوند تعالےٰ نے تمہارے امور کے انتظام کے لئے ہم میں سے سب سے بہتر ایک شخص کو انتخاب کیا ہے۔ جو اسکے پیغمبر کا ساتھی اور ایک اکیلا ساتھی اور نماز میں اسکا شریک جسکی تعریف خداوند تعالےٰ نے قرآن مجید میں کی ہے اٹھو اسکے ہاتھ پر بیعت کرو یہ سنتے ہی غول کا غول جھک پڑا اور سب نے ایک کے بعد ایک ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی (کاتب الواقدی صفحہ ۱۵۶ ہشامی صفحہ ۴۶۴)

بیعت کی تقریب ختم ہوگئی پھر خلیفہ برحق اُٹھے اور کہا اے لوگوں میں تمہارا امیر ہوں اگرچہ میں تم میں بہتر نہیں ہوں اگر میں حق کروں تو میری تائید کرو اگر غلطی کروں تو میری نہ سنو تم میں مظلوم اور کمزور میری آنکھوں میں زبردست ہوگا۔ یہانتک کہ میں اسکا حق اُسے دلوا دونگا۔ انشاء اللہ۔ ہاں تم میں جو ظالم ہوگا وہ میری نظروں میں ضعیف ہوگا۔ یہاں تک کہ میں اسکے ظلم کا بدلہ اس سے لے لوں سنو اے لوگوں جب ایک شخص خدا کی راہ میں جنگ کرنے کے لئے نکلتا ہے تو خداوند تعالےٰ اُسکا اعزاز بڑھاتا ہے دیکھو سمجھو کہ کسی قوم کی ترقی بُرائی سے نہیں ہوئی یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ اس کام کو برباد کر دیتا ہے اسلئے تمہیں میری اطاعت کرنی چاہیئے جیسے کہ میں خداوند تعالیٰ اور اُسکے پیغمبر کی اطاعت کرتا ہوں۔ اگر میں خداوند تعالےٰ کی نافرمانی کروں تم ہرگز میری اطاعت نہ کرو اُٹھو نماز پڑھو خداوند تعالےٰ تم پر رحم کرے۔ ابوبکر کے ہاتھ پر عالمگیر بیعت ہوئی ایک روایت میں آیا ہے کہ سعد بن عبیدہ نے بیعت نہیں کی بلکہ وہ ناراض ہوکے شام چلا گیا اور وہیں مرگیا۔ مگر طبری اس سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سعد بن عبیدہ نے بیعت کی۔ بیعت کے وقت حضرت علی کیا تو عائشہ کے حجرے میں تھے یا اپنی جاء سکونت میں۔ لوگ کہتے ہیں حضرت علی کو خلیفہ بننے کی خود خواہش تھی مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی اس لئے کہ حضرت علی اپنی وجاہت کو جانتے تھے اور اس بات کو بھی جانتے تھے کہ رسول نے کبھی نہ زبان سے نہ افعال سے

سے اس قسم کی کوئی بات کی جس سے معلوم ہوتا کہ آپ انکی جانشینی کا خیال رکھتے ہیں ممکن ہے حضرت علی کے دل میں یہ خیال آیا ہو کہ میں حضور انور کی پیاری صاحبزادی بی بی فاطمہ کا شوہر ہوں۔ اس لحاظ سے بصورت وراثت مجھے یہ عہدہ ملنا چاہیئے۔ بہرحال آپکی کچھ امیدیں اور خیالات کیوں نہ ہوں مگر اس سے تو آپ کو بہت مایوسی ہوئی جب خلیفہ برحق نے بی بی فاطمہ کو خیبر اور فدک دینے سے انکار کر دیا۔ اس لئے کہ وہ کوئی شہادت اسکے متعلق نہ دے سکیں۔ ابو بکر کی دلیل بہت ٹھیک تھی اُنہوں نے کہا جس طرح یہ جائداد حضور انور کی زندگی میں کام آتی تھی وہی سلسلہ اب بھی جاری رکھا جاوے۔ کچھ ابوبکر کی باتیں بی بی فاطمہ کے دل پر ایسا اثر کر گئیں کہ انہوں نے زندگی بھر پھر ان چیزوں کا مطالبہ نہیں کیا۔ بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ حضرت علی نے سب مسلمانوں کے ساتھ حضرت صدیق کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی مگر بہت سی روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت بی بی فاطمہ کی وفات کے بعد حضرت علی نے بیعت کی۔

کاتب الواقدی لکھتا ہے کہ حضور انور کے فوت ہوتے ہی بی بی فاطمہ اپنے شوہر کو ساتھ لیکے ابو بکر کے پاس گئیں اور کہا کہ مجھے اپنے باپ کی وراثت دو ابو بکر نے کہا اس سے آپکی مراد اثاث البیت یعنی گھر کے سامان سے ہے یا زمینوں سے آپ نے فرمایا فدک، خیبر اور مدینہ کی زمینیں میں ان کی اسی طرح وارث ہوں جس طرح تیرے مرنے کے بعد تیری لڑکیاں وارث ہونگی۔ ابو بکر نے جواب دیا بیشک آپکے باپ مجھ سے بہتر تھے اور اسی طرح آپ میری لڑکیوں سے بہتر ہیں مگر رسول اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ میرا کوئی وارث نہیں ہونے کا۔ اس چیز کے لئے جو میں نے خیرات کے لئے رکھی ہے۔ اِس فرمان کے بموجب رسول اللہ کے خاندان کا کوئی فرد اس ملکیت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ خدا کی قسم میں رسول اللہ کے اس انتظام کو جو ان زمینوں کے متعلق آپ کی زندگی میں تھا اُسی طرح قائم رکھنا چاہتا ہوں اسپر بھی اگر آپ کے پاس کوئی شہادت ہے کہ آپ کے والد نے اس جائداد پر آپ کو قبضہ کرنے کا حکم دیدیا ہے تو وہ پیش کیجئے بی بی فاطمہ نے جواب دیا کہ سوائے اُم ایمن کے

اس کا ہیں اور کوئی شاہد نہیں رکھتی۔ چونکہ یہ شہادت شرعی طور پر کافی نہیں تھی ابوبکر نے اس جائداد کو اُسی حالت پر قائم رکھا۔

باب سترہواں

تدفین

جب ابوبکر اپنا خطبہ ختم کر چکے تو اب رسول اللہ کی تدفین کا سامان ہوا لوگوں میں اس بات کی گفتگو ہوئی کہ رسول اللہ کو کہاں دفن کیا جائے۔ بعض کی یہ رائے ہوئی کہ مسجد میں ممبر کے پاس دفن کیا جائے بعض کی یہ رائے ہوئی کہ اُس مقام میں دفن کیا جائے جہاں آپ امام بنکر نماز پڑھایا کرتے تھے۔ بعض کی یہ رائے ہوئی کہ جنت البقیع میں اور مسلمانوں کے پاس آپ کو دفن کیا جائے۔ جب یہ اختلاف پیدا ہوا تو اخیر اس بات کا فیصلہ ہوا کہ ابوبکر پر یہ چھوڑ دیا جائے چنانچہ آپ نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ سے سنا ہے کہ پیغمبر کو وہیں دفن کرنا چاہیئے جہاں اُسکی وفات ہوئی ہے۔ سب مسلمانوں نے اسپر اتفاق کر لیا چنانچہ صدیق نے قبر کھودنے کا حکم دیا۔

پھر دوسرا سوال پیدا ہوا کہ قبر کی کیا صورت بنائی جائے عرب میں دو قسم کی قبروں کا رواج تھا ایک مدینہ میں اور ایک مکہ میں۔ اور ان قبروں کے کھودنے والے بھی علیحدہ علیحدہ تھے۔ چنانچہ دونوں قسم کی قبریں کھودنے والے بلائے گئے مگر مدینہ کی طرز کی قبر پسند کیگئی جسکا رواج آج تک مسلمانوں میں ہے۔

چوبیس گھنٹے تک آپ دفن نہیں ہوئے یعنی پیر کے سویرے یا شام سے دوسرے دن کے اسی وقت تک منگل کے دن شہر کے تمام آدمیوں نے آپکے جنازے کی زیارت کی۔ وہ تھوڑے تھوڑے حجرے میں داخل ہوتے تھے اور حضور انور کے مبارک چہرے کے آخری نظارہ کا شرف حاصل کرتے تھے اور فاتحہ پڑھ کے دوسرے دروازے سے نکل جاتے تھے۔ جسوقت ابوبکر اور عمر داخل ہوئے ہیں تو حجرے میں تل رکھنے کو جگہ نہیں تھی اُنہوں نے بھی اوروں کی طرح سے فاتحہ پڑھی اور چلے گئے آپ دونوں

رحمت کی دعا مانگ رہے تھے اور سب آپکے ساتھ آمین آمین پکار رہے تھے پھر عورتیں مردوں کے بعد جماعت جماعت داخل ہوئیں اور عورتوں کے بعد بچے اور اسی طرح فاتحہ پڑھ پڑھ کے ایک دروازے سے آتے اور دوسرے دروازے سے نکل گئے۔

شام کو آپکے قریب کے رشتہ داروں نے جنہوں نے آپ کو نہلایا تھا قبر میں اُتارا قبر میں اُتارنے کا وہی طرز ہے جو آجکل مسلمانوں میں رائج ہے بی بی عائشہ نے عدت کے دن اسی گھر میں پورے کئے ایک حجرے میں آپ دفن تھے اُسکے برابر کے حجرے میں بی بی عائشہ رہتی تھیں۔ بعد ازاں ابو بکر اور عمر فاروق بھی اُسی حجرے میں دفن ہوئے بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ جب تک صرف میرے شوہر رسول اللہ اور میرے باپ ابو بکر اس حجرے میں دفن تھے تو میں بے نقاب جایا کرتی تھی اور جب عمر وہاں آکے دفن ہوئے تو میں کبھی بے نقاب نہیں گئی۔

بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ آسمان سے تین چاند میری گود میں آن پڑے میں اُسکی تعبیر یہ سمجھی کہ میرے ہاں اولاد ہوگی۔ مگر جب میرے شوہر کا انتقال ہوا تو میرے باپ ابو بکر نے مجھسے کہا کہ یہ تین چاندوں میں سے رسول اللہ کی قبر سب سے بہتر اور پہلا چاند ہے پھر دو چاند ابو بکر اور عمر وہاں دفن ہوئے۔

واقدی لکھتا ہے کہ رسول اللہ کے مکان کے گرد کوئی چار دیواری نہیں تھی عمر فاروق نے ایک نیچی چار دیواری بنا دی جسے عبد اللہ بن زبیر نے اپنے وقت میں اونچا کیا (کاتب الواقدی صفحہ ۱۶۰)

باب اٹھارہواں

حدودِ شام پر اُسامہ کی فوج کشی اور بعض واقعات

سب سے پہلا کام ابو بکر کا یہ تھا کہ فوج کو شامی حدود میں روانہ کریں تاکہ اپنے آقائے نامدار کے حکم کی تعمیل ہو جائے لیکن جو بے چینی کہ چاروں طرف پیدا ہو گئی تھی اس سے صحابہ کا ایک بڑا حصہ اس بات پر مصر ہوا کہ اتنے دور دراز پر ہرگز

مہم نہ بھیجی جائے یہاں تک کہ عمر فاروق بھی ان لوگوں کے ساتھ ہمزبان ہو گئے اور یہ کہا کہ مسلمانوں کو پراگندہ نہیں کرنا چاہیئے ہمیں اسوقت اپنے سپاہیوں کو اجتماعی صورت میں یہاں رکھنا زیبا ہے اس لئے کہ اپنے شہر کی حفاظت ہمیں لازمی پڑ گئی اسکا جواب حضرت ابو بکر نے یہ دیا۔ نہیں کبھی نہیں میں حضور انور کے حکم کی تعمیل کرونگا چاہے میں اس شہر میں تنہا رہجاؤں اور جنگل کے درندے جانوروں اور بھیڑیوں کا شکار بنجاؤں" اسپر سب نے متفق اللفظ یہ کہا کہ اچھا اگر آپکی یہ مرضی ہے تو آپ بجائے اُسامہ کے کوئی تجربہ کار کمنڈر انچیف مقرر کرکے روانہ کیجئے۔ اس میں بھی عمر فاروق ہمزبان تھے یہ سنتے ہی ابو بکر غصے میں کانپ اُٹھے اور کھڑے ہو کے عمر فاروق کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا کہ پیغمبر خدا نے تو اُسامہ کو کمان افسر بنایا اور تو مجھے یہ رائے دیتا ہے کہ دوسرا سپہ سالار بنایا جائے"

میں لشکر کے روانہ کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرینگا چنانچہ یہ کہکے لشکر کو روانگی کا حکم دیا۔ پھر ابو بکر لشکر گاہ میں آئے اور اُسامہ کی غیر معمولی عزت کی اور یہ التجا اس سے یہ کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں عمر فاروق کو بطور مشیر کے مدینہ میں رکھ لوں چنانچہ اُسامہ نے اجازت دیدی ابو بکر نے اُسامہ کو خدا حافظ کہا اور التجا کی کہ پیغمبر خدا نے جو کچھ حکم دیا ہے اسکی تعمیل سرگرمی سے کی جائے لشکر روانہ ہو گیا اور ابو بکر عمر فاروق کے ساتھ مدینہ میں آگئے یہ فوج ربیع الثانی کے پہلے ہفتے میں روانہ ہوئی یعنی حضور انور کی تجہیز و تدفین کے پندرہ روز کے بعد۔ مگر طبری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور کی وفات کے ایک یا دو دن کے بعد یہ فوج روانہ ہو گئی تھی اُسامہ نے صوبہ بلقا میں پہنچکے اُسے تہ و بالا کر دیا اور موتہ کے میدان جنگ میں ایک بڑی خونریزی کے بعد شاندار فتح حاصل کرکے اور اپنے باپ کی موت کا پورا انتقام لے لیا اسلامی فوج نے اس سرے سے اُس سرے تک شہر کو کھنگال ڈالا اور جس نے مقابلہ کیا وہ تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ بہت سے قیدی اور بکثرت مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا جب رسولِ امین کے احکامات کی

پوری تعمیل ہو گئی تو اُسامہ فتح کا جھنڈا اُڑاتا ہوا مدینہ کے قریب پہنچا۔ یہ نوجوان سپہ سالار اپنے باپ کے گھوڑے پر سوار تھا اس کے ہاتھ میں وہ جھنڈا تھا جو حضور انور نے اپنے ہاتھ سے بنا کے دیا تھا۔ ابو بکر اور بہت سے صحابہ استقبال کے لئے کئی میل مدینہ سے نکل کے باہر گئے اُسامہ۔ خلیفہ اور صحابہ کے غول کے ساتھ مسجد میں حاضر ہوا اور دو نفل شکرانے کے پڑھے۔

اُسامہ کے لشکر کے واپس ہونے پر ایک نئے سنہ کا آغاز ہوتا ہے یعنی حضور انور کی وفات کو ابھی تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ قریب قریب تمام آس پاس کے عرب اسلام کا جوا کندھے پر سے اتارنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ہر طرف سرکشی کے آثار نمایاں ہونے لگے یہ وقت حضرت ابو بکر کے لئے بہت نازک تھا۔ مگر اس اولوالعزم خلیفہ نے نہایت استقلال سے قدم بقدم بدوؤں پر کامیابی حاصل کی اور اُنھیں اسلام کا مطیع بنایا۔ اور ایک بہت بڑی حکمت عملی سے اُن میں ایک ایسی روح پھونکی کہ وہ تمام دنیا کو نگلنے کے لئے شیر ببر بنگئے اس وقت کل دُنیا انکے قدموں کے نیچے تھی انکی قوت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ ابتدائی نصرانیت کے پایہ تخت اور زرتشت کا سارا ملک اُنکے زیر نگین ہو گیا۔

باب انیسواں

حضور انور کی شکل و شباہت اور عادات و اطوار

حضور انور کی عمر اگرچہ ساٹھ برس سے اوپنچی ہو چکی تھی مگر چہرا پُر رعب اور شاندار تھا آپ کا قد متوسط درجہ کا تھا۔ لیکن اُس سے ایک جلال اور شان پائی جاتی تھی۔ آنکھ کی گہری سیاہی اور نورانی چہرا ایک عجیب کشش رکھتا تھا۔ کہ اجنبی شخص بھی آپ سے آنکھیں ملا کے آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا آپ کے خال و خط اس عجیب و غریب تبسم میں چھپے ہوئے تھے جو ہر وقت آپ کے مبارک لبوں سے ہویدا ہوتا تھا آپ تمام خوبصورتوں میں ایک خوبصورت اور تمام بہادروں میں ایک بہادر تھے۔

آپ کی صورت کی درخشانی ایک غیر معمولی فیاضی اپنے میں رکھتی تھی اس درخشانی سے جس نے آپ کے چہرہ کو منور کر رکھا تھا ہر وقت روشن کرنیں نکلتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں اور اگر آپ کو کبھی غصہ آجاتا تھا تو آپ کا وہی تبسم اور روشن چہرا ایسا خوفناک بن جاتا تھا کہ اچھے سے اچھے بہادر کا پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ اخیر عمر میں گو آپکی پشت میں کسیقدر کجی آگئی تھی لیکن آپ کے قدم اسی طرح تیز اور زبردست پڑتے تھے۔ ایک بلند پہاڑی پر چڑھنا اور اُترنا آپ کے آگے معمولی بات تھی۔ جب آپ قدم بڑھا کے چلنا چاہتے تھے تو صحابہ میں سے کسی کی مجال نہ تھی کہ اس تیزی میں آپ کے ساتھ چل سکے آپ نے چلتے وقت کبھی پھر کے نہیں دیکھا۔ اس سے ساتھ والوں کو بعض اوقات یہ فائدہ پہنچتا تھا کہ وہ آپس میں باتیں کرتے ہوئے آزادی کے ساتھ آپ کے پیچھے ہو لیتے تھے۔ کیونکہ اُنھیں یہ خیال تھا کہ آپ مڑ کے نہ دیکھیں گے۔

آپ اپنے کاموں میں نہایت مستقل اور ثابت قدم تھے جو کام آپ نے اختیار کیا اُسے بغیر تمام کئے نہیں چھوڑا معاشرتی معاملات میں بھی آپ کی یہی کیفیت تھی جب آپ کسی دوست سے باتیں کرتے تھے تو آپ کا پورا چہرا اُسکی طرف ہوتا تھا۔ اور جب آپ کسی سے مصافحہ کرتے تھے جب تک وہ اپنا ہاتھ خود علیحدہ نہ کرے آپ نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ جب کسی اجنبی سے باتیں کرتے تھے تو سلسلہ گفتگو جب تک اُسکی طرف سے قطع نہ ہو جاتا تھا آپ خود قطع نہیں کرتے تھے آپکی عادتیں اور معاشرت بہت ہی سیدھی سادھی تھیں آپ اپنے کل کام قریب قریب اپنے ہاتھ سے کرتے تھے جب آپ کسی کو کچھ خیرات دیتے تھے تو اپنے ہاتھ سے اُسے دیتے تھے۔ گھر کے کاموں میں آپ اپنی ازواج کی مدد کرتے تھے۔ آپ اپنے کپڑے خود سی لیا کرتے تھے اور بکریوں کا دودھ دوہتے تھے یہاں تک کہ بعض وقت اپنی جوتیاں بھی خود ہی گانٹھ لی ہیں۔ آپ کا معمولی لباس سفید ہوتا تھا لیکن بڑے بڑے موقعوں پر آپ سُرخ رنگا ہوا کپڑا پہنتے تھے۔ آپ کو خوشبو سے بہت ہی رغبت تھی۔ آپ ہر سادے سے سادا کھانا بہت شوق سے تناول فرماتے تھے آپ اپنی ازواج کے ساتھ تنگ اور معمولی

جھونپڑوں میں رہتے تھے جو کچی اینٹوں کے بنے ہوئے تھے ان جھونپڑوں کو کھجور کی شاخوں سے علیحدہ علیحدہ کر دیا تھا اور اوپر مٹی پھیر دی تھی۔ اور کھڑکیوں اور دروازوں میں چمڑے اور سیاہ بالوں کے پردے لٹکے ہوئے تھے۔ پے در پے کی فتوحات نے اور مال غنیمت کی کثرت نے اس سادہ معاشرت میں ذرا بھی تبدیلی پیدا نہیں کی اور آپ کا ایک ایک لفظ ایک زبردست قانون کا اثر رکھتا تھا۔ آپ کے الفاظ دلوں میں گھر کرتے چلے جاتے تھے۔

حضرت امام غزالی نے اپنی بیش بہا کتاب احیاء العلوم میں حضور انور کا سروپا مختلف احادیث سے انتخاب کر کے تحریر کیا ہے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اسکی نقل یہاں کر دوں کیونکہ اس سے بہتر انتخاب نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ وہ حسب ذیل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ حلیم تھے۔ سب سے زیادہ شجاع تھے۔ سب سے زیادہ عادل تھے۔ سب سے زیادہ پارسا تھے کبھی آپ کا دست مبارک ایسی عورت کے ہاتھ کو نہ لگا جو آپ کی ملک میں نہ ہو۔ آپ کی محرم نہ ہو۔ سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپ کے پاس دینار و درم رات کو نہ رہتا تھا۔ اور اگر بچ رہتا اور ایسا شخص نہ ملتا کہ جس کو عطا فرمائیں اور یکایک رات ہو جاتی تو اپنے مکان تشریف نہ لاتے جب تک کہ بچے ہوئے کو کسی محتاج کو نہ دے دیتے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا تھا۔ اُس میں سے بجز سال بھر کی غذا کے نہ لیتے اور وہ بھی سب سے زیادہ ارزان اور سہل الوصول خرما اور جَو کی روٹی ہوتی تھی اور باقی سب کو فی سبیل اللہ خرچ کرتے۔ جس چیز کا سوال کوئی آپ سے کرتا اُسکو مرحمت فرماتے۔ پھر آپ اپنے سال بھر کے قوت میں سے بھی ڈیڑھ لیتے اور سائلین کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات برس

ح ابو الشیخ اور اخلاق بروایت عبد الرحمن بن ابزی مرسلاً و ابن حبان بروایت عبد اللہ بن سلام در ضمن حدیث طویل ۱۲۔
ح بخاری و مسلم بروایت انس رضہ ۱۲۔ ح ترمذی در شمائل بروایت علی مرتضیٰ رضہ و حدیث طویل ۱۲۔ ح بخاری و مسلم بروایت عائشہ صدیقہ رضہ ۱۲۔ ح بخاری و مسلم بروایت ابن عباس رضہ بلفظ کان اجود الناس ۱۲۔ ح ابو داؤد بروایت بلال رضہ در حدیث طویل اور بخاری میں بروایت عتبہ بن الحارث اسی کے قریب دوسرا مضمون ہے ۱۲۔ ح بخاری و مسلم بروایت عمر فاروق رضہ ۱۲۔ ح طیالسی و دارمی بروایت سہل بن سعد اور بخاری و مسلم نے بروایت انس اور جابر رضی اللہ عنہ سے اس مضمون کو بالفاظ مختلف لکھا ہے ۱۲۔ ح یہ مضمون ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ کی حدیثوں سے جو بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کی ہیں معلوم ہوتا ہے یعنی آپ کی وفات ہوئی اسوقت میں کہ آپ کی زرہ میں صاع جَو کے عوض گرو تھی جسکو آپ نے گھر والوں کی قوت کے لئے لیا تھا اور یہی مضمون بخاری میں بروایت عائشہ صدیقہ مروی ہے ۱۲۔

گذرنے سے پیشتر قوت کی ضرورت ہوتی بشرطیکہ کوئی چیز آپ کے پاس آجاتی۔ اور بغیر اپنا جوتا گانٹھتے اور کپڑے میں پیوند لگاتے۔ اور اپنے گھر کی سہل کرتے۔ آپ ازواج مطہرات کے ساتھ گوشت کاٹتے۔ سب لوگوں سے زیادہ حیادار تھے۔ کہ کسی کے چہرہ پر آپ کی نگاہ نہ جمتی۔ آزاد اور غلام کی دعوت منظور فرماتے۔ اگر ہدیہ قبول فرماتے گو ایک گھونٹ دودھ کا ہو یا ران خرگوش کی اور ہدیہ کی مکافات فرماتے۔ ہدیہ کو تناول فرماتے۔ اور صدقہ کو نہ کھاتے۔ لونڈی اور مسکین کی دعوت قبول فرمانے سے تکبر نہ کرتے اُن کے ساتھ چلے جاتے۔ اپنے پروردگار کی خاطر غصہ فرماتے اور اپنے نفس کے لئے غصہ نہ فرماتے۔ حق کو جاری فرماتے گو اُس میں آپ کا اور آپ کے اصحاب کا نقصان ہوتا۔ مشرکوں نے آپ سے درخواست کی کہ ہم آپکے طرفدار ہو کر دوسرے مشرکوں سے عوض لیں۔ اور اس وقت آپ کے پاس آدمیوں کی اتنی قلت تھی کہ اگر ایک شخص بھی آپ کے ساتھیوں میں سے زیادہ ہوتا تو اُسکی بھی ضرورت تھی مگر آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ میں مشرک سے مدد نہیں لیتا ہوں اور ایک شخص کو اپنے فضلاء صحابہ اور اخیار اصحاب میں سے یہودیوں میں مقتول پایا مگر آپ نے انپر ظلم نہ کیا۔ اور نہ تلخ اور نہ حق سے زیادہ بڑھے۔ بلکہ اُس مقتول کی دیت سو اونٹنیاں دیں حالانکہ اُسوقت اصحاب کو اونٹ کی نہایت ضرورت تھی کہ ایک بھی ملتا تو اُس سے قوت حاصل کرتے۔ اگر بھوک کے مارے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھے تھے۔ جو موجود ہوتا وہ تناول فرماتے۔ اور جو پاتے اُسکو نہ ٹھکراتے اور حلال

ح احمد بروایت عائشہ ۱۲ ح احمد بروایت عائشہ صدیقہ اور صحیحین میں بروایت عبد الرحمن بن ابی بکر اشارہ ایک حدیث میں یہ مضمون ذکر کیا ہے ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت ابو سعید خدری بالفاظ دیگر ۱۲ ح ترمذی و ابن ماجہ بروایت انس ۱۲ ح ہدیہ کا منظور کرنا اور اس کے مکافات بخاری نے بروایت عائشہ نقل کیا ہے اور دودھ کا ہدیہ منظور کرنا صحیحین میں بروایت ام فضل مذکور ہے۔ اور خرگوش کی ران کا ہدیہ قبول کرنا صحیحین میں بروایت انس آیا ہے ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ رضی ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت سہل بن ابی حثمہ و رافع بن خدیج اور جو صحابی شتر چرانے پر مامور پایا گیا تھا ان کا نام عبد اللہ بن سہل انصاری ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت جابر ۱۲ ح آپ کے پسینہ انتقی مروی ہے چنانچہ ترمذی میں بروایت ام ہانی خشک روٹی کا کھانا اور بروایت ام سلمہ گوشت بریاں کھانا اور بروایت بن عباس جو کی روٹی کا کھانا اور صحیحین میں بروایت عائشہ صدیقہ حلوا اور عسل کو دوست رکھنا اور بریرہ کے بچے ہوئے گوشت کا صدقہ کھانا اور نسائی میں بروایت عائشہ رضی خربزہ کا کھانا مروی ہے۔

کھانے سے دریغ نہ فرماتے اور اگر خرما بدون روٹی کے پاتے تو اسکو بھی نوش جان فرماتے اور اگر بھنا ہوا گوشت ملتا تو وہی کھا لیتے اور اگر روٹی گیہوں یا جو کی ملتی اسکو کھا لیتے۔ اور اگر میٹھا یا شہد پاتے تو اس کو بھی کھا لیتے اور اگر دو وقت دو ان روٹی کے پاتے تو اسی پر اکتفار فرماتے۔ اور اگر خربزہ یا ترخرما ملتا تو وہی کھا لیتے ہمیشہ رکابی کر نہ کھاتے اور نہ اونچے خوان پر رکھکر کھانا کھاتے۔ آپ کے کاروبار دونوں تلوے پائے مبارک کے تھے گیہوں کی روٹی سے تین دن بہم پیٹ نہیں بھرا اور یہ امر مفلسی اور بخل کی وجہ سے نہ تھا بلکہ نفس کو مطیع اور مغلوب رکھنے کے لئے۔ دعوت کی دعوت قبول فرماتے۔ بیمار کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ہمراہ تشریف لیجاتے۔ دشمنوں میں بلا کھٹکا بیان تنہا پھرتے۔ تواضع میں سب سے زیادہ اور وقار میں سب سے بڑھکر تھے بدون تکبر کے۔ کلام میں سب سے زیادہ بلیغ بدون طویل کے۔ سب سے زیادہ خندہ پیشانی۔ امور دنیا میں سے آپ کو کوئی چیز متعجب میں نہ ڈالتی۔

کپڑے پہننے کو پاتے وہ پہن لیتے کبھی شملہ میں چھوٹا کمل اور کبھی بن کی چادر اور کبھی کھوسف کا جبہ جو سیاح مال سے ملتا اسکو پہن لیتے۔ آپ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اسکو دہنے ہاتھ اور بائیں کی چھنگلیا میں پہنا کرتے تھے۔ اپنے پیچھے اپنے غلام کو یا دوسرے شخص کو سوار کر لیتے تھے جو سواری بہم ہو جاتی اسپر سوار ہو جاتے کبھی گھوڑے پر کبھی اونٹ پر کبھی سبزہ خچر پر

ح اسکی سند آداب کھانے کی فصل اول میں گذری ۱۲ ح یہ فصل آپکا معروف نہیں بلکہ ابن ماجہ نے بروایت جابر ذکر کیا ہے کہ ہم آپکے عہد مبارک میں ایسا کرتے تھے ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت عائشہ صدیقہ رض ۱۲ ح یہ فصل آپکا معروف ہے اور اعلی اور ادنی اور گذرا ۱۲ ح ترمذی و ابن ماجہ و حاکم بروایت انس اور صحیحین میں چند احادیث عیادت اور جنازہ کی بھری ہی ہیں ۱۲ ح ترمذی و حاکم نے بروایت عائشہ رض نقل کیا ہے کہ جب آپ آیت والصلحت سمن الناس اتری تو آپ حجامت نہ فرماتے تھے ۱۲ ح ابو الشیخ علی ابن محمد نے اپنی شمائل میں ابن لہیعہ سے نقل کیا ہے اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابو داؤد میں احادیث آپکی سیرت تواضع کی آئی ہیں ۱۲ ح بخاری نے بروایت عائشہ صدیقہ رض اس مضمون کو نقل کیا ہے اور ترمذی نے شمائل میں بروایت ہند ی ۱۲ ح ترمذی اور شمائل بروایت علی مرتضی رض احمد بروایت عائشہ صدیقہ رض ۱۲ ح بخاری نے بروایت سہل بن سعد شملہ کا پہننا اور صحیحین میں بروایت انس چادر یمنی کا آپکو محبوب ہونا اور بروایت میمونہ رض غلیظہ جبہ صوف پہننا مذکور ہے ۱۲ ح صحیحین میں بروایت انس چاندی کی . . . . انگوٹھی اور مسلم میں اسکا پہننا داہنی اور بائیں چھنگلیا میں مذکور ہے ۱۲ ح صحیحین میں بروایت ابن عباس اسامہ کو ردیف کرنا جو آپکا معمول تھا اور فضل بن عباس اور معاذ بن جبل کو ردیف کرنا ثابت ہے ۱۲ ح مسلم میں بروایت جابر و سہل بن سعد کوب فرس اور صحیحین میں بروایت ابن عباس حجۃ الوداع میں اور کوب قصواء بروایت براء اور کوب بغلہ و بروایت اسماء رکوب حمار بروایت ابن عمر قبا تین پیادہ و سوار تشریف لیجانا اور مسلم میں بروایت ابن عمر سعد بن عبادہ کی عیادت کو بدون سواری اور جوتی اور ٹوپی کے جانا مروی ہے ح نسائی نے بروایت

کبھی دراز گوش پر اور کبھی پیادہ برہنہ پا بدون چادر اور عمامہ اور ٹوپی کے چلتے اور مدینہ منورہ کے پرلے کنارہ پر بیماروں کی عیادت فرماتے خوشبو کو آپ پسند فرماتے اور بدبو کو مکروہ جانتے۔ فقیروں کے ساتھ بیٹھتے۔ مسکینوں کو ساتھ کھلاتے۔ بچو لوگ اخلاق میں افضل ہوتے اُنکا اکرام کرتے اور اہل شرف کے ساتھ سلوک کرکے اُنکو پہچانتے فقہ رحم فرماتے نہ اس طرح پر کہ قریبوں کو اُن سے افضل شخصوں پر ترجیح دیں۔ کسی پر جفا نہ فرماتے جو آپ کے سامنے عذر کرتا اُسکا عذر قبول کر لیتے۔ آپ مزاح فرماتے مگر سچ کے سوا اور کچھ نہ کہتے۔ مسکراتے اور زور سے نہ ہنستے۔ بچوں کھیل کو دیکھتے اور منع نہ فرماتے۔ اپنے اہل کے ساتھ دوڑتے کہ کون آگے نکلے۔ آپ کے سامنے آوازیں بلند ہوتیں اور آپ صبر فرماتے۔ آپ کے پاس دو دھیل اونٹنی اور بکری تھی کہ انکا دودھ پیتے اور آپ کے گھر والے پیتے تھے۔ آپ کے پاس لونڈیاں اور غلام تھے کھانے اور پہننے میں آپ اُن سے بہتر نہ فرماتے۔ کوئی وقت آپ پر ایسا نہ گزرا جس میں آپ اللہ تعالیٰ کے لئے کام یا اپنے نفس کی بہتری کے لئے امر ضروری نہ کرتے ہوں۔ آپ اپنے اصحاب کے باغوں میں تشریف لیجاتے۔ کسی مکین کو اُس کے مفلس اور اپاہج ہونے کے سبب سے حقیر نہ جانتے اور کسی

ح ابوداؤد بروایت ابوسعید رض ۱۲ ح بخاری بروایت ابوہریرہ رض ح ترمذی در شمائل بروایت علی مرتضیٰ رض و حسن حدیث طویل ۱۲ ح حاکم بروایت ابن عباس رض ذکر کیا ہے کہ آپ حضرت عباس کی تعظیم مثل والد کے کرتے تھے اور بروایت سعد بن ابی وقاص روایت کیا ہے کہ حضرت عباس وغیرہم کو مسجد سے نکال دیا تھا۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رض کو بسبب تقدم اسلام کے نہیں نکالا تھا۔ اور حسین بن بروایت ابوسعید مقبول ہے کہ کوئی خوشہ مسجد میں نہ رہے سوائے خوشہ صدیق رض ۱۲ ح ابوداؤد ترمذی در شمائل ونسائی در یوم ولیلہ بروایت انس رض ۱۲ ح بخاری وسلم بروایت کعب بن مالک ۱۲ ح احمد بروایت ابوہریرہ رض ۱۲ ح بخاری وسلم بروایت عائشہ رض ترمذی بروایت عبداللہ بن الحارث ۱۲ ح شیخان بروایت عائشہ رض در باب السماع میں گذر گئی ۱۲ ح ابوداؤد نسائی وغیرہما بروایت عائشہ ۱۲ ح بخاری بروایت عبداللہ بن زبیر در تفسیر قول یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم ۱۲ ح عمر بن سعدہ رطب بروایت ام سلمہ اور شیخان نے اونٹنی شیر دار کا ہونا بروایت سلمہ بن اکوع اور ابوداؤد نے بکری شیر دار کا ہونا بروایت لقیط بن صبرہ کو کیا ہے ۱۲ ح احمد بن سعد در طبقات بروایت سلمی اور مسلم میں بروایت ابولیلیٰ یوں ہے انھو ہم مما تاکلون والبسوا مما تلبسون ۱۲ ح ترمذی در شمائل بروایت علی مرتضیٰ رض جس میں کہ آپ اپنی اوقات کے تین حصے کئے تھے ۱۲ ح باب آداب اہل کی تیسری فصل میں ابی الہیثم و ابولیلیٰ انصاری کے باغ میں آپکا قدم رنجہ فرمانا گزر گیا ح بخاری میں سہل بن سعد سے وہ قصہ مروی ہے کہ ایک شخص گزرا اور آپ سے پوچھا کہ اسکے باب میں کیا کہتے ہو عرض کیا کہ اگر یہ شخص نکاح کرے تو نکاح کیا جائے اور دوسرا مفلس گذرا پھر آپ نے فرمایا کہ یہ پہلا شخص زمین پر پہلے شخص کی مثل کیسا بہتر ہے اور مسلم بروایت انس آپکا نامہ نسری اور قیصر اور نجاشی کو دعوت الی اللہ کا مذکور ہے

بادشاہ سے اُس کی بادشاہت کی ہیبت سے ڈرتے۔ بلکہ دونوں کو بیدار اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے سیرت فاضلہ اور سیاست تامہ جمع کر دی تھی آپ امی ہیں کہ نہ پڑھے اور نہ لکھے جہل کے ملکوں اور جنگلوں کے اندر حالت فقر اور یکیمی میں یتیم پیدا ہوئے کہ نہ باپ تھا نہ ماں تھی مگر اللہ نے آپ کو سب محاسن اخلاق اور اچھے طریقے اور پہلوں اور پچھلوں کے حالات اور جن باتوں سے آخرت میں فوز و نجات ہو اور دنیا میں لوگ رشک کریں اور واجب امر پر لازم رہنا فضول کو ترک کرنا سب کچھ فرما دیا۔ اللہ تعالےٰ ہمکو توفیق دے کہ آپ کے امر کی اطاعت بجا لائیں اور آپ کے افعال کی اقتدا کریں۔ آمین یا رب العالمین۔

تیسرا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن آداب اخلاق میں جو منجملہ مرویات ابو النجری ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسی کو یا ماندروں میں سے گالی دی اُسکے حق میں اُسکو کفارہ اور رحمت ہونے کی دُعا کی۔ کسی عورت کو نہ کبھی لعنت کی اور نہ کسی خادم کو۔ اور آپ سے اثنار قتال میں عرض کیا گیا کہ اگر آپ اعدا کو لعنت کریں تو مناسب ہے آپ نے فرمایا کہ رحمت کے لئے مبعوث ہوا ہوں نہ لعنت کے لئے۔ اور جب آپ سے التماس کیا جاتا کہ کسی مسلمان یا کافر عام یا خاص کے لئے بد دعا فرمائیے تو آپ بد دعا سے اعراض کر کے دعاء خیر فرماتے۔ آپ نے دست مبارک کا وار کسی پر نہیں کیا بجز جہاد فی سبیل اللہ کے اور جو بُرائی آپ کے ساتھ کی گئی اُسکا بدلہ آپ نے کبھی نہیں لیا مگر یہ کہ پردہ دری حرمت الٰہی کی ہو۔ اور جب کبھی دو امروں میں آپ کو اختیار دیا گیا تو دونوں میں سے سہل تر کو پسند فرمایا بشرطیکہ اُس میں گناہ یا قطع قرابت نہ ہو اگر ان دونوں سے آپ سب سے زیادہ دور رہتے تھے اور جو کوئی آزاد یا غلام یا لونڈی آپکی خدمت میں

۱؎ بخاری و مسلم بروایت عائشہ صدیقہ اور مضرب بجائے لعنت در بخاری میں بروایت انس ہے لم یکن فاحشا ولا لعانا ۱۲
۲؎ بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲ ۳؎ صحیح بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ لوگوں نے آپکی خدمت میں دوس کے حق میں بد دعا کرنے کی التجا کی مگر آپ نے اس قوم کی ہدایت کی دعا مانگی ۱۲ ۴؎ بخاری و مسلم بروایت عائشہ صدیقہ باندک اختلاف و فصل سوم باب آداب معیشت میں گزر گئی ۵؎ بخاری و مسلم بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا باندک اختلاف ۱۲ ۶؎ صحیح بخاری بروایت انس تقدیم و تاخیر سے اور صحیح بخاری و مسلم نے بروایت انس نمبر ۱ و ۸ روایت کیا ہے اور ابو داؤد نے بروایت انس بتفاوت باندک اختلاف نقل کیا ہے ۱۲

حاضر ہوتی تو آپ اُسکے ساتھ اُسکی حاجت میں کھڑے ہو جاتے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ جو چیز آپ کو بُری لگی اُسمیں مجھسے آپ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ یہ تو نے کیوں کی اور جب کسی نے آپ کے گھر والوں میں سے ملامت کی تو آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ اسکو کچھ مت کہو تقدیر میں یوں ہی ہونا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خوابگاہ میں عیب نہیں لگایا اگر کسی نے بچھونا بچھا دیا تو لیٹ رہے اور اگر بستر نہ ہوا تو زمین پر لیٹ رہے اور اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف آپ کے نبی کرنے سے پیشتر توریت میں اوّل سطر اسطرح ارشاد فرمائی کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرا بندہ برگزیدہ ہے۔ تندخو سخت نہ ہے نہ سخت گو نہ بازاروں میں چیختا ہے نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیتا ہے بلکہ معاف اور درگزر کرتا ہے۔ اُسکی پیدائش کی جگہ مکّہ معظمہ اور مقام ہجرت طابہ یعنی مدینہ منورہ اور اسکا ملک شام میں ہے اور وہ اور اُسکے ساتھی تہہ باندھتے ہیں قرآن اور علم کے حافظ ہیں اور ہاتھ پانوں کو وضو میں دھوتے ہیں اور اسی طرح کا وصف انجیل میں مذکور ہے اور آپ کی عادت یہ تھی کہ جس سے ملتے اوّل سلام کرتے۔ اور جو کوئی آپ کو کسی کام کے لئے کھڑا کر لیتا تو آپ توقف فرماتے جب تک کہ وہ شخص خود چلا نہ جاتا۔ اور جو شخص آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا تو آپ اُس سے ہاتھ نہ چھوڑاتے یہاں تک کہ وہ آپ سے نہ چھوڑ دیتا اور جب اپنے اصحابؓ میں سے کسی سے ملتے تو اول مصافحہ کرتے پھر اُسکی انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے اور خوب مضبوط گرفت فرماتے۔ اور جب کھڑے ہوتے اور بیٹھتے تو ذکر اللہ ہی کرتے اور اگر آپکے کوئی پاس نماز پڑھنے میں آ بیٹھتا تو آپ اپنی نماز مختصر کر دیتے اور اُس سے پوچھتے کہ تم کو کچھ کام ہے اور جب اُس کے کام سے فارغ ہوتے تو پھر نماز پڑھنے لگتے

ف ۱ اسکی سند اچھی ہے الفاظ سے نہیں لی مگر ترمذی نے شمائل میں بروایت علی مرتضیٰ رضہ ولا عیاب کہا ہے اسکے عموم میں یہ لفظ بھی آگیا ہے اور پورے پورے لفظ یہ کہ لیتا نہ تھا حسین میں بروایت عمر فاروق رضہ اور ترمذی میں بروایت مسعود منقول ہے ۱۲ ف ۲ ترمذی و شمائل بروایت ہند بن ابی ہالہ ۱۲ ف ۳ ابن السنی دلائل النبوۃ بروایت علی مرتضیٰ رضہ ۱۲ ف ۴ ترمذی ابن ماجہ بروایت انس رضہ ۱۲ ف ۵ ابوداؤد نے بروایت ابوذر مصافحہ اور حاکم نے بروایت ابوہریرہ رضہ اسکو صحیح کہا ہے ۱۲ ف ۶ ترمذی و شمائل بروایت علی مرتضیٰ رضہ اسکی اصل کو نہیں لی ۱۲ ف ۷ ابوداؤد و ترمذی و شمائل بروایت ابوسعید خدری رضہ اور اسکی سند ضعیف ہے ۱۲

اور آپ کی اکثر نشست یہ تھی کہ دونوں ساقوں کو کھڑی کر کے اُن کے گرد دونوں ہاتھ گوٹ مارنے کی طرح پکڑ لیتے تھے۔ آپ کی نشست آپ کے اصحاب کی نشست سے شہیر نہ تھی۔ جہاں آپ کو نشست کے لئے جگہ ملتی تھی اُسی جگہ بیٹھ جاتے تھے۔ کبھی آپ کو کسی نے نہیں دیکھا کہ آپ نے پانوں اصحابؓ میں پھیلائے ہوں اور اُنپر جگہ تنگ ہو گئی ہو ہاں اگر مکان وسیع ہوتا اور پانوں پھیلانے سے تنگی نہ ہوتی تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ اور آپ کی اکثر نشست قبلہ رُخ ہوتی تھی۔ اور جو آپ کے پاس نہ آتا تھا اُسکی خاطر اور تعظیم فرماتے حتی کہ جن میں اور آپ میں کسی طرح کی قرابت اور دودھ پینے کا علاقہ نہ تھا اُن کے لئے اپنی چادر بچھا کر اُسپر اُن کو بٹھاتے اور جو تکیہ آپ کے نیچے رہتا تھا آنیوالے کے لئے اُسکو کھسکا کر حوالہ فرماتے اور وہ اُسکے لینے سے انکار کرتا تو آپ قسم دیتے کہ اُسی تکیہ پر لگا کے بیٹھئے۔ اور جس کسی نے آپ سے محبت کی اُسکو بھی گمان ہوتا کہ سب سے زیادہ آپ مجھ پر کرم فرماتے ہیں یہاں تک کہ اپنے جلیسوں میں سے ہر ایک کی طرف حصہ رسد توجہ فرماتے حتی کہ آپ کی نشست اور سُننا اور بات کہنا اور بزم لطیف اور جلیس کی طرف توجہ اور اُس کے ساتھ بیٹھنا حیا اور تواضع رازداری کی مجلس تھی باللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک اپنے اصحاب کو اُنکی خاطر اور دلداری کے لئے اُن کی کنیتوں سے پکارتے۔ اور جس کی

ح ابو داؤد و نسائی بروایت ابی ہریرہؓ یہ مضمون نقل کیا ہے ۱۲ ح ترمذی در شمائل بروایت علی مرتضیٰؓ ۱۲ ح دارقطنی بروایت انسؓ اور کہا کہ باطل ہے اور ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ نے جلیس کے روبرو اپنے گھٹنے بڑھائے ہوں ۱۲ ح حاکم بروایت انسؓ ۱۲ ح اسکی سند باب آداب البصرۃ کی فصل سوم میں گزری ۱۲ ح ترمذی نے شمائل میں بروایت علی مرتضیٰؓ بحدیث طویل یہ مضمون باختلاف الفاظ نقل کیا ہے ۱۲ ث جو کچھ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے جو تو نرم دل ملا اکھوا اور اگر تو ہوتا سخت گو اور سخت دل تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے ۱۲ ع یہیں میں قصہ غار میں حضرت صدیق کو ابا بکر فرمانا اور حاکم بروایت ابن عباسؓ میں حضرت کو ابا حفص کہنا اور روایت صحیح میں حضرت علی کو ابو تراب ارشاد فرمانا کو دیکھو اور حاکم نے بروایت ابن مسعودؓ روایت کیا ہے کہ آپ نے ان کی روایت ابو عبد الرحمن فرمائی حالانکہ آپکی اولاد ہوئی تھی ۱۲ ح ترمذی نے بروایت انسؓ بیان کیا کہ آپ نے ان کی کنیت ابو حمزہ فرمائی ۱۲ اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت فاروق نے حضرت عیسےٰ سے پوچھا کہ تمہارے اولاد نہیں کنیت کیسے ہوئی فرمایا کہ میری کنیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو یحییٰ فرمائی ۱۲ ح حاکم نے بروایت ام السنن ذکر کیا کہ آپ نے انکو امین فرمایا۔ اور ابو داؤد میں حضرت عائشہؓ کی کنیت ام عبد اللہ بروایت عائشہؓ اور بخاری میں بروایت ام خالد ہے کہ آپ نے حالت صغر سنی میں انکو ام خالد کہا تھا ۱۲

کنیت نہ ہوتی تو اُن کی کنیت آپ مقرر فرماتے پھر لوگ اُسکو اُسی کنیت سے پکارتے۔ جن عورتوں کے اولاد ہوتی اُن کی کنیت بھی مقرر فرماتے اور بے اولاد کی کنیت پہلے سے کر دیتے۔ اور لڑکیوں کے لئے کنیت تجویز ادیتے تو اس سے اُن کا دل نرم ہو جاتا۔ اور سب لوگوں سے زیادہ دیر میں آپ کو غصہ آتا اور سب سے جلدی راضی ہو جاتے۔ لوگوں پر نہایت درجہ کی رافت فرماتے اور اُن کے حق میں سب سے زیادہ بہتر اور نافع تر تھے۔ آپ کی مجلس میں آوازیں بلند نہ ہوتیں۔ اور جب مجلس سے اُٹھتے تو فرماتے سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک اور فرماتے کہ یہ کلمات مجھکو جبریل علیہ السلام نے سکھائے ہیں۔

چوتھا بیان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اور خندہ کے ذکر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح اور شیریں تقریر تھے اور فرماتے کہ میں عرب میں زیادہ فصیح ہوں۔ اور جنت کے لوگ جنت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بولی میں گفتگو کرینگے آپ کم سخن نرم گفتار تھے جب بولتے تو بہت کلام نہ فرماتے آپ کی تقریر منتظم موتیوں کی سی لڑی تھی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح بہت گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپ کا کلام مختصر ہوتا تھا۔ اور تم کسی قدر اُسکو پھیلاتے ہو سب سے زیادہ مختصر کلام آپ کا تھا۔ اور اسی کو جبریل علیہ السلام آپکے پاس لاتے اور باوجود اختصار کے جو چاہتے وہ جمع فرماتے۔ آپ کے کلمات جامع سے کلام فرماتے نہ زیادتی ان میں تھی نہ کمی گویا موتیوں کے دانوں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چلے آتے ہیں اور اشعار کلام میں

صح صحیحین میں بروایت انس قصہ ابوعمیر کا مذکور ہے ۱۲ صح ترمذی بروایت ابوسعید خدری ۱۳ صح فوائد ابی العصلع بروایت علی مرتضیٰ ۱۴ صح ترمذی در شمائل بروایت علی مرتضیٰ ۱۵ صح نسائی در یوم ولیلہ وحاکم بروایت رافع بن خدیج ۱۶ الٰہی تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تیری حمد کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے تیرے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں ۱۷ صح ابوالحسن بن ضحاک در شمائل بروایت برید ۱۸ بندہ ضعیف ۱۹ صح طبرانی در کبیر بروایت ابوسعید خدری بندہ ضعیف ۲۰ صح حاکم بروایت ابن عباس ۲۱ صح طبرانی بروایت ام سعید ۲۲ صح اول حدیث صحیحین میں ہے اور اخیر دو جملوں کو طبرانی نے بسند منقطع نقل کیا ہے ۲۳ صح عبد بن حمید بروایت عمر قاروقی بسند منقطع و دارقطنی بروایت ابن عباس ۲۴ صح ترمذی در شمائل بروایت بندہ بن ابی ہالہ اور اوائل جلد صحیحین میں بروایت ابی ہریرہ و نسائی ترمذی میں بروایت عائشہ منقول ہے ۲۵ صح ترمذی و نسائی میں بروایت صفوان بن عسال آپکا بلند آواز ہونا ایک اعرابی کو تعجب مذکور ہوا و صحیحین میں بروایت

کو نہ توقف ہوتا تھا کہ سننے والا اُسکو یاد کرلے۔ آپ کی آواز بلند اور لہجہ سب سے زیادہ اچھا تھا۔ سکوت بہت فرماتے اور بدون حاجت لب مبارک گفتگو کو ہلاتے۔ لفظ نا معقول زبان پر نہ لاتے اور حالت رضا اور غضب میں بجز سچ کے اور کچھ نہ کہتے۔ جو کوئی بیہودہ لفظ بولتا اُسکی طرف سے مونہ پھیر لیتے۔ اور جو لفظ آپ کو برا معلوم ہوتا اور بیہودی کہنا پڑتا تو اُسکو صراحتہً نہ فرماتے اشارۃً ارشاد فرماتے۔ جب آپ خاموش ہوجاتے تو جلیس بولتے آپ کے پاس کوئی دوسرے کی بات نہ کاٹتا۔ خیر خواہی کے ساتھ بدون ہنسی کے پند فرماتے۔ اگر ارشاد فرماتے کہ بعض قرآن کو بعض سے نہ ٹکراؤ کہ وہ کسی طرح پر اُترا ہے۔ آپنے اصحاب کے روبرو سب سے زیادہ تبسم فرماتے اور انکی باتوں سے زیادہ تعجب فرماتے اور ان میں اپنے نفس مبارک کو زیادہ مخلوط فرماتے۔ اور بعض اوقات اتنا خندہ فرماتے کہ آپ کی کچلیاں کھل جائیں۔ اور آپ کے اصحاب کا خندہ آپ کے سامنے تبسم ہوتا تھا آپ کے اقتدا اور توقیر کی جہت سے۔ اور کہتے ہیں کہ ایک روز ایک اعرابی آپکی خدمت میں حاضر ہوا آپکا رنگ اسوقت متغیر تھا۔ اور صحابہ رضہ اسکو خلاف عادت شریفہ دیکھکر پہچان گئے تھے اس اعرابی نے آپ سے کچھ پوچھنا چاہا صحابہ نے فرمایا کہ کچھ نہ پوچھو کہ ہم آپ کا رنگ متغیر دیکھتے ہیں۔ اُس نے کہا کہ مجھ سے تعرض مت کرو قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق کرکے بھیجا ہے میں آپ کو بے ہنسائے نہ چھوڑوں گا۔ غرضکہ اُس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے سُنا ہے کہ دجّال لوگوں کے لئے ثرید لائیگا تو فدا ہوں آپ پر میرے والدین کیا آپ مجھکو یہ اجازت فرماتے ہیں کہ میں اُسکے ثرید سے رکا رہوں اور نہ مانگوں یہاں تک کہ لاغری سے ہلاک ہوں یا یہ حکم دیتے ہیں کہ اُس کے

ع ترمذی اور شمائل بروایت ہندبن ابی ہالہ ۱۲ ع ابوداؤد بروایت عبداللہ بن عمر در ضمن قصہ ۱۲ ع ترمذی در شمائل بروایت علی مرتضیٰ بالفاظ دیگر ۱۲ ع صحیح بخاری میں بروایت عائشہ حدیث عسیلہ اور حدیث غسل حیض میں خذی فرصۃ ممسک ہے ۱۲ ع ترمذی در شمائل بروایت علی مرتضیٰ رضہ ۱۲ ع مسلم بروایت جابر در ضمن بیان خطبہ ۱۲ ع طبرانی بروایت عبداللہ بن عمر ۱۲ ع ترمذی در جامع بروایت عبداللہ بن حارث در شمائل بروایت علی مرتضیٰ و مسلم بروایت جابر بن سمرہ ۱۲ ع بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود در قصہ شخصے کہ بعد از ہمہ از دوزخ برآید در قصہ عام ہود ۱۲ ع ترمذی در شمائل بروایت ہند بن ابی ہالہ ۱۲ ع اسکا اصل مجھکو معلوم نہیں ہوئی ۱۲ ع کثرت تبسم کے باب میں حدیث عبداللہ بن حارث کی اوپر گذری اور طبرانی نے اور احمد نے اور حاکم نے نزول وحی اور وعظ و ذکر قیامت کے وقت آپکا متغیر ہوجانا بروایت جابر رضہ نقل کیا ہے ۱۲

شدید پر ہنسنے لگاؤں اور جب خوب تن جاؤں تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤں اور اُسکا سنکر ہنسی آپ اسکو سنکر اتنا ہنسے کہ آپکی کچلیاں کھل گئیں پھر فرمایا کہ جس چیز سے اللہ تعالےٰ اور ایماندار کو اُس کافر سے غنی کر دے گا۔ اسی سے تجکو بھی اُسکی پروا نہ رکھیگا۔ اور آپ سب سے زیادہ تبسم فرماتے اور دل خوش رہتے بشرطیکہ آپ پر قرآن مجید نازل نہ ہوتا یا قیامت کا ذکر یا خطبہ اور وعظ نہ فرماتے تھے۔ اور جب آپ خوش اور راضی ہوتے تو سب سے بہتر رضا کی حالت میں ہوتے اور اگر وعظ فرماتے تو واقعی طور پر فرماتے نہ ہنسی کے طور سے اور اگر آپ غصہ ہوتے اور غصہ بجز خدا کے واسطے ہوا نہ کرتے تھے تو کسی شخص کو آپ کے غصہ کے سامنے ٹھیرنے کی تاب نہ تھی اور آپ اپنے سب کاموں میں ایسے ہی تھے۔ اور جب کوئی واقعہ آپ پر آتا تو اسکو سپرد بخدا فرماتے اور طاقت قوت سے بری ہو جاتے اور اللہ تعالےٰ سے ہدایت کی التجا کرتے اور یوں فرماتے کہ الٰہی مجھکو حق کو حق دکھلا کہ میں اسکا اتباع کروں اور منکر کو منکر دکھلا کہ مجھکو اُس سے بچنا عنایت کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور مجھکو اس بات سے پناہ میں رکھ کہ منکر مجھپر مشتبہ ہو جائے اور بدون تیری ہدایت کے میری خواہش نفس کو اپنی اطاعت کا تابع کر اور اپنی ذات پاک کی مرضی کا کام میرے نفس سے تندرستی کی حالت میں لے اور امر حق میں اختلاف پڑنے کے وقت مجھکو اپنے حکم سے راستہ دکھلا کہ تو ہی جسکو چاہے سیدھا راستہ ہدایت کرتا ہے۔

پانچواں بیان کھانے کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و آداب کے ذکر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو موجود پاتے اُسکو کھا لیتے۔ اور جس کھانے پر بہت سے ہاتھ ہوتے وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اور جب دسترخوان بچھایا جاتا تو آپ یہ فرماتے بسم اللہ اللھم جعلہا نعمۃ مشکورۃ تصل بہا نعمۃ الجنۃ۔ اور اکثر جب آپ تناول

(ح) ابو الشیخ ابن حبان بروایت ابن عمر سند ضعیف ۱۲ (ح) اصل حدیث کی اصل پر مجھکو اطلاع نہیں ہوئی اور دعا کا مستقری نے دعوات میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا اور غیر جملہ سلمانے بروایت عائشہ نماز تہجد کی دعا میں نقل کیا ہے (ح) اسکی سند پیشتر گذر چکی ۱۲ (ح) ابو یعلی و طبرانی و ابن عدی بروایت جابر رضی اللہ عنہ ۱۲ (ح) بسم اللہ کہنا نسائی نے ایک خادم آنحضرت صلعم کی روایت سے نقل کیا ہے اور باقی الفاظ مجھکو نہیں ملے (ح) عبد الرزاق نے بروایت ابو جحیفہ مضمناً آپکا سنت کرنا اور ابن ضحاک نے بائیں زانو پر بیٹھنا اور دہنے کو کھڑا کرنا بروایت انس اور ابو الشیخ نے بروایت ابی بن کعب دونوں مضمناً نقل کیا ہے اور بقیہ حدیث بطریق متعددہ مروی ہے (ح) طبرانی وسط بروایت ابی ۱۲

فرمانے کو بیٹھتے تو اپنے دونوں زانو اور دونوں قدم ملا لیتے جیسے نمازی بیٹھتا ہے مگر زانو پر زانو اور قدم پر قدم ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ میں بندہ ہوں کھاتا ہوں جیسے بندہ کھاتا ہے اور بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔ اور گرم کھانا آپ نہ کھاتے اور فرماتے کہ اس میں برکت نہیں ہوتی اور اللہ تعالے نے ہمکو آگ نہیں کھلائی سو اُسکو ٹھنڈا کر لو۔ اور اپنے قریب سے آپ کھایا کرتے۔ اور تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے۔ اور بعض اوقات چوتھی سے سہارا لیتے۔ اور دو انگلیوں سے نہ کھاتے اور فرماتے کہ یہ طور شیطان کے کھانے کا ہے۔ اور ایک بار حضرت عثمان بن عفان آپ کے پاس فالودہ لائے آپ نے اسمیں سے تناول فرمایا اور کہا یا عبد اللہ یہ کیا ہے حضرت عثمان نے عرض کیا کہ آپ پر میرے والدین قربان ہوں ہم شہد اور گھی دیگچی میں کر کے آگ پر پکاتے ہیں اور اُس میں گیہوں کا میدہ ڈالکر گھی اور شہد کو چمچہ سے دیگچی میں پھراتے جاتے ہیں یہاں تک کہ پک کر ایسا ہو جاتا ہے جیسا آپ ملاحظہ فرماتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ غذا طیب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدون چھنے جو کے آٹے کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ اور گگری تر خرما کے ساتھ اور نمک کے ساتھ تناول فرماتے۔ اور ترمیوؤں میں سے آپ کو خربوزہ اور انگور بہت محبوب تھا۔ اور آپ خربوزہ روٹی کے ساتھ اور مصری کے ساتھ تناول فرماتے۔ اور کبھی خربوزہ خرما تر کے ساتھ کھاتے۔ اور کھانے میں دونوں ہاتھوں سے

ح ابو الشیخ ابن حبان بروایت عائشہ رض ۱۲ ح مسلم بروایت کعب بن مالک ۱۲ ح اسکی روایت بکو علیحدہ بیان کریں بروایت عامر بن سعد بھی ہے۔ اور اسکی سند میں قاسم بن عبد العمری کام کا نہیں اور مصنف بن ابی شیبہ نے بروایت ہشام مرسلاً نقل کیا ہے کہ آپ پانچ انگلیوں سے کھانا کھاتے تھے ۱۲ ح دار قطنی و ابو نعیم بروایت ابن عباس بسند ضعیف ۱۲ ح معروف یہ ہے کہ حضرت عثمان نے حبس بنایا تھا فالودہ چنانچہ بیہقی نے شعب میں بروایت لیث بن ابی سلیم کے نقل کیا ہے اور طبرانی کی روایت سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے ۱۲ ح بخاری بروایت سہل بن سعد ۱۲ ح خرما تر کے ساتھ کھانا بیہقی میں بروایت عبد العمر بن جعفر کے اور نمک کے ساتھ کھانا ابن حبان نے بروایت عائشہ رض نقل کیا ہے ۱۲ ح ابو نعیم در طب نبوی بروایت اسید بن زید عبسی ۱۲ ح خربوزہ روٹی کو کھانا میری نظر سے نہیں گزرا البتہ انگور کا روٹی کیساتھ کھانا ابن عدی نے بروایت عائشہ رض لکھا ہے اور اسی طرح خربوزہ مصری کیساتھ بھی نہیں دیکھا ۱۲ ح ترمذی و نسائی بروایت عائشہ رض ۱۲ ح دونوں ہاتھوں سے استعانت احمد نے بروایت ابن جعفر لکھا ہے اور حدیث ہذا اس باب میں گزر گئی اور بکری کا قصہ فوطہ ابی بکر شامی میں بروایت انس بسند ضعیف ہے ۱۲ ح شروع ہوا اللہ تعالی کے نام سے اسی کو مدد مانگتا ہوں اسکو شکر کرتا ہوں جس نے مدت جنت تک پہنچا دے ۱۲ ح ابن عدی و کامل و عقیلی در ضعفاء بروایت ابن عباس بسند ضعیف ۱۲

مدد لیتے ایک روز آپ تر خرما داہنے ہاتھ سے کھاتے تھے اور گٹھلیاں بائیں ہاتھ میں جمع فرماتے تھے کہ اتنے میں ایک بکری آئی آپ نے اسکی طرف گٹھلیوں کا اشارہ کیا وہ آپ کے ہاتھ میں کھاتی رہی اور آپ داہنے ہاتھ سے کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ جب آپ کھا چکے تو بکری بھی چلی گئی۔ اور کبھی آپ انگوروں کا خوشہ مونہ میں رکھ لیتے تھے یعنی کئی کئی ایک دفعہ کھاتے اور آپ انگور آپ کی ریش مبارک پر موتیوں کی طرح اُترتا معلوم ہوتا۔ اور آپ کا اکثر کھانا پانی اور خرما ہوتا۔ اور کبھی آپ ایک گھونٹ دودھ کا لیتے اور اوپر سے ایک خرما کھاتے پھر اسی طرح کرتے اور دودھ اور خرما کو اطیبین فرماتے (یعنی دو عمدہ چیزیں) اور سب سے زیادہ محبوب کھانا آپ کے نزدیک گوشت تھا اور فرماتے تھے کہ گوشت شنوائی کی قوت بڑھاتا ہے اور دُنیا اور آخرت میں کھانوں کا سردار ہے۔ اور اگر میں اپنے پروردگار سے درخواست کرتا کہ مجھکو ہر روز گوشت عطا کرے تو وہ بیشک عطا فرماتا۔ اور آپ ثرید کو گوشت اور کدو کے ساتھ کھاتے۔ اور کدو کو آپ پسند فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ پیڑ میرے بھائی یونس علیہ السلام کا ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آپ ارشاد فرماتے کہ جب تم ہنڈیا پکاؤ تو اُس میں کدو بہت ڈالا کرو کہ وہ غمگین دل کو تقویت دیتا ہے۔ اور جس پرندکا شکار ہوتا اسکو تناول فرماتے۔ اور شکار کا پیچھا خود نہ کرتے اور نہ آپ شکار مارتے مگر کوئی شکار کر کے لا دیتا تو اُسکے کھانے کو پسند فرماتے۔ اور جب گوشت کھاتے تو سر مبارک کو اُس کے لئے نہ جھکاتے بلکہ اُسکو مونہ کے پاس لاکر دانت سے کاٹتے۔ اور روٹی اور گھی تناول فرماتے۔ اور بکری میں سے آپ کو دست اور شانہ پسند تھا اور ہنڈیا میں سے کدو اور

۱؎ بخاری بروایت عائشہ رضؓ ۲؎ احمد بروایت اسمٰعیل بن ابی خالد عن ابیہ ۳؎ ابن حبان بروایت ابن سمعان و ابن ماجہ بروایت ابو در و البتہ ضعیف ۴؎ مسلم بروایت انس رضؓ ۵؎ نسائی و ابن ماجہ بروایت انس رضؓ ۶؎ قوائد ابی بکر شافعی ۷؎ ترمذی بروایت انس و ابو داؤد و بروایت صفیہ ۸؎ یہ آپکے حالات سے ظاہر ہے کہ آپ نے انکار فرمایا سن تبع العید بفتح اول یعنی ہرن کا شکار کیا ہے یا وہ خاص شکار ہے ۹؎ بروایت ابو داؤد والنسائی والترمذی بروایت ابن عباس رضؓ ۱۰؎ ابو داؤد و بروایت صفوان بن امیہ اور دانت سے کاٹنا گوشت کا بعض میں بروایت ابی ہریرہ رضؓ ہے ۱۱؎ بخاری و مسلم بروایت انس رضؓ قصہ طویل ۱۲؎ دستی کا گوشت محبوب ہونا صحیحین میں بروایت ابی ہریرہ رضؓ ہے اور شانہ کا ابن حبان نے بروایت ابی ہریرہ رضؓ نقل کیا ہے اور کدو کا محبوب ہونا بروایت انس اور سرکہ اور جو کا بروایت ابن ابی اوفی مذکور کیا اور ۱۳؎ ترمذی و نسائی و ابن ماجہ بروایت ابی ہریرہ رضؓ بخاری و مسلم بروایت سعد بیہقی و خلاص جلد ۲ صفحہ ۱۲

روٹی لگا کر کھانے کی چیزوں میں سے سرکہ اور کھجور میں سے عجوہ پسند فرماتے۔ اور عجوہ کھجور کے باب میں برکت کی دعا فرماتے اور فرمایا کہ یہ جنت میں سے ہے اور زہر اور جادو سے شفا ہے۔ اور ساگ کی قسم میں آپ کاسنی اور ریحان اور خرفہ جسکو رجلہ کہتے ہیں پسند فرماتے اور گردوں کو آپ بُرا جانتے تھے اِس وجہ سے کہ پیشاب کے قریب رہتے ہیں۔ اور بکری میں سے سات چیزیں نہ کھاتے ذکر اور فوطے اور چھکنا اور پتہ اور غدہ اور فرج اور خون اور آنکو بُرا جانتے تھے اور کچا لہسن اور پیاز اور گندنا تناول نہ فرماتے تھے۔ اور کسی کھانے کو کبھی بُرا نہیں فرمایا۔ بلکہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھالیا ورنہ چھوڑ دیا۔ اور اگر بُرا جانا تو دوسرے کی نظر میں اُسکو بُرا نہیں کیا اور ضب اور قنفذ سے آپ نفرت رکھتے تھے مگر اُنکو حرام نہ فرماتے۔ اور اپنی انگلیوں سے رکابی چاٹتے اور فرماتے کہ پچھلے کھانے میں برکت بہت ہوتی ہے۔ اور کھانے کے بعد اپنی انگلیاں اتنی چاٹتے کہ سُرخ پڑ جائیں۔ اور اپنا دست مبارک رومال سے نہ پوچھتے جبتک کہ ایک ایک انگلی چاٹ نہ لیتے۔ اور فرماتے کہ معلوم نہیں کونسے کھانے میں برکت ہے۔ اور جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے الحمد للہ اللھم لک الحمد اطعمت فاشبعت وسقیت فاروییت لک الحمد غیر مکفور ولا مودع ولا مستغنی عنہ اور جب آپ گوشت روٹی خاصکر کھاتے تو ہاتھوں کو خوب دھوتے پھر بقیہ پانی سے مونہ پونچھ لیتے اور آپ پانی

ع ابونعیم نے طب نبوی میں بروایت ابن عباس کاسنی مذکور کیا ہے اور ریحان کے باب میں مجھکو حدیث نہیں ملی اور خرفہ کے باب میں ابونعیم نے حدیث مرسل اور ضعیف نقل کی ہے ۱۲ ع ابی بکر محمد بن عبید اللہ بن ابی الشیر کی حدیث میں بروایت ابن عباس بسند ضعیف مذکور ہے ۱۲ ع بیہقی بروایت ابن عباس وبسند ضعیف مرفوعاً اور بروایت مجاہد مرسلاً ۱۲ ع مالک اور موطا بروایت سلیمان بن یسار مرسلاً ۱۲ ع اول حدیث میں پیشتر گذر چکا اور ضبین میں ضب کے قصہ میں ہے کہ اُسکو کھاؤ کہ حرام نہیں اور نہ اُسمیں کچھ مضائقہ مگر وہ میری قوم کی غذا نہیں ۱۲ ع حدیث ضب ضبین میں بروایت ابن عباس اور نسائی کی بیہقی نے بروایت زید بن ثابت موقوفاً نقل کی ہے کہ میں نہ کھاتا ہوں حالانکہ مجھکو اُسکی حاجت نہیں تاکہ میرے گھر والے جانیں کہ اُسمیں کچھ مضائقہ نہیں ۱۲ بیہقی در شعب بروایت جابر رضہ ودر ضمن حدیث ۱۲ ع مسلم بروایت کعب بن مالک مگر اُس میں سرخ ہونے کا ذکر نہیں ۱۲ ع مسلم بروایت کعب بن مالک وبیہقی بروایت ایضاً ۱۲ ع طبرانی بروایت حارث بن الحارث بسند ضعیف ۱۲ ع سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں الٰہی شکر تیرا ہی ہے تو نے کھانا کھلایا پیٹ بھر دیا اور پانی پلایا تو سیراب کر دیا بھی کو حمد ہو حالانکہ ہم ناشکری نہیں کرتے مگر تو ہمیشہ نعمتوں سے توقع توڑتے ہیں نہ تجھ سے بے نیاز ہوتے ہیں ۱۲ ع ابویعلی بروایت ابن عمر بسند ضعیف ۱۲ ع طبرانی در اوسط بروایت ابی ہریرہ ۱۲ ع ابن سنی وابن عدی وابن سنی بروایت نہر وطبرانی بروایت ام سلمہ بسند ضعیف ضعیف ۱۲ ع

تین دفعہ میں پیتے اور اُن میں تین بسم اللہ اور آخر میں تین الحمد للہ کہتے (یعنی ہر بار کی ابتدا میں ایک بار بسم اللہ اور انتہا میں الحمد للہ ہوتی) اور پانی کو گھونٹ گھونٹ کر پیتے بڑے گھونٹ سے نہ پیتے۔ اور کبھی ایک ہی سانس میں پانی پینے سے فراغت پاتے۔ اور برتن میں اثنار شرب میں سانس نہ لیتے بلکہ اُس سے علیحدہ ہو کر سانس لیتے۔ اور اپنا اُش اُسکو مرحمت فرماتے جو آپ کے داہنی طرف ہوتا اور کبھی بائیں طرف والا رتبہ میں بڑا ہوتا تو داہنی طرف والے سے اجازت لیتے کہ طریق سنت تو یہی ہے کہ تجھکو ملے لیکن اگر تجھکو پسند ہو تو بائیں طرف والے کو اپنے نفس پر ترجیح دے۔ اور ایک بار آپکی خدمت میں ایک برتن آیا جس میں شہد اور دودھ تھا آپ نے اُسکو پینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ دو پینے کی چیزیں ایک دفعہ میں اور دو سالن ایک برتن میں ہیں پھر فرمایا کہ میں اُنکو حرام نہیں کرتا ہوں مگر فخر کو اور دنیا کی فضول کا قیامت میں محاسبہ ہونے کو بُرا جانتا ہوں اور تواضع کو پسند کرتا ہوں، کہ جو کوئی اللہ تعالےٰ کے واسطے تواضع کو پسند کرتا ہے اللہ تعالےٰ اُسکو بلند کرتا ہے اور آپ اپنے مکان کے اندر باکرہ عورت سے بھی زیادہ حیا دار تھے۔ کھانا گھر والوں سے نہ مانگتے اور اُنپر کسی کھانے کی فرمایش نہ کرتے۔ اگر اُنہوں نے کھلا دیا تو کھا لیا اور جو سامنے لا رکھا قبول فرمایا اور جو پلا یا پی لیا۔ اور بعض اوقات اپنے کھانے یا پینے کی چیز خود کھڑے ہو کے لے لیتے صلے اللہ علیہ وسلم۔

چھٹا بیان

لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اخلاق و آداب کے

ا ح حاکم بروایت ابی ہریرہ رض ۲ ح بخاری و مسلم بروایت انس رض ۳ ح بخاری و مسلم بروایت سہل بن سعد رض ۴ ح طبرانی بروایت عائشہ رض بسند ضعیف ۵ ح اس کی سند پیشتر گذری ۶ ح کھانا سمین مراد ہے ورنہ بلا تعین طعام صحاح میں وارد ہے چنانچہ مسلم میں بروایت عائشہ ہے اہل عند کم شئے اور دوسرے جملوں کا ذکر اوپر ہو چکا ۷ ح ابو داؤد میں بروایت بنت قیس ہے کہ آپ نے اُن کے یہاں کی دوال لٹکی ہوئی میں سے خود ٹٹا دل فرمایا، اور ابن ماجہ نے بروایت کبشہ نقل کیا کہ آپ نے لٹکی ہوئی مشک میں سے خود کھڑے ہو کر پانی پیا ۸ ح صحیحین میں بروایت عائشہ رض تہبند کا پہننا مذکور ہے۔ اور چادر کی حدیث اوپر گذری اور نسائی میں کرتہ کا محبوب ہونا بروایت ام سلمہ اور حدیث جبہ اوپر مذکور ہوئی ۹ ح ابن ماجہ اور حاکم بروایت ابن عباس رض۔

ذکر ہیں۔ کپڑوں میں جو آپ کو ملتا تہمد یا چادر یا کرتہ یا جبہ یا اور کچھ وہی پہن لیتے۔ اور آپکو سبز کپڑے اچھے معلوم ہوتے تھے۔ اور آپکی اکثر پوشاک سفید ہوتی اور فرماتے کہ اُس کو اپنے زندوں کو پہناؤ اور اموات کو اسی میں کفناؤ۔ اور لڑائی کے وقت قبائے پنبہ دار پہنتے۔ اور بدون بھراؤ کی بھی پہنتے۔ اور ایک قبا دیبا کی آپ کے پاس تھی کہ اُسکو آپ پہنتے تو اُسکی سبزی آپ کے رنگ کی سفیدی میں اچھی معلوم ہوتی۔ اور آپ کے سب کپڑے ٹخنوں سے اُوپر چڑھے رہتے اور تہمد اُن سے بھی اوپر نصف ساق تک ہوتا۔ اور آپ کے قمیص کے بند بندھے رہتے اور کبھی نماز میں اور غیر نماز میں بند کھول دیتے۔ اور آپ کے پاس ایک بڑی چادر تھی زعفران سے رنگی ہوئی کبھی صرف اُسی کو پہن کر لوگوں کو نماز پڑھا دیتے۔ اور کبھی آپ صرف چادر پہنتے کہ اور کوئی کپڑا بدن پر نہ ہوتا۔ اور آپ کے پاس ایک چادر پیوند لگی تھی اُسکو پہنتے اور فرماتے کہ میں بندہ ہوں پہنتا ہوں جیسے بندہ پہنتا ہے۔ اور جمعہ کا جوڑا آپ کا خاص تھا۔ سوائے اور دنوں کے کپڑے کے۔ اور کبھی آپ ایک چادر تہمد کی پہنتے دوسری چیز بدن پر نہ ہوتی۔ اور اُسکے دونوں کناروں کو دونوں شانوں کے درمیان گرہ لگاتے۔ اور کبھی جنازوں پر اُس سے امامت کرتے۔ اور کبھی مکان کے اندر ایک ہی تہمد میں لپٹ کر اور دونوں کناروں کو شانوں پر اِدھر اُدھر ڈال کر نماز پڑھتے اور یہ وہی تہمد ہوتا جس میں رات کو صحبت کی ہوتی۔ اور کبھی نماز تہجد تہمد کے ایک کنارے کو اپنے بدن مبارک پر بہن کر اور باقی کو بعض ازواج مطہرات پر ڈالکر پڑھتے۔ اور آپ کے پاس ایک چادر سیاہ تھی اُس کو آپ نے کسی کو دے ڈالا۔ حضرت ام سلمہ رضؓ نے عرض کیا کہ

اح اس کی مسند عراقی کی کتاب میں قلم کاتب سے رہ گئی ۱۲ صح بخاری تعلیقاً مسلم بروایت جابر رضؓ ذکر اسمین ذکر رنگ کا نہیں ۱۲ صح ابوالفضل محمد بن طاہر بروایت عبداللہ بن بسر بسند ضعیف ۱۲ صح ابوداؤد ابن ماجہ وطبرانی بروایت ابن عباس رضؓ ۱۲ صح ابوداؤد بروایت قیس بن سعد ۱۲ صح ابن ماجہ ابن خزیمہ بروایت ثابت بن الصامت ۱۲ صح بخاری ومسلم نے بروایت ابی بردہ چادر بلند کا ذکر کیا ہے ۱۲ صح طبرانی در صغیر وسط بروایت عائشہ بسند ضعیف ۱۲ صح بخاری بروایت محمد بن المنکدر ۱۲ اح اسکی سند بہ کو نہیں ملی تاز مطلق پر تخریج پہلی روایت میں آیا ہے ۱۲ اح ابویعلی بروایت معاویہ رضؓ صح ابوداؤد مسلم بروایت عائشہ رضؓ اح اسکی روایت ام سلمہ سے مسلو نظر میں پڑی سیاہ چادر کا ہونا مسلم نے بروایت عائشہ رضؓ ابوداؤد ونسائی نے بروایت عائشہ رضؓ ذکر کیا ہے ۱۲ صح ابن ماجہ بروایت عبادہ بن الصامت صح بخاری

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سیاہ چادر کیا ہوئی آپ نے فرمایا کہ میں نے اسکو ہبہ کردیا اُنہوں نے کہا کہ جیسی آپ کی سفیدی اُسکی سیاہی پر بھلی معلوم ہوتی تھی میں نے ایسی چیز کبھی نہیں دیکھی اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات دیکھا کہ ہمکو نماز ظہر ایک چھوٹی چادر میں پڑھائی جسکے کناروں کو آپ نے گرہ دے لیا تھا۔ اور آپ انگوٹھی پہنتے۔ اور کبھی باہر تشریف لاتے اور آپ کی انگوٹھی میں چیز کی یادداشت کے لئے دھاگا بندھا ہوا تھا۔ اُس انگوٹھی سے آپ خطوں پر مہر لگاتے اور فرماتے کہ خط پر مہر دینی تہمت سے بچاتی ہے۔ اور ٹوپیاں آپ عماموں کے تلے اور بدون عماموں کے پہنتے۔ اور کبھی ٹوپی کو سر مبارک سے اُتار کر اُسکو سترہ کرتے اور اُس کی طرف کو نماز پڑھتے۔ اور کبھی عمامہ نہ ہوتا تو سر اور پیشانی پر پٹی باندھ لیتے۔ اور آپ کے ایک عمامہ کا نام سحاب تھا اُسکو آپ نے حضرت علی مرتضےٰ کو ہبہ کر دیا تھا۔ حضرت علی رض کبھی اُسکو پہنکر تشریف لاتے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ علی تمہارے پاس سحاب میں آئے اور جب آپ کپڑا پہنتے تو داہنی طرف سے شروع کرتے اور فرماتے الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی الناس۔ اور جب کپڑا اُتارتے تو بائیں طرف سے ابتدا کرتے۔ اور جب نیا کپڑا پہنتے تو پرانا کسی مسکین کو عنایت فرماتے اور ارشاد کرتے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو اپنے پرانے کپڑے پہنائے اور پہنانا صرف خدائے تعالےٰ کے واسطے ہو تو وہ حالت حیات و موت میں خدا تعالیٰ کی امان اور پناہ اور برکت میں رہے گا جب کہ مسلمان کو پہنائیگا

ح ابن عدی بروایت واصلہ ۱۲ ح انگوٹھی سے مہر کرنا صحیحین میں بروایت انس رض اور شمائل ترمذی میں بروایت عمر منقول ہے مگر دوسرے جملہ کی اصل ہمکو نہیں ملی ۱۲ ح طبرانی وابن حبان بروایت ابن عمر لیکن ستترہ ذکر نہیں ۱۲ ح بخاری بروایت ابن عباس رض ۱۲ ح ابن عدی وابن حبان بروایت جعفر محمد عن ابیہ عن جدہ مرسلا وبہ یہ حدیث نہایت ضعیف ہے ۱۲ ح ترمذی بروایت ابی ہریرہ رض ۱۲ ح ابن ماجہ وحاکم بروایت عمر فاروق رض ۱۲ سب تعریفیں اللہ کو جس نے ہمکو وہ چیز پہنائی جسسے میں اپنی برہنگی ڈھانکوں اور لوگوں میں اس سے تجمل کروں ۱۲ ح ابن حبان بروایت ابن عمر بضعیف ۱۲ ح ترمذی وابن ماجہ بروایت عمر فاروق رض مگر اُنمیں آپکے کپڑے پہننے اور پرانے کپڑے کے تصدق کرنیکا ذکر نہیں صرف ارشاد ہے اور جملہ آخرین نہیں ۱۲ ح بخاری ومسلم بروایت عائشہ رض بدون ذکر طول وعرض وابن حبان نے بروایت ام سلمہ نقل کیا ہے کہ آپکا گدا اقد ار احمد الانسان کے مقدار اس میں راوی مجہول ہے ۱۲ ح ابن سعد وطبقات وابن حبان بروایت عائشہ رض مگر صحیح نہیں اور شمائل ترمذی میں بروایت حفصہ رض کا فرش دوتہ کا مذکور ہے کہ اسپر آپ سوتے تھے ۱۲

اور آپؐ کا ایک چمڑے کا گدا تھا جسمیں خرما کی چھال بھری تھی اُسکا طول دو گز کے قریب اور عرض ایک گز ایک بالشت کے قریب تھا اور آپؐ کا ایک کمل تھا کہ اُسکو ہر جگہ اُٹھا کر آپکے تئے دوتہ کرکے بچھا دیتے تھے۔ اور آپؐ بوریئے پر سوتے کہ اُس کے سوا اور بستر نہ ہوتا اور آپؐ کی عادت تھی کہ اپنے جانوروں اور ہتھیاروں اور چیزوں کا نام رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کے نیزہ کا نام عقابؓ تھا اور آپؐ کی تلوار کا نام جسکو لڑائی میں ساتھ رکھتے تھے ذوالفقار تھا اور ایکؓ تلوار کا نام مخذم تھا اور ایکؓ اور کو رسوب کہتے تھے۔ اور ایک اور قضیبؓ کے نام سے معروف تھی۔ اور آپ کی تلوار کا قبضہ چاندی بھرا ہوا تھا۔ اور آپؐ چمڑے کی پیٹی پہنتے جس میں تین کڑیاں چاندی کی تھیں۔ اور آپؐ کی کمان کا نام کتوم تھا اور ترکش کا نام فور۔ اور آپؐ کے ناقہ کا نام قصوی تھا۔ جسکو عضبا بھی کہتے تھے۔ اور آپؐ کے خچر کا نام دلدل تھا اور آپؐ کے دراز گوش کا نام یعفور۔ اور آپؐ کی بکری کا نام عینہ تھا۔ اُسکا آپ دودھ پیتے تھے اور آپؐ کے پاس مٹی کا ایک لوٹا تھا جس سے آپ وضو کیا کرتے اور پانی پیتے۔ پس آدمی اپنے چھوٹے بچوں تیمارداروں کو بھیجتے اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے اور اگر برتن میں پانی پاتے تو اُسکو پیتے اور اپنے چہروں اور بدن پر حصول برکت کے لئے ملتے۔

ساتواں بیان اس ذکر میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود قدرت کے مجرم کا قصور معاف فرماتے۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ حلیم اور باوجود قدرت کے عفو قصور میں سب سے زیادہ راغب تھے یہاں تک کہ آپکی خدمت میں سوئے اور

ح بخاری و مسلم بروایت عمر فاروق اور قصہ اعتزال ازواج ۱۲ ح طبرانی بروایت ابن عباس آپکی سب چیزوں کے نام لکھے ہیں مگر اس سند میں ایک راوی منصوب بوضع حدیث ۱۲ ح ابن حبان بروایت حسن مرسلاً ۱۲ ح ابن حبان بروایت علی مرتضیٰ رضی ۱۲ ح ابن سعد و طبقات بروایت مروان بن ابی سعید مرسلاً ۱۲ ح ابن سعد بروایت سابق ۱۲ ح ابن ابی شیبہ و تاریخ ۱۲ ح ابو داؤد و ترمذی بروایت انس رضی ۱۲ ح اسکی اصل ہمکو نہیں ملی مگر ابن سعد و ابن حبان نے بروایت جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ مرسلاً نقل کیا ہے کہ آپکی زرہ میں دو کڑیاں چاندی کی چھاتی کی جگہ پر اور دو پس پشت تھیں ۱۲ ح اس کا پتہ ہمکو نہیں ملا مگر طبرانی نے بروایت ابن عباس رضی لکھا ہے کہ آپکی کمان کا نام صفد اور ترکش کا نام جمع تھا و ابن طبیخہ نے تاریخ میں آپکی کماں کے تین نام اور لکھے ہیں ۱۲ ح بروایت جابر و بکاری بروایت انس ۱۲ ح حاکم بروایت علی مرتضیٰ رضی ۱۲ ح فوائد ابی الدحداح ۱۲ ح ابن سعد نے آپکی بکریوں کے سات نام اور لکھے ہیں اور فوائد ابی الدحداح میں بکری کا نام برکہ لکھا ہے ۱۲ ح اسکی سند ہمکو نہیں ملی ۱۲ ح اسکی سند پشیر گذری ۱۲ ح ابن حبان بروایت ابن عمر و ح مسلم ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت جابر بالفاظہ ۱۲

چاندی کے بار آئے اور آپ نے اُنکو اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمایا اُس وقت ایک بدوی شخص اُٹھا اور اُس نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم البتہ خدائے تعالےٰ نے آپکو عدل کرنے کا حکم فرمایا ہے مگر میں آپ کو عدل کرتے نہیں دیکھتا آپ نے فرمایا کہ کمبخت میرے سوا پھر تجھ پر کون عدل کریگا۔ جب وہ پشت پھیر کر چلا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو نرمی کیساتھ میرے پاس واپس لے آؤ۔ اور حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حُنین کے روز لوگوں کے لئے حضرت بلالؓ کے کپڑے میں چاندی جمع کرتے تھے آپ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدل فرمایئے آپ نے اُسکو فرمایا کمبخت اگر میں عدل نہ کروں گا تو اور کون کریگا تو محروم اور خسارہ میں رہیگا اگر میں عدل نہ کروں۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نکر سے ہوئے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو اسکی گردن اڑا دوں کہ یہ منافق ہے آپ نے فرمایا معاذ اللہ لوگ یہ کہیں گے کہ میں اپنے یاروں کو قتل کرتا ہوں۔ اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑائی میں تھے کہ کفار نے مسلمانوں کی کچھ غفلت دیکھی اتنے میں ایک کافر شمشیر برہنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر آ گیا اور کہا کہ اب آپ کو مجھ سے کون بچائیگا آپ نے فرمایا اللہ جل شانہ راوی کہتا ہے کہ اُس کافر کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اٹھا کر فرمایا کہ مجھ سے تجھکو کون بچائے گا اُس نے عرض کیا کہ آپ نے مجھکو اسیر کر لیا آپ بہتر گرفتار کرنے والوں میں سے ہو جیئے آپ نے فرمایا اشہد ان لا الہ الا اللہ اُس نے کہا یہ تو نہیں مگر میں آپ سے نہ قتال کروں گا نہ آپ کا ساتھ دوں گا نہ ان لوگوں کی ساتھ ہوں گا جو آپ سے لڑتے ہیں آپ نے اُسکو رہا فرما دیا وہ اپنے ساتھیوں میں آیا اور کہا کہ میں تمہارے پاس بہترین مردم کے پاس سے آتا ہوں۔ اور حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودیہ عورت آپکی خدمت میں ایک بکری زہر ملی پکی ہوئی لائی تاکہ آپ اُسمیں سے تناول فرماویں اُس عورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے آپ نے اُس سے

---

(۱) مسلم بروایت انسؓ و بخاری بروایت ابی ہریرہؓ ۱۲ صح نسائی بروایت زید بن ارقم و قصہ آپکے سحر کا صحیحین میں بروایت عائشہ اور ۱۱ سے منقول ہے اور صحیح بخاری و مسلم بروایت علی مرتضیٰ رضؓ ۱۲ صح بخاری مسلم بروایت ابن مسعود رضؓ۔

زبیر کا حال پوچھا اُس نے عرض کیا کہ مجھکو منظور تھا کہ آپ کو مار ڈالوں۔ آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کو منظور نہیں کہ اس امر پر تجھکو قادر کرے۔ لوگوں نے عرض کیا ارشاد ہو تو اُسکو قتل کریں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ اور ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپکو اس حال کی اطلاع دی یہاں تک کہ آپ نے اُس جادو کو نکلوا کر گرہ کھولیں تو اُس سے افاقہ ہو گیا اور اُس یہودی سے کبھی اسکا تذکرہ نہ فرمایا اور نہ اُسپر یہ حال ظاہر کیا۔ اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو اور زبیر اور مقداد کو فرمایا کہ روضۂ خاخ کو جاؤ اور اُسمیں ایک عورت سا فر ہے اُسکے پاس ایک خط ہے اُس سے وہ خط لے آؤ ہم بموجب ارشاد کے روضۂ خاخ میں (کہ مدینۂ منورہ سے مکہ معظمہ کو جاتے ہوئے راہ میں پڑتا ہے) گئے اور اُس عورت سے کہا کہ تیرے پاس خط ہے وہ حوالے کر اُس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہم نے کہا کہ یا خط نکال دو ورنہ اپنے کپڑے نکال ڈال آخر اُس نے خط اپنی چوٹی میں سے نکالا وہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے دیکھا تو حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام تھا اور اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حال لکھا تھا (کہ آپ مدینۂ منورہ سے باہر ہو چکے ہیں خواہ تم پر آئیں گے یا کسی اور پر آپنے حاطب سے کہا کہ یہ کیا حرکت کی اُس نے عرض کیا کہ آپ جلدی نہ فرمائیں اصل یہ ہے کہ میں قریش میں ملصق ہوں (یعنی قریش میں مقیم ہوں نسبت میں شریک نہیں) اور آپ کے ساتھ اور مہاجروں کے رشتہ دار مکہ میں بہت ہیں وہ اُنکے گھر والوں کو بچا لیں گے تو میں نے یہ چاہا کہ مجھکو اگر قرابت نسبی حاصل نہیں تو قریش پر کچھ احسان کروں جس سے میرے قریبوں کو بچائیں اور یہ امر میں نے کفر کی راہ سے نہیں کیا اور نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہو کر اور اپنے دین سے مرتد ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے تم سے سچ کہا حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ مجھکو اجازت فرمائیے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص بدر کی لڑائی میں شریک تھا اور تمکو کیا معلوم ہے شاید اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کے حال پر مطلع ہو کر

ح ابو داؤد و ترمذی بروایت ابن مسعود رض ح ابن حبان بروایت ابن عمر رض

یہی فرمادیا ہو کہ جو چاہو وہ عمل کرو کہ میں نے تمہاری مغفرت کی۔ اور ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا ایک شخص نے انصار میں سے کہا کہ یہ وہ قسمت ہی جس میں رضاء الٰہی ارادہ نہیں کی گئی یہ بات کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کی آپکا چہرہ سُرخ ہوگیا اور فرمایا کہ رحم کرے اللہ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر کہ انکو اس سے بھی زیادہ ایذا دیگئی مگر انہوں نے صبر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے کہ تم میں سے کوئی میرے اصحابؓ کیطرف سے کوئی بات مجھ سے نہ کہا کرے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس سینہ صاف ہوکر جاؤں۔

آٹھواں بیان اس ذکر میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو باتیں بُری معلوم ہوتی تھیں انکو دیکھکر چشم پوشی فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جبلت اور آپ کا ظاہر و باطن صاف تھا آپ کی خفگی اور رضامندی آپکے چہرے سے معلوم ہوجاتی تھی۔ اور جب آپکو غصہ بہت ہوتا تو آپ اپنی ریش مبارک کو بہت ہاتھ لگاتے۔ کسیکے سامنے وہ بات نہ فرماتے جو اُسکو بُری معلوم ہو ایک شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور زرد خوشبو لگائے تھا آپکو بُری معلوم ہوئی مگر اس سے کچھ نہیں فرمایا جب وہ چلاگیا تو لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس سے کہدو کہ اسکا استعمال نہ کرے تو اچھا ہو۔ اور ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کیا صحابہ اسپر چڑھ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسکا پیشاب مت روکو پھر اس سے ارشاد فرمایا کہ یہ مسجدیں اس قابل نہیں کہ کوئی گوبر یا پیشاب یا خاشاک ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ لوگوں کو بلاؤ بہکاؤ نہیں اور ایک اعرابی آپکی خدمت میں ایک روز کچھ سوال کرنے آیا آپنے اُسکو کچھ دیا پھر فرمایا کہ میں نے تجھپر احسان کیا اس نے عرض کیا کہ نہ آپنے احسان کیا نہ نیکی کی راوی کہتا ہے کہ مسلمان اس بات سے غصہ ہوئے اور اسکی طرف چلے آپ نے انکو ارشاد فرمایا کہ باز رہو پھر آپ انہیں

ح ابن حبان بروایت عائشہ صدیقہ رض ح ابو داؤد و ترمذی در شمائل بروایت انس رض ح بخاری و مسلم بروایت انس رض ح بزاز و ابن حبان بروایت ابی ہریرہ رض ح بخاری و مسلم بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ح بخاری مسلم بروایت ابن عباس اور اس میں یوں ہے کہ جبرئیل سے جب ملاقات ہوتی تو غیرات میں آندھی کی طرح ہوتے ح یہ حدیث ترمذی کی ہے اور کہا کہ اسکی روایت متصل نہیں

اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور اس اعرابی کو بلوا کر کچھ اور دیا پھر پوچھا کہ میں نے تجھ پر احسان کیا اُس نے عرض کیا ہاں اللہ تعالیٰ آپکے اہل وعشیرہ کو جزائے خیر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو فرمایا کہ تو جو لفظ اول کہہ چکا ہے میرے اصحاب کے دل میں وہ کھٹکتا ہے اگر تیرا دل چاہے تو جو میرے سامنے کہتا ہے وہی اُنکے سامنے کہدینا تاکہ اُنکے دلوں سے جو تجھ پر غبار ہے وہ نکل جائے، اعرابی نے عرض کیا کہ بہت بہتر دوسرے روز صبح کو یا شام کو وہ اعرابی آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اعرابی نے کہا تھا جو کہا تھا مگر ہم نے اُسکو زیادہ دیا تو اس نے کہا کہ میں راضی ہو گیا پھر اعرابی سے پوچھا کہ کیوں بھلا یوں ہی ہے اُس نے کہا ہاں آپ کے اہل وعشیرہ کو خدائے تعالیٰ جزائے خیر دے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور اس اعرابی کی مثل ایسی ہے جیسے کسی شخص کی اونٹنی بدک گئی اور لوگ اُسکے پیچھے ہوئے تو اور زیادہ بھاگی پھر اونٹنی کے مالک نے اُنکو آواز دی کہ تم سب علیحدہ ہو جاؤ میں جانوں اور میری اونٹنی میں اسپر زیادہ شفیق اور اسکے حال سے زیادہ واقف ہوں پھر وہ سامنے کیطرف سے اسی کیطرف چلا اور زمین کا خشک چارہ لیکر اسکو دکھلایا اور آہستہ آہستہ اسکو پاس بلا لیا۔ یہاں تک کہ جب وہ آئی تو اسکو ٹھہلایا اور اسپر کاٹھی باندھکر سوار ہو گیا جب اس شخص نے وہ لفظ کہا تھا اور میں تمکو منع کرتا اور تم اس کو مار ڈالتے تو وہ دوزخ میں جاتا۔

نواں بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جود وسخاوت کے ذکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی اور جواد تھے وہ رمضان المبارک میں آندھی کی طرح ہوتے کہ کوئی چیز بدون دیئے نہ چھوڑتے اور حضرت علیؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف کرتے تو فرماتے کہ کف مبارک سب سے جواد اور سینہ سب سے زیادہ وسیع اور گفتگو سب سے زیادہ راست اور عہد کے زیادہ پورا کرنے والے نرم تر عادت میں بزرگ ترین خاندان میں تھے جو کوئی آپکو دفعۃً دیکھتا تو آپ سے ڈر جاتا اور اگر شناسائی کے طور پر آپ سے اختلاط رکھتا

ع مسلم بروایت انس رضہ ۱۲ ع بخاری ومسلم بروایت جابر رضہ ۱۲ صحیح ابواسحٰق ابن الضحاک ومشائل بروایت حسن رضہ ۱۲ بخاری بروایت انس رضہ ۱۲ تعلیقات باذکر عذروی ہے ۱۲

تو عاشق ہو جاتا آپکا وصف کرنیوالا کہتا کہ میں نے نہ ایسا آپکے پیشتر دیکھا نہ آپ کے بعد آپ جیسا نظر آیا اور مسلمان ہونے پر جو چیز کسی نے کبھی مانگی وہی اُسکو عطا فرمائی چنانچہ ایک شخص نے آپسے سوال کیا تو آپنے اتنی ہی بہیڑ بکریاں دیں کہ دو پہاڑوں کے درمیان میں بھر جائیں وہ شخص اپنی قوم کو لوٹ گیا اور اس نے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کی طرح عطا عنایت فرماتے ہیں جو فاقہ سے نہ ڈرتا ہو اور کبھی کسی چیز کا سوال آپسے نہیں ہوا کہ آپنے اسکو عطا نہیں فرمایا ہو۔ اور آپ کی خدمت میں نوے ہزار درم آئے آپنے اُنکو بوریے پر رکھدیا پھر اُنکو تقسیم کرنا شروع کیا اور کسی سائل کو نہ پھیرا یہاں تک کہ اُس سے فراغت پائی۔ اور ایک شخص نے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا آپنے فرمایا میرے پاس کچھ نہیں مگر مجکو جو ضرورت ہے وہ کسی شخص سے میرے نام پر قرض لے لے جب ہمارے پاس کچھ آئیگا ہم اُسکو ادا کردینگے حضرت عمر فاروق نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس چیز پر آپ کو قدرت نہیں اسکی تکلیف خدا تعالیٰ نے آپکو نہیں دی آپ کو یہ بات بُری معلوم ہوئی اُس شخص نے عرض کیا کہ آپ خرچ کیجئے اور مالک عرش برین سے خوف مفلسی کا نہ فرمایئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرمایا اور آپکے چہرہ مبارک پر سرور معلوم ہوا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین سے مراجعت فرمائی تو اعراب نے حاضر خدمت ہو کر مانگنا شروع کیا یہاں تک کہ بول کے درخت کیطرف بمجبوری جانا پڑا اس درخت میں آپکی ردا مبارک رہ گئی پس آپ نے توقف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجکو میری چادر دو اگر میرے پاس ان درختوں خاردار کی مقدار اونٹ ہوں تو میں تم میں اُنکو تقسیم کردوں پھر تم مجھے بخیل اور جھوٹا اور نامرد نپاؤگے۔

دسواں بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ قوی اور بہادر تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رض فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں

ح ترمذی در شمائل بروایت عمر فاروق رض ۱۲ ح بخاری بہ روایت جبیر مسلم ۱۲ ح داری بروایت ابن عمر اور صحیحین میں بروایت انس ہے کان احسن الناس واشجع الناس ۱۲ ح ابن حبان در اخلاق النبی صلے اللہ علیہ وسلم ۱۲ ح نسائی بروایت علی مرتضیٰ رض وسلم بروایت براء بن عازب ح ابن حبان بروایت سعید بن عباض مرسلاً ۱۲ ح مسلم بروایت براء بن عازب ۱۲

ہم نے اپنے آپ کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ پکڑتے تھے اور آپ ہم سب کی نسبت گروہ دشمن سے قریب تر تھے اور دونوں صفیں ملی ہوئی تھیں تو ہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس روز سب لوگوں سے زیادہ سخت لڑنے والے تھے۔ اور یہ بھی حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کا قول ہے کہ جب ہنگامہ کارزار گرم ہوتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں ہو جاتے تھے پس آپکی نسبت گروہ دشمن سے زیادہ قریب کوئی نہ ہوتا تھا اور ع مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کم سخن اور قلیل الکلام تھے اور جب لوگوں کو قتال کا حکم فرماتے تھے تو آپ بنفس نفیس مستعد ہوتے اور سب لوگوں سے زیادہ لڑاک تھے۔ اور بہادر وہی ہوتا تھا جو لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتا کیونکہ آپ دشمن سے قریب رہتے تھے اور عمران بن حصین رضؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم سے لڑے آپ بہتر تو اول وار آپ ہی نے فرمایا ہے۔ اور ع آپ قتال میں نہایت قوی تھے۔ اور جب آپکو مشرکوں نے گھیر لیا تو آپ اپنے خچر سے اتر پڑے اور فرمانے لگے انا النبی لاکذب انا ابن عبد المطلب تو اس روز کوئی ایسا نہیں نظر آیا کہ آپ سے زیادہ قوی دل ہو۔

گیارہواں بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے ذکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علو منصب میں سب لوگوں سے زیادہ تواضع اور انکسار فرماتے۔ ابن ع عامر کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ اونٹنی پر سوار جمرہ پر کنکریاں مارتے دیکھا ہے کہ کوئی کسی کو نہ مارتا تھا نہ دھکے دیتا تھا نہ ہٹو بچو کہتا تھا اور آپ دراز گوش پر چادر کا زین ڈالکر سوار ہوتے باوجود اسکے دوسرے کو اپنا ردیف کر لیتے۔ اور آپ بیمار کی عیادت فرماتے

ع ابن حبان نے نقل کی ہے اور اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے ع طبرانی در اوسط بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلفظ دیگر بسند ضعیف ۱۲ ع بخاری ومسلم بروایت براء بن عازب مگر اس میں پچھلا جملہ نہیں یعنے اس روز سے آخر تک اور اس جملہ کے ساتھ ابن حبان نے بروایت براء اور بروایت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا ہے ۱۲ ع ۵ میں نبی ہون جھوٹا نہیں میں بیٹا ہوں عبد المطلب کا ۱۲ ع ابو الحسن بن ضحاک در شمائل بروایت ابو سعید خدری بسند ضعیف ۱۲ ع ترمذی ونسائی وابن ماجہ بروایت قدامہ بن عبد اللہ ۱۲ ع بخاری ومسلم بروایت اسامہ بن زید ۱۲ ع اس کی سند اسی باب کے شروع میں گذری ۱۲ ع ترمذی بروایت انس ۱۲ ع بخاری ومسلم بروایت انس رضؓ

ع حاکم بروایت جریر ۱۲۔

اور جنازے کے ساتھ جاتے اور غلام کی دعوت منظور فرماتے اور پاپوش مبارک کی مرمت کر لیتے اور کپڑے میں پیوند لگاتے اور اپنے مکان میں گھر والوں کی حاجت میں اُن کے شریک ہو کر کام کرتے۔ اور آپ کے اصحاب آپ کا کام نہ کرتے اسلئے کہ اُنکو معلوم تھا کہ اسبات کو آپ بُرا جانتے ہیں اور آپ کا گزر جب لڑکوں پر ہوتا تو اُنکو سلام کرتے۔ اور ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو وہ آپکی ہیبت سے کانپ گیا آپنے فرمایا کہ خوف مت کر میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو قریش میں کی ایک عورت کا فرزند ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔ اور آپ اپنے اصحاب میں ایسے مل جل کے بیٹھتے کہ گویا انہیں میں سے ایک آپ بھی ہیں اجنبی شخص آتا تو بدون پوچھے نہ معلوم کرتا کہ آپ کون سے ہیں یہاں تک کہ صحابہ نے التماس کیا کہ آپ ایسی جگہ پر بیٹھا کریں کہ اجنبی آپکو پہچان لیا کریں چنانچہ آپکے لئے مٹی کا ایک چبوترہ بنا دیا کہ اُس پر آپ نشست فرماتے۔ اور حضرت عائشہ رضہ آپکی خدمت میں عرض کیا کہ خدائے تعالیٰ مجکو آپ پر قربان کرے آپ تکیہ لگا کر تناول فرمایا کیجئے کہ یہ آپ کو آسان پڑیگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اتنا جھکایا کہ قریب تھا کہ پیشانی زمین سے لگ جائے فرمایا کہ میں ایسے کہاؤنگا جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے بیٹھونگا جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔ آپ کھانا خوان اور کشتی میں نہ کھاتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملے۔ اور جو کوئی آپکے اصحاب میں سے یا دوسرے لوگوں میں آپکو پکارتا تو آپ جواب میں لبیک ارشاد فرماتے اور جب لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تو اگر وہ آخرت کے باب میں گفتگو کرتے تو اُنکے ساتھ وہی

اح ابو داؤد و نسائی بروایت ابی ہریرہ ۱۲ اح ابن جریر بروایت عبد اللہ بن عبید بن عمیر عائشہ رضہ ۱۲ اح بخاری بروایت انس رضہ ۱۲ اح ابو نعیم در دلائل النبوۃ بروایت عائشہ رضہ اور اس سند میں حسین بن علوان متہم بالکذب ہے اور طبرانی نے کبیر میں بروایت محمد بن حاطب نقل کیا ہے کہ ایک لونڈی نے آپ کو پکارا آپ نے فرمایا لبیک وسعدیک اور اسکی روایت جید ہے ۱۲ اح ترمذی در شمائل بروایت زید بن ثابت اور اسمیں ذکر بیٹھنے کا نہیں ۱۲ اح بروایت جابر بن عمر گر اس میں آخر کا جملہ نہیں کہ بجز حرام کے اور چیز سے زجر نہ فرماتے ۱۲ اح یہ حدیث سراپا کی بطول ابو نعیم کے دلائل النبوۃ میں بروایت عائشہ نقل کی ہے اور اس میں کچھ کمی بیشی ہے یعنے شعر اور طالب کا نہیں اور یہ جملہ نہیں کہ بالوں کو کانوں پر کر دیتے تھے تو گردن کا کنارہ چمکتا معلوم ہوتا اور یہ جملہ نہیں کہ پیشانی مبارک وسیع تھی اور اس سند میں صبیح بن عبد اللہ منکر ہیں ۱۲ اح بخاری تعلیقاً بروایت ابن عمرو ابن ماجہ و ابن اسحاق در سیرت ۱۲۔

تقریر فرماتے اور اگر کھانے یا پینے کی بات کرتے تو ویسا ہی ذکر فرماتے اور اگر دنیا کے باب میں کلام کرتے تو آپ بھی وہی کرتے کہ آپ کو انکے ساتھ نرمی اور تواضع کرنی منظور تھی اگر کبھی اصحاب آپ کے سامنے شعر پڑھتے اور کچھ باتیں عہد جاہلیت کی ذکر کرتے اور ہنستے تو ان کے ہنسنے کے وقت آپ بھی تبسم فرماتے اور بجز حرام کے ان کو اور چیز سے زجر نہ فرماتے۔

بارہواں بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کے ذکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک نہ بہت طویل اور نہ کوتاہ بونا تھا بلکہ جب تنہا چلتے تو لوگ میانہ قد کہتے اور باوجود اسکے اگر کوئی شخص طویل القامت آپکے ساتھ چلتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا قد مبارک اُس سے نکلتا معلوم ہوتا اور کبھی دو بڑے قد والے آپکے ادھر اُدھر ہوتے تو طول قامت میں آپ اُنپر غالب ہوتے اور جب وہ آپ سے علیحدہ ہوتے تو اُنکو لوگ طویل کہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میانہ بتاتے اور آپ فرمایا کرتے کہ بالکل خیر میانہ پن میں کر دی گئی۔ اور آپکا رنگ مبارک از ہر میدہ گوارا چٹا نہ تھا آپ گندم گوں تھے اور نہ سخت سفید اور از ہر رو سفید خالص ہی جسمیں آمیزش زردی اور سُرخی اور دوسرے کسی رنگ کی نہو اور آپکے وصف میں آپ کے چچا ابو طالب نے اس مضمون کا شعر کہا ہے ؎

و دغوراتی بدن جسکے سبب مانگے ملے باراں ۔ بیتیوں اور بیوؤں کا وہ ملجا اور ماوا ہے

اور بعضوں نے آپکا وصف یہ بیان کیا ہے کہ آپ سُرخی مائل تھے تو اسکی تطبیق میں یہ کہا ہے کہ جو اعضاء مبارک دھوپ اور ہوا میں کھلے رہتے تھے جیسے چہرہ اور گردن ہیں وہ تو سُرخی آمیز تھے اور جو اعضاء کپڑے کے تلے رہتے تھے وہ از ہر سے سرخی کے تھے۔ اور عرق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک پر موتی کیطرح مشک خالص سے بھی زیادہ خوشبو دار تھا اور آپکے

اح بخاری و مسلم۔ روایت براء بن انس سے صح یہ اوصاف ابرو چشم و بینی اور ریش و رخسار و دہن و دندان کے ترمذی نے بروایت ہند بن ابی ہالہ شمائل میں ذکر کیئے ہیں ۱۲ صح پانچ نام اول کے صحیحین میں بروایت جبیر بن مطعم منقول ہیں اور مسلم نے مقفی اور بنی التوبہ اور بنی الرحمۃ بروایت ابی موسیٰ نقل کیا ہے اور احمد نے بروایت خدیفہ بنی الملاحم ذکر کیا ہے اور ابو نعیم نے دلائل میں ابی النضیر سے آٹھ نام منجملہ دس کے کچھ کم زیادہ کرکے لکھے ہیں اور ابن عدی نے دسوں نام بروایت علی مرتضیٰ اور جابر اور اسامہ بن زید و ابن عباس و عائشہ بسند ضعیف نقل کیئے ہیں ۱۲

ہوئے مبارک جعد و مزے ہوئے تھے نہ بالکل لٹکے ہوئے نہ بہت گھونگر والے جب آپ ان میں کنگھی کر چکتے تو جیسے ریت میں ہوا سے لہریں پڑ جاتی ہیں ویسی ہی انمیں معلوم ہوتیں اور مروی ہو کہ آپکے بال شانوں سے لگتے ہوئے تھے اور اکثر روایت میں یہ ہو کہ کانوں کی لو تک تھے اور کبھی آپ انکو چار پٹھے کر دیتے اور ہر گوش مبارک دو لچھوں کے بیچ میں رہتا اور کبھی آپ بالوں کو کانوں کے اوپر کر دیتے تو آپکی گردن کا کنارہ چمکتا اور جھلکتا معلوم ہوتا اور آپکے سر مبارک اور ڈاڑھی شریف میں سترہ بال سفید تھے اس سے زیادہ نہیں ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سب سے زیادہ خوبصورت اور روشن تر تھا جس نے آپکے چہرہ کا وصف بیان کیا اُس نے اُسکو چودھویں رات کے چاند ہی سے تشبیہ دی اور چونکہ آپکی جلد صاف تھی تو آپکی رضا اور خفگی چہرہ سے معلوم ہو جاتی تھی اور لوگ یوں کہا کرتے تھے کہ آپ ایسے ہی ہیں جیسے آپکے یار غار حضرت صدیق اکبر رضی نے آپکی مدح کی ہو اور اس مضمون کا شعر کہا ہے

ع امین مصطفےٰ و اعی بخیر ست ۔ چو نور بدر کز ظلمت برآید۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی وسیع اور بھویں باریک پوری اور دونوں بھوؤں کے درمیان نور تاباں گویا خالص چاندی انکے درمیان ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں کشادہ اور حسین اور انکی سیاہی خوب گہری تھی اور آپکی آنکھوں میں گونہ سرخی کا اختلاط تھا مژہ طویل اور کثرت سے تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک پتلی اور لمبی برابر تھی اور آپکے دہان مبارک کچھ چوڑے تھے جب آپ خندۂ شیریں فرماتے تو دانت کی چمک بجلی کی طرح معلوم پڑتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک سب انسانوں کے لبوں سے حسین اور لطیف تر تھے اور آپکے رخسار مبارک غیر مرتفع تھے اور آپکا چہرہ مبارک نہ لمبا تھا نہ نہایت مدور بلکہ کسی قدر گولائی تھی ریش مبارک گھنی تھی اور اسکو آپ نہ کتراتے تھے اور مونچھیں کتراتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھی نہ لمبی نہ چھوٹی جسقدر پر دھوپ اور ہوا لگتی تھی وہ گویا چاندی کی صراحی جس میں سونا ملا ہوا ہو معلوم پڑتی اور اس کی چمک میں چاندی کی جھلک اور کندن کی رمک نظر آتی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سینہ بے کینہ

ح بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود و ابن عباس و انس رض ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت جابر رض ۱۲

چوڑا تھا کسی جگہ کا گوشت دوسری جگہ سے ابھرا ہوا نہ تھا برابر آئینہ کی طرح اور سفید چاندی کی طرح تھا سر سینہ سے ناف مبارک تک ایک بالوں کا خط باریک دھار کی طرح تھا اور اسکے سوا پیٹ اور سینہ پر آپکے بال نہ تھے آپکے شکم مبارک میں تین شکن تھے ایک تہہ کے تلے چھپ جاتا اور دو کھلے رہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانے بڑے تھے اور اُنپر بال کثرت سے تھے اور آپکے شانوں اور کہنیوں اور بغل کے جوڑ پُر گوشت تھے اور پشت مبارک وسیع اور دونوں شانوں کے درمیان شانہ راست کے متصل مہر نبوت تھی۔ جسمیں ایک سیاہ داغ مائل بزردی تھا اور اسکے گرد کچھ بال بیم گھوڑے کے بال کی طرح کے تھے اور آپ کے دونوں بازو اور ہاتھ پُر گوشت تھے اور دونوں بند دست لمبے اور کف دست وسیع اور ہاتھ پانوں کشیدہ اور آپکی انگلیاں گویا چاندی کی شاخیں تھیں ہتھیلی آپ کی خز سے بھی زیادہ نرم گویا کہ خوشبو میں عطر فروش کی تھیلی تھی خواہ آپ اسپر خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں مصافحہ کرنے والا جو آپ سے مصافحہ کرتا تو دن بھر اسکی خوشبو سے معطر رہتا اگر کسی لڑکے کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرتے تو ہاتھ کی خوشبو کے باعث جو اس کے سر میں ہوتی وہ دوسرے لڑکوں سے پہچان پڑتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تہمد کے نیچے کا بدن یعنے رانیں اور پنڈلیاں پر گوشت تھیں اور آپکا بدن فربہی میں معتدل تھا آخر عمر میں کچھ فربہ ہو گئے تھے مگر گوشت ایسا چست تھا کہ گویا ڈول خلقت پر تھے فربہی سے آپ کو کچھ ضرر نہیں ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار ایسی تھی کہ گویا پانوں کو جما کر اُٹھاتے ہیں اور اُونچان سے نیچے کو تشریف لاتے ہیں۔ قدم آگے کو جھک کر رکھتے اور پانوں پاس پاس رکھکر چلتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اوروں کی نسبت آدم علیہ السلام سے مشابہ ہوں اور میرے باپ ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم خلقت اور اخلاق میں مجھ سے زیادہ مشابہ تھے۔ اور[1] فرماتے کہ میرے پروردگار کے یہاں میرے دس نام ہیں میں محمدؐ ہوں میں احمد ہوں میں ماحی ہوں کہ میرے سبب سے اللہ تعالےٰ کفر کو محو فرمائیگا۔ میں عاقب ہوں یعنے پیچھے آنیوالا کہ میرے بعد

[1] بخاری و مسلم بروایت انس رض ۱۲۔

اور کوئی نبی نہیں، اور میں حاشر ہوں کہ اللہ تعالےٰ بندوں کو میرے آنے کے بعد حشر فرمائیگا اور میں رسول رحمت اور رسول توبہ اور رسول ملاحم اور مقفی ہوں کہ سب لوگوں کے بعد آیا یعنی انبیاء علیہم السلام کے خاتمہ پر آیا ہوں اور میں قثم ہوں ابو البختری نے کہا کہ قثم کے معنی کامل اور جامع جمیع اوصاف کے ہیں۔

تیرہواں بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور ان نشانیوں کے ذکر میں جن سے آپ کا صدق معلوم ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کا مشاہدہ کرے اور آپکے اخلاق و افعال اور احوال اور عادات اور خصال اور اقسام خلق کی سیاست اور انکے انتظام کی کیفیت اور تمام مخلوق کو پرچانے اور اپنی طاعت پر کھینچ لانے کے اخبار سُنے اور نیز جو عجائب جوابات آپنے دقیق مسائل میں ارشاد فرمائے اور خلق کی بہتری میں تدابیر عجیب نکالیں اور ظاہر شرع کی تفصیل میں عمدہ اشارات فرمائے جنکی ادنیٰ باریکیوں کے دریافت میں فقہا اور علما عمر بھر حیران اور عاجز رہتے ہیں اُن سب پر غور کرے تو اُس کو اس بات میں کچھ شک و شبہ باقی نہ رہیگا کہ یہ امور ایسے نہیں کہ قوت بشری کی تدبیر سے حاصل ہوں بلکہ بدون تائید غیبی اور قوت لاریبی کے ممکن نہیں اور کسی جھوٹے یا فریبی سے ایسی باتیں ہونی محال ہیں آپکی علامات ظاہری احوال ہی آپکے صدق کی قطعی دلیلیں ہیں یہانتک کہ خالص عرب آپکو دیکھکر کہتا کہ یہ صورت جھوٹوں کی نہیں یعنی بمجرد علامات ظاہری کے نظر کرنے سے آپکے صدق کی شہادت دیتا تھا۔ تو جس شخص نے آپکی عادات کا مشاہدہ کیا ہو اور سب حالات نشست و برخاست میں برتے ہوں وہ کیسے شہادت نہ دیگا، اور ہم نے کسیقدر آپکے اخلاق اس لئے بیان کئے تاکہ محاسن اخلاق معلوم ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق و علو منصب اور خدائے تعالےٰ کے نزدیک بڑا درجہ ہونا مفہوم ہو کہ خداوند کریم نے آپکو یہ سب باتیں عنایت کیں حالانکہ آپ اُمّی محض تھے نہ علم کی مزاولت کی نہ کتابوں کا مطالعہ کیا نہ علم کی طلب میں کبھی سفر کیا ہمیشہ جہال عرب میں رہا اور یتیم اور یکس اور لوگوں کی نظروں میں بے بس تھے تو ایسی بے سروسامانی میں آپکو محاسن اخلاق اور آداب اور مصالح فقہیہ کی شناخت کہاں سے حاصل ہوئی دوسرے علوم اور معرفت الٰہی و نفس شئون

اور کتابوں آسمانی کے جاننے کو جانے دو اگر صریح وحی نہ ہوتی تو یہ سب چیزیں کیسے آتیں اور قوت بشری ان امور کو کیسے جان سکتی ہے پس اگر بجز ان امور ظاہری کے اور باتیں آپ میں نہ ہوتیں تو یہی کافی تھیں مگر آپ کے ہاتھوں معجزے اور نشانیاں بھی اتنی ظاہر ہوئی ہیں کہ اُنکے بعد پھر کسی طرح کا شبہ عاقل کو نہیں رہتا اور ہم آپکے معجزات میں سے وہ ذکر کرتے ہیں جو احادیث میں شایع ہیں اور صحاح میں ثابت اور اُنکو بطور اجمال بدون سب قصہ کے نقل کئے لکھتے ہیں منجملہ ان کے چاند کا پھٹ جانا کہ میں جبکہ آپ سے قریش نے معجزہ طلب کیا اور حضرت جابرؓ کے مکان پر روز خندق میں بہت سے لوگوں کو سیر بھر جَو میں کھانا کھلایا اور اسی طرح حضرت ابو طلحہؓ کے مکان پر تھوڑی غذا سے بہت کو شکم سیر کر دیا اور ایک بار ایک صاع جَو اور ایک بکری کے بچہ سے اسّی آدمیوں کو کھانا کھلایا اور ایک بار حضرت انسؓ جَو کی چند روٹیاں اپنے ہاتھ میں لے گئے انکو اسّی آدمیوں سے زیادہ کو کھلایا اور ایک بار تھوڑے سے خرمے بشر کے بیٹے اپنے ہاتھوں میں لائے اُن سے آپنے سب لشکر والوں کا پیٹ بھر دیا اور پھر بھی بچ رہے اور ایک چھوٹا پیالہ تھا کہ جس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نہ پھیل سکتا تھا اسمیں اپنا دست مبارک رکھا تو آپکی انگلیوں میں سے پانی پھوٹ نکلا جس سے تمام لشکر نے وضو کیا اور پانی پیا اور سب پیاسے تھے اور آپنے ایکبار وضو کا پانی تبوک کے چشمہ میں ڈالدیا اور اُسمیں پانی نہ تھا تو اُسمیں اتنا پانی چڑھ آیا کہ لشکر والوں نے جو ہزاروں تھے پانی پیا اور چھک گئے ایکبار حدیبیہ کے کنوئیں میں بقیہ وضو ڈالا تو اُسمیں باوجودیکہ پانی نہ تھا مگر ایسا پانی جوش کر آیا کہ پندرہ سو آدمیوں نے پیا اور حضرت عمر فاروقؓ

۱؎ بیہقی در دلائل النبوۃ بروایت جابر اور یہ روایت بخاری میں بھی بدون ذکر عدد منقول ہے ۱۲ ۲؎ بروایت انس رضی اللہ عنہ ۱۲ ۳؎ بیہقی در دلائل بروایت بشیر بن سعد ۱۲ ۴؎ بخاری و مسلم بروایت انس رضی اللہ عنہ اور اسمیں صرف وضو کا ذکر ہے اور ابو نعیم نے بروایت انس رضی اللہ عنہ اپنے کو بھی ذکر کیا ہے ۱۲ ۵؎ مسلم بروایت معاذ رضی اللہ عنہ ۱۲ ۶؎ مسلم بروایت سلمہ بن الاکوع اور بخاری میں بروایت براء منقول ہے اور دونوں میں اتنا لوگوں کی چھ سو اور ایک روایت میں پندرہ سو ہے ۱۲ ۷؎ احمد بروایت نعمان بن مقرن ۱۲ ۸؎ مسلم بروایت سلمہ بن الاکوع ۱۲

آپ نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑے سے کھجور جو سب بلکر شتر کے گھٹنے کے برابر تھے چار سو سواروں کو زاد حوالہ کر و فاروقؓ نے سب کو زاد بھی دیدیا اور اُسی قدر بچ رہا اور آپ نے ایک مٹھی مٹی کی لشکر کی طرف پھینکی وہ سب کی آنکھوں میں پڑی اور بیکار کر دیا چنانچہ اسکا ذکر قرآن مجید میں ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اور اللہ تعالےٰ نے کہانت کو آپکے معجزہ ہونے سے باطل کر دیا کہ بالکل نیست ہو گئی حالانکہ پیشتر علانیہ موجود تھی اور جب آپکے لئے ممبر تیار ہوا تو جس ستون کے سہارے آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے اُس نے نالہ کیا یہانتک کہ اُسکی آواز مثل شتر کے سب اصحاب نے سُنی آپنے اسکو اپنے سینہ سے لگایا وہ خاموش ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو ارشاد فرمایا کہ موت کی تمنا کرو اور اُنکو آگاہ کر دیا کہ تمنا نہ کر سکیں گے تو ایسا ہی ہوا کہ بھول ہی نہ سکے اور اظہار تمنا سے عاجز ہو گئے اور یہ قصہ سورۂ جمعہ میں مذکور ہے جو جامع مسجدوں میں مشرق سے مغرب تک جمعہ کے روز پکار کر اسی آیت کی عظمت کے لئے پڑھی جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی باتوں کی خبر دی مثلاً حضرت عثمان غنی رضؓ کو خبر دی کہ تم کو بلوہ پہنچے گا جسکے بعد جنت ہے اور حضرت عمار کو فرمایا کہ انکو باغی گروہ قتل کریگا اور حضرت امام حسن کے باب میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انکے سبب سے مسلمانوں کی دو بھاری جماعتوں میں صلح کرا دیگا۔ اور ایک شخص کو جسنے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا آپنے فرمایا کہ یہ دوزخی ہو گا تو ایسا ہی ہوا یعنی اُس شخص نے خود اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ اور یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن وجہوں سے معرفت پیشتر ہو جاتی ہے اُن سے کسی طرح نہیں معلوم ہو سکتیں نہ نجوم سے نہ کہانت سے نہ رمل سے نہ فال سے بلکہ صرف اللہ تعالےٰ کے آگاہ کرنے اور وحی سے آپکو معلوم ہوئی تھیں اور سراقہ بن جعشم نے آپکا تعاقب کیا تو اُسکے گھوڑے کے پانوں زمین میں اتر گئے اور اس نے آپ کو نہیں پہچانا تھا جب موت آپہنچی تو پہچانا لیکن اللہ نے اپنے نبی کو اس سے بچا لیا۔ ۱۲ منہ عہ علی بروایت مروان بن حکم ۱۲ منہ عہ بخاری بروایت ابن عباس ۱۲ منہ عہ بخاری و مسلم بروایت ابی موسیٰ رضؓ ۱۲ منہ عہ مسلم بروایت ابی ہریرہ دام سلمہ و بخاری بروایت ابی سعید ۱۲ منہ عہ بخاری بروایت ابی بکرہ ۱۲ منہ عہ بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ وسہل بن سعد ۱۲ منہ عہ بخاری و مسلم بروایت صدیق اکبر رضؓ ۱۲ منہ یہ قصہ سیر میں مذکور ہے اور قاتل کا نام فیروز دیلمی ہے اور صحیحین میں بروایت ابی ہریرہ یوں ہے کہ میں نے خواب میں دو کنگن سونے کے اپنے ہاتھ میں دیکھے مجکو رنج ہوا اور حکم ہوا کہ ان کو پھونک مار میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے پھر میں نے اُن دو جھوٹوں کو دیکھا جو میرے بعد نکلیں گے تو ایک اُن میں کا اسی صاحب صنعا ہے۔

وہ وہاں اُسکے پیچھے آیا یہانتک کہ اُس نے آپ سے فریاد کی آپنے اُسکے لئے دعا فرمائی تو گھوڑا چھوٹ گیا اور آپنے اُسکو خبر دی کہ تیرے ہاتھوں کسرا بادشاہ کے کنگن پہنائے جائینگے اور ایسا ہی ہوا کہ آپ نے اسود عنسی کے قتل کی خبر جسنے نبوت کا دعوی جھوٹا کیا تھا اُسی شب بیان کی جس رات وہ مارا گیا حالانکہ وہ صنعا یمن میں قتل ہوا تھا اور قاتل کا نام بھی ارشاد فرمایا اور جمع قریش کے سو آدمی جو آپکی گھات میں بیٹھے تھے اور آپ انکے پاس تشریف لے گئے اور سب کے سر پر خاک ڈال آئے مگر اُنہوں نے آپکو نہ دیکھا اور اصحاب کے روبرو اونٹ نے آپکی خدمت میں شکایت کی اور آپکا منقاد ہو گیا اور چند اصحاب آپکی خدمت میں مجتمع تھے آپنے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص دوزخ میں جائیگا اُسکی ڈاڑھ کوہ احد جیسی ہوگی تو ایسا ہی ہوا کہ اور لوگ اسلام پر مرے اور ایک مرتد ہو گیا اور اسی بے دینی کی حالت میں مارا گیا۔ اور چند اور اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے جو سب کے بعد مریگا آگ میں ہوگا اور ایسا ہی ہوا کہ جو سب سے پیچھے مرا وہ آگ میں گر کر جل گیا اور مر گیا اور آپنے قضاء حاجت کے لئے دو درختوں کو بلایا وہ دونوں آپکے پاس حاضر ہوئے اور مل گئے پھر آپنے فرمایا تو وہ جدے ہو کر جہاں کے تہاں ہو گئے اور آنحضرت صلعم میانہ قد تھے مگر جب لمبوں کے ساتھ چلتے تو طول قامت میں اُنپر غالب رہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاری کو مباہلہ کیواسطے بلایا وہ نہ آئے اور اُن سے فرمایا تھا کہ اگر مباہلہ کروگے تو سب ہلاک ہو جاؤگے اُنہوں نے جان لیا کہ آپ درست فرماتے ہیں اسلئے نہ آئے اور عامر بن طفیل اور اربد بن قیس جو عرب کے شہسوار اور شجاع تھے آنحضرت صلعم کے قتل کو عزم سو آئے مگر اُن سے بن نہ پڑا اور آپنے اُنکو حق میں دعا بد فرمائی تو عامر تو طاعون میں ہلاک ہوا اور اربد پر بجلی گری اُسنے اُسکو پھونک دیا اور آپنے فرمایا تھا کہ ابی بن خلف کو میں قتل کرونگا پس جنگ اُحد میں آپنے اُسکو ایک لطیف کمچا دیا کہ اُسمیں اُسکی موت ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کھلایا گیا تو جس شخص نے آپکے ساتھ کھایا تھا وہ تو مر گیا اور آپ چار برس تک اُسکے بعد زندہ رہے اور بکری کے دست میں جو زہر ملا ہوا تھا

۱؎ دار قطنی بروایت ابی ہریرہ و بلا اسناد و طبرانی بروایت رافع بن خدیج اور اس شخص کا نام دجال بن عتیق تھا ۱۲ منہ ۲؎ بیہقی در دلائل بروایت ابی محذورہ و بروایت ابی ہریرہ رضہ ۱۲ منہ ۳؎ احمد بروایت یعلی بن مرۃ ۱۲ منہ ۴؎ اسکی سند اور پر کو ہو چکی ہے ۱۲ منہ ۵؎ بزار سی بروایت ابن عباس رضہ ۱۲ منہ ۶؎ بیہقی و دلائل بروایت سعید بن مسیب مرسلا ۱۲ منہ ۷؎ ابو داؤد و بروایت جابر رضہ اور جو صحابی مر گیا تھا وہ بشر بن براء تھا اور صحیحین میں بروایت انس ہے کہ ایک یہودیہ عورت زہر ملی بکری آپکے پاس لائی آپنے اسمیں کھایا ۱۲ منہ ۸؎ مسلم بروایت عمر رضہ و ۹؎ بخاری و مسلم

اُس نے خود آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ مجھ میں زہر ہوا اور جنگ بدر کے روز آنحضرت صلعم نے سردارانِ قریش کے پچھڑنے کی جگہ بیان فرمائی اور ایک ایک کا نام لیکر فرمادیا کہ فلاں یہاں گریگا اور فلاں یہاں تو جو جگہ جسکے لئے فرمائی تھی اُس سے اس نے تجاوز نہ کیا۔ اور آپ نے آگاہ کردیا تھا کہ میری اُمت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد کرینگے اور ویسا ہی ہوا۔ اور آپکے لئے زمین یکجا کردی گئی اور اسکے مشارق اور مغارب دکھلائے گئے اور آپ نے فرمادیا کہ میری اُمت کا مُلک عنقریب وہانتک پہنچیگا جہانتک میرے لئے زمین یکجا کیگئی ہو اور ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں کی سلطنت ابتدائے مشرق یعنی بلادِ ترک سے آخر مغرب یعنی بحر اندلس اور بلادِ بربر تک پھیلی اور دکن اور شمال میں نہ پھیلی جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا اور اپنی لختِ جگر فاطمہ زہرا علیہا السلام کو ارشاد فرمایا کہ میرے خاندان میں سے اول تم مجھ سے ملوگی ویسا ہی ہوا۔ اور آپ نے ازواجِ مطہرات سے فرمایا کہ جو تم میں خیرات زیادہ کرتی ہوگی وہ مجھ سے جلد تر ملیگی تو حضرت زینب بنت جحش جو دستکاری کرکے خیرات کیا کرتی تھیں سب سے اول اصل بحق ہوئیں اور آپ نے ایک بہلا بکری کے تھن کو ہاتھ لگایا جس نے کبھی دودھ نہ دیا تھا پس وہ دودھ دینے لگی اور یہی احوال عبداللہ بن مسعود رضہ کے مسلمان ہونیکا سبب ہوا۔ اور ایکبار ام معبد خزاعیہ کے خیمہ میں آپ نے ایسا ہی کیا تھا اور کرشی صحابی کی آنکھ نکلکر گر پڑی تھی آپ نے اُسکو اپنے دست مبارک سے اسی جگہ رکھدیا تو وہ آنکھ دوسری سے صحیح اور خوبصورت زیادہ ہوگئی اور خیبر میں حضرت علی مرتضی کی آنکھیں زیادہ دکھتی تھیں آپ نے اپنا لب مبارک لگادیا اسیوقت اچھی ہوگئیں اور آپ نے انکو جھنڈا دیکر روانہ فرمایا اور آنحضرت صلعم کے سامنے اصحاب رضہ کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے اور ایک صحابی کی ٹانگ میں ضرب آئی تھی آپ نے اسپر اپنا دست مبارک پھیر دیا وہ فوراً اچھی ہوگئی۔ اور ایکبار جو لشکر ہمراہ رکاب تھا اسمیں زاد کی کمی ہوئی آپ نے جسقدر زاد لوگوں کے پاس بچا تھا اسکو منگایا تو بہت ہی تھوڑا تھا آپ نے اُسمیں برکت کی دعا مانگی پھر اہل لشکر کو اجازت دیدی کہ لیجاؤ انہوں نے اتنا لیا کہ کوئی برتن نہ رہا کہ اس سے بھر نہ گیا ہو اور حکم بن العاص خبیث نے آپکی رفتار کی نقل تمسخر کو طور پر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ بخاری و مسلم بروایت عائشہ و فاطمہ رضہ ۱۲ ۲؎ مسلم بروایت عائشہ رضہ ۱۲ ۳؎ احمد بروایت ابن مسعود رضہ ۱۲ ۔
۴؎ اسکی سند تخریجات عراقی میں فی ۵؎ ابونعیم و بیہقی بروایت قتادہ بن نعمان اور یہی صحابی ہیں جنکی آنکھ گرگئی تھی ۱۲
۶؎ بخاری و مسلم بروایت علی مرتضی رضہ و سہل بن سعد رضہ ۱۲ ۷؎ بخاری بروایت ابن مسعود رضہ ۱۲ ۸؎ بخاری و قصہ نہل
ابی رافع ۱۲ ۹؎ بخاری و مسلم بروایت سلمہ بن الاکوع ۱۲ ۱۰؎ بیہقی در دلائل بروایت ہند بن خدیجہ و حاکم بروایت عبدالرحمن
بن ابی بکر صدیق ۱۲ ۱۱؎ ابی جوزی نے اس عورت کا نام تلقیح میں عمرہ بنت حارث بن عوف لکھا ہو اور اسی کو دمیاطی
اختیار کیا ہو۔ اپنے مالہ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حال میں لکھا ہو مگر یہ کوشش نہیں پہنچا ۱۲ ۔

فرمایا کہ تو ایسا ہی رہیو پس وہ ہمیشہ لنگڑاتا چلتا رہا تک کہ مرگیا اور ایک عورت سے آنحضرت صلعم نے پیغام نسبت کیا اسکے باپ نے بہانہ کر دیا کہ اُسکو برص ہے اور واقع میں تھا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایسی ہی ہوگی تو اس عورت کو برص ہوگیا و شبیب بن برادہ شاعر کی والدہ تھی اور اُسکو سوا آپکے معجزات اور آیات بہت ہیں ہم نے صرف مشہور پر اکتفا کیا اور جو شخص آپکے ہاتھوں خرق عادت ہونے میں شک کرے اور کہے کہ ان وقائع میں سے ہر ایک بنقل متواتر مروی نہیں اور متواتر صرف قرآن مجید ہے تو وہ ایسا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کی شجاعت اور حاتم طائی کی سخاوت میں شک کرے اور یہ تو ظاہر ہے کہ ان دونوں کے حالات غیر متواتر ہیں مگر مجموع واقعات ملکر بیشک علم بدیہی شجاعت و سخاوت کا پیدا کرتے ہیں۔ پھر قرآن کے متواتر ہونے میں کسی طرح کا شک نہیں اور یہ بڑا معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق میں باقی ہے اور آپکے سوا کسی نبی کا معجزہ باقی نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق کے بلیغوں اور عرب کے فصیحوں کو تلاش کیا اور اُس وقت جزیرہ عرب میں اس قسم کے لوگ ہزاروں تھے۔ اور فصاحت اُنکا پیشہ تھا اور اُسی سے آپس میں فخر کرتے تھے اور سب سے آپنے علانیہ فرمایا کہ اگر تم کو قرآن مجید میں شک ہو تو اُسکا مثل سے آدھی سورت یا ایک سورت اس جیسی بنا لاؤ اور اُنکے سامنے فرمایا۔ لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ اور یہ آپنے اُن لوگوں کے عاجز کرنے کے لئے فرمایا تھا چنانچہ اس سے عاجز ہوئے اور اپنی جانوں کو قتل کرایا۔ اور عورتوں اور بچوں کو قید میں ڈالا مگر یہ نہ ہوا کہ قرآن مجید کا معارضہ کریں یا اُسکی خوبی یا فصاحت میں اعتراض و طعن کریں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن مجید اطراف عالم میں شہر شہر غار غار پھیلا اور قرن بہ قرن اور زمانہ بہ زمانہ گذرتا چلا گیا یہانتک کہ آج قریب پانسو برس کے گزرے کہ کوئی اسکا معارضہ پر قادر نہ ہوا اس صورت میں بڑا غنی ہے وہ شخص کہ آپکی احوال و اقوال اور افعال اور اخلاق اور معجزات کو دیکھے اور معلوم کرے کہ آپکی شریعت تک قایم و دائم ہے اور اطراف عالم میں شائع و ذائع اور باوجود آپکی یتیمی اور ضعف کے تمام روئے زمین کے بادشاہ آپکے عہد مبارک میں اور اسکے بعد آپکے حلقہ بگوش ہوئے اور ان سب باتوں کے معلوم کرنیکے بعد پھر کسیطرح کا شک آپکو صدق میں کرے اور بڑا توفیق یافتہ وہ شخص ہے جو آپ پر ایمان لائے اور تصدیق آپکی صدق دل سے کرے اور ہر فعل میں آپکے قدم بقدم چلے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمکو توفیق آپکی اقتدا کی اخلاق و افعال اور احوال و اقوال میں اپنی عنایت و کرم سے مرحمت کرے کہ وہی سننے والا اور دعا قبول کرنیوالا ہے

تمام شد